جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

هٰذَا بَصَائِرُ النَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ

الحمد للہ والمنہ کہ بعد کشاکش یک عالم رنج و غم و تراکم مصائب پیہم کہ بوجہ انتقال دو فرزندان نوجوانان کہ یکی بسن ہیجدہ و دوم بسن بست و یک سالگی داغ مفارقت خویش بر قلب مجروح مترجم گزاشتند



ضمیمہ جات مقبول ترجمہ و حواشی

مرتبہ و مولفہ و مترجمہ

عالی جناب فضائل مآب مہبط فیوض ربانی دقیقہ شناس رموز قرآنی نکتہ سنج حقائق فرقانی متکلم مناظر لاثانی حضرت مولانا مولوی حکیم سید حاجی مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی مدظلہم العالی و دام فیوضہم

حیدری کتب خانہ مرزا علی اسٹریٹ امام باڑہ روڈ بمبئی ۹

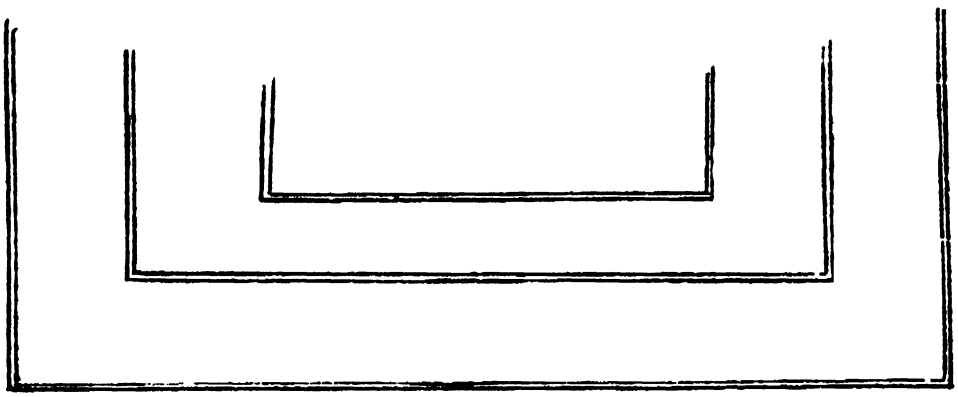

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارۂ اول

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳

تفسیر برہان میں بحوالہ تفسیر عیاشی بروایت محمد ابن قیس منقول ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حیی اور ابو یاسر اخطب کے بیٹے مع بخران کے یہودیوں کے ایک گروہ کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور یہ عرض کی کہ جو کچھ آپ پر نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے اُس میں الٓمٓصٓ بھی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ہے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ آیا جبرئیل خدا کے پاس سے آپ کے پاس یہ حروف لائے ہیں؟ فرمایا ہاں! للّٰہ ہیں!! اُنھوں نے عرض کی آپ سے پہلے بہت سے نبی مبعوث ہو چکے مگر ہم سوائے آپکے ایسے ایک نبی کو بھی نہیں جانتے جس نے اپنی شریعت کے تسلط کا زمانہ اور اپنی اُمت کے قیام کی مدت بتلادی ہو۔ یہ کہکر حیی ابن اخطب اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا دیکھو الف کا عدد ایک ہے لام کے تیس اور میم کے چالیس۔ کُل اکہتر ۷۱ برس ہوئے۔ اُن لوگوں سے تعجب ہے جو اپنے دین کو چھوڑیں اور ایسی اُمت میں داخل ہوں جس کو کُل اکہتر ۷۱ برس رہنا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے محمدؐ۔ آیا کوئی اور حرف بھی اس کے ساتھ نازل ہوا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور نازل ہوا ہے۔ عرض کی تو بیان کیجئے؟ آپ نے فرمایا کہ الٓمٓصٓ اُس نے کہا کہ ہاں یہ تو زیادہ طویل اور زیادہ گراں ہے۔ الف ایک ۱۔ لام تیس ۳۰۔ میم چالیس ۴۰ اور صاد نوّے ۹۰۔ یہ تو ۱۶۱ ہو گئے۔ پھر اُس نے جناب رسول خدا سے عرض کی کہ کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا ضرور ہے۔ اُس نے عرض کی تو اُسے بھی بیان کیجئے۔ فرمایا الٓمٓرٰ اُس نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ گراں اور طویل ہو گیا۔ الف ایک ۱۔ لام تیس ۳۰ میم چالیس ۴۰۔ رے دو سو ۲۰۰ یہ حساب لگانے کے بعد اُس نے

کہا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا ہے۔ اس پر اُس نے عرض کی کہ آپ کا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہوگیا ہم نہیں جانتے آپ کو کیا کیا کچھ دیا گیا ہے۔ پھر حضرتؑ کے پاس سے اُٹھ کر باہر آیا تو اُس وقت ابو یاسر نے حیی بن اخطب سے کہا کہ تم کو کیا خبر ہے۔ شاید محمدؐ کے لئے اِن سب کا مجموعہ مدت مقرر ہوئی ہو یا اُس سے بھی زیادہ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ یہی وہ آیتیں ہیں جن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (جس کی کچھ آیتیں تو صاف صاف ہیں اور وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ گول گول ہیں) پھر فرمایا کہ حیی اور ابو یاسر اور اُن کے اصحاب نے جو تاویل سوچی تھی ان کی تاویل اس کے علاوہ ہے۔ اور اور بھی بہت سی وجہیں نکلتی ہیں۔ جناب امام حسن عسکریؑ علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ قوم قریش اور یہود نے قرآن مجید کو جھٹلایا۔ اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اس کو انہوں نے خود بنا لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ یعنے اے محمدؐ کہدو یہ کتاب جو میں نے تم پر نازل کی وہ حروف مقطعات میں ہے انہی میں الٓمّٓ بھی ہے اور وہ تمہارے لغت میں اور تمہارے ہی حروف ہجا میں ہے۔ پس اگر تم سچے ہو تو تم بھی ایسی ہی بنا لاؤ اور اس بنانے کے بارے میں اپنے سارے گواہوں سے بھی مدد لو۔ پھر یہ بھی بیان فرمادیا کہ وہ اس پر قادر نہ ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۴) پھر خدائے تعالیٰ نے فرمایا الٓمّٓ یہی وہ قرآن ہے جس کا آغاز الٓمّٓ سے ہوا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہی وہ کتاب ہے جس کی بابت میں نے خود موسےٰ علیہ السلام کو اور ان کے بعد اور انبیاء کو خبر دی اور انہوں نے بنی اسرائیل کو خبر پہونچائی کہ اے محمدؐ عنقریب میں تم پر عربی زبان میں ایک ایسی زبردست کتاب نازل کرونگا کہ نہ گذشتہ کے متعلق اُس کی خبریں غلط ہونگی اور نہ آیندہ کے متعلق۔ وہ حکمت والے لائق تعریف خدا کی طرف سے اُتاری ہوئی ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ کا یہ مطلب ہے کہ اُس میں اُن کو شک و شبہ کا موقع نہیں ہے اِس لئے کہ یہ بات اُن پر ظاہر ہو چکی ہے جس طرح کہ اُن کے انبیاء اُن کو برابر خبر دیتے رہے تھے کہ محمدؐ پر ایک کتاب نازل ہوگی جس کو باطل مٹا نہ سکے گا اور وہ خود اور اُن کی اُمت اُس کتاب کو ہمیشہ ہر حال میں تلاوت کرتے رہیں گے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ضلالت کا حال اُن لوگوں کے لئے کھولکر بیان کرنے والی ہوگی جو ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچتے رہتے ہیں۔ اور اس سے بھی پرہیز کرتے ہیں کہ اپنے نفس پر سفاہت کو اور حماقت کو غالب ہو جانے دیں یہانتک کہ جب وہ ان چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں جن کا علم اُن پر لازم ہو تو عمل ایسا کرنے لگتے ہیں جس سے اُن کے پروردگار کی رضامندی اُن کے لئے واجب و لازم ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ الف حروف ہجا میں سے ایک حرف ہے جو تمہارے اللہ کہنے پر دلالت کرتا ہے اور لام سے لفظ ملک العظیم سمجھ میں آتا ہے

یعنے وہ ایسا بڑا بادشاہ ہے کہ اپنی ساری مخلوق پر غالب ہے۔ اور میم سے مجید و محمود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے تمام افعال میں تعریف کے قابل ہے اور اس نے اپنے اس قول الٓمٓ سے یہودیوں پر حجت تمام فرمائی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب خدائے تعالےٰ نے موسےٰ ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور پھر ان کے بعد بنی اسرائیل میں سے اور انبیاء بھیجے تو ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اپنی اپنی اُمت اور اپنی اپنی قوم سے اس بات پر عہد و پیمان نہ لئے ہوں کہ وہ محمدؐ عربی و اُمّی پر ضرور بالضرور ایمان لائیں جو مکہ میں مبعوث ہونگے پھر ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں گے۔ اور ایسی کتاب لیکر آئینگے جس کی بعض بعض سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوگا اُن کی اُمت اُس کتاب کو حفظ کریگی۔ اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اُس کتاب کو پڑھا کریگی۔ اور خدا تعالےٰ اُس کا حفظ کرنا اُن کے لئے آسان کردیگا اور وہ جناب حضرت محمد مصطفےٰ کے ساتھ ساتھ اُن کے بھائی اور اُن کے وصی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو بھی مانتے ہونگے کہ تمام علوم کو انہی سے حاصل کریں گے اور ہر امر میں اُنہی کی پیروی کرینگے اور جو شخص محمد مصطفےٰ کا مخالف بنیگا اپنی سیف قاطع سے اُس کو ذلیل کریں گے اور جو شخص آنحضرتؐ سے مجادلہ و مخاصمہ پیش آئیگا اُسکو اپنی زبردست دلیلوں سے خاموش کردینگے۔ تنزیل کتاب خدا پر بندگانِ خدا سے یہاں تک لڑینگے کہ چار و ناچار لوگ اس کو مان لیں۔ پھر جب جناب محمد مصطفےٰ رضوانِ خدا کی طرف انتقال فرمائینگے اور بہت سے وہ لوگ جو ظاہرا ایمان لائے ہونگے مرتد ہو جائینگے۔ وہ اس کتاب کی تاویلوں میں تحریف کرینگے اور اس کے معنی اور مطالب کو بدل ڈالینگے اور جو صورتیں اُس سے پیدا ہوتی ہونگی اُس کے خلاف لوگوں کو سمجھائیں گے تو جناب علیؑ مرتضےٰ اس کتاب کی تاویل پر اُن لوگوں سے جہاد فرمائینگے یہاں تک کہ ابلیس ملعون جو اُن لوگوں کا بہکانے والا اور اُن کا رسوا کرنے والا ہے وہ خود ذلیل و مطرود و مغلوب ہو جائیگا۔ پھر فرمایا کہ جس وقت خدائتعالےٰ نے محمد مصطفےٰ کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں آنحضرتؐ کو ظاہر کیا پھر وہاں سے اُن کو مدینہ منورہ بھیجدیا اور وہاں اُن کو غلبہ عطا فرمایا اور اپنی کتاب اُن پر نازل فرمائی اور اس کی سب سے بڑی سورت کے شروع میں آیت الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ قرار دی (یعنی یہ وہی کتاب ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ الٓمٓ یہ وہی کتاب ہے جس کی بابت میں نے اپنے انبیائے سابقین کو خبر دی ہے۔ پس اے محمدؐ میں عنقریب وہی کتاب تمپر نازل کرنیوالا ہوں لَا رَیْبَ فِیْہِ کا یہ مطلب ہے کہ خبر انبیاء کی تصدیق ہوگئی یعنی محمد مصطفےٰ پر ایک ایسی برکت والی کتاب نازل کی جائیگی جسے باطل مٹا نہ سکے گا اور آنحضرتؐ اور اُنکی ساری اُمت اُس کتاب کو ہر حالت میں تلاوت کرتے رہینگے پھر یہودی خلاف مقصودِ خدا اُس کی تاویل کرینگے اور اُس میں تحریف کریں گے اور کھینچ تان کر اُس میں وہ علم داخل کرنا چاہینگے جو خدائتعالےٰ نے اُن سے سلب کرلیا ہوگا۔ یعنی اس اُمت کیلئے مُدتیں نامزد کریں گے اور یہ کہ اس کا تسلط کتنے دن رہیگا۔ چنانچہ ان کا ایک گروہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا آپ نے جناب علیؑ مرتضےٰ کو اُن کا جواب دینے پر مامور فرمایا اُس وقت اُن کے کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر محمدؐ اپنے بیان میں سچے ہیں تو اُن کی اُمت کا تسلط ہم خوب سمجھ گئے کہ کل اکھتر برس رہیگا۔ کیونکہ الف۔ ۱۔ ل۔ ۳۰۔ م۔ ۴۰۔ علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا پھر تم الف۔ ل۔ م۔ ص کو کیا کروگے وہ بھی تو حضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔ اُنھوں نے کہا ایک سو اکسٹھ برس ۱۶۱

سہی فرمایا کہ الف۔ ل۔ ر کو کیا کروگے یہ بھی تو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا یہ تو سب میں زیادہ ہے۔ یہ تو دو سو اکتیس ہوگئے۔ جناب علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا کہ پھر الف۔ ل۔ م۔ ر یہ بھی تو آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔ وہ بولے یہ تو دو سو اکھتر برس ہوگئے۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا آیا ان میں سے کوئی ایک اُمت کے بارے میں ہے یا سب کے سب؟ اب یہاں اُن میں خود اختلاف پڑ گیا کوئی کہتا تھا کہ ایک ہے کوئی کہتا تھا کہ سب اور سب کا مجموعہ سات سو چونتیس ہوتے ہیں۔ پھر سلطنت اور تسلط دین یہود کا ہوگا جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ آیا خدائتعالےٰ کی کوئی کتاب اس بات کو بتاتی ہے یا تمہاری اپنی رائیں اور عقلیں ایسا بتلاتی ہیں؟ بعض تو اُن میں سے کہنے لگے کہ کتاب خدا ایسا ہی کہتی ہے اور دوسروں نے کہا کہ نہیں ہماری رائیں ایسا بتلاتی ہیں پہلوں سے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ہمیں وہ خدا کی کتاب دکھلاؤ جس کے الفاظ تمہارے قول کے بموجب ہوں وہ تو اس کے پیش کرنے سے عاجز رہے دوسروں سے یہ فرمایا کہ یہ رائے کیونکر صحیح ہے اس کی دلیل پیش کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہماری رائے کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ حساب جُمل کے مطابق ہے۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو حساب جُمل اُس پر دلالت کیونکر کرتا ہے حالانکہ ان حروف میں کوئی ایسی خبر نہیں ہے جو تم خود بخود بیان کرتے ہو جب تک کہ تم واضح طور پر سمجھا نہ سکو بھلا خیال تو کرو اگر تم سے یہ کہا جائے کہ یہ حروف اُمتِ محمدؐ کا تسلط بیان نہیں کرتے بلکہ ان میں کا ہر حرف اس بات کو بتلاتا ہے کہ ہر ایک کے عدد کے موافق ہم میں اور تم میں سے ہر ایک کو اتنے اتنے درہم یا دینار ملیں گے۔ یا اس بات کو بتاتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ذمہ اس عدد کے حساب کے موافق علیؑ بن ابیطالب کے اتنے دینار قرض ہیں یا تم میں سے ہر ایک پر اتنی ہی مرتبہ لعنت کی گئی ہے جتنے حروف کے عدد ہیں۔ وہ بولے کہ اے ابوالحسنؑ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اِس پر الٓمٓصٓ و الٓرٰ و الٓمٓرٰ میں سے تو کوئی نص نہیں دلالت کرتی پس اگر ہمارا قول باطل ہے تو آپ کا قول بھی باطل ہوا۔ ان کا بولنے والا کہنے لگا کہ اے علیؑ اگر ہم اپنے دعوے پر حجت نہ لاسکے تو تم اس پر خوش نہ ہو اس لئے کہ آپ بھی تو اپنے دعوے پر کوئی حجت نہیں پیش کرسکے سوائے اس کے کہ آپ نے ہمارے عجز کو اپنے لئے حجت قرار دیا۔ بس اب نہ ہمارے لئے ہمارے قول کی دلیل ہے نہ تمہارے لئے تمہارے قول کی۔ یہ سُن کر جناب علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا کہ ہم تم برابر نہیں ہماری حجت تو کھلا معجزہ موجود ہے۔ پھر حضرت نے اُن یہودیوں کے اونٹوں کو آواز دی کہ اے یہودیو کے اونٹو! تم محمدؐ مصطفےٰ اور اُن کے وصی کے بارے میں گواہی دو۔ پس وہ اونٹ بے تامل بول اُٹھے کہ اے وصیِ محمدؐ مصطفےٰ آپ سچے ہیں اور یہ یہودی سراسر جھوٹے۔ اس پر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہودیوں سے تو یہ جانور اچھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے یہودیوں کے کپڑو! تم بھی محمدؐ مصطفےٰ اور انکے وصی کے بارے میں شہادت دو۔ پس کل کپڑے گویا ہوئے کہ یا علیؑ آپ سچے ہیں آپ سچے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ مصطفےٰ خدا کے برحق رسول ہیں اور اے علیؑ آپ انکے برحق وصی ہیں جو بزرگی ہمیشہ سے جناب محمدؐ مصطفےٰ کے لئے ثابت ہے۔ آپ

بھی ویسی ہی بزرگی حاصل کرنے کیلئے اُنہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ پس نورِ خدا کی چمک سے آپ دونوں بھائی پیدا ہوئے۔ خدا یتعالےٰ نے اپنی مصلحت سے (ظاہر میں) آپ دونو کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا۔ حالانکہ فضائل میں آپ دونوں شریک ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ محمد مصطفےٰ کے بعد نبی کوئی نہ ہوگا یہ شہادت سُنکر یہودیوں کی زبان بند ہوگئی اور اس واقعہ کے سُننے اور دیکھنے والوں میں سے بعض آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور یہودیوں پر اور باقی دیکھنے والوں پر شقاوت و بدبختی غالب آگئی **قول مترجم**۔ الٓمٓ ظاہر بظاہر حروف تہجی میں سے تین۳ حرف ہیں اور حروف تہجی کی کل تعداد اٹھائیس۲۸ ہے۔ اُن میں سے جتنے حروف قرآن مجید میں اس شان سے وارد ہوئے ہیں کہ گو لکھنے میں ملے ہوئے لکھے جائیں مگر پڑھنے میں ایک ایک حرف جدا جدا کر کے پڑھا جاتا ہے پہلے تو ہم اُن سب کی ایک فہرست لکھتے ہیں جس سے اُن کی تعداد معلوم ہو جائے بعد میں انشاء اللہ کچھ اور دلچسپ باتیں بھی تحریر کریں گے۔ وہ فہرست یہ ہے۔

الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓرٰ۔ الٓمٓرٰ۔ الٓرٰ۔ الٓرٰ کٓهٰیٰعٓصٓ۔ طٰهٰ طٰسٓمٓ۔ طٰسٓ۔ طٰسٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ یٰسٓ۔ صٓ۔ حٰمٓ حٰمٓ۔ حٰمٓعٓسٓقٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ قٓ۔ نٓ۔

بنا بر مشہور موجودہ ترتیب میں ایک سو چودہ سورتیں موجود ہیں حالانکہ بنا بر تقسیم اجزائے قرآن یہ بات صاف نہیں ہے کیونکہ پہلا پارہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہ الٓمٓ یعنے آغاز سورۂ بقرہ ہے اور تیسواں یا آخری پارہ جس سورہ پر ختم ہوتا ہے وہ سورۂ النّاس ہے۔ المحمد بہرصورت علیحدہ رہی اور وہ فی الحقیقت ہے بھی الگ رہنے کے لائق اس لئے کہ اس کی عظمت تمام قرآن مجید سے بدرجہا زیادہ ہے اور چونکہ اُس کا نام سُورۂ فاتحہ ہے اس لئے اس کا ذکر دیباچہ میں انشاء اللہ علیحدہ آئیگا۔ اب رہیں باقی ایک سو تیرہ سورتیں۔ اِن میں اٹھائیس۲۸ ایسی ہیں جو حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ ان حروف مقطعات کی کل تعداد چودہ۱۴ حروف ہیں۔ جب ان کے حروف کی تلخیص کی جائے۔ یعنی جتنے حروف مکرر تحریر ہیں وہ سب گرائے جائیں۔ تو مندرجۂ ذیل چودہ حروف باقی رہتے ہیں۔ ا۔ ل۔ م۔ ر۔ ك۔ ہ۔ ی۔ ع۔ ص۔ ط۔ س۔ ح۔ ق۔ ن۔ ان حروف کو اگر ترتیب دیا جائے تو ستائیس ارب سترہ کروڑ بیاسی لاکھ اکیانوے ہزار دو سو طرح سے ہو سکتی ہے مگر ایسی بامعنی عبارت جس سے نکتہ لطیف پیدا ہو اور حق کا نور ہویدا ہو یہی ہے۔ صِرَاطُ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمَسِّكُهٗ (علیؑ کا راستہ برحق ہے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں) یہ بات تمام دنیا میں مسلمات سے ہے کہ کسی سلطنت کے بادشاہ اور اُس کے ارکین دولت کے مابین ایک خط رموز میں ہوتا ہے جس کے اشارات اور کنایات غیر لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ یہ کلام چونکہ معجزہ ہے اس لئے خدائتعالےٰ نے خود اپنے اور اپنے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے مابین معمولی حروف کو رمز قرار دے دیا اور اُس رمز کو سوائے انکے کما حقہ کوئی نہیں سمجھا ہاں جو اُن سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ کم از کم اتنا تو سمجھے یہ حروف کتنی مرتبہ ترتیب دئے جا سکتے ہیں اور بامعنی

عبارتیں کیا کیا پیدا ہوتی ہیں جو اُنکے ایمان اور اطمینان کے لئے کافی ہے۔ نیز ان حروف کے چودہ ہونے نے بھی یہ اشارہ کیا کہ اُن رموز کے لئے چودہ ہی منتخب کئے گئے ہیں۔ ان چودہ حروف میں بھی تین نقطہ دار ہیں اور گیارہ بے نقطہ جس سے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ چودہ میں بھی تین کی عزت خاص ہے۔ ازآنجملہ نون سے صاف صاف نبیؐ مراد ہیں تو قاف سے علیؑ۔ کوتاہ بین کے نزدیک بے ادبی معلوم ہوتی ہے کہ نون کے عدد پچاس اور قاف کے سو یعنے ظاہر بظاہر دو چند کا فرق۔ مگر جب علی مرتضےٰ علیہ السلام کو دوش رسولؐ پر کعبۃ اللہ میں دو بالا دیکھے گا تو پچاس کا دو چند سو ہو جائیگا۔ نیز اعداد احاد میں نو کا عدد کامل اور اشرف سمجھا گیا ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ جس طرح شریف آدمی خواہ کسی درجہ پر پہونچ جائے اپنی شرافت کو نہیں چھوڑتا یہی حالت نو کے عدد کی ہے مثلاً اُس کا دو چند لیا جائے اٹھارہ ہوگا۔ اب اس کے ظاہری عدد کا مجموعہ وہی آٹھ اور ایک نو۔ سہ چند لیا جائے ستائیس ہوا ظاہری عدد کا مجموعہ سات اور دو نو۔ چہار چند لیا جائے تو چھتیس ہوا جس کا مجموعہ چھ و تین نو۔ پانچ گنا لیا جائے پینتالیس ہوا مجموعہ پانچ اور چار کا نو۔ چھ گنا لیا جائے تو چون مجموعہ چار اور پانچ نو۔ سات گنا لیا جائے تو تریسٹھ ہوا مجموعہ ۳ اور ۶ کا ۹ ہوا۔ آٹھ گنا لیا جائے تو بہتر ہوا۔ اور مجموعہ ۲ اور ۷ کا نو ہوا۔ نو گنا لیا جائے تو ۸۱ مجموعہ ایک اور آٹھ کا نو ہوا۔ دس گنا لیا جائے تو ۹۰ ہوا مجموعہ صفر اور نو کا نو ہوا۔ گیارہ گنا لیا جائے تو ۹۹ جس کا مجموعہ ۹ اور ۹ اٹھارہ کا پھر لیا جائے تو آٹھ اور ایک کا نو۔ بارہ گنا لیا جائے تو ۱۰۸ جس کا مجموعہ ۹۔ تیرہ گنا لیا جائے تو ۱۱۷ جس کا مجموعہ ۹ ہوا۔ چودہ گنا لیا جائے تو ۱۲۶ جس کا مجموعہ ۹ ہوا۔ اب دوسرے ہندسہ کو مثلاً دیکھئے۔ مثلاً آٹھ کو لیجئے اس کا دگنا ہوا سولہ جس کا مجموعہ ۷ رہ گیا۔ اب سہ چند لیجئے تو وہ ہوا ۲۴ جس کا مجموعہ ۶ ہوا۔ چہار چند لیجئے تو ہوا ۳۲۔ اس کا مجموعہ ۵ ہی رہ گیا۔ پانچ گنا لیجئے تو ۴۰ ہوا جس کا مجموعہ ۴ رہ گیا۔ چھ گنا لیجئے تو ہوا ۴۸ جس کا مجموعہ رہا ۱۲ مگر اُس کا آیندہ مجموعہ ہوا تین اور سات گنا لیجئے ۵۶ جس کا مجموعہ گیارہ یعنی ایک اور ایک دو اور آٹھ گنا لیجئے تو ۶۴ جس کا مجموعہ ہوا ۱۰۔ صفر خالی باقی ایک ہی رہ گیا گویا اپنی مقدار تک بڑھ کر ایک ہی رہ گیا۔

عدد نو کے کمال اور شرافت کا اِس سے پتہ لگ گیا۔ اب قاف کے عدد ہیں ۱۰۰۔ یعنی ایک عدد اور دو اضافی نقطے یاد رہے۔ اب اِس میں سے گیارہ مرتبہ ۹ برآمد ہو سکتا ہے اور پھر عدد ایک کا ایک رہتا ہے۔ اور چونکہ قاف سے اشارہ ہے علیؑ مرتضےٰ کی طرف جس سے معلوم ہوا کہ اُن کی نسل سے گیارہ کامل اور اشرف انسان پیدا ہونگے قؔ اور یؔ دونوں دو دو نقطے والے ہیں مگر فرق اتنا ہی ہے کہ ق کے نقطے فوقانی اور یاء کے تحتانی جس سے یہ اشارہ پایا گیا۔ کہ علیؑ اور فاطمہؑ ہم مرتبہ ہیں۔ صرف مرد و عورت کا فرق ہے اور نون کے ایک نقطہ ہونے نے یہ بتلایا کہ نبیؐ نہ فقط تمام مخلوقات میں بلکہ انبیاء میں بھی فرد و یکتا ہیں جن کا ثانی ہی نہیں اور ان چودہ حروف میں صرف پانچ نقطے ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چودہ میں سے پانچ کا اجتماع ایک وقت میں ہو جائیگا اور اُن تینوں نقطہ والے حرفوں کو بترتیب جمع کریں تو لفظ نقی پیدا ہوتا ہے جس سے یہ پتہ لگا

کہ چودہ میں سے یہ تین چیدہ ہیں اگر کسی کو اس نکتہ میں کلام ہو کہ نقطہ سے ذات معصوم مراد لی ہے تو وہ جناب امیر علیہ السلام کی اس حدیث کو دیکھے کہ وہ حضرت فرماتے ہیں اَنَا النُّقْطَةُ تَحْتَ الْبَآءِ (کہ بائے بسم اللہ کے نیچے کا نقطہ میں خود ہوں) جس کے متعلق شاعر نے خود حقیر کی فرمائش سے یہ شعر موزوں کیا ہے :-

علی ہیں نقطۂ زیبائے بائے بسم اللہ ✤ جسے کلام ہو اس میں وہ آئے بسم اللہ

چونکہ بعض روایتوں سے اس کا بھی پتہ لگتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک حرف خدائے تعالےٰ کے ایک ایک نام کا بتانیوالا ہے اس سبب سے ان حروف کے اسرار لاتعداد و لاتحصےٰ ہو جاتے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک حرف الف کے متعلق یہاں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ الف کے ملفوظی اعداد ایک سو گیارہ ہوتے ہیں۔ یعنی ایک اکائی۔ ایک دہائی اور ایک سیکڑہ جس سے باقاعدہ تین حرف پیدا ہوئے۔ الف۔ یاء۔ قاف۔ اور جب اس کو گنا کیا تو دو سو بائیس ہوئے جس سے باء۔ کاف۔ رآء پیدا ہوئے۔ اور سہ چند کیا تو تین سو تینتیس ۳۳۳ ہوئے۔ جس سے جیم۔ لام۔ شین پیدا ہوئے اور چوگنا کرنے سے چار سو چوالیس ۴۴۴ یعنی واؤ۔ میم۔ تاء۔ پانچ گنا کرنے سے پانچ سو پچپن ۵۵۵ ہوئے جس سے ہاء۔ نون۔ ثاء پیدا ہوئے۔ چھ گنا کرنے سے چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ ہوتے ہیں۔ ان کو واؤ۔ سین۔ خاء۔ سات گنا کرنے سے سات سو ستتر ۷۷۷ ہوئے جس سے زاء۔ عین۔ ذال۔ آٹھ گنا کرنے سے آٹھ سو اٹھاسی ۸۸۸ ہوئے جس سے حاء۔ فاء۔ ضاد پیدا ہوئے۔ نو گنا کرنے سے نو سو ننانوے ۹۹۹ ہوئے جس سے طاء۔ صاد۔ ظاء پیدا ہوئے۔ اس طرح ستائیس حرف پیدا ہو گئے اب رہا اٹھائیسواں اس کے عدد ایک ہزار ہیں۔ ہزار کو عربی میں اَلْفٌ کہتے ہیں۔ الف و الف میں تجنیس خطی ہے تو وہ بھی گویا الف ہی سے پیدا ہوا اب تمام علوم ان اٹھائیس حروف ہی میں بند ہیں اور یہ ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ سب ایک حرف الف سے نکلے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب علوم کا سرچشمہ صرف حرفِ الف ہے۔ تشبیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ذاتِ واحد فرد ہونے میں الف سے مشابہ ہے تو جس طرح الف مصدر جمیع علوم ثابت ہوا اسی طرح ذات واجب الوجود بھی مصدر جمیع موجودات ثابت ہے۔ ہاں بین دباریک فرق اتنا ضرور موجود ہے کہ یہاں الف مثل اور حرفوں کے خود بھی الف ہی سے پیدا ہوا ہے اور وہاں اس کے حکم و قدرت سے تو سب کچھ پیدا ہوا لیکن وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے کوئی اس کے مثل و مانند ہو سکتی ہے تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ الٓمٓ کی تفسیر ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے اور تفسیر وہ ہے جو فرمودۂ رسولؐ سے ثابت ہو۔ اس لئے کہ مہبط وحی بھی جناب رسولِ خدا ہیں۔ اور مفسر اور معلم تفسیر بھی آنحضرتؐ ہی ہیں۔ یعنی الٓمٓ سے مراد آلِ محمدؐ ہیں۔ تو اب آیت کا منشا یہ ہوا کہ آلِ محمدؐ اور وہ کتاب جس میں کسی قسم کا شک نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہیں۔ اب فرمودۂ رسولؐ کو دیکھئے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں :-

مَعْشَرَ النَّاسِ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا

بَعْدِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (اے گروہ انسان میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز ہرگز کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچیں) اس حدیث کو جو فریقین کے نزدیک مسلم ہے سننے کے بعد اگر آلہ کے معنی آلِ محمدؐ نہیں ہیں تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ فقط کتاب متقین کی راہبر اور رہنما ہو سکتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۱۰

کافی میں جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آدم علیہ السلام نے یہ کلمات عرض کئے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ ۝ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ ۝ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ ترجمہ "یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے برا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو میری توبہ قبول کر اور میری خطا بخشدے حالانکہ تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے۔ میں نے برا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے بخشدے اور تو مجھ پر رحم کر بیشک تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے برا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو میری توبہ قبول فرما بیشک تو سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا اور سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے" اور دوسری روایت کے بموجب اُن کے ساتھ یہ الفاظ بھی تھے بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلِیٍّ وَّفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اور ایک تیسری روایت کے بموجب الفاظ یہ تھے بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ ترک اولےٰ سرزد ہوا اور انہوں نے اپنے پروردگار سے معذرت چاہی اور یہ عرض کی یَارَبِّ تُبْ عَلَیَّ وَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَاَعِدْنِیْ اِلٰی مَرْتَبَتِیْ وَارْفَعْ لَدَیْکَ دَرَجَتِیْ فَلَقَدْ تَبَیَّنَ نَقْصُ الْخَطِیْئَۃِ وَذُلُّھَا بِاَعْضَائِیْ وَسَائِرِ بَدَنِیْ ترجمہ اے میرے پروردگار میری توبہ قبول کر اور میرا عذر سن اور میرے رتبے پر مجھے پھر پہنچادے اور میرا درجہ اپنے حضور میں بلند کر اس لئے کہ اس ترک اولےٰ کے خرابی اور اسکی ذلت میرے تمام اعضاء اور میرے سارے بدن سے ظاہر ہو گئی" منجانب اللہ ارشاد ہوا کہ اے آدمؑ آیا تم کو ہمارا یہ حکم یاد نہیں کہ جب تم پر مصیبتیں سختیاں اور بلائیں نازل ہوں تو تم ہم سے محمد اور اُن کی آلِ پاک کا واسطہ دیکر دعا مانگنا آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ خدایا بے شک مجھے خیال نہ رہا تھا پھر خدا بتعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ "محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا خصوصیت سے واسطہ دیکر ہم سے دعا مانگو ہم تمہاری

درخواست کو قبول کرلینگے اور تمہاری خواہش سے زیادہ تم کو عطا کرینگے"۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگارا ان کا درجہ اسقدر بڑا ہے کہ اُن کے توسل سے تو میری توبہ بھی قبول کریگا اور میرا ترک اولےٰ بھی بخشدیگا۔ حالانکہ مجھے تو نے یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ اپنے فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا اور اپنی جنت مجھے رہنے کو عنایت فرمائی اور اپنی کنیز خاص حوا میرے نکاح میں دی اور اپنے معزز فرشتوں سے میری خدمت کرائی خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم میں نے جو فرشتوں کو تعظیماً تمہارے سجدہ کا حکم دیا تو وہ انہی انوار کے باعث تھا جنکے تم مخزن قرار دئے گئے ہو اور اگر تم اس ترک اولےٰ سے پہلے انہی کا واسطہ دیکر ہم سے یہ سوال کرتے کہ ہم ترک اولیٰ سے بھی تمہیں بچالیں اور یہ کہ تمہارا دشمن ابلیس تمہارے برخلاف کوئی چال نہ چلنے پائے کہ تم اُس سے محفوظ رہو تو ہم ایسا ہی کرتے لیکن ہمارے علم سابق میں ایسا ہی گزر چکا تھا تو تمہیں وہ خیال ہی کیوں آتا۔ سو اب تم انہیں کا واسطہ دیکر ہم سے دعا کرو ہم قبول کرینگے۔ اس پر آدم علیہ السلام نے وہ دعا مانگی جو صفحہ ۱۰ نوٹ نمبر ۱ میں درج ہو چکی ہے۔ تفسیر برہان میں حسن ابن راشد سے منقول ہے کہ جب تم سوتے سے اُٹھو تو وہ کلمات کہہ لیا کرو جو حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے پروردگار کی طرف سے ملے تھے اور وہ یہ تھے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوحِ سَبَقَتْ رَحْمَتُكَ غَضَبَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ لَنَقُوْلُ ترجمہ۔ فرشتوں کا اور رُوح کا مالک بڑا پاک و پاکیزہ ہے تیری رحمت تیرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے بیشک اپنی ذات پر ظلم کیا سو تو مجھے بخشدے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا۔ بڑا رحم کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے"۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۰

عثمان نے کہا کہ ہاں آپ نے رسول اللہ سے میرے بارے میں اور میری قوم (بنی امیہ) کے بارے میں کیا سُنا ہے؟ حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا کہ میں نے خود آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب آلِ ابوالعاص کی تعداد تیس مرد تک پہنچ جائے گی مال خدا پر مبتھ پھیریں گے اور کتاب خدا کو (معانی و مطالب بدلکر) پھانسنے کا جال بنائیں گے۔ اور بندگان خدا کو لونڈی غلام قرار دینگے۔ نیک لوگوں سے جنگ کرینگے اور بدکاروں کو اپنی ٹولی بتائیں گے۔ عثمان نے کہا کہ اے گروہ اصحاب محمدؐ آیا تم میں سے کسی نے جناب رسولِ خدا سے یہ حدیث سُنی ہے؟ (سب نے ایمان نگل کر عثمان کی خاطر سے صاف کہہ دیا کہ ہم نے تو جناب رسولِ خدا سے یہ نہیں سُنی اس پر عثمان بولے کہ ذرا علیؑ کو تو بُلالو۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام اُس کے پاس آئے عثمان نے اُن سے کہا کہ یا ابوالحسن ذرا سنیئے تو سہی یہ جھوٹا بڈھا کیا بکتا ہے؟ جناب امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے عثمان انکو جھوٹا نہ کہہ کر میں نے خود جناب رسولِ خدا کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ آسمان نے کسی شخص پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے کسی ایسے کو اٹھایا نہیں ہے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچ بولنے والا ہو"۔ (تصریح معصومینؑ اس سے مستثنےٰ ہیں غیر معصوموں کا ذکر ہے) اصحاب رسول اللہ نے (جو اسوقت موجود تھے) اقرار کیا کہ علیؑ مرتضےٰ سچ فرماتے ہیں ہم نے بھی جناب رسولِ

خدا سے یہ حدیث سُنی ہے اس پر حضرت ابوذرؓ رو پڑے اور فرمایا کہ وائے ہو تم پر تم میں سے ہر ایک نے اپنی گردن اس مال کی طرف دراز کر لی تھی اور تم میری نسبت یہ گمان کرتے تھے کہ میں اور جناب رسولِ خدا کے برخلاف جھوٹ بولتا ہوں (گویا مقصد یہ تھا کہ یہ علیؑ مرتضےٰ ہیں جن کے تشریف لانے نے تم جیسے دنیا طلب لوگوں کو میری تصدیق پر مجبور کیا) پھر اُن کی طرف نظر ڈالی اور دریافت کیا تم میں سب سے بہتر کون ہے؟ سب بولے کہ آپ تو اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ہی ہم سب سے بہتر ہیں فرمایا ہاں! میں نے اپنے حبیب جناب رسولِ خدا کو جس وقت وداع کیا ہے تو میں یہی جُبّہ پہنے ہوئے تھا اور اب تک میں اُسی جُبّہ میں ہوں۔ (تصریح۔ مقصد یہ ہے کہ جس حال پر میں اُس وقت تھا اُسی حال پر اب تک ہوں یعنی جیسے لباس ظاہر کو نہیں بدلا ہے ویسے ہی باطن بھی نہیں بدلا ہے) اور تم لوگوں نے تو بڑے بڑے احداث کئے ہیں جن کی بابت خدائے تعالیٰ تم سے باز پرس کریگا اور مجھ سے کچھ باز پرس نہ فرمائیگا۔ اس پر عثمان نے (بات کاٹ کر) کہا کہ اے ابوذرؓ! میں جناب رسولِ خدا کے حق کی قسم دیکر تم سے دریافت کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی تم سے پوچھنے والا ہوں اُس کی بابت مجھے ٹھیک ٹھیک خبر دینا۔ حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا کہ واللہ اگر تو جناب رسولِ خدا کے حق کی قسم دئے بغیر بھی مجھ سے پوچھتا تو میں تجھے ٹھیک ہی ٹھیک خبر دیتا (عثمان کے ایمان و یقین کا اندازہ کرنے کے لئے یہ بات کافی ہے) یہ سُن کر بولا کہ "تمہیں سب سے زیادہ پسند کون سا شہر ہے کہ تم اُس میں رہا کرو"۔ فرمایا کہ مکہ معظمہ جو اللہ کا بھی حرم ہے اور اللہ کے رسولؐ کا بھی حرم ہے۔ میں اپنی موت کے آنے تک اُسی میں خدا کی عبادت کیا کرونگا"۔ عثمان نے کہا نہیں خدا تمہاری یہ مراد پوری نہ کرے۔ حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا تو پھر مدینہ! جو جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے۔ عثمان نے کہا نہیں یہ بھی تمہیں میسر نہ ہو۔ راوی حدیث جناب امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر حضرت ابوذرؓ خاموش ہو گئے اب عثمان نے دریافت کیا کہ وہ شہر کونسا ہے جس میں رہنا تم سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہو؟ فرمایا وہ ربذہ ہے جسمیں میں دین اسلام میں آنے سے پہلے رہتا تھا۔ عثمان نے کہا تو اچھا جاؤ وہیں چلے جاؤ۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ تو نے مجھ سے جو سوال کیا میں نے اُس کا سچا سچا جواب دیدیا۔ اب میں جو سوال تجھ سے کرتا ہوں اُس کا تو بھی مجھے ٹھیک ٹھیک جواب دیجیو۔ اُس نے کہا اچھا! فرمایا اگر تو نے مجھے اپنے اور اصحاب کے ساتھ مشرکوں سے لڑنے کیلئے بھیجدیا ہوتا اور وہ مجھے قید کر لیتے اور یہ کہتے کہ ہم اس کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے۔ جب تک کہ تو اپنے تمام مال و املاک کی تہائی نہ دیدے (تو تو کیا کرتا) کہنے لگا کہ میں ضرور اتنا ہی فدیہ دیکر آپ کو چھڑا لیتا"۔ فرمایا اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تو تیرے مال و املاک کا نصف لیکر انکو چھوڑیں گے (تب کیا کرتا) کہا اُس حال میں بھی میں فدیہ دیکر آپکو چھڑا لیتا۔ فرمایا اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تو اس کو چھوڑیں گے ہی نہیں جب تک کہ تو اپنی کل ملکیت اس کے فدیہ میں ہمیں نہ دے دے (تب کیا ہوتا) کہا میں سب کچھ آپ کے فدیہ میں دیدیتا اور آپ کو چھڑا لیتا (فرمایا وہ فدیہ دینا زیادہ ہوتا یا مجھے مکہ یا مدینے میں رہنے دینا؟ کہا

یہ کسی طرح منظور نہیں) اس پر ابوذرؓ نے فرمایا کہ اللہ اکبر: مجھ سے میرے حبیب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا تھا کہ اے ابوذرؓ اُس دن تمھاری کیا حالت ہوگی جب تم سے یہ کہا جائے گا کہ تمہیں کونسا شہر زیادہ پسند ہے کہ تم اُس میں رہا کرو اور تم یہ کہو گے کہ مکہ معظمہ جو اللہ کا حرم اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے میری خواہش ہے کہ میں اپنی موت آنے تک اُسی میں اللہ کی عبادت کرتا رہوں اُس وقت کہا جائیگا کہ نہیں خدا تمہاری یہ مراد پوری نہ کرے پھر تم کہو گے کہ مدینہ منورہ جو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے اُس وقت تم سے کہا جائیگا کہ نہیں خدا تم کو یہ بھی میسّر نہ کرے پھر تم سے دریافت کیا جائیگا کہ وہ کونسا شہر ہے جس میں رہنا تمہیں سب سے زیادہ ناپسند ہے تو تم کہو گے کہ ربذہ جس میں میں دینِ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے رہتا تھا۔ اُس وقت تم سے کہا جائیگا کہ تم وہیں چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ یہ واقعہ یونہی ہونیوالا ہے فرمایا ہاں اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ ضرور واقع ہونیوالا ہے۔ میں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ آیا میں اُس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر اُس سے قدم قدم پر اُن کو نہ ماروں؟ فرمایا نہیں: (جو کچھ بھی تجھے کہا جائے) سُن اور خاموش رہ گو غلام حبشی کی اطاعت کرنی پڑے۔ اور اے ابوذرؓ اللہ تعالےٰ نے تیرے بارے میں اور تیرے دشمن عثمان کے بارے میں ایک آیت نازل فرمائی ہے میں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے اور پھر حضرتؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۱

کافی میں یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا فرمایا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین کے زمانہ میں یہ کچھ لوگ تھے جو بت پرستوں کو آنحضرتؐ کے نام سے ڈرایا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ضرور بضرور ایک ایسا نبی مبعوث ہوگا جو تمہارے بتوں کو توڑ ڈالیگا اور تمہاری ایسی اور ایسی گت بنائیگا مگر جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو انہی لوگوں نے آنحضرتؐ کا انکار کر دیا۔ اور تفسیر قمی میں ہے کہ یہودی آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے پہلے عربوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے عرب دیکھو اب اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے جو مکہ سے مبعوث ہوگا اور ہجرت کر کے مدینہ آئیگا۔ وہ سب نبیوں سے آخر اور سب سے افضل ہوگا۔ اُس کی دونوں آنکھوں میں سُرخی ہوگی اور دونوں شانوں کے بیچ میں نبوت کی مہر ہوگی ردا اوڑھیگا اور اپنی غذا میں چند لقموں اور چند خرموں پر اکتفا کیا کرے گا۔ بغیر ساز و زین کے گدھے پر سوار ہوا کریگا۔ بہت ہنس مُکھ ہوگا۔ لڑائی کے وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھیگا اور مقابلہ میں کوئی بھی آجائے اُس کی پروا نہ کریگا۔ اُس کے قوی دلائل زیبِ مسکوں میں اس سرے سے اُس سرے تک پہنچ جائینگے۔ اے گروہ عرب ہم اُس نبی کے ساتھ ہو کر ضرور تم سب کا قتلِ عام کرینگے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو انہی صفات کے ساتھ مبعوث فرمایا تو انہی یہودیوں نے آنحضرتؐ سے حسد کیا اور کافر ہو گئے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ الخ (دیکھو صفحہ ۱ اسطر ۲)

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں بروایت جناب امیر المومنین علیہ السلام منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہودیوں کے اُس ایمان کی اطلاع دی تھی جو وہ آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے ان پر رکھتے تھے اور اس بات کی بھی اطلاع دی تھی کہ آنحضرتؐ کا ذکر کرکے اور آنحضرتؐ پر اور اُن کی آل پر درود بھیج بھیج کر اپنے دشمنوں کے برخلاف اُن پر فتح پانیکی دعائیں کیا کرتے تھے چنانچہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو جناب موسےٰ کے زمانے میں اور اُن کے بعد یہ حکم دیا تھا کہ جب اُن پر کوئی سخت مصیبت پڑے یا کوئی بلا نازل ہو تو وہ جناب محمد مصطفےٰ اور اُن کی آل پاک کا واسطہ دیکر اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کریں اور اُنکے ذریعہ سے مدد مانگا کریں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے یہانتک کہ مدینہ کے رہنے والے یہودی جناب محمد مصطفےٰ کے ظہور سے برسوں پہلے یہی عمل کیا کرتے تھے اور بڑی بڑی سخت بلاؤں اور مصیبتوں کو اسی عمل سے روک دیتے تھے اور آنحضرتؐ کے ظہور سے دس برس پہلے بنی اسد و بنی غطفان اور مشرکوں کا ایک گروہ یہودیوں کا دشمن ہوگیا تھا اور اُن کو ایذا پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا۔ پس یہ اُن کے شر سے بچنے کے لئے اور اس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے پروردگار سے جناب محمد مصطفےٰ اور اُنکی آل پاک کا واسطہ دیکر دعا کرتے رہتے تھے یہانتک کہ ایک موقعے پر بنی اسد و بنی غطفان نے تین ہزار سواروں سے حوالی مدینہ میں جو یہودیوں کے مواضعات تھے ان کو جا گھیرا یہودی اُن سے بمقابلہ پیش آئے حالانکہ اُن کے سوار کل تین سو تھے مگر انہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر دعا مانگی اور اُن تین ہزار میں سے ایک حصہ کو تو کاٹ ڈالا اور باقی کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اب بنی اسد و بنی غطفان نے ایک دوسرے سے یہ کہا کہ آؤ اب ہم کل قبیلوں سے ان کے برخلاف مدد مانگیں۔ چنانچہ اُنہوں نے قبیلوں سے اُنکے برخلاف مدد مانگی۔ وہ لوگ آکر بکثرت جمع ہوئے یہاں تک کہ تیس ہزار سوار ہوگئے اور اُن سب نے یہ قصد کیا کہ ان تین سو کو ان کے گاؤں ہی میں قتل کر دیں یہ تین سو اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزیں ہوگئے اور اُن تیس ہزار نے ان کا پانی بند کر دیا یعنی وہ نہر کاٹ دی جو ان کے کانوں میں آتی تھی اور ان کا کھانا بھی روک دیا (یعنی رسد بند کر دی) یہودیوں نے امان مانگی تو ان کو امان بھی نہیں دی اور یہ کہا کہ تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم تم کو قتل کرینگے۔ قید کرینگے اور غارت کرینگے۔ اب یہودیوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا کہ ہم کیا کریں اُن میں سے جو برابر والے تھے اور جو صاحبان بزرگی و رائے تھے اُنہوں نے یہ کہا کہ موسےٰ علیہ السلام تمہارے بزرگوں کو اور تمہارے آباؤ اجداد میں سے جو بزرگ تھے اُن کو یہ حکم دیگئے تھے کہ جب تم پر وقت آپڑے تو تم محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دیکر گڑگڑا گڑگڑا کر خدا تعالےٰ سے دعا کرنا۔ لوگ کہنے لگے کہ ہاں کہہ تو گئے تھے اُنہوں نے کہا بس تو اب دعا کرو چنانچہ اُنہوں نے یہ دعا کی: یا اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلِ طاہرہ کا واسطہ دیکر عرض کرتے ہیں کہ جیسا تو نے ہمیں پانی پلایا تھا ان ظالموں نے ہمارا پانی بند کر دیا ہے۔ ہمارے بوڑھے کمزور و ضعیف ہوگئے ہیں

اور ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے اس سے سخت پریشان ہو گئے ہیں اور ہم ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں"۔
پس خدائتعالےٰ نے اُن پر موسلا دھار مینہ برسایا جس سے اُن کے حوض و تالاب۔ نہریں اور برتن سب پُر ہو گئے اُنہوں نے کہا کہ دو خوبیوں میں سے ایک تو ہم کو یہ حاصل ہوئی پھر چھتوں پر چڑھ کے محاصرہ کرنیوالے لشکروں کی حالت دیکھی تو معلوم ہؤا کہ مینہ نے اُن کو بہت ہی تکلیف دی ہے۔ اُن کے اموال و اسباب و ہتھیار سب خراب ہو گئے ہیں اور اسی سبب سے کچھ اُن میں سے چلے بھی گئے ہیں چونکہ یہ مینہ خلاف موسم سخت گرمی میں آیا تھا جس وقت عموماً مینہ نہیں ہوتا اب اس لشکر میں سے جو باقی رہ گئے تھے اُنہوں نے کہا کہ خیر پانی تو مِل گیا تو کھانا کہاں سے کھاؤ گے اور اگر یہ لوگ چلے بھی گئے تو ہم تو اُس وقت تک نہ جائینگے جب تک کہ تم کو اور تمہارے بال بچوں کو مغلوب و مقید نہ کرلیں اور تمہارے مال لُوٹ نہ لیں۔ اور اِس طرح اپنی تشفّی خاطر نہ کرلیں۔ یہودیوں نے کہا کہ جس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر دعا کرنے سے پانی عطا فرمایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ہم کو کھانا دے اور جس نے اتنے لوگوں کو بھگا دیا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ باقی جو رہے ہیں اُن کو بھی بھگا دے۔ پھر اُنھوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر یہ دعا کی کہ خدا ان کو کھانا بھی پہنچائے پس ایک بڑا قافلہ اناج لیکر آیا انکے پاس دو ہزار اونٹ اور خچر اور گدھے گیہوں اور ستوؤں سے بھرے ہوئے تھے قافلہ والوں کو لشکروں کی کچھ خبر نہ ہوئی مگر جب ان کے پاس پہنچے تو ان سب کو سوتا پایا اور لشکر والوں کو اِن کی خبر نہ ہوئی اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کی نیند گہری کر دی تھی۔ قافلہ والے بستی میں آگئے اُن کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اپنا مال لاکر ڈالا اور سب فروخت کر دیا اور چل دئے۔ اہل لشکر کو اب بھی سوتا ہی چھوڑ گئے۔ اِن کا کوئی جاسوس بھی بیدار نہ تھا جو اُن کو دیکھتا۔ جب وہ دُور نکل گئے تب یہ لشکر والے بیدار ہوئے اور یہودیوں سے لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ ایک دُوسرے سے کہتا تھا آؤ آؤ جلد آؤ اِن کو تو بھوک نے خوب ستا رکھا ہے اب یہ ہمارے سامنے ذلیل ہو جائیں گے یہودیوں نے اُن سے کہا کہ ایسا خیال بھی نہ کرنا ہمیں ہمارے پروردگار عالم نے کھانا پہنچا دیا اور تم سوتے ہی رہے ہم کو اِس طرح اور اِس طرح رزق پہنچ گیا اور اگر سوتے میں ہم تم کو قتل کرنا چاہتے تو یہ بھی ہمارے لئے آسان تھا۔ لیکن ہم نے تم پر زیادتی کرنا خود ہی پسند نہ کیا اب بھی خیر سے تم ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جاؤ ورنہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر تمہارے برخلاف بددعا کریں گے اور خدائیتعالےٰ سے طالب نصرت ہونگے کہ تم کو اِسی طرح ذلیل و رُسوا کرے جیسے کہ ہم کو پانی اور کھانا پہنچایا ہے۔
اُنہوں نے از روئے سرکشی انکار کیا اُنہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر بددعا کی اور اُنکے برخلاف نُصرت مانگی پھر یہی مِنن سو اُن تیس ہزار کے برخلاف نکل کھڑے ہوئے کتنوں کو تو اُن میں سے قتل کیا اور کتنوں کو قید کیا اور کتنوں ہی کو کچل ڈالا اور کتنوں کو ان کے قیدیوں کے ہاتھوں سے بندھوا دیا وہ اُن قیدیوں کو کچھ تکلیف یوں نہیں پہنچاتے تھے کہ اس سے ڈرتے تھے کہ عرب ہم کو ایذا پہنچائیں گے (دس برس پہلے تو یہ حالت تھی) مگر جب آنحضرتؐ کا ظہور ہؤا تو وُہی یہودی آنحضرتؐ سے حسد کرنے لگے اور آنحضرتؐ کو جھٹلانے لگے اِس لئے کہ آنحضرتؐ عرب سے تھے"۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مشرکوں کے برخلاف یہودیوں کی مدد اس لئے فرمایا کرتا تھا کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو یاد کر کے دعا مانگا کرتے تھے پس اے اُمتِ محمدؐ تم بھی مصیبت و تکلیف کے وقت میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کو یاد کیا کرو تاکہ اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے اُن شیاطین کے برخلاف جو تمہیں ایذا پہنچانے کا قصد رکھتے ہوں تمہاری مدد فرمایا کرے۔ اس لئے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ تو اس کے داہنی طرف رہتا ہے جو اُس کی نیکیاں لکھتا جاتا ہے اور ایک فرشتہ بائیں طرف ہوتا ہے جو اس کی بدیاں لکھتا جاتا ہے اور ابلیس کی طرف سے دو شیطان اُس کے ساتھ رہتے ہیں جو اُسے اغوا کرتے رہتے ہیں۔ پس جب وہ اُس کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں اُسے چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرے اور یہ کہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجے تو دونوں شیطان دبک جاتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۴

وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور وہ دونوں کسی کو وہ سحر اور اُس کے باطل کرنے کا طریقہ اُس وقت تک نہ سکھائیں حَتّٰی یَقُوْلَا جب تک کہ سیکھنے والے سے یہ نہ کہدیں اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ ہم بندوں کے لئے ایک آزمائش ہیں تاکہ وہ جو کچھ بھی سیکھتے ہیں اُس میں خدا تعالےٰ کے احکام کی اطاعت کریں کہ اُس کے ذریعے سے جادو کی تدبیر کو باطل کر دیں اور خود جادو نہ کریں۔ فَلَا تَکْفُرْ اس کا یہ مطلب تھا کہ تو اس جادو کا استعمال کر کے اور اس کے ذریعے سے کسی کو ضرر پہنچا کے یا لوگوں کو یہ جتلا کے کہ تو اُس کے ذریعے سے موت و حیات پر قادر ہے اور ایسی چیزیں کر سکتا ہے جو سوائے خدا کے کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا کیونکہ اس قسم کی سب باتیں کفر ہیں کافر نہ ہو فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا پس جو جادو سیکھنے کے طالب ہوتے تھے پس وہ ان دونوں قسموں میں سے یعنی اس سے بھی جس کو خدا نے فرمایا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ اور اُس سے بھی جس کو خدائے تعالےٰ نے فرمایا۔ مَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ یعنی ان دونوں قسموں کا جادو سیکھتے تھے فَیُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں سیکھتے تھے جن سے آدمیوں کو ضرر پہنچائیں یعنی طرح طرح کے حیلوں سے اور چغل خوریوں سے شک ڈالنے سے اور یہ کہنے سے کہ فلاں طلسم فلاں جگہ دفن کیا گیا ہے اور فلاں عمل اس اس طرح کیا گیا ہے تاکہ عورت کا دل مرد کی طرف سے پھٹ جائے اور مرد کا دل عورت کی طرف سے بیزار ہو جائے اور اس طرح ان دونوں میں کوئی جدائی کی صورت پیدا ہو وَمَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے سیکھنے والے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر یہ کہ خدا اُس کو جانتا ہے اور اُن سے مزاحمت نہیں کرتا اس لئے کہ اگر چاہے تو جبراً اور قہراً روک دے وَیَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انھوں نے یہ سحر اس لئے سیکھا کہ اُس سے جادو کریں اور نقصان پہنچائیں تو ضرور انھوں نے ایسی چیز سیکھی جس سے وہ اپنے دین کے بارے میں نقصان اٹھائیں اور نفع دینی کچھ بھی

نہ پائیں بلکہ دینِ خدا سے بالکل نکل جائیں وَلَقَدْ عَلِمُوْا یعنے ایسے سیکھنے والے جانتے ہیں۔ لَمَنِ اشْتَرٰهُ یعنے جس نے اپنے دین کو بیچکر یہ سحر سیکھ لیا ہو۔ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ثواب جنت اُس کے حصہ میں کچھ نہیں ہے۔

عیون اخبار الرضا میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "چونکہ اُن کے اعتقاد میں آخرت کوئی چیز نہ تھی لہذا وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب آخرت ہوگی ہی نہیں تو دنیا کے بعد اور آخرت میں اُن کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور اگر دنیا کے بعد آخرت ہو بھی جیسے کہ واقعی ہے تو وجہ اس کے کہ وہ آخرت کے منکر تھے اُن کا حصہ آخرت میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنی جانیں دے کر عذاب خدا خرید لیا۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش وہ اسے سمجھتے کہ انھوں نے آخرت کی بہبودی فروخت کردی اور جنت میں جو اُن کا حصہ تھا اُسے چھوڑ بیٹھے اس لئے کہ اس سحر کو جن لوگوں نے ضرر پہنچانے کی نیت سے سیکھا اُن کے اعتقاد میں نہ خدا تھا نہ رسول نہ قیامت تھی نہ بعثت۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کی کہ ہمارے ہاں ایک قوم ایسی رہتی ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ جب بنی آدم کے گناہ زیادہ ہوگئے تو فرشتوں نے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو زمین پر بھیجنے کے لئے منتخب کیا اور اللہ نے ایک تمبرے کے ساتھ اُن کو دنیا میں بھیجا اور وہ دونوں کے دونوں زہرہ نام ایک عورت پر مفتوں ہوگئے اور اُن دونوں نے اُس سے زنا کا ارادہ کیا۔ شراب پی۔ اور ناحق ایک شخص کو قتل کردیا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کو (چاہ) بابل میں عذاب دے رہا ہے اور یہ کہ جادوگرانی سے جادو سیکھتے ہیں۔ آور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کو مسخ کرکے ستارہ بنا دیا۔ اور ستارۂ زہرہ وہی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ! خدا کے فرشتے معصوم ہیں اور خدا تعالےٰ کے الطاف و عنایات سے ہر قسم کی بُرائی سے اور کفر سے محفوظ ہیں۔ خدا تعالےٰ نے خود اُن کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۹۵ سطر ۴) نیز فرماتا ہے۔ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ (یعنی الملائکۃ) لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۵ سطر ۵) نیز فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ... تا ... مُّشْفِقُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶) (جن کی نسبت خدا تعالےٰ ایسا فرمائے اُن سے ایسے افعال ناشائستہ سرزد نہیں ہوسکتے۔

العیون میں ہے کہ جناب امام رضا علیہ السلام سے زہرہ کی بابت جیسا کچھ کہ لوگ روایت کرتے ہیں دریافت کیا گیا یعنی وہ ایک عورت تھی جس کی وجہ سے ہاروت و ماروت کی آزمائش کی گئی۔ نیز سہیل کی بابت جیسا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ وہ ملک یمن کا عشار یعنی دسواں حصہ حق سلطانی وصول کرنیوالا تھا اُس کی

نسبت بھی حضرتؑ سے دریافت کیا گیا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ جو کچھ بکتے ہیں سب غلط ہے۔ یہ دونوں تو ستارے ہیں اور اسی نام کے دو بحری جانوروں میں سے تھے پس لوگوں نے غلط طور پر خلط ملط کر لیا اور یہ گمان کر لیا کہ جاندار اور ستارے ایک ہی چیز ہیں۔ پس یہ خدا کا کام نہیں ہے کہ اپنے دشمنوں کو مسخ کر کے نورانی بنائے پھر اُن کو آسمان اور زمین کے باقی رہنے تک باقی رکھے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو مسخ ہوئے وہ تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہے مر گئے اور ان سے کوئی نسل بھی پیدا نہیں ہوئی اور آج روئے زمین پر کوئی مسخ شدہ موجود نہیں ہے۔ اور جو جاندار ایسے باقی ہیں کہ ان پر مسخ کا نام وارد ہوتا ہے جیسے بندر۔ سؤر اور بچھو وغیرہ یہ حقیقت میں اُن کے ہمصورت ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالےٰ نے مسخ کر دیا تھا اور اُن پر غضب ولعنتِ خدا بوجہ اُس کے نازل ہوئی تھی کہ اُنہوں نے توحیدِ خدا کا انکار کیا تھا اور اُس کے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ رہے ہاروت و ماروت یہ دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو اس لئے سکھاتے تھے کہ وہ جادوگروں کے شر سے محفوظ رہیں اور اُن کی چال کو باطل کر دیا کریں اور اُنہوں نے جب کسی کو کوئی چیز سکھلائی تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا۔ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۔ (دیکھو صفحہ ۴۴ سطر ۵) اب کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اُن چیزوں کا استعمال کیا جن سے اُن کو منع کیا گیا تھا۔ اور اس طرح کافر ہو گئے۔ اور مرد و عورت میں جدائی ڈلوانے لگے۔

قول صاحبِ تفسیر صافی۔ عوام النّاس میں ہاروت و ماروت کا اور زہرہ کے مسخ ہونے کا قصہ جس شان سے مشہور ہے اُس کا جھوٹا ہونا تو آپ کو اُوپر کی روایتوں سے معلوم ہو گیا مگر تفسیر قمّی و تفسیر عیاشی میں حضرات ائمہ علیہم السّلام سے وہ قصہ بھی منقول ہے جو عوام النّاس میں رائج ہے۔ پھر اس تکذیب و تصدیق کا اختلاف کیونکر رفع ہو سکتا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ عوام النّاس کی حکایات کو حضراتِ معصومین نے کسی مصلحت سے باقی رکھا اور اُن کے رموز سمجھا دئے۔ مگر جب یہ دیکھا کہ لوگوں کے اعتقاد پر اُس کے ظاہری لفظوں کے معنوں سے بُرا اثر پڑتا ہے تو اصل قصہ کی تکذیب فرما دی۔

قول مترجم۔ بعض روایتیں اہل بیتِ اطہار سے ایسی بھی وارد ہو گئی ہیں۔ جن سے قولِ مشہور کی موافقت کا توہم ہوتا ہے لیکن غور و تدبّر کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اِن احادیث کا مطلب قولِ مشہور کے موافق ہرگز نہیں ہے مثلاً انہی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فرشتے ملکی شان سے ہٹا کر انسانی حیثیت میں داخل کر کے دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا اُن سے اگر معاصی کا صدور ہوا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ معصومیت تو اُن کو ملکی حیثیت میں حاصل تھی اور جب وہ بغرضِ امتحان بھیجے گئے تو وہ حیثیت بھی سلب کر لی گئی تھی۔

تمام شد ضمیمہ جات پارۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات متعلق پارہ دہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۰۳

تفسیر قمی میں سبب غزوہ حنین یہ تحریر ہے کہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے قصد سے چلے ہیں تو اظہار یہ فرمایا تھا کہ قبیلہ ہوازن کا قصد رکھتے ہیں۔ یہ خبر قبیلہ ہوازن کو پہنچی تو انہوں نے بہت کچھ تہیہ کیا۔ جماعتیں بھی بڑی بڑی اکٹھی کیں اور ہتھیار بھی بہت کثرت سے جمع کئے اور انکے سب سردار جمع ہو کر مالک ابن عوف نفری کے پاس آئے سب نے ملکر اس کو اپنا سردار بنایا اور اپنے اپنے مقامات سے اپنے ہر قسم کے اموال اور عورات اور اطفال کو ساتھ لیکر چل پڑے۔ یہانتک کہ وادی اوطاس میں آکر اترے۔ ان لوگوں میں دُرید ابن صمہ جشمی بھی تھا جو قبیلہ جشم کا سردار تھا یہ بڈھا آدمی تھا جسکی بڑھاپے کے سبب سے آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں۔ اس نے زمین کو ہاتھ سے چھو کر دریافت کیا کہ تم لوگ کونسی وادی میں ہو؟ جو آس پاس تھے بولے کہ وادی اوطاس میں۔ کہنے لگا ٹھیک یہ گھوڑے دوڑانے کی اچھی جگہ ہے۔ نہ تو سخت پتھریلی ہے نہ نرم ریتلی مگر یہ کیا بات ہے کہ میں اونٹوں کا بلبلانا۔ گدھوں کا رینگنا۔ گایوں کا ڈکرانا۔ بکریوں کا ممیانا۔ اور بچوں کا رونا ایک ساتھ سن رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا بات یہ ہے کہ مالک ابن عوف کل لوگوں کو مع اُن کے اہل وعیال اور ہر طرح کے مال کے لے آیا ہے تاکہ ہر ایک مرد اپنے اہل وعیال کی حمایت اور اپنی جان و مال کی حفاظت مدنظر رکھ کر لڑے۔ دُرید نے یہ سُنکر کہا آخر تو بھیڑ بکریاں چرانیوالا ہے نا؟ رب کعبہ کی قسم اُسے فن جنگ سے کیا واسطہ؟ پھر کہا کہ ذرا مالک کو تو میرے پاس بُلا لاؤ۔ جب وہ آیا تو اُس سے کہا کہ اے مالک یہ تو نے کیا کیا ہے؟ مالک نے کہا کہ میں تمام لوگوں کو مع اُن کے اموال اور اہل وعیال کے لے آیا ہوں تاکہ ہر شخص اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کو پس پشت رکھے اور انکی پشتی لینے میں بہت ہی جھکر لڑے۔ اُس بوڑھے نے کہا کہ اے مالک! تو اپنی قوم کا سردار ہے اور مقابلے میں ایک مرد کریم کے جا رہا ہے آج اس کا موقعہ باقی ہے کہ آئندہ کے لئے اصلاح کرے قبیلہ ہوازن کے بال بچوں کو مخالف کے گھوڑوں کے آگے ڈال دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ وائے ہو تجھ پر تو نے یہ غور نہیں کیا کہ بھاگنے والا پلٹ کر کبھی کسی چیز کی طرف بھی نہیں دیکھا کرتا۔ تو قبیلہ ہوازن کے بال بچوں کو بلند علاقوں میں بھیجدے۔ جہاں دشمنوں کے سوار نہ پہونچ سکیں اور مردوں کو گھوڑوں پر سوار کر کے مامنے کر اس لئے کہ اگر تجھے کوئی چیز نفع دے سکتی ہے تو وہ سواران شمشیر زن ہونگے پھر اگر میدان تیرے ہاتھ رہا تو تو اُن سب سے جا ملیگا اور اگر رن تیرے برخلاف پڑا تو تو اپنے اہل وعیال کی فضیحت کا باعث تو نہ ہوگا۔ مالک نے اُس سے کہا چونکہ تم زیادہ بوڑھے ہو گئے ہو اس لئے تمہارے عقل وعلم بھی پرانے ہو گئے

ہیں بہر حال دُرید کی بات نہ مانی۔ دُرید نے دریافت کیا کہ قبیلہ کعب و کلاب نے کیا کیا؟ لوگوں نے کہا کہ ان میں سے تو کوئی بھی نہیں آیا کہنے لگا بس تو عزم و کوشش کا بھی خاتمہ ہی سمجھو اگر خوش بختی اور برتری ہونے والی ہوتی تو کعب و کلاب غائب نہ ہوتے اچھا ہوازن میں سے کون کون موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو ابن عامر اور عوف ابن عامر۔ کہا وہ تو بچتے ہیں۔ اُن سے نہ کوئی نفع پہنچیگا نہ نقصان۔ پھر دُرید نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ لڑائی شدید آن پڑی پھر یہ شعر پڑھے۔ ؎

يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعْ أَخُبُّ فِيهَا وَ أَضَعْ
أَقُودُ وَطْفَاءَ الزَّمَعْ كَأَنَّهَا شَاةٌ صَدَعْ

ترجمہ:۔ کاش میں اس لڑائی میں نوجوان ہوتا تو میں اس میں مدد کرنے کے لئے تیز تیز بھاگتا دوڑتا (یعنی خوب جد وجہد کرتا) اور میرے لئے اس لمبے چوڑے لشکر کی سپہ سالاری کرلینا ایک دُبلی پتلی بکری کے لے چلنے سے زیادہ اہم نہ ہوتا۔

جناب رسولِ خدا کو بھی وادی اوطاس میں قبیلہ ہوازن کے جمع ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ پس آپ نے قبائل کو جمع فرمایا۔ اُن کو جہاد کی ترغیب دی اور نصرت کا وعدہ فرمایا اور اُن کو یہ اطلاع دی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا مال اِن کے بچے ان کی عورتیں سب ہم کو غنیمت میں عطا فرمائے گا پس لوگ بھی جہاد کے لئے تیار ہوگئے اور اپنے اپنے جھنڈوں کے تحت میں چل کھڑے ہوئے آنحضرتؐ نے سب سے بڑا علم خود اپنے دستِ مبارک سے درست کرکے امیر المومنین علیہ السلام کے حوالہ کیا اور مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت جو شخص اپنی قوم کا علمدار تھا حکم دیا کہ وہ اب بھی علمدار ہو کر چلے اس طرح بارہ ہزار فوج کو لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے از آنجملہ دس ہزار وہ تھی جو آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ آئی تھی۔ یہ سب چلتے رہے یہانتک کہ اُن لوگوں کے پاس ایسے وقت پہونچ گئے کہ رات کا کسی قدر حصہ باقی رہ گیا تھا۔ اُدھر مالک ابن عوف اپنی قوم سے یہ کہہ رہا تھا کہ تم میں سے ہر ایک اپنی اہل وعیال اور اپنے مال کو پسِ پشت رکھے اور تم سب لوگ اپنی اپنی تلواروں کے میان توڑ دو اور اس میدان کے نشیبی مقاموں اور درختوں میں چھپ کے بیٹھ جاؤ جیسے ہی پَو پھٹے اندھیرے اُن پر ایک دم حملہ کر دینا اس لئے کہ محمدؐ کو اب تک کسی ایسے سے پالا ہی نہیں پڑا ہے جو لڑائی کے محل اور موقعہ کو اچھی طرح پہچانتا ہو۔

ی کہتا ہے کہ جب آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھ چکے تو وادیٔ حنین کے نشیب میں چلے اور اس وادی میں نشیب بہت ہے۔ قبیلۂ بنو سلیم آنحضرتؐ کے مقدمہ پر تھا اُن پر قبیلۂ ہوازن کے دستے کے دستے ہر طرف سے نکلے۔ اور بنو سلیم شکست کھا کر بھاگے اور جو اُن کے پیچھے تھے وہ بھی بھاگے سوائے جناب امیرؑ المومنین اور اُنکے چند ساتھیوں کے جو کفار سے لڑتے رہے اور کوئی بھی بھاگنے سے نہ بچا (سب پر طرّہ یہ ہے کہ) بھاگنے والے آنحضرتؐ کے پاس سے ہو کر گزرتے تھے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

آنحضرتؐ کی سواری کے خچر کی لگام دائیں طرف سے تو حضرت عباس ابن عبدالمطلب تھامے ہوئے تھے اور بائیں طرف سے ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب اور جناب رسولؐ خدا برابر آواز دے رہے تھے کہ اے گروہِ انصار! تم بھاگے کہاں جاتے ہو میں اللہ کا رسول موجود ہوں مگر کوئی پیچھا پھیرے کے نہ دیکھتا تھا۔ نسیبہ بنت کعب مازنیہ ان بھاگنے والوں کے منہ پر خاک جھونکتی تھی اور کہتی تھی (کہ مونڈی کاٹو) تم اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگے کہاں جاتے ہو؟ عمر ابن الخطاب بھی اسکے پاس سے گزرا۔ کہنے لگی خدا تیرا کھوج کھودے یہ تو نے آج کیا کیا؟ آپ فرماتے کیا ہیں کہ اجی اللہ کا منشاء یہی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے ہزیمت کی یہ حالت دیکھی تو حضرت علیؑ کی طرف جانے کے لئے اپنے خچر کو ایڑ لگائی اور اپنی تلوار میان سے کھینچ لی اور ارشاد فرمایا کہ اے عباس! تم اس بلندی پر چڑھ جاؤ اور آواز دو کہ اے اصحاب البقرہ اور اے اصحاب الشجرہ تم بھاگے کہاں جاتے ہو؟ جناب رسولؐ خدا تو یہ موجود ہیں (چنانچہ حضرت عباس نے اس حکم کی تعمیل کی) اور جناب رسولِ خدا نے اپنا دستِ مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُسْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ۔ (ترجمہ یا اللہ! ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے اور شکایت بھی تجھی سے کرتا ہوں اور مدد بھی تجھی سے طلب کرتا ہوں) جبرئیلؑ امین اسی وقت نازل ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسولؐ اللہ! آپ نے تو انہی لفظوں میں دعا مانگی جن لفظوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت دعا مانگی تھی جبکہ اللہ نے انکے واسطے دریا کو پھاڑ دیا تھا اور فرعون کے پنجے میں آجانے سے ان کو بچا لیا تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے ابوسفیان ابن حارث سے فرمایا کہ مجھے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر دیدو۔ چنانچہ انہوں نے مٹھی بھر کر دیدی اور آنحضرتؐ نے مشرکین کے منہ پر ماری اور یہ الفاظ فرمائے۔ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ (بگڑ جائیں یہ چہرے) پھر سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَمْ تُعْبَدْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ لَّا تُعْبَدَ لَا تُعْبَدْ (ترجمہ یا اللہ! اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی اور اگر خود تجھی کو یہ منظور ہے کہ تیری عبادت نہ کی جائے تو نہ کی جائے) گروہِ انصار نے جب حضرت عباس کی آواز سنی تو پلٹ پڑے اور اپنی تلواروں کے میان توڑ دیے اور یہ آوازیں دیتے چلے آتے تھے۔ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ حاضر حاضر! جناب رسولِ خدا کے پاس سے گزرے تو شرم کے مارے حضرتؐ کو منہ نہیں دکھلایا بلکہ علم کے نیچے جمع ہو گئے۔ جناب رسولِ خدا نے عباس سے دریافت کیا کہ اے ابوالفضل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ انصار ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اب آتشِ جنگ شعلہ ور ہوئی چنانچہ اسی وقت آسمان سے مدد نازل ہوئی اور قبیلہ ہوازن کو شکست ہوئی وہ فضائے آسمانی میں ہتھیاروں کی جھنکار برابر سنتے تھے اور ہر طرف کو بھاگ نکلے اور خدا نے انکے مال ان کی عورتیں اور ان کے بچے سب غنیمت میں جناب رسولِ خدا کو عطا فرمائے اور خدائے تعالےٰ کے اس قول لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ کا مطلب یہی ہے۔ اور روایت

ابو الجارود میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا تعالےٰ کے اس قول کی تفسیر ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اس سے مراد اُنکا قتل ہے) وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ میں منقول ہے کہ قبیلۂ نضر ابن معاویہ کے ایک شخص نے جس کا نام شجرہ ابن ربیعہ تھا اور وہ مسلمانوں کے پاس قید تھا مسلمانوں سے کہا کہ وہ ابلق گھوڑیاں اور وہ سوار جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے کہاں ہیں؟ اُنہی کے ہاتھوں سے ہم قتل ہوئے ہیں حالانکہ اُس جگہ ہم نے تم کو نہایت حقیر سمجھا تھا۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ وہ ملائکہ تھے (جن کو خدا نے اپنے رسول کی مدد کیلئے بھیجا تھا) کافی میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے کسی نے سکینۃ کے معنی پوچھے حضرت نے فرمایا کہ وہ جنت کی ہوا تھی جس کی خوشبو مشک سے زیادہ تھی صورت اُسکی آدمی کی سی تھی اُس کو خدا تعالےٰ نے جنگِ حُنین میں اپنے رسول کے پاس بھیجا جس نے مشرکوں کو شکست دیکر میدان کارزار سے بھگا دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴

کافی۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ علل الشرائع اور التہذیب میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ (یا ابن رسول اللہ) عورتوں سے جزیہ کیوں ساقط ہوا؟ (یعنی جزیہ کا حکم اُن سے کس لئے اٹھا دیا گیا) حضرت نے فرمایا بات یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار الحرب میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے عموماً منع فرما دیا ہے۔ صرف اُس وقت اجازت دی ہے جبکہ وہ (مردوں کے ہمراہ ہو کر مسلمانوں سے) لڑیں۔ اس پر بھی اگر کوئی حرج نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے طرح دیجائے پس جبکہ دار الحرب میں عورتوں کا قتل جائز نہ ہو تو دار الاسلام میں بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا پس اگر (عورتوں پر جزیہ قرار دیا جاتا اور) وہ جزیہ نہ دیتیں تو بھی تو اُن کا قتل جائز نہ ہوتا۔ پس جبکہ اُنکا قتل کرنا ممکن نہ ہوا تو جزیہ کا حکم بھی اُن سے برطرف کر دیا گیا۔ ہاں اگر مرد جزیہ دینے سے انکار کریں تو عہد شکنی کی وجہ سے اُنکا خون مُباح اور اُنکا قتل حلال ہے اس لئے مردوں کا قتل دار الحرب میں بھی مباح ہے اب رہے اپاہج مشرکین اور کفار اور اندھے اور بیحد بوڑھے اور بچے اِن سے بھی عورتوں کی طرح جزیہ نہیں لیا جاتا۔ کیونکہ دار الحرب میں اُن کا قتل بھی جائز نہیں ہے اس لئے ان سے بھی جزیہ برطرف کیا گیا۔ نیز جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام حنین کے دن چالیس کافروں کو اپنے دستِ مبارک سے قتل فرمایا۔ کافی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ طریقہ یہی قرار پایا ہے کہ کم عقلوں اور پاگلوں سے جزیہ نہ لیا جائے۔ نیز مذکورۂ بالا دونوں کتابوں میں اور تفسیر عیاشی و تفسیر قمی میں اُنہی حضرت سے روایت ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے مولا جزیہ کی حد کیا ہے؟ اہل کتاب سے کتنا جزیہ لیا جائے؟ آیا جزیہ کی کوئی مقدار معین کر دی گئی ہے جس سے زیادہ لینا اور تجاوز کرنا جائز نہیں۔ حضرت نے

ف۱ اس کے متعلق دیکھو قرآن مجید مترجم کا صفحہ ۶۳ نوٹ نمبر ۳۔

جواب دیا کہ جزیہ کا تعین کرنا امام زمانہ کی مصلحت پر موقوف ہے کہ وہ ہر شخص سے اُسکی حیثیت اور مالیت کے موافق جتنا چاہے لیا کرے کیونکہ اہلِ کتاب نے جزیہ دیکر اپنی جانوں کو غلام بننے سے اور اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچا لیا ہے لہٰذا جزیہ اُن کی استطاعت بھر اُن سے لیا جائیگا یہاں تک کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۳۰۴ سطر ۷) پس وہ شخص ذلیل وخوار کیسے ہو سکتا ہے جو اپنے مال کی پروا نہ کرے اگرچہ کتنا ہی اُس سے لے لیا جائے مگر جبکہ جزیہ دینے میں اُسے ذلت حاصل ہوگی تو تنگ آکر اسلام لے آئیگا۔ کافی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔ کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اے مولا! آیا اہلِ جزیہ سے سوائے جزیہ کے اُن کے مال اور اُن کے مویشی میں سے کچھ اور بھی لینا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا نہیں۔ تفسیر برہان میں ہے کہ محمد بن مسلم نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اہلِ کتاب کو کیا کرنا چاہیے جس سے اُن کا مال اور اُن کی جانیں محفوظ رہیں؟ حضرت نے جواب دیا کہ وہ لوگ خراج (محصول) ادا کیا کریں۔ پس اگر اُنکے راس المال سے جزیہ لیا جائے تو پھر اُن کی زمینوں سے کچھ نہ لیا جائے اور اگر زمینوں سے محصول لے لیا جائے تو پھر اُنکے راس المال کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۰۴

تفسیر برہان میں ہے کہ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے اُنہوں نے اپنے والد ماجد سے اُن جناب نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہداء جناب امام حسین ابنِ علی علیہما السلام سے اور اُن حضرت نے جناب امیر المؤمنین علی ابنِ ابیطالب صلوٰت اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایکدن جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں پانچ مذہب کے لوگ جمع ہوئے۔ یہود۔ نصاریٰ۔ دہریہ۔ ثنویہ اور مشرکین عرب۔ یہود نے کہا ہم لوگ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ ہم آپکے پاس اس لئے آتے ہیں کہ دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں۔ اگر آپ نے ہماری متابعت کی تو بہتر ہے۔ ہم پہلے ہی سے حق پر ہیں اور اس طرح آپ سے افضل ہیں اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہم آپ سے جھگڑینگے۔ نصاریٰ بولے کہ ہم لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں کہ اللہ نے اُنکو اپنا بیٹا بنایا ہے۔ ہم آپکے پاس اس لئے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر آپ ہماری پیروی کریں تو بہت اچھا ہے کہ ہم راہِ صواب پر ہیں اور آپ سے بہتر ہیں۔ اور اگر آپ ہماری مخالفت کریں گے تو ہم آپ سے جھگڑینگے۔ پھر دہریے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ تمام چیزیں ازلی ہیں اِن کے لئے کوئی ابتدا نہیں ہم لوگ آپ سے مباحثہ کے لئے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ اس مسئلہ کا کیا جواب دیتے ہیں اگر آپ ہمارے پیرو ہیں تو خوب ہے ہم حق پر ہیں اور آپ سے افضل ہیں اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہمارا آپ کا جھگڑا ہوگا۔ پھر ثنویہ بولے کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ نور وظلمت تمام دنیا کے مدبّر ہیں اور یہی دونوں خالق ہیں۔ ہم لوگ آپ سے بحث کرنے آئے ہیں کہ

دیکھیں آپ ہم کو کیا جواب دیتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے مطیع ہو گئے تو بہت اچھا کہ ہمارا دعویٰ برحق ہے۔ اور آپ پر ہم کو فضیلت حاصل ہے اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہماری آپ سے لڑائی ہو گی۔ پھر مشرکین عرب نے کہا کہ ہمارا قول یہ ہے کہ یہ بُت ہمارے معبود ہیں ہم آپ سے بحث کرنے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہماری پیروی اختیار کر لی تو یہ حق بجانب ہے کہ ہم لوگ آپ سے زیادہ حقدار اور افضل ہیں اور اگر آپ نے ہم سے مخالفت کی تو ہمارا آپ کا جھگڑا ہو گا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں (کہ ان سب کے دعوے سُنکر) جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان لایا ہوں اور اُس کے سوا تمام معبُودوں کا میں انکار کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے مجھے حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف (اُنکی ہدایت کے لئے) بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور میں سارے عالم پر خدا کی رحمت ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر اُس شخص کی چال کو جو دین میں اُس کے ساتھ چلیگا اُسی کے گلے کا ہار کر دیگا۔ پھر یہود کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا تم لوگ میرے پاس اس لئے آئے ہو کہ میں تمہاری بات بغیر دلیل کے مان لوں؟ یہود نے جواب دیا کہ ہماری غرض یہ تو نہیں ہے کہ آپ ہمارے دعوے کو خواہ مخواہ تسلیم کر لیں۔ جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ اچھا تو پھر تم لوگ حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کس وجہ سے کہتے ہو؟ یہود نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ حضرت عزیرؑ نے توریت کو اُس کے ناپید ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور بنی اسرائیل کے سامنے لائے۔ اِس کا باعث بس یہی تھا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر بات اِتنی ہی ہے تو حضرت عزیرؑ خدا کے بیٹے کیسے ہو گئے؟ (اس حساب سے تو) حضرت موسےٰؑ کو خدا کا بیٹا ہونا چاہیئے تھا کہ وہ توریت کو پہلے پہل لائے اور اُنہوں نے تم کو وہ معجزات و عجائبات دکھائے جو تمہیں معلوم ہیں۔ اور اگر عزیرؑ اِس لئے خدا کے بیٹے ہیں کہ اُنکی بزرگی توریت کو دوبارہ موجود کرنے سے ظاہر ہوئی تو اِس بنا پر بھی موسےٰؑ خدا کا بیٹا ہونے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اگر اتنی سی بزرگی نے حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا تو حضرت موسےٰؑ کو اِس کرامت و بزرگی سے چند در چند بزرگی حاصل تھی جس کے سبب سے حضرت موسےٰؑ کو وہ اعلیٰ مرتبہ مِلنا چاہیئے جو فرزندی سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہو۔ اور اگر حضرت عزیرؑ کو تم لوگ خدا کا بیٹا اِس طور سے بتاتے ہو کہ عزیرؑ خدا سے پیدا ہوئے ہیں جس طرح کہ بچے ماں کے پیٹ سے اور باپ کے نطفہ سے دنیا میں پیدا ہوا کرتے ہیں تو اِس اعتقاد سے تم لوگ کافر ہو گئے کہ خدا کو تم نے مخلوق کا مشابہ قرار دیا اور مخلوق کی صفتیں تم نے خالق میں مان لیں اور اس حساب سے خود خدا تعالےٰ تمہارے گمان میں مخلوق اور حادث ہو گیا۔ پھر اُس کے لئے بھی کسی اور خالق اور صانع کی ضرورت پڑے گی جس نے اس خدا کو پیدا کیا اور ایجاد کیا ہو۔ یہود بولے کہ یہ تو ہم ہرگز نہیں کہتے ہیں نہ یہ ہمارا مقصود ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بیشک یہ عقیدہ موجبِ کفر ہے۔ بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ حضرت عزیرؑ بوجہ کرامت خدا کے فرزند ہیں۔ اگرچہ ولادت کا واسطہ اُن میں اور خدا میں نہ ہو۔ دیکھئے ہمارے بعض علماء شخصِ اجنبی سے

جس کا اکرام اُن کو مدِ نظر ہوتا ہے اور اُس کا مرتبہ دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ بسا اوقات اسے فرزند کہکر خطاب کیا کرتے ہیں حالانکہ ولادت کا تعلق اُس شخص سے نہیں ہوتا اور نہ اُن دونوں میں باہم کوئی قرابت نسبی ہوتی ہے۔ تبسپر بھی وہ فرزند کہلاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے حضرت عزیرؑ کو بزرگی عطا فرمائی اور اُنہیں اپنا بیٹا بنالیا یہ فرزندی کرامت کے لحاظ سے ہے اس لئے نہیں ہے کہ حضرت عزیرؑ کی ولادت خدا سے ہوئی ہو۔ جنابِ رسُول خدا نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی تم سے کہہ چکا کہ اس دلیل سے تو حضرت موسیٰؑ کے لئے مرتبۂ نبوت اور منزلتِ فرزندی اولےٰ ہے (حضرت عزیرؑ کا فرزند ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا) خداوند عالم بہت جلد ہر باطل پرست کو اُسی کے اقرار سے رُسوا کرتا ہے اور اُسکی دلیل کو اُسی پر لوٹ دیتا ہے۔ تم نے جو دلیل بیان کی ہے یہ تم کو ایسی خرابی کی طرف لیجائے گی جو اُس خرابی سے بدتر ہوگی جس کو میں نے تم سے (پیشتر) بیان کیا ہے (دیکھو) تمہارا مقولہ یہی ہے نا کہ ہمارا عالم کسی شخص سے جس سے رشتہ ناطہ نہ ہو یَا بُنَیَّ (اے فرزند) کہکر بات کرتا ہے اور کسی سے هٰذَا ابْنِیْ (یہ میرا بیٹا ہے) کہدیا کرتا ہے۔ اسی طرح تم نے اُس عالم کو کسی اجنبی سے یہ بھی کہتے سُنا ہوگا هٰذَا اَخِیْ (یہ میرا بھائی ہے) کسی سے وہ کہتا ہوگا۔ هٰذَا شَیْخِیْ (یہ میرا بزرگ ہے) اور کسی سے اُسکی آبرو بڑھانے کے لئے یَا سَیِّدِیْ (اے میرے سردار) یا هٰذَا سَیِّدِیْ (یہ میرا سردار ہے) کہتے بھی سُنا ہوگا بلکہ جتنی جتنی اُسکی بزرگی مدنظر ہوگی اُتنے ہی اُتنے شائستہ الفاظ اُسکی نسبت زبان پر آتے ہونگے۔ پس چونکہ حضرت موسےٰ کا مرتبہ حضرت عزیرؑ سے بڑھا ہوا ہے لہذا تم کو چاہیئے۔ کہ حضرت موسےٰ کو خدا کا بھائی یا اُس کا بزرگ یا اُس کا باپ یا اُس کا سردار کہا کرو۔ جس طرح (خدا نے تمہارے خیال کے بموجب) حضرت عزیرؑ کو اُن کا مرتبہ بڑھانے کے لئے یَا بُنَیَّ فرمایا تو حضرت موسیٰؑ سے (جو کہ حضرت عزیرؑ سے افضل ہیں) اُن کا رتبہ بڑھانے کے لئے یَا سَیِّدِیْ۔ یَا شَیْخِیْ۔ یَا عَمِّیْ۔ یَا رَئِیْسِیْ۔ یَا اَمِیْرِیْ فرمایا ہوگا نا؟ پس جواب سُنکر یہود تو مبہوت اور متحیر ہوگئے اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ ہمیں کچھ مہلت دو کہ ہم آپ کے ارشاد کئے ہوئے مضامین میں غور و فکر کرلیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا تم لوگ اپنے دِلوں میں انصاف کو جگہ دیکے سوچ لو خدا تم کو راہِ راست پر لائے۔

پھر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نصاریٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے جو یہ کہا ہے کہ خدائے قدیم نے مسیحؑ کو اپنا بیٹا بنایا تو اس کلام سے تمہارا مقصود کیا ہے؟ آیا یہ مطلب ہے کہ خدائے قدیم حضرت عیسےٰؑ کی صورت میں ظاہر ہوکر حادث بن گیا؟ یا حضرت عیسےٰؑ جن کا وجود حادث ہے خدا کا مظہر بننے سے قدیم ہوگئے؟ یا تمہارے اس قول کا حضرت عیسےٰؑ کو خدا نے بیٹا بنالیا یہ مطلب ہے کہ خدا نے حضرت عیسےٰؑ کو ایسی کرامت سے خصوصیت بخشی جو اور کسی کو عطا نہ فرمائی تھی جس کی وجہ سے خود خدا تعالےٰ (حضرت عیسےٰؑ کے ساتھ) حادث ہوگیا؟ یہ تو تمہارا دعوےٰ باطل ہے اس لئے کہ قدیم کا حادث کی صورت میں بدل جانا محال ہے اور نہ یہی ہوسکتا ہے کہ حادث چیز بدلکر قدیم بن جائے۔ اور اگر تمہاری مُراد یہ ہو

کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو اس معنی میں بیٹا بنایا کہ اُن کو خصوصیت بخشی تھی اور تمام بندوں پر اُن کو بزرگی عطا فرمائی تھی تو اس بیان سے تم حضرت عیسےٰ کے حادث ہونے کے قائل ہوگئے اور وہ چیز بھی حادث ہوگئی جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو اپنا بیٹا بنایا اس لئے کہ جب حضرت عیسےٰ خود حادث ٹھیرے اور خدا تعالےٰ نے اُن کو بیٹا بنانا چاہا تو اُن میں وہ صفت پیدا کردی جس سے وہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے بڑھ گئے۔ اس صورت میں خود حضرت عیسےٰؑ بھی حادث ٹھیرے اور وہ صفت بھی حادث ٹھیری حالانکہ یہ تمہارے دعوے کے خلاف ہے۔ نصاریٰ نے کہا کہ اے محمدؐ بات یہ ہے کہ جب خدا نے حضرت عیسےٰؑ کے ہاتھ سے امورِ عجیبہ ظاہر کئے تو اُن کو بوجہ کرامت اپنا بیٹا بنا لیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کا جواب تو میں نے یہود کو جو دیا ہے وہ تم سب نے سن ہی لیا۔ پھر جناب رسولِ خدا نے اُس تقریر کو اُن کے لئے دُہرایا۔ اور سب تو خاموش ہو رہے مگر اُن میں سے ایک بولا کہ آپ بھی تو حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔ پھر ہمیں حضرت عیسےٰؑ کو ابن اللہ کہنے سے روکتے ہیں؟ جناب رسولِ خدا نے جواب دیا کہ ہم جو حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہتے ہیں وہ تمہارے قول ابن اللہ کے مشابہ نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے قول ابراہیم خلیل اللہ میں لفظ خلیل خَلَّۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں فقر و فاقہ۔ پس خلیل اللہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ صرف خدا کے محتاج تھے کسی اور کے حاجتمند نہ تھے اُن کو خدا پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ تمام مخلوق سے منہ پھیرا کے وہ ہمہ تن خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے توکل کو عملی صورت میں لاکر دکھا دیا اور مخلوق سے اپنے بے پروا ہونے کا پورا پورا ثبوت اُس وقت دے دیا جبکہ نمرود مردود نے اُنکو منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھنکوایا تو خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ امین کو اُن کے پاس بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیلؑ بہت جلد میرے بندہ کے پاس پہنچ۔ جبرئیلؑ امین ٹھیک ایسے وقت حاضر ہوئے کہ وہ حضرتؑ ابھی ہوا ہی ہوا میں اڑے جا رہے تھے اور عرض کرنے لگے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے آپ کی نصرت کے لئے بھیجا ہے جو حاجت ہو بیان فرمایئے کہ میں اُسے پورا کروں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ میرا اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے۔ میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے سوال کرنا پسند نہیں کرتا (مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں) اُسی دن سے حضرت ابراہیمؑ کو جناب احدیت سے خلیل اللہ کا خطاب مرحمت ہوا یعنی جناب ابراہیمؑ خاص الخاص خدا تعالےٰ سے غرض رکھنے والے اور صرف اُسی کی حضور میں اپنی حاجت پیش کرنے والے تھے۔ اور اگر اسکے معنی خَلَّۃٌ سے لئے جائیں تو اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ دوست کے باطن سے واقف اور اُس کے ایسے رازوں کا رازدار جن سے کوئی دوسرا واقف نہو اور اُسکی ذات سے اور اُس کے معاملات سے پورا پورا آگاہ۔ تو یہ معنی موزوں اور زیبا نہیں ہیں کیونکہ یہ خدا کو اُسکی مخلوق سے مشابہ کردیتے ہیں۔ آیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ جب تک کوئی بندہ اُسپر پورا پورا بھروسہ نہ کرے تو وہ خَلَّۃٌ سے جو خلیل مشتق ہے وہ خلیل نہیں ہوسکتا اور جب تک کوئی پورا پورا اُس کے اسرار سے واقف

نہ ہو تو وہ خلّۃ سے جو خلیل مشتق ہے وہ خلیل نہیں ہو سکتا۔ اب رہی یہ بات کہ جو شخص از روئے ولادت کسی کا بیٹا ہو تو خواہ وہ اپنے بیٹے کو حد سے زیادہ ذلیل کر دے خواہ اُس کا رتبہ حد سے بڑھا دے بہرحال وہ اُس کے بیٹا ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ تعلقِ ولادت اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے پھر اگر محض اِس بنا پر کہ خدا تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل فرمایا ہے قیاس کر کے عیسےٰؑ کو ابن اللہ کہنا تمہارے نزدیک ضروری ہے تو اسی طرح موسےٰؑ کو بھی ابن اللہ کہو۔ بلکہ ایک اعتبار سے موسےٰؑ کو شیخ اللہ۔ عم اللہ۔ سید اللہ رئیس اللہ۔ امیر اللہ تمکو کہنا چاہیئے جیسا کہ میں ابھی یہود سے بیان کر چکا ہوں اس لئے کہ حضرت موسےٰؑ کو خدا کی درگاہ سے اُن معجزات کے علاوہ جو حضرت عیسےٰؑ کو عطا ہوئے اور بھی معجزات مرحمت ہوئے تھے (یہ سُنکر ایک نصرانی بولا اچھا یہ تو بتایئے کہ خدا کی طرف سے آنیوالی کتابوں میں کیوں لکھا ہوا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اپنے باپ کے پاس جانیوالا ہوں؟ (اس سے تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ خدا کے فرزند تھے) جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اِس کتاب پر عمل کرتے ہو تو اُس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے یہ بھی فرمایا۔ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ وَ اَبِیْ وَ اَبُوْکُمْ (وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور وہ میرا بھی باپ ہے اور تم سب کا بھی باپ ہے) تو اس بنا پر یہ کہو کہ وہ لوگ جن سے حضرت عیسےٰؑ نے خطاب کیا تھا سب کے سب خدا کے بیٹے ہو گئے۔ دلیل وہی ہے جو تم حضرت عیسےٰؑ کے خدا کا بیٹا ہونے پر لائے ہو اب تم اُن سب لوگوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا کرو۔ اور تم نے جو کتاب خدا سے حضرت عیسےٰؑ کے ابن اللہ ہونے کی سند پیش کی ہے وہ اُلٹی تم پر پڑتی ہے۔ جس سے تمہارا دعویٰ باطل ٹھیرتا ہے کیونکہ تمہارا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ ایک خصوصیت خاص کی وجہ سے خدا کے بیٹے تھے اور تم ابھی کہہ چکے ہو کہ وہ خدا کے بیٹے اس اختصاص کی وجہ سے تھے جو کسی اور کو حاصل نہ تھا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جو بات حضرت عیسےٰؑ کو خدا سے ملی تھی وہ اُن لوگوں کو نصیب نہیں ہوئی تھی جن سے حضرت عیسےٰؑ نے اَذْهَبُ اِلٰی اَبِیْ وَ اَبِیْکُمْ فرمایا تھا لہذا یہ قول تمہارا باطل ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ کو خدا سے بیٹا ہونیکی کوئی خصوصیت ہو کیونکہ تمہارے نزدیک خود حضرت عیسےٰؑ ہی کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں سے حضرت عیسےٰؑ خطاب فرما رہے تھے اُن کو حضرت عیسےٰؑ کی سی خصوصیت حاصل نہ تھی (حالانکہ خطاب میں اُنکی نسبت بھی وہی لفظ فرمایا کہ جو اپنی نسبت فرمایا) حقیقتِ حال یہ ہے کہ لفظ تو تم نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لے لئے اور تاویل اُنکی بیجا بیان کی۔ اس لئے کہ جب اُن حضرتؑ نے اَبِیْ وَ اَبِیْکُمْ فرمایا تو اُنکی مراد وہ نہ تھی جو تم نے لی اور سمجھی بھلا تم کیا جانو شاید اُنکی مراد اِن لفظوں کے فرمانے سے کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ کے پاس جاتا ہوں یہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ ہوں اور غرض یہ ہو کہ خدا تعالےٰ مجھے اِس زمین سے اُٹھائے لیتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچائے دیتا ہے جو میرے بھی باپ ہیں اور تمہارے بھی باپ ہیں اور یہی حالت حضرت نوح علیہ السلام کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ کی مراد اِسکے سوا دوسری

تھی ہی نہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نصاریٰ یہ سُنکر چُپ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو آپ کا سا جھگڑنیوالا اور بحث کرنیوالا دیکھا نہیں۔ اب ہم اپنے معاملات میں غور و فکر کرینگے۔ پھر جناب رسُولِ خدا دہریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ بھلا تمہارے اس دعوے پر کہ دنیاوی چیزوں کی ابتدا ہی نہیں ہے یہ ہمیشہ سے تھیں اور ہمیشہ رہینگی دلیل کیا ہے؟ دہریوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر مشاہدہ کوئی حکم نہیں لگاتے اور ہم نے اشیائے عالم کی ابتدا نہیں دیکھی لہذا سمجھ لیا کہ ان چیزوں کے لئے آغاز ہی نہیں ہے اور ادھر چونکہ ہم نے ان چیزوں کو فنا اور ختم ہوتے نہیں پایا۔ اس سے جان لیا کہ ان کے واسطے انتہا بھی نہیں ہے۔ جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کیا تم لوگ ہمیشہ سے اس عالم کی قدامت کو مشاہدہ کر رہے ہو اور برابر اسکی بقا کو دیکھتے رہو گے؟ اگر تم یہ کہو کہ ہاں ایسا ہی ہے تو میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تمہاری سمجھ میں یہ بات بھی آگئی ہے کہ تمہاری ہیئت تمہاری عقلیں برابر ہمیشہ سے ایک ہی حالت پر ہیں اور اسی طرح ہمیشہ باقی رہینگی۔ پس اگر تم یہ کہنے لگو گے تو یہ تمہارا دعوی مشاہدہ کے خلاف ہوگا اور دنیا کے جو لوگ تم کو (ابتدائے پیدائش سے) دیکھتے رہے ہیں وہ تم کو جھٹلائینگے۔ سب کے سب کہنے لگے ہاں بیشک کسی چیز کی قدامت اور بقائے ابدی تو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر تم نے یہ حکم کیسے لگا دیا کہ یہ چیزیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہینگی جبکہ تم نے مشاہدہ نہیں کیا اور تم تمیز نہیں کر سکتے تو بہتر یہی ہے کہ تم ان چیزوں کی حدوث اور فنا کے قائل ہو جاؤ۔ کیونکہ جس نے مثل تمہارے انکی قدامت اور بقائے ابدی نہیں دیکھی ہے وہ تو انکو حادث اور فانی ہی سمجھیگا۔ کیا تم لوگ دن اور رات کیطرف نظر نہیں کرتے کہ ان میں سے ایک کے بعد ایک آتا جاتا ہے۔ سب نے کہا بیشک ہم دیکھ رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کے بارے میں تمہاری رائے یہی ہوگی نا کہ یہ دونوں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہینگے؟ دہریوں نے کہا بیشک۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو اس بنا پر تمہارے نزدیک یہ دونوں ساتھ ہی ساتھ شروع ہو سکتے ہیں؟ سب نے کہا نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر ساتھ ساتھ شروع نہیں ہو سکتے تو ایک کا ختم ہوا ہوگا تب دوسرے کی ابتدا ہوئی ہوگی ایک پہلے سے آیا ہوگا اور دوسرا اُس کے بعد شروع ہوا ہوگا۔ سب نے کہا ایسا ہی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بس تو تم نے خود ہی اپنی زبان سے مقدم اور سابق پر خواہ دن ہو یا رات حدوث کا حکم لگا دیا۔ حالانکہ تم نے اپنی آنکھ سے انکا حدوث نہیں دیکھا تھا۔ سو اب تم کو خدا کی قدرت کا انکار کرنا زیبا نہیں ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اب تم دن اور رات میں سے ایک کو مقدم فرض کر کے بتاؤ کہ وہ متناہی ہے یا غیر متناہی؟ اگر تم اُس کو غیر متناہی کہو تو دوسرا تم تک کیسے پہنچ گیا حالانکہ پہلا ابھی ختم نہیں ہوا اور اگر تم اُس کو متناہی مانو تو دوسرے کا حدوث اور پہلے کا ختم ثابت ہو گیا۔ سب نے جواب دیا کہ ہے تو ایسا ہی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تمہاری سمجھ کے بموجب یہ عالم قدیم ہے حادث تو نہیں ہے مگر اس مضمون کا تم ایک معنی میں اقرار کر چکے ہو اور ایک معنی میں انکار کر چکے ہو۔ سب نے عرض کی بیشک۔ تب جناب رسُولِ خدا نے فرمایا ہم دیکھ رہے ہیں کہ عالم میں

بعض چیزیں ایسی ہیں جو دوسری چیزوں کی محتاج ہیں جبتک وہ اُن سے نہ ملائی جائیں وجود اور قیام اُنکا نہیں ہوسکتا مثلاً مکان ہی کو دیکھئے کہ اُس کے بعض اجزاء بعض کے محتاج ہیں جبتک وہ سب نہ ہوں مکان نہیں بن سکتا اور نہ وہ مضبوط اور مستحکم ہوسکتا ہے۔ اسی طرح عالم کی تمام چیزوں کو آپس میں ایک دوسرے کا محتاج پاتے ہیں پس جبکہ یہ عالم جس کا بعض حصہ ضعیف دوسرے حصہ قوی کا محتاج ہے۔ تمہارے نزدیک قدیم ہے تو اب بتاؤ کہ اگر عالم حادث ہوتا تو وہ کیسا ہوتا اور اُس کی کیا صفت ہوتی؟ یہ سُنکر وہ سب کے سب مبہوت ہوگئے اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ جو صفت حادث کی ہونی چاہیئے یعنی احتیاج وہ اس عالم کے کل اجزا میں موجود ہے جسے ہم قدیم سمجھے ہوئے ہیں پس کچھ جواب نہ بن پڑا اور کہا ہم اس میں غور کریں تب آپ سے بات چیت کرینگے پھر جناب رسُولِ خدا ثنویہ فرقہ کی طرف ملتفت ہوئے جنہوں نے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ نور اور ظلمت دونوں مدبر ہیں اور فرمایا تم لوگ نور و ظلمت کو کس دلیل سے مدبرِ عالم مانتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ بات یہ ہے کہ ہم نے عالم کو دو طرح پر پایا۔ خیر اور شر۔ اور پھر خیر و شر کو آپس میں ایک دوسرے کی ضد پایا۔ پس ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ فاعل ایک ہو پھر وہ ایک کام بھی کرے اور اُسکی ضد بھی بلکہ لازم یہ ہے کہ ہر ایک فاعل جداگانہ ہو۔ کیا آپ کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ برف ٹھنڈا ہے مگر ممکن نہیں کہ برف کی ہیئت باقی رہے اور گرم ہوجائے۔ اسی طرح آگ گرم ہے تو محال ہے کہ وہ آگ باقی رہکر ٹھنڈک پہنچائے۔ اس سے ہم نے ان میں سے ہر ایک کے لئے جُدا جُدا دو صانع قدیم کہ وہ نور اور ظلمت ہیں مان لئے۔ جناب رسُول خدا نے اُن سے فرمایا کہ آیا تم سیاہی سفیدی۔ سُرخی۔ زردی اور سبزی نہیں پاتے اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان میں سے ہر ایک اور سب کی ضد واقع ہُوا ہے کہ ان میں سے کوئی دو ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ جیسے کہ گرمی اور سردی ایک دوسری کی ضد ہیں اور ایک جگہ میں اُنکا اکٹھا ہوجانا محال ہے۔ سب نے عرض کی بیشک ہے تو ایسا ہی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو آیا تم نے ہر ہر رنگ کے لئے ایک ایک صانع قدیم تسلیم کرلیا ہے کہ وہ ان مختلف رنگوں میں سے کسی ایک کا تو فاعل ہو اور جو دوسرے رنگ اُسکی ضد آکر پڑے ہیں اُن کا فاعل نہ ہو۔ اب تو وہ سب چُپ رہ گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بھلا اس نور اور ظلمت میں اتفاق کیونکر ہوا؟ حالانکہ ایک بالطبع بلندی کی طرف مائل ہے اور دوسرا پستی کی طرف۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے کہ ایک شخص تو مشرق کی طرف رُخ کرکے چلنا شروع کرے اور دوسرا مغرب کی طرف اور دونوں اپنی اپنی سیدھ پر چلتے بھی رہیں تو آیا کبھی ان کی مٹ بھیڑ ہوگی؟ سب نے کہا کبھی نہیں۔ فرمایا تو اس سے تم کو ماننا لازم ہوگیا کہ نور اور ظلمت کبھی مِل ہی نہیں سکتے پھر یہ عالم ایسوں کے میل سے کیونکر پیدا ہوگیا جن کا ملنا ہی محال ہے (بجائے اس کے کہ یہ دونوں تمام عالم کے مدبّر اور خالق ہوتے یہ ثابت ہوتا ہے کہ) یہ دونوں کے دونوں مخلوق ہیں اور کوئی ایسا مدبّر موجود ہے جو اِن دونوں کی بھی تدبیر کرتا ہے۔ اب تو وہ سب (گھبرا کر) بولے ہم اپنے معاملۂ (اعتقاد) میں غور کرینگے۔

ف قدیم فزیکل جیوگرفی (جغرافیہ طبعی) کے مطابق ہے اور کلّمُوا النّاسَ عَلیٰ قَدرِ عُقُولِھِم کے ماتحت ۱۲

پھر جناب رسولِ خدا مشرکینِ عرب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بھلا تم لوگ خدا کو چھوڑ کر بتوں کو کیوں پوجتے ہو؟ انہوں نے عرض کی صرف اس لئے کہ اس ذریعہ سے ہم خدا کا تقرب حاصل کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آیا یہ بت اپنے پروردگار کا حکم سنتے۔ اس کے احکام کی اطاعت کرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں کہ تم ان کی تعظیم کرنے کے سبب سے خدا کا تقرب حاصل کر لوگے؟ انہوں نے عرض کی ایسا تو نہیں ہے۔ فرمایا آیا تم ہی تو ان کو اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟ (عرض کی جی ہاں۔ فرمایا) اس صورت میں اگر یہ عبادت کر سکتے تو بجائے اس کے کہ تم ان کی پرستش کرو یہ زیادہ موزوں ہوتا کہ یہ تمہاری پرستش کرتے۔ کیونکہ جو تمہاری مصلحتوں سے واقف اور انجام کار سے آگاہ ہے اور جس چیز کا بھی تمکو حکم دیتا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس نے تو تم کو ان کی تعظیم کا کوئی حکم دیا نہیں۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تو ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ بعض تو ان میں سے یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ نے اس صورت کے آدمیوں کے جسم میں حلول فرمایا تھا۔ پس ہم نے تعظیماً یہ صورتیں بنائی ہیں تاکہ ان صورتوں کی ہم تعظیم کر سکیں جن میں ہمارے پروردگار نے حلول فرمایا تھا۔ دوسرے بولے کہ یہ پہلے بزرگوں کی صورتیں ہیں جو ہم سے قبل اللہ تعالےٰ کے مطیع بندے تھے پس ہم نے صرف خدا کی تعظیم کے لئے ان کی صورتیں بنائی ہیں اور ہم ان کی پرستش کرتے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ جب اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرشتوں کو ان کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا (تو بھلا ہم سجدہ کیسے نہ کریں) ہم تو فرشتوں کی بہ نسبت اس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور چونکہ ہم ان کو نہ پا سکے لہٰذا ہم نے ان کی صورت بنالی اور فقط قربتِ خدا حاصل کرنے کے لئے ہم اسی (مورت) کو سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ فرشتوں نے قربتِ خدا حاصل کرنے کے لئے خود آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور جیسا کہ آپ اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو مکہ کی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا گیا ہے اور آپ سجدہ کرتے ہیں پھر آپ نے مکہ کے سوا اور شہروں میں محرابیں بنالی ہیں جن کی طرف آپ لوگ کعبہ کی طرف سجدہ کرنے کی نیت سے سجدہ کرتے ہیں وہ سجدہ آپ کا ان محرابوں کو نہیں ہوتا۔ نیز کعبہ کی طرف بھی آپ کا سجدہ خدا کو سجدہ کرنے کی غرض سے ہوتا ہے نہ کہ خود کعبہ کی طرف سجدہ کرنے کی غرض سے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا۔ تم سب سے حقیقی راستہ سمجھنے میں چوک ہوئی اور تم سب گمراہ ہو گئے۔ اب حضرتؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ خدا تعالےٰ نے بعض مردوں کی صورت میں حلول فرمایا تھا اور ان کی یہی صورتیں تھیں جو ہم نے تعظیماً بنالی ہیں تاکہ ہم ان صورتوں کی بزرگی کر سکیں جن میں ہمارا پروردگار حلول کر چکا ہے اور ان سے ارشاد فرمانے لگے کہ تم نے تو اپنے پروردگار میں مخلوقات کی سی صفتیں ثابت کر دیں۔ آیا تمہارے پروردگار کا کسی چیز میں حلول کرنا بغیر اس کے ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ اس چیز میں پورا سما گیا ہو اور اس چیز نے پورا پورا اسے گھیر لیا ہو (انہوں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا) تو پھر خدا میں اور ان چیزوں میں جو کسی جسم میں حلول

کئے ہوئے ہیں جیسے رنگ ہے۔ ذائقہ ہے۔ بُو ہے۔ نرمی ہے۔ سختی ہے۔ بھاری پن ہے۔ ہلکا پن ہے۔ ان سب میں فرق کیا ہے؟ جس جسم میں حلول کیا گیا ہے یہ حادث کیوں ہے قدیم کیوں نہ ہوا؟ مناسب تو یہ تھا۔ کہ حلول کرنے والا حادث ہوتا اور جس میں حلول کیا ہے وہ قدیم اور جو حلول کرنے سے پہلے موجود تھا وہ ایسی چیز کا محتاج کیوں ہوا جو حلول کرے اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ خدائے عزوجل پہلے سے موجود تھا اب جبکہ تم نے اس میں حلول وغیرہ حادث چیزوں کی صفتیں تسلیم کرلیں تو تمکو یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ وہ کبھی نہ کبھی زائل بھی ہوجائے اور جس میں تم نے زائل ہونے کی اور حادث ہونے کی صفتیں مان لیں تو اس کا تم کو فانی ہونا بھی ماننا پڑے گا اس لئے کہ جو حلول کرتا رہتا ہو اور وہ جسمیں حلول کرتا رہتا ہے وہ اُن دونوں کے لئے فنا لازم ہے اور یہ صفتیں ذاتِ باری کے سوا اوروں ہی کے لئے سزاوار ہوسکتی ہیں اور اگر کہیں یہ جائز ہو کہ ذاتِ باری کسی چیز میں حلول کرکے متغیر ہوسکتی ہے تو یہ بھی جائز ہوگا کہ اس میں اور تغیرات بھی جائز ہو سکتے ہیں یعنی ممکن ہے کہ وہ حرکت کرے۔ ساکن ہوجائے۔ کالا ہوجائے۔ گورا ہوجائے۔ سرخ ہوجائے زرد ہوجائے۔ اور یکے بعد دیگرے اُس میں وہ سب صفتیں پیدا ہونے لگیں جو اُن چیزوں میں ہوا کرتی ہیں جن کو تم اِن صفتوں سے موصوف کرتے ہو۔ یا یوں کہو کہ مخلوق کی کل صفتیں خالق میں آجائیں اور وہ خود ہی حادث ہوجائے۔ خدائتعالےٰ کی شان اس لغو اعتقاد سے کہیں ارفع ہے پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ جب تمہارا یہی خیال باطل ثابت ہوا کہ خدائتعالےٰ کسی چیز میں سما سکتا ہے تو وہ چیز تو گئی گزری ہوئی جس چیز پر تم نے اپنے قول کی بنیاد رکھی تھی (آیا اب تمہیں کچھ اور کہنا ہے؟) جناب امیرالمؤمنین علیہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تو بالکل خاموش ہوگئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم اپنے اعتقادات میں پھر غور کرینگے اس کے بعد آنحضرتؐ دوسرے گروہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن سے فرمایا کہ تم ذرا سمجھکر اپنی حالت بیان کرو۔ جب تم نے اُن لوگوں کی صورت کو پوجنا شروع کیا جو خدا کی عبادت کیا کرتے تھے تو تم نے اُن کے لئے سجدہ بھی کیا اور اُن کی نماز بھی پڑھی اور اُن کے سامنے تم نے عزت دار چہروں کو خاک پر بھی رکھدیا تو بتاؤ تم نے خداوندِ عالم کے لئے کیا چیز باقی رکھی؟ آیا تم یہ نہیں جانتے کہ جس کی تعظیم و عبادت لازم ہو اُس کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اُس کے غلام کو اُس کے برابر نہ کیا جائے؟ آیا تمہاری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اگر تم کسی بڑے بادشاہ کو تعظیم اور خضوع و خشوع کرنے میں اُس کے غلام کے برابر کردو تو وہ تم پر اس کا الزام قائم نہ کریگا کہ بڑے کی بڑائی کرنے میں تم نے کمی کی اور چھوٹے کو بڑھا دینے میں زیادتی کی۔ اُنہوں نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب تم خدائتعالےٰ کی بزرگی کے خیال سے اُسکی اطاعت کرنے والے بندوں کی صورت کی اتنی ہی تعظیم کرتے ہو تو خود پروردگارِ عالم کی اُتنی ہی تحقیر کرتے ہو۔ یہ سُنکر وہ لوگ خاموش ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے (معتقدات کے) معاملہ میں غور و فکر کریں گے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے تیسرے گروہ

کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمارے لئے مثل بیان کی اور اپنے آپ کو ہمارے مانند ٹھہرایا حالانکہ ہم تم برابر نہیں ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں۔ اُسی نے ہم کو پیدا کیا اور وہی ہم کو روزی دیتا ہے جس چیز کا وہ ہم کو حکم دیتا ہے ہم اُس پر چلتے ہیں اور جس بات سے وہ ہم کو روکتا ہے اُس سے ہم باز رہتے ہیں جس حیثیت سے وہ چاہتا ہے ہم اُس کی عبادت کرتے ہیں اب اگر اُس نے مختلف صورتوں میں سے کسی خاص صورت کا حکم دیا تو اُس کی اطاعت کرینگے اور دوسری صورت کی طرف جس کے بارے میں ہم کو کوئی حکم نہ دیا ہو خود بخود نہ دوڑ پڑینگے اس لئے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ جیسا اُس نے ایک صورت کی ہم سے خواہش کی ہے وہ دوسری صورت کو بھی پسند کرتا ہو ممکن ہے کہ دوسری اُسے ناپسند ہو۔ اب وہ ہم کو اس بات سے منع کر چکا ہے کہ ہم بلا حکم خود بخود کسی بات میں پہل کر بیٹھیں۔ جب اُس نے ہم کو یہ حکم دیا کہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے اُس کی عبادت کیا کریں ہم نے تعمیل کی۔ پھر جب اُس نے ہم کو یہ حکم دیا کہ جن شہروں میں بھی ہم ہوں اُسکی عبادت کرتے وقت کعبہ کی طرف رُخ کیا کریں۔ ہم نے اس کو مان لیا لہذا ہم کسی حال میں اور کسی جگہ اُس کے حکم کی اطاعت سے باہر نہیں ہیں۔ اب تم غور کرو کہ جب خدائے عزوجل نے خود حضرت آدمؑ کی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا تھا تو اُنکی مورت کی طرف سجدہ کرنیکا حکم تو نہیں دیا کیونکہ وہ یقیناً آدمؑ نہیں ہے اور تمہارا یہ کام نہیں کہ تم ایک کا قیاس دوسرے پر کرلو۔ اس لئے کہ تم یہ نہیں جانتے کہ شاید خدا تعالےٰ کو تمہارا یہ فعل ناپسند ہو کیونکہ اُس نے تم کو اس کا حکم تو دیا ہی نہیں ہے پھر جناب رسولخدا نے اُن سے فرمایا کہ آیا تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اگر ایک شخص تم کو اپنے گھر میں کسی مقررہ دن میں آنیکی اجازت دے تو تم کو یہ حق بھی حاصل ہو جائیگا کہ اُس کے گھر میں اُس کی اجازت بغیر اور دنوں میں بھی جا گھسو؟ یا تمہیں یہ منزلت حاصل ہو جائیگی کہ اُس کے اور گھروں میں بغیر اُس کے حکم کے چلے جاؤ یا مثلاً کوئی شخص تم کو اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیدے یا اپنے غلاموں میں سے ایک غلام تم کو بخشدے یا اپنی سواری کے جانوروں میں سے ایک جانور تم کو عطا کردے تو آیا تم کو یہ حق حاصل ہو جائیگا کہ اُسے لیلو اور اگر اُسے نہ پاسکو تو اُس کی صورت کا دوسرا بھی لے لوگے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ جیسی اجازت اُس نے ہم کو پہلی چیز کی دی تھی ویسی اجازت دوسری کی تو نہیں دی۔ فرمایا یہ تو بتاؤ آیا خدا تعالےٰ کا حق اس بات میں زیادہ ہے کہ اُس کی مِلک میں بغیر اُسکی اجازت کے تصرّف نہ کریں یا بعض بندوں کا؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں خدا کا حق اس بات میں زیادہ ہے کہ اُس کی مِلک میں بغیر اُس کے حکم اور اذن کے کوئی تصرف نہ کیا جائے۔ فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور تم کو کس نے حکم دیا کہ تم مورتوں کو سجدہ کیا کرو۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر وہ لوگ خاموش ہو رہے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے معاملات (معتقدات) میں پھر غور و فکر کرینگے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اُسی کی قسم جس نے ہمارے نبیؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تین دن گزرنے سے پہلے پہلے پچیس ۲۵ آدمی یعنی ہر گروہ میں سے پانچ

پانچ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور داخلِ دائرۂ اسلام ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ اے محمدؐ ہم نے کسی کی حجت ایسی نہیں دیکھی جیسی کہ آپ کی اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی بات پر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۚ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۰۳ سطر ۴) کہ اس میں اُن تینوں گروہوں کا رد موجود ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جو یہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تو یہ فرقۂ دہریہ کا رد ہو گیا جن کا دعوےٰ یہ تھا کہ اشیاء کی ابتدا ہی نہیں ہے یہ ہمیشہ سے یوں ہی چلی آتی ہیں اور پھر جب فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۚ تو یہ فرقۂ ثنویہ کا رد ہو گیا جن کا قول یہ تھا کہ نور اور ظلمت دونوں ملکر اس عالم کے مدبّر ہیں پھر جب یہ فرمایا ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ یہ مشرکینِ عرب کا رد ہو گیا جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے بُت ہی معبود ہیں۔ پھر خدائے تعالےٰ نے سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نازل فرمایا جس میں اُن سب لوگوں کا رد موجود ہے جو خداوند تعالےٰ کا شریک اور سہیم قرار دیتے ہیں جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر حضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہا کرو جس کا یہ مطلب ہے کہ ہم تجھ خدائے یکتا کی عبادت کرتے ہیں نہ تو ہم دہریوں کی سی باتیں بناتے ہیں کہ چیزوں کی ابتدا ہی کو نہ مانیں اور اُن کو دائمی جانیں اور نہ ہم ثنویہ کا قول مانتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ نور اور ظلمت دونوں مدبّرانِ عالم ہیں اور نہ مشرکوں کا قول تسلیم کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بُت ہمارے معبود ہیں خدایا ہم تیرا شریک کسی چیز کو نہیں ٹھہراتے اور تیرے سوا کسی دوسرے کو معبود نہیں مانتے جیسا کہ یہ کفار کہتے ہیں اور تیری شان میں وہ باتیں نہیں بناتے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ بکتے ہیں کہ تیرے لئے کوئی بیٹا ہو گیا۔ تیری شان اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۰۵

احتجاج میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اُن لوگوں نے یہ چاہا کہ قرآن میں ایسی باتیں بڑھا دی جائیں جو خدا نے نہیں فرمائی ہیں تاکہ مخلوقِ خدا پر اصلی بات پوشیدہ ہو جائے۔ پس خدا نے اُن کے دلوں کو اندھا کر دیا اور اُنہوں نے اُس میں ایسا کچھ باقی رہنے دیا جس سے اس کا پتہ چلنا آسان ہو گیا کہ اُنہوں نے اُس میں کیا کیا احداث کیا اور کیا کیا کم کر دیا (بڑھا تو کچھ بھی نہ سکے)

اُنہی جناب سے منقول ہے کہ جو لوگ کتابِ خدا کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں اور اُس کے احکام کو قائم رکھتے ہیں وہ ایسے درخت سے پیدا ہوئے ہیں جس کی اصل نہایت مضبوط اور محکم ہے شاخیں اُس کی آسمان میں ہیں۔ ہر وقت وہ بار دار رہتا ہے یعنی علوم کے میوے لوگوں کے ہاتھ آتے ہیں اور اُن کے دشمن جو اپنے منہ سے خدا کا نور بجھانے کا قصد کر رہے ہیں شجرۂ ملعونہ سے اُن کی خلقت ہے مگر خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر دے۔ الاکمال میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ کی تلاش میں حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرا دیئے تھے اُسی طرح بنی اُمیہ اور بنی عباس نے جبکہ اُن کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ قائم آلِ محمدؐ کی وجہ سے اُن کے جابروں کی سلطنت مٹی میں ملجائیگی تو اُنہوں نے قائم آلِ محمدؐ کی طرف سے اپنے دلوں میں عداوت قائم کرلی ہے اور اہلبیتِ رسولؐ کے قتل پر تلواریں اٹھائی ہیں اِس ارادے سے کہ نسل اُنکی قطع ہوجائے اور اُن کے زمرہ میں قائم آلِ محمدؐ بھی مارے جائیں۔ مگر خدا کو منظور نہیں ہے کہ کسی دشمن پر قائم آلِ محمدؐ کا حال ظاہر ہو یہاں تک کہ وہ اپنے نور کو کمال بخشے اگرچہ مشرکوں کو بُرا لگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۰۵

کافی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ اپنے وصی کی ولایت ظاہر کردیں ولایت سے مراد دینِ حق ہے جو قائم آلِ محمدؐ کے زمانۂ ظہور میں تمام دینوں پر غالب آجائیگا۔ خدائے تعالےٰ ولایتِ قائمؑ کو ولایتِ علیؑ کے ذریعہ سے پورا کردیگا اگرچہ کافر بُرا مانیں کسی نے عرض کیا اے مولا! کیا اس آیت کا یہی مطلب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ اُسی کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات میں ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت موسےٰؑ سے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں فرمایا۔ میں اپنے کلمات کو ضرور پورا کرونگا اور اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کرونگا یہاں تک کہ ہر مکان میں میری عبادت کی جائیگی۔ احتجاج میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اُن جناب نے فرمایا "صاحب الامرؑ ایک عذر کی وجہ سے غائب ہوجائینگے۔ اُس وقت میں لوگوں کے قلوب فتنے برپا کریں گے یہاں تک کہ آدمیوں میں جو سب میں زیادہ اُن کا قرابت دار ہوگا وہ اُن کا سخت دشمن ہوجائیگا اُس وقت خدائے تعالےٰ اُن کی ایسے لشکر سے مدد کریگا۔ جس کو تم نہ دیکھوگے اور اپنے پیغمبر کے دین کو خدا اُن کے ہاتھ سے سب دینوں پر غالب کردیگا اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو"۔ تفسیر مجمع البیان میں اِس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ دینِ محمدیؐ کا غلبہ اُس وقت ہوگا کہ جب مہدیؑ آلِ محمدؐ ظاہر ہوں گے اُس زمانے میں کوئی ایسا باقی نہ رہیگا جو جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہ کرے۔ الاکمال اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہمارا قائم اپنے رعب و دبدبہ سے منظفر و منصور ہوگا۔ مددِ غیبی سے اُس کی نصرت کی جائیگی۔ زمین اُس کے واسطے سمٹ جائے گی (کہ جہاں چاہیں گے دم بھر میں چلے جائیں گے) زمین کے خزانے اُن پر ظاہر ہوجائیں گے اُن کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پہونچے گی اُن کے ذریعہ سے خدا اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کردیگا۔ کوئی ویرانہ ایسا نہ رہیگا جہاں آبادی نہ ہوجائے۔ عیسےٰ روح اللہ بن مریمؑ نازل ہونگے اور اُن حضرت کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۰۵

تفسیرِ قمی میں اُس حدیث کا بقیہ جسے ہم سورۂ بقرہ میں بیان کرچکے ہیں (دیکھو صفحہ ۲۰ نوٹ نمبر ۱) یہ ہے کہ عثمان ابنِ عفان

نے کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ اے ابو اسحاق تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو۔ ایک شخص نے واجب ہونیکے بعد اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی اب بتاؤ کہ پھر بھی اُس کے ذمہ کچھ رہا؟ کعب نے جواب دیا کہ پھر اگرچہ وہ چاندی سونے کی اینٹیں بھی بنا کر رکھ لے تب بھی اُس پر کچھ نہیں۔ حضرت ابوذر غفاری نے (جو اتفاق سے اُس وقت وہاں موجود تھے) اپنا عصا اُٹھا کر کعب کے سر پر دے مارا اور فرمایا اے یہودیہ کافرہ کے جنے تیری بھی اتنی مجال ہوگئی کہ تو مسلمانوں کے احکام میں دخل دینے لگا خدا کا قول تیری بجواس سے کہیں زیادہ سچا ہے تو نہیں جانتا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ خدا نے اپنے رسولؐ کو خبر دی ہے کہ جو لوگ سونا یا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

قولِ مترجم ۔ سبحان اللہ! چشم بد دور!! خلیفۂ رسول کہلائیں اور ایک چھوٹا سا مسئلہ دوسروں سے پوچھتے پھریں۔ قرآن تک یاد نہ تھا نہ اُس کی کوئی منزلت سمجھتے تھے جبھی تو یہ گت بنائی کہ کہیں کی آیت کہیں لاڈالی۔ اُس پر یہ ستم کہ بہت سے نسخے آگ میں رکھ کر جلا دئے۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ درہم ہوں یا دینار (یعنی روپے ہوں یا اشرفی) جب گنتی میں چار ہزار سے زیادہ ہوں تو وہ کنز کے حکم میں ہیں خواہ اُن کی زکوٰۃ دی گئی ہو یا نہ دیگئی ہو۔ جو اس تعداد سے کم ہوں وہ سامانِ خرچ سمجھا جائیگا۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ دو ہزار درہم (روپے) سے جو زیادہ ہو تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ امالی میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دیگئی ہو وہ کنز میں داخل نہیں ہے گو ساتوں زمینوں کے نیچے تک چلا جائے اور جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو وہ کنز ہے گو زمین کے اُوپر ہی ہو۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے شیعوں کو اجازت ہے کہ انکے پاس جو کچھ ہے اُسے نیک کاموں میں صرف کرتے رہیں مگر جب قائم آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہو جائینگے تو پھر صاحبِ خزانہ پر خزانہ کا اپنے پاس رہنے دینا حرام ہو جائیگا اُسی وقت اُس کو لازم ہوگا کہ اپنے خزانہ کو اُن حضرتؑ کی حضور میں پہنچا دے تاکہ وہ حضرتؑ اُسے اپنے دشمنوں کے برخلاف کام میں لاسکیں۔ اور خدا تعالےٰ کے اس قول وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ کا یہی مطلب ہے۔

قول صاحبِ تفسیر صافی ۔ ظاہر روپیہ کی چار حدیثوں میں اختلاف ہے ان میں موافقت پیدا کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حقوق واجب ادا کرنے کے بعد کسی غرض صحیح کے لئے دو ہزار یا چار

ہزار تک جمع کرلینا جائز ہے اور منجملہ حقوق کے حق امام بھی ہے جبکہ امام ظاہر ہو اور اُس میں کُل وہ حصّہ مال داخل ہے جو صاحبِ مال کی واجبی ضرورت سے زائد ہو۔

قول مترجم۔ مؤمنین کو زکوٰۃ تو اُس طرح ادا کرنی چاہیئے جس طرح جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ظاہری و باطنی زکوٰۃ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی اور اس پر بھی بچ رہے اور جمع کرنے کا ہی کا شوق ہو تو غرض صحیح یہ مدّنظر رکھیں کہ جنابِ صاحب الامر علیہ السّلام تشریف لائے اور ہم نے اُن کی خدمت بابرکت میں پہنچایا تاکہ وبال و نکال سے محفوظ رہیں اور اجر و ثواب کے مستحق ہوں۔ امالی میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی انتڑیاں دوزخ کی آگ میں کھینچی جائینگی نیز منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے درہم و دینار (روپیہ اشرفی) کے بارے میں دریافت کیا کہ اے مولا کسی کے پاس زیادہ ہو جائیں تو وہ کیا کرے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ درہم و دینار (روپیہ اشرفی) زمین پر خدا کی مہریں ہیں جو خدا نے زمین پر اپنی مخلوق کی اصلاحِ حالت۔ درستیٔ شان اور اغراض صحیح پورا کرنے کے لئے مہیا فرمائی ہیں جس کے پاس یہ کثرت سے ہوں اور وہ اُن میں خدا تعالےٰ کے حقوق سمجھے اور وہ اُن کی زکوٰۃ وغیرہ باقاعدہ نکالے تو اُس نے خدا کا مقصد پورا کردیا اور جو مال بیچا وہ اس کے لئے حلال ہے اور جس کے پاس مال بہ کثرت ہو اور وہ کنجوسی اختیار کرے اور خدا کے حقوق اُس میں سے نہ ادا کرے۔ مکان اونچے اونچے بنوائے تو وہ عذاب خدا کا مستحق ہوگا اور اُسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ وعید فرمائی ہے۔ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (دیکھو صفحہ ۳۰۶ سطر ۱) تفسیر قمی میں ہے کہ خدا نے سونا چاندی (روپیہ اشرفی) کا خزانہ جمع کرنا حرام قرار دیا ہے اور اُن کو راہِ خدا میں صرف کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ الخ التہذیب میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس بندے کی خیر و خوبی خدا کو منظور ہو اُس کو تین ہزار درہم بھی ایک دم نہیں دیتا۔ نیز فرمایا کہ کوئی شخص دس ہزار درہم محض حلال ہی حلال سے جمع نہیں کرسکتا۔ سوائے اُس کے جو لوگوں کا خازن ہو اور جب کسی شخص کو بقدر ضرورت روزی بھی ملتی ہو اور عملِ خیر کی بھی توفیق عطا ہوئی ہو تو اُس کے لئے اللہ نے دنیا و آخرت کی (خیر و خوبی) کو جمع کردیا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابوذرؓ غفاری مُلکِ شام میں تھے اور روزانہ صبح سویرے بلند آواز سے فرمایا کرتے تھے کہ اُے خزانہ والو! تم کو خبردار رہنا چاہیئے کہ روزِ قیامت اسی سونے چاندی سے پیشانیاں داغی جائیں گی پہلو داغے جائیں گے۔ کمروں پر داغ لگائے جائیں گے یہاں تک کہ آگ کی حرارت شکموں میں بھڑکنے لگے گی۔

قول مترجم۔ اس منادی کرنے کے باعث حضرت ابوذر غفاری علیہ الرحمۃ اور عثمان کے درمیان جو واقعہ گزرا اُس کے لئے دیکھو قرآن مجید مترجم کا صفحہ ۲۰ نوٹ نمبر ۱ مع ضمیمہ متعلقہ

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۳۰۷

قول مترجم۔ اس آیت میں لفظ مَعَنَا میں ضمیر تثنیہ کی ہے یا جمع کی اس لئے کہ متکلم کی ضمیر میں تثنیہ اور جمع میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پس اگر ضمیر تثنیہ کی مانی جائے تو اُن دو سے مُراد جناب محمد مصطفےٰ اور جناب علیؑ مرتضےٰ ہیں اس لئے کہ ظاہر بظاہر یہی دونوں معرضِ خطر میں تھے بستر پر ہوں تو غار میں ہوں تو کیونکہ ابوبکر گو بظاہر مسلمان تھا اور اپنی اسی مسلمانی کے پیچھے معہ اپنے سامان بزازہ کے ہجرت اولےٰ میں جانے والے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ جانے کے لئے تیاری کر چکا تھا کہ ابن الدغنہ رئیس قبیلہ نے جو مشرکین قریش کا حلیف (ہم سوگند قبیلہ) تھا اُس کو امان دیدی تھی اور اسی امان کے بھروسہ پر یہ ہجرت توڑ کر چلا آیا تھا اور مکہ میں دندناتا پھرتا تھا۔ اس لئے کہ رسم جاہلیت کے بموجب اگر کسی قبیلہ کا رئیس کسی شخص کو امان دے دیتا تھا تو اس کے حلیف قبیلہ کے ہر متنفس کو بھی اُس کی امان کا پاس کرنا پڑتا تھا۔ اس حیثیت سے ابوبکر کو ابن الدغنہ کی معیت حاصل تھی۔ اور مشرکین قریش سے اُسے کسی طرح کا دغدغہ اور خطرہ نہ تھا اگر گرفتار بھی ہو جاتا تو اُس کا بال بیکا نہ ہوتا بس جو جو دغدغے اور خطرہ میں تھے اُنہی کو کسی زبردست کی معیت اور امان کی ضرورت تھی وہ سب سے زبردست اور سب کا حقیقی محافظ اللہ ہے جس کی معیت جناب محمد مصطفےٰ اور جناب علیؑ مرتضےٰ کو اس وجہ سے حاصل تھی کہ وہ دونوں مقدس بزرگوار بخلوص اُسی کے کام میں لگے ہوئے تھے جسے خدا کی معیت حاصل ہو وہ آنِ واحد کے لئے کسی دوسرے کا بندہ اور پرستار ہو ہی نہیں سکتا۔ مثال کے لئے ملاحظہ کیجئے حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قول جسے خدائتعالےٰ نے نقل فرمایا ہے۔ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۸۹ سطر ۴) یہ اُس وقت فرمایا ہے جبکہ موسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لیکر چل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور فرعون اپنے لشکروں کو ہمراہ لیکر ان کو گرفتار کرنے کے ارادہ سے تعاقب کرتے کرتے اتنا قریب آپہنچا ہے کہ موسےٰ علیہ السلام کے اصحاب نے فرعون کو اور اُس کی جمعیت کو دیکھ بھی لیا اور بول اُٹھے کہ ہم اب گرفتار ہوئے جاتے ہیں۔ مگر معیتِ خدا ایسی چیز ہوتی ہے کہ نہ موسےٰ مرعوب ہوئے نہ مضطر و مضطرب بلکہ کمال ثابت قدمی سے دوسروں کا بھی اطمینان کر دیا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری رہبری فرمائیگا اور ضمناً یہ مطلب بھی تھا کہ اگر تم میرے ساتھ رہے تو ہرگز اُس موذی کے پنجے میں نہ پھنسنے پاؤ گے چنانچہ ایک بھی اُس کے ہاتھ نہ پڑا یہاں بھی وہی ماجرا درپیش ہے ڈھونڈنے والے غار کے دروازے تک جا پہنچے مگر چونکہ جناب رسولِ خدا کو معیت خدا حاصل تھی نہ کوئی آنحضرتؐ تک پہنچا نہ کوئی آنحضرتؐ کو پا سکا۔ ابوبکر جو ظاہرا جناب رسولِ خدا کے ساتھ تھا وہ بھی آنحضرتؐ کی برکت سے مشرکین کے ہاتھ میں پڑنے سے ویسا ہی محفوظ رہا جیسا کہ موسےٰؑ کے منافق اصحاب فرعون کے ہاتھ میں پڑنے سے موسےٰؑ کی برکت سے بچ گئے تھے (موسےٰ علیہ السلام کے اصحاب کیسے تھے۔ اس کے لئے دیکھو صفحہ ۱۷۵ سطر ۸ تا صفحہ ۱۷۷ سطر ۱) اُن کا قول اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ جو خدائے تعالےٰ نے

اپنے کلام پاک میں نقل فرمایا ہے (دیکھو صفحہ ۵۸۹ سطر ۲) اور ابوبکر کا قول جو احادیث و سیر و تواریخ میں پایا جاتا ہے بالکل یکساں ہے حضرت موسےٰ کے ساتھ میں حضرت ہارونؑ ایسے تھے کہ ہر طرح اُن کے تابع اور ایسے بھروسے کے لائق کہ خود موسےٰ عرض کرتے ہیں رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ (دیکھو صفحہ ۱۷۶ سطر ۹) اسی طرح جناب محمد مصطفےٰ کے لئے علیؑ مرتضےٰ تھے کہ ہر طرح حکم کے تابع اور ایسے بھروسے کے لائق کہ آنحضرتؐ کو یقین واثق تھا کہ اگر کفار اُس تک پہنچ بھی جائیں گے تو کچھ بھی گزر جائے میرا پتہ ہرگز نہ بتائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں کفار کے پہنچنے کا اندیشہ صریح تھا وہاں خطرہ بھی صحیح تھا لہٰذا معیتِ خاص کی ضرورت بھی صریح تھی اور بحمداللہ وہ حاصل تھی۔ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مثیلِ موسےٰ علیہ السلام تھے تو جناب علیؑ مرتضےٰ یقیناً شبیہ ہارونؑ تھے۔ نبی اور وصی کو معیت خدا اس شان سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ حضرت موسےٰ و ہارون علیہما السلام سے خطاب کرکے فرماتا ہے (اِنَّنِیْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰی (دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۱۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر متعلق صفحہ ۳۱۲

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جتنے مؤلفۃ القلوب آجکل ہیں اتنے کبھی نہیں ہوئے اُن میں سے ایک گروہ وہ ہے وخدا کو ایک جانتا ہے بشرک سے تو وہ لوگ نکل آئے مگر ابھی اُن کے دلوں میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حاصل نہیں ہوئی اور نہ اُن باتوں کی اُن کے قلوب میں جگہ ہوئی جو آنحضرتؐ نے خدا کی طرف سے بیان فرمائیں جبھی تو جنابِ رسولِ خدا اُنکی تالیفِ قلوب کرتے تھے اور اُن کے بعد مؤمنین (یعنی امان دینے والے ہم ائمہؑ) کرتے رہتے ہیں تاکہ اُن کو پوری پوری معرفت حاصل ہوجائے کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلم یا مومن مرجائے اور اُس کے ذمہ قرضہ ہو پس اگر وہ بدکاری اور فضول خرچی کے سبب سے نہیں ہے تو امام پہ اُس کا ادا کرنا لازم ہے اور اگر امام نہ ادا کریگا تو اُس شخص کے ذمہ اُس کا وبال رہے گا۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ الخ پس مقروض مسلم یا مومن صنف غارمین میں داخل ہے جن کا حصہ خدائے تعالےٰ نے صدقات میں قرار دیا ہے۔ اگر وہ حصہ امام کے پاس موجود ہے اور اگر امام اُس حصہ کو روک رکھیگا تو قرضدار وبال سے بری نہیں ہوسکتا (امام چونکہ عادل ہے لہٰذا وہ بلاوجہ موجہ کسی کو گرفتارِ وبال کیوں رہنے دیگا) کافی میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بدوی عربوں کے صدقات بدوی عربوں ہی پر تقسیم کردیتے تھے اور شہریوں کے صدقات شہریوں کو دیتے تھے اور اُن سب کو برابر کا حصہ عطا نہ فرماتے تھے بلکہ جتنے مستحقین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو جس کو وہ جناب جتنے کے لائق دیکھتے تھے اُتنا ہی عطا فرمادیتے تھے۔ کیونکہ صدقات دینے کا نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ یہ وظیفہ ہے

جو برابر کا حصہ دیا جائے۔ آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ یہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اور اُن لوگوں کا حصہ جن کو آزاد کرانا مقصود ہو عام ہے اور باقی سہام خاص ہیں جو انہی لوگوں کو دئے جائینگے جن کو معرفت حاصل ہو چکی ہوگی وہ حصے غیروں کو نہ دئے جائینگے۔ الخصال میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی ہاشم کو صرف دو صورتوں میں صدقہ لینا جائز ہے۔ ایک وہ وقت جبکہ وہ بیحد پیاسے ہوں پس جب اُن کو پانی ملے تو اتنا پی لیں جتنے سے پیاس بجھ جائے۔ دوسرے یہ کہ آپس کے صدقات لے لیں (یعنی بنی ہاشم کا صدقہ بنی ہاشم پر جائز ہے) من لایحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مکاتب غلام کے بارے میں جو اپنی آزادی کے بارے میں کچھ حصہ ادا کر چکا ہو اور باقی بوجہ محتاجی کے نہ ادا کر سکتا ہو دریافت کیا تھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اُس کا بقیہ صدقات سے دیکر اُس کو ادا کر دیا جائے اسی لئے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ هُوَ فِي الرِّقَابِ اور اس سے مراد ایسے ہی غلام ہیں۔ (مکاتب غلام کی بابت دیکھو صفحہ ۴۱ نوٹ نمبر ۲)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۱۶

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت اہل عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی اس لئے کہ اُنہوں نے یہ بات اپنے دلوں میں ٹھان لی تھی کہ جب جناب رسُول خدا غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت عقبہ میں پہنچیں گے تو آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالیں گے اور تجویز اس کی یہ سوچی تھی کہ آنحضرتؐ کے ناقہ کی کوچیں کاٹ ڈالیں گے۔ پھر حضرتؐ سمیت اُس ناقہ کو نیچے کی طرف دھکیل دیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسُول کو خبردار فرما دیا۔ یہ بات آنحضرتؐ کے معجزات میں سے تھی کیونکہ بغیر وحی ایسے امور پر مطلع ہونا ممکن نہیں۔ حاصل کلام جناب رسُولِ خدا مقام عقبہ پر تن تنہا پہنچے اس طرح کہ عمارؓ حضرتؐ کے ناقہ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور حذیفہ ابن الیمان پیچھے پیچھے اُونٹ ہانکتے چلے آرہے تھے کیونکہ اور سب لوگوں کو آنحضرتؐ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ بادی میں ہو کر چلیں اور وہ لوگ جنہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا وہ تعداد میں بارہ یا پندرہ تھے۔ جنابِ رسُول اللہ نے اُن سب کو پہچانا اور اُن کے نام لے لیکر بتا دیا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آٹھ اُن میں سے قریش میں سے تھے اور چار عام عرب میں سے۔

قول مترجم۔ اِس مضمون کے سلسلہ کے لئے دیکھو ضمیمہ کا صفحہ ۱۲۹ اور نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۳۱۳۔ تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب رسُولِ خدا خم غدیر میں جو کچھ فرمانا تھا فرما چکے اور لوگ اپنے اپنے خیمہ میں پہنچ گئے تو حضرت مقدادؓ کا گزر ایک گروہ کے پاس سے ہوا جو آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ دیکھو تو سہی جب محمدؐ کی موت قریب پہنچی اور زندگی کے دن پورے ہو چکے اور کوچ کا وقت قریب آلگا تو یہ ارادہ کیا کہ اپنے بعد علیؑ کو ہمارا حاکم بنا جائے۔ خدا کی قسم (اس

ارادہ میں جیسی کچھ کامیابی ہوگی) اُسے بھی معلوم ہو جائیگا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ (یہ باتیں سنتے ہوئے) آگے بڑھ گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ منادی کرو نماز کے لئے سب لوگ جمع ہو جائیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں انہوں نے کہا کہ مقدادؓ نے ہم پر تہمت لگائی ہے تو آؤ ہم بھی حاضر ہو کر اُس کے برخلاف ہو کر حلف اٹھائیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ آکر جناب رسُول خدا کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے اور اُسی کی قسم جس نے آپ کو نبوت کی بزرگی بخشی ہے اور اُسی کی قسم جس نے آپ کو نوعِ انسان پر فضیلت دی ہے جو خبر آپ کو پہنچی ہے یہ بات ہم نے ہرگز نہیں کہی۔ اس پر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۚ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا (يَا مُحَمَّدُ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ) بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ ضرور کہا وہ اپنے اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے اور (اے محمدؐ عقبہ سے گزرنیوالی رات کو) انہوں نے اُس بات کا قصد ضرور کیا جس میں کامیاب نہ ہوئے ابان ابن تغلب سے منقول ہے جبکہ جناب شہنشاہِ نجف و جن نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کو اپنا وزیر بنایا اور غدیر خم میں مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ فرمایا تو حاضرین میں سے دو قریشیوں نے سر ہلا کے کہا کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ تو کبھی نہ ہونے پائیگا۔ یہ خبر آنحضرتؐ کو بھی پہنچی تو آنحضرتؐ نے اُن دونوں کو بلا کر واقعہ پوچھا۔ دونوں صاف مکر گئے اور جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔ پس جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ دونوں بتکلف حاکم بھی بنے اور مر بھی گئے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے کعبہ میں بیٹھ کر باہم یہ حلف کیا تھا کہ امرِ خلافت کو بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے۔ اسی کو خدا نے کلمۂ کفر فرمایا ہے۔ پھر یہی لوگ گھاٹی میں جناب رسولِ خدا کے قتل کے ارادہ سے گھات میں جا بیٹھے تھے جس کے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے باسناد خود حضرت حذیفہ ابن الیمان سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت جناب رسُولِ خدا کی اونٹنی کو بھڑکانا چاہا وہ مندرجہ ذیل چودہ آدمی تھے۔ ابوالشرور (ابوبکر) ابوالدواہی (عمر) ابوالمعارف (عثمان) عفان۔ طلحہ۔ سعد ابن ابی وقاص۔ ابوعبیدہ ابن الجراح۔ ابوالاعور۔ مغیرہ سالم مولا ابی حذیفہ۔ خالد ابن الولید عمرو ابن العاص۔ موسےٰ الاشعری۔ عبدالرحمٰن ابن عوف۔ انہی کے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ علامہ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب معاملہ غدیر خم تمام ہو چکا اور لوگ وہاں سے چلے گئے تو ایک مقام پر قریش میں سے چند آدمی بیٹھے ہوئے واقعۂ غدیر خم پر افسوس

کر رہے تھے ناگاہ ایک گوہ کا اُن کے پاس سے گزر ہوا۔ اُسے دیکھ کر کہنے لگے۔ کاش! محمدؐ اس گوہ کو ہمارا حاکم بنا دیتے تو اچھا ہوتا۔ علیؑ کو نہ بناتے یہ باتیں حضرت ابوذر غفاری نے بھی سُن لیں اور انہوں نے جناب رسولِ خدا کو اس امر سے آگاہ کر دیا۔ آنحضرتؐ نے کسی کو بھیجکر انہیں بلوایا اور اُن کی کہی ہوئی باتیں اُن کے سامنے دُہرائیں سب ملاعنہ نے صاف انکار کر دیا اور حلف اُٹھا لیا کہ ہم نے ایسا نہیں کہا۔ پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَحْلِفُوْنَ الخ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ زمین نے کسی ایسے کا بوجھ نہیں اٹھایا اور آسمان نے کسی ایسے پر اپنا سایہ نہیں ڈالا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔

قول مترجم۔ مُراد آنحضرتؐ کی یہ ہے کہ غیر معصومین میں حضرت ابوذرؓ سب سے زیادہ سچے ہیں تو بشہادت پیغمبرِ خدا یہ صدیق ہوئے نہ کہ وہ جن کو یار لوگوں نے بنا دیا۔

تفسیر عیاشی میں جابر بن ارقم سے منقول ہے کہ ہم لوگ ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زید بن ارقم کا بھائی حدیثیں بیان کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک شخص گھوڑے پر سوار مسافرانہ ہیئت سے ہمارے قریب آیا اور گھوڑا روک کے اُس نے سلام کیا اور پوچھا۔ آیا تم لوگوں میں زید بن ارقم بھی ہے؟ زید نے جواب دیا کہیئے میں ہوں۔ زید ابن ارقم سے آپ کا کیا کام ہے؟ اُس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں کہاں سے آ رہا ہوں؟ زید نے کہا مجھے کیا خبر تم کس جگہ سے آ رہے ہو۔ وہ سوار بولا میں فسطاط مصر سے اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے جناب رسولِ خدا کی ایک حدیث کے بارے میں کچھ دریافت کروں جو آپ نے بیان کی ہے اور مجھے اُس کی خبر پہنچی ہے۔ زید نے کہا وہ کونسی حدیث ہے؟ سوار نے جواب دیا کہ وہ حدیثِ غدیرِ خم ہے جو ولایت جناب علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں ہے۔ زید نے کہا عزیز من واقعۂ غدیرِ خم سے پہلے کا قصہ میں تم سے بیان کرتا ہوں اول اُسے سُن لو، وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت روح الامینؑ ولایتِ علیؑ ابن ابیطالب کا حکم لے کر جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس آنحضرتؐ نے اپنے بعض اصحاب کو جن میں یہ خادم بھی تھا طلب فرما کے معاملۂ ولایت میں مشورہ لیا تاکہ زمانۂ حج میں حکم الٰہی اُمت تک پہنچا دیں۔ اُس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا جو ہم رائے دیتے۔ جناب رسولِ خدا گریہ فرمانے لگے۔ جبرئیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ گریہ کیوں فرماتے ہیں کیا آپ کو امرِ الٰہی کی تبلیغ پر رونا آگیا؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا حاشا وکلّا! اے جبرئیل!! یہ وجہ نہیں ہے۔ اے جبرئیلؑ!! خدا خوب جانتا ہے کہ جب قریش نے میری رسالت کو نہ مانا تو اُن کے ہاتھوں مجھے کیسی کیسی ایذائیں پہنچیں یہانتک کہ خدا نے مجھے جہاد کا حکم دیا۔ اور آسمان سے لشکر کے لشکر میری مدد کے لئے اُتارے اور اُن لشکروں سے میری مدد کی (تب کہیں اسلام کی یہ صورت بنی) اب مجھے خوف یہ ہے کہ یہ لوگ میرے بعد علیؑ ابن ابیطالبؑ کی امامت وحکومت کا کیسے اقرار کریں گے۔ یہ سُنکر جبرئیلؑ امین واپس چلے گئے پھر حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! کیا آپ اس حکم کو جو وحی کا حصہ ہے اُمت تک نہ پہنچائیں گے اور اُس کی وجہ سے خواہ

مخواہ دل تنگ رہینگے؟ (اے سوار!) جب ہم حج سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف پلٹے اور جحفہ میں اُترے تو ہم نے اپنے خیمے نصب کر دئے اُسی وقت جبرئیلؑ امین آیہ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ الخ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر ۶) لیکر خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں آئے۔ ہم لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ یکایک جنابِ رسولِ خدا کی آواز سُنی کہ وہ جناب فرما رہے ہیں اَیُّھَا النَّاسُ داعی اللہ کی بات کو مانو میں خدا کا رسول ہوں۔ یہ آواز سُنکر ہم لوگ دھوپ کی گرمی میں دوڑتے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا ہم نے کہ وہ جناب حرارتِ آفتاب کی وجہ سے ایک کپڑا سر پر اور ایک پیروں کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ہم لوگوں کو درختوں کے نیچے صفائی کرنے کا حکم دیا۔ پس وہ مقام صاف کیا گیا جو کچھ وہاں جھاڑ جھنکاڑ کنکر پتھر تھا وہ سب ہٹا دیا گیا۔ اُس وقت ایک شخص بولا بھلا اس مقام کے صاف کرنے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ ابھی یہاں سے کوچ کا ارادہ ہے (اس سے معلوم ہوا کہ) ضرور کوئی نہ کوئی بلا تم پر نازل ہونے والی ہے۔ پس جب وہ مقام صاف ہو گیا تو جنابِ رسولِ خدا نے حکم دیا کہ اپنے اُونٹوں کے پالان اور رسیاں اور کاٹھیاں حاضر کرو۔ پس ہم لوگ یہ سب چیزیں لائے اور اُن کو تلے اُوپر رکھ کر (رسی سے کس کر) منبر کی صورت بنا دی۔ پھر اُس پر کپڑا ڈال دیا پھر آنحضرتؐ اُس پر رونق افروز ہوئے اوّل خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا بجا لائے اُس کے بعد فرمایا کہ اے گروہِ مردم! آگاہ ہو جاؤ عرفہ کی شام کو میرے پاس پروردگارِ عالم کا ایسا حکم آیا تھا جس کے پہنچانے سے مجھے جھوٹوں کی تکذیب کا بے حد خوف ہوا۔ آج یہاں پہونچ کر پھر وہی حکم بڑی شدّ و مد سے آیا ہے کہ اب اگر اُس کو بجا نہ لاؤں گا تو مستحق عتاب الٰہی کا ہو جاؤں گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اب مجھے اُس کے بیان کرنے میں نہ کسی کی مخالفت کا اندیشہ ہے نہ کسی کی قرابت کا لحاظ و پاس کہ اُس کی محبت مجھے باز رکھ سکے۔ اَیُّھَا النَّاس تمہارے نفسوں پر کون حاکم ہے؟ سب نے کہا اللہ اور اُس کا رسول ہمارا حاکم ہے۔ آنحضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ یا اللہ! تو گواہ رہنا اور اے جبرئیلؑ! تم بھی (ان لوگوں کے اقرار پر) گواہ رہنا۔ پس جنابِ رسولِ خدا نے علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کے بازو پکڑ کے ہاتھوں پر بلند کر کے درگاہِ خدا میں عرض کی اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ خدایا جس کا میں حاکم ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا حاکم ہے یا اللہ جو شخص علیؑ کو حاکم سمجھے تو اُسے دوست رکھ اور جو کوئی علیؑ سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کیجیو۔ یا اللہ جو علیؑ کی نصرت کرے تو بھی اُس کی مدد کیجیو اور جو علیؑ کی نصرت چھوڑ دے تو بھی اُس کی مدد نہ کیجیو۔ تین مرتبہ آنحضرتؐ نے یہ دُعا مانگی پھر فرمایا اَیُّھَا النَّاس کیا تم لوگوں نے سُن لیا جو میں نے کہا؟ سب نے (ہاتھ اُٹھا کر) کہا خدا گواہ ہے ہم نے سُن لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا؟ سب نے کہا بیشک! آنحضرتؐ نے فرمایا۔ الٰہی تو گواہ رہیو اور اے جبرئیلؑ تم بھی (میرے تبلیغِ امر

اور ان کے اقرار پر) گواہ رہنا۔ پھر آنحضرت اُتر آئے اور ہم لوگ اپنے اپنے ڈیروں میں چلے آئے۔ میرے خیمہ کے پہلو میں قریش کے ایک گروہ کا ڈیرہ تھا اور وہ گنتی میں تین آدمی تھے اور میرے ہمراہ حذیفہ ابن الیمان تھے۔ پس میں نے سُنا کہ اُن تین میں کا ایک (مردک) کہہ رہا ہے۔ قسم بخدا یہ محمدؐ (معاذ اللہ) احمق ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اپنے بعد علیؑ ابن ابیطالبؑ کی حکومت برقرار کر دے (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) دوسرا (یاجی) بولا کہ یہ سب کے سب بیوقوف ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ مجنوں ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہ تھا۔ قریب تھا کہ وہ پسر ابو کبشہ کی زوجہ کے قریب گرنا چاہتا تھا۔ تیسرا (گدھا) بول اُٹھا میاں چھوڑو بھی۔ جانے دو چاہے وہ احمق ہو یا مجنون ہو خدا کی قسم جو اُس نے کہا ہے وہ ہرگز نہ ہوگا۔ اُن نابکاروں کا بیہودہ کلام سُن کر حذیفہؓ (جوشِ محبت جناب رسولِ خدا سے) غضب میں بھر گئے اور خیمہ کا کنارہ اُٹھا کر اُن کی طرف اپنا سر نکالا اور فرمایا کہ (اے منافقو!) تم نے (آیندہ کا حال بھی) جان لیا۔ حالانکہ جنابِ رسولِ خدا یہاں موجود ہیں اور اُنکی معرفت وحیِ خدا تم کو سُنا دی گئی ہے۔ خدا کی قسم کل صبح سویرے میں تمہاری باتوں کی خبر آنحضرتؐ کو ضرور دوں گا۔ وہ مردود کہنے لگے کہ اے ابو عبداللہ! (او نبو) آپ یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ ہماری باتیں آپ نے سُن لیں (برائے خدا) آپ اس راز کو چھپا ڈالئے کیونکہ پڑوسی کا بڑا حق ہے۔ اُس کی امانت محفوظ رکھتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ یہ موقع پڑوسی کی امانت چھپانے کا نہیں ہے۔ اگر میں اس خبر کو پوشیدہ رکھوں گا تو خدا و رسول کا خیر خواہ کیسے رہوں گا۔ وہ ملاعنہ بولے کہ اے ابو عبداللہ! تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم ہم لوگ حلف اٹھالیں گے کہ ہم نے یہ باتیں نہیں کہیں حذیفہؓ ہم پر تہمت لگاتا ہے۔ تم بھی دیکھ لوگے کہ جنابِ رسولِ خدا تمہاری تصدیق کریں گے اور ہمیں جھوٹا جانیں گے حالانکہ (تم ایک ہو اور) ہم تین ہیں۔ حذیفہؓ نے جواب دیا۔ کہ جب میں خدا و رسول کا خلوص ادا کر دوں گا تو مجھے ہرگز اس کی پروا نہیں ہے جو تمہارا جی چاہے کہے جاؤ اور کہہ دینا۔ پس حذیفہؓ خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں حاضر ہوئے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام بھی ایک طرف تلوار حمائل کئے تشریف رکھتے تھے۔ اُن منافقوں کی گفتگو سے حذیفہؓ نے جنابِ رسولِ خدا کو آگاہ کر دیا۔ آنحضرتؐ نے ایک آدمی اُن کے پاس بھیج کر اُنہیں بُلایا۔ جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کیوں نابکارو! تم نے کیا کہا تھا؟ سب (جھوٹے فریبی) بولے خدا کی قسم ہم نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ جو کچھ خبر حضور کو دی گئی ہے وہ سب ہم پر افترا اور بہتان ہے۔ اُس وقت جبرئیلؑ امین یہ آیت یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا الخ لے کر نازل ہوئے اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ جو چاہیں کہہ لیں خدا کی قسم جب تک میرا دل میری پسلیوں میں اور میری تلوار میری گردن میں حمائل ہے اگر یہ لوگ میرے قتل کا قصد کریں گے تو میں بھی ان کو جواب دے لوں گا۔ جبرئیلؑ امین نے عرض کی یا رسول اللہ! جو جو حادثے (علیؑ) پر پڑنے والے ہیں اُن پر صبر کیجئے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ امین

کی پوری گفتگو جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کو سنادی اور فرمایا کہ اے علیؑ! اس وقت صابر اور راضی برضاؤ تقدیر رہنا۔ اس موقعہ پر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (زید کی یہ تقریر سنکر) اس مجمع کا ایک بڈھا بول اٹھا اگر میں اس وقت موجود ہوتا جبکہ یہ بیہودہ باتیں ان لوگوں نے کی تھیں (اور میں کچھ نہ کہتا) تو میں گدھے سے بدتر تھا۔ اس بوڑھے کے پہلو میں ایک جوان بیٹھا تھا وہ کہنے لگا۔ کہ (اے زید جیسا تم کہتے ہو) اگر یہ سچ ہے تو بیشک ہم لوگ گدھے سے بدتر ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۱۷

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مردے کے جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں کہتے تھے اور ایک قوم کی نماز میں چار تکبیریں فرماتے تھے ایک دن ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیریں کہیں اور سائل کے جواب میں فرمایا کہ یہ منافق تھا جنان نے اپنے باپ سدیر سے اور سدیر نے اپنے والد سے اور انہوں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمانۂ جناب رسول خدا میں ایک منافق مرگیا (اس کا بیٹا مومن تھا) آنحضرتؐ نے اس کے پاس کسی کو بھیج کر کہلا بھیجا کہ جب تم جنازہ لے کر چلنے لگو تو مجھے خبر کر دینا۔ پس جب وہ لوگ مردے کا کام انجام دے چکے ایک آدمی کو اطلاع کے لئے آنحضرتؐ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ آنحضرتؐ وہاں تشریف لے گئے اور اس میت کے فرزند کا ہاتھ پکڑ کے جنازہ کے ہمراہ چلے۔ عمر نے اعتراض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو خدا نے ان لوگوں پر نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں کے پاس کھڑا ہونے کو منع نہیں کر دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ جیسے ہی وہ لوگ جنازہ لئے ہوئے قبر پر پہنچنا چاہتے تھے کہ عمر بن خطاب نے جناب رسول خدا سے پھر وہی خطاب کیا۔ کیا آپ کو خدا تعالےٰ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا ہے؟ ان لوگوں نے تو خدا و رسولؐ کا انکار کیا ہے۔ اور یہ کفر کی حالت میں مرے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اس وقت عمر سے فرمایا کہ تو نے تو مجھ کو اس کے جنازہ پر نماز پڑھتے دیکھا اور نہ میں اس کی قبر پر کھڑا ہوا (پھر تو مجھ پر اعتراض کیوں کرتا ہے؟) چونکہ اس کا بیٹا باایمان ہے ہم کو اس کا حق ادا کرنا ضروری تھا اسی لئے ہم چلے آئے) عمر نے کہا کہ میں خدا کے غضب اور اے جناب رسول خدا! آپ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ محمد بن المہاجر نے اپنی ماں ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں (ایک روز) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گئی اور میں نے عرض کی کہ اے فرزند رسول خدا! اللہ تعالےٰ آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ ایک مرتبہ فرقہ مرجیہ کی ایک عورت (سفر حج میں) میرے ہمراہ تھی جب قافلہ جبل آیٹن کے پاس پہنچا تو سب آدمیوں نے احرام باندھ لیا اور اس عورت نے بھی احرام باندھ لیا۔ لیکن میں نے وادی عقیق پر پہنچکر احرام باندھا۔ پس وہ عورت بولی کہ اے گروہ شیعہ! تم لوگ اس چھوٹی سی بات میں بھی عام مسلمانوں کی مخالفت کرتے

ہو کہ انہوں نے تو کوہِ اَین سے احرام باندھا اور تم نے وادیٔ عقیق سے۔ اسی طرح تم لوگ نمازِ میت میں بھی اُن کے مخالف ہو کہ وہ تو میت پر چار تکبیریں کہتے ہیں اور تم لوگ پانچ تکبیریں کہتے ہو۔ (اے مولا!) وہ عورت خدا کی قسم کھا کر یہ بات کہہ رہی تھی کہ میت پر چار ہی تکبیریں کہنی چاہئیں۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ جنابِ رسولِ خدا کا دستور یہ تھا کہ نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلی تکبیر کے بعد تشہد پڑھتے تھے۔ دوسری کے بعد صلوات۔ تیسری کے بعد عام مؤمنین کے لئے استغفار۔ چوتھی کے بعد خاص اُس میت کے لئے دعا۔ پانچویں پر ختم کر دیتے اور تشریف لے جاتے تھے۔ اور جب سے خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو منافقین کے جنازہ پر نماز پڑھنے کو (یعنی چوتھی تکبیر کے بعد خاص اُن کے لئے دعا کرنے کو) منع فرمایا تو اُس دن سے وہ جناب منافقین کی نمازِ جنازہ یوں پڑھنے لگے کہ پہلی تکبیر کے بعد تشہد دوسری کے بعد صلوات۔ تیسری کے بعد عام مؤمنین کے واسطے استغفار اور چوتھی پر ختم کر دیتے اور خاص اُس میت کے لئے دعائے مغفرت نہ فرماتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ یازدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۲۳

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جب آیہ زکوٰۃ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ماہِ مبارک رمضان میں نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو حکم دیا کہ تمام آدمیوں کو خبر دیدے کہ تم پر اللہ نے نماز کی طرح زکوٰۃ بھی واجب فرمادی ہے۔ پس منادی نے آواز دی اے مسلمانو! خدا نے تم پر اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ جو۔ گیہوں۔ خرما۔ انگور (کشمش و منقے) میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔ ان کے سوا اور چیزوں میں معافی دی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں پھر اُن مسلمانوں کے مالوں میں سے کوئی چیز جناب رسول خدا کے پاس نہیں آئی یہانتک کہ ایک سال ختم ہوگیا (اور دوسرا ماہ رمضان آگیا) پس اُن لوگوں نے روزے رکھے۔ جب عید الفطر آئی تو حضرت نے پھر منادی کو ندا کرنے کا حکم دیا۔ منادی نے (مدینہ کے) تمام مسلمانوں میں پکار دیا اے مسلمانو! اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں۔ پھر حضرت نے مال زکوٰۃ تحصیل کرنے کے لئے عاملوں اور خراج زمین وصول کرنے والوں کو اُن کے پاس بھیجا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جن لوگوں کا گمان یہ ہے کہ امام (زمانہ) آدمیوں کے مال کا محتاج ہے۔ وہ کافر ہیں بلکہ وہ خود محتاج ہیں کہ امام اُن کے مالوں کو قبول کرے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا اُن کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیلو کہ اُن کو بھی پاک کردو اور اس زکوٰۃ لینے کی وجہ سے اُن کے مال کو بڑھادو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۲۳

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب جناب امام زین العابدین علیہ السلام کسی سائل کو کچھ عطا فرماتے تھے تو اُس کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے۔ کسی نے عرض کیا اے مولا آپ کس لئے سائل کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے پاس پہنچتا ہے پھر بندہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ خدا نے ہر چیز پر ایک فرشتہ موکل کردیا ہے مگر صدقہ پر کسی کو مقرر نہیں کیا پس وہ خدا ہی کے ہاتھ میں جائیگا۔ راوی کہتا ہے میرا گمان یہ ہے کہ وہ جناب روفی یا درہم کو بوسہ دیا کرتے ہونگے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جب کسی کو کچھ صدقہ دیتے تھے تو اُس کے ہاتھ میں رکھنے کے بعد اُٹھا لیتے تھے اور بوسہ دیکر سونگھتے تھے پھر اُسی کو دیدیتے تھے۔ الخصال میں ہے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی سائل کو صدقہ دو تو اُس سے دعا کا التماس کرو کیونکہ اُس کی دعا تمہارے حق

میں قبول ہوگی اور اُس کے اپنے لئے قبول نہیں ہوگی۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ایک دن میں نے ایک دینار صدقہ میں دیا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد کیا یا علیؑ کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ صدقہ جب مومن کے ہاتھ سے نکلتا ہے تو ستر شیطانوں کے جبڑوں کو توڑ دیتا ہے۔ اور سائل کے قبضہ میں جانے سے پہلے پروردگار کے ہاتھ میں پہنچتا ہے چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ الخ کیا اُنہوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور (اُن سے) صدقات لے لیتا ہے معلےٰ ابن خنیس سے منقول ہے کہ ایک رات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام دولتسرا سے برآمد ہوئے۔ اُس وقت کچھ بوندیاں پڑ رہی تھیں پس وہ جناب بنی ساعدہ کی جھونپڑیوں کی طرف چل نکلے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ناگاہ کوئی چیز حضرتؑ کے دستِ مبارک سے چھوٹ پڑی۔ حضرت نے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَرْدُدْہُ عَلَیْنَا فرمایا یعنی میں اللہ کا نام لیتا ہوں۔ خدایا تو اس چیز کو میری طرف پھیر دے۔ اتنے میں یہ غلام بھی اُن جنابؑ تک پہنچ گیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضرتؑ نے (جوابِ سلام دیکر) فرمایا کہ تو معلےٰ ابن خنیس ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے معلےٰ ذرا اس جگہ اپنے ہاتھ سے ٹٹولو جو کچھ تمہیں ملے وہ مجھے دے دو۔ میں نے جو تلاش کیا تو روٹیاں پھیلی ہوئی پائیں۔ پس میں ایک ایک دو دو کر کے اُٹھانے لگا۔ اُن جناب کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی جس کے بوجھ سے وہ حضرتؑ تھک گئے تھے۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ یہ زنبیل حضور میرے حوالے کر دیں (میں اسے پہنچا دوں گا) حضرت نے جواب دیا اے معلےٰ (ابنِ خنیس) میں بہ نسبت تمہارے اس کام کے کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ البتہ تم میرے ہمراہ چلے چلو۔ پس ہم دونوں قبیلۂ بنی ساعدہ کے جھونپڑے پر پہنچ گئے۔ دیکھا ہم نے کہ ایک جماعت پڑی ہوئی سو رہی ہے۔ پس حضرتؑ نے آخر تک کسی کے پاس ایک روٹی کسی کے پاس دو روٹیاں چھپا دیں۔ یہانتک کہ جب وہ جناب واپس ہوئے میں نے عرض کیا اے مولا کیا انہیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے اُن کے پاس روٹیاں رکھی ہیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا نہیں۔ اگر وہ جان لیتے تو ہم پر یہ بھی لازم تھا کہ ہم روٹی کے ساتھ نمک بھی اُن کو دیتے۔ (آگاہ ہو جا کہ) خداوندِ عالم نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ہر ایک کے لئے ایک خازن مقرر کیا ہے جو اُسے محفوظ (جمع) رکھے مگر صدقہ کا حافظ خود خدا ہے۔ میرے پدر بزرگوار جب کسی کو صدقہ دیتے تھے تو سائل کے ہاتھ میں رکھ کے واپس لیتے تھے اور بوسہ دیکے سونگھتے تھے پھر اُسی سائل کو عطا فرما دیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے پھر سائل کے ہاتھ میں جاتا ہے پس مجھے یہی مناسب ہے کہ میں صدقے کو چوم لیا کروں کہ وہ خدا کے ہاتھ میں گیا ہے۔ اور (آگاہ ہو جا کہ) رات کے وقت صدقہ دینا خدا کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حسابِ (قیامت) میں آسانی پیدا کر دیتا ہے اور دن میں صدقہ دینا مال کو زیادہ کرتا ہے اور عمر کو

بڑھاتا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ دو چیزوں میں کسی کی شرکت مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ ایک وضو ہے جو میں اپنی نماز کے لئے کرتا ہوں دوسرے صدقہ ہے جو خدا کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۲۳

تفسیر قمی میں سماعہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ ایک شخص نے عرض کیا ہم کیونکر آنحضرتؐ کو رنج پہنچاتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے اعمال آنحضرتؐ کی حضور میں پیش کئے جاتے ہیں۔ پس جبکہ آنحضرتؐ کی نظر تمہارے گناہ پر پڑتی ہے تو غمگین ہو جاتے ہیں۔ پس تم لوگوں کو لازم ہے کہ جناب رسولِ خدا کو صدمہ نہ پہنچایا کرو بلکہ آنحضرتؐ کو خوش کیا کرو۔ عبداللہ بن ابان زیات (روغن فروش) غریب الغربا جناب امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے پاس ٹھیرا ہوا تھا۔ ایک دن اُس نے عرض کیا اے مولا آپ میرے حق میں اور میرے عیال کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا کیا میں تمہارے واسطے دعا نہیں کیا کرتا ہوں۔ خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب و روز میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ عبداللہ کہتا ہے۔ یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی (یعنی میری سمجھ میں نہ آئی) حضرتؑ نے فرمایا تو نے کتابِ خدا میں آیہ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ نہیں پڑھا ہے۔ مؤمنون سے واللہ علی بن ابیطالب (اور ہم آئمہ) مراد ہیں جمیل بن دراج کہتا ہے۔ چند راویوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ امام کے بارے میں کچھ کلام نہ کیا کرو۔ کیونکہ امام علیہ السلام اگرچہ اپنی والدہ گرامی کے شکم مبارک میں ہوں۔ ہر شخص کی باتوں کو سن لیتے ہیں۔ جب اُن کی ولادت ہوتی ہے تو ایک فرشتہ اُن کی دونوں آنکھوں کے مابین یہ آیت لکھ دیتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۲۶ سطر ۱) پس جب وہ منصب امامت پر فائز ہوتے ہیں تو ہر بستی میں ایک منارہ نور کا قائم کیا جاتا ہے جس کی روشنی میں بندوں کے اعمال کو وہ دیکھ لیتے ہیں۔ یزید عجلی کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا پس میں نے دریافت کیا اے مولا آیہ اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ میں مومنوں سے مراد کون ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا اس سے ہم اہل بیتِ رسالت مراد ہیں۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا اے مولا آیا بندوں کے اعمال جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک کیا تم نے قول باری تعالے اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ میں غور نہیں کیا خدا نے اپنی مخلوق پر اپنے گواہ مقرر کئے ہیں۔ عبداللہ ابن ابان کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام

علی الرضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے آقا آپ کے دوستوں میں سے ایک جماعت نے مجھے سفارشی بنایا ہے کہ آپ اُن کے حق میں دُعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا واللہ میں ہر روز اُن کے اعمال خدا کی حضور میں پیش کیا کرتا ہوں۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا ابوالخطاب یوں کہتا تھا کہ جناب رسُول خدا کے سامنے ہر پنجشنبہ کو آپ کی اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کے سامنے اُن کی کُل اُمت کے اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہر صبح کو پیش ہوتے ہیں پس تم کو بداعمالیوں سے بچنا چاہیئے اور یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ یہ کہکر حضرت خاموش ہوئے۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ مؤمنون سے حضرات ائمہ علیہم السلام مراد ہیں۔ یعقوب بن شعیب نے حضرت صادق ناطق جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں مؤمنون سے حضرات آئمہ طاہرین مراد ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ آنحضرتؐ چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ تم لوگوں میں میرا موجود رہنا میری مفارقت سے بہتر ہے اور میری مفارقت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ یہ سُن کر جابر بن عبداللہ انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ آپ کا وجود ہم لوگوں میں آپ کی رحلت سے افضل ہے لیکن آپ کا مفقود ہو جانا کیونکر بہتر ہوگا؟ حضرتؐ نے جواب دیا میرا ہونا تمہارے واسطے اس لئے اچھا ہے کہ خدا فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۸۰ سطر ۴) اس آیت میں عذاب سے مراد تلوار کا عذاب ہے۔ اب رہی میری مفارقت۔ وہ تمہارے لئے یوں اچھی ہوگی کہ تمہارے اعمال ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ اگر وہ اعمال اچھے ہونگے تو اس کا میں خدا کی جناب میں شکر ادا کیا کرونگا۔ اور اگر بُرے ہونگے تو میں تمہارے لئے استغفار کیا کرونگا۔ داؤد بن کثیر رقّی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُن جناب نے خود بخود مجھ سے ارشاد کیا کہ اے داؤد پنجشنبہ کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے۔ پس میں نے اُن عملوں میں ایک یہ عمل بھی پایا کہ تم نے اپنے فلاں چچازاد بھائی کا صلہ رحم ادا کیا (تم نے اُس کی مصیبت میں مدد کی) اس سے میں خوش ہوگیا اس لئے کہ تمہارے صلہ رحم سے مجھے معلوم ہوگیا کہ بہت جلد اُس کی زندگی تمام ہو جائیگی۔ داؤد کہتا ہے میرا ایک چچازاد بھائی بیحد دشمن خدا۔ ناصبی۔ خبیث تھا مجھے اُس کی اور اُس کے عیال کی خرابی حال اور فقر و فاقہ کی خبر پہنچی تو میں نے اُس کے پاس خورد و نوش کا سامان مکہ معظمہ کی طرف سفر کرنے سے پہلے بھیجدیا۔ پس جب میں مدینہ آیا تو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا۔ یحییٰ حلبی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے مولا کوئی حدیث

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی شان میں بیان فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا آیا تفصیل سے بیان کروں یا مجملاً؟ میں نے عرض کی مجملاً ہی سہی۔ حضرتؑ نے جواب دیا عَلِیٌّ بَابُ الْهُدٰی مَنْ تَقَدَّمَهٗ كَانَ كَافِرًا وَّ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ كَانَ كَافِرًا۔ یعنی حضرت علیؑ بن ابیطالب بابِ ہدایت ہیں جو اس دروازے سے آگے بڑھ جائے وہ بھی کافر ہے اور جو اس دروازے سے پیچھے رہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے عرض کیا اے آقا کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ حضرتؑ نے ارشاد کیا آگاہ ہو جاؤ روز قیامت عرش کی داہنی جانب ایک منبر رکھا جائیگا جس کی چوبیس ۲۴ سیڑھیاں ہونگی۔ پس جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے دستِ مبارک میں لواء الحمد لئے ہوئے تشریف لائیں گے اور اس منبر پر رونق افروز ہونگے۔ پھر تمام مخلوق اُن حضرتؑ کے سامنے پیش ہوگی جس کو وہ جناب پہچانتے ہونگے وہ تو جنت میں داخل ہوگا اور جس سے وہ حضرتؑ واقف نہ ہونگے وہ سب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا آیا کوئی آیت قرآنی اس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں تم اس قول باری تعالیٰ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ میں کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم مؤمنون سے علی بن ابیطالب علیہ السلام (اور ائمہؑ اولاد آنحضرتؐ) مراد ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۲۴

قمی نے اس آیت کا شانِ نزول یوں لکھا ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سب نے عرض کیا یا رسول اللہ! آیا آپ ہم کو اجازت دیتے ہیں کہ ہم لوگ محلہ بنی سالم میں ایک مسجد بنالیں جس میں ہمارے بیمار اور بوڑھے پھونس اور ہم لوگ بارش کی رات میں نماز پڑھ لیا کریں۔ حضرتؐ اُس وقت سفر تبوک کی تیاری میں مصروف تھے۔ مسجد بنانے کی اجازت اُن کو دیدی۔ وہ بولے۔ یا رسول اللہ ہماری آرزو یہ ہے کہ حضور وہاں تشریف لیجا کے اُس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اب تو میں سفر میں جا رہا ہوں انشاء اللہ بعد واپسی اُس مسجد میں آکر نماز پڑھونگا۔ پس جب آنجناب نے غزوۂ تبوک سے مراجعت فرمائی تو یہ آیت ابو عامر راہب اور مسجد کی مذمت میں نازل ہوئی۔ حالانکہ وہ منافقین رسول اللہ کے سامنے قسمیں کھا چکے تھے کہ ہم یہ مسجد نیکی اور صلاح کے لئے بناتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیتیں نازل فرمائیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ (اس سے مراد ہے ابو عامر راہب جو اُن لوگوں کے پاس آکر جناب رسولِ خدا کا اور آنحضرتؐ کے اصحاب کا ذکر کیا کرتا تھا) وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (اس سے مراد ہے مسجد قبا) اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو پانی سے طہارت کیا کرتے ہیں) سورۂ بقرہ کی آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا الخ کی تفسیر میں جناب امام حسن عسکریؑ

علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو بادشاہ دومۃ الجندل کا ارادہ معلوم ہوا جس کی بہت بڑی سلطنت نواحیِ عرب میں ملک شام کے متصل تھی۔ اس کے متعلق خبریں آنحضرتؐ کے پاس پہنچیں اور وہ بادشاہ جنابِ رسولِ خدا کو اصحاب سمیت قتل کرنے کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ اصحابِ جنابِ رسولِ خدا کو اسکی طرف سے خوف اور ڈر تھا۔ پھر منافقوں نے مخالفت جناب رسولِ خدا پر آپس میں اتفاق کر لیا اور سب نے ابو عامر راہب سے جس کا نام حضرتؐ نے فاسق رکھا تھا بیعت کر لی اور اُس کو اپنا امیر بنا لیا اور سب کے سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ ابو عامر راہب نے منافقین سے کہا میری رائے یہ ہے کہ میں مدینے سے چند روز کے لئے چلا جاؤں تاکہ مجھ پر الزام نہ آنے پائے اور اتنے دن غائب رہوں کہ تم لوگوں کی تدبیر پوری ہو جائے اور تم لوگ اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کو لکھ بھیجنا کہ وہ آکر مدینہ کو تباہ و برباد کر دے۔ پس خداوند عالم نے اپنے رسولؐ پر وحی بھیجی اور منافقوں کے مشورے اور اتفاق رائے سے مطلع کیا اور حکم دیا کہ آپ تبوک پر چڑھائی کریں۔ اور جناب رسولِ خدا کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی غزوہ کو تشریف لے جاتے تو غیروں سے اپنے مافی الضمیر کو پوشیدہ رکھا کرتے سوائے اس غزوۂ تبوک کے کہ اس کے متعلق آنحضرتؐ کے دل میں جو کچھ تھا وہ ظاہر فرما دیا تھا۔ اور منافقوں کو اس کا موقع دیا تھا کہ اس غزوہ کے بارے میں جو چالیں وہ چل سکیں چلیں۔ یہی غزوۂ تبوک وہ لڑائی ہے جس میں منافق ذلیل اور رسوا ہوئے۔ اور اسی جنگ میں شریک نہ ہونے کے سبب خدا نے اُن کی مذمت فرمائی ہے اور جنابِ رسولِ خدا نے وحیِ خدا تعالےٰ کو لوگوں کے سامنے بیان کیا اور یہ اظہار فرمایا کہ خدا تعالےٰ عنقریب ہم کو اکیدر پر غلبہ دیگا۔ وہ ہمارے ہاتھوں میں قید ہو جائیگا اور اس شرط پر صلح کریگا کہ ہزار اوقیہ سونا اور دو سو حلّے ماہ رجب میں اور ہزار اوقیہ سونا اور دو سو حلّے ماہ صفر میں دیتا رہے۔ اور یہ بھی خبر دے دی کہ میں اسّی دن میں بسلامت مدینہ لوٹ آؤں گا۔ نیز جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ موسےٰ نے (چلتے وقت) اپنی قوم سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور میں تم سے اسّی راتوں کا وعدہ کرتا ہوں کہ مدت مذکورہ پر تمہارے پاس بسلامت مالِ غنیمت لئے ہوئے مظفر و منصور واپس آجاؤنگا نہ وہاں کوئی لڑائی ہوگی اور نہ کسی مومن کو کوئی شکایت پیش آئیگی۔ منافقوں نے آپس میں کہا خدا کی قسم یہ آخری دفعہ ہے جس کے بعد یہ کوئی خبر نہ دیا کرینگے۔ ان کے بعض صحابی گرمی کی شدت میں ہلاک ہو جائینگے اور بعضے صحرا کی گرم ہواؤں کی وجہ سے مر جائینگے اور بعضے وہاں کا خراب اور بدمزہ پانی پی کر مر جائینگے جو اس سے بچ رہینگے وہ اکیدر کے ہاتھوں یا تو مارے جائیں گے یا زخمی ہو جائیں گے۔ پس منافقوں نے حیلہ بہانہ کر کے ہمراہ نہ جانے کی اجازت لیلی۔ کسی نے کہا مجھے گرمی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے بہانہ کیا میں بیمار ہوں۔ کسی نے اپنے عیال کی بیماری کا عذر کیا۔ غرض آنحضرتؐ نے سبھی کو اجازت دیدی۔ پس جب دوسرا دن ہوا اور حضرتؐ کا ارادہ تبوک کی طرف جانے کا مصمم ہو گیا تو منافقوں نے عمداً مدینہ کے باہر ایک مسجد بنائی۔

اُس کا نام مسجدِ ضرار رکھا۔ وہ لوگ اُس میں جمع ہوتے۔ نماز کے پیرایہ میں وہ اپنی تدبیریں اُس جگہ کیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ارادوں کو سہل طریقہ سے پورا کر سکیں۔ پھر ایک گروہ منافقوں کا جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے مکان آپ کی مسجد سے دُور ہیں اور ہم کو بغیر جماعت نماز پڑھنا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر جماعت میں حاضر ہونا بھی ہمارے امکان سے باہر ہے۔ اس لئے ہم نے ایک مسجد بنائی ہے۔ ہماری آرزو یہ ہے کہ حضور وہاں تشریف لے چلیں اور ہم لوگوں کو نماز بجماعت پڑھائیں تاکہ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ نماز پڑھ کے ہم لوگ برکت حاصل کیا کریں۔ چونکہ آنحضرتؐ کو منافقوں کے قصد اور ارادے سے خدا نے ابھی اطلاع نہیں دی تھی۔ اس وجہ سے آنحضرتؐ نے اُن کی دعوت قبول فرمائی اور حکم دیا میرا گدھا یعفور لاؤ جب وہ آگیا تو حضرتؐ اُس پر سوار ہوئے اور اُن کی مسجد کا قصد کیا لیکن ہر چند حضرتؐ نے اور اصحاب نے اُسے مسجد منافقین کی طرف ہانکا مگر وہ نہ چلا اور جب دوسری طرف کو ہنکایا تو اچھی طرح چل نکلا۔ یہ حال دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا شاید اس نے مسجد کی طرف کوئی چیز دیکھ لی ہے جبھی تو اُس طرف کا رُخ نہیں کرتا۔ اچھا میرا گھوڑا لاؤ اُس پر سوار ہو کر جاؤنگا جب گھوڑا حاضر کیا گیا آنحضرتؐ اُس پر سوار ہوئے اور مسجد منافقین کی طرف ہانکا مگر وہ بھی نہ چلا۔ پھر اصحاب نے اُسے حرکت دی لیکن اُسے بالکل جنبش نہ ہوئی۔ اور جب دوسری طرف کو چلایا تو بخوبی چل نکلا۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے بھی کوئی چیز دیکھ لی ہے کہ اس طرف جانے سے کراہت کرتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا آؤ پیدل چلیں پس جب اصحاب سمیت آنحضرتؐ نے اُس مسجد کی طرف پیدل چلنے کا قصد کیا تو سب کے سب بھاری پڑ گئے بالکل حرکت نہ کر سکے اور جب دوسری طرف کا اُنہوں نے قصد کیا تو بدن اُنکے ہلکے پڑ گئے اور دل اُن کے خوش ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت خیر المنزلت نے فرمایا خدا کو اس وقت ہمارا مسجد کی طرف جانا پسند نہیں۔ اب انہیں مہلت دو انشاء اللہ جب میں تبوک سے واپس آؤنگا تو اس معاملہ میں موافق مرضی باریتعالےٰ غور کرونگا۔ پس حضرتؐ نے تبوک کا عزم بالجزم کر دیا اور منافقوں نے یہ مشورہ کیا کہ جب یہ لوگ چلے جائیں تو باقیماندوں کی جڑ بنیاد اُکھاڑ کر پھینک دو۔ پس خداوند عالم نے جبرئیل کو خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں بھیجا۔ حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ علی الاعلےٰ بعد تحفۂ سلام ارشاد فرماتا ہے یا تو آپ تبوک جائیں اور علیؑ کو چھوڑ جائیں یا علیؑ کو بھیجدیں اور آپ مدینہ میں موجود رہیں۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا علیؑ بن ابیطالب کا یہاں رہنا مناسب ہے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کیا میں خدا و رسول کا حکم بجالانے کے لئے بسر و چشم حاضر ہوں۔ اگرچہ مجھے کسی حال میں رسول اللہ کا فراق گوارا نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہو جائے جو ہارونؑ کو موسےٰؑ سے تھا مگر (ایہا الناس) علیؑ بن ابیطالب میرے بعد نبی نہیں ہیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں راضی ہوں۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا اُتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملیگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے تمہیں تنہا ایک اُمت قرار دیا ہے جیسے حضرت

ابراہیم علیہ السّلام کو ایک اُمّت قرار دیا تھا۔ مدینہ میں تمہارا رہنا اور تمہاری ہیبت کفّار اور منافقین کو مسلمانوں پر دست درازی سے باز رکھے گی۔ پس جب حضورؐ سرورِ عالم تبوک کی طرف روانہ ہوگئے اور جناب امیرالمومنین ہمراہِ رکابِ سعادت انتساب رخصتی کے لئے مدینہ کے باہر آئے تو منافقین معاملہ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام میں بات چیت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ محمدؐ نے علیؑ بن ابیطالب کو مدینہ میں بوجہ عداوت و ملال کے چھوڑ دیا ہے۔ اس سے اُن کا بس یہی مقصود ہے کہ منافقین رات کے وقت موقع پاکر علی بن ابیطالب کو قتل کر ڈالیں۔ یہ خبر جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار ہوئی تو جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے عرض کیا یارسولؐ اللہ حضور نے سُنا جو منافقین نے میرے بارے میں کہا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم اس کی پروا نہ کرو تم بمنزلہ اُس جلد کے ہو جو میری دونوں آنکھوں کے مابین ہے۔ تم میرے نورِ نظر ہو اور تم بمنزلہ اُس روح کے ہو جو میرے بدن میں ہے۔ پس جناب سرورِ دو جہان بادشاہِ انس و جان نے اپنے اصحاب کو روانگیٔ تبوک کا حکم دیا اور جناب امیرالمومنین قاتل المشرکین مدینہ واپس آئے۔ اور اور منافقین بہت سی تدبیریں نقصان پہنچانے کی کر گزرے لیکن جنابِ امیرالمومنین علیہ السّلام کے ڈر سے وہ کچھ نہ کر سکے اور انہیں اِس بات کا خوف تھا ایسا نہ ہو کہ علیؑ بن ابیطالب ہم کو مسلمانوں کی طرفداری میں مدینہ سے مار کر نکالدیں۔ پھر اُن منافقوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس لڑائی سے وہ جناب ہرگز واپس نہ آئیں گے یہاں تک کہ جنابِ امیرالمومنین علیہ السّلام نے واقعہ بیان کیا اور خبر دیدی کہ اکیدر نے مغلوب ہوکر جنابِ رسولِ خدا سے صلح کرلی۔ پس جب جنابِ رسالت پناہؐ بسلامت مظفّر و منصور جنگ تبوک سے واپس ہوئے اور خدا نے منافقوں کے مکر کو جھوٹا کر دیا تو اُن جنابؐ نے مسجد ضرار کے پھونک دینے کا حکم دیا اور خدا نے یہ آیت وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الخ نازل فرمائی۔ امام علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوعامر راہب اس اُمّت کا مثل گوسالۂ اُمّت موسےٰ کے گوسالہ تھا۔ خدا نے اُس پر عذاب نازل کیا کہ وہ ملعون قولنج اور برص اور لقوہ اور فالج میں مبتلا رہا اور چالیس شبانہ روز عذاب دنیوی میں گرفتار رہ کر عذاب دائمی کی طرف چل بسا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۴۷

ریّان ابن صلت سے مروی ہے کہ ایک روز جنابِ علی بن موسی الرضاء علیہ السّلام مامون ملعون کے دربار میں تشریف لے گئے اُس وقت وہاں ایک گروہ علما اور فقہا اور متکلمین کا بیٹھا ہوا تھا۔ پس علما نے اُن جناب سے عترت اور امّت میں فرق اور عترت رسول کی بزرگی اور مرتبہ دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا قرآن میں بارہ جگہ لفظ اصطفا کی تفسیر سے (عترت و امّت کا فرق) معلوم ہوتا ہے۔ (عترت کا مرتبہ دیکھو) جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد سے اپنی ذرّیت یعنی عترت کے سوا سب کو نکال باہر کر دیا یہانتک کہ اصحاب اس بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسولؐ اللہ آپ نے

ہم کو تو مسجد سے نکال دیا اور اپنی عترت کو نہیں نکالا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے اختیار سے انہیں باقی نہ رہنے دیا ہے اور نہ تم کو خارج کیا ہے بلکہ اللہ نے اُن کو باقی رکھا ہے اور تم کو نکال دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا اس میں شرح اس مضمون کی یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اے علیؑ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسےٰ سے تھی۔ علماء (مخالفین) نے کہا یہ مضمون قرآن مجید میں کہاں ہے؟ جناب امام رضا علیہ السّلام نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں قرآن مجید کی آیت نکالکر تمہارے لئے تلاوت کروں؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں ضرور۔ فرمایا قول خدا تعالےٰ یہ موجود ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۴۷ سطر ۵) پس اس آیت سے ہارونؑ کی منزلت جو موسےٰ سے تھی معلوم ہوگئی اور اسی سے منزلت علیؑ بن ابیطالب علیہ السّلام کی جو جناب رسولِ خدا سے تھی معلوم ہوگئی۔ اور اس کے ماسوا قول جناب رسولِ خدا سے پوری دلیل نکلتی ہے جبکہ اُن جناب نے فرمایا آگاہ ہوجاؤ کہ اس مسجد میں کوئی شخص ماسوائے میرے اور میری آل کے جنابت کی حالت میں نہیں آسکتا۔ علمائے مخالفین نے کہا اے ابوالحسنؑ (علیؑ بن موسےٰؑ) یہ بیان اور ایسی شرح سوائے آپ اہلبیتؑ رسولؐ کے اور کسی کے پاس نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہمارے علم کا کون انکار کرسکتا ہے؟ حالانکہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا پس جو شخص شہر میں داخل ہونے کا قصد کرے اُس کو دروازے سے جانا چاہیئے۔ (سُنو) جو کچھ میں نے (اہلبیتؑ کی) فضیلت اور تقدس اور اُن کے پاک و پاکیزہ ہونے کی توضیح اور تشریح کی ہے اُس کا انکار سوائے دشمنِ خدا کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ ابنِ مغازلی شافعی نے المناقب میں حذیفہ ابنِ اسید غفاری تک راویوں کا سلسلہ پہنچا کے روایت کی ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ جب حضورؐ سرورِ عالم مدینہ میں تشریف لائے اصحابِ جناب رسولِ خدا بھی پہنچ گئے۔ اُن کے پاس مکان تو تھے ہی نہیں جن میں وہ رات بسر کیا کرتے پس وہ لوگ مسجدِ جناب رسولِ خدا میں سورہا کرتے تھے۔ اسی میں اُن کو احتلام بھی ہوجایا کرتا تھا۔ ایک دن جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا۔ کہ اب تم لوگ مسجد میں نہ سویا کرو کہ تم کو احتلام ہوجاتا ہے۔ تب اُن لوگوں نے مسجد کے چاروں طرف مکان بنالئے اور دروازے اُن مکانوں کے مسجد میں رکھے تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے معاذ بن جبل کو ابوبکر کے پاس بھیجا۔ معاذ نے دروازہ پر پکار کے کہا اے ابوبکر خدا کا حکم ہے کہ تم اپنے دروازہ کو مسجد کی طرف سے بند کرلو اور مسجد سے باہر ہوجاؤ۔ ابوبکر نے جواب دیا بہت اچھا۔ (یہ کہکر) اپنا دروازہ بند کرلیا اور مسجد سے باہر ہوگیا۔ پھر آنحضرتؐ نے معاذ بن جبل کو عمر خطاب کے پاس بھیجا۔ معاذ نے عمر سے کہا کہ جناب رسولؐ خدا کا حکم ہے کہ تم مسجد کی طرف سے اپنا دروازہ بند کرلو اور مسجد سے نکل جاؤ۔ عمر نے کہا بہت خوب مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک سوراخ مسجد

کی طرف باقی رہے۔ جو کچھ عمر نے کہا تھا وہ بعینہٖ معاذ نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ سے عرض کر دیا۔ پھر اُن جناب نے معاذ کو عثمان بن عفان کے پاس اسی حکم کے ساتھ بھیجا اور اُس زمانہ میں رقیہ (جناب خدیجۃ الکبرٰے کی تربیت کردہ بیٹی) عثمان کے نکاح میں تھیں۔ عثمان نے بھی کہدیا بسر و چشم اور دروازہ بند کر کے مسجد سے نکل آیا۔ پھر جناب حمزہؓ کے پاس یہی پیام بھیجا۔ اُنھوں نے بھی اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور یہ فرمایا کہ میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کے لئے موجود ہوں۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام اس معاملہ میں متردّد تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آیا وہ اُن لوگوں میں محسوب ہونگے جن کا مسجد میں رہنا جائز ہو یا اُن کے شمار کئے جائینگے جو نکال دئے گئے۔ حالانکہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اُن حضرتؑ کے لئے اپنے مکانوں کے بیچ میں ایک مکان بنوایا تھا۔ اور اُس کا دروازہ مسجد میں رکھا تھا۔ پس اُن جناب نے امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا اے علیؑ تم پاک و پاکیزہ ہو اس مکان میں رہو۔ یہ خبر حضرت امیر حمزہؓ کو پہنچی تو وہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ ہم کو تو مسجد سے نکالتے ہیں اور اولادِ عبد المطلب کے بچوں کو رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا چچا جان اگر میرا اختیار ہوتا تو میں آپ پر کسی کو فوقیت نہ دیتا۔ خدا کی قسم یہ مرتبہ تو علیؑ بن ابیطالب ہی کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اور آپ بھی اللہ کے اور اللہ کے رسولؐ کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کو بشارت ہو۔ آنحضرتؐ کی اس بشارت دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر حمزہؓ جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی اس منزلت نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں حسد و رشک پیدا کر دیا۔ وہ لوگ اُن جناب سے دلوں میں عداوت رکھنے لگے اور اس مرتبہ سے تمام صحابہ پر اُن جنابؑ کو فضیلت حاصل ہو گئی۔ ایک دن جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا ایُّھا النّاس علیؑ بن ابیطالب کے مسجد میں رہنے سے بہت سے آدمی اُن کے دشمن ہو گئے اور اپنے دلوں میں کینہ رکھنے لگے۔ خدا کی قسم نہ میں نے خود سے اور لوگوں کو مسجد سے نکالا ہے اور نہ علیؑ بن ابیطالب کو مسجد میں جگہ دی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ خداوندِ عالم نے جناب موسٰے اور ہارونؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں کچھ مکان بناؤ اور اپنے مکانوں کو نماز کی جگہ قرار دو اور اُن میں نماز پڑھا کرو۔ پس بمجردِ وحی جناب موسٰے نے حکم دیا کہ سوائے ہارونؑ اور ذرّیتِ ہارونؑ کے کوئی شخص اُن کی مسجد میں نہ رہے۔ اور نہ مسجد میں عورتوں سے جماع کرے اور نہ کوئی جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہو اور بیشک علیؑ بن ابیطالب کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو جنابِ موسٰے سے تھی۔ علیؑ بن ابیطالب میرا بھائی ہے۔ میں اپنے جملہ قرابت داروں سے زیادہ اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس سوائے علیؑ بن ابیطالبؑ اور اُن کی ذرّیتِ طاہرہ کے اور کسی شخص کو میری مسجد میں عورتوں سے مقاربت کرنا حلال نہیں۔ جس کسی کو میرا یہ کہنا بُرا معلوم ہو اُس کا راستہ اس طرف ہے اور دستِ مبارک سے ملکِ شام کی طرف اشارہ فرمایا۔ ابنِ مغازلی شافعی نے مناقب میں

بروایت عدی بن ثابت یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آئے اور ارشاد کیا خدا تعالےٰ نے جناب موسےٰ پر وحی کی تھی اے موسےٰ تم ایک پاک و پاکیزہ مسجد بناؤ جس میں تمہارے اور ہارونؑ کے سوا کوئی اور نہ رہنے پائے۔ (اے گروہ صحابہ) اسی طرح میری مسجد میں بھی سوائے میرے اور علیؑ بن ابیطالب اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے اور کوئی نہ رہنے پائیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۴۸

قمیؒ نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل نے جناب موسےٰ علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خدا کی درگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ ہماری بلا کو دور کردے۔ حضرت موسےٰ نے دعا کی۔ جواب میں وحی آئی اے موسےٰ! ان لوگوں کو آگے لیجاؤ۔ حضرت موسےٰ نے عرض کیا خداوندا آگے تو دریا سے قلزم ہے۔ ارشاد باری ہوا اے موسےٰ آگے بڑھ جاؤ۔ اسی طرح ہمارا حکم ہے اسکی تعمیل تم پر واجب ہے۔ یہ دریا تمہارے لئے شگافتہ ہوجائیگا۔ پس جناب موسےٰ نے بنی اسرائیل کو آگے بڑھایا۔ فرعون نے بھی اُن کا پیچھا کیا۔ قریب تھا کہ فرعون بنی اسرائیل کے قریب پہنچ جائے۔ بنی اسرائیل نے جو مڑکر دیکھا تو فرعون کو اپنے سروں پر آیا۔ موسےٰ نے دریا کو اپنے لئے شگافتہ ہونے کا حکم دیا۔ دریا سے آواز آئی میں تو (بغیر حکم خدا) شگافتہ نہیں ہوسکتا۔ بنی اسرائیل بولے اے موسےٰ! تم نے ہم کو دھوکا دیا تم نے ہمیں ہلاک کردیا۔ کاش کہ آپ ہمیں (مصر ہی میں) چھوڑ آتے کہ آلِ فرعون ہم کو غلام بنا لیتے۔ ہم لوگ گھروں سے نہ نکلتے۔ اب ہم سب کے سب یکبارگی قتل کردئے جائیں گے۔ حضرت موسےٰ نے ارشاد فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ عنقریب ہمارے لئے راہ پیدا کردیگا۔ جاہل قوم کی اس گفتگو نے موسےٰ علیہ السلام کو رنج پہنچایا۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسےٰ! ہم لوگ فرعونیوں کے پنجوں میں قید ہوا چاہتے ہیں۔ آپ نے تو یہ کہا تھا کہ ہمارے لئے دریا میں راستہ نکل آئیگا۔ اُس میں سے ہم سب گزر جائیں گے اور چلے جائیں گے۔ (دیکھئے) فرعون اور اُس کا لشکر نزدیک آگیا۔ اور آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ وہ لوگ ہم سے کتنے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ پس حضرت موسےٰ نے درگاہِ خدا میں دعا کی۔ خداوندِ عالم نے وحی کی اے موسےٰ اپنا عصا اس دریا میں مارو۔ جونہی حضرت موسےٰ نے دریا پر عصا اور دریا شگافتہ ہوگیا اور حضرت موسےٰ مع اپنی قوم کے پار اُتر گئے۔ فرعون کا لشکر جب دریا کے قریب آیا تو وہ لوگ دریا میں کشادہ راہیں دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ فرعون نے کہا میں نے ہی تو تم لوگوں کے لئے یہ راستہ بنایا ہے پس تم لوگ اسی راہ سے گزر کر جاؤ۔ جب فرعون اپنے لشکر سمیت دریا کے بیچ میں پہنچ گیا۔ خدا نے دریا کو ملجانے کا حکم دیدیا۔ دریا کے ملتے ہی وہ سب کے سب ڈوب گئے۔ پس فرعون نے ڈوبتے وقت کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ جواب دیا گیا اب تو ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو نافرمانی کرچکا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ آج ہم صرف تیرے بدن کو نجات دے کر

بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کے لئے نشانی قرار دینگے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فرعون کی ساری قوم دریا میں چلی گئی تھی۔ اُن میں سے کوئی نہ بچا۔ وہاں سے وہ سب دوزخ میں چلے گئے۔ لیکن صرف فرعون کے لاشے کو خدا نے ساحل (کنارہ) پر پھینک دیا تاکہ لوگ اُسے دیکھیں اور اُسے پہچانیں اور آئندہ لوگوں کے لئے وہ لاشہ قدرتِ خدا کی نشانی قرار پائے کہ فرعون کے ہلاک ہونے میں کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے کیونکہ اُس زمانہ کے لوگوں نے فرعون کو اپنا پروردگار سمجھ لیا تھا۔ پس خدا نے فرعون کو مُردار بنا کے ساحل پر پھینک دیا اور سب کو دکھا دیا کہ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ خدا فرماتا ہے اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ یعنی بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے بےخبر ہیں۔ نیز اسی تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جب سے فرعون غرق ہوا تھا۔ حضرت جبرئیلؑ ہر پیغمبر کے پاس مغموم و محزون آیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں بھی اُسی طرح آتے رہے لیکن جس دن آیۂ اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ لائے تو خرّم وشاداں تھے۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا اے جبرئیلؑ آج تمہاری خوشی کا کیا سبب ہے؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسُول اللہ بات یہ تھی کہ جس وقت فرعون ڈوبنے لگا اور اُس نے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ کہا تو میں نے کیچڑ کا ایک لوندا اُٹھا کے اُس کے مُنہ میں ٹھونس دیا۔ پھر میں نے کہا اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ چونکہ میں نے یہ کام بغیر حکمِ خدا کیا تھا تو مجھے اس بات کا خوف پیدا ہوا کہ اگر خدا فرعون کے حال پر رحم فرمائے تو مجھے میرے اس کئے پر عذاب دیگا۔ اسی وجہ سے میں ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ مگر اس وقت جو میں آپ کے پاس حکمِ پروردگار لیکر آیا ہوں تو اس میں وہی کلمہ موجود ہے جو میں نے فرعون سے کہا تھا۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ وہ فعل میرا مرضیٔ خدا کے موافق تھا۔ اس وجہ سے میں خوش ہوگیا اور میرا رنج وملال دُور ہوگیا۔ وہبی جناب فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ جب فرعون ڈبو دیا گیا تو حضرت موسےٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہوجانے کی خبر دی۔ مگر اُنہوں نے یہ خبر سچی نہ سمجھی۔ پس خداوندِ عالم نے فرعون کا لاشہ کنارے پر پھینک دیا تاکہ بنی اسرائیل اُس کو اپنی آنکھوں سے مُردہ دیکھ لیں۔ محمد ابن ابی عمیر نے جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا۔ قولِ باری تعالیٰ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ کا مطلب کیا ہے؟ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۹) حضرتؑ نے فرمایا قَوْلًا لَّيِّنًا سے یہ مراد ہے کہ اُس سے کلام کرنا تو اُس کی کنیت یعنی ابو مصعب کہکر اُسے مخاطب بنانا (اُس کا نام نہ لینا) فرعون کا نام ابو مصعب ولیدبن مصعب تھا۔ اور لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى سے یہ مطلب ہے کہ اس کلمہ سے خدا نے موسےٰ اور ہارُون کو فرعون کے پاس جانے پر آمادہ کیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کو یہ معلوم تھا کہ فرعون آخری عذاب دیکھے بغیر نہ ڈریگا اور نہ عبرت حاصل کریگا۔ کیا تم یہ نہیں سُنتے کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے

کہ جب فرعون ڈوبنے ہی لگا تب اُس نے یہ کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا اٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۳۴۰ سطر ۴) تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب حضرت موسےٰ دریا میں چلے گئے تو اُن کے پیچھے پیچھے فرعون بھی لشکر سمیت چل دیا مگر فرعون کا گھوڑا پانی کے اندر جانے سے جھجکا تو اُسی وقت جبرئیل گھوڑی پر سوار ہو کر آدمی کی شکل میں آموجود ہوئے۔ فرعون کے گھوڑے نے جونہی گھوڑی کو دیکھا اس کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ فرعون اور اُس کا لشکر دریا کے بیچوں بیچ پہنچ گیا تو وہ سب کے سب ڈبو دیئے گئے۔ الاختصاص میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت عبداللہ بن جندب جناب علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چھ لاکھ آدمی فرعون کے مقدمۂ لشکر میں تھے اور دو لاکھ اُن کے بعد اور لشکر کے آخری حصہ میں دس لاکھ۔ پس جب حضرت موسےٰ دریا میں پہنچ گئے تو فرعون نے لشکر سمیت اُن جناب کا پیچھا کیا۔ دریا کے پانی کو دیکھ کر فرعون کا گھوڑا ٹھٹکا۔ پس جبرئیل امین آدمی کی صورت میں مادیان پر سوار اُس کے سامنے آگئے۔ فرعون کے گھوڑے کی نگاہ جو اُس مادیان پر پڑی بے اختیار اُس کی طرف چلا اس طور سے فرعون اور اُس کا لشکر دریا میں داخل ہو گیا۔ پھر سب کے سب ڈبو دیئے گئے۔

قول مترجم۔ اس قصہ کے متعلق اور روائتیں انشاء اللہ سورۂ شعراء پارہ ۱۹ میں آئیں گی)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴۹

تفسیر قمی میں ابومسکان نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضور سرورِ عالم شبِ معراج آسمان پر تشریف لے گئے تو خدائے تعالےٰ نے جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام کی فضیلت میں وحی نازل فرمائی اور شرف و بزرگی اُن حضرتؑ کی ظاہر کی۔ جب آنحضرتؐ واپسی میں بیت المعمور پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی خاطر سے تمام انبیاء کو جمع کیا اور اُنہوں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نمازِ جماعت پڑھی اُس وقت آنحضرتؐ کے دِل میں اُس وحی کی بابت جو جناب علیؑ مرتضےٰ کی عظمت کے بارے میں نازل ہوئی تھی کچھ خیال گزرا اس پر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ج (یعنی اگر تمہیں اُس فضیلت میں جو ہم نے علیؑ کے بارے میں نازل کی ہے کچھ شبہہ ہے تو اُن نبیوں سے جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے تھے دریافت کرو۔ کہ یہ اس وقت تمہارے پاس ہی موجود ہیں) ہم نے ان کی کتابوں میں علیؑ بن ابیطالب کے ایسے ہی فضائل نازل کر دیئے ہیں جیسے تمہاری کتاب میں اُتارے ہیں) لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ امام فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ کو نہ شک ہوا اور نہ آنحضرتؐ نے کسی سے کچھ دریافت کیا۔

قول مترجم۔ جناب رسولِ خدا کے خیالِ مبارک میں جو کچھ گزرا ہوگا وہ منافقینِ اُمت کے شکوک کی

بابت گزرا ہوگا جس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ظاہراً خطاب حضرت سے ہے اور باطناً انہی واقعی شک کرنے والوں کی تہدید اور تنبیہ مراد ہے" ابراہیم بن عمر نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب ختمی منزلت صلوات اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا مجھے کچھ بھی شک نہیں ہے۔ عبدالصمد بن بشیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسول خدا معراج کے لئے بالائے آسمان تشریف لے گئے اور وہاں اپنے پروردگار سے مناجات کر چکے تو بیت المعمور کی طرف واپس آئے۔ یہ بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابل چوتھے آسمان پر ہے۔ اس جگہ خدائے تعالے نے تمام رسولوں اور نبیوں اور ملائکہ کو جمع کیا اور جبرئیل کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی۔ اور جناب رسول خدا نے سب کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیل نے عرض کیا فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ الخ۔ علامہ ابن شہر آشوب نے اس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ فرماتے ہیں کہ جب میں معراج کے لئے بالائے آسمان گیا اور چوتھے آسمان پر پہنچا تو جبرئیل نے تمام نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور فرشتوں کو جمع کر کے اذان دی پھر اقامت کہی پس میں آگے بڑھا اور سب کو نماز پڑھائی۔ پھر واپسی میں جبرئیل نے مجھ سے کہا یا رسول اللہ آپ ان سے دریافت کر لیں کہ یہ سب کس بات کی گواہی دیتے ہیں؟ (جب میں نے پوچھا) وہ سب کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں اور علی بن ابیطالب امیر المومنین ہیں۔ تفسیر ثعلبی اور اربعین خطیب میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ جب میں شب معراج آسمان پر گیا اور جبرئیل کے ہمراہ چوتھے آسمان پر پہنچا تو میں نے وہاں یاقوت سرخ کا ایک مکان دیکھا۔ جبرئیل نے کہا بیت المعمور یہی ہے جسے خدائے تعالے نے آسمان اور زمین کی خلقت سے پچاس ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ پھر جبرئیل کہنے لگے یا رسول اللہ اٹھئے اور نماز پڑھائیے۔ اور اللہ تعالے نے کل انبیاء کو جمع فرما دیا تھا۔ میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ جب آخری سلام پھیر چکا تو ایک فرشتہ حکم پروردگار سے میرے پاس آیا اور اس نے کہا اے محمد خداوند عالم بعد سلام ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ان نبیوں سے دریافت کیجئے کہ یہ لوگ آپ سے پہلے کس اعتقاد پر دنیا میں بھیجے گئے تھے؟ جب میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا ہم سب آپ کی رسالت اور علی بن ابیطالب کی ولایت پر مبعوث ہوئے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴۹

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھ سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے بیان کیا اور ان سے جبرئیل امین نے بیان کیا کہ یونس بن متے کو خدا نے تینتیس سال کی عمر میں ان کی قوم کے پاس نبی بنا کر

بھیجا۔ حضرت یونسؑ گرم مزاج تھے اور اپنی قوم کی ایذا رسانی پر بہت کم صبر کرتے تھے اور اپنی قوم سے مساوات کم کرتے تھے۔ بارِ نبوت کے تحمل میں عاجز آ گئے تھے۔ اور اُس کے بوجھ سے ایسے تھک گئے تھے جیسے تین برس کا اونٹ کا بچہ لدنے سے تھک جاتا ہے۔ تینتیس ۳۳ سال تک اپنی اُمت میں مقیم رہے۔ اور برابر لوگوں کو خدا پر ایمان کی طرف بلاتے رہے اور اپنی تصدیق اور اپنی متابعت کی رغبت دلاتے رہے۔ (اتنی ہدایت پر) ان کی قوم میں سے صرف دو آدمی ایمان لائے اور اُن کے پیرو ہوئے۔ اُن دونوں میں سے ایک کا نام روبیل تھا۔ دوسرے کا نام تنوخا۔ روبیل خاندان علم و نبوت و حکمت سے تھا اور حضرت یونسؑ کے مبعوث بہ نبوت ہونے سے پہلے سے اُن کا مصاحب تھا۔ اور تنوخا ایک مرد کم علم تھا مگر عابد و زاہد جس کی ہمیشہ عبادت میں بسر ہوتی تھی مگر عالم اور صاحب حکمت نہ تھا۔ روبیل کے پاس بہت سی بھیڑ بکریاں تھیں جن کو چرایا کرتا تھا۔ اُنہی سے اُس کی بسر اوقات ہوتی تھی اور تنوخا ہیزم فروش تھا جو اپنے سر پر لکڑیاں اٹھا کر لاتا اور بیچا کرتا۔ اور اسی پیشے سے اپنی بسر اوقات کرتا۔ روبیل کا مرتبہ اُس کے علم و حکمت اور صحبت قدیم کی وجہ سے جتنا حضرت یونسؑ کے نزدیک تھا اتنا تنوخا کا نہ تھا۔ پس جب حضرت یونسؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ میری بات نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے تو تنگ آ گئے اور اپنی ذات میں زیادہ صبر کی گنجائش نہ پائی تو خدا کی درگاہ میں شکایت کی اور شکایت میں یہ عرض کی کہ پروردگارا! تو نے مجھے اس قوم کی طرف تیس برس کی عمر میں نبی بنا کر بھیجا۔ مجھے تینتیس برس ان میں گزرے کہ میں برابر ان کو تجھ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے کی دعوت دیتا رہا ہوں اور تیرے عذاب و نکال سے ڈراتا رہا ہوں مگر یہ لوگ مجھے جھٹلاتے ہے اور مجھ پر ایمان نہ لائے۔ میری نبوت کا انکار کیا۔ میری رسالت کو حقیر جانا۔ مجھے یہ لوگ دھمکیاں دیتے ہے۔ اب مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہیں یہ قوم مجھے قتل نہ کر دے۔ لہٰذا تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ پر وحی نازل فرمائی اس قوم میں کچھ تازہ حاملہ عورتیں ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں کہ جن کے پیٹ میں بچے کی صورت بن چکی ہے۔ خلقت تمام ہو چکی ہے۔ کچھ بچے ہیں۔ کچھ بوڑھے بھی ہیں۔ کمزور مرد اور ضعیف عورتیں بھی ہیں اور کچھ بیمار و ناتوان بھی ہیں اور میں حاکم عادل ہوں۔ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ تمہاری اُمت میں بڑوں کے گناہ کے سبب سے بے گناہ چھوٹوں پر عذاب کروں۔ اے یونسؑ وہ میرے بندے اور میری مخلوق ہیں۔ میرے شہروں میں وہ آباد ہیں میں اُنہیں روزی دیتا ہوں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ابھی توقف کروں۔ میں اُن پر مہربانی کروں اور اُن کی توبہ کا منتظر رہوں۔ اے یونسؑ! میں نے تم کو تمہاری قوم کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ تم اُنکی حفاظت کرو اور اُن کے ساتھ نرمی اور رحمدلی سے پیش آؤ۔ اور انبیا کی سی مہربانی کے ساتھ اُن کو ڈھیل دو اور رسولوں کی سی دانائی کے ساتھ اُن کے اذیت دینے پر صبر کرو۔ اور تمہیں اُن کے لئے مثل علاج کرنے والے طبیب کے ہونا چاہیئے جو دواؤں کے استعمال

کا جاننے والا ہوتا ہے پس تم نے اُنکے ساتھ ناوانی کا سلوک کیا اور تم نے اُن کے دِلوں میں نرمی کو جگہ نہ دی اور رسولوں کا سا معاملہ اُن کے ساتھ نہ کیا۔ پھر تم اپنی سخت نظری کے سبب مجھ سے اُن پر عذاب نازل کرنے کا سوال کر بیٹھے۔ میرے بندہ نوحؑ کو دیکھو کہ اُس نے اپنی قوم کے ظلم وستم پر تم سے کتنا زیادہ صبر کیا۔ وہ اپنی قوم سے کِتنا اچھا برتاؤ رکھتا تھا اور میرے نزدیک وہ صبر کرکے کتنی ڈھیل سے کام لیتا تھا اور عذر خواہی میں بیحد مبالغہ کرتا تھا۔ اسی لئے جب وہ اپنی قوم پر میری خاطر غضبناک ہُوا تو میں بھی اُس کی خاطر غضبناک ہوا۔ جب اُس نے مجھ سے دُعا مانگی تو میں نے اُس کی دعا کو قبول کر لیا۔ حضرت یونسؑ نے عرض کیا پروردگارا! میں نے بھی اُن پر تیری محبت میں غصّہ کیا ہے اور جب وہ لوگ تیرے نافرمان بن گئے تو میں نے اُن کے حق میں بددعا کی ہے۔ قسم ہے تیری عزت کی میں کبھی ان پر مہربانی نہ کروں گا اور جب وہ لوگ کافر ہو چکے اور مجھے جھٹلا چکے اور میری نبوت کا انکار کر چکے تو اب میں اُن کی نصیحت کا انتظار نہ کرونگا۔ پس اب تو اُن پر اپنا عذاب نازل کر دے کہ یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ ارشاد باری ہوا۔ اے یونسؑ! یہ ایک لاکھ یا زیادہ آدمی میری مخلوق ہیں۔ میرے شہروں کو یہ آباد کرتے ہیں۔ میرے بندے ایسے پیدا ہوتے ہیں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ابھی ان کو مہلت دے دوں۔ اس مصلحت کے لئے جو مجھ کو سابق ہی سے معلوم ہے۔ اور میری تقدیر اور تدبیر پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے۔ تمہیں اُن باتوں کا علم ہی نہیں ہے۔ اے یونسؑ! تم میرے رسول ہو۔ میں حکمت والا پروردگار ہوں۔ میں عالم الغیب ہوں۔ تمہیں اس کا انجام معلوم نہیں۔ تم تو ظاہر کے جاننے والے ہو۔ باطن کے حال سے تم بیخبر ہو۔ اے یونس! میں نے تمہاری دعا کو قبول کر لیا۔ لیکن اس سے میرے نزدیک تمہارا حصّہ زیادہ نہ ہوگا۔ اور نہ یہ دعا تمہاری شان کے لائق ہے۔ اے یونسؑ شوال کے وسط میں چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے بعد اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ جاؤ۔ اُنہیں خبر دے دو۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ مژدہ سُنکر جناب یونسؑ خوش ہو گئے۔ کچھ بھی تو اُنہیں رنج نہ ہُوا مگر اُنہیں انجام معلوم نہ تھا۔ پس حضرت یونسؑ تنوخا عابد کے پاس گئے اور اُس سے بیان کیا کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ فلاں روز اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ چلو اِن لوگوں کو خبر دیدیں۔ تنوخا بولا۔ انہیں گناہوں میں پڑا رہنے دو یہانتک کہ عذاب ان پر آپڑے۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا اچھا روبیل کے پاس چلیں۔ وہ خاندانِ نبوت کا عالم اور حکیم ہے۔ دیکھو وہ اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتا ہے۔ اب دونوں روبیل کے پاس گئے۔ حضرت یونسؑ نبی نے فرمایا اے روبیل! میرے پاس وحی آئی ہے کہ وسط شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد ان لوگوں پر عذاب نازل ہوگا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ آیا اِن لوگوں کو نزولِ عذاب کی خبر دے دیں (یا کیا؟) روبیل نے عرض کیا آپ خدا کی طرف صاحب حکمت نبی اور رسولِ کریم کی مانند رجوع کریں اور واپسیٔ عذاب کی دعا مانگیں کہ خدا اُن کے عذاب سے غنی ہے اور وہ اپنے بندوں پر مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ اگر ان پر عذاب نازل ہوگا تو اس سے آپ کو نفع نہ پہنچیگا

اور نہ آپ کی پیش خدا منزلت بڑھے گی۔ شاید آپ کی قوم کسی دن ایمان لے آئے۔ اگرچہ آپ اُن کے کفر کو سُن چکے۔ اُن کے انکار کو مشاہدہ فرما چکے۔ پس آپ کچھ اور صبر فرمائیں۔ اور توقف کریں۔ تنوخا نے کہا افسوس ہے تم پر اے روبیل یہ تم کیسی رائے دیتے ہو حالانکہ وہ لوگ کافر ہو چکے۔ نبیؑ خدا کا اُنہوں نے انکار کیا اور جھٹلایا۔ گھر سے اُن کو نکالدیا۔ سنگسار کرنیکا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ روبیل نے کہا اے تنوخا چُپ رہ تو ایک مرد عابد ہے۔ علم تجھ میں بالکل نہیں۔ پھر روبیل حضرت یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا اے یونسؑ! یہ تو فرمایئے کہ جب خداوندِ عالم آپ کی قوم پر عذاب نازل کریگا تو آیا سب کو ہلاک کردیگا یا بعض کو ہلاک کرے گا اور بعض کو باقی رہنے دیگا؟ حضرت یونسؑ نے جواب دیا بلکہ اُن سب کو ہلاک کردیگا یہی میں نے خدا سے دعا کی ہے۔ میرا دل اُن پر مہربان نہیں ہے کہ میں خدا کی طرف رجوع کروں اور واپسی عذاب کی خدا سے دعا مانگوں۔ روبیل نے عرض کیا۔ اے یونسؑ کیا آپ کو یہ خبر ہے کہ اگر وہ لوگ عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں تو اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں اور (گڑگڑا کر) خدا سے بخشش کی دعا مانگیں پس خدا اُن پر رحم فرمائے کہ وہ ارحم الراحمین ہے اور عذاب کو اُن کی طرف سے پھیر دے حالانکہ آپ بدھ کے دن نازل ہونے کی خبر دے چکے ہو تو کہیئے کہ پھر آپ اُن کے نزدیک جھوٹے نہ ٹھہریں گے؟ تنوخا نے کہا اے روبیل! وائے ہو تجھ پر۔ تو نے بڑی منہ زوری کی۔ خدا نے اپنے رسول کو نزولِ عذاب کی وحی کی ہے۔ خدا کا رسول خبر دے رہا ہے کہ اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ اے روبیل! تو قولِ خدا و رسول کو رد کر رہا ہے اور قولِ رسول میں شک کرتا ہے چلا جا یہاں سے کہ تیرے سارے اعمال مٹ گئے۔ روبیل نے تنوخا سے کہا تیری عقل خراب ہوگئی (میں تجھ سے بات نہیں کرتا) پھر روبیل حضرت یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کرنے لگے خیر آپ کو اختیار ہے جو چاہیئے کیجئے) اپنی قوم پر خدا سے عذاب نازل کرایئے۔ اُس کا قول سچا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے، جب عذاب نازل ہوگا تو ساری قوم آپ کی ہلاک ہو جائے گی۔ بستیاں اُنکی اُجڑ جائینگی تو کیا آپ کا نام نبیوں کے دفتر سے خدائے تعالےٰ محو نہ فرمائیگا اور آپ کی رسالت کو نہ مٹائیگا۔ اُس وقت آپ مثل اور لوگوں کے ہو جائیں گے۔ کیا آپ کو ایک لاکھ سے زیادہ بندوں کا مرنا پسند ہے؟ حضرت یونسؑ نے روبیل کی نصیحت نہ سُنی اور تنوخا کو ساتھ لے اپنی قوم کو وحیِ خدا سے خبر دی کہ وسطِ شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ اُن لوگوں نے قولِ یونسؑ کو رد کردیا اور جھٹلایا۔ اور بُری طرح اپنی بستی سے نکال دیا۔ حضرت یونسؑ تنوخا کے ہمراہ بستی سے تھوڑی دُور جا ٹھیرے اور عذاب خدا کا انتظار کرنے لگے۔ روبیل اپنی قوم کے ہمراہ بستی میں رہا یہانتک کہ ماہِ شوال شروع ہوا تو روبیل نے ایک پہاڑی پر چڑھکے بلند آواز سے اپنی قوم کو پکارا۔ اے قوم آگاہ ہو جاؤ کہ میں روبیل ہوں اور تم پر بڑا مہربان ہوں۔ تم نے عذابِ خدا کا انکار کیا۔ اب وہ مہینہ جس میں نزولِ عذاب کی یونسؑ نبی نے خبر دی تھی شروع ہوگیا۔ اس مہینہ کے وسط میں بدھ کے دن طلوعِ آفتاب کے بعد عذاب تم پر نازل ہوگا۔ خدا اپنے

رسول سے ہرگز جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔ اب اپنی اپنی تدبیروں میں غور کرو۔ اس کلام نے سب کے دلوں کو ہلا دیا وہ سب خوفزدہ ہوگئے اور اُنکے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ بیشک ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ پس وہ سب روبیل کے گرد جمع ہوئے اور کہنے لگے اے روبیل! تم عالم اور حکیم ہو تم ہی ہم کو مشورہ دو۔ (افسوس) ہم نہ جانتے تھے کہ تم ہم لوگوں پر اس درجہ مہربان ہو۔ جو کچھ تم نے حضرت یونس کو مشورہ دیا تھا اُس کی ہمیں خبر پہنچ گئی ہے۔ اب اپنی رائے ظاہر کرو اور ہم کو حکم دو (کہ ہم اُسے بجا لائیں) روبیل نے جواب دیا بس میرے نزدیک یہی مناسب ہے اور یہی میری رائے ہے کہ (اُس دن کا) انتظار کرو اور آمادہ رہو۔ جب چہارشنبہ کی صبح وسط شوال میں طلوع کرے تو تم بچوں کو اُن کی ماؤں سے جدا کرو۔ بچے تو پہاڑ کے نیچے جنگل کی راہوں میں رہیں۔ عورتیں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی ہوں۔ یہ سب باتیں طلوعِ صبح سے پہلے پہلے طے ہو جائیں۔ پھر تم سب بوڑھے اور بچے ملکر فریاد کرو اور خوب روؤ اور خدا کی درگاہ میں رو رو کے توبہ کرو اور استغفار پڑھو اور آسمان کی طرف سر اٹھا کے یوں کہو پروردگار! بیشک ہم نے ظلم کیا اور تیرے نبی کو جھٹلایا۔ اب ہم اپنے گناہوں سے تیری جناب میں توبہ کرتے ہیں۔ اگر تو ہمیں نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ فرمائیگا تو ضرور ہم نقصان اٹھائینگے اور تیرے عذاب میں گرفتار ہو جائینگے۔ (اے ہمارے معبود!) تو ہماری توبہ قبول کر لے اور اے ارحم الراحمین! تو ہم پر رحم فرما۔ پھر جبتک آفتاب غروب نہ کرے یا عذاب دُور نہو برابر روتے پیٹتے اور غُل مچاتے رہنا۔ پس اُن لوگوں نے روبیل کی رائے پسند کر لی اور سب متفق ہوگئے کہ جو کچھ روبیل نے مشورہ دیا ہے اُسپر عمل کریں۔ جب نزولِ عذاب والا بدھ کا دن آگیا تو روبیل اُس بستی سے جدا ہو گئے اور ایسی جگہ جا بیٹھے جہاں سے اُنکی فریاد کو سنیں اور عذاب کو نازل ہوتے دیکھیں۔ جب چہارشنبہ کی صبح ظاہر ہوئی تو قوم یونس نے وہی کیا جو روبیل نے اُنہیں حکم دیا تھا۔ جس وقت آفتاب بلند ہوا تو کالی زردی مائل آندھی تیزی سے اُٹھنے لگی۔ بھیانک آوازیں اُس سے آتی تھیں۔ جونہی اُن لوگوں نے آندھی کو دیکھا سب کے سب چیخنے لگے۔ اور رو رو کے خدا کی درگاہ میں توبہ کرنے لگے اور بخشش کی دعائیں مانگنے لگے۔ بچے رو رو کر اپنی ماؤں کو ڈھونڈتے تھے۔ اور جانوروں کے بچے اپنی اپنی دودھ پلانے والی کی تلاش میں الگ غُل مچا رہے تھے۔ چارپائے اپنے گڈریوں کی تلاش میں الگ دوڑتے پھرتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیر تک مبتلا رہے۔ حضرت یونس اور تنوخا اُن کی آوازیں اور شور و فریاد سن رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ خداوندا تو ان پر عذاب کو اور سخت کر دے روبیل بھی اُن کا چیخنا چلّانا سن رہے تھے اور نازل ہونیوالا عذاب دیکھ رہے تھے اور دعا کرتے تھے خدایا تو اس عذاب کو دُور کر دے۔ پس جب ڈھل گیا اور آسمان کے دروازے کھل گئے تو پروردگار کا غضب ٹھیر گیا۔ خدائے رحمٰن نے اُن پر رحم فرمایا اور اُنکی دعا منظور کی اور اُن کی توبہ قبول فرمائی اور اُن کی خطائیں معاف کیں اور اسرافیلؑ کو وحی کی کہ اے اسرافیلؑ تم قوم یونس کے پاس جاؤ کہ اُن لوگوں نے میرے سامنے فریاد کی اور رو رو کے مجھ سے توبہ کی اور مجھ سے بخشش چاہی۔ پس میں نے اُن پر رحم کیا اور اُن کی

توبہ قبول کرلی کیونکہ میں توبہ قبول کرنیوالا مہربان خدا ہوں۔ جو بندہ میری درگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے میں اُس کی توبہ جلد قبول کرلیتا ہوں۔ میرے بندے اور میرے رسول یونسؑ نے اپنی قوم پر نزولِ عذاب کی دعا کی تھی۔ میں نے اُن پر عذاب نازل کردیا۔ اور میں معبودِ برحق ہوں۔ اپنے عہد کا سب سے زیادہ وفا کرنے والا ہوں مگر یونسؑ نے جس وقت مجھ سے اِن پر عذاب نازل کرنیکا سوال کیا تھا تو یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ میں اُن کو ہلاک بھی کردوں۔ لہذا اے اسرافیلؑ تم زمین پر اُترو اور میرے عذاب کو اِن لوگوں سے پھیر دو۔ اسرافیلؑ نے عرض کی پروردگارا! تیرا عذاب تو اُن کے کندھوں تک پہنچ چکا۔ قریب ہے کہ وہ اُن سب کو ہلاک کردے۔ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ عذاب اُن کے قریب ہوگیا ہے۔ اب میں اُس کو کہاں لیجاؤں کس طرف پھیروں؟ ارشادِ باری ہوا اے اسرافیلؑ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے فرشتوں سے کہدیا ہے کہ جب تک میرا حکم نہ پہنچے عذاب اُن پر نہ اُترنے دو۔ اے اسرافیلؑ جلد اُترو اور اُن پہاڑوں پر اور چشموں کے نکلنے کے موقعوں پر اور سیلابوں کے جاری ہونے کے مقاموں پر جو بڑے بڑے سرکش پہاڑوں پر ہیں جو دوسرے پہاڑوں کے مقابلہ میں غرور کرتے ہیں اس عذاب کو پہنچادو کہ اسکی وجہ سے اُن پہاڑوں کو ذلت حاصل ہوگی اور وہ نرم پڑ جائینگے اور جم کر لوہا بنجائینگے۔ پس اسرافیلؑ اُترے اور اپنے پروں کو پھیلا کے اُن پہاڑوں پر عذاب کو ٹپکا دیا جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا تھا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں وہ پہاڑ موصل کے اطراف میں ہیں پس قیامت تک اُن میں سے لوہا نکلتا رہیگا۔ جب قومِ یونسؑ نے دیکھا کہ عذاب اُن کے سروں سے ہٹ گیا تو سب کے سب پہاڑ کی چوٹیوں سے اُتر کر اپنے اپنے گھروں میں آگئے اور اپنی عورتوں کو اور اپنے بال بچوں کو اور اپنے مال مویشی کو جمع کر لائے اور اس بات پر خدا کا شکر بجا لائے کہ اُن سے عذاب کو ہٹا دیا۔ پس حضرت یونسؑ اور تنوخا جب پنجشنبہ کی صبح کو اُس جگہ سے جہاں وہ تھے اُٹھے تو اُنھوں نے غل و شور بند ہوجانے سے جان لیا کہ بیشک عذاب نے اُن سب پر نازل ہوکر اُن کو ہلاک کردیا۔ پس صبح سویرے سورج نکلنے کے ساتھ اُن لوگوں کا حال دیکھنے کے لئے بستی کی طرف چلے۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ لکڑہارے اور گدھے والے اور چرواہے بستی سے نکل رہے ہیں اور وہ لوگ نہایت اطمینان میں ہیں۔ یہ حال دیکھکر حضرت یونسؑ نے تنوخا سے فرمایا کہ وحی نے میری تکذیب کی۔ اس گروہ سے میرا وعدہ خلاف ہوا۔ خدا کی قسم بعد اس تکذیب کے اب یہ لوگ میرا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس یہ کہکر حضرت یونسؑ دریائے ایلہ کی طرف (بغیر حکم خدا) خفا ہوکے بھاگ نکلے۔ اس خیال سے کہ جب یہ لوگ مجھے دیکھینگے تو جھوٹا کہینگے۔ چنانچہ خداوندِ عالم اس واقعہ کی خبر آیہ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ الخ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۴ سطر ۱۰) میں دیتا ہے۔ اور تنوخا بستی میں آیا۔ روبیل سے ملاقات کی۔ روبیل نے کہا اب فرمایئے اُن دونوں رایوں میں سے کونسی حق پر تھی تمہاری یا میری۔ تنوخا نے جواب دیا آپ نے حکیم اور عالم کی سی

رائے دی۔ آپ ہی کا مشورہ ٹھیک تھا۔ میں تو ہمیشہ اپنی عبادت و پرہیزگاری کی وجہ سے اپنے کو آپ پر فضیلت دیتا تھا۔ آج آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی۔ خدا نے آپ کو علم و حکمت سے ممتاز کیا ہے۔ اس پر آپ متقی بھی ہیں۔ یہ باتیں اس عبادت اور زہد سے افضل ہیں جو بغیر علم کے ہو۔ پس یہ دونوں آپس میں مل جل کے اپنی قوم میں رہے اور حضرت یونسؑ تو اسی وقت وہاں سے خفا ہو کے چلے گئے تھے اور اُن کا پورا واقعہ اس طرح گزرا تھا جس کی خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ تک خبر دی ہے ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ حضرت یونسؑ کتنے دن قوم سے غائب رہے کہ پھر اُن میں نبوت اور رسالت کے ساتھ آئے۔ پس وہ لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن جناب کی تصدیق کی۔ حضرتؑ نے فرمایا چار ہفتے۔ ایک ہفتہ میں دریا کے کنارے پہنچے۔ دوسرے ہفتہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ تیسرا ہفتہ کدو کے درخت کے نیچے گزرا۔ چوتھے ہفتہ میں اپنی قوم کی طرف واپس آئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ آیا یہ ہفتے مہینوں کے تھے یا دنوں کے یا ساعتوں کے؟ حضرتؑ نے جواب دیا کہ اے ابو عبیدہ اُن لوگوں پر میدان میں عذاب نیمۂ شوال میں بدھ کے دن آیا تھا اسی دن وہ ہٹ گیا اور حضرت یونسؑ خفا ہو کر جمعرات کے دن چل دیئے۔ سات دن تو سمندر تک پہنچنے میں صرف ہوئے اور سات دن مچھلی کے پیٹ میں بسر ہوئے اور سات دن خالی جگہ کدو کے درخت کے نیچے پڑے رہے۔ سات روز میں اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ یہ کل اٹھائیس روز ہوئے جبکہ حضرت یونس علیہ السلام اُن لوگوں کے پاس آئے تو وہ لوگ مومن ہو گئے اور سب نے حضرت یونسؑ کو سچا جانا اور فرمانبرداری اختیار کی اسی وجہ سے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۴۹ سطر ۷) علل الشرائع میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کیا وجہ ہے کہ قوم یونسؑ سے عذاب ہٹا دیا گیا حالانکہ عذاب اُن کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ یہ حال کسی اور اُمت کا کیوں نہ ہوا؟ حضرت نے جواب دیا بات یہ ہے کہ خدا کے علم میں یہ گزر چکا تھا کہ قوم یونسؑ توبہ کریگی اس وجہ سے عذاب اُن سے روک دیا جائیگا۔ خدا نے جو حضرت یونسؑ کو پہلے سے مطلع نہ کیا (کہ عذاب آنہیں ہلاک نہ کریگا) تو اُس کا سبب یہ ہے کہ خداوند عالم کو منظور تھا کہ یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں اپنی عبادت کے لئے فارغ البال بنا دے تاکہ زیادتی ثواب اور کرامت کے وہ مستحق ہو جائیں۔ کافی میں اُنہی جناب سے منقول ہے کہ خبر عذاب دیتے وقت جبرئیلؑ نے قوم کی ہلاکت کو مستثنےٰ کر دیا تھا۔ لیکن حضرت یونسؑ نے اس کو غور سے سُنا۔ تفسیر قمی اس واقعہ کے بیان میں تفسیر عیاشی سے موافق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک تو واقعہ مختصر کر کے بیان کیا ہے دوسرے عابد کا نام بجائے تنوخا کے ملیخا لکھا ہے۔ تیسرے آخر میں کچھ اور بڑھا دیا ہے جو ہم سورۂ والصافات کی تفسیر میں انشاء اللہ درج کریں گے۔ اور اسی قصہ کا کچھ حصہ سورۂ انبیاء میں بھی آئیگا۔

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جمیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے یونسؑ کو اُنکی قوم پر مبعوث کیا۔ وہ جناب اُن لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتے تھے۔ مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہنا نہ مانتے تھے۔ پس حضرت یونسؑ نے اُن کے حق میں بددعا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اُس قوم میں (صرف) دو آدمی مسلمان تھے۔ ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا۔ ایک کا نام تنوخا اور دوسرے کا نام روبیل تھا۔ وہ عابد حضرت یونس علیہ السلام کو بددعا پر اُبھارتا تھا اور عالم روکتا تھا اور کہتا تھا اے حضرت یونسؑ آپ انہیں بددعا نہ دیجئے کیونکہ آپ کی دعا خداوند عالم قبول تو فرمالیگا مگر اُسے اپنے بندوں کا ہلاک کرنا پسند نہیں۔ پس حضرت یونسؑ نے عابد کا کہنا کیا اور عالم کی بات نہ مانی اور اُن کے حق میں دعائے بد کر ہی دی خدا نے وحی نازل فرمائی کہ فلاں سن فلاں مہینے فلاں روز اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ جب نزول عذاب کا وقت قریب آگیا حضرت یونسؑ عابد کو لئے ہوئے بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ وہ مرد عالم اُنہی لوگوں میں رہ گیا جب وہ دن آیا اور عذاب نازل ہوتا معلوم ہوا تو عالم نے اپنی قوم سے پکار کے کہا اَیُّھَا النَّاس خدا کی درگاہ میں روؤ پیٹو تاکہ وہ تم پر رحم فرمائے اور عذاب تم سے پھیر دے۔ اُن لوگوں نے کہا اب ہم کیا تدبیر کریں۔ عالم نے جواب دیا تم سب کے سب جنگل میں نکل پڑو۔ عورتوں سے اولاد کو اونٹوں اور گایوں اور بکریوں سے اُن کے بچوں کو جدا کر دو پھر رو رو کے دعا مانگو۔ پس وہ لوگ صحرا میں چلے گئے۔ عالم کی بتائی ہوئی تدبیر عمل میں لائے چیخیں مار مار کے روئے۔ خدا نے اُن پر رحم کیا۔ عذاب کو اُن سے پھیر دیا۔ وہ عذاب پہاڑوں پر گرا دیا گیا حالانکہ اُن کے قریب ہو چکا تھا۔ پس حضرت یونس علیہ السلام یہ دیکھنے کے لئے کہ اُس قوم کو خدا نے کیونکر ہلاک کیا بستی کی طرف چلے۔ دیکھا کہ کسان لوگ کھیتی کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا (اے کسانو! یہ تو بتاؤ) قوم یونسؑ نے کیا عمل کیا (جو عذاب اُن سے واپس گیا) اُن لوگوں نے جناب یونسؑ کو نہ پہچانا کہنے لگے کہ حضرت یونسؑ نے اُن کے بارے میں بددعا کی تھی۔ خدا نے اُن کی دعا قبول فرمالی۔ عذاب اُن پر نازل ہوا پس وہ لوگ سب جمع ہوئے اور رو رو کے دعا مانگی۔ خدا نے اُن پر رحم فرمایا اور عذاب اُن سے پھیر کے پہاڑوں پر ڈال دیا۔ اب وہ لوگ یونسؑ نبی کو تلاش کر رہے ہیں کہ اُن پر ایمان لائیں۔ یہ سُنکر حضرت یونسؑ کو غصہ آگیا۔ اُسی وقت مُنہ اُٹھائے خفا ہو کے (بغیر حکم خدا) چل دئے۔ جیسا کہ باریتعالیٰ نے خود اس قصہ کو بیان فرمایا ہے وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا الخ یعنی یونسؑ غصہ ہو کر چلدیئے اور دریا کے کنارے پہنچے۔ دیکھا ایک کشتی پڑی ہے لوگ اُسے چلانا چاہتے ہیں۔ یونسؑ نے آواز دی اس کشتی میں مجھے بھی بٹھالو۔ پس کشتی والوں نے اُن کو سوار کر لیا۔ جب وہ کشتی بیچوں بیچ دریا میں پہنچی خدا نے ایک بڑی مچھلی کو وہاں بھیجدیا جس نے کشتی کو سامنے سے روک لیا۔ جونہی حضرتؑ کی نظر اُس مچھلی پر پڑی کانپ اُٹھے اور کشتی کے پچھلے حصہ میں جا بیٹھے۔ مچھلی بھی اُسی طرف پہنچ گئی اور مُنہ پھاڑ کھولدیا۔ یہ حال دیکھ کر کشتی والے نکل کر کہنے لگے ضرور ہم میں کوئی نافرمان بندہ ہے۔ اُن لوگوں نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ حضرت یونسؑ کے

کے نام نکلا جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۰۷ سطر آخر)
پس کشتی والوں نے حضرت یونسؑ کو اٹھا کر دریا میں پھینکدیا۔ دریا میں گرتے ہی مچھلی انہیں نگل کے چلتی بنی۔ ایک یہودی
نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا بتایئے وہ کونسا قید خانہ ہے جو قیدی کو لئے ہوئے زمین کے
اطراف میں گھومتا رہا۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ قید خانہ ایک مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونسؑ قید کئے
گئے تھے۔ پھر وہ مچھلی دریائے قلزم میں پہنچی۔ وہاں سے دریائے مصر میں آئی۔ پھر دریائے طبرستان گئی۔
پھر دجلہ میں وارد ہوئی۔ پھر وہ زمین کے نیچے اُس مقام پر پہنچی جہاں قارون جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے
زمانے میں ہلاک ہوا تھا قید تھا۔ اُس پر خدا نے ایک فرشتہ مقرر کیا تھا جو اُسے ہر روز زمین میں ایک
قدِ آدم دھنسا دیتا تھا حضرت یونسؑ علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں خدا کی تسبیح کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے۔
جیسے ہی یہ آواز قارون نے سُنی تو اُس نے فرشتہ سے کہا آپ مجھے تھوڑی مہلت دیجئے کہ میں نے آدمی کی آواز
سُنی ہے۔ (میں اُس سے کچھ باتیں کروں) خدا نے فرشتہ کو الہام کیا کہ اسے مہلت دیدو۔ فرشتہ نے قارون
کو بات کرنے کی اجازت دی۔ قارون نے کہا تم کون ہو؟ (تمہارا کیا نام ہے؟) حضرت یونسؑ نے جواب دیا۔
میں ایک بھاگا ہوا بندہ یونسؑ بن متّےٰ ہوں۔ قارون نے کہا کہ اے حضرت یونسؑ بتایئے کہ حضرت موسےٰ بن
عمران نے جو خدا کے بارے میں شدید الغضب تھے کیا کیا؟ حضرت یونسؑ نے جواب دیا بہت دن ہوئے کہ
انہوں نے وفات پائی۔ قارون نے کہا اچھا یہ تو فرمایئے کہ حضرت ہارونؑ بن عمران جو اپنی قوم پر مہربان اور
رحمدل تھے کیا ہوئے۔ حضرت یونسؑ نے جواب دیا وہ بھی انتقال کر گئے۔ پھر قارون نے اُن سے کلثم بنت
عمران کا حال دریافت کیا جو اُس سے نامزد تھیں۔ جناب یونسؑ نے فرمایا عرصہ ہوا وہ بھی مرگئیں۔ اب کوئی آلِ
عمران سے باقی نہیں رہا۔ قارون نے کہا۔ افسوس آلِ عمران میں سے کوئی نہ بچا۔ (چونکہ قارون نے آلِ عمران
کے فنا ہو جانے کا افسوس کیا تھا اسکی جزا میں خداوندِ عالم نے نگہبان فرشتہ کو حکم دیا کہ جبتک دنیا باقی ہے
اُتنے دن قارون سے عذاب کو روک دے) پس عذاب اُس سے اٹھا دیا گیا۔ جب حضرت یونسؑ نے حال
دیکھا تو ظلمات میں عرض کیا خدایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ بیشک میں نے اپنے نفس کو ستایا (کہ بغیر تیرے حکم کے
چلا آیا) خدا نے حضرت یونسؑ کی توبہ قبول کر لی اور مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اُگل دے۔ اُس نے حضرت یونسؑ
کو دریا کے کنارے ڈالدیا درآنحالیکہ اُنکی کھال اور گوشت جاتا رہا تھا۔ خدا نے کدو کا درخت اُگایا۔ جس نے
حضرت یونسؑ کو دھوپ سے بچایا۔ کچھ دنوں حضرت یونسؑ اُس کے سایہ میں رہے۔ پس خدا نے کدو کے درخت
کو حکم دیا کہ اُن پر سے ہٹ جائے۔ دھوپ کی تیزی نے جناب یونسؑ کو بیچین کر دیا۔ خدا نے اُن کے پاس وحی
بھیجی۔ اے یونسؑ تم کو ایک لاکھ سے زیادہ پر رحم نہ آیا اور خود ایک ساعت کی اذیت میں گھبرا گئے۔ حضرت
یونسؑ نے عرض کی پروردگارا بخشدے۔ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔ پس خداوندِ عالم نے اُن کو تندرستی عطا
فرمائی۔ وہ اپنی قوم میں واپس آئے۔ وہ لوگ اُن جناب پر ایمان لائے جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَلَوْلَا كَانَتْ

قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۴۹ سطر ۱) روایت ابی الجارود میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یوں منقول ہے کہ حضرت یونسؑ تین روز مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ پس انہوں نے تین ظلمتوں میں کہ ایک ظلمت تو دریا کی تھی دوسری تاریکی رات کی تھی تیسری اندھیری مچھلی کے پیٹ کی تھی آواز دی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۵ سطر ۱) خدا نے انکی دعا قبول فرمائی۔ مچھلی نے اُن کو کنارے پر ڈال دیا۔ خدا نے سایہ کے لئے ایک کدو کی بیل اُن کے قریب اُگا دی۔ وہ حضرتؑ اُسے چوستے تھے اور اُسکے پتوں کا اپنے بدن پر سایہ کرتے تھے۔ بال اُن کے اُڑ گئے تھے۔ کھال اُنکی باریک پڑ گئی تھی۔ وہ حضرتؑ رات دن خدا کی تسبیح کرتے تھے اور رات دن اُس کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ پس جب بدن میں اُنکے قوت آگئی اور اعضا سخت ہو گئے تو خدا نے دیمک کو بھیجدیا۔ دیمک نے بیل کی جڑ کو کھا لیا جس سے وہ بیل خشک ہو گئی۔ اُس کا سوکھ جانا جناب یونسؑ پر شاق گزرا۔ اور رنجیدہ ہو گئے۔ خدا نے وحی کی اے یونسؑ تمہارے حزن و ملال کا سبب کیا ہوا؟ یونسؑ نے عرض کی پروردگارا! دیمک نے اس بیل کو جو مجھ پر اپنے پتوں سے سایہ کرتی تھی خراب کر دیا وہ سوکھ گئی۔ ارشادِ باری ہوا اے یونسؑ تم ایک درخت کے خشک ہو جانے سے جس کو نہ تم نے بویا تھا نہ اُسے تم نے سینچا تھا اور نہ تمہیں اسکی چنداں پروا تھی فقط اس لئے رنجیدہ ہو گئے کہ وہ تم پر سایہ کیا کرتی تھی مگر ایک لاکھ یا زیادہ آدمیوں کے لئے تم غمگین نہ ہوئے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اہلِ نینوا ایمان لے آئے اور پرہیزگار ہو گئے۔ اے یونسؑ تم اُن کے پاس واپس جاؤ۔ پس حضرت یونسؑ چلے۔ جب نینوا کے قریب پہنچے تو بستی میں جانے سے شرم آئی۔ ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی۔ اُس سے جناب یونسؑ نے فرمایا تو اہلِ نینوا کو خبر کر دے کہ یونسؑ آگئے چرواہا بولا آپ جھوٹ بولتے ہیں آپکو شرم نہیں آتی۔ یونسؑ تو دریا میں ڈوب کے ملکِ عدم کو چلے بھی گئے۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا اگر یہ بکری گواہی دے کہ میں یونسؑ ہوں تو تو مان لیگا؟ چرواہے نے کہا بیشک۔ حضرت یونسؑ نے عرض کیا۔ خدایا! تو اس بکری کو گویائی عطا فرما کہ وہ میرے یونسؑ ہونے کی گواہی دے۔ پس بکری نے بزبانِ فصیح کہا ہاں یہ یونسؑ خدا کے نبی ہیں۔ جب چرواہا اپنی قوم کے پاس یہ خبر لیکر آیا اور اُن سے حضرت یونسؑ کا آنا بیان کیا تو اُن لوگوں نے اُس چرواہے کو پکڑ لیا اور پیٹنے کا ارادہ کیا۔ چرواہے نے کہا جو میں کہتا ہوں۔ اُس کا میرے پاس گواہ موجود ہے وہ گواہ یہ بکری ہے جو میری سچائی اور یونسؑ کے واپس آنے کی گواہی دیگی۔ پس وہ بکری بقدرتِ خدا گویا ہوئی اور گواہی دی۔ یہ حال یہ دیکھ کر وہ لوگ تلاشِ حضرت یونسؑ میں بستی سے نکل پڑے۔ اور سب کے سب حاضرِ خدمت ہوئے اور بصدق دل ایمان لائے۔ خدا نے اُن کو عذاب سے نجات دینے کے بعد ایک مدت تک زندہ رکھا۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ دوازدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۵۵

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اے مولا اپنی بڑی سے بڑی فضیلت بیان فرمایئے۔ پس اُن جناب نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ اور ارشاد کیا کہ جناب رسولِ خدا کا شاہد میں ہوں۔ اسی کتاب کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے ایک زندیق نے کہا کہ میں تو یہ پاتا ہوں کہ خدا تعالےٰ (اپنی کتاب میں) خبر دیتا ہے کہ ہمارے نبیؐ کے بعد ایک شاہد اُنہی سے اُنکا قائم مقام ہوگا اور جو شخص آنحضرتؐ کے بعد اُنکی جگہ بیٹھا اُس نے تو مدت تک بُت پرستی کی تھی۔ (کیا وہی جناب رسولِ خدا کا شاہد تھا) حضرت نے جواب دیا قول باریتعالےٰ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے مراد خدا کی حجت ہے جس کو خدا نے اپنی مخلوق پر مقرر کیا ہے اور یہ بات اُنکو جتلادی ہے کہ نبیؐ کی جگہ کا حقدار ایسا شخص ہے جو اُن کا قائم مقام ہوسکے اور اُنکے بعد ایسا شخص اُن کا نائب ہوگا جو مثل جناب رسولِ خدا کے پاک و پاکیزہ ہوتا کہ اُس شخص کو جو نجاست کفر سے کسی وقت آلودہ ہوچکا ہے جناب رسولِ خدا کی جگہ بیٹھنا جائز نہو اور ظلم و گناہ پر اعانت کرنیوالوں کو (لاعلمی کے) عذر کا موقع نہ ملے۔ کیونکہ خداوندِ عالم نے اُس شخص پر جو کافر رہ چکا ہے عہدۂ نبوت و ولایت کو حرام فرمادیا ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ نے جناب ابراہیمؑ کے جواب میں ارشاد فرمایا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۵) اس آیت میں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ ظلم بمعنی شرک ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۵۰ سطر ۲) پس جب حضرت ابراہیمؑ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ خدا تعالےٰ کا یہ منصب بت پرستوں کو نہیں مل سکتا تو درگاہِ باری میں عرض کی وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۳ سطر ۸) آگاہ ہوجاؤ کہ جس نے منافقوں کو سچوں پر اور کفار کو مؤمنوں پر ترجیح دی اُس نے خدا پر بہت بڑا افترا کیا۔ اور بڑی تہمت لگانے کا وبال سمیٹا۔ خدائے تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تصدیق کرنے والے اور جھٹلانے والے میں اور طاہر و نجس میں اور مومن و کافر میں فرق بتادیا ہے اور یہ بھی ظاہر کردیا ہے کہ وفاتِ جناب رسولِ خدا کے بعد اُن کا عہدہ ایسے ہی شخص کو ملیگا جو اُنہی کی طرح سچا اور عادل اور پاک و پاکیزہ و افضل ہو۔ اصبغ بن بناتہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا اگر میرے لئے مسند قضا بچھادی جائے تو میں اُس پر بیٹھکر توریت والوں کو توریت کے موافق فتوے دونگا۔ انجیل والوں کا

مقدمہ انجیل کے مطابق فیصل کرونگا۔ قرآن والوں کے بکھیڑے قرآن مجید سے طے کرونگا۔ یہ میرے روشن فیصلے خدا کے پاس پہنچیں گے۔ خدا کی قسم جتنی آیتیں قرآن میں نازل ہوئی ہیں خواہ وہ دن میں آئی ہوں یا رات میں اُتری ہوں مجھے اُن سب کی شانِ نزول معلوم ہے اور جس جس کا سر اُسترے سے مونڈا گیا ہے اُس کی آیت قرآنی ضرور ہے خواہ وہ آیت اُس کو جنّت میں لے جائے یا جہنّم میں پہنچائے۔ یہ سُنکر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین بتایئے آپ کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ تو نے یہ قول باریتعالےٰ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ نہیں سُنا؟ پس جنابِ رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر تھے اور میں اُن جناب کا شاہد ہوں۔ اور اُنہی سے ہوں اور اُنکا قائم مقام ہوں۔

شیخ نے اپنی امالی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی یہ حدیث لکھی ہے کہ اُن حضرتؑ نے جمعہ کے خطبہ میں بالائے منبر ارشاد فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جانداروں کو خلق فرمایا قریش میں کوئی مرد ایسا نہیں ہے جس کے سر پر اُسترا چلا ہو مگر یہ کہ اُس کے بارے میں کوئی نہ کوئی آیت قرآنِ مجید میں ضرور نازل ہوئی ہے۔ مجھے یہ آیتیں اُسی طرح معلوم ہیں جس طرح وہ اشخاص معلوم ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیر المؤمنین آپ کی شان میں کون سی آیت ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا۔ اگر تو پوچھتا ہے تو سمجھ بھی لے اور یاد رکھ۔ کہ آئندہ میرے سوا کسی اَور سے ایسا سوال نہ کرنا۔ آیا تو نے سورۂ ہود پڑھی ہے؟ اُس نے عرض کی یا امیر المؤمنین پڑھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا قول باریتعالےٰ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ تو نے سُنا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں سُنا ہے حضرتؑ نے فرمایا اپنے پروردگار کی کھلی دلیل پر جو تھے وہ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ تھے اور جو شاہد اُن کے خاندان سے اُن کے پیچھے پیچھے آیا وہ میں ہوں۔ خدا کی قسم میں ہی جنابِ رسُولِ خدا کا گواہ ہوں۔ اور میں ہی اُن حضرتؐ کی عترت سے ہوں۔

جناب امام حسن علیہ السّلام نے معاویہ کے دربار میں ایک طویل خطبہ کے مابین ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مردم! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ تمہارے کان بھی ہیں اور دل بھی سُنو۔ ہم اہلبیتِ رسالت ہیں۔ خدا نے ہم کو شرفِ اسلام سے بزرگی بخشی۔ پھر ہمیں تمام مخلوق میں سے پسند کرکے برگزیدہ اور ممتاز فرمایا۔ اور رجس سے ہم کو دُور کردیا اور ہم کو ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ رجس کے معنی ہیں شک کرنا۔ پس ہم نہ تو خدا کے برحق ہونے میں شک کرتے ہیں اور نہ دین اسلام کے برحق ہونے میں۔ ہر طرح کے نقصان اور عیب سے خدا نے ہم کو پاک قرار دیا ہے۔ آدم علیہ السّلام سے لیکر ہم تک سب کے سب نعمتائے خدا کا بخلوص شکر ادا کرتے رہے ہیں۔ جب کبھی آدمیوں میں دو حصّے ہوئے تو خدا یتعالےٰ نے ہم کو بہترین حصّہ میں رکھا۔ یہانتک کہ خداوندِ عالم نے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور رسالت کے لئے منتخب کیا اور قرآنِ مجید اُن کے پاس بھیجا۔ پھر لوگوں کو خدا کی طرف بُلانے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے میرے والدِ ماجد نے اللہ اور اللہ کے رسُول کی یہ دعوت قبول کی اور سب سے اوّل اُنہوں نے ایمان کا اظہار کیا اور خدا و رسول کی تصدیق فرمائی۔ پس خداوندِ عالم نے اپنی کتاب میں جو جناب رسولِ خدا پر نازل ہوئی ہے ارشاد کیا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا کی کھُلی ہوئی دلیل پر تھے اور میرے پدرِ بزرگوار اُن کے گواہ تھے جو آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے (ہدایت کے لئے) آئے۔

شیخ مفید نے اپنی امالی میں بروایتِ عبّاد بن عبداللہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی یا امیر المؤمنین اس آیت "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" کی تفسیر میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرتؑ نے ارشاد کیا "مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" سے جناب رسُول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر تھے اور میں اُن جناب کا گواہ ہوں اور اُنہی کی عترت سے ہوں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُسی کی قسم قریش میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سر پہ اُسترا پھیرا گیا ہو کہ اُس کی شان میں کوئی آیت نازل نہ ہوئی ہو اور اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اہلبیتؑ کے لئے خدائے تعالےٰ نے اپنے نبیؐ اُمّی کی زبانی کیا کیا کچھ عطا فرمایا تو تم اس کو سمجھ لو کہ مجھے وہ اس قدر محبوب ہے کہ اگر میرے سامنے کا یہ میدان سونے سے بھرا ہوا ہو تو اُس کے مقابل سب ہیچ ہے۔ واللہ ہماری مثال اس اُمّت میں کشتیٔ نوحؑ کی سی ہے اور بابِ حطّہ بنی اسرائیل کی سی۔

سُلیم بن قیس ہلالی کی کتاب سے وہ گفتگو جو قیس بن سعد بن عبادہ اور معاویہ میں ہوئی نقل کی گئی ہے قیس نے کہا کہ جب حضور سرورِ عالمؐ نے وفات پائی تو انصار جمع ہو کر ابوبکر کے پاس مجتمع ہوئے۔ اور (آپس میں یہ) کہنے لگے کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ کی بیعت کئے لیتے ہیں۔ اتنے میں قریش بھی آ گئے۔ قریش نے ہمارے مقابلے میں حجتیں پیش کیں جو جناب امیر المؤمنین علیؑ بن ابیطالب اور اُنکے اہلبیتؑ پیش کرتے اور ہم لوگوں کے خلاف جناب رسُولِ خدا کے حقدار اور عزیز قریب ہونے کی حجّت سے غالب آئے۔ اس کے بعد قریش نے انصار پر بھی ظلم کیا اور آلِ محمدؐ پر بھی۔ البتہ میں بقسم کہتا ہوں کہ انصار میں سے۔ قریش میں سے۔ عرب میں سے۔ عجم میں سے کوئی بھی اس عہدہ کا مستحق نہ تھا بلکہ منصبِ خلافت سوائے علیؑ بن ابیطالب اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کے اور کسی کا حق نہ تھا یہ سُن کر معاویہ نے غضب ناک ہو کر کہا کہ اے پسرِ سعد یہ مضمون تو نے کس سے لیا اور یہ روایت تو نے کس سے سُنی۔ غالباً اپنے باپ ہی سے سُنی ہو گی اور اُسی نے بیان کی ہو گی۔ قیس نے جواب دیا کہ میں نے تو یہ روایت اُس سے سُنی ہے جو میرے باپ سے بھی بہتر ہے اور میرے باپ کی بہ نسبت اُس کا حق مجھ پر زیادہ ہے۔ معاویہ نے

پوچھا وہ کون ہے؟ قیس نے جواب دیا وہ اس اُمّت کے عالم اور اس کے ربّانی اور صدیق اور فاروق حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں جن کی شان میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ اس کے بعد جو جو آیتیں حضرتؐ کی شان میں نازل ہوئی تھیں اُس نے پڑھ کر سنائیں۔ معاویہ بولا کہ صدیق اُمّت تو ابوبکر ہے اور فاروقِ اُمّت عمر بن خطاب اور مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ سے مراد عبداللہ بن سلام ہے۔ قیس نے کہا کہ ان خطابات کا سب سے زیادہ سزاوار اور ان آیات کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کی شان میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ۔ نیز یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۹۷ سطر) اور وہ شخص ہے جسکو جناب رسولِ خدا نے غدیرِ خم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور یہ فرمایا کہ جس کا میں حاکم ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی حاکم ہے اور غزوۂ تبوک کے (جاتے) وقت فرمایا تھا کہ اے علیؑ! تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو جناب ہارونؑ کو جنابِ موسےٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

کشف الغمہ میں ہے عباد بن عبداللہ اسدی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کو بالائے منبر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ منبر کے نیچے سے ایک شخص نے عرض کی بتایئے آپ کی شان میں کونسی آیت اُتری ہے؟ حضرتؑ یہ سُنکر خفا ہوئے اور فرمایا اگر تو سب کے سامنے سوال نہ کرتا تو میں تجھے جواب نہ دیتا۔ وائے ہو تجھ پر کیا تو نے سورۂ ہود نہیں پڑھی ہے؟ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ۔ اور فرمایا کہ رسولُ اللہ خدا کی کھلی ہوئی دلیل پر تھے اور میں انہی سے ہوں اور اُن جناب کا گواہ ہوں۔

ابن شہر آشوب نے طبرسی سے اور انہوں نے راویوں کے ذریعے سے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور اصبغ بن نباتہ اور جناب امام زین العابدین اور جنابِ امام محمد باقرؑ اور جنابِ امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمؤمنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا "اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ" سے مراد جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ سے مراد میں ہوں۔

حافظ ابونعیم نے تین طریقہ سے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ "اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ" جنابِ رسولِ خدا ہیں۔ اور "یَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ" میں ہوں۔

خطیب خوارزمی نے بھی یہی لکھا ہے۔

ابن مغازلی شافعی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا

میں اپنے پروردگار کی واضح دلیل پر ہوں اور علی بن ابیطالب علیہ السلام میرے گواہ ہیں۔

ابن مغازلی شافعی نے راویوں کے ذریعہ سے علی بن حالبس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ابو مریم دونوں عبداللہ بن عطا کے پاس گئے۔ ابو مریم نے کہا اے عبداللہ تو علی بن حالبس سے وہ حدیث بیان کر دے جو تو نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی مجھے سنائی تھی۔ اس نے کہا میں اُن حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہماری طرف سے پسر عبداللہ بن سلام ہو کے گزرا۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا یہ اُسی کا بیٹا ہے جس کی شان میں آیا ہے۔ "وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" حضرت نے فرمایا نہیں وہ تو تمہارے آقا امیر المومنین علی بن ابیطالب کی مدح میں ہے جن کی شان میں بہت سی آیاتِ قرآنی آئی ہیں مثلاً "وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۰۵ سطر ۱) اور "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" اور "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۵۵ سطر ۵)

ابان بن تغلب نے مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے ابوذر غفاری اور مقداد بن اسود اور سلمان فارسی کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم لوگ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے سوائے ہمارے اور کوئی اُن جناب کے پاس موجود نہ تھا کہ یکایک غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مہاجروں کے تین گروہ حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا میرے بعد تین فرقے ہو جائینگے۔ ایک فرقہ اہل حق کا ہوگا جو ذرا بھی باطل میں آلودہ نہ ہوگا۔ اُن کی مثال سونے کی سی ہوگی کہ جتنا بھی اُسے آگ میں تپاؤ اُتنا ہی اُس کا کھرا پن کھلتا جائیگا۔ اور اس کی خوبی بڑھتی جائیگی۔ اور اُن کا امام اُس تہائی میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ وہی ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں "اِمَامًا وَّرَحْمَةً" فرمایا ہے (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۵۵ سطر ۶) دوسرا فرقہ اہل باطل کا ہوگا جس کو حق سے کچھ سروکار نہ ہوگا۔ اُن کی مثال لوہے کے زنگ کی سی ہوگی کہ جتنا اُسے آگ میں تپایا جائے اُس کا میل کچیل اور زیادہ ثابت ہو اور اُن کا امام اس دوسری تہائی میں سے ایک ہوگا۔ تیسرا فرقہ اہل ضلالت کا ہوگا۔ وہ مذبذب ہوگا نہ ادھر ہوگا نہ اُدھر۔ اُن کا امام اُس تیسری تہائی میں سے ایک ہوگا۔ مسلم کہتا ہے کہ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ وہ اہل حق اور اُن کا امام کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت علی بن ابیطالب متقیوں کے امام ہیں۔ لیکن اور دو پیشواؤں کو ظاہر نہ کیا۔ میں نے کوشش بھی کی کہ کسی طرح اُن دونوں خبیثوں کا نام بھی وہ مجھے بتا دیتے مگر انہوں نے نہ بتایا۔ اس حدیث کو خوارزم کے بڑے خطیب موفق بن احمد نے نقل کیا ہے اور ابوالفرج المعافی صحیح بخاری والے کے اُستاد نے بھی روایت کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۵۹

صالح ہروی نے حضرت علیؑ بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا! حضرت نوحؑ کے زمانہ میں تمام دنیا کیوں غرق کردی گئی۔ حالانکہ ڈوبنے والوں میں بچے اور بیگناہ لوگ بھی تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا ان میں اطفال بالکل نہ تھے اس لئے کہ خداوند عالم نے طوفان سے چالیس برس پہلے عورتوں کے رحموں کو بانجھ کردیا تھا پس اُن کی نسل قطع ہوگئی تھی اور وہ سب کے سب ڈبو دئے گئے۔ اور اُن میں کوئی طفل نہ تھا۔ خدائے عادل کے خلافِ شان ہے کہ وہ بیگناہوں پر عذاب کرے۔ اب رہے اور لوگ۔ چونکہ اُنہوں نے نبی خدا حضرت نوحؑ کو جھٹلایا تھا یا اُن کی تکذیب کرنے والوں کے فعل پر راضی ہوگئے تھے اس لئے وہ غرق کردئے گئے۔ کیونکہ جو شخص کسی امر سے غائب ہو مگر اُس پر راضی ہوجائے تو وہ مثل اُن لوگوں کے شمار کیا جائیگا جو حاضر ہو اور اُس کا مرتکب ہو۔

مفضل بن عمرو کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ابو العباس کے پاس تشریف لے چلے تو اُس وقت میں حضرتؑ کے ہمراہ کوفہ میں موجود تھا۔ جب محلہ کناسہ پر پہنچے تو حضرتؑ نے فرمایا اس جگہ میرے چچا زید کو سولی دی گئی تھی۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔ وہاں سے چلکر وہ حضرتؑ روغن فروشوں کے کوچہ میں تشریف لائے۔ یہ وہ مقام ہے کہ اس جگہ چراغ فروشوں کا سلسلہ ختم ہوا تھا۔ پس وہ جناب سواری سے اُتر پڑے اور مجھ سے فرمایا تو بھی اُتر آ۔ کیونکہ اس جگہ مسجد کوفہ تھی جسے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں اس جگہ سوار ہوکر چلوں۔ میں نے عرض کیا اے مولا! اُس مسجد کو کس نے مٹا دیا؟ حضرتؑ نے فرمایا پہلے تو طوفانِ نوحؑ نے خراب کیا۔ پھر بادشاہِ کسریٰ اور نعمان کے آدمیوں نے اُسے تباہ کیا۔ رہی سہی زیاد ابنِ ابوسفیان نے مٹا دی۔ میں نے عرض کی اے مولا! کیا کوفہ اور مسجد کوفہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں اے مفضل تھے۔ حضرت نوحؑ اور اُن کی قوم کوفہ کی سمت مغرب میں فرات کے کنارے ایک بستی میں رہتے تھے۔ اور حضرت نوحؑ بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔ پس خدا نے اُن کو برگزیدہ کیا اور اپنا نبی مقرر فرمایا حضرتؑ اُن لوگوں میں سے اوّل شخص ہیں جنہوں نے کشتی بنا کر پانی پر چلائی۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کو نو سو پچاس برس تک ہدایت کرتے رہے لیکن وہ لوگ اُن جناب سے مذاق اور مسخراپن کرتے تھے۔ پس جب حضرتِ نوحؑ کو معلوم ہوگیا (کہ اب یہ لوگ ایمان نہ لائینگے) تو اُن کے واسطے بددعا کی۔ اور درگاہِ باری میں عرض کیا پروردگارا! تو زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رکھ کہ اگر تو انہیں چھوڑ دیگا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے۔ اور کافروں کی بدکار اولاد پیدا ہوگی۔ خدا نے وحی نازل فرمائی اے نوحؑ! بہت جلد ایک بڑی کشتی تیار کرلو۔ پس حضرت نوحؑ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کوفہ میں کشتی بنانا شروع کردی جس کے لئے لکڑی بہت دُور سے لائی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اُسے بنا کے فراغت پائی۔ مفضل کہتے ہیں

چونکہ زوال ہوگیا تھا اس لئے امام علیہ السلام خاموش ہوگئے۔ پس حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور نمازِ ظہر و عصر ادا فرمائی۔ جب مسجد سے واپس ہوئے تو بائیں طرف متوجہ ہوکر دارالدایین کی جانب دستِ مبارک سے اشارہ کیا۔ یہاں بن حکیم کا مکان تھا اور اس زمانہ میں اُس جگہ فرات کا پانی جاری ہے۔ پس حضرتؑ نے فرمایا اے مفضل اس مقام پر قومِ نوحؑ نے اپنے بُت یغوث و یعوق و نسر قائم کر رکھے تھے پھر حضرتؑ تھوڑی دُور چلکر گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ میں نے عرض کی اے آقا حضرت نوحؑ نے کتنے دن میں کشتی تیار کر لی تھی؟ حضرتؑ نے فرمایا دو دَوروں میں بنا چکے تھے۔ میں نے عرض کی دو دوروں کی کتنی مقدار ہوتی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اسّی برس۔ میں نے عرض کی کہ مخالفین تو یوں کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ نے کشتی پانسو برس میں بنائی تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا حاشا وکلّا یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے "وَ وَحِینَا" (دیکھو صفحہ ۳۵۹ سطر ۴)۔

"قولِ مترجم" صاحبِ تفسیرِ صافی فرماتے ہیں کہ حدیث کے آخری فقرہ "وَوَحِینَا" میں دو احتمال ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو چیز کہ خدا کے حکم اور اُس کی تعلیم سے تیار کی جائے اُس کا زمانہ اس مُدت (پانسو سال) تک کیونکر طولانی ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مقام پر وحی کی سُرعت و عجلت کے ساتھ تفسیر کی ہے اس لئے کہ لفظ وحی اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ پس محاورہ میں کہا جاتا ہے اَوْحَا اَوْحَا۔ ممدودہ و مقصورہ دونوں کے ساتھ جس سے جلدی کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور دوسرے معنی سند کے مقام پر زیادہ چسپاں ہیں۔

مَیں نے عرض کی کہ اے مولا! یہ تو بتائیے کہ وہ تنّور تھا کہاں جس میں سے پانی اُبلا تھا اور اُس کا واقعہ کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ تنّور ایک ایماندار بڑھیا کے گھر میں تھا جس کا مکان مسجد کے دہنے حصّہ کے پیچھے قبلہ کی طرف تھا۔ میں نے عرض کی کہ اب اُس کا نشان کہاں ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ آجکل جہاں پر باب الفیل کا گوشہ ہے۔ پھر میں نے عرض کی سب سے پہلے اُسی تنّور سے پانی ظاہر ہُوا؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ قوم اپنی آنکھ سے علامتِ عذاب دیکھ لے پھر خدائے تعالےٰ نے اُن پر موسلا دھار پانی برسایا اور زمین کے کُل چشمے بھی جاری کر دئے۔ پس اُن سب کو تو خدا تعالےٰ نے ڈبو دیا اور حضرت نوحؑ کو مع اُن کے ہمراہیوں کے جو کشتی میں تھے غرق ہونے سے بچا لیا۔ میں نے عرض کیا نوح علیہ السلام کو کشتی میں کتنے دن لگے کہ پانی زمین میں جذب ہوگیا اور وہ کشتی سے برآمد ہوئے؟ حضرتؑ نے فرمایا سات شبانہ روز۔ اور حضرتؑ نے سات دن تک بیت اللہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں کشتی کوہِ جودی پر ٹھیری۔ یہ اُس دریائے فرات کا منبع ہے جو کوفہ کے پاس بہتا ہے میں نے دریافت کیا کہ اُس زمانہ میں مسجدِ کوفہ تھی؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ انبیائے خدا کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ جب حضور سرورِ عالم شبِ معراج یہاں وارد ہوئے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ اپنے پدر بزرگوار آدم علیہ السلام کی مسجد میں اُتریے کہ انبیاء علیہم السلام کا مصلّےٰ ہے۔ پس وہ جناب اُتر پڑے اور نماز پڑھی پھر

آسمان پر تشریف لیگئے۔

عبدالحمید ابن دیلم نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہمراہ کشتی میں جانوروں کے آٹھ جوڑے لئے تھے جن کی خبر خدا نے قرآن میں دی ہے ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۳۲ بسطر ۴) (کشتی میں) آٹھ جوڑے تھے دو جوڑے بھیڑ کے تھے۔ ایک اہلی جسے آدمی پالتے ہیں دوسرا وحشی جو پہاڑوں میں رہتا ہے۔ شکار اُس کا حلال ہے۔ دو جوڑے بکری کے تھے۔ ایک پالتو جسے آدمی پرورش کرتے ہیں دوسرا جنگلی وہ ہرن کا سا گلہ ہے جو صحرا میں رہتا ہے۔ گائے کے بھی دو جوڑے تھے۔ ایک پالتو دوسرا نیل گائے۔ اونٹ کے بھی دو جوڑ تھے ایک بختاتی دوسرا عربی۔ اور ہر قسم کے پرندے بھی تھے پالتو بھی اور جنگلی بھی۔ بعد اُس کے تمام زمین ڈبودی گئی (سوائے مقام بیت اللہ کے)

ابوبصیر کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خداوند عالم نے قوم نوحؑ کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا تو چالیس برس پہلے عورتوں کو بانجھ بنا دیا۔ پھر اُن میں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ پس نوح علیہ السلام کشتی تیار کر چکے تو خدا کا حکم پہنچا کہ سُریانی زبان میں آواز دو۔ جونہی حضرت نوحؑ نے پکارا سارے وحشی اور حیوان حاضر ہوگئے۔ پس حضرت نوحؑ نے حیوان کی ہر جنس سے دو دو جوڑے اپنی کشتی میں رکھ لئے اور تمام دنیا میں کل اسّی آدمی ایمان لائے تھے انکو بھی سوار کر لیا جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۰) (جب تنور نے جوش کھایا تو) ہم نے کہدیا کہ اس کشتی میں ہر ہر قسم کا ایک ایک جوڑا لے لو اور اپنے کل اہل وعیال کو سوار کر لو۔ سوائے اُن کے جن کے برخلاف پہلے ہی ہمارا حکم ہو چکا ہے۔ اور جو ایمان لایا ہے (اُسے بھی بٹھا لو) حالانکہ اُن کے ساتھ بہت ہی کم ایمان لائے تھے۔ وہ کشتی مسجد کوفہ سے جاری ہوئی تھی۔ جب قوم نوحؑ کے ہلاک ہونے کا دن آیا زوجہ نوحؑ اُس مقام پر روٹی پکا رہی تھی جو مسجد کوفہ میں فار التنور کے ساتھ معروف ہے۔ حضرت نوحؑ نے کشتی میں ہر جنس حیوان کے لئے جُدا جُدا درجے بنائے تھے۔ اُن میں ہر ایک کے کھانے پینے کا سامان بھی رکھ لیا تھا۔ جب تنور سے پانی اُبلنے لگا تو حضرت نوحؑ کی زوجہ چیخنے لگیں۔ پس حضرت نوحؑ تنور کے پاس آئے اور اُس پر مٹی رکھ کر مُہر کر دی۔ تا اینکہ تمام حیوانات کو سفینہ میں داخل کر لیا۔ پھر آپ (دوبارہ) تنور کے پاس آئے اور مہر اپنی توڑ دی اور مٹی اُس سے ہٹا دی۔ آفتاب کو گہن لگا۔ آسمان سے بغیر قطروں کا موسلا دھار پانی پڑنے لگا۔ زمین کے چشمے کھل گئے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ اس واقعہ کی یوں خبر دیتا ہے۔ "فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ

عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۶۰ سطر ۹) اُس وقت حضرت نوحؑ نے فرمایا اِرْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۶۰ سطر ۱) (جب سب لوگ سوار ہوگئے تو) کشتی چل نکلی۔ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا کہ وہ کبھی گرتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ فرمایا اے فرزند! تو بھی ہمارے ساتھ ہو جا۔ کافروں کا ساتھ نہ دے۔ اُس نے کہا میں اس پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے ڈوبنے سے بچا لیگا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا آج کے دن خدا کے عذاب سے کوئی بچنے والا نہیں ہے سوائے اُس کے جس پر خدا رحم فرمائے (جب) حضرت نوحؑ نے (اپنے بیٹے کو ڈوبتے دیکھا تو) اپنے پروردگار کو پکار کے عرض کیا اے میرے اللہ! میرا بیٹا میرے اہل میں داخل ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے نوحؑ! وہ تمہاری اولاد سے نہیں ہے کیونکہ وہ بدچلن ہے۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس بات کا تمہیں علم نہو اُس کی بابت تم مجھ سے سوال نہ کرو کہیں تم جاہلوں میں شامل نہو جاؤ۔ حضرت نوحؑ نے عرض کیا پروردگارا! ضرور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے میں ایسی بات کی درخواست کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اگر تو مجھے معاف نہ کریگا اور مجھ پر رحم نہ فرمائیگا تو میں نقصان اُٹھانیوالوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس موج اُن دونوں کے درمیان حائل ہوگئی اور نوحؑ کا بیٹا ڈوب گیا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موجوں کے تھپیڑوں نے کشتی کو چلایا یہانتک کہ وہ مکہ معظمہ پہنچی اور خانہ کعبہ کے اُس نے سات دورے کئے۔ تمام دنیا پانی میں ڈوب گئی تھی مگر خانہ کعبہ کا مقام غرق نہوا تھا اسی لئے اُس کا نام بیتِ عتیق ہوا کہ وہ ڈوبنے سے آزاد (محفوظ) کیا گیا۔ اور چالیس روز تک آسمان سے پانی پڑتا رہا اور زمین سے چشمے اُبلے۔ یہانتک کہ کشتی بلند ہوگئی اور آسمان کے دروازے کھل گئے حضرت نوحؑ نے ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگی خدایا اب تو اس پانی کو روک دے۔ پس خدائے تعالےٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی پی لے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خبر دیتا ہے۔ کہا گیا اے زمین تو اپنے پانی کو نگل لے۔ اور اے آسمان تو رُک جا۔ تمام پانی سُکھا دیا گیا۔ معاملہ طے کر دیا گیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھیر گئی۔ زمین نے اپنے پانی کو اُتار لیا۔ جب ہی آسمان کے پانی نے اُس میں داخل ہونا چاہا تو زمین نے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں اپنا پانی کھینچ لوں۔ پس آسمان کا پانی روئے زمین پر باقی رہ گیا اور کشتی نوحؑ کوہِ جودی پر جو موصل کے قریب ایک بڑا پہاڑ ہے ٹھیر گئی۔ پس خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ امین کو بھیجا اُنہوں نے وہ پانی اُن سمندروں میں پہنچا دیا جو دنیا کے گرداگرد ہیں۔ حضرت نوحؑ کو یہ حکم ہوا اے نوحؑ! تم اور جو گروہ تمہارے ساتھ ہے کشتی سے اُترو کہ تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں اور اُنہی میں سے کچھ گروہ ایسے ہونگے جن کو ہم عنقریب نفع پہنچائیں گے۔ پھر ہماری طرف سے اُن کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ پس نوح علیہ السلام

اسّی آدمیوں سمیت موصل میں کشتی سے اُتر پڑے اور بلدۃ الثمانین اُسی جگہ آباد کیا۔

قمّی نے طوفانِ نوحؑ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نوحؑ اپنی قوم کو تین سَو برس تک خدا کی طرف بُلاتے رہے اور ہدایت کرتے رہے مگر کسی نے اُن کا کہا نہ مانا۔ پس اُن جناب نے اُن لوگوں پر دعائے بد کرنے کا ارادہ کیا تو طلوعِ آفتاب کے قریب فرشتوں کے بارہ ہزار گروہ پہلے آسمان سے اُن کے پاس آموجود ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے ارشاد کیا تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا ہم بارہ ہزار گروہِ ملائکہ آسمانِ اوّل کے رہنے والے ہیں۔ آسمانِ دنیا کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور اسی قدر زمین سے آسمانِ دنیا تک فاصلہ ہے۔ طلوعِ صبح کے وقت ہم وہاں سے چلے تھے اس وقت ہم آپ کے پاس پہنچ گئے۔ ہم سب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو بددعا نہ کریں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا میں نے اُن کو تین سَو برس کی مہلت دی۔ پس جب چھ سَو سال گذر گئے اور یہہ لوگ ایمان نہ لائے تو ان پر بددعا کرنے کا قصد کیا۔ اتنے میں دوسرے آسمان سے بارہ ہزار فرشتوں کی جماعت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آنجنابؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا ہم بارہ ہزار قبیلے دوسرے آسمان کے ہیں (یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ) دوسرے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور اسی قدر آسمانِ دنیا سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔ آسمانِ دنیا کی موٹائی بھی پانسو برس میں طے ہوتی ہے۔ اور اتنی ہی مسافت آسمانِ دنیا سے زمین تک ہے۔ ہم سب طلوعِ آفتاب کے وقت وہاں سے چلے تھے۔ چاشت کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہماری استدعا آپ سے یہ ہے کہ آپ اپنی قوم کے لئے بد دعا نہ فرمائیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا میں نے اُن کو تین سَو برس کی اور مہلت دی جب نو سَو برس ہو گئے اور وہ ایمان نہ لائے تو اُن کے لئے بددعا کا قصد کیا۔ خدا نے حضرت نوحؑ کو وحی کی۔ اے نوحؑ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے وہ لا چکے اب کوئی بھی ایمان نہ لائیگا۔ پس جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں اُس سے تم رنجیدہ نہ ہو۔ اُس وقت نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار تو زمین پر کافروں سے کسی ایک بسنے والے کو بھی نہ چھوڑ۔ کہ اگر تو اُن کو چھوڑ دیگا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے۔ اور بدکار کفّار اُن کی اولاد میں پیدا ہونگے۔ پس خدا نے حکم دیا اے نوحؑ! تم خرمے کے درخت لگاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی وہ حضرتؑ خرمے کے درخت لگانے میں مصروف ہو گئے۔ اُن کی قوم کے لوگ اُدھر سے گزرتے تھے۔ اور مسخراپن اور مذاق کرتے تھے۔ اور وہ لوگ کہتے تھے اس بوڑھے کو دیکھو کہ نو سو برس کی عمر میں اب باغ لگانے بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ملاعنہ اُن جناب پر پتھر مارتے تھے۔ پس جب پچاس برس اور گزر گئے۔ خرمے کے درخت بڑے ہو کر اپنی مراد کو پہنچ گئے تو خدا نے اُن کے کاٹنے کا حکم دیا۔ (یہ حال دیکھ کر) اُنہوں نے ہنسی اُڑائی کہ یہ درخت تو رسیدہ ہو گئے تھے (انہیں کیوں برباد کر دیا) اس واقعہ کی خدا خبر دیتا ہے کہ جب قومِ نوحؑ اُنکی طرف سے گزرتی تھی تو اُن سے

مسخراپن کیا کرتی تھی۔ حضرت نوحؑ نے اُن سے کہا اگر تم ہم سے ہنسی کرتے ہو (کروکسی وقت) ہم بھی تم سے یونہی ہنسی کریں گے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ پس خدا نے حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور تعلیم کے لئے جبرئیلؑ کو اُن کے پاس بھیج دیا اور زمین میں اُس کشتی کا طول بارہ سو ہاتھ کا تھا۔ اور اُس کا عرض آٹھ سو ہاتھ اور اُونچائی اسّی ہاتھ کی تھی۔ نوح علیہ السلام نے درگاہِ خدا میں عرض کی اے میرے پروردگار کشتی کے بنانے میں کون میری مدد کریگا؟ ارشاد باری ہوا اے نوحؑ اپنی قوم سے کہو جو ہماری کشتی کے بنانے میں ہاتھ بٹائیگا اور بڑھئی کا کام کرے گا تو اُسے چاندی اور سونا مزدوری میں ملے گا۔ نوحؑ نے اپنی قوم کو یہی آواز دی وہ لوگ مزدوری کے لئے آگئے کام بھی کرتے تھے اور مزاح بھی اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ خشکی میں کشتی بناتے ہیں۔

الاکمال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر عذاب نازل ہونے کی خدا سے درخواست کی تو خدا نے جبرئیلؑ کو اُن کے پاس بھیجا۔ جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے۔ اُن کے ساتھ خرمے کی سات گٹھلیاں تھیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا نبی اللہ خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یہ لوگ میری مخلوق اور بندے ہیں۔ میں ان کو اپنے عذاب سے اُس وقت ہلاک کروں گا کہ ان کو دوبارہ ہدایت کی جائے اور ان پر حجت تمام کردی جائے۔ پس اب تم اپنی قوم کی نصیحت میں پھر کوشش کرو میں تمہیں اس کا ثواب دونگا۔ اور تم یہ گٹھلیاں بودو کہ تم کو ان کے بنانے اور رسیدہ ہونے اور پھل لانے کے زمانے تک اس مصیبت سے نجات اور رہائی حاصل ہوگی اور تم اس کی اُن لوگوں کو بھی خوشخبری دے دو جو تم پر ایمان لائے ہیں۔ پس جب درختوں کے کلّے پھوٹے اور سخت ہوگئے اور کمال کو پہنچ گئے اور بہت دنوں کے بعد اس پر پھل لگے تو حضرت نوحؑ نے خدائے تعالےٰ سے وعدہ ایفائی کی درخواست کی۔ ارشادِ باری ہوا اب تم ان درختوں کی گٹھلیاں لگاؤ۔ کچھ زمانہ تک اور صبر کرو اس قوم کو مکرر ہدایت کرکے حجت تمام کرلو۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے لوگوں کو خبر دی (کہ اب کی دفعہ عذاب آئیگا) یہ خبر سُنکر تین سو آدمی مُرتد ہوگئے (ایمان سے پھر گئے) اور کہنے لگے کہ نوحؑ کا دعوےٰ سچا ہوتا تو اُس کا پروردگار وعدہ خلافی نہ کرتا۔ پس خداوندِ عالم ہر دفعہ نیا باغ لگانے کا حکم دیتا رہا۔ یہانتک کہ سات مرتبہ باغ لگائے اور ہر دفعہ ایمانداروں میں سے ایک ایک گروہ مُرتد ہوتا رہا۔ تا اینکہ ستّر آدمی اسلام پر باقی رہ گئے۔ اُس وقت خداوندِ عالم نے وحی کی۔ اے نوحؑ اب رات اور دن میں فرق ہوگیا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے حق ظاہر ہوگیا۔ جن کی اصلیت بُری تھی وہ دین سے پھر گئے۔ پس اگر میں اُس وقت کفّار کو ہلاک کردیتا تو یہ مُرتد ہونے والے جو (ظاہر میں) ایمان لاچکے تھے باقی رہ جاتے تو میں نے تم سے تمہاری قوم کے خالص مومنوں اور توحید کے ماننے والوں کے لئے جو وعدہ کیا تھا وہ کیسے ٹھیک ہوتا کہ میں تمہاری نبوّت

کے ماننے والوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا۔ اور دین کے اظہار کی انہیں قدرت دوں گا۔ اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دوں گا تاکہ شرک و کفر کے دُور ہونے سے وہ میری اچھی طرح عبادت کر سکیں۔ پس جبکہ میں اُن مرتدوں کے ضعفِ اعتقاد اور خباثتِ طینت اور بد باطنی سے جس کا انجام نفاق اور طرح بہ طرح کی گمراہی ہے بخوبی واقف تھا تو ایسے لوگوں کو کیونکر خلیفہ بناتا اور کیسے قدرت و امان دیتا اور جبکہ خلیفہ بناتے وقت مؤمنین کو حکومت ملنے کی اُن کو خبر ہو جاتی تو مؤمنین کے دشمن انہیں ہلاک کر دیتے۔ اُس وقت ظالموں کی بُری سیمیں رواج پا جاتیں۔ اور اُن کا نفاق مستحکم ہو جاتا۔ اُن کے دلوں کی گمراہی کا رنج ہیجان میں آتا۔ اپنے بھائیوں سے کھلم کھلا عداوت رکھتے اور طلبِ حکومت و ریاست پر اُن سے لڑتے۔ پھر کیونکر مومنین کو اجرائے دین پر قدرت ہوتی اور لڑائی جھگڑوں میں فتنہ و فساد برپا ہونے میں ہرگز اُن کا فرمان جاری نہ ہوتا۔ پس اب تم ہمارے روبرو ہماری وحی کے موافق کشتی تیار کر لو۔

قمی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جبکہ خداوندِ عالم نے قوم نوحؑ کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو چالیس برس پہلے عورتوں کو بانجھ بنا دیا۔ اس عرصہ میں کوئی بچہ پیدا نہوا پس جب حضرت نوحؑ کشتی بنا چکے تو حکمِ خدا ہوا اے نوحؑ! اب تم سُریانی زبان میں ایک آواز لگاؤ کہ تمام جانور تمہارے پاس آ جائینگے۔ جونہی اُن جناب نے آواز دی سارے حیوانات آموجود ہوئے پس حضرت نوحؑ نے ہر جنس میں سے سوائے بلی اور چوہے کے دو دو جوڑے کشتی میں بٹھا لئے۔ جب آدمیوں نے جانوروں کے گوبر اور پیشاب اور فضلۂ انسان کی جنابِ نوحؑ سے شکایت کی تو اُن حضرت نے سؤر کو بُلا کر اُس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ اُسے چھینک آئی تو اُس کی ناک سے (بقدرتِ خدا) ایک جوڑا چوہے کا گر پڑا۔ پس جب چوہوں کی نسل پھیلی اور وہ نقصان دینے لگے تو یہ حال اُن لوگوں نے جنابِ نوحؑ سے بیان کیا۔ حضرتؑ نے شیر کو طلب فرما کے اُس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ کے پھیرتے ہی اُسے چھینک آئی تو اُس کی ناک سے ایک جوڑا بلی کا (بقدرتِ خدا) نکل پڑا۔ دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت نوحؑ سے فضلہ کے بکثرت ہو جانے کی شکایت کی تو اُن جناب نے ہاتھی کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا کہ چھینک کے ساتھ سؤر کا جوڑا اُس کی ناک سے نکل پڑا۔

علل الشرائع میں ہے جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے کسی نے پوچھا یا امیر المؤمنین کیا وجہ ہے کہ بھیڑ کی شرمگاہ برہنہ ہے اور دُم اُس کی چھوٹی ہے (اور دُنبہ کے چکتی ہوتی ہے) حضرتؑ نے فرمایا جس وقت نوح علیہ السلام نے بھیڑ کو کشتی میں داخل کرنا چاہا تو یہ رُک گئی پھر اُسے دھکیلا تو اُس کی دُم ٹوٹ گئی۔ اور دُنبہ جلدی سے کشتی میں چلا گیا۔ حضرت نوحؑ نے اُس کی شرمگاہ پر ہاتھ پھیرا۔ پس اُس کی دُم کی جگہ چکتی نمودار ہو گئی۔

اور کوئی آیت معلوم نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ سب سے زیادہ اُمیدوار بنانے والی کتابِ خدا میں یہ آیت ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۷۳ سطر ۲) حضور سرورِ عالمؐ نے یہ آیت پوری تلاوت کر کے ارشاد کیا اے علیؑ! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے برحق بشیر و نذیر مقرر کیا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے اعضائے وضو کے گناہ گر جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے ظاہر و باطن کو (خدا کی طرف) متوجہ کرتا ہے تو جس وقت وہ اپنی نماز کو تمام کرے گا تو گناہوں سے اس طرح باہر آئے گا گویا اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ کرے گا تو دوسری نماز میں اُس کی وہی حالت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اُن جناب نے پانچوں نمازیں شمار کیں۔ اور فرمایا اے علیؑ! یہ پنج وقتہ نماز میری اُمت کے لئے اُس نہرِ جاری کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی ہو پس تم سمجھ لو کہ جس کے بدن میں میل کچیل ہو اور وہ ایک دن میں پانچ مرتبہ اُس میں نہائے تو کیا اُس کے بدن میں میل باقی رہے گا؟ خدا کی قسم اسی طرح میری اُمت کو یہ پانچ وقت کی نماز (بشرطِ قبولیت) گناہوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

سماعہ بن مہران کہتا ہے کہ ایک پہاڑی آدمی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص کو بادشاہ (جابر) کے ملازموں سے کچھ مال ہاتھ لگا۔ پس کچھ تو اُس نے صدقہ میں دیا اور کچھ مال اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا اور کچھ حجِ بیت اللہ میں صرف کیا تاکہ اُس کے گناہ معاف ہوں اور (ہر کام کے وقت) اس آیت کو پڑھ دیتا تھا "اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ" حضرتؑ نے فرمایا (یہ اُس نے خطا کی) گناہ سے گناہ دُور نہیں ہو سکتا بلکہ نیکی سے بدی زائل ہوتی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۷

غرض جب برادرانِ یوسفؑ کو یقین ہو گیا کہ اب یعقوب علیہ السلام نہ آئیں گے تو وہ سب کے سب حضرت یوسفؑ کو ایک بن میں (کنجان) درختوں کے نیچے لائے اور کہنے لگے۔ اس درخت کے نیچے اسے مار کر ڈال دیں کہ رات کو بھیڑیا آ کر کھا جائے گا۔ بڑے بھائی (یہودا) نے کہا یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ تمہیں کچھ ایسا ہی کرنا ہے تو کسی گہرے کنوئیں میں اسے پھینک دو کہ اُسے کوئی راہگیر اُٹھا لے جائے گا۔ پس وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو ایک کنوئیں پر لائے اور اُن کو اُس کنوئیں میں دھکیل دیا۔ اُن کا گمان یہ تھا کہ یوسفؑ اُس کے پانی میں ڈوب جائیں گے۔ مگر جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچے تو اپنے بھائیوں کو آواز دے کر بولے کہ اے اولادِ روبین! تم میرے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو میرا اسلام کہدینا۔ جس وقت اُن کے کان میں یوسفؑ کی آواز پہنچی۔ تو

اور کوئی آیت معلوم نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ سب سے زیادہ اُمیدوار بنانے والی کتابِ خدا میں یہ آیت ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۷۳ سطر ۲) حضور سرورِ عالمؐ نے یہ آیت پوری تلاوت کر کے ارشاد کیا اے علیؑ! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے برحق بشیر و نذیر مقرر کیا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے اعضائے وضو کے گناہ گر جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے ظاہر و باطن کو (خدا کی طرف) متوجہ کرتا ہے تو جس وقت وہ اپنی نماز کو تمام کرے گا تو گناہوں سے اس طرح باہر آئے گا گویا اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ کرے گا تو دوسری نماز میں اُس کی وہی حالت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اُن جناب نے پانچوں نمازیں شمار کیں۔ اور فرمایا اے علیؑ! یہ پنج وقتہ نماز میری اُمت کے لئے اُس نہرِ جاری کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی ہو پس تم سمجھ لو کہ جس کے بدن میں میل کچیل ہو اور وہ ایک دن میں پانچ مرتبہ اُس میں نہائے تو کیا اُس کے بدن میں میل باقی رہے گا؟ خدا کی قسم اسی طرح میری اُمت کو یہ پانچ وقت کی نماز (بشرطِ قبولیت) گناہوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

سماعہ بن مہران کہتا ہے کہ ایک پہاڑی آدمی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص کو بادشاہ (جابر) کے ملازموں سے کچھ مال ہاتھ لگا۔ پس کچھ تو اُس نے صدقہ میں دیا اور کچھ مال اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا اور کچھ حجِ بیت اللہ میں صرف کیا تاکہ اُس کے گناہ معاف ہوں اور (ہر کام کے وقت) اس آیت کو پڑھ دیتا تھا "اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ" حضرتؑ نے فرمایا (یہ اُس نے خطا کی) گناہ سے گناہ دُور نہیں ہو سکتا بلکہ نیکی سے بدی زائل ہوتی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۷

غرض جب برادرانِ یوسفؑ کو یقین ہو گیا کہ اب یعقوب علیہ السلام نہ آئیں گے تو وہ سب کے سب حضرت یوسفؑ کو ایک بن میں (کنجان) درختوں کے نیچے لائے اور کہنے لگے۔ اس درخت کے نیچے اسے مار کر ڈال دیں کہ رات کو بھیڑیا آ کر کھا جائے گا۔ بڑے بھائی (یہودا) نے کہا یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ تمہیں کچھ ایسا ہی کرنا ہے تو کسی گہرے کنوئیں میں اسے پھینک دو کہ اُسے کوئی راہگیر اُٹھا لے جائے گا۔ پس وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو ایک کنوئیں پر لائے اور اُن کو اُس کنوئیں میں دھکیل دیا۔ اُن کا گمان یہ تھا کہ یوسفؑ اُس کے پانی میں ڈوب جائیں گے۔ مگر جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچے تو اپنے بھائیوں کو آواز دے کر بولے کہ اے اولادِ روبین! تم میرے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو میرا اسلام کہدینا۔ جس وقت اُن کے کان میں یوسفؑ کی آواز پہنچی۔ تو

ہی، نہایت تیزی سے اُترا اور ایسے وقت میں ابراہیمؑ کو جا لیا کہ وہ آگ اور ہوا کے مابین تھے۔ پس میں نے عرض کیا اے ابراہیمؑ! اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا خدا سے ضرور ہے مگر تم سے نہیں۔ دوسرے اُس دن جبکہ ابراہیمؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کے ذبح کرنے پر مامور ہوئے تو بھی مجھے حکم ہوا۔ اے جبرئیلؑ! جلد جا۔ اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تمہارے پہنچنے سے پہلے اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری چل گئی تو میں تمہارا نام فرشتوں کے دفتر سے مٹا دوں گا۔ پس میں جلدی سے اُترا۔ اور چھری کو اُلٹ کر دنبہ اُس کے نیچے ڈال دیا۔ تیسرے اُس دن کہ یوسفؑ کنوئیں میں پھینکے گئے۔ میرے پاس خدا کی وحی آئی۔ اے جبرئیلؑ! یوسفؑ کی جلد خبر لو۔ اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تمہارے جانے سے پہلے یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا۔ تو میں تمہارا نام دفترِ ملائکہ سے محو کر دوں گا۔ پس میں بہت جلد اُترا اور ہوا میں یوسفؑ کو جا لیا اور ایک پتھر پر جو کنوئیں کی تہ میں تھا یوسفؑ کو بآرام بٹھا دیا۔ اور بہ سلامت اُن کو اُتار دیا۔ پس میں تھک گیا۔ (یا رسولؐ اللہ) اُس کنوئیں میں سانپ اور اژدہے بہت تھے جس وقت انہیں یوسفؑ کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپس میں کہنے لگے خبردار اب نہ نکلنا کہ نبیؑ کریم یہاں نازل ہوا ہے اور ہمارے مکان میں اُترا ہے۔ یہ سُنکر کوئی بھی اپنے بھٹوں سے باہر نہ نکلا۔ مگر ایک اژدہا برآمد ہوا۔ اور یوسفؑ کے ڈسنے کا ارادہ کیا تو میں اُن پر چلایا جس کی وجہ سے اُن کے کان قیامت تک کے واسطے بہرے ہو گئے۔

کسی کے جواب میں عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں ٹھیر گئے اور موذی جانوروں سے وہ مطمئن ہو گئے تو اپنے بھائیوں کو آواز دے کر کہنے لگے ہر شخص اپنی موت کے وقت وصیت کیا کرتا ہے۔ میں بھی تم سے وصیت کرتا ہوں کہ جب تم اپنے مکان کو واپس جاؤ تو میری تنہائی کو اور جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تو وحشت کو۔ جب تم کھانا کھاؤ تو میری بھوک کو اور جب پانی پیو تو میری پیاس کو اور جب تم کسی جوان کو دیکھو تو میری نوجوانی کو یاد کر لینا۔ جبرئیلؑ نے کہا اے یوسفؑ خاموش ہو جاؤ (ایسی باتیں نہ کرو بلکہ) خدا سے دعا مانگو اور کہو۔ "یَا کَاشِفَ کُلِّ کُرْبَةٍ وَّ یَا مُجِیْبَ کُلِّ دَعْوَةٍ وَّ یَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَّ یَا حَافِرَ کُلِّ بَلْوٰی وَ یَا مُؤْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّ یَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّ شَاهِدَ کُلِّ نَجْوٰی اَسْئَلُكَ بِحَقِّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا وَّ اَنْ تَجْعَلَ فِیْ قَلْبِیْ حُبَّكَ حَتّٰی لَا یَكُوْنَ لِیْ هَمٌّ وَّ شُغْلٌ سِوَاكَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" (اے دُکھ درد کے دُور کرنے والے! اے دعا کے قبول کرنے والے! اے شکستہ کو جوڑنے والے! اے ہر بلاؤں میں حاضر! اے تنہا کے مونس! اے مسافر و آوارہ وطن کے ساتھی! اے مناجات کے وقت موجود لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ کا صدقہ دے کر میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے کام میں خوشی عطا کر۔ اور

مجھے یہاں سے نکال۔ اور اے کل مہربانوں سے زیادہ مہربان! تو اپنی رحمت سے میرے دل میں اپنی محبت اتنی ڈال دے کہ مجھے تیری یاد کے سوا کوئی فکر و شغل نہ ہونے پائے۔ پس فرشتوں نے درگاہِ خدا میں عرض کی اے ہمارے پروردگار! ہم دعا اور آواز کو سن رہے ہیں۔ یہ آواز تو کسی نبیؑ کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ دعا بھی کسی نبیؑ کی دعا ہے۔ ارشادِ باری ہوا۔ یہ میرا نبی یوسفؑ ہے جو دعا کرتا ہے۔ خدا نے جبرئیلؑ کو وحی کی۔ اے جبرئیلؑ یوسفؑ سے کہہ دو لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ضرور بالضرور (ایک وقت) اُن کا یہ فعل تم خود اُن کو جتلاؤ گے اور وہ پہچانتے نہ ہونگے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ سیزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۹۳

تفسیر قمی میں جناب امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے جب عزیز مصر (قطفیر) قحط کے زمانہ میں مر گیا تو اس کی زوجہ زلیخا مفلس اور محتاج ہو گئی یہانتک کہ بھیک مانگنے لگی۔ لوگوں نے اس سے کہا کس لئے تو عزیز مصر (یوسفؑ) کے راستہ پر نہیں جا بیٹھتی ہے (وہ تجھے کچھ دے دینگے۔ تیرے حالِ زار پر رحم کھائینگے) اس زمانہ میں مصر کے بادشاہ کو عزیز مصر کہا کرتے تھے اسی سبب سے جناب یوسفؑ کا بھی لقب عزیز مصر ہو گیا زلیخا نے جواب دیا (میں کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں) مجھے تو حیا آتی ہے۔ غرض ان لوگوں کے بار بار کہنے سننے سے ایک دن زلیخا گزرگاہِ حضرت یوسفؑ پر جا بیٹھی۔ اتنے میں ان جناب کی سواری نہایت شان و شوکت سے اس طرف ہو کر گزری۔ زلیخا ان حضرتؑ کا تزک و احتشام دیکھکر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی

سُبْحَانَ الَّذِیْ جَعَلَ الْمُلُوْکَ بِالْمَعْصِیَۃِ عَبِیْدًا وَجَعَلَ الْعَبِیْدَ بِالطَّاعَۃِ مُلُوْکًا۔

(منزہ ہے وہ اللہ جس نے بادشاہوں کو بہ سبب ان کی نافرمانی کے غلام بنا دیا اور غلاموں کو بوجہ اطاعت و فرمانبرداری کے بادشاہ بنا دیا) (یہ سنکر) حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تو وہی (زلیخا) ہے؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے زلیخا تجھے مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ زلیخا نے جواب دیا (واہ جناب!) اب میں بڑھیا ہو گئی تو مجھ سے آپ پوچھتے ہیں۔ کیوں آپ میری ہنسی اڑاتے ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا۔ زلیخا نے کہا آپ مجھ سے ضرور دل لگی کرتے ہیں۔ جناب یوسفؑ نے فرمایا اچھا میرے مکان پر آؤ۔ غرض زلیخا حسب ارشاد دولتسرائے جناب یوسفؑ میں حاضر ہوئی۔ اس وقت زلیخا بہت بڑھیا ہو گئی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا آیا زلیخا تو نے فلاں فلاں حرکت میرے ساتھ نہیں کی تھی؟ زلیخا نے جواب دیا اے نبیٔ خدا! آپ مجھے بجل فرمائیں ملامت نہ کریں کہ میں اس وقت تین بلاؤں میں مبتلا تھی کہ آج تک کوئی ان میں گرفتار نہیں ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے دریافت کیا وہ بلائیں کیا تھیں؟ زلیخا نے جواب دیا ایک تو آپ کی محبت تھی کہ خدا نے تمام عالم میں کوئی شخص آپکی نظیر پیدا نہیں کیا۔ دوسرے میری صورت ایسی تھی کہ تمام ملکِ مصر میں مجھ سے زیادہ کوئی عورت حسینہ و جمیلہ نہ تھی۔ اور نہ کسی کے پاس مال اس کثرت سے تھا جو (افسوس ہے کہ) مجھ سے چھن گیا۔ تیسری بلا یہ تھی کہ میرا شوہر نامرد تھا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ اے زلیخا اب تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے کہا آپ خدا سے دعا فرمائیے کہ مجھے دوبارہ جوان کر دے۔ پس ان جناب نے درگاہِ خدا میں دعا مانگی۔

دعا اُن کی قبول ہوگئی۔ زلیخا پھر سے جوان ہوگئی۔ پھر حضرت یوسفؑ نے اُس سے نکاح کر لیا اور اُسے باکرہ پایا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۰۵

تفسیر برہان میں فضل بن یسار سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ علم دو قسم کا ہے۔ ایک وہ ہے جو تمام مخلوق سے پوشیدہ ہے۔ خدا کے سوا کوئی اس پر اطلاع نہیں رکھتا۔ دوسرا علم وہ ہے جو خدا نے اپنے فرشتوں اور رسولوں کو سکھا دیا ہے۔ پس جو باتیں خدائے تعالےٰ نے اپنے فرشتوں اور نبیوں کو بتا دی ہیں وہ ضرور ہونگی اُن کے متعلق نہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہوگا نہ وہ فرشتے اور انبیاء جھوٹے پڑینگے۔ اور جو علم خدا کے پاس مخزون ہے اس میں سے خدا تعالےٰ جس چیز کو چاہے مقدم کر دے اور جس کو چاہے مؤخر کر دے۔ اور جو چاہے ثابت و برقرار رکھے۔

ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو انبیاء کے نام بتائے اور اُن کی عمروں سے اطلاع دی۔ جب حضرت داؤد نبیؑ کے نام کی نوبت آئی اور آدم علیہ السلام نے اُن کی دنیاوی زندگانی چالیس برس کی پائی تو درگاہ خدا میں عرض کی اے میرے پروردگار داؤدؑ کی عمر کتنی کم ہے اور میری عمر کتنی زیادہ ہے۔ پروردگار اگر میں اپنی عمر میں سے تیس برس داؤدؑ کو دیدوں تو آیا تو اُس کی زندگی میں تیس برس اور بڑھا دیگا؟ فرمایا ہاں اے آدم ایسا ہی ہوگا۔ اس پر اُنہوں نے عرض کی کہ خداوندا تو میں نے اپنی عمر میں سے تیس برس اس کو دئے تو اس کی بابت حکم نافذ فرما دے۔ یہ تیس برس اس کی عمر میں بڑھا اور میری عمر میں سے کم کر دے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے تیس برس زیادہ کر دئے اور وہ اُن کے لئے ثبت ہوگئے۔ حالانکہ پہلے اُن کے لئے اس سے کہ زندگی ثابت ہو چکی تھی۔ قول باریتعالےٰ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی خدا نے وہ زندگی جو آدم علیہ السلام کے لئے ثابت کی تھی محو کر دی اور جتنی عمر داؤد علیہ السلام کے واسطے نہ تھی وہ بڑھا دی۔ امامؑ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کی حیات پوری ہو چکی اور ملک الموت اُن کی قبض روح کے لئے آئے تو حضرت آدمؑ نے فرمایا اے ملک الموت! ابھی تو میری عمر میں سے تیس برس باقی ہیں (ابھی سے تم کیوں آگئے؟) ملک الموت نے عرض کیا اے آدمؑ! جب آپ وادئے روحا میں تھے اور آپ کے سامنے انبیاء کے نام اور اُن کی عمریں پیش ہوئی تھیں تو کیا آپ نے اپنی عمر میں سے تیس برس کم کر کے اپنے فرزند داؤدؑ کو نہیں دئے تھے۔ حضرت آدمؑ نے جواب دیا یہ تو مجھے یاد نہیں۔ ملک الموت نے کہا اے آدمؑ! کیا آپ انکار کرتے ہیں (یاد تو کیجئے) کیا آپ نے خدا تعالےٰ سے یہ درخواست نہیں کی تھی کہ تیس برس میری عمر سے منہا کر کے داؤدؑ کی عمر میں بڑھا دے۔

پس خدا نے (آپ کی سفارش کے بموجب) تیس برس کتاب زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے قائم کر دے اور کتاب ذکر میں آپ کی عمر میں سے تیس محو فرما دئے۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہاں لکھا ہے لاؤ مجھے بھی تو معلوم ہو جائے۔ امامؑ نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اپنے یاد نہ رہنے کا سچا عذر کیا تھا یہ اُن کا انکار نہ تھا اور اُسی دن سے خدا نے اپنے بندوں کو حکم دیدیا۔ کہ جب آپس میں مقررہ وقت کے لئے قرض کا لین دین یا کوئی اور معاملہ کیا کریں تو لکھ لیا کریں۔ کیونکہ حضرت آدمؑ اپنے معاملہ کو بھول گئے تھے اور انہوں نے کہدیا تھا۔ کہ میں نے تو اقرار نہیں کیا تھا۔

تفسیر عیاشی میں ایوب بن نوح سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں مدینہ میں جناب امام حسن عسکریؑ کی حضور میں حاضر تھا۔ اُن حضرتؑ نے بغیر میرے سوال کے خود ہی مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ایوب! خداوند عالم نے اپنے نبیوں میں سے کسی کو اُس وقت تک شرف نبوت سے مشرف نہیں فرمایا جب تک کہ اُن سے تین باتوں کا اقرار نہ لے لیا۔ اول یہ کہ گواہی دیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دوسرے یہ کہ خدا کے لئے کسی کو شریک نہ مانیں۔ تیسرے یہ (عقیدہ رکھیں) کہ خدا قادر ہے۔ اُسے اختیار ہے جس وقت جس چیز کو چاہے مقدم کر دے اور جس کو چاہے مؤخر کر دے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف پھیل جائیگا تو اُن میں اُس وقت تک چلا جائیگا جب تک کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام ظہور نہ فرمائیں۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا حضرتؑ نے فرمایا شب قدر میں ملائکہ اور لکھنے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُس سال میں جو کچھ ہونیوالا ہے اور بندوں پر جو کچھ گزرنیوالی ہے وہ سب لکھ لیتے ہیں مگر بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو مشیت خدا پر موقوف ہیں۔ پس اُن میں سے (موافق مصلحت) جس کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تاخیر میں ڈال دیتا ہے۔ اور کسی چیز کو مٹا دیتا ہے اور کسی کو قائم کر دیتا ہے اور حقیقی نوشتہ اُسی کے پاس ہے۔

زرارہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کتاب خدا میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمہارے سامنے گزشتہ اور آئندہ قیامت تک کی خبریں بیان کر دیتا۔ میں نے عرض کی وہ کونسی آیت ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ ج وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ ۝

فضیل بن یسار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو یقینی ہو کے رہینگی۔ اور بعض ایسی ہیں جو مشروط ہیں۔ خدا کے نزدیک کسی چیز پر موقوف ہیں۔ اُن میں سے جس کو چاہتا ہے مقدم یا مؤخر کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محو یا ثابت کر دیتا ہے۔ اُن امور پر خدا نے کسی کو اطلاع نہیں دی ہے لیکن جو باتیں رسولوں نے (بغیر کسی

قید کے) خدا کی طرف سے پہنچائیں۔ اور بیان کیں وہ ضرور بالضرور ہونیوالی ہیں۔ ان میں ردّ و بدل کر کے خدا اپنے نبی کو اور فرشتوں کو اور اپنے آپ کو جھوٹا نہ کریگا۔

ابن سنان نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں خدائے تعالےٰ جس چیز کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔ اُسے ہر چیز کا علم ہے۔ خدا جس کام کا ارادہ کرتا ہے کرنے سے پہلے ہی وہ علم خدا میں ہوتا ہے۔ جن جن چیزوں میں خدا کو مصلحت پیش آتی ہے۔ خدا کو اُن مصلحتوں کا پہلے ہی سے علم ہوتا ہے کیونکہ جہالت اُس پر محال ہے۔

عمار بن موسےٰ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اس کتاب سے مراد ایک ایسا نوشتہ ہے جس میں سے خدا تعالےٰ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم فرما دیتا ہے۔ اسی لئے دعا کی وجہ سے قضا پلٹ جاتی ہے۔ اور یہ بھی اُس میں لکھا ہوگا کہ فلاں دعا سے یہ قضا ٹل جائیگی۔ مگر جو باتیں اُم الکتاب (لوحِ محفوظ) میں ہوں تو ان میں کسی دعا کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں (میرے سامنے) محمد بن صالح ارمنی نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس آیت یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا محو تو وہی چیز کی جائیگی جو پہلے سے ہو اور ثابت وہی چیز کی جائیگی جو پیشتر سے نہ ہو۔ (ابو ہاشم کہتے ہیں) میں نے اپنے جی میں کہا یہ تو (مقولہ) ہشام کے بالکل خلاف ہے تاوقتیکہ کوئی چیز ہونہ جائیگی اُس کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔ پس وہ جناب میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (آگاہ ہو جا) کہ خدائے جبار تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا عالم تھا اور اس میں پیدا کرنے کی قدرت اُس وقت موجود تھی جبتک کہ کوئی چیز پیدا ہی نہیں فرمائی تھی اور وہ پرورش کرنے والا اُس وقت بھی تھا جبکہ کوئی ایسا وجود موجود نہ تھا جس کی پرورش فرماتا اور قادر وہ اس سے پہلے تھا کہ اُن چیزوں کا ظہور ہو جن پر اُس کا قدرت رکھنا ثابت ہو سکے (ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ تقریر سُنکر) میں نے عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حجتِ خدا اور اُس کے عادل ولی ہیں اور آپ امیرالمؤمنین کے قدم بقدم ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۱۴

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ملکِ شام کے ایک صحرا میں مقیم تھے۔ حضرت ہاجرہؑ کے بطنِ مبارک سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تو حضرت سارہؑ کو اس بات کا بیحد رنج و ملال ہوا کہ میرے تو ابھی تک کوئی اولاد نہ ہوئی (ہاجرہؑ کے لڑکا بھی ہوگیا) جناب سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کو ہاجرہؑ کے بارے میں بہت ایذا دیتی تھیں اور غمگین رکھتی تھیں۔ ایک دن خدا کی درگاہ میں حضرت

ابراہیمؑ نے اس امر کی شکایت کی۔ ارشادِ باری ہوا اے ابراہیمؑ! عورت کی مثال ٹیڑھی پسلی کی سی ہے۔ اگر تم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اُس سے فائدہ اُٹھاؤ گے۔ اور اگر اُسے سیدھا کرو گے تو وہ ٹوٹ جائیگی۔ (اچھا) اب تم یہاں سے اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کو لیجاؤ۔ جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار کہاں لیجاؤں؟ ارشاد ہوا میرے حرم میں لیجاؤ جسے میں نے جائے امن قرار دیا ہے۔ اور زمین کے حصّوں میں سب سے پہلے اُس کی زمین کو میں نے پیدا کیا ہے اور وہ سرزمین مکّہ ہے۔ پس جبرئیلؑ براق لیکر حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و ہاجرہؑ کو اُس پر سوار کیا۔ راہ میں جہاں کہیں حضرت ابراہیمؑ سرسبز و شاداب زمین جس میں باغ اور کھیتی دیکھتے تھے تو فرماتے تھے اے جبرئیلؑ! کیا یہیں کا حکم ہوا ہے۔ جبرئیلؑ عرض کرتے تھے نہیں ابھی چلے چلئے۔ یہاں تک کہ زمینِ مکّہ پر پہنچے اور خانۂ کعبہ کی جگہ سواری روک دی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ چلتے وقت سارہؑ سے عہد کر آئے تھے کہ مرکب سے بغیر اُترے ہوئے واپس آجاؤنگا۔ اس لئے اُن جنابؑ نے ہاجرہؑ و اسمٰعیلؑ کو اُتار دیا اور خود نہ اُترے۔ اس جگہ ایک درخت تھا اُس کے نیچے حضرت ہاجرہؑ بیٹھ گئیں اور درخت پر چادر جو اُن کے پاس تھی تان لی اور اس کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ پس جس وقت ابراہیم علیہ السّلام نے اُن کو چھوڑنے اور سارہؑ کے پاس واپس جانیکا ارادہ کیا تو ہاجرہؑ نے عرض کیا اے ابراہیمؑ آپ ایسی جگہ مجھے کیوں چھوڑے جاتے ہیں۔ جہاں نہ کوئی مونس، تنہائی ہے۔ نہ یہاں پانی ہے۔ اور نہ یہاں کھیتی ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا اے ہاجرہؑ! حکمِ خدا یہی ہے کہ میں تم دونوں کو اس مقام میں چھوڑ جاؤں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے (وہی تمہارا نگہبان ہے) یہ کہکر حضرتؑ واپس ہوئے۔ جب گدا پر پہنچے جو وادیٔ ذی طُوے میں ایک پہاڑ ہے تو اسمٰعیلؑ و ہاجرہؑ کی طرف مُنہ کرکے درگاہِ خدا میں عرض کی۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۳ سطر ۱۱) پھر وہاں سے حضرتؑ چلدئے۔ ہاجرہؑ اکیلی رہ گئیں۔ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرت اسمٰعیلؑ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا۔ حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں اُس مقام پر آئیں جہاں (حجِ عمرہ میں) سعی کیجاتی ہے اور آواز دی آیا کوئی اس جنگل میں مونس و غمخوار ہے (جو میرے بچے کو پانی پلائے) (اسی دوڑ دھوپ میں) حضرت اسمٰعیلؑ ہاجرہؑ کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ (وہاں سے واپس ہوئیں) اور کوہِ صفا پر چڑھ گئیں۔ صحرا کی طرف نگاہ دوڑائی تو ایک جگہ (کوہِ مروہ کے قریب) سراب (پانی کی صورت کی ریت) نظر آئی۔ ہاجرہؑ نے خیال کیا یہ پانی ہے (بیچین ہوکر) اُس کی طرف دوڑیں۔ جب دُور نکل گئیں تو پھر اسمٰعیلؑ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے (مڑکر دیکھا تو) کوہِ صفا کے قریب پھر اُن کو سراب نظر آئی۔ پانی کے خیال میں پھر وہاں سے صفا کی طرف روانہ ہوئیں اور اتنی دُور نکل گئیں کہ اسمٰعیلؑ

دکھائی نہ دیتے تھے۔ (مجبور ہو کے) صفا پر ٹھہر گئیں اور چاروں طرف پانی کو دیکھنے لگیں۔ تو پھر اُنہیں کوہِ مروہ کی طرف پانی کی صورت ریت نظر آیا۔ پھر وہاں سے مروہ کی طرف لوٹیں اور اتنی دُور جا کر ٹھہر گئیں کہ اسمٰعیلؑ آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ وہاں پہونچ کر پھر اُنہیں کوہِ صفا کی طرف پانی کی صورت ریت نظر پڑا۔ وہاں سے پھر پلٹیں یہاں تک کہ صفا سے مروہ تک آنے جانے میں سات دَورے ہو گئے۔ جب ساتویں چکر میں کوہِ مروہ سے اپنے معصوم بچے کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ اسمٰعیلؑ کے پیروں کے قریب زمین سے پانی اُبل رہا ہے (بیچین ہو کے دوڑیں) اسمٰعیلؑ کے پاس آئیں اور پانی کے گرد ریت جمع کر دیا۔ چونکہ وہ پانی جاری تھا حضرت ہاجرہؑ نے اُس کے چاروں طرف ریت اکٹھا کر کے اُسے روک دیا۔ اس لئے اُس مقام کا نام زمزم ہو گیا۔ جب مکہ میں پانی ظاہر ہو گیا تو پرندے اور وحشی جانور وہاں آنے لگے۔ قبیلۂ جُرہُم کے کچھ لوگ ذی مجاز اور عرفات کے مابین ٹھہرے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اس مقام میں پرندے اُڑتے ہوئے دیکھے تو سبب معلوم کرنے کے لئے چلے۔ یہاں تک کہ اُس مقام پر آئے جہاں حضرت ہاجرہؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو اپنی گود میں لئے ہوئے بیٹھی تھیں۔ درخت پر سایہ کے لئے چادر تان لی تھی۔ پانی اُن کے قریب ظاہر ہو چکا تھا۔ پس اُن لوگوں نے پوچھا اے بی بی! تو کون ہے اور تیرا اور اس بچہ کا واقعہ اور سرگذشت کیا ہے؟ ہاجرہؑ نے جواب دیا میں ابراہیمؑ خلیل الرحمٰن کے فرزند کی ماں ہوں اور یہ اُن کا فرزند ہے۔ اُن جناب کو خدا نے حکم دیا تھا کہ ہم دونوں کو اس جگہ پہنچا دیں۔ اُن لوگوں نے کہا۔ آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم بھی اس جگہ بود و باش اختیار کر لیں (ہاجرہؑ نے اُن سے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آ لینے دو) جب تیسرے دن جناب ابراہیمؑ مزاج پُرسی کی غرض سے وہاں آئے تو ہاجرہؑ نے قبیلۂ جُرہُم کی درخواست اُن حضرتؑ سے بیان کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اجازت دے دی۔ حضرت ہاجرہؑ نے اُن لوگوں سے کہہ دیا۔ پس وہ لوگ وہاں رہنے لگے۔ خیمے اپنے تان لئے۔ ڈیرے اپنے ڈال دئے۔ ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ اُن سے مانوس ہو گئے۔ جب تیسری مرتبہ حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے تو وہاں بکثرت لوگوں کو آباد پایا۔ یہ حال دیکھکر وہ جناب بیحد خوش ہوئے۔ باقی واقعہ سورۂ بقرہ میں گزرا (دیکھو صفحہ ۳۰ نوٹ نمبر ۱۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۱۵

تفسیر برہان میں ثوبان سے مروی ہے۔ کہ ایک یہودی جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے محمدؐ! میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں اُس کا آپ مجھے جواب دیجئے؟ پس ثوبان نے اُسے ٹھوکر لگائی اور کہا (اے بدبخت نام کیوں لیتا ہے) یا رسول اللہ! کہہ کے بات کر۔ وہ یہودی بولا میں تو نام ہی لے کے پکاروں گا اور وہی نام لوں گا

جس کے یہ سزاوار ہیں۔ پھر آنحضرتؑ کی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگا۔ بتائیے کہ جب زمین دوسری زمین سے اور آسمان دوسرے آسمان سے بدلے جائیں گے تو اُس دن آدمی کہاں ہوں گے؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ ظلمات میں محشر کے قریب ہوں گے۔ اُس نے کہا جب لوگ بہشت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے اُنہیں کھانے کو کیا چیز ملے گی؟ حضرتؑ نے جواب دیا مچھلی کا کلیجہ۔ اُس نے کہا کھانے کے بعد کیا چیز پئیں گے؟ حضرتؑ نے فرمایا سلسبیل کا پانی۔ اُس نے کہا اے محمدؐ! بے شک تم سچے ہو۔

محمد بن مسلم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب سے خدا نے زمین کو پیدا کیا ہے ایسے ایسے سات عالم خلق فرمائے۔ جن میں حضرت آدمؑ کی اولاد نہ تھی۔ وہ لوگ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ اُن کو خدا نے یکے بعد دیگرے ایک ایک عالم میں آباد کیا۔ پھر خدا نے آدمؑ ابوالبشر کو اور اُن کی ذرّیت کو اُن سے پیدا کیا۔ خدا کی قسم جب سے جنّت پیدا ہوئی ہے وہ کبھی ارواحِ مومنین سے خالی نہیں رہی۔ اور نہ دوزخ ارواحِ کفّار و گنہگاران سے خالی رہا۔ شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ جب قیامت برپا ہوگی اور جنّتی بندوں کے بدن اور روحیں جنّت میں داخل ہو جائیں گی اور اہلِ دوزخ کے جسم اور روحیں دوزخ میں چلی جائیں گی۔ تو خدا کے شہروں میں نہ کوئی اس کی عبادت کرے گا۔ اور نہ کوئی جدید خلقت پیدا کی جائے گی جو خدا کی پرستش کرے۔ اور اس کی وحدانیت کو مانے (یہ خیال تمہارا غلط ہے بلکہ) خدائے عزّوجل (اس دنیا کے فنا ہونے کے بعد) بغیر مردوں اور عورتوں کے ایک مخلوق کو پیدا کرے گا جو اُس کی عبادت کیا کرے گی۔ اور اُس کو ایک جانے گی اور اس کی تعظیم کیا کرے گی۔ اُن کے لئے ایک زمین پیدا کرے گا جس میں وہ لوگ آباد ہوں گے اور اُن پر سایہ کرنے کے لئے ایک نیا آسمان بنائے گا۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۱۵ سطر ۱۱) نیز خدا تعالےٰ فرماتا ہے أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۲۵ سطر ۱)

تفسیر برہان میں ہے کہ ابرش کلبی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں یہ بات عرض کی۔ کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ خدا تعالےٰ کے اس قول يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ زمین بدلکر روٹی ہو جائے گی۔ حضرتؑ نے فرمایا جن لوگوں نے تجھ سے بیان کیا صحیح بیان کیا جس وقت لوگ موقف میں کھڑے ہونگے یہ زمین بدل کر نہایت ہی نفیس روٹی بن جائے گی۔ جس میں سے لوگ کھائیں گے۔ یہ سُن کر ابرش خوب ہنسا اور کہنے لگا حساب دینا ایسا ہی آسان کام ہے کہ اُنہیں حساب دینے کا بھی ہوش رہیگا۔ حضرتؑ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر

(خدا کے معاملات میں ہنسی کیسی؟) یہ تو بتا کہ دونوں مقاموں میں سے زیادہ کام میں پھنسے ہوئے کہاں ہوں گے اور زیادہ بُری حالت میں کس جگہ ہونگے آیا موقف میں (جہاں حساب دے رہے ہوں گے) یا جہنم میں جہاں عذاب پا رہے ہونگے؟ اُس نے کہا یہ تو ظاہر ہے کہ جہنم میں زیادہ مشغول اور زیادہ بُرے حال میں ہونگے۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر۔ دیکھ خدا تعالےٰ اُن لوگوں کے اس حال کے بارے میں جبکہ وہ جہنم میں ہوں گے فرماتا ہے لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۚ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۞ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۚ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۵۵ سطر ۶)

یہ سُنکر ابرش چپ رہ گیا۔ دوسری حدیث میں یوں آیا ہے کہ حضرت نے جواب میں فرمایا۔

کہ جب وہ لوگ دوزخ میں اور عذاب میں ہوں گے اُس وقت تو اُن کو ضریع کے کھانے سے اور حمیم کے پینے سے کوئی چیز باز ہی نہ رکھے گی تو بھلا حساب دینے کی حالت میں وہ کھانے سے کیونکر باز رہ سکتے ہیں؟

تمام شُد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ چاردہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۱۹

تفسیر قمی میں ہے ایک دن ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ بیحد لمبا چوڑا اور عظیم الجثہ ہے اور اسکی صورت ڈراؤنی ہے پس حضرتؐ نے ارشاد کیا تو کون ہے؟ اُس نے عرض کی میرا نام ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہے۔ جس دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا میری عمر چند سال کی تھی۔ میرا شیوہ یہ تھا کہ میں خدا پر توکل کو منع کرتا تھا اور حرام چیزیں کھانے کی طرف رغبت دلاتا تھا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری جان کی قسم وہ جوان سب سے بدتر ہے جسے اُمیدیں دلائی جائیں اور وہ بہکانے میں آجائے اور اسی طرح وہ ادھیڑ سب سے بدتر ہے جس کو عذابِ خدا سے اطمینان دلایا جائے اور وہ باوجود بدکاری کے مطمئن ہو جائے۔ اُس نے کہا اے محمدؐ! آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ میں حضرت نوحؑ کے ہاتھ پر توبہ کر چکا ہوں اور کشتی میں اُن حضرتؑ کے ہمراہ تھا۔ اور میں اُن حضرتؑ پر قوم کے برخلاف دعا کرنے پر ناراض بھی ہوا تھا۔ اور میں اُس وقت بھی حاضر تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تھے آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ صحیح و سالم رہے تھے اور میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ہمراہ اُس وقت بھی موجود تھا کہ جب اللہ نے فرعون کو ڈبو دیا۔ اور بنی اسرائیل کو نجات دی تھی اور میں حضرت ہودؑ کے ساتھ تھا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم کو بددعا کی تھی اور میں اُن سے بھی ناراض ہوا تھا۔ اور میں حضرت صالحؑ کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم پر نزولِ عذاب کی خدا سے درخواست کی تھی۔ میں نے بددعا کرنے سے اُن کو روکا بھی تھا۔ میں نے تمام (آسمانی) کتابیں پڑھی ہیں۔ ہر کتاب میں آپ کے ظہور کی میں نے بشارت دیکھی ہے اور تمام نبیوں نے آپ کو سلام کہدیا ہے اور وہ سب یہ بھی کہتے تھے کہ آپ سارے نبیوں سے افضل اور بزرگ مرتبہ ہیں۔ اب آپ بھی اُس میں سے جو کچھ آپ پر خدا نے نازل کیا ہے مجھے کچھ تعلیم فرمایئے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے امیرالمؤمنین علیہ السلام سے ارشاد کیا۔ اے علیؑ! تم اسے (احکامِ دین) تعلیم کردو۔ ہام نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم تو سوائے نبی اور وصی نبی کے کسی کی اطاعت نہیں کرتے۔ یہ بزرگوار کون ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا یہ میرے بھائی اور وصی اور وزیر اور میرے وارث علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ اُس نے عرض کی بیشک میں نے اِن کا نام کتبِ آسمانی میں اچھا دیکھا ہے۔ پس امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اُسے تعلیم دی۔ پھر جنگِ لیلۃ الہریر میں بھی جو بمقام

صفین برپا ہوئی تھی جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں ہاتم حاضر ہوا تھا۔

قولِ مترجم - اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جناب رسولِ خدا باوجود علمِ نبوت ہاتم کے حالات سے آگاہ نہ تھے بلکہ بہت سی مصلحتیں اس کی مقتضی ہوا کرتی ہیں کہ ایسے لوگ اپنی بیتی خود کہہ سنائیں تاکہ انسان صورت شیطان سیرت لوگوں کی ہدایت کا باعث ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۲۵

احتجاج طبرسی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُن جناب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی حدیث اپنے آباءِ طاہرین سے روایت کی ہے کہ ملکِ شام کا رہنے والا ایک یہودی عالم جو توریت و انجیل و زبور کو پڑھا ہوا تھا۔ صحفِ انبیاء سے وہ واقف تھا۔ انبیاء کے دلائل اور معجزات پر اُسے اطلاع تھی۔ ایک دن مسجدِ رسول میں آیا اور بیٹھ گیا۔ اصحابِ رسولؐ کا مجمع اُس وقت مسجد میں موجود تھا۔ اُن میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اور عبداللہ ابن عباسؓ اور ابو سعید جہنی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ پس یہودی نے کہا اے اُمتِ محمدؐ! تم نے کسی نبی کا درجہ۔ کسی رسول کی فضیلت نہیں چھوڑی جو اپنے نبیؐ کو نہ دے دی ہو۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ تم لوگ اُس کا مجھے جواب دو۔ یہ سُن کر سب نے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ لیکن حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا بیشک خداوندِ عالم نے تمام نبیوں اور رسولوں کے مراتب اور فضائل جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات میں جمع کر دیے ہیں بلکہ بہ نسبت تمام انبیاء و مرسلین کے چند در چند محامد اُن جناب کو خدا نے عطا فرمائے ہیں۔ یہودی بولا تم میرے سوال کا جواب دو گے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں آج میں تیرے سامنے رسول اللہ کے ایسے فضائل بیان کروں گا جن سے مؤمنین کی آنکھیں خنک ہو جائیں گی اور شک کرنے والوں کے شک دُور ہو جائیں گے۔ اور میں جو فضائل بیان کروں گا اُن سے کسی نبی پر عیب لگانا یا اُنکی منقصت ظاہر کرنا میرا مقصود نہ ہوگا بلکہ خدا کی شکر گزاری ہوگی کہ اُس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو وہ مدارج بھی عطا فرمائے جو اور نبیوں کو دیے تھے بلکہ اُس سے زیادہ عنایت کیے جس کے سبب سے وہ جناب تمام رسولوں سے افضل ہو گئے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں اُس کا جواب دیجئے۔ حضرتؑ نے فرمایا بیان کر۔ اُس نے عرض کی آپ اِس کے قائل ہیں یا نہیں کہ خدائے تعالےٰ نے جو کچھ اور انبیاء کو دیا تھا وہ ہمارے نبیؐ کو بھی عطا کیا ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک! جو کچھ اور نبیوں کو عطا کیا تھا وہ بھی دیا اور اُس سے بھی زیادہ عنایت کیا۔ اب یہودی نے یہ عرض کیا کہ دیکھئے کہ حضرت موسےٰ ابنِ عمران کو تو خدائے تعالےٰ نے فرعون کے پاس رسول بنا کر بھیجا اور اُن کو اپنی بڑی سے بڑی نشانی دکھائی۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسی ہی ہمارے رسولؐ کی حالت ہے بلکہ اُن جناب کو خدا نے بہت سے فرعونوں کے پاس بھیجا تھا مثلاً ابوجہل بن ہشام۔ عتبہ

بن ربیعہ شیبہ۔ ابوالبختری۔ نضر ابن الحارث۔ ابی بن خلف۔ حجاج کے دونوں بیٹے منبہ و بنیہ۔ اور پانچ آدمی ہنسی اڑانیوالے ولید بن مغیرہ مخزومی۔ عاص بن وائل سہمی۔ اسود بن عبد یغوث زہری۔ اسود بن مطلب حارث بن طلاطلہ۔ پس خدا تعالےٰ نے ان سب کو اطراف میں اور خود اُن کی ذاتوں میں ایسی نشانیاں دکھلادیں کہ اُن سب پر جنابِ رسولِ خدا کا برحق ہونا ظاہر ہوگیا تھا (یہ اور بات ہے کہ ایمان نہ لائے) یہودی بولا خدا نے موسےٰ کا بدلہ فرعون سے لیا تھا۔ حضرت نے فرمایا اسی طرح یہاں بھی ہوا۔ خدا تعالےٰ نے فرعونوں سے جنابِ رسول خدا کا انتقام لیا۔ ہنسی اڑانے والوں کے انجام کی خبر تو خدا نے اپنے قول اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ سے دی ہے۔ پس وہ پانچوں مختلف طور سے ایک ہی دن اور ایک ہی ساعت میں مارڈالے گئے مگر اس طرح کہ ایک کی موت دوسرے سے مختلف تھی۔ ولید بن مغیرہ تو یوں مرا کہ وہ کہیں جارہا تھا۔ راستہ میں بنی خزاعہ میں سے ایک شخص نے تیر میں پر لگا کے رکھدیا تھا۔ ولید کے پاؤں میں اُس کی بوری گھس گئی جس سے اُسکی رگِ اکحل کٹ گئی۔ بدن کا خون بہنے لگا یہانتک کہ وہ مرگیا۔ مرتے وقت اُس نے کہا مجھے محمدؐ کے پروردگار نے قتل کیا ہے۔ رہا عاص بن وائل سہمی۔ وہ کسی کام کو کسی ایسے موقع پر گیا تھا جو ایک بڑے پتھر کے نیچے واقع تھا۔ وہ پتھر اُس پر گرا اور اُس کے بدن کے ٹکڑے اُڑادیے۔ وہ مرگیا اور مرتے مرتے کہتا تھا کہ محمدؐ مصطفےٰ کے خدا نے مجھے قتل کیا ہے۔ اسود بن عبد یغوث کا یہ حال ہوا کہ وہ اپنے بیٹے زمعہ کے استقبال کے لئے گھر سے نکلا اور ایک درخت کے سایہ میں جا کھڑا ہوا۔ پس جبرئیلؑ آئے اور اُس کے سر کو درخت کے تنہ پر دے مارا اُس نے اپنے غلام سے کہا تو اس کو (جو میرا سر توڑے ڈالتا ہے) منع کر۔ اُس نے جواب دیا میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ آپ خود اپنا سر درخت کے تنہ پر مار رہے ہیں۔ اور کوئی یہاں موجود نہیں۔ پس وہ مرگیا۔ مرتے وقت بولا مجھے محمدؐ کے پروردگار نے قتل کیا ہے۔ اسود بن المطلب کو جنابِ رسولِ خدا نے بددعا کی تھی کہ خدایا تو اس کو اندھا کردے اور اس کو بیٹے کے غم میں مبتلا کر۔ پس جب نزولِ عذاب کا دن آیا تو وہ اپنے گھر سے نکلا جب ایک مقام پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے ایک سبز پتی اُس کی آنکھوں میں لگادی۔ پس وہ اندھا ہوگیا۔ پھر وہ زندہ رہا یہانتک کہ وہ اپنے بیٹے کے غم میں ہلاک ہوگیا۔ اور حارث بن طلاطلہ بادِ سموم کے موسم میں گھر سے باہر آیا۔ ہوا کی گرمی سے رنگ اُس کا کالا پڑگیا۔ پس جب وہ گھر میں جانے لگا۔ اُسکی اولاد نے اُسے روکا۔ اُس نے کہا میں حارث ہوں۔ یہ سُن کر وہ لوگ جھلائے اور اُس کو مارڈالا۔ قتل ہوتے وقت وہ کہہ رہا تھا مجھے محمدؐ کے رب نے قتل کیا ہے۔ نیز دوسری روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ اسود ابن المطلب نے دریائے شور کی مچھلی کھائی تھی۔ مچھلی کھاتے ہی اُس پر پیاس نے غلبہ کیا۔ پانی پیتے پیتے اُس کا پیٹ پھٹ گیا۔ مرتے وقت اُس نے کہا مجھے محمدؐ کے پروردگار نے قتل کیا ہے۔ ان پانچوں ملعونوں کو ایک وقت میں یہ سزائیں

اس لئے وحی گئی تھیں کہ اُنہوں نے جناب رسولِ خدا سے یہ کہا تھا کہ اے محمدؐ! ہم ظہر کے وقت تک تمہارا انتظار کرتے ہیں۔ یا تو اس عرصہ میں آپ اپنے دعوئے نبوت سے باز آ گئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دینگے جناب رسولِ خدا کو اُن کے اس قول سے بہت ہی صدمہ پہنچا۔ بیت الشرف میں تشریف لے گئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ جبرئیلِ امین منجانب ربّ العالمین اُسی وقت حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! پروردگارِ عالم بعد تحفۂ درود و سلام یہ ارشاد فرماتا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر ۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ مکہ پر امر دین کو ظاہر کرو اور اُن کو قبولِ ایمان کی دعوت دو۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ امین ان ہنسی اڑانیوالوں کا اور جو دھمکی دے چکے ہیں اس کا کیا علاج کروں؟ جبرئیلؑ امین نے عرض کی خدائتعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر ۱) فرمایا اے جبرئیلؑ! ابھی ابھی تو وہ میرے روبرو موجود تھے۔ عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! ابھی ابھی اُن کا فیصلہ کئے آتا ہوں اور حضور اسی وقت اظہارِ امرِ دین فرمائیں۔ ان پانچ کے علاوہ جو فرعون باقی رہے وہ سب بدر کے دن تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے۔ اُنکی پوری جمعیت کو خدائتعالےٰ نے شکست دی اور وہ گروہ پیٹھ دکھا کر بھاگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۴۸

کسی نے عرض کیا یا ابن رسولؐ اللہ! جدالِ احسن اور غیر احسن کیا ہے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ جدال غیر احسن یہ ہے کہ تم کسی مخالف مذہب سے مناظرہ کرو اور وہ تمہارے سامنے کوئی امرِ باطل پیش کرے جس کو تم خدا کی بتائی ہوئی حجت سے رد نہ کر سکو بلکہ تم اُس کے جواب میں کسی ایسے امرِ حق کا انکار کر دو جسے مخالف اپنے باطل دعوے کے ثبوت میں تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہو۔ پس تم یہ خیال کر کے کہ اگر دشمن فلاں حق بات کو اپنے دعوئے پر دلیل قائم کریگا تو مجھ سے جواب نہ بن پڑیگا۔ لاؤ پہلے ہی سے اُس کا انکار کر دیں۔ پس اس طریقہ کا مجادلہ ہماری شیعوں پر حرام ہے۔ اس لئے کہ ایسے مجادلہ اور جواب سے ضعیف الاعتقاد مؤمنین پر اور مذہب کے باطل کرنے والے مخالفین پر بُرا اثر پڑے گا۔ مخالفین پر تو اس وجہ سے بُرا اثر ہوگا کہ وہ کمزور عقیدے والوں کو اور کمزور بنا دیں گے۔ ضعیف الاعتقاد لوگوں پر بُرا اثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ لوگ تمہارا جواب ناقص پائیں گے تو اُن کے دل غمگین ہوں گے کہ باطل مذہب والوں سے مذہبِ حق والے مغلوب ہو گئے اب رہا وہ جدال جو احسن ہو۔ وہ یہ ہے جس کا خدا نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا ہے کہ جو کوئی تم سے مرنے کے بعد اُٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونیکا انکار کرے تو تم اُس سے مناظرہ کرو۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۱۱ سطر ۲) اس قول کے رد میں خدا نے اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۱ سطر ۳) مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ سے یہ چاہا کہ وہ باطل پر اڑنے والے لوگوں سے جو یہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالےٰ بوسیدہ ہڈیوں کو پھر مبعوث فرمائیگا خدائے تعالےٰ فرماتا ہے "قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ" اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو ابتدا میں جبکہ کوئی چیز نہ تھی از سرِ نو پیدا کر سکا کیا وہ اس سے عاجز ہو جائے گا کہ پرانی بوسیدہ چیزوں کا پھر اعادہ کرے۔ کیونکہ تمہارے خیال کے بموجب کسی چیز کا ابتداءً بنانا یا کرنا اُس کے دوبارہ بنانے یا کرنے سے بہت دشوار ہوتا ہے پھر فرمایا۔ "اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ" اس کا یہ مطلب ہے کہ جب اُس نے گیلے اور ہرے درخت میں جلانے والی آگ کو پوشیدہ کر رکھا ہے جس کو ضرورت کے وقت نکال دیتا ہے تو تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ وہ گلی سڑی چیز کے دوبارہ پیدا کرنے پر تو اور زیادہ قدرت رکھتا ہوگا۔ پھر فرمایا۔ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۱ سطر ۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا تمہارے نزدیک بھی بہت بڑی بات ہے اور تمہاری عقلیں بھی ایک بوسیدہ چیز کے دوبارہ پیدا کرنے سے اس کو زیادہ عظیم الشان جانتی ہیں تو پھر تم نے یہ کیسے مان لیا کہ خدائے تعالےٰ نے ایسا عظیم الشان کام انجام دیا ہوگا۔ اور تمہارے خیال میں جو اتنا سخت کام ہے اُس کو پورا کیا ہوگا اور جب تم نے اسے مان لیا تو جو کام تمہاری نظر میں بھی اس سے زیادہ آسان ہے یعنی بوسیدہ چیز کا پھر پیدا کر دینا۔ اُسے کیوں نہیں تسلیم کرتے؟

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیاتِ مذکورۂ بالا تلاوت فرما کے اور ان کا مطلب بیان فرما کے ارشاد فرمایا کہ یہ طریقۂ جدال تو وہ ہے جسے جنابِ رسولِ خدا نے احسن فرمایا ہے اس لئے کہ اس سے کافروں کے عذر منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے شبہات دُور ہوتے ہیں۔ اب رہا وہ طریقۂ مجادل جو غیر احسن ہے۔ کہ تم کو ایک امرِ حق میں اور مجادلہ کرنے والے کے پیش کردہ امرِ باطل میں تمیز تو دشوار ہو اور تم اُس کے باطل کے دفع کرنے کے خیال سے اُس حق کا انکار کر جاؤ تو ایسا مجادلہ کرنا حرام ہے اس لئے کہ تم اور تمہارا مخالف اس معاملہ میں یکساں ہو گئے۔ یعنی ایک حق کا وہ انکار کرتا تھا ایک کے تم بھی منکر ہو گئے۔

تمام شُد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ پانزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۴۹

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جبرئیل امین جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں براق لے کر حاضر ہوئے جو قد میں خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے سے بڑا۔ کنوتیاں اُس کی برابر چلتی رہتی تھیں۔ نظر اُس کی اپنے سموں پر رہتی تھی۔ اور جہاں سے جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے اتنے عرصہ کو ایک قدم میں طے کر لیتا تھا۔ اور کافی میں اِتنا اور زیادہ ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر چڑھنے کا قصد کرتا تو اُس کے آگے کے پاؤں چھوٹے ہو جاتے اور پچھلے بڑے اور جب پہاڑ سے اُترنے کا ارادہ کرتا تو اگلے پاؤں بڑھ جاتے اور پچھلے چھوٹے ہو جاتے۔ اُس کی داہنی طرف کی یال کے بال کھڑے رہتے تھے۔ اُس کے دو پر پیچھے کی طرف لگے ہوئے تھے۔

عیونِ اخبار الرضا میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ خدا تعالےٰ نے براق کو میرے لئے مسخر فرما دیا تھا اور وہ جنت کے چوپایوں میں سے ایک چوپایہ ہے۔ قد میں نہ تو بہت چھوٹا ہے اور نہ بہت بڑا۔ اس پر بھی اگر خدا تعالےٰ اسے حکم دیتا تو ایک ہی دفعہ کے چلنے میں دنیا اور آخرت کا پورا چکر کر جاتا۔ اور وہ تمام چوپایوں میں رنگ کی حیثیت سے بھی سب سے خوبصورت تھا۔

تفسیر قمی میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے کہ جناب جبرئیل امین اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل براق لے کر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے تو لگام تھامی دوسرے نے رکاب پکڑی اور تیسرے نے اُس پر آنحضرتؐ کے لباس کو ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ اب براق لگا کلیلیں کرنے تو جبرئیل امین نے اُس کے طمانچہ مار کر فرمایا کہ اے براق ٹھہر جا کہ اِن جیسا کوئی نبی نہ تو ان سے پہلے تجھ پر سوار ہوا اور نہ ان کے بعد کوئی سوار ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ وہ آنحضرتؐ کو لیکر چلا اور بلند ہونا شروع ہوا۔ بہت زیادہ نہیں جبرئیل امین ساتھ ساتھ تھے اور آنحضرتؐ کو آسمان و زمین کی نشانیاں دکھاتے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں چلا ہی جا رہا تھا کہ داہنی طرف سے پکارنے والے نے پکارا یا محمدؐ میں نے اُس طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے بائیں طرف سے

پکارا۔ میں نے اُس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا اور اُس طرف بھی توجہ نہ کی۔ پھر ایک عورت میرے سامنے آئی جس کی دونوں باہیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ دنیا کی ہر زیب و زینت سے مزین تھی اور وہ کہنے لگی کہ اے محمدؐ ذرا ٹھیر جایئے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ میں نے اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی پھر میں آگے بڑھا چلا گیا تو میں نے ایک آواز سُنی جس نے میرا دل دہلا دیا (ذرا طبیعت ٹھیری تھی) کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے اُتارا اور مجھ سے کہا کہ نماز پڑھ لیجئے۔ میں نے اُتر کر نماز پڑھی اور مجھ سے دریافت کیا کہ حضور جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے میں نے کہا نہیں۔ تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ مدینہ طیبہ ہے جہاں آپ کو ہجرت کر کے آنا ہے۔ پھر میں سوار ہوا اور جہاں تک خدا کو منظور ہوا ہم چلے گئے۔ پھر جبرئیلِ امین نے مجھ سے کہا کہ اُتریئے اور نماز پڑھیئے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھی تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ حضور جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے میں نے کہا نہیں تو اُنہوں نے کہا کہ یہ نماز آپ نے طور سینا میں پڑھی ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر میں سوار ہوا اور جہاں تک خدا کو منظور تھا ہم چلے گئے۔ اُس کے بعد جبرئیلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ اُتریئے اور نماز پڑھیئے چنانچہ میں نے اُتر کر نماز پڑھی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ نے سمجھا بھی کہ یہ نماز آپ نے کہاں پڑھی۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ جبرئیلؑ بولے آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے اور بیت اللحم بیت المقدس کے اطراف میں ہے۔ اسی جگہ حضرت عیسےٰ ابن مریمؑ پیدا ہوئے تھے۔ پھر ہم سوار ہو کر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے۔ اور جس حلقے میں انبیائے سابقین اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے اُسی میں میں نے بُراق کو باندھ دیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ جبرئیلؑ امین میرے ساتھ ساتھ تھے۔ یہاں ہم نے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کو انبیاء کے گروہ میں جو مشیتِ الٰہی سے وہاں موجود تھے دیکھا۔ وہ سب کے سب میرے گرداگرد جمع ہو گئے۔ اقامت کہی گئی۔ مجھے ذرا بھی شک نہ تھا کہ جبرئیلؑ ہم سب کے آگے کھڑے ہونگے مگر جب صفیں درست ہو گئیں تو جبرئیلؑ نے میرا بازو پکڑ کے مجھے سب کے آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے اُن سب کی پیشنمازی کی مگر مجھے اس بات پر کچھ فخر نہیں ہے۔ نماز کے بعد خازن (مہمان خانۂ الٰہی کا داروغہ) میرے سامنے تین پیالے لایا۔ ایک میں دُودھ تھا۔ دُوسرے میں پانی تیسرے میں شراب۔ ساتھ ہی میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سنا کہ اگر اُنہوں نے پانی لے لیا تو یہ خود بھی ڈوب جائیں گے اور اِن کی اُمت بھی ڈوب جائے گی اور اگر شراب پی لی تو خود بھی بہکیں گے اور اُمت بھی بہک جائے گی اور جو لیا دودھ تو خود بھی راہِ راست پر قائم رہیں گے اور اِن کی اُمت بھی۔ آنحضرتؐ کا بیان ہے کہ میں نے دودھ کا پیالہ اُٹھایا۔ اور اُس میں سے (جتنا مناسب جانا) پی لیا۔ اس پر جبرئیلؑ امین مجھ سے کہنے لگے (یا رسولؐ اللہ!) آپ بھی راہِ راست پر برقرار رہے اور آپ کی اُمت کی ہدایت کا بھی سامان ہو گیا۔ پھر جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا

یا حضرت آپ نے راہ میں کیا کیا چیزیں ملاحظہ فرمائیں؟ میں نے جواب دیا کہ اپنی داہنی طرف سے میں نے ایک منادی کی آواز سنی تھی۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا آپ نے اُسے کوئی جواب تو نہیں دیا تھا؟ میں نے کہا جواب کیسا! میں نے تو اُس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ جبرئیل نے کہا وہ پکارنے والا یہود کا پیشوا تھا اگر آپ اُس سے خطاب کرتے تو آپ کے بعد آپ کی ساری اُمت یہودی ہو جاتی۔ جبرئیلؑ بولے پھر آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا؟ میں نے جواب دیا کہ کسی منادی نے میری بائیں جانب سے مجھے پکارا۔ (یہ سُنکر) وہ کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ آپ نے اُس سے کلام تو نہیں کیا؟ میں نے کہا۔ کلام کیسا میں نے اس کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ دینِ نصاریٰ کی طرف بُلانے والے کی آواز تھی۔ اچھا ہوا کہ آپ نے اُسے جواب نہ دیا ورنہ آپ کے بعد آپ کی ساری اُمت نصرانی ہو جاتی۔ پھر جبرئیلؑ نے پوچھا وہ کون چیز تھی جو آپ کے سامنے آ موجود ہوئی تھی؟ میں نے جواب دیا مجھے ایک عورت ملی۔ جس کے دونوں بازو کھلے ہوئے تھے اور ہر قسم کی دنیاوی زینت سے وہ آراستہ تھی۔ کہنے لگی کہ اے محمدؐ ذرا ٹھیریے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اس پر جبرئیلِ امین نے دریافت کیا کہ آپ نے اُس عورت سے کوئی بات کی؟ میں نے کہا نہ تو میں نے اُس سے کوئی بات کی اور نہ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ عورت (اصل میں) دنیا تھی۔ اگر آپ اس سے بات چیت کر لیتے تو آپ کی ساری امت آخرت کو چھوڑ کے محض دنیا کو اختیار کر لیتی۔ میں نے کہا پھر مجھے ایسی ہولناک آواز آئی جس نے میرے دل کو دہلا دیا۔ جبرئیلؑ بولے یا رسول اللہ! آپ نے کچھ سُنا؟ میں نے کہا ہاں کچھ سُنا۔ کہنے لگے ستر برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ جہنم کے کنارے ایک پتھر تھا جسے میں نے اُس میں دھکیل دیا تھا۔ اس وقت وہ تہ میں جا کر بیٹھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس خبر کے سُننے کے بعد جب تک آنحضرت زندہ رہے کبھی نہیں ہنسے۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر جبرئیلؑ آسمانِ اوّل پر گئے اور ان کے ساتھ ساتھ میں بھی گیا۔ اُس پر ایک فرشتہ ہے جس کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ صاحبِ خطفہ وہی ہے جو شیاطین کو تیروں سے مارتا ہے جس کے بارے میں جنابِ باری عزّ اسمہ ارشاد فرماتا ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۷۱۲ نوٹ نمبر ۲) اُس فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک فرشتہ کے ماتحت ستر ستر ہزار فرشتے اور ہیں۔ اُس فرشتے نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ تمہارے ہمراہ کون بزرگوار ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا میرے ہمراہ (پیغمبر آخر الزمان) جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ ہیں۔ اُس نے کہا کیا وہ جناب مبعوث برسالت ہو گئے؟ جبرئیلؑ نے کہا ہاں۔ پس اُس نے آسمان کا کھول دیا۔ میں نے اُسے سلام کیا اور اُس نے جواب میں مجھے سلام کیا۔ میں نے اُس کے لئے طلبِ مغفرت کی اور اُس نے میرے لئے طلبِ مغفرت کی اور میرے آنے پر اظہارِ خوشنودی کیا اور ملائکہ مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ یہاں تک کہ جب آسمان اوّل میں داخل ہوا۔ تو

کوئی فرشتہ مجھے ایسا نہ ملا جو مجھے دیکھ کر خوش نہوا ہو۔ اور مجھے اُس نے بشارت نہ دی ہو۔ مگر ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ جس سے زیادہ بڑی کوئی مخلوق میں نے اُس وقت تک نہیں دیکھی تھی۔ صورت اُس کی بدصورت اور چہرہ سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے۔ پس اُسنے مثل اوروں کے سلام و دعا کے کلمات تو ادا کئے مگر ہنسا نہیں اور نہ میں نے اُس کے چہرے سے وہ خوشی کے آثار پائے جو اور فرشتوں کے چہرے سے ظاہر ہوئے تھے جو مجھے دیکھ کر مسکرائے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ میں تو پریشان ہوگیا۔ جبرئیل نے کہا اس سے تو پریشان ہونا ہی چاہیئے اس لئے کہ ہم سب اس سے پریشان رہتے ہیں۔ یہ مالک داروغۂ جہنم ہے۔ یہ کبھی نہیں ہنسا اور جب سے خدا تعالےٰ نے اِسے جہنم کا اختیار دیا ہے خدا کے دشمنوں اور نافرمانوں پر اس کا غیظ و غضب بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور خداوند عالم اس کے ذریعے سے اُن لوگوں سے انتقام لیگا۔ اگر آپ سے پہلے جو گزرے ہیں اُن میں سے یہ کسی کے سامنے ہنسا ہوتا یا آپ کے بعد جو آنے والے ہیں اُن میں سے کسی کے لئے ہنسنے والا ہوتا تو بے شک آپ کی حضور میں بھی ہنستا۔ مگر اس کو تو کبھی ہنسی آتی ہی نہیں۔ الغرض میں نے اُس کو سلام کیا۔ اُس نے جواب سلام دینے کے بعد مجھے جنت کی خوشخبری دی۔ پھر میں نے جبرئیلؑ سے یہ کہا اور جبرئیلؑ کی وہ قدر و منزلت تھی کہ حق تعالےٰ نے اُن کی مدح میں فرمایا ہے مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ (دیکھو صفحہ ۹۳۷ نوٹ نمبر ۱) اے جبرئیلؑ آیا تم مالک کو حکم نہیں دیتے کہ وہ ہمیں دوزخ کا معائنہ کرادے۔ جبرئیلؑ نے مالک سے فرمایا اے مالک تم جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہنم کا معائنہ کرادو۔ یہ سنتے ہی اُس نے اوّل تو دوزخ کی آڑ کو دور کیا اور پھر اُس کا ایک دروازہ کھولدیا۔ پس اُس سے ایک شعلہ بلند ہوا جو آسمان میں پھیل گیا۔ جہنم کی آگ بھڑکی اور بلند ہوئی یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ مجھ کو لپیٹ لیگی۔ میں نے جبرئیلؑ سے کہا اے جبرئیلؑ مالک سے کہدو کہ اُس آڑ کو پھر قائم کردے۔ مالک نے آڑ کو حکم دیا کہ اپنی جگہ قائم ہو جائے۔ چنانچہ وہ آڑ جس مقام سے ہٹی تھی اُسی جگہ قائم ہوگئی۔ پھر میں وہاں سے روانہ ہوا۔ راہ میں ایک بزرگوار گندم رنگ قوی الجثہ میری نظر پڑے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے کہا یہ آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آنحضرتؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ اُن جناب کے سامنے اُن کی ذریت پیش ہو رہی ہے تو وہ فرماتے جاتے ہیں کہ اچھی خوشبو ہے اور اچھی خوشبو پاک جسم سے آرہی ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے سورۂ مطففین کی اٹھارہویں آیت کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ سے شروع کرکے آخر تک تلاوت فرمائی۔ پھر حضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت آدمؑ پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا اور میں نے اُن کے لئے استغفار کیا۔ اُن حضرتؑ نے مجھے دعا دی اور فرمایا مرحبا اے فرزند صالح اور نبی صالح تم زمانۂ صالح میں مبعوث برسالت ہوئے۔ پھر میرا گزر ایک فرشتہ کے پاس سے ہوا جو

ایک مقام بلند پر بیٹھا ہوا تھا اُس کے دونوں گھٹنوں کے مابین ساری دنیا تھی اور اُس کے ہاتھ میں ایک نور کی لوح تھی اور اُس میں ایک نوشتہ بھی تھا جس کی طرف وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ نہ دائیں طرف توجہ کرتا تھا نہ بائیں طرف۔ رنجیدہ دردمند کی طرح اُسی لوح کی جانب (سر جھکائے ہوئے) نگراں تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ ملک الموت ہے قبضِ روح اس کا کام ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ تم مجھے اس کے قریب لے چلو کہ میں اس سے باتیں کرونگا وہ مجھ کو اُس کے پاس لے گئے اور میں نے اُس پر سلام کیا۔ جبرئیلؑ امین مخاطب ہوئے کہ اے ملک الموت! یہ نبی رحمت ہیں۔ خدا نے اپنے بندوں کی طرف ان کو رسول مقرر کرکے بھیجا ہے۔ یہ سُن کر ملک الموت نے مجھ سے مرحبا کہا اور سلام کرکے کہا اے محمدؐ خوش ہو جیے میں آپ کی اُمّت میں ہر قسم کی بھلائی دیکھتا ہوں۔ میں نے جواب دیا میں خدائے منّان کی حمد بجا لاتا ہوں جس نے اپنے بندوں کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ (جو کچھ مجھ پر خدا کی مہربانی ہے) یہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل اور اُس کی رحمت ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا اس ملکِ مقرّب کا عمل سارے فرشتوں سے زیادہ سخت ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ! آیا وہ سب لوگ جو مر چکے ہیں یا اس زمانہ کے بعد مرینگے اُن سب کی رُوح یہی قبض کریں گے؟ اُنہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ میں نے پوچھا جہاں جہاں آدمی ہوتے ہیں آیا یہ فرشتہ اُن سب کو دیکھ لیتا ہے اور (قبض روح کے وقت) سب کے پاس پہونچ جاتا ہے؟ جبرئیلؑ بولے۔ جی ہاں۔ ملک الموت کہنے لگے ساری دنیا کی مثال جس کو خدا نے میرے قابو میں کیا ہے اور اُس پر مجھے پوری قدرت دی ہے ایسی ہے جیسے آدمی کے ہاتھ میں ایک درہم ہوتا ہے اور وہ اُس کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹا پلٹتا ہے اور کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں ہر روز پانچ مرتبہ نظر نہ کرتا ہوں جس گھر والے کسی مُردے پر روتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ اس کے غم میں نہ روؤ کہ میں تمہارے پاس بھی مکرّر آؤں گا تا اینکہ تم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہیگا۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ بربادی کے لئے موت کافی ہے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا موت کے بعد جو بربادی ہے وہ موت کی بربادی سے زیادہ سخت ہے۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھا تو میرا گزر ایسی قوم کی طرف سے ہوا جن کے سامنے دسترخوان بچھے ہوئے ہیں کہ اُن پر عمدہ گوشت بھی ہے اور خراب بھی مگر وہ لوگ عمدہ گوشت کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور بُرے گوشت کو کھاتے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو مالِ حرام کھاتے ہیں اور مالِ حلال کو چھوتے بھی نہیں اور یہ سب آپ کی اُمّت میں سے ہیں۔ پھر میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا جس میں خدا نے عجیب و غریب صنعت قرار دی ہے کہ آدھا بدن اُس کا آگ کا ہے اور آدھا برف کا۔ نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور نہ برف آگ کو بجھاتی ہے۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ کَفَّ حَرَّ هٰذِهِ النَّارِ فَلَا یُذِیْبُ الثَّلْجَ

وَكَفَّ بَرْدَ الثَّلْجِ فَلَا يُطْفِيْ حَرَّ هٰذِهِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ مُؤَلِّفْ بَيْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" پاک ہے وہ اللہ جس نے اس آگ کی حرارت کو روکا کہ وہ برف بگھلا نہیں سکتی اور اُس برف کی برودت کو روکا کہ وہ آگ کو بجھا نہیں سکتی۔ اے اللہ اے برف اور آگ کے مابین الفت پیدا کرنیوالے تو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں اُلفت پیدا کردے"۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ یہ کون فرشتہ ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ ایک ملکِ مقرب ہے جس کو پروردگارِ عالم نے آسمان وزمین کے اطراف پر مقرر فرمایا ہے۔ یہ فرشتہ مومنین کا جو زمین پر رہتے ہیں بڑا خیر خواہ ہے۔ جب سے یہ پیدا ہوا ہے اُن کے لئے خدا سے دعا کرتا رہتا ہے جیسا کہ حضور سُن رہے ہیں۔ دو فرشتے آسمان کے دروازے پر اور ہیں ایک اُن میں سے یوں دعا کرتا ہے خدایا جو لوگ تیری درگاہ میں مال صرف کریں تو اُنکو اُس کا عوض عطا فرما دے اور دوسرا یہ عرض کرتا ہے یا اللہ ہر بخیل بندہ کے مال کو تلف فرما دے۔ پھر آگے بڑھا اور ایک گروہ کی طرف سے گزرہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی مانند تھے۔ اُن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جاتا تھا اور اُن کے مُنہ میں ڈالا جاتا تھا۔ جبرئیلؑ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بندگانِ خدا کی عیب جوئی اور چغل خوری کیا کرتے ہیں۔ پھر میرا ایک قوم پر گزر ہوا جن کے سروں کو فرشتے پتھر سے کچلتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر نمازِ عشا ادا کئے ہوئے سو جاتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر میری نظر پڑی جن کے مُنہ میں آگ ڈالی جاتی تھی اور پشتوں کی راہ سے نکل جاتی تھی۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ اُنہوں نے کہا یہ وہ ہیں جو یتیموں کا مال (ناحق) ناحق اور بروئے ظلم کھا جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ آگ کھاتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سب دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈالے جائیں گے۔ پھر آگے چلا تو کچھ لوگ دیکھے۔ جو کھڑا ہونا چاہتے ہیں مگر توند بڑی ہونے کی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتے۔ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی کہ یہ لوگ سود خوار ہیں۔ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھیں گے جیسے کسی کو شیطان مس کرکے خبطی بنا دے۔ یہ لوگ فرعون کی راہ پر ہیں۔ صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ پس یہ لوگ عرض کرتے ہیں خدایا قیامت کب قائم ہوگی؟ پھر میں نے آگے چل کے چند عورتیں دیکھیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ عورتیں کون ہیں؟ اُنہوں نے عرض کی یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کی اولادیں جنتی ہیں اور اپنے شوہروں کے مال اُن کو میراث میں دلواتی ہیں۔ یہ سُنکر حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا خدا اُن پر سخت عذاب نازل کرے جو اپنے بچوں کو غیروں کی نسل میں داخل کردیتی ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی (نامحرم) عورتوں پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن کا مال (ناجائز) کھاتے ہیں۔ پھر ہم فرشتوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن کو خدا تعالےٰ نے جیسا چاہا پیدا کیا ہے اور اُن کے چہروں کی وضع قطع جیسی چاہی قرار دی ہے۔ ان فرشتوں کے جسموں کا کوئی جوڑ بند ایسا نہیں

ہے جو خدا کی حمد اور تسبیح مختلف آوازوں میں (چلّا) چلّا کے اور خوفِ خدا سے رو رو کے نہ کرتا ہو۔ میں نے اُن کا حال جبرئیلؑ سے دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ جس طور سے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اُسی طرح یہ فرشتے پیدا کیے گئے ہیں نہ تو آج تک اُن میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے بات کی ہے اور نہ انہوں نے اپنے سروں کو بلند کیا ہے اور نہ نیچے کو جھکایا ہے۔ یہ سب باتیں خدا کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ہیں۔ میں نے اُن پر سلام کیا مگر اُنہوں نے میری طرف بغیر نظر کیے ہوئے سلام کا جواب دیا۔ جبرئیلؑ اُن سے مخاطب ہوئے کہ اے فرشتو آگاہ ہو جاؤ یہ ہیں حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ نبیِ رحمت۔ خدا نے اِن کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نبوت اُن پر ختم ہو چکی۔ یہ تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ تم اِن جناب سے کلام کیوں نہیں کرتے ہو؟ اُن فرشتوں نے جبرئیلؑ کی یہ گفتگو سُنی تو سب نے متوجہ ہو کر مجھ پر سلام کیا اور میرا اکرام کیا اور مجھ کو اور میری اُمت کو بھلائی کی بشارت دی۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر پہنچے۔ وہاں دو شخص دیکھے جو ایک دوسرے سے شکل و صورت میں مشابہت رکھتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ دونوں کون ہیں؟ جواب دیا یہ یحییٰ اور عیسےٰ خالہ زاد بھائی ہیں۔ پس میں نے اُن دونوں پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اُن کے لئے دعا کی۔ اُنہوں نے بھی مجھے دعا دیکر کہا مرحبا اے برادرِ صالح اور اے نبیِ صالح بعد اس کے میں نے فرشتوں کا ایک گروہ دیکھا جن کے چہروں سے خضوع و خشوع کا اثر نمایاں تھا۔ خدا نے جس سمت چاہا اُن کے چہروں کا رُخ قرار دیا تھا۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو طرح طرح کی آوازوں میں خدا کی حمد و تسبیح نہ کرتا ہو۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر گئے وہاں ایک شخص ایسا حسین و خوبصورت تھا جس کا حُسن تمام خلائق سے اس قدر زائد تھا جیسے چودھویں رات کا چاند تمام ستاروں پر روشنی میں فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ آپ کے بھائی یوسفؑ (نبی) ہیں۔ پس میں نے اُن پر سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اُن کے لئے دعا کی۔ اُنہوں نے بھی دعا دے کر کہا مرحبا اے برادرِ صالح اور اے نبیِ صالح جو مناسب زمانہ میں مبعوث برسالت ہوئے۔ پھر میں نے یکایک وہاں بھی اُسی طور کے فرشتے دیکھے جن کا خضوع و خشوع مثل آسمانِ اوّل اور آسمانِ دوم کے فرشتوں کے تھا۔ جبرئیلؑ نے اُن سے میرے بارے میں وہی کہا جو اور فرشتوں سے کہا تھا۔ اور وہ سب میرے ساتھ اُسی طرح پیش آئے جیسے اور فرشتے پیش آئے تھے۔ پھر ہم چوتھے آسمان پر گئے۔ وہاں ناگاہ میں نے ایک شخص کو دیکھا میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ حضرت ادریسؑ (نبی) ہیں جن کو خدا نے بلند مرتبہ مکان کی طرف اُٹھا لیا ہے۔ میں نے اُنہیں سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اُن کو دعا دی۔ اُنہوں نے مجھے دعا دی۔ وہاں ملائکہ کو خضوع و خشوع میں ویسا ہی پایا جیسا کہ پہلے

آسمانوں میں۔ پھر اُن سب نے مجھے اور میری اُمت کو خیر و خوبی کی بشارت دی۔ پھر میں نے ایک فرشتے کو تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس کی ماتحتی میں ستر ہزار فرشتے تھے اور ہر ہر فرشتہ کے زیرِ حکم ستر ہزار ملک اور تھے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خیال گزرا یہ تو بڑا عظیم الشان فرشتہ ہے (یہ حال دیکھ کر) جبرئیلؑ نے اُس فرشتے سے چلّا کے کہا اُٹھ کھڑا ہو۔ وہ (جبرئیلؑ کے حکم سے کھڑا ہوگیا اور) قیامت تک کھڑا رہیگا۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر گئے۔ وہاں میں نے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو دیکھا جن سے زیادہ مسن اب تک میں نے کوئی نہ دیکھا تھا۔ جن کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور اُن کے گرداگرد اُنکی اُمت کا ایک بڑا گروہ جمع تھا جن کی کثرت سے مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ اپنی قوم کی بات مان لینے والے ہارونؑ بن عمران نبی ہیں۔ میں نے اُن کو سلام کیا اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا میں نے اُن کے لئے مغفرت کی دعا کی اُنہوں نے میرے لئے (دعا کی) وہاں بھی اور آسمانوں کی طرح (بہت سے) فرشتے خضوع و خشوع میں مصروف پائے۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ وہاں ایک شخص گندمی رنگ طویل القامت دیکھا اُن کے جسم پر اتنے بڑے بڑے بال تھے کہ اگر وہ کُرتے بھی پہنتے تو بھی اُن کے بال کُرتوں سے باہر نکل آتے۔ میں نے سُنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کا گمان یہ تھا کہ میں اولادِ آدمؑ میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہوں حالانکہ یہ شخص (جناب پیغمبر آخر الزمان) پیشِ خدا مجھ سے گرامی تر ہیں۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ آپ کے بھائی موسےٰ بن عمران ہیں۔ پس میں نے اُن کو سلام کیا اور اُنہوں نے مجھ کو سلام کیا میں نے اُن کو دعا دی اور اُنہوں نے مجھ کو دعا دی اور اُس جگہ بھی میں نے اور آسمانوں کی طرح (بہت سے) فرشتے خضوع و خشوع میں مشغول پائے۔ پھر ہمارا آسمانِ ہفتم پر ورود ہوا۔ اب جس فرشتے کی طرف سے میرا گزر ہوتا تھا وہ کہتا تھا اے محمدؐ آپ بھی پچھنے لگوایئے اور اپنی اُمت کو بھی پچھنے لگوانے کا حکم دیجیے۔ اور اُس آسمان پر ایک بزرگوار کو دیکھا جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سیاہ اور سفید ملے جُلے تھے۔ کرسی پر وہ جناب رونق افروز تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں جو ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے دروازہ پر جوارِ رحمتِ خدا میں فروکش ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ آپ کے جدِ نامدار حضرت ابراہیمؑ ہیں اور آپ کا اور آپ کی اُمت میں سے متقیوں کا محل یہی ہے (امام فرماتے ہیں) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۱ سطر ۱) پس میں نے اُن پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھ پر سلام کیا اور فرمایا مرحبا اے نبیِ صالح اور اے فرزندِ صالح اے مناسب زمانے میں رسالت پر مامور ہونے والے۔ اُس آسمان پر بھی مثل

دیگر افلاک کے بہت سے فرشتوں کو خضوع و خشوع میں مشغول پایا۔ پس اُنہوں نے مجھے اور میری امت کو خیر و خوبی کی بشارت دی۔ جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ میں نے ساتویں آسمان میں کچھ سمندر نور کے جگمگ جگمگ کرتے ہوئے دیکھے جن کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور کچھ سمندر تاریکیوں کے دیکھے اور کچھ سمندر برف کے دیکھے جن سے گرج کی آوازیں نکلتی تھیں۔ جب میں اُن کے دیکھنے سے پریشان ہوا تو میں نے جبرئیلؑ امین سے دریافت کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! آپ کو بشارت ہو اور خدائے تعالےٰ نے جو اعزاز و اکرام آپکا کیا ہے اُس کا شکریہ بجا لائیے اور جو برتاؤ آپ کے ساتھ کیا ہے اُس کا شکریہ بجا لائیے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مدد و قوت سے مجھے قائم رکھا کہ جبرئیلؑ امین سے میں نے بہت ہی کچھ باتیں کیں، مجھے بھی اپنی جگہ حیرت ہوتی تھی اور اُنہیں بھی۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا یا رسولؐ اللہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں اُسی کو آپ عظیم سمجھتے ہیں۔ یہ تو آپ کے پروردگار کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے تو وہ خالق کیسا ہوگا جس نے اُن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جنہیں آپ دیکھ رہے ہیں اور اُن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جو آپ کے پروردگار کی مخلوق میں ان سے کہیں بڑی ہیں اور اُن کو آپ دیکھ بھی نہیں رہے۔ یقین جانئے کہ خدائے تعالےٰ اور اُس کی مخلوق کے درمیان نوّے ہزار حجاب ہیں اور خدائے تعالےٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قرب رکھنے والا میں ہوں اور اسرافیلؑ ہیں مگر خدائے تعالےٰ کے اور ہمارے مابین بھی چار حجاب ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ ایک حجاب ظلمات کا۔ ایک حجاب بادلوں کا۔ ایک حجاب پانی کا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ منجملہ اُن عجیب چیزوں کے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں اور اپنے ارادے کے ماتحت رکھی ہیں۔ میں نے ایک مرغ کو دیکھا جس کے دونوں پاؤں ساتویں زمین کی تہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور اُس کا سر عرش کے قریب ہے اور اللہ تعالےٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا ہے پیدا کیا ہے۔ اُس فرشتہ کے بھی دونوں پاؤں تو ساتویں زمین کی تہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور قد اُوپر کو بڑھتا گیا ہے یہانتک کہ ساتویں آسمان کی ہوا میں جا نکلا اور اُس سے بھی بڑھتے بڑھتے قریبِ عرش جا کر ختم ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ تسبیح کرتا رہتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّیْ حَیْثُ مَا کُنْتَ لَاَقْدِرُ اَیْنَ رَبُّکَ مِنْ عَظِیْمِ شَانِہٖ" (میرا پروردگار پاک و پاکیزہ ہے اور تم کہیں بھی ہو اُس کی عظمت اتنی بڑی ہے کہ اُسکو سمجھ ہی نہیں سکو گے کہ وہ کہاں ہے) اُس مرغ کے مونڈھوں پر دو بازو ہیں کہ اُن دونوں کو جب پھیلاتا ہے تو مشرق و مغرب سے نکل جاتے ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو وہ اپنے دونوں بازو پھیلا کر پھڑپھڑاتا ہے اور یہ تسبیح ادا کرتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ الْمُتَعَالِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (اللہ تعالیٰ جو بادشاہ ہے اور پاک پاکیزہ ہے ہر طرح سے منزہ ہے خدائے تعالےٰ بڑی عظمت والا بڑے مرتبے والا ہر طرح سے پاک و پاکیزہ ہے سوائے اُس زندہ اور ہمیشہ رہنے والے خدا کے اور کوئی معبود نہیں ہے) جس وقت وہ یہ کہتا ہے تو زمین

کے کل مُرغ تسبیح کرتے ہیں اور اپنے اپنے بازوؤں کو پھڑ پھڑاتے ہیں اور چیخنے لگتے ہیں۔ اور جب آسمان کا وہ مُرغ خاموش ہو جاتا ہے تو زمین کے بھی کل مُرغ چُپ ہو جاتے ہیں۔ اس مُرغ کے رونگٹے سبز تھے اور پَر ایسے سفید تھے جن کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور اُن سفید پَروں کے نیچے اور چھوٹے چھوٹے سبز رنگٹے تھے اور اُن کی سبزی سے زیادہ تیز سبزی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جبرئیلؑ امین کے ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ بیت المعمور میں پہنچا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میرے ساتھ کچھ لوگ میرے اصحاب میں سے بھی تھے جن کے لباس نئے نئے تھے اور کچھ ایسے تھے کہ اُن کے لباس پھٹے پُرانے تھے۔ پس نئے لباس والے تو اندر جا سکے اور پھٹے پُرانے کپڑے والے روک دئے گئے۔ پھر میں مسجد سے نکلا تو میرے سامنے دو نہریں لائی گئیں۔ انمیں سے ایک نہر کا نام کوثر ہے اور دوسری نہر کا نام رحمت ہے۔ کوثر سے تو میں نے پانی پیا اور رحمت سے غسل کیا۔ پھر اور بہت سی چیزیں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ یہانتک کہ میں جنّت میں پہنچا تو یکایک میں نے اُسکے وسط میں اپنے مکان اور اپنی ازواج کے مکان دیکھے اور یہ بھی دیکھا کہ وہاں کی مٹی مشک کی مانند خوشبو ہے۔ اور ایک لونڈی کو دیکھا کہ وہ جنّت کی نہروں میں غوطے لگاتی ہے۔ اُس سے میں نے دریافت کیا کہ اے لڑکی تو کس کے لئے ہے؟ اُس نے عرض کی کہ زیدؓ بن حارثہ کے لئے۔ جب صبح ہوئی تو زیدؓ بن حارثہ کو میں نے یہ خوشخبری پہنچا دی۔ میں نے جنّت کے پرندوں کو دیکھا کہ وہ قدمیں بختی اُونٹ کے برابر ہیں اور وہاں کے انناروں کو دیکھا کہ وہ بڑے چَرّے (یعنی بڑے ڈول کے جسے بیل وغیرہ کھینچتے ہیں) کے برابر ہیں۔ اور ایک درخت ایسا دیکھا کہ اگر ایک پرندہ اُس کی جڑ کے دَور کو ناپنے کیلئے اُڑایا جائے تو سات سَو برس میں بھی اُس کا پورا چکّر نہ کر سکے۔ اور جنّت میں ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جس میں اُس درخت کی شاخ موجود نہو۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ درختِ طوبےٰ یہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے طُوبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (دیکھو صفحہ ۴۰۲ سطر ۸) جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں جنّت میں پہنچا تو اُس وقت میرے حواس بجا ہوئے اور اُس وقت میں نے جبرئیلؑ امین سے اُن دریاؤں کا حال دریافت کیا اور جو عجائبات اُن کے متعلق تھے اور جو جو خوف دلانیوالی چیزیں اُن میں تھیں اُن سب کی بابت دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اُن حجابوں کے سرا پردے ہیں جو خدا اور مخلوق کے مابین حائل ہیں اور اگر یہ پردے نہوتے تو نورِ عرش صاف نمایاں ہوتا اور جو چیزیں اُس میں ہیں وہ بھی دکھائی دیتیں اُسکے بعد میں سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچا دیکھتا کیا ہوں کہ اُس کا ایک ایک پتّا ایک ایک امت پر سایہ کرنیکو کافی ہے۔ وہاں سے میں اُس جگہ پہنچا جس کے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (دیکھو صفحہ ۴۳۹ سطر آخر) پس اُس وقت منجانب ربّ العزّت آواز آئی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الخ (دیکھو صفحہ ۶۷ نوٹ نمبر ۲ مع ضمیمہ متعلقہ) آنحضرت فرماتے

ہیں کہ اُس وقت میں نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! تو نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بہت سی فضیلتیں عنایت کی ہیں پس مجھے بھی کچھ عطا فرما۔ منجانب ربّ العزت خطاب ہوا (کہ اے ہمارے حبیب!) ہمنے جو کچھ تم کو عطا فرمایا ہے اُس میں دو کلمے خاص اپنے عرش کے نیچے سے عطا فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مُنْجٰی مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ (بغیر خدا کے وسیلہ کے نہ کوئی زور ہے نہ کوئی قوت تجھ سے بھاگ کر سوائے تیری ہی حضوری میں لوٹ آنے کے کہیں نجات ہی نہیں مل سکتی) آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ وہاں کے فرشتوں نے مجھے ایک دعا بتلائی جو میں صبح و شام پڑھا کرتا ہوں چنانچہ میں صبح کے وقت یوں کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنَّ ظُلْمِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِعَفْوِكَ وَذَنْبِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِمَغْفِرَتِكَ وَذُلِّيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِعِزَّتِكَ وَفَقْرِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِغِنَاكَ وَوَجْهِيَ الْفَانِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِوَجْهِكَ الْبَاقِي الَّذِيْ لَا يَفْنٰى (یا اللہ رات بھر میں جو بات مجھ سے بیجا ہوئی ہے وہ تیری معافی کے بھروسے پر اور جو گناہ مجھ سے ہوا وہ تیری مغفرت کے سہارے پر اور جو ذلت مجھے پہنچی وہ تیری عزت کے برتے پر (یعنی تیرا عزت دنیا اُسے ذلت نہ رہنے دیگا) اور میرا فقر و فاقہ تیرے غنی کرنیکی بدولت فقر و فاقہ نہ رہیگا اور میری فنا ہو جانے والی ذات تیری ہمیشہ رہنے والی اور غیر فانی ذات کی پناہ میں ہے۔ اور جب شام ہوتی ہے تو یوں کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنَّ ظُلْمِيْ اَمْسٰى مُسْتَجِيْرًا بِعَفْوِكَ وَذَنْبِيْ اَمْسٰى مُسْتَجِيْرًا بِمَغْفِرَتِكَ وَذُلِّيْ اَمْسٰى مُسْتَجِيْرًا بِعِزَّتِكَ وَفَقْرِيْ اَمْسٰى مُسْتَجِيْرًا بِغِنَاكَ وَوَجْهِيَ الْفَانِيْ اَمْسٰى مُسْتَجِيْرًا بِوَجْهِكَ الْبَاقِي الَّذِيْ لَا يَفْنٰى (یا اللہ دن بھر میں جو بات مجھ سے بیجا ہوئی وہ تیری معافی کے بھروسے پر اور جو گناہ مجھ سے ہوا وہ تیری مغفرت کے سہارے پر اور جو ذلت مجھے پہنچی وہ تیری عزت کے برتے پر (یعنی تیرا عزت دنیا اُسے ذلت نہ رہنے دیگا) اور میرا فقر و فاقہ تیرے غنی کرنے کی بدولت فقر و فاقہ نہ رہیگا اور میری فنا ہو جانیوالی ذات تیری ہمیشہ رہنے والی اور غیر فانی ذات کی پناہ میں ہے۔ پھر میں نے اذان سنی تو دیکھتا کیا ہوں کہ اذان ایک ایسا فرشتہ دے رہا ہے جو اُس رات سے پہلے کبھی آسمان میں نہیں دیکھا گیا۔ اُس نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور خدائے تعالےٰ نے فرمایا میرا بندہ سچ کہتا ہے میں اس سے بڑا ہوں کہ کسی طرح کوئی میرا وصف بیان کر سکے۔ پھر اس نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اسپر خدا تعالےٰ نے فرمایا میرا بندہ سچ کہتا ہے خدا میں ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اُس نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے بیشک محمدؐ میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے ہی اُسے مبعوث کیا اور میں نے ہی اُسے منتخب کیا۔ پھر اُسنے کہا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اور میرے فریضہ کی طرف بلایا پس جو شخص بخوشی خاطر اور اُمیدوار ثواب ہو کر اُسکی طرف جائیگا تو اُسکے جو گناہ گزر چکے ہیں اُنکا کفارہ ہو جائیگا۔ پھر اُسنے کہا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ خدا تعالےٰ

نے فرمایا کہ بیشک یہ نماز صلاح بھی ہے فلاح بھی ہے نجاح بھی ہے۔ پھر میں نے اُن فرشتوں کی پیشنمازی کی جیسے کہ بیت المقدس میں انبیاء کی پیشنمازی کر چکا تھا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھپر ایک وجد کی سی حالت طاری ہوگئی۔ میں بے اختیار سجدہ میں گر پڑا اور مجھے میرے پروردگار نے آواز دیکر فرمایا کہ میں نے ہر نبی پر جو تم سے پہلے تھے پچاس وقت کی نماز واجب کی ہے اب تم پر اور تمہاری اُمّت پر بھی واجب کردی لہذا تم بھی بجالایا کرو اور اپنی امت کو بھی تاکید کردو کہ بجالایا کریں اس کے بعد میں اُترنے لگا یہانتک کہ ابراہیمؑ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ پوچھی۔ اب موسےٰ کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یا حضرتؐ کیئے آپنے کیا کیا؟ میں نے بیان کیا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میں نے تم سے پہلے ہر نبی پر پچاس وقت کی نماز واجب کی تھی اور اب تم پر اور تمہاری اُمّت پر بھی اتنی ہی واجب کی۔ موسےٰ نے فرمایا کہ یا حضرتؐ آپکی اُمّت تو سب سے آخر امت اور سب سے کمزور امت ہے اور آپ جو کچھ عرض کرینگے اُسے خدا تعالیٰ رد نہ کریگا اور آپ کی اُمّت سے پچاس وقت کی نماز ادا کرنا ممکن نہوگا۔ پس آپ اپنے پروردگار کے حضور میں پھر جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے (آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ) میں پھر پلٹ کر گیا یہانتک کہ سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچا اور وہاں جا کر سجدہ میں گر پڑا۔ پھر عرض کی کہ پروردگارا! تو نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی ہے اسقدر کی تو مجھ میں اور میری اُمّت میں تاب نہیں ہے۔ پس خدا تعالےٰ نے دس کم فرمادیں۔ اب میں موسےٰ علیہ السّلام تک پلٹ کر آیا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ پھر جایئے اتنی بھی نہیں ہوسکینگی۔ پھر میں لوٹ کر اپنے پروردگار کی حضور میں پہنچا۔ پھر اُس نے دس کم کردیں۔ اب میں پھر موسےٰ علیہ السّلام کے پاس لوٹ کر آیا اور اُنکو اس واقعہ کی خبر دی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ پھر جاؤ۔ غرض ہر دفعہ لوٹ کر جانے میں میں سجدہ میں گر پڑتا تھا (اور میرا پروردگار ہر دفعہ اپنے فضل سے دس نمازیں کم کردیتا تھا) یہانتک کہ آخر میں دس ہی وقت کی نماز رہ گئی۔ اب میں موسےٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اور اُنکو اطلاع دی۔ اُنہوں نے فرمایا یہ بھی نہوسکیگی۔ میں پھر اپنے پروردگار کی حضور میں پلٹ کر پہنچا اور اُس نے پانچ اور کم کردیں۔ اب میں پھر موسےٰ کے پاس واپس آیا اور اُن کو اسکی خبر دی تو اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں اتنی بھی نہوسکیگی۔ اس پر میں نے کہا کہ اب مجھے اپنے پروردگار سے عرض کرتے شرم آتی ہے۔ میں تو اتنے ہی پر بس کرونگا اُس وقت ایک منادی نے مجھے ندا دی کہ چونکہ تم نے اسپر بس کی ہے اس لئے یہ پانچ پچاس کی منزلت میں قرار دیگئی ہیں۔ یعنی ہر نماز کا ثواب دس گنا کردیا گیا ہے اور جو شخص بھی تمہاری امت میں سے کسی نیکی کا قصد کریگا اگر اُسے بجالایا تو اُس کے لئے (کم از کم) دس گنا ثواب لکھا جایگا اور اگر نہ بجالایا تب بھی اُس کے لئے ایک نیکی کا ثواب ہم لکھ دینگے۔ اور جو شخص آپکی اُمّت میں سے کسی بدی کا قصد کریگا اگر اُسے کر گزرا تو اُس کے ذمہ ایک بدی لکھی جایگی۔ اور اگر کچھ نہ کیا تو (محض قصد کرنیکے سبب) کچھ بھی نہ لکھا جایگا۔ یہ فرماکر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو خدائے تعالےٰ اس اُمّت

کی طرف سے جزائے خیر دے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ الخ کی تفسیر یہ ہے۔

المجالس میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب جناب رسولِ خدا کو شبِ معراج بیت المقدس تک پہنچایا تو جبرئیل امین آپ کو براق پر سوار کر کے لیگئے تھے اور جب دونوں صاحب بیت المقدس پر پہنچے تو جبرئیلِ امین نے آنحضرتؐ کو انبیاء کی محرابیں دکھلائیں اور آنحضرتؐ نے اُن سب میں نمازیں پڑھیں اور جب بعد معراج آنحضرتؐ کو واپس لائے تو واپسی میں جناب رسولِ خدا کا گزر قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے ہوا وہاں آپ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک برتن میں اُنکا پانی بھرا ہوا ہے اور ایک اُونٹ اُن کا گم ہوگیا ہے جسے وہ تلاش کر رہے ہیں تو جنابِ رسولِ خدا نے اُس پانی میں سے پیا اور باقی کو لنڈھا دیا۔ صبح جب جنابِ رسولِ خدا نے قریش کو یہ واقعہ سُنایا کہ خدائے تعالیٰ نے شبا شب مجھے بیت المقدس پہنچایا اور مجھے انبیاء کی نشانیاں اور اُن کے مقامات دکھلائے اور میں واپسی میں فلاں مقام پر قافلہ کے پاس سے گزرا اور اُن کا ایک اونٹ کھویا گیا تھا اور اُن کے پانی میں سے کچھ میں نے پیا اور باقی کو لنڈھا دیا تو ابوجہل بولا (یارو!) موقعہ تو تم کو اچھا ملا اب ان (حضرتؐ) سے پوچھ لو کہ اُس میں ستون کتنے ہیں اور قندیلیں کتنی ہیں۔ چنانچہ اُن لوگوں نے پوچھا کہ اے محمدؐ! یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بیت المقدس کو دیکھ آئے ہیں۔ بھلا بتلایئے تو سہی کہ اُس کے ستون کتنے ہیں؟ قندیلیں کتنی ہیں؟ اور محرابیں کتنی ہیں؟ جبرئیلِ امین اُسی وقت آئے اور بیت المقدس کی صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دی پس جو کچھ یہ لوگ پوچھتے جاتے تھے آنحضرتؐ اُس کا جواب اُن کو دیتے جاتے تھے۔ جب اُنکو پورا جواب دے چکے تو کہنے لگے کہ اچھا اب فیصلہ اُس وقت ہوگا جب قافلہ بھی آئے اور جو کچھ آپ نے اُنکی نسبت فرمایا ہے ہم اُسے بھی دریافت کرلیں۔ اس پر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اس کی تصدیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ قافلہ کل صبح کو سورج نکلنے کے ساتھ تمہارے پاس پہنچیگا اور ابلق رنگ کا اونٹ اُس کے آگے آگے ہوگا۔ پس دوسرے دن جیسے ہی صبح ہوئی یہ لوگ گھاٹی کی طرف نظر دوڑانے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے کہ لو سورج تو یہ نکل آیا پس یہ کہنا ہی تھا کہ سامنے سے قافلہ بھی نمودار ہوا جیسے جیسے کرۂ آفتاب بلند ہوتا گیا ویسے ویسے قافلہ بھی قریب آتا گیا جس کے آگے ابلق رنگ کا اونٹ تھا۔ ان لوگوں نے اہلِ قافلہ سے جنابِ رسولِ خدا کے قول کی تصدیق چاہی۔ اُن لوگوں نے بیان کیا کہ بیشک فلاں مقام پر ہمارا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا اور ہم نے پانی رکھا تھا جو صبح کو گرا ہوا پایا گیا۔ یہ سُنکر بجائے تصدیق کرنے کے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔

تفسیرِ قمی میں بھی قریب قریب یہی روایت موجود ہے۔

کشف الغمہ میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا تھا کہ شبِ معراج

آپ کے پروردگار نے آپ سے کس لہجہ میں بات کی تو فرمایا کہ مجھ سے علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے لہجہ میں خطاب فرمایا تھا اور اُسی وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں نے عرض کیا کہ پروردگارا! آیا تو مجھ سے خطاب فرما رہا ہے یا علیؑ! ارشاد ہوا کہ اے احمد! میں شے ہوں مگر اشیاء کے مانند نہیں۔ نہ میرا قیاس انسانوں کا ساکیا جاسکتا ہے اور نہ میرا وصف اشیاء کے ساتھ بیان ہوسکتا ہے۔ میں نے تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو تمہارے نور سے پیدا کیا پس میں تمہارے دل کے بھیدوں پر مطلع ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے دل میں علیؑ ابن ابیطالب سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہے۔ لہذا میں نے علیؑ ہی کی زبان میں تم سے خطاب کیا کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔ (قول مترجم) صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ قصہ معراج کے متعلق حدیثیں اس کثرت سے ہیں کہ اُنکا کسی ایک کتاب یا ایک رسالہ میں جمع کرنا محال ہے اور اُن میں بہت سی باتیں اسرار کی ایسی ہیں کہ سوائے اَلرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے اور کسی سے اُن کا حل ممکن ہی نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۵۴

کافی میں ہے کہ جب جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام مہدی خلیفہ عباسی کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ وہ بندگانِ خدا کے حقوق واپس کر رہا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے مہدی! تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو ہمارا حق واپس نہیں دیتا؟ اُس نے جواب دیا کہ اے ابوالحسنؑ! وہ حق کونسا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا جبکہ خداوندِ عالم نے اپنے نبیؐ کے ہاتھ پر بغیر لڑائی کے فدک اور اُسکے قریب والے املاک فتح کر دیئے۔ اُن مقامات پر مسلمانوں نے چڑھائی نہیں کی تھی۔ (اس لئے وہ صرف رسول اللہ کا مال تھا) پس خدا نے آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل فرمایا۔ آنحضرتؐ نہیں جانتے تھے کہ اس سے کون مراد ہیں؟ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے اور اُنہوں نے خود ربّ العالمین سے دریافت کیا کہ ذوالقربےٰ سے کون کون مراد ہے؟ وحی آئی اے رسولؐ! یہ فدک اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیدو۔ پس آنجنابؐ نے حضرت فاطمہؑ زہرا کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؑ! مجھے حکم پروردگار پہنچا ہے کہ میں فدک تمہیں دے دوں۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں نے آپ کے اور خدا کے عطیہ کو بسروچشم قبول کیا۔ پس جبتک جناب رسولِ خداؐ حیات رہے جناب سیدہؑ کے وکلاء تحصیل وصول کیا کرتے تھے جس وقت ابوبکر حاکم بن بیٹھا تو اُس نے جنابِ سیدہؑ کے وکیلوں کو فدک سے نکال باہر کیا۔ جنابِ سیدہؑ ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا اے ابوبکر! تو میرا حق مجھے واپس دے۔ اُس نے کہا کہ تم اپنے دعوے پر گواہ لاؤ خواہ کاہے ہوں یا گورے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فدک تمہیں دے دیا ہے۔ جنابِ معصومہؑ حضرت امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابیطالبؑ اور حضرت امِ ایمنؓ کو لے گئیں۔ ان دونوں نے گواہی دی۔ ابوبکر نے فدک کے واپس دینے کا پروانہ لکھدیا۔ جنابِ سیدہؑ اُس پروانہ کو لئے ہوئے دولتسرا کی طرف تشریف لے چلیں۔ راہ میں عمر ملا اور کہا کہ اے دخترِ رسولؐ خدا! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا یہ پروانہ ہے جو پسر ابوقحافہ نے میرے لئے لکھا ہے۔ عمر نے کہا۔ ذرا مجھے تو دکھاؤ۔ جنابؑ

سیدہؑ نے انکار کیا اُس نے زبردستی پروانہ چھین لیا اور دیکھا پھر اُس پر تھوک کر لکھے ہوئے کو مٹا کے چاک چاک کر ڈالا اور کہا کہ یہ وہ ہے جس پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی ہے پس تم ہمارے گلے گھونٹ دو یہ سُنکر مہدی نے کہا کہ اے ابوالحسن فدک کی حدود تو بتایئے ؛ حضرتؑ نے فرمایا ایک حد اُسکی کوہِ اُحد ہے دوسری حد عریش مصر ہے۔ تیسری حد سیف البحر ہے۔ چوتھی حد دومۃ الجندل ہے۔ خلیفہ مہدی نے کہا۔ یہ سب فدک میں ہیں ؛ حضرت نے جواب دیا ہاں یہ سب وہ مقامات ہیں جو بغیر لڑائی کے فتح ہوئے ہیں۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے میں اس میں غور کرونگا۔

ریّان بن الصلت سے مروی ہے کہ جناب امام رضا علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا قول باری تعالےٰ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ میں ایک خصوصیت ہے کہ جس کے ساتھ خدائے عزیز وجبار نے ذریّتِ رسولؐ کو خاص کیا ہے اور تمام اُمّت پر اُن کو بزرگی بخشی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ زہرا صلوات اللہ علیہا کو طلب فرما کے ارشاد کیا اے فاطمہؑ! یہ فدک وہ ہے جس پر فوج کشی نہیں کی گئی۔ یہ صرف میرا مال ہے مسلمانوں کا اس میں بالکل حق نہیں ہے۔ میں خدا کے حکم سے تم کو اور تمہاری اولاد کو دیتا ہوں تم اسے لیلو۔

تفسیر برہان میں بطریق عامہ ثعلبی سے روایت ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام نے ملکِ شام کے ایک شخص سے فرمایا آیا تو نے قرآنِ مجید پڑھا ہے ؛ اُس نے عرض کی جی ہاں! حضرتؑ نے فرمایا آیا تو نے سورۂ بنی اسرائیل میں آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نہیں پڑھی ؛ اُس نے جواب دیا کہ آیا وہ اقربا جن کے حق دئے جانے کا خود حق تعالےٰ نے حکم دیا آپ ہی حضرات ہیں ؛ حضرتؑ نے فرمایا ہاں وہ ہم ہی ہیں۔

تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب یہ آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ الخ نازل ہوئی تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے فرمایا کہ مسکین کو تو میں سمجھ گیا یہ ذی القربےٰ کون ہیں ؛ جبرئیلؑ نے عرض کیا وہ آپ کے عزیز قریب ہیں۔ پس آنجنابؐ نے حسنین اور فاطمہ زہرا علیہم السّلام کو بُلا کر ارشاد فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ وہ زمینیں جو بغیر لڑائی بھڑائی کے خدائے تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں وہ میں تمہیں دے دوں لہٰذا فدک کی جاگیر میں نے تم کو دے دی۔

عطیہ عوفی کہتا ہے جب جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے خیبر کو فتح کیا اور فدک بغیر لڑائی کے مفتوح ہوگیا اور خدائے تعالےٰ نے آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل کیا تو جناب رسولِ خدا نے جناب سیدہؑ سے ارشاد فرمایا۔ اے فاطمہؑ فدک تمہارا حق ہوگیا۔

عبدالرحمٰن بن فلح سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون نے عبداللہ بن موسےٰ العبسی کو خط لکھ کر معاملۂ

فدک اُس سے دریافت کیا۔ اُسنے جواب میں یہی حدیث لکھدی جو اوپر گزری ہے۔

عطیہ سے روایت ہے کہ خلیفہ مامون نے اولادِ جنابِ فاطمہؑ کو فدک واپس دے دیا۔

ابوطفیل سے منقول ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے شوریٰ کے دن ارشاد فرمایا آیا تم میں کوئی ایسا ہے جسکی شان میں آیۂ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوا؟ سب نے جواب دیا۔ ایسا تو کوئی نہیں ہے۔

قولِ مترجم۔ عوام النّاس میں ملکِ فدک باغِ فدک کے نام سے مشہور ہے جس سے یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ وہ کوئی بڑی چیز نہ تھی صرف دو چار کھجور کے درخت تھے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ فدک مُلکِ خیبر کے یہودیوں کے مواضعات میں سے ایک موضع تھا جس کی آمدنی نہایت معقول تھی اور یہ جو باغِ فدک کہا جاتا ہے اُس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ آس پاس کے مُلک کے مقابلہ میں باغ کہا جاتا تھا جیسے کہ انگریز مُلکِ اودھ کو باغِ ہند کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لفظ اصلاً باغ وفدک تھا یعنی دونوں چیزوں کے درمیان میں واوٗ عطف تھا جس سے یہ مطلب ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جنابِ سیدہؑ کو اپنا باغ بھی دے دیا تھا جو مدینۂ منوّرہ کے قریب موضع عوالی کے رقبہ میں واقع تھا اور قریۂ فدک بھی دے دیا تھا جو مدینۂ منوّرہ سے اتنے فاصلہ پر تھا کہ وہاں دو دن میں پہنچ سکتے تھے۔ کسی کاتب کی خود اپنی حماقت یا کسی خائن حاکم کی ہدایت سے باغ و فدک کا واوٗ لکھنے سے رہ گیا۔ یار لوگوں نے باغِ فدک پڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے گلستاں کے اس مصرعہ کی گت بنگئی۔ ع خاندان و بُنوّتش گم شد۔ جس کا مضمون مطابق قرآن مجید ہے اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (دیکھو صفحہ ۳۶۱ سطر ۲) مگر کاتب صاحب کے واوٗ اُڑا دینے نے اور لوگوں کے نون کو با پر مقدّم کر دینے نے "خاندانِ بنوتش گم شد" پڑھوا دیا۔ حالانکہ یہ کھُلی ہوئی بات ہے کہ اس کی بُنوّت ہی جاتی رہی یعنی وہ بیٹا ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ یہی حالت باغ و فدک کی ہو گئی۔ (غصبِ فدک کی مفصّل کیفیت کے لئے نوٹ نمبر ۱ مندرجہ صفحہ ۶۵۱ مع اُس کے ضمیمہ کے ملاحظہ فرمائیے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۶۰

تفسیرِ صافی میں ہے کہ مخالفین میں سے بعض نے اِس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیّہ اُن کے منبر پر چڑھتے ہیں اور بندروں کی طرح کودتے پھاندتے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا کہ بنی امیّہ کو اُن کے اسلام لانے کے عوض میں دنیوی جاہ و حشم ملجائیگا۔ اور بعض یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھتے اُترتے ہیں یہ حال دیکھ کر آنحضرتؐ کو صدمہ ہوا اور رنجیدہ ہو گئے۔

قمّی نے لکھا ہے کہ جب حضور سرورِ عالم نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے منبر پر بندر چڑھتے

اترتے ہیں اس خواب سے حضرتؐ کو بہت رنج ہوا اور غمگین رہنے لگے تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ۔ اس میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

صحیفۂ سجادیہ کے مقدمہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے مذکور ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پہ کچھ غنودگی سی آگئی۔ تو آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کچھ لوگ منبر پہ بندروں کی طرح کود رہے ہیں اور مسلمانوں کو پچھلے پاؤں چلاتے ہیں۔ یعنی مُرتد بناتے ہیں۔ یہ خواب دیکھکر آنحضرتؐ اُٹھ بیٹھے۔ چہرۂ مبارک سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ اتنے میں جبرئیلؑ یہ آیت لائے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ الخ مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں سے مراد بنی امیہ ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ آیا یہ لوگ میرے ہی عہد اور میرے ہی زمانہ میں ہونگے؟ جبرئیلؑ نے عرض کی نہیں بلکہ اسلام کی چکی آپ کی ہجرت سے لیکے دس برس تک ایک شان سے چلتی رہیگی۔ پھر ۳۵ھ تک اسلام کی چکی ایک دوسری شان سے چلیگی۔ اس کے بعد پانچ برس اوّل شان سے چلے گی۔ اس کے بعد ضرور ہے کہ گمراہی کی چکی اپنی کیلی پر قائم ہوکر چلتی رہے۔ پھر فرعون لوگ ملک کے مالک ہو جائیں۔ امام فرماتے ہیں کہ اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (دیکھیے صفحہ ۹۵۶ سطر ۵) اس میں ہزار مہینے سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سلطنت اسلامی پر قابض رہیں گے۔ اور اس زمانہ میں شبِ قدر مطلق نہ ہوگی۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ پس خداوندِ عالم نے اپنے نبی کو مطلع کردیا کہ بنی امیہ اس امت کے بادشاہ ہو جائیں گے اور اُن کی مدتِ شاہی بھی بتلادی کہ اگر اتنے زمانہ کے اندر پہاڑ بھی ان کا مقابلہ کریں گے تو وہ غالب آجائیں گے اور وہ برابر غالب ہی رہیں گے یہانتک کہ خدا اُن کی حکومت کو برباد کردے اور وہ لوگ اتنی مدت میں ہم اہل بیت کی دشمنی کو خوب ظاہر کریں گے۔ اور خدا نے اپنے رسولؐ کو اُن صدموں اور اذیتوں سے خبر دیدی ہے جو اُنکے ہاتھوں سے اُن کے زمانہ میں اولادِ رسولؐ اور اُن کے محبّوں اور شیعوں کو پہونچیں گے۔

قولِ صاحبِ تفسیر صافی۔ آنحضرتؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں کو اسلام سے مرتد ہوتے دیکھتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ باوجود اس کے تھوڑا تھوڑا کرکے اسلام سے نکلتے جاتے تھے۔ گویا اُن کی حالت اُس شخص کی سی تھی جو راہِ راست پر تو ہو اور مُنہ بھی اُس کا حق کی طرف یعنی منزلِ مقصود کی طرف ہو مگر بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا چلا جائے۔ یہانتک کہ جب اپنا چلنے کا کام پورا کرچکے تو اپنے آپ کو جہنّم میں پائے۔

احتجاجِ طبرسی میں جناب امام حسن علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں یہ ہے کہ مروان

بن حکم سے فرمایا اے مروان! صرف میں ہی تجھے اور تیرے باپ کو برا نہیں کہتا ہوں بلکہ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر اور تیری اولاد و ذریت پر اور تیرے باپ کی نسل پر اپنے رسولؐ کی زبانی قیامت تک کے لئے لعنت کی ہے۔ اے مروان! تو اس کا انکار نہیں کر سکتا اور نہ وہ لوگ انکار کر سکتے ہیں جن کے سامنے جناب رسولؐ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کی ہے اور اے مروان! جتنا خدا نے تمہیں خوف دلایا اور ڈرایا اتنا ہی تم اور سرکشی کرنے لگے۔ بیشک خدا نے اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے۔ جہاں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا اے مروان! اس شجرۂ ملعونہ سے قرآن مجید میں تو اور تیری ذریت مراد ہیں۔ نیز جناب رسولِ خدا اور جناب امیرؑ سے ایک اور حدیث میں منقول ہے کہ جو لوگ قرآن مجید پر قائم ہیں اور اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں۔ ان کا نکاس ایک ایسے درخت سے ہے جس کی جڑ نہایت مضبوط اور محکم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں اپنے پروردگار کے حکم سے اپنا پھل دیتا رہتا ہے یعنی اس سے وقتاً فوقتاً سمجھنے والوں کے لئے ایسے ایسے علوم ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ان کے دشمنوں کا نکاس اس شجرۂ ملعونہ سے ہے جو اپنے منہ سے پھونک مار مار کر نورِ خدا کو بجھانا چاہیں گے مگر خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا۔ اے مروان! اگر منافقوں ملعونوں کو معلوم ہوتا کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں جن کی تاویل میں نے تجھ سے بیان کی ان کا کتنا بڑا ضرر ہے تو وہ ان کو بھی قرآن مجید سے ایسے ہی نکال دیتے جیسے کہ اور آیتیں نکال دیں۔

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جب سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اترتے چڑھتے ہیں تو ایسے غمگین ہوئے کہ مرتے دم تک پھر کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۶۳

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جب میں مقام محمود پر بیٹھوں گا تو اپنے والدین کی اور اس بھائی کی سفارش کروں گا جو زمانہ جاہلیت میں میرے ہمراہ رہا کرتا تھا

تفسیر برہان میں سماعہ بن مہران نے جناب امام موسیٰ کاظم سے خدا تعالیٰ کے اس قول عسیٰ اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے ان حضرتؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اتنے عرصہ تک کھڑے رہینگے جتنا چالیس دن اور رات میں گزرتا ہے اور آفتاب کو حکم دیا جائیگا کہ بندوں کے سروں پر آجائے اور پسینہ ان کے دہانہ تک آجائے گا۔ اور زمین کو یہ حکم ہوگا کہ پسینہ کی ایک بوند بھی جذب نہ کرے پس وہ سب کے سب (گھبرائے ہوئے)

حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئینگے اور اُن سے شفاعت کی خواہش کریں گے وہ حضرت اُن کو حضرت نوحؑ کی طرف ہدایت کر دینگے۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ کی طرف ہدایت کر دینگے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسےٰؑ کا حوالہ دے دیں گے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو پتہ بتا دینگے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیدینگے اور یہ بھی کہدینگے کہ جناب محمد مصطفےٰ خاتم النبیین ہیں تم سب لوگوں کو اُنہی کا دامن پکڑنا چاہیئے۔ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمائینگے کہ ہاں میں شفاعت کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ حضرت اُن سب کو لئے ہوئے جنت کے دروازہ پر تشریف لائیں گے۔ کھٹکھٹائیں گے۔ اُن سے کہا جائیگا کہ آپ کون ہیں؟ حالانکہ اللہ جانتا ہوگا۔ آپ فرمائیں گے کہ میں محمدؐ ہوں۔ دروازہ کھولدو۔ پس جیسے ہی دروازہ کھولا جائیگا حضوریٔ پروردگار کے تصور میں سجدے میں گر پڑیں گے اور اُس وقت تک سر نہ اٹھائیں گے جب تک یہ نہ کہا جائیگا کہ بولو اور مانگو (کہ تم جو کچھ مانگوگے وہی) ملیگا اور شفاعت کرو (کہ جسکی شفاعت تم کروگے) قبول کی جائیگی۔ پھر آنحضرتؐ سر اٹھائیں گے اور حضوری پروردگار عالم کے تصور میں پھر سجدہ میں گر جائیں گے پھر مثلِ سابق کہا جائیگا۔ پھر آنحضرتؐ اپنا سر مبارک اٹھائینگے اور اب جو شفاعت کرنے پر مستعد ہونگے تو اُن تک کی بھی شفاعت کریں گے جو جہنم میں جل چکے ہونگے پس قیامت کے دن تمام گروہوں میں سے کوئی شخص جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سی وجاہت نہ رکھتا ہوگا خدا کے اس قول عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کا یہی مطلب ہے

شیخ نے اپنی امالی میں بہ سلسلۂ روایت نقل کیا ہے کہ جناب امام علی نقی علیہ السلام نے بروایتِ آباؤ اجدادِ خود جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اور اُن حضرتؑ نے جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خود جناب رسولِ خدا کو یہ فرماتے سُنا کہ جب قیامت کے دن تمام آدمی محشور ہوں گے تو ایک آدمی مجھے آواز دیگا۔ یارسولؐ اللہ! خدا نے آج کے دن آپ کو اختیار دیا ہے کہ اپنے دوستوں کو اور اپنے اہلبیتؑ کے محبوں کو جو آپ کی خاطر اُن سے تولا رکھتے تھے اور آپ کی خاطر اُن کے دشمنوں سے تبرا کیا کرتے تھے معاوضہ دلوایئے اور جیسا جی چاہے معاوضہ دلوایئے۔ میں درگاہِ خدا میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار! تو اِن سب کو جنت میں داخل کر دے۔ پس وہ لوگ جس جس راستہ سے میں چاہونگا بہشت میں داخل ہو جائیں گے (اے علیؑ!) اُس مقامِ محمود سے جس کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے یہی مراد ہے۔

ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ! تمہارے شیعہ قیامت کے دن اپنی مراد کو پہونچیں گے بس

جس نے تمہارے کسی شیعہ کی اہانت کی اُس نے تمہاری اہانت کی اور جس نے تمہاری اہانت کی اُس نے میری اہانت کی۔ اور جس نے میری اہانت کی اُسے خدائے تعالےٰ آتشِ جہنم میں داخل کرے گا کہ وہ ہمیشہ اُس میں رہیگا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ یا علیؑ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تمہاری رُوح میری رُوح ہے۔ تمہاری طینت میری طینت ہے۔ تمہارے شیعہ ہمارے خمیر کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ پس جو شخص اُن کو دوست رکھیگا وہ ہمارا دوست ہوگا اور جو اُنہیں غضبناک کریگا وہ ہمیں غضبناک کریگا۔ جو اُن سے دشمنی کریگا وہ ہمارا دشمن ہے جو اُن سے دلی محبت رکھیگا وہ ہمارا دلی دوست ہے۔ یا علیؑ! تمہارے شیعوں کی خطائیں اور گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ اے علیؑ! میں روزِ قیامت جب مقامِ محمود پر پہنچونگا تمہارے شیعوں کی شفاعت کرونگا پس تم اُن کو خوشخبری سُنادو۔ اے علیؑ! تمہارے شیعہ خدا کے شیعہ ہیں۔ تمہارے انصار خدا کے انصار ہیں۔ تمہارے دوست خدا کے دوست ہیں۔ تمہارا گروہ خدا کا گروہ ہے اے علیؑ! تمہارا دوست سعادت مند ہے اور تمہارا دشمن بدبخت ہے۔ اے علیؑ! تمہارے لئے جنت میں خزانہ ہے اور جنت کے ذوالقرنین تم ہی ہو۔

تفسیر عیاشی میں خثیمہ جعفیؒ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں اور مفضل بن عمر و جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھے کہ ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہ تھا۔ پس مفضل وجعفی نے اُن حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ مولا! ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان فرمایئے۔ جس سے ہمارے دل خوش ہوجائیں فرمایا کہ اچھا سُنو! جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا تعالےٰ اپنی ساری مخلوق کو ایک بلند زمین پر جمع کریگا اور سب کے سب ننگ دھڑنگ ہونگے یعنی برہنہ پا جسم سے ننگے اور بال تک بھی بدن پر ندارد۔ جب اُن لوگوں کو کھڑے کھڑے اتنا عرصہ گزر جائیگا کہ اُن کا پسینہ ٹھوڑیوں تک آجائیگا تو وہ گھبرا کر کہینگے کہ کاش خدا تعالےٰ ہمارا فیصلہ فرمادے گو ہمیں جہنم ہی میں بھیجدے۔ اس لئے کہ جس تکلیف میں وہ ہوں گے اُس کے مقابلہ میں جہنم میں ہونے کو راحت سمجھینگے پس حضرت آدمؑ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ آپ ہم سب کے باپ بھی ہیں اور آپ نبی بھی ہیں۔ پس آپ خدا تعالےٰ سے یہ عرض کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے گو جہنم ہی میں بھیجدے آدم علیہ السلام فرمائیں گے بیٹو! میں اس قابل نہیں ہوں! خدا تعالےٰ نے مجھے پیدا کیا اور اپنے عرش پر مجھے جگہ دی اور اپنے سارے فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا۔ پھر مجھے ایک حکم دیا جس کی تعمیل میں مجھ سے ترکِ اولےٰ ہوگیا لیکن میں تمہیں اپنے ایک سچے بیٹے کو بتائے دیتا ہوں جو نوسو پچاس ۹۵۰ برس تک اپنی قوم میں دین کی دعوت دیتا رہا۔ جتنا جتنا وہ اُسے جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ اُسکی سچائی کی گواہی دیتا تھا۔ وہ نوحؑ ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئینگے اور اُن سے عرض کرینگے کہ آپ پروردگارِ عالم سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے گو جہنم ہی میں بھیجے۔

وہ فرمائینگے صاحبو! میں اس قابل نہیں ہوں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ (دیکھو صفحہ ۳۰۶ سطر ۱۱) (حالانکہ عنداللہ وہ عاق تھا) لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں۔ جسے دنیا میں خدائے تعالےٰ نے خلیل اللہ کا خطاب دیا۔ تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس جائینگے۔ وہ حضرتؑ فرمائیں گے کہ لوگو! میں اس کام کا نہیں ہوں میں نے تو خود ہی کہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ (دیکھو صفحہ ۷۱۸ سطر ۱) (حالانکہ میں اُس وقت بیمار نہ تھا) لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتلائے دیتا ہوں جس سے خدائے تعالےٰ نے خود کلام فرمایا اور اُسے کلیم ہونے کا شرف بخشا۔ وہ موسےٰ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ موسےٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اُن سے سفارش کی درخواست کرینگے۔ موسےٰ علیہ السلام فرمائینگے کہ بھائیو! میں اس قابل کہاں ہوں میں نے تو ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۳۶۰ سطر ۹۔ اور صفحہ ۶۱۶ سطر ۵ تا صفحہ ۶۱۷ سطر ۱۱) ہاں میں تمہیں ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں جو حکم خدا سے (نئی) مخلوق بھی پیدا کرتا تھا اور خدا ہی کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو شفا بھی بخشا کرتا تھا۔ وہ عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ لوگ اُن کے پاس آئینگے وہ فرمائیں گے کہ (دوستو!) میں تمہاری دستگیری نہیں کر سکتا لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں جس کے دنیا میں پہنچنے کی میں خود تم کو خوشخبری دے آیا تھا وہ احمد (مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ) ہیں۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لیکے آنحضرتؐ سے پہلے پہلے جو نبی بھی اولادِ آدمؑ میں ہوا ہے وہ اُس وقت لوائے محمدی کے نیچے آ کھڑا ہوگا۔ پھر وہ سب لوگ بھی (گھبرائے ہوئے) آنحضرتؐ کے پاس آئیں گے۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ سوال کرینگے کہ یا رسول اللہ حضور خدائتعالےٰ سے عرض کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ فرما دے گو جہنم ہی میں بھیجے۔ حضرتؐ فرمائیں گے کہ بہت اچھا میں تم سب کی دستگیری کے لئے موجود ہوں۔ پس آنحضرتؐ دارالرحمن میں آئینگے جس سے مراد عدن ہے اور اُس کے دروازہ کی وسعت اتنی ہے جتنا مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ۔ حضرتؐ اُس دروازے کی زنجیروں میں سے ایک زنجیر کو حرکت دیں گے تو آواز دیجائیگی کون ہے؟ حالانکہ خدائے تعالےٰ آپ سے واقف ہوگا۔ آنحضرتؐ جواب دیں گے کہ میں ہوں محمدؐ! جواب ملیگا کہ اِن کے لئے (دروازہ کھولدو۔ امام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے لئے دروازہ کھول دیا جائیگا۔ اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پروردگارِ عالم کی عظمت و جلالت دیکھونگا تو اُس کی بزرگی ایسی بیان کرونگا کہ مجھ سے پہلے کسی نے اُس کی بزرگی ویسی بیان نہ کی ہوگی اور نہ میرے بعد کوئی اُس کی بزرگی ویسی بیان کر سکیگا پھر میں سجدہ میں گر پڑونگا۔ پھر ارشادِ باری تعالےٰ ہوگا کہ اے محمدؐ! تم اپنا سر اٹھاؤ اور جو تمہارا جی چاہے کہو کہ تمہاری بات سُنی جائیگی اور جس کی مناسب جانو سفارش کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ پس جو جی چاہے مانگو وہ تم کو ملیگا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُس وقت میں اپنا سر اُٹھاؤنگا اور اپنے

پروردگار کی عظمت و جلالت دیکھ کر پہلے سے کہیں زیادہ اُس کی بزرگی بیان کروں گا پھر سجدہ میں گر پڑوں گا پھر ارشادِ باری ہوگا کہ اے محمدؐ! تم اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہے کہو کہ تمہارا قول سُنا جائیگا اور جس کی مناسب سمجھو شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت مانی جائیگی۔ اور جو مانگنا ہے مانگو وہ تم کو دیا جائے گا۔ اُس وقت میں اپنا سر اُٹھا کر عرض کرونگا کہ اے میرے پروردگار! تو اپنے بندوں کے حق میں فیصلہ فرمادے گو یہ جہنم ہی میں جائیں۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا کہ اچھا اے محمدؐ! آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُس وقت ایک سانڈنی لائی جائیگی جو یاقوت سُرخ کی ہوگی اور اُس کی نکیل سبز زبرجد کی ہوگی۔ میں اُس پر سوار ہو کر مقامِ محمود پر آؤنگا اور وہاں آکر ٹھیرونگا۔ یہ مقام محمود عرشِ الٰہی کے مقابل بڑی تیز خوشبودار مشک کا ایک ٹیلہ ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ پھر ابراہیمؑ بلائے جائینگے اور وہ بھی ویسی ہی سانڈنی پر سوار کئے جائینگے اور مقامِ محمود پر پہنچکر جناب رسولِ خدا کے دائیں ہاتھ کھڑے ہو جائیں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس حدیث کو بیان کرتے وقت جنابِ رسولِ خدا نے اپنا دستِ مبارک اُٹھا کر امیرالمؤمنین علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کے شانہ پر مار کر یہ فرمایا تھا کہ یا علیؑ! واللہ ایک ایسی ہی سانڈنی تمہارے لئے بھی لائی جائے گی۔ تمہیں اُس پر سوار کیا جائیگا پھر تم آکر اپنے باپ ابراہیمؑ کے اور میرے مابین کھڑے ہو جاؤ گے اس وقت ایک منادی خدائے رحمٰن کی طرف سے پکار کر یہ کہیگا اے مخلوقِ خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف نہیں ہے کہ ہر ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ کردے جس کو دنیا میں وہ اپنا اپنا سردار سمجھتے رہے۔ سب لوگ جواب دینگے بے شک بے شک۔ اور اس کے سوا کیا انصاف ہو سکتا ہے؟ امام فرماتے ہیں کہ وہ شیطان کھڑا ہو جائے گا جس نے لوگوں کے ایک فرقہ کو گمراہ کیا تھا یہانتک کہ انہیں یہ سمجھ لیا تھا کہ عیسےٰؑ خود خدا ہیں اور خدا کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ ایسا سمجھنے والے سب اُس کے پیچھے پیچھے جہنم میں چلے جائینگے۔ پھر وہ شیطان کھڑا ہوگا جس نے لوگوں کے ایک فرقہ کو گمراہ کیا تھا۔ یہانتک کہ اُنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ عُزیرؑ خدا کے بیٹے تھے۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والے سب اُس کے ساتھ ہو کر جہنم میں پہنچ جائینگے۔ اسی طرح ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک شیطان جس جس نے کسی گروہ کو گمراہ کیا ہوگا کھڑا ہوتا جائیگا اور اُس کے ماننے والے اُس کے پیچھے پیچھے داخلِ جہنم ہوتے جائینگے۔ باقی رہ جائیگی یہ اُمت تو پھر ایک منادی منجانب پروردگارِ عالم پکار کر یہ کہیگا کہ اے مخلوقِ خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف نہیں ہے کہ ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ کردے جسے وہ دارِ دنیا میں اپنا آقا سمجھتے تھے سب کہیں گے بجا ہے۔ اس کے سوا اور انصاف ہو کیا سکتا ہے؟ چنانچہ شیطانِ اوّل کھڑا ہوگا اور جتنے اُس کے یار ہونگے سب اُس کے پیچھے ہو لینگے۔ پھر شیطانِ ثانی کھڑا ہوگا اُس کے جتنے یار ہونگے سب اُس کا پیچھا لینگے۔ پھر شیطانِ ثالث کھڑا ہوگا اُس کے جتنے ماننے والے ہونگے اُس کا پیچھا پکڑیں گے۔ پھر معاویہ کھڑا ہوگا اُس سے دوستی رکھنے والے اُس کے پیچھے پیچھے ہو

جائیں گے۔ اِدھر جناب علیؑ مرتضےٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور جو حضرات اُن سے تولا رکھنے والے ہونگے وہ اُن کے ساتھ ساتھ داخلِ فردوس بریں ہونگے۔ پھر یزید بن معاویہ اُٹھیگا جن جن لوگوں نے اُسے اپنا ولی یا والی جانا تھا وہ سب اُس کے ساتھ ہو جائینگے۔ اِدھر جنابِ امام حسنؑ کھڑے ہونگے۔ اُن کو مولا ماننے والے اُن کے ساتھ ہوں گے۔ اسی طرح جناب سیدالشہدا امام حسین علیہ السلام کھڑے ہونگے۔ اُن کو آقا سمجھنے والے اُن کے ہمراہ ہونگے۔ پھر مروان بن حکم اور اُس کا بیٹا عبدالملک بن مروان دونوں کھڑے ہو جائینگے۔ اِن دونوں کو خلیفۂ برحق ماننے والے اُن کا پیچھا پکڑینگے۔ پھر جناب سیدالساجدین امام زین العابدینؑ کھڑے ہونگے۔ اُن حضرت کو دوست رکھنے والے اُن کی معیت میں ہونگے۔ اُدھر ولید بن عبدالملک کھڑا ہوگا۔ اُس کے پیروکار اُس کا پیچھا لینگے۔ اِدھر سے جناب امام محمد باقر کھڑے ہونگے اور اُن حضرتؑ کے موالی اُن حضرت کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے۔ (جنابِ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ) پھر میں کھڑا ہوں گا اور جو مجھے مولا ماننے والے ہیں وہ میرے ساتھ ہوں گے اور میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں میرے ساتھ ہوگے۔ پھر ہم لائے جائینگے اور اپنے پروردگار کے عرش پر ہم جلوس کرینگے اور لوگوں کے اعمال نامے پیش کئے جائینگے اور ہم اپنے دشمنوں کے برخلاف گواہی دینگے اور ہمارے شیعوں میں سے جو گنہگار ہونگے اُن کی ہم شفاعت کریں گے اور رہے ہمارے شیعوں میں سے وہ جو متقی و پرہیزگار ثابت ہونگے اُن کو بامراد بنا کر خدا تعالےٰ خود نجات دیگا نہ کوئی تکلیف اُن کو پہنچے گی نہ وہ رنجیدہ ہونگے"۔ خیثمہ جعفی بیان کرتے ہیں کہ حدیث یہانتک پہنچنے پائی تھی کہ ایک لونڈی نے آکر عرض کی کہ مولا فلاں قریشی درِ دولت پر حاضر ہے۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ اُسے آنے دو۔ پھر ہم لوگوں سے فرمایا کہ اب خاموش ہو رہو (یعنی اس حدیث کے سلسلہ میں اب کچھ نہ پوچھو)

عیص بن قاسم نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چند ہاشمی جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! چوپایوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے واسطے آپ ہم لوگوں کو عامل مقرر فرما دیجئے ہم زیادہ حقدار ہیں جو حصہ اور عاملین کو ملا کرتا ہے وہی ہم کو مل جایا کرے گا کہ ہم اُس کے اَوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرتؐ نے جواب دیا اے اولادِ عبدالمطلب! صدقہ نہ میرے لئے حلال ہے نہ تمہارے لئے لیکن مجھ سے خدا نے شفاعت کا وعدہ کیا ہے۔ پھر فرمایا خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ پر گواہی بھی دے دی ہے۔ اے عبدالمطلب کے فرزندو! اب تم بتاؤ کہ جب میں جنت کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کے خدا سے شفاعت کی درخواست کروں گا تو کیا تم یہ گمان کر سکتے ہو کہ میں تم پر دوسرے کو ترجیح دوں گا۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ جب قیامت کے دن تمام جن و انس ایک جگہ جمع ہونگے اور انہیں بھیڑ بھیڑے ایک عرصۂ دراز ہو جائیگا تو وہ سب کے سب شفاعت کے خواہاں ہوں گے اور کہیں گے کس کے پاس جائیں کس کو شفیع بنائیں پس

وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور اُن سے شفاعت کی درخواست کرینگے۔ وہ جواب دینگے افسوس! میں خود ضرورت مند ہوں اور اپنی حاجت بارگاہ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ وہ لوگ آپس میں کہیں گے پھر اب کس کے پاس جائیں۔ کوئی جواب دیگا۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ پس وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اُن سے شفاعت چاہیں گے۔ وہ جنابؑ فرمائیں گے افسوس! میں خود ضرورت مند ہوں۔ اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ آپس میں کہیں گے کہ اب کس کے پاس چلیں۔ کوئی کہیگا کہ حضرت موسےٰؑ کے پاس چلو۔ اب موسےٰؑ کے پاس آئیں گے اور اُن سے شفاعت کا سوال کرینگے۔ جناب موسےٰؑ فرمائیں گے افسوس! میں خود ضرورتمند ہوں۔ اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ آپس میں کہیں گے اب کس کے پاس چلیں۔ جواب ملے گا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس چلو۔ پس وہ سب کے سب حضرت عیسےٰؑ کے پاس آکر شفاعت کی استدعا کرینگے۔ جناب عیسےٰؑ جواب دیں گے کہ میں خود ضرورت مند ہوں اور اپنی درخواست بارگاہِ الٰہی میں پیش کر چکا ہوں۔ اُس وقت وہ کہیں گے اب کس سے عرضِ حال کریں کہنے والا کہیگا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے اور شفاعت کے طالب ہونگے۔ پس میں خدا پر بھروسہ کر کے کھڑا ہو جاؤنگا۔ اور بلا خوف جنت کے دروازہ پر آؤنگا زنجیر دستک کر بلاؤنگا۔ آواز آئیگی کون ہے؟ میں جواب دونگا احمدؐ! یہ سُنکر خدام جنت آئینگے اور دروازہ کھول دینگے۔ جس وقت میں جنت کی نعمتیں دیکھوں گا خدا کی عظمت و جلالت کو یاد کر کے سجدہ میں گر پڑونگا۔ ایک فرشتہ میرے پاس آئیگا اور کہیگا یا رسولؐ اللہ! سجدہ سے سر مبارک اُٹھائیے اور خدا سے سوال کیجئے کہ آپ جو کچھ مانگیں گے آپ کو عطا کیا جائیگا اور جس کی مناسب جانیئے شفاعت فرمائیے کہ آپکی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں سر اُٹھا کر دروازۂ جنت میں داخل ہونگا۔ پھر سجدہ میں گر کر اپنے پروردگار کی عظمت اور بزرگی کا ذکر کرونگا۔ پھر ایک فرشتہ آکر ذکر کریگا کہ یا رسولؐ اللہ! اپنا سر مبارک اُٹھائیے اور جو جی چاہے سوال کیجئے کہ آپ کو عطا کیا جائیگا اور جس کی چاہیئے شفاعت کیجئے کہ قبول کی جائیگی۔ پھر آنحضرتؐ کچھ دیر تک جنت میں چلتے پھرتے رہینگے پھر سجدہ میں گر کر اپنے پروردگار کی عظمت و بزرگی بیان کرینگے۔ پھر ایک فرشتہ آکر یہی پیغام دیگا کہ یا رسولؐ اللہ! اپنا سر مبارک اُٹھا کر جو کچھ جی چاہے مانگئے ملیگا۔ اور جس کی جی چاہے شفاعت کیجئے مان لی جائیگی۔ اس کے بعد اُٹھ کر جو کچھ بھی سوال کریں گے خدا تعالےٰ ضرور بالضرور وہ سب آنحضرتؐ کو عطا فرمائے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۶۳

(نوٹ نمبر ۴ کے آخر میں ہونیکے بجائے حوالہ غلطی سے نوٹ نمبر ۵ کے آخر میں دیا گیا ہے۔ مقبول)

تفسیر برہان میں ہے کہ علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ نے بسلسلۂ اسنادِ خود محمد بن حرب الہلالی امیرِ مدینہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! میرے دل میں ایک بات ہے جو حضرت سے پوچھنا چاہتا ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہارا جی چاہے تو میں تمہاری وہ بات تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی بیان کردوں اور جی چاہے تم خود ہی بیان کرو۔

میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ بھلا آپ نے میرے دل کی بات میرے سوال کرنے سے پہلے جان کیسے لی؟ فرمایا تو تم تفرس کے سبب سے۔ کیا تم نے خدا تعالےٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (دیکھو صفحہ ۴۲۳ سطر ۴ مع نوٹ نمبر ۳) اور جنابِ رسولِ خدا کا یہ قول نہیں سنا اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ (دیکھو صفحہ ۴۲۳ نوٹ نمبر ۳) محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اچھا جو میرے دل میں بات ہے بتا دیجئے؟ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا تم مجھ سے یہ دریافت کرنا چاہتے تھے کہ علیؑ ابنِ ابیطالبؑ میں اتنی تو قوت موجود تھی کہ ملک خیبر میں قلعۂ قموص کا دروازہ اکھاڑ لیا اور پس پشت پھینکا تو چالیس ہاتھ کے فاصلہ پر جا کر گرا حالانکہ چالیس آدمی اُسے نہیں اُٹھا سکتے تھے مگر کعبہ کی چھت پر سے بتوں کے گرانے کے دن جنابِ رسولِ خدا کو اپنے کندھے پر نہ اُٹھا سکے حالانکہ جنابِ رسولِ خدا اونٹ پر بھی سوار ہوتے تھے۔ گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے اور شبِ معراج بُراق پر بھی سوار ہوئے تھے اور یہ یقینی بات ہے کہ ان جانوروں کی قوت کو جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی قوت سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! خدا کی قسم میں آپ سے یہی پوچھنا چاہتا تھا اب حضور مجھے بتلاویں؛

فرمایا! بہت اچھا سنیئے۔ علیؑ مرتضےٰ کو جو شرف ملا ہے جنابِ رسولِ خدا کے باعث اور جو رفعت حاصل ہوئی ہے آنحضرتؐ کے سبب تو یہ رتبہ بھی آنحضرتؐ ہی کے سبب ملا کہ انہوں نے شرک کی آگ بجھا دی۔ اور خدا کے سوائے جو بھی معبود تھا اُسے باطل کر دیا۔ اگر جنابِ رسولِ خدا بتوں کے گرانے کی غرض سے علیؑ مرتضےٰ کے کاندھے پر سوائے ہوئے ہوتے تو آنحضرتؐ کی دسترس علیؑ کے ذریعہ سے ہوتی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا کہ علیؑ مرتضےٰ جنابِ رسولِ خدا سے افضل ہیں کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جنابِ امیرؑ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہوا تو مجھے ایسا شرف ملا اور ایسی رفعت ملی کہ اگر میں یہ چاہتا کہ آسمان کو پا لوں تو اُسے بھی تو پا لیتا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ چراغ ہی تو وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے اندھیرے میں راستہ ملتا ہے۔ اور ہر شاخ جڑ ہی سے تو پھوٹا کرتی ہے۔ اور حضرت امیرالمؤمنین یہ بھی فرما چکے ہیں

کہ میں جنابِ رسولِ خدا سے ایسی ہی نسبت رکھتا ہوں جیسے روشنی کو روشنی سے نسبت ہوتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جنابِ محمدؐ مصطفےٰ اور جنابِ علیؑ مرتضےٰ دونوں کے دونوں مخلوقِ خدا کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے پیشِ خداوندِ عالم ایک ہی نور تھے اور فرشتے اس نور کی اصل کو بھی دیکھتے تھے اور جو چمکتی ہوئی شعاع اس سے نکلتی تھی اُس کو بھی دیکھتے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ اے ہمارے معبود! اور اے ہمارے سردار! یہ نور کیا ہے تو منجانبِ پروردگارِ عالم اُن کی طرف وحی کی جاتی تھی کہ یہ نور میرے نور سے ہے۔ اس کی جڑ نبوت ہے اور اس کی شاخ امامت۔ اب رہی جڑ وہ تو میرے بندہ اور میرے رسول محمدؐ کے لئے ہے اور رہی شاخ سو وہ میرے ولی اور میری حجت علیؑ کے لئے ہے۔ اور اگر یہ دونوں بزرگوار نہ ہوتے تو میں اپنی مخلوق کو پیدا ہی نہ کرتا کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جنابِ رسولِ خدا نے غدیرِ خم کے دن علیؑ مرتضےٰ کا ہاتھ بلند کر کے اُٹھایا کہ لوگوں نے دونوں بزرگواروں کی بغل کے نیچے کی سفیدی دیکھ لی اور اُن کو تمام مسلمانوں کا مولا اور امام قرار دیدیا۔ اور خیبر کے بنی بخار والے دن حسن و حسین علیہما السلام کو خود اپنے کندھوں پر سوار کیا۔ حالانکہ بعض صحابیوں نے یہ بات عرض بھی کی کہ یا رسولؐ اللہ ان دونوں صاحبزادوں میں سے ایک کو تو ہمیں دے دیجئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہی اچھے سوار ہیں اور ان کے والدِ ماجد ان دونوں سے افضل ہیں۔ اور ایسا تو اکثر ہوا کرتا تھا کہ آنحضرتؐ اصحاب کو نماز پڑھاتے ہوتے اور سجدوں میں سے کسی سجدہ کو طول دیدیتے جب سلام پھیرتے تو لوگ دریافت کرتے کہ یا رسولؐ اللہ فلاں سجدہ کو تو آپ نے بہت طول دیا تو آنحضرتؐ فرماتے کہ ہاں میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا اور مجھے یہ مکروہ معلوم ہوا کہ جب تک وہ خود سے نہ اُترے اُسے علیحدہ کر دوں۔ اور ان سب باتوں سے (حسبِ منشاءِ پروردگارِ عالم) لوگوں پر اُن کی شرافت و بزرگی کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تھا پس ہر نبی کے بعد نبی ہوتا آیا۔ مگر علیؑ مرتضےٰ امام تھے نبی یا رسول نہ تھے لہذا بارِ نبوت بھی نہیں اُٹھا سکتے تھے۔

محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں کہ یا ابن رسولؐ اللہ! مجھے تو کچھ اور بھی سنائیے۔ فرمایا بیشک تو اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ لے اور سن! جنابِ رسولِ خدا نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو اپنی پشتِ مبارک پر جگہ دی۔ اس سے یہ اظہار مقصود تھا کہ جنابِ رسولِ خدا کی اولاد کے باپ علیؑ ہونگے اور جتنے ائمہؑ آنحضرتؐ کے صلب سے ہونے والے ہیں اُن سب سے مقدم اور امام علیؑ ہونگے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ آنحضرتؐ نے نمازِ استسقاء پڑھنے میں اپنی ردا نے مبارک کو ایک پلٹا دے دیا تھا جس سے اپنے اصحاب کو یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ ہم نے قحط سالی کو فصلِ ارزاں سے بدل دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا ابن رسولؐ اللہ! مجھے تو کچھ اور بھی سنائیے۔ فرمایا کہ

جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو اپنی پشتِ مبارک پر اس غرض سے بھی سوار کیا تھا کہ اپنی قوم کو جتلاویں کہ جو شخص بعد جنابِ رسولِ خدا کے آنحضرتؐ کی پشتِ مبارک پر سے اُن کے قرض کا اور اُن کے وعدوں کا بار اُتاریگا وہ علیؑ ہی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اُس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! کچھ اَور بھی۔ فرمایا اس لئے علیؑ کو اٹھایا تھا کہ علی کا جو بار ہے وہ اپنے ہی اُوپر لے لیں مگر علیؑ تو معصوم تھے کوئی وزر و وبال تو اُن کے ذمہ تھا نہیں اور آنحضرتؐ کے افعال لوگوں کے نزدیک حکمت اَور صواب تھے۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ سے خود فرما کر حل کر دیا کہ اے علیؑ! خدائے تبارک و تعالےٰ نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا بار مجھ پر ڈالا پھر میری خاطر سے اُن کو بخش دیا۔ اَور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے بھی ثابت ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (دیکھو صفحہ ۸۱۴ سطر ۷ ع نوٹ) اور اسی سے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (دیکھو صفحہ ۶۹۸ سطر ۷) اور جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ لوگو! تم کو اپنے اپنے نفوس کی حفاظت لازم ہے اس لئے کہ جب تم خود ہدایت یافتہ ہو تو کسی دوسرے کا گمراہ ہونا تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور علیؑ میرا نفس اور میرا بھائی ہے۔ تم علیؑ کی اطاعت کرو اس لئے کہ علیؑ نہ کبھی راہِ راست سے بھٹکیں گے اور نہ بے نصیب ہوں گے پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے امیر جنابِ رسولِ خدا نے کعبۃ اللہ کی چھت پر سے بتوں کو گرانے کے وقت جو علیؑ مرتضےٰ کو اپنے دوشِ مبارک پر اٹھایا ہے اُس میں جتنے پہلو نکلتے اور جتنے مطالب آنحضرتؐ نے مراد لئے ہیں اگر میں وہ سب تمہارے سامنے بیان کر دوں تو شاید تم یہ کہنے لگو کہ جعفر بن محمدؑ دیوانے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جو تم سُن چکے ہو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں اُٹھ کر امامؑ کے قریب گیا اور سرِ مبارک کو بوسہ دیا اور یہ عرض کیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (دیکھو صفحہ ۲۲۷ سطر آخر)

علامہ ابنِ شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابوبکر شیرازی نے جناب امیر المؤمنین کی شان میں جو قرآن مجید نازل ہوا ہے اُسے قتادہ کی روایت سے جمع کیا ہے از آنجملہ یہ بھی ہے کہ قتادہ نے مسیب سے روایت کی ہے اور مسیب نے ابوہریرہ سے۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جابرؓ ابن عبداللہ انصاری نے ذکر کیا کہ ہم جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ شہرِ مکہ اور حرمِ کعبہ میں پہنچے تو کعبۃ اللہ کے گرد! گرد تین سَو ساٹھ ۳۶۰ بت موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کو اُن کے توڑنے کا حکم دیا اور بیت اللہ

کے اُوپر ایک بڑے اُونچے قد کا بُت تھا جس کا نام ہُبل تھا۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے علیؑ میری پشت پر سوار ہو جاؤ تاکہ ہُبل کعبۃ اللہ کے اُوپر سے گرا دیا جائے۔ علیؑ مرتضےٰ نے عرض کی کہ یا رسُول اللہ! یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ حضور میری پشت پر سوار ہو جائیں۔ پس جیسے ہی آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کی پشت پر قدم رکھا تو وہ حضرتؐ خود فرماتے ہیں کہ ثقلِ رسالت کے سبب میں آنحضرتؐ کو نہ اُٹھا سکا اور میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میں ہی آپ کی پشتِ مبارک پر سوار ہو جاؤں گا۔ پس آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا۔ اُتر آئے۔ اپنی پشتِ مبارک جھکا دی۔ میں آنحضرتؐ کے کاندھے پر سوار ہوگیا۔ اُسی کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسان کو پیدا کیا اگر میں یہ چاہتا کہ آسمان کو چھو لوں تو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آسمان کو چھو سکتا تھا۔ پس میں نے کعبہ کی چھت پر سے ہُبل کو پھینک دیا اور اُسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ علامہ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ روزِ فتحِ مکہ جناب امیر علیہ السلام کو امرِ عظیم پیش آیا تو وہ آنحضرتؐ کے دوشِ مبارک پر سوار ہوئے اور پھر کعبہ کی چھت پکڑ کر اُس پر چڑھ گئے۔ اور بُتوں کو اس طرح اُکھاڑا کہ بیت اللہ کی دیواریں بھی ہل گئیں۔ پھر اُن کو اس طرح پھینکا کہ اُن کے پرخچے اُڑ گئے۔ یہ روایت احمد حنبل اور ابو یعلےٰ موصلی نے بھی اپنی اپنی مُسند میں درج کی ہے اور ابوبکر خطیب نے اپنی تاریخ میں اور خطیب خوارزمی نے اپنی کتاب اربعین میں اور محمد بن صبّاغ زعفرانی نے اپنی کتاب الفضائل میں اور ابو عبداللہ طبری نے اپنی کتاب الخصائص میں درج کی ہے۔ اور جناب علامہ سیّد رضی اپنی کتاب المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ میں باسنادِ خود مجاہد سے روایت کرتے ہیں اور مجاہد حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہ جنابِ رسولِ خدا کعبۃ اللہ میں پہنچے تو یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ابن مسعود کی ڈولچیاں بھری ہوئی لٹک رہی ہیں۔ جناب امیرالمؤمنین سے فرمایا کہ اے علیؑ! اِن ڈولچیوں میں سے ایک ڈولچی میرے پاس لے آؤ۔ وہ حضرتؐ ایک ڈولچی لے آئے۔ آنحضرتؐ نے اُس میں سے پانی بھی پیا اور وضو بھی فرمایا۔ پھر ابن مسعود کی طرف دیکھ کر ارشاد ہوا کہ تمہاری ڈولچی میں مجھے ایک قسم کی خوشبو معلوم ہوئی یہ کیسی ہے؟ ابن مسعود نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ مکہ کا پانی مجھے بھاری معلوم ہوا تھا۔ اس سبب سے میں نے چند کھجوریں (یعنی چھوارے) لیکر اپنی ڈولچی میں ڈالکر پانی میں بھگو دیئے تھے۔ تاکہ پانی میرے لئے میٹھا بھی ہو جائے اور ہلکا بھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے اور پانی بھی پاک ہے۔ پھر حضرتؐ اُٹھے اور شیبہ سے کُنجی لی اور کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا۔ اُس وقت حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آیا میں آپ کا چچا اور آپ کے والد کا ہم سر نہیں ہوں؟ فرمایا ہاں! ہو۔ اچھا چچا اپنا مطلب بیان کرو؟ اُنہوں نے عرض کی کعبہ کی کُنجی مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا

لو چچا لو۔ اُس کے بعد جبرئیلؑ امین نازل ہوئے۔ عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ امانت تو اُس کے مالک ہی کو ملنی چاہیئے۔ تب آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے کنجی واپس لے کر شیبہ ہی کو دے دی اور آنحضرتؐ کعبہ میں داخل ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی تصویر موجود ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صورتوں اور مورتوں کو نہ پوجو کہ اللہ تعالےٰ اُن کو ناپسند کرتا ہے اور اِن کے بنانے والے کو بھی بُرا جانتا ہے۔ پھر اپنی ردائے مبارک کے گوشے سے اُس کو مٹانے لگے۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو شیبہ سے فرمایا کہ دروازہ بند کردو پھر سر مبارک بلند کیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر بھی ایک بُت موجود ہے۔ علیؑ مرتضےٰ سے فرمانے لگے اے علیؑ اس بُت کا میں کیا علاج کروں؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسُول اللہ ابھی میں حضور کے سامنے جُھکا جاتا ہوں۔ حضور میری پیٹھ پر سوار ہو کر اسے گھسیٹ لیں۔ جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ! اگر میری ساری اُمت اوّل سے آخر تک اس بات کی کوشش کرے کہ میرے اعضائے ظاہری میں سے کسی ایک عضو کا بھی بوجھ اٹھالیں تو نہیں اُٹھا سکتے۔ لیکن اے علی! تم میرے قریب آؤ۔ چنانچہ علیؑ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کے قریب آیا تو آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے میری دونوں پنڈلیاں پکڑ کر مجھے زمین سے اُٹھا لیا اور سر سے اُونچا کر دیا تو میں دیکھتا کیا ہوں کہ میں آنحضرتؐ کے شانہائے مبارک پر ہوں۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ! بلند ہو اور اس بُت کو کھینچ لو۔ پس میں نے اُس بُت کو پکڑ کر کھینچا اور زمین پر دے مارا تو وہ ثلاثہ (تین ٹکڑے) ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ! جس وقت تم میرے دوش پر ہو تو کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں تو اچھا ہی اچھا دیکھتا ہوں۔ اونچی سی بات یہ ہے کہ اگر آسمان کو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے چھُونا چاہوں تو چھو سکتا ہوں۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! اللہ تمہارے شرف کو اَور زیادہ کرے۔ پھر میرے نیچے سے کِھسک گئے اور میں زمین پر گرا تو ہنسا۔ فرمانے لگے کہ یا علیؑ تمہارے ہنسنے کا کیا باعث ہے؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ کعبہ کی سی بلندی سے میں زمین پر گرا۔ اَور مجھے اس گرنے سے چوٹ نہیں لگی۔ فرمایا یا علیؑ! بھلا تمہارے چوٹ کیا لگتی۔ چڑھایا تو تمہیں محمدؐ جیسے (سیّد النبیین) نے اور اُتارا تمہیں جبرئیلؑ جیسے (روح الامین) نے۔ اِس کے بعد آنحضرتؐ تو تشریف لے گئے اور حضرتِ عباسؓ لگے اپنا فخر جتانے کہ میں سردارِ قریش ہوں اور میں از روئے حسب و نسب کے سب سے بہتر ہوں اور میرے یہاں سب سے بہتر سواریاں موجود ہیں۔ حاجیوں کا پانی پلانا میرے ہاتھ ہے۔ میرے سوا کسی دوسرے کو یہ منصب حاصل نہیں۔ اس پر شیبہ بولا کہ واہ یہ نہیں ہو سکتا۔ سردارِ قریش تو میں ہوں۔ خدمتِ کعبہ

میرے ہاتھ میں ہے۔ کلید برداری مجھ سے متعلق ہے۔ یہ منصب کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ جناب امیرالمؤمنین نے فرمایا تم دونوں صاحب اپنا اپنا فخر میرے مقابلہ میں جتلاتے ہو اور اپنی باتوں سے مجھے چڑاتے ہو۔ میں تم دونوں کا بھی سردار ہوں اور ماورائے جناب رسولِ خدا تمام اہلِ زمین کا سردار ہوں۔ میں ہی تو وہ ہوں جس نے تمہارا منہ کچل ڈالا ہے جس کے سبب سے تم ایمان لے آئے اور آنحضرتؐ کی رسالت کا تم نے اقرار کر لیا۔ جناب امیرؑ کے اس قول پر وہ دونو بہت ہی چڑ گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر علیؑ مرتضےٰ نے جو کچھ اُن سے کہا تھا وہ سب کچھ بیان کیا۔ جبرئیلؑ امین اُسی وقت نازل ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! خدائے برحق بعد درود وسلام یہ ارشاد فرماتا ہے کہ شیبہ اور عباس سے کہہ دیجئے۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۰۱ سطر ۹) یا رسول اللہ! علیؑ مرتضےٰ اُن دونوں سے کہیں بہتر ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۴۶۳

طب الائمہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کبھی کسی مومن کو کوئی مرض لاحق ہو اور مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ تو کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو دور ہو جائیگی۔ چنانچہ مضمون شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اُنہی جناب سے منقول ہے کہ آیتِ قرآنی سے گنڈا تعویذ اور عمل کرنا جائز ہے اور جسے قرآن سے شفا نہ ہوگی گویا اُسے خدائے تعالےٰ ہی نے شفا نہ بخشی۔ کیا قرآن مجید سے بھی بڑھکے کوئی تعویذ یا دعا ہو سکتی ہے۔ کیا خدا تعالےٰ نہیں فرماتا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۶۵ گفتگوئے عبداللہ بن ابی امیہ با جناب رسولِ خدا

عبداللہ بن ابی امیہ۔ اے محمدؐ! تم نے تو بہت بڑا دعوےٰ کیا ہے اور بڑی ہولناک بات کہی ہے تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تمام عالموں کے پروردگار کے رسول تم ہو حالانکہ تمام عالموں کے پروردگار اور تمام مخلوق کے خالق کو اس کی ضرورت کیا پڑی ہے کہ تم جیسا اُس کا رسول ہو۔ سبحان اللہ! ہم ہی جیسا ایک آدمی جو ویسے ہی تو کھانے کھائے جیسے کہ ہم کھاتے پیتے ہیں اور اسی طرح چلے پھرے جیسے کہ ہم چلتے پھرتے ہیں (اور پھر رسولِ خدا

بھی بن جائے) ذرا اسی پر نظر ڈالو کہ بادشاہِ روم و بادشاہ فارس جب کسی کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجتے ہیں تو ایسے ہی کو بناتے ہیں جو بڑا مالدار اور بڑا صاحب مقدور ہو جس کی محل سرائیں اور مکانات خیمے اور ڈیرے اور لونڈی اور غلام۔ نوکر و چاکر بہت کثرت سے ہوں اور وہ تو سارے عالموں کا پروردگار۔ ان سب سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ سے کہ یہ سب بڑے بڑے بادشاہ اُس کے بندے ہیں (وہ رسول بنا کر بھیجے تو تم ایسے مفلس کو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اور نبی ہو) اگر کہیں تم نبی ہوتے تو تمہاری اردلی میں کوئی فرشتہ ہوتا جو تمہاری تصدیق کرتا پھرتا اور ہم بھی اُس کو دیکھتے۔ بلکہ اللہ کو اگر منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجے تو وہ کسی فرشتہ ہی کو کیوں نہ بھیجدیتا ہمارے پاس ہم ہی جیسے آدمی کو بھیجنا بے معنی سی بات ہے۔ اے محمدؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہو نہو تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ باقی تم نبی (وبی) کچھ بھی نہیں ہو۔

جناب رسولِ خدا۔ تمہیں کچھ اور بھی کہنا ہے یا کہہ چکے؟

عبداللہ بن ابی امیہ جی ابھی تو بہت کچھ کہنا ہے۔ اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی کو نبی بنا کر بھیجے تو کسی ایسے شخص کو نہ بھیجتا جو ہم میں مال کی حیثیت سے بہت ہی بڑھا ہوا ہوتا اور ہر طرح خوشحال ہوتا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ اللہ نے یہ قرآن جس کی نسبت آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہی پر نازل کیا ہے اور آپ ہی کو یہ دیکر رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل نہ فرمایا۔ یا تو مکہ کے ولید بن مغیرہ پر نازل فرمایا یا طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی پر۔

جناب رسولِ خدا۔ اچھا اب کہہ چکے یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ جی ہاں۔ ابھی کہنا ہے ہم تو آپ پر ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ اسی مکہ میں ہمارے لئے اسی زمین میں سے ایک چشمہ نہ جاری کردیں کیونکہ یہ زمین سخت پتھریلی بلکہ نری پہاڑی ہی پہاڑی ہے۔ اب اسے آپ کھود ڈالیں اور اس میں چشمے ہی چشمے بہادیں اس لئے کہ ہم کو چشموں کی ضرورت ہے۔ یا آپ کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک بڑا سا باغ ہو کہ آپ بھی اُس میں سے کھائیں (پئیں) اور ہمیں بھی خوب کھلائیں (پلائیں) اور اس کے بیچ بیچ میں بہت سی نہریں پھیلا دیں یا جاری کردیں۔ یا جیسا کہ آپ گمان کر چکے ہیں آسمان ہی کا ایک ٹکڑا گرا دیں۔ کیونکہ یہ تو آپ کہہ چکے ہیں۔ وَ اِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ۔ (دیکھو

صفحہ ۸۳۸ سطر آخر) شاید ہم ایسے ہی کہیں۔ پھر کہنے لگا یا تم اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے ہی لاکر کھڑا نہ کر دو۔ یا اچھا یوں سہی کہ آپ کا کوئی مکان سونے کا ہو کہ اُس میں سے ہمیں بھی کچھ دیجئے جس سے ہم بھی مالدار ہو جائیں۔ پھر ممکن ہے کہ ہم سرکش بن جائیں کیونکہ آپ یہ بھی تو کہہ چکے ہیں۔ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (دیکھو صفحہ ۹۵۵ سطر ۷) پھر لو لا آپ آسمان ہی پر نہ چڑھ جائیں اور ہم تو آپکے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائینگے جب تک کہ آپ ہمارے نام ایک خط نہ بھیجیں جسے ہم پڑھ کر دیکھیں (اور جس کا مضمون یہ ہو) "حکمت والے زبردست خدا کی طرف سے۔ عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی اور اُس کے ساتھیوں کے نام۔ تم لوگوں کو لازم ہے کہ تم محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب پر ایمان لاؤ۔ کہ وہ میرا رسول ہے اور اُس کی سب باتوں کو سچا جانو کہ وہ میری طرف سے کہتا ہے"۔

اے محمدؐ! اگر یہ سب کچھ بھی کرو تو بھی یہ نہیں معلوم کہ میں تم پر ایمان لاؤنگا یا نہ لاؤنگا بلکہ اگر تم ہم سب کو آسمان تک لے چلو اور آسمان کے دروازے بھی کھل جائیں اور ہمیں تم اُن کے اندر بھی پہنچا دو تب بھی ہم تو یہی کہے جائیں گے کہ یہ اور کچھ نہیں ہماری نظربندی کر دیگئی ہے۔ اور ہم پر جادو کر دیا گیا ہے

جناب رسولؐ خدا - اے عبداللہ تجھے کچھ اور بھی کہنا ہے یا بس؟

عبداللہ بن ابی امیہ - کیا جتنی ایرادیں میں آپ پر کر چکا ہوں یہ کافی و وافی نہیں ہیں؟ مجھے تو اب کچھ اور کہنا نہیں۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہے فرمایئے اور اگر آپ کے پاس کوئی حجت و دلیل ہے تو اُسے بیان کیجئے۔ مگر اپنے دشمن نہ بنیئے اور ہم نے جو کچھ سوال کئے ہیں اُن کے جواب دیجئے۔

جناب رسولؐ خدا - (خدا سے عرض کرنے لگے) الٰہی تو ہر آواز کا سُننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ تیرے بندے جو کچھ کہہ رہے ہیں اُس سے تو خوب واقف ہے منجانب رب العزت آیہ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ سے وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا تک کی آیتیں نازل ہوئیں (دیکھو صفحہ ۵۷۴ تا ۵۷۵) پھر یہ آیت نازل ہوئی فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۵۴ سطر ۲) نیز یہ آیت بھی نازل فرمائی۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا

يَنظُرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۰۰ سطر ۱)

جناب رسولِ خدا (اوپر کی آیتوں کے بعد) ہاں اے عبداللہ! یہ جو تو نے کہا کہ میں اسی طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح تم لوگ کھانا کھاتے ہو اور اُسی کی وجہ سے تو نے یہ گمان کر لیا کہ میں اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا تو اصل معاملہ تو خدا کے ہاتھ ہے وہ جو چاہے کرے اور جیسا چاہے حکم دیدے اُس کے کُل حکم قابلِ تعریف ہیں۔ مجھے تجھے یا کسی اور کو اُس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کہ فلاں بات کیوں کی اور فلاں بات کیسے کی؟ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ خدائے تعالےٰ کسی کو فقیر بناتا ہے اور کسی کو امیر کسی کو معزز بناتا ہے اور کسی کو ذلیل۔ کسی کو توانا و تندرست بنایا ہے اور کسی کو کمزور و بیمار۔ کسی کو شریف بنایا ہے اور کسی کو رذیل۔ اور کھانا یہ سب کے سب کھاتے ہیں۔ پھر فقیروں کو تو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ عرض کریں کہ تو نے ہمیں فقیر کیوں بنایا اور فلاں فلاں کو امیر کیوں کیا۔ نہ کمینوں کو یہ منصب حاصل کہ وہ کہیں کہ تو نے ہمیں کمینہ کیوں بنایا اور فلاں و فلاں کو شریف کیوں بنایا۔ نہ بیماروں اور کمزوروں کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ عرض کر سکیں کہ تو نے ہمیں بیمار و کمزور کیوں بنایا اور فلاں و فلاں کو توانا و تندرست کیوں رکھا۔ نہ ذلیل لوگوں کی یہ قدرت ہے کہ وہ یہ عرض کر سکیں کہ تو نے ہمیں ذلیل کیوں بنایا ہے اور فلاں و فلاں کو معزز کیوں قرار دیا ہے۔ نہ بدصورتوں کی یہ حیثیت کہ وہ یہ عرض کر سکیں کہ تو نے ہمیں بدصورت کیوں بنایا ہے اور فلاں و فلاں کو خوبصورت کیوں بنایا ہے۔ اگر وہ ایسا کہیں تو وہ اپنے آقا کے احکام کے ردّ کرنے والے۔ اُس کے حقوق میں دست اندازی کرنے والے بلکہ آقا ہونے کا انکار کرنے والے ہونگے۔ اور اُس کی طرف سے اُن سب کا جواب یہ ہوگا کہ میں بادشاہِ مطلق ہوں۔ پست کرنیوالا۔ بلند کرنیوالا۔ غنی بنانیوالا فقیر بنانے والا۔ عزت دینے والا۔ ذلت دینے والا۔ صحت دینے والا اور بیمار بنانیوالا صرف میں ہوں اور تم سب میرے لونڈی غلام ہو۔ تمہارا حق اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ میری اطاعت کرو اور میرا حکم مانو۔ اگر تم نے میری اطاعت کی تو تم میرے ماننے والے بندے ہو گئے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم منکر ہو گئے اور میرے عذاب کے مستحق قرار پائے یعنی ہمیشہ کے لئے گئے گزرے ہوئے۔ پھر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ مطلب یہ ہے کہ کھانا مثل تمہارے ہی کھاتا ہوں يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (دیکھو صفحہ ۲۰۵ سطر ۹) مطلب یہ ہے

کہ اُن سے کہدو کہ بشریت میں تو میں تم ہی جیسا ہوں لیکن میرے پروردگار نے مجھ کو نبوت کے ساتھ خصوصیت بخشی ہے جیسا کہ وہ دوسرے آدمیوں کے مقابل میں کسی کو دولتمندی کے ساتھ خصوصیت بخشتا ہے۔ کسی کو صحتِ جسمانی کے ساتھ۔ کسی کو حُسن و جمال کے ساتھ۔ پھر اس سے انکار کیوں کرتے ہو کہ اُس نے مجھ کو نبوت کے ساتھ خصوصیت بخشی۔

اب رہا تمہارا یہ قول کہ بادشاہِ روم و بادشاہِ فارس جسے ایلچی بنا کے بھیجتے ہیں وہ بڑا مالدار اور بڑا شاندار شخص ہوتا ہے۔ اُس کے بڑے بڑے مکان اور محل سرائیں ہوتی ہیں۔ اُس کے خیمے ڈیرے۔ لونڈی غلام۔ نوکر چاکر بہت سے ہوتے ہیں۔ تمام عالموں کا پروردگار تو ان سے بالاتر ہے۔ یہ سب اُس کے بندے ہیں (تو چاہیئے کہ اُس کا رسول اور اُس کا پیغامبر تو بہت بڑی شان اور سامان کا ہو) تو اے عبداللہ! خدا تعالےٰ بہت بڑا صاحبِ تدبیر و حکمت ہے۔ وہ تمہارے خیال اور گمان کے بموجب عملداری نہیں کرتا۔ نہ اُسے تمہاری نکتہ چینیوں کی پروا ہے بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو مناسب سمجھتا ہے حکم دیتا ہے اور اُس کا ہر فعل قابلِ تعریف ہے۔ اُس نے اپنے نبیؐ کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ لوگوں کو اُن کے دین کی تعلیم دے اور اُنکو اُن کے پروردگار کی طرف بلائے۔ اور رات اور دن کی کُل ساعتوں میں اپنی ذات کو اسی کام کے لئے وقف رکھے۔ اگر اُس کا کوئی بڑا سا محل اور قلعہ ہوتا جس کے اندر وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا اور لونڈی غلام۔ نوکر چاکر اُس کی خدمت میں اور پہرے پر ہوتے تو بتاؤ رسالت بیکار ہوتی یا نہیں۔ اور معاملاتِ ہدایت کھٹائی میں پڑ جاتے یا نہیں۔ کیا تم بادشاہانِ دنیا کو نہیں دیکھتے کہ جب وہ پردہ میں بیٹھے ہوتے ہیں تو کیسی کیسی بُرائیاں پھیلتی رہتی ہیں جن کی اُن کو خاک بھی خبر نہیں ہوتی۔ اے عبداللہ! اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی رسالت پر مبعوث فرمایا۔ ایسی حالت میں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے تاکہ تم اُس کی قوت و قدرت کو پہچان لو اور یہ بھی سمجھ لو کہ وہ اپنے رسُول کی اس طرح سے مدد کر رہا ہے کہ تم اُسے قتل نہیں کر سکتے اور نہ اُس کو کارِ رسالت سے باز رکھ سکتے ہو۔ اس میں اُس کی قدرت کا اور تمہارے عاجز ہونے کا زیادہ کھُلا ثبوت ہے اور آگے چل کر وہ مجھے تمہارے اوپر ایسی فتح دیگا کہ میں اپنے اختیار سے تم کو بآسانی قتل بھی کروں گا اور قید بھی۔ پھر مجھے تمہارے شہروں پر بھی مظفر و منصور فرمائیگا اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو بھی تم پر اور تمہارے دین سے موافقت رکھنے والوں پر غالب فرمادیگا کہ تم کو اُن شہروں سے نکال باہر کرینگے۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب رہا تیرا یہ قول کہ اگر تم نبی ہوتے تو تمہاری اردلی میں کوئی

فرشتہ ہوتا جو تمہاری تصدیق کرتا اور ہم بھی اُس کو دیکھتے بلکہ اُسے یہ منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجے تو کسی فرشتہ ہی کو ہمارے پاس کیوں نہ بھیج دیتا ہم جیسے ایک آدمی کو کیوں بھیجتا۔ تو فرشتہ کو تو تمہارے ظاہری حواس محسوس ہی نہیں کر سکتے اس لئے کہ وہ قسیم ہوا سے ہے دیکھنے کی چیز نہیں ہے۔ اور اگر تم اس طرح سے دیکھ سکتے کہ تمہاری بصارت کی قوت بڑھا دی جاتی تو تم یہ کہتے کہ یہ تو فرشتہ نہیں ہے۔ یہ تو بشر ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی تمہارے لئے بشر ہی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ تاکہ تم کو اُس سے اُلفت ہوتی کہ تم اُس کی بات سمجھ سکو اور اُس کے مطلب اور مراد کو پاؤ۔ پھر تم اُس کے فرشتہ ہونے کو کیونکر سچ سمجھتے اور یہ کیونکر جانتے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ برحق ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور اُس کے ہاتھوں پر ایسے معجزے ظاہر کئے جو بشر کے اختیارات سے باہر ہیں اور تمہارے دل اس بات کو جانتے ہوئے ہیں۔ پس اُن معجزات کو دیکھکر چونکہ تم نے اپنے آپ کو عاجز سمجھ لیا اسی سے ثابت ہو گیا کہ وہ معجزہ ہیں اور اُس بشر کی سچائی پر خدا کی طرف سے شہادت۔ اب اگر فرشتہ ظاہر ہوا ہوتا اور اُس کے ہاتھ سے ایسی چیزیں ظاہر ہوتیں جن سے بشر عاجز ہے تو تم اُسے معجزہ نہ سمجھتے اس لئے کہ اُس سے تم یہ کیونکر سمجھتے کہ جو کچھ اُس نے کیا ہے اُس سے اُس کے ہم جنس فرشتے عاجز ہیں۔ اور اپنی طبائع اور اختیار سے ایسا نہیں کر سکتے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ پرندے اُڑتے ہیں تو یہ اُن کا کوئی معجزہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اُڑنے کا فعل اُن کے ہم جنس اور پرندوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر کوئی آدمی پرندوں کی طرح اُڑے تو یہ ضرور اُس کا معجزہ ہوگا۔ پس خدا تعالےٰ نے تو معاملہ کو تمہارے لئے آسان کیا ہے اور اپنا رسول تم ہی جیسے آدمی کو قرار دیا ہے تاکہ تم پر اُس کی حجت قائم ہو جائے اور تم اعتراض کر کے ایسا سخت معاملہ پیش کرتے ہو جس میں کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ جو تو نے کہا کہ تم جادو کے مارے ہوئے ہو۔ تو میں ایسا کیونکر ہو سکتا ہوں حالانکہ تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ میری عقل اور قوت تمیز تم سب سے بالاتر ہے۔ جس وقت سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اُس وقت سے لیکر چالیس برس کے سن تک آیا تم نے مجھ میں کوئی لغو بات۔ کوئی بیہودہ کام۔ کوئی جھوٹ کوئی خیانت۔ کوئی قول کی غلطی۔ کوئی رائے کی خامی تجربہ سے پائی ہے (ہرگز نہیں پائی) تو کیا تم گمان کر سکتے ہو کہ کوئی شخص اتنی مدت تک خطا اور لغزش سے اپنی ہی ذاتی قوت سے محفوظ رہ سکتا ہے یا اُس کے لئے منجانب اللہ عصمت درکار ہے اسی لئے تو خدا نے

تعالےٰ فرماتا ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۴۶۵ سطر ۱۰) مطلب یہ ہے کہ اپنے جھوٹے دعووں کے ثابت کرنے کے لئے تمہارے برخلاف کوئی حجّت قائم کرنے کی راہ نہیں پاتے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب رہا تمہارا یہ قول کہ یہ قرآنِ مجید ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا یعنی مکّہ کے ولید ابن مغیرہ پر یا طائف کے عروہ ابن مسعود ثقفی پر تو خدا تعالےٰ کی نظر میں مالِ دنیا کی عزّت و عظمت ایسی نہیں ہے جیسی کہ تمہاری نظر میں اگر خدا کے نزدیک ساری دنیا کی قدر و قیمت ایک پرِ پشہ کے برابر بھی ہوتی تو اپنے مخالف کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پینے دیتا اور خدا کے عطیّات ہمارے ہاتھ نہیں ہیں بلکہ وہ رحمتوں کا تقسیم کرنے والا خود ہے اور اپنے لونڈی غلاموں میں جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے عملدرآمد خود فرماتا ہے۔ اُس کو کسی سے اس قسم کا خوف و اندیشہ نہیں ہے جس طرح سے تم کسی سے اُس کے مال کے سبب سے ڈرتے ہو یا کسی سے اُس کے حال کے سبب سے۔ اسی سبب سے تم اُس کو نبی بنانا چاہتے ہو۔ خدا تعالےٰ کو نہ کسی کے مال کے سبب سے کوئی لالچ ہے نہ حال کے سبب سے جیسا کہ تم کو طمع دامنگیر ہے کہ وہ اُس کو اُس لالچ کے سبب سے نبوّت کی عزّت بخشدے۔ نہ اُس کو کسی سے خواہشِ نفسانی کی کوئی محبّت ہے جیسا کہ تم کو محبت ہوتی ہے کہ اُس کی وجہ سے تم غیر مستحق کو مقدم کر دیتے ہو۔ اُس کا تو کُل معاملہ عدل پر مبنی ہے۔ بس وہ دین کے افضل رُتبہ پر اُسی کو مامور فرماتا ہے جو اُس کی طاعت و عبادت میں افضل رتبہ رکھتا ہو اور عزّت و جلال میں اُسی کو بڑھاتا ہے جو اُس کی خدمت میں اجلّ و اکرم ہو اور اسی طرح مراتبِ دین میں اُس شخص کو سب سے آخر کر دیتا ہے۔ جو اُس کی طاعت و عبادت میں سب سے زیادہ سُست ہو۔ اور جب اُس کی یہ صفت ہے تو نہ وہ مال کی طرف نظر فرماتا ہے نہ حال کی طرف۔ بلکہ یہ مال ہے تو اور یہ حال ہے تو سب اُس کی مہربانی سے ہے اور خدا کے ذمّہ اُس کے کسی بندہ کی طرف سے کوئی امر لازم نہیں ہوسکتا۔ پس اُس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ تو نے فلاں بندہ کو مال عطا فرمایا ہے تو یہ بھی لازم ہے کہ اب اُسے نبوّت بھی عطا فرمادے۔ کیونکہ نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اُس کے خلافِ منشاء اُس پر جبر کرسکے نہ یہی لازم ہے کہ ایک مہربانی فرمائی ہے تو دوسری مہربانی بھی ضرور کرے۔ کیوں عبداللہ! کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ایک شخص کو تو کیسا مالدار بنایا ہے اور اُس کے ساتھ ہی بدصورت اور دوسرے شخص کو کیسا خوبصورت بنایا ہے اور اُس کے ساتھ ہی فقیر۔ اور ایک شخص کو کس طرح شرف بخشا ہے۔

اور ساتھ ہی فقیر کیا ہے اور ایک شخص کو کیسی دولت بخشی ہے اور ساتھ ہی اُس کے کمینہ بنایا ہے۔ پھر نہ تو دولتمند کو یہ منصب ہے کہ وہ یہ عرض کر سکے کہ میری دولت کے ساتھ فلاں شخص کی خوبصورتی کیوں نہ عطا کی گئی۔ نہ خوبصورت کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ عرض کرے کہ میرے حُسن کے ساتھ فلاں کی دولت مجھے کیوں نہ دے دی گئی۔ نہ شریف کی یہ قدرت کہ وہ یہ عرض کر سکے کہ میری شرافت کے ساتھ فلاں کی دولت کیوں نہ عطا ہوئی اور نہ کمین کی یہ حیثیت کہ وہ یہ عرض کرے کہ میری دولت کے ساتھ فلاں شخص کی شرافت کیوں نہ بخشی گئی بلکہ اختیار بالکل خدا کو ہے وہ جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے نعمتیں تقسیم فرمائے۔ اُس کے کُل افعال حکمت کے مطابق ہیں اور اُس کے اعمال میں کوئی گرفت نہیں ہو سکتی اسی لئے اُس نے تم لوگوں کے سوال وجواب میں لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (دیکھو صفحہ ۸۴، سطر ۵) ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دیکھو صفحہ ۸۴، سطر ۶) مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک کو دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے مثلاً اُس کو اِس کے مال کی احتیاج ہے اور اِسے اُس کی چیز کی یا اُس کی خدمت کی۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور بڑے سے بڑا دولتمند بعض چیزوں میں غریب سے غریب کا محتاج ہوتا ہے یا تو کسی چیز کا جو اُس کے پاس نہیں ہوتی یا کسی فن کا جو وہ نہیں جانتا یا خدمت کا جس سے اُس کی آسائش کی چیزیں مہیا ہوتی ہیں جس سے وہ مستغنی ہو ہی نہیں سکتا یا انواعِ علوم و فنون کا جن کی اُسے احتیاج ہوتی ہے کہ وہ غریب سے فائدہ اُٹھائے۔ پس جس طرح یہ غریب اُس بادشاہ یا دولتمند کے مال کا محتاج ہے اُسی طرح یہ بادشاہ اُس غریب کے علم کا یا اُس کی رائے کا یا اُس کی معرفت کا محتاج ہوتا ہے۔ اب اس بادشاہ کو یہ منزلت حاصل نہیں کہ وہ یہ عرض کر سکے کہ میرے مال کے باوجود مجھے اِس غریب کا علم بھی کیوں نہ دے دیا گیا۔ نہ اُس غریب کے لئے موزوں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ جیسی مجھے رائے عطا کی گئی ہے۔ علم دیا گیا ہے اور فنونِ حکمت میں دسترس حاصل ہے ایسے ہی مجھے اِس بادشاہ کا یا دولتمند کا مال بھی کیوں نہ دے دیا گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ! یہ جو تو نے کہا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا الخ تو اِس میں تو نے تمام عالموں کے پروردگار کے رسول پر ایسی چیزوں کی نکتہ چینی کی ہے کہ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ اگر محمدؐ ان کا اظہار بھی کر دے تو وہ نبوت کی دلیل ہی نہیں ہو سکتیں اور رسول اللہ کی شان اِس سے ارفع و

اعلیٰ ہے کہ جاہلوں کے جہل سے فائدہ اُٹھا کر اُن پر ایسی بات سے حجت قائم کرے جو فی الحقیقت کوئی حجت ہی نہ ہو اور ان میں سے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ اگر رسولؐ اُن کو ظاہر کردے تو اُن کے ساتھ تیری ہلاکت بھی یقینی ہے حالانکہ رسول کا کام یہ ہے کہ ایسی دلیلیں اور ایسی حجتیں پیش کرے جن سے اللہ کے بندوں پر ایمان لانا لازم ہو جائے تاکہ وہ ہلاکتِ ابدی سے محفوظ رہیں۔ حالانکہ اے عبداللہ! تُو نے اپنی ہلاکت اپنی نادانی سے خود چاہی۔ حالانکہ تمام عالموں کا پروردگار اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحیم ہے اور اُن کی مصلحتوں سے بہت زیادہ واقف ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اُن کے اعتراضوں کے سبب اُن کو ہلاک کردے۔ اور اُن میں سے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ محال ہیں نہ اُن کا ہونا صحیح ہے نہ جائز اور پروردگارِ عالم کا رسول اُن کو خوب پہچانتا ہے وہ تیرے تمام عذر قطع کردیگا اور مخالفت کی راہیں تجھ پر بند کردیگا اور تجھے اس بات پر مجبور کردے گا کہ تو اللہ کی حجتوں کی تصدیق کرے۔ تیرے لئے کوئی گریز کا موقعہ اور بھاگنے کی جگہ نہ رہیگی اور اُن میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی بابت تجھے اقرار کرنا پڑیگا کہ تو اُن باتوں میں سرکش کینہ توز ہے نہ کسی حجت کو قبول کرتا ہے نہ کسی دلیل کو کان لگا کر سُنتا ہے۔ پس جو شخص ایسا ہو اُس کا علاج یہی ہے کہ آسمان سے اُس پر عذاب نازل ہو یا جہنّم میں اللہ تعالےٰ اُس کو پہنچادے یا اپنے دوستوں کی تلواروں سے اُس کو سزا دے۔ ہاں اے عبداللہ! یہ جو تو نے کہا کہ ہم تو آپ پر ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ اسی مکّہ میں زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کردیں اس لئے کہ اُس کی زمین پتھریلی چٹانوں والی اور پہاڑی ہے اس زمین کو آپ کاٹیں اور کھودیں اور چشمے بہائیں۔ اس لئے کہ ہم کو اُن کی ضرورت ہے۔ پس تیرا یہ سوال کرنا اس بنا پر ہے کہ تو خدائی دلیلوں کو جانتا ہی نہیں۔ بھلا خیال تو کر کہ اگر میں ایسا کردوں تو کیا اس کے سبب سے میں نبی ہو جاؤنگا۔ کیا تو اس باب میں غور نہیں کرتا کہ طائف میں تیرے باغات موجود ہیں۔ کیا وہاں ایسی پتھریلی اور خراب زمینیں نہیں ہیں جن کو تو نے درست کیا اور نرم کیا اور اُن کو کھود کھاد کر چشمے جاری کئے ہیں۔ اور وہ چشمے تو نے ہی پہاڑوں میں سے نکالے ہیں۔

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی ۔ جی ہاں ضرور ہے۔

جنابِ رسولِ خدا ۔ اور جیسا تو نے کیا ہے ایسے ہی طائف میں لوگوں نے بھی چشمے بہائے اور باغ لگائے ہیں۔

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی ۔ جی ہاں لگائے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا ۔ تو کیا ان چشموں کے بہانے سے اور ان باغوں کے لگانے سے تو اور وہ

نبی بن گئے؟

عبداللہ ابن ابی امیہ - جی نہیں تو۔

جناب رسولِ خدا - پس اسی طرح اگر محمدؐ بھی مکہ میں چشمے ظاہر کردے اور باغ لگادے تو یہ اس کی نبوت کی دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ یہ تو ایسی بات ہوگی جیسے تو یہ کہدے کہ ہم تو ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ کھڑے ہوکر زمین پر نہ چلیں یا جب تک کہ آپ کھانا نہ کھائیں جیسے کہ اور لوگ کھاتے ہیں۔ اب رہا تیرا یہ قول کہ "اَنْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ" (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۹) کہ آپ خود بھی اس میں سے کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا" تو آیا طائف میں خود تیرے اور تیرے یاروں کے کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ ہیں یا نہیں جن میں سے تم خود بھی کھاتے ہو اور اوروں کو بھی کھلاتے ہو اور اُن کے اندر اندر تم نے ندیاں بھی بہا رکھی ہیں تو آیا اُن کے سبب سے تم نبی ہوگئے؟

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی - جی نہیں تو

جناب رسولِ خدا - پھر یہ کیا بات ہے کہ تم اللہ کے رسول پر نکتہ چینی کرنے میں ایسی باتیں پیش کرتے ہو کہ اگر تمہاری نکتہ چینی کے بموجب وہ باتیں ہو جائیں تو اللہ کے رسول کی سچائی پر دلالت نہ کریں بلکہ اگر وہ ایسا کرے تو اُس کا ایسا کرنا اُس کے کذب پر دلالت کرے اس لئے کہ ان باتوں سے تو کوئی حجت نہیں قائم ہوتی۔ بلکہ کمزور عقل والوں کو دھوکا دیکر اُن کو اُن کے دین سے اور عقل سے ہٹایا جاسکتا ہے اور پروردگار کے رسول کی شان ایسا کرنے سے اجل و ارفع ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے عبداللہ! رہا تیرا یہ قول "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا" (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۱۰) اور اس کی تائید میں تو نے خدا تعالےٰ کا یہ قول بھی بیان کیا: "وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ" (دیکھو صفحہ ۵۳۸ سطر ۱۰) تو آسمان کے تم پر گرنے میں تو تمہاری ہلاکت اور تمہاری موت (یقینی) ہے اور اللہ کے رسول سے تم ایسا چاہتے ہو کہ وہ تم کو ہلاک کردے۔ حالانکہ تمام عالموں کے پروردگار کا رسول تو تم پر خود تم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ وہ تمہاری ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ وہ تو تم پر اللہ کی حجتیں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اللہ کی حجتیں کچھ اُس نبی کے لئے بندوں کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں کے موافق نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ بندے تو جاہل ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ خوبی کس میں ہے اور خرابی کس میں ہے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ خوبی کے لئے کیا کیا امور موزوں ہیں اور کیا کیا ناموزوں ہیں اسی وجہ سے اُن کی نکتہ چینیاں مختلف اور اُن

کے اعتراضات ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں یہانتک کہ اُن کا واقع ہونا ہی محال ہو جاتا ہے۔ اگر بندوں کے اعتراضات کی طرف توجہ کی جائے تو جیسے تیرا یہ اعتراض ہے کہ آسمان تم پر کیوں نہیں گرتا ممکن ہے کہ دوسرا تمہارا بھائی یہ اعتراض کرے کہ آسمان تو تم پر نہ گرے بلکہ زمین آسمان تک اٹھائی جائے اور آسمان پر جا گرے۔ تو ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کی مخالفت ہوئی اور ایسا ہونا محال ہے اس لئے کہ خدا تعالےٰ اپنی تدبیریں ایسے انداز پر نہیں چلاتا کہ جس سے محال لازم آئے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے عبداللہ! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کوئی طبیب بیماروں کی نکتہ چینیوں اور اُن کے اعتراضات کے بموجب اُن کے علاج کرتا ہو بلکہ طبیب تو اُس کے بموجب عمل کرے گا جس میں وہ بیمار کی بہتری سمجھے خواہ بیمار کو وہ بات پسند ہو یا ناپسند۔ پس تم لوگ مریض اور خدا تعالےٰ تمہارا طبیب ہے۔ اب اگر تم اُس کے علاج کو مانو گے تو وہ تم کو شفا بخشے گا اور اگر تم سرکشی کرو گے تو وہ تم کو تمہاری بیماری کی حالت میں چھوڑ دیگا۔ اور اے عبداللہ! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کے برخلاف اپنے حق کا دعوےٰ کیا ہو تو حکام میں سے کسی حاکم نے مدعی کو اس پر مجبور کیا ہو کہ مدعا علیہ کی نکتہ چینیوں کی بموجب اپنا ثبوت دے۔ کیونکہ اگر ایسی صورت ہو تو نہ کسی کا دعوےٰ کسی کے برخلاف ثابت ہو سکے اور نہ کسی کا حق کسی کے ذمہ نکلے۔ اور نہ ظالم و مظلوم کے مابین کوئی فرق ثابت ہو اور نہ سچے اور جھوٹے کے درمیان کوئی تمیز ہو سکے۔ پھر فرمایا کہ اے عبداللہ! اب رہا تیرا یہ قول اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا (صفحہ ۴۶۴ سطر ۱۱) مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے مقابل ہوں اور ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو یہ سوال ایسا محال ہے کہ اس کا محال ہونا کسی سے چھپا نہیں۔ بیشک میرا پروردگار بزرگ و برتر مخلوق کی مانند نہیں ہے جو کہیں آئے اور جائے اور حرکت کرے اور کسی چیز کے سامنے ہو کہ کہیں لایا جا سکے۔ یہ تو تم نے محال کا سوال کیا اور جو کچھ تم نے چاہا یہ تو تمہارے بتوں کی حالت ہے۔ جو کمزور ہیں اور ناقص۔ نہ سنتے ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں۔ نہ کچھ جانتے ہیں نہ تمہارے یا کسی اور کے کچھ کام آ سکتے ہیں۔ کیوں عبداللہ! کیا طائف میں تیری زمین اور تیرے باغات نہیں ہیں اور کیا مکہ میں تیری جائداد نہیں ہے اور تیرے کارندے وہاں نہیں رہتے۔

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی کیوں نہیں! کارندے بھی رہتے ہیں۔

جناب رسول خدا۔ تو کیا تو اُن سب کی نگرانی اور بین دین اپنی ذات ہی سے کرتا ہے یا

تیرے اور تیرے کاشتکاروں اور اجارہ داروں کے باہمی معاملات کارندوں اور مختاروں کے ذریعے سے طے ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ جی کارندوں اور مختاروں ہی کے ذریعے سے طے ہوتے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ آیا تیری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اگر تیرے کاشتکار اور تیرے اجارہ دار اور تیرے غلام تیرے کارندوں اور مختاروں سے یہ کہدیں کہ ہم تو تمہاری مختاری اور کارندگری کو سچا نہیں سمجھتے جب تک کہ تم عبداللہ ابن ابی امیہ کو ہمارے سامنے نہ لاؤ کہ ہم خود اُس کو دیکھیں اور جو کچھ تم کہتے ہو ہم خود اُس کی زبان سے سُنیں تو آیا تجھے اُن کا یہ کہنا گوارا ہوگا۔ اور آیا تو اُن کے لئے اس بات کا جائزہ رکھیگا؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ ہرگز نہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو بھلا ایسے موقع پر تیرے مختاروں اور کارندوں کے ذمہ کیا بات لازم ہے یہی نا کہ تیری طرف سے اُن کے سامنے کوئی صحیح نشانی پیش کردیں جو اُن کی سچائی پر دلالت کرتی ہو؟

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ بیشک یہی ہے۔

جنابِ رسولِ خدا۔ کیوں عبداللہ! کیا تیرے مختار کے لئے جب وہ تیری رعایا سے اس قسم کی باتیں سُنیں یہ زیبا ہے کہ وہ تیرے پاس پلٹ کر آئے اور تجھ سے یہ کہے کہ اُٹھ کر سیدھا میرے ساتھ چل اس لئے کہ تیری رعایا نے تیرے نہ آنے پر اعتراض کیا ہے تو آیا اُس کا ایسا کہنا تیری طبیعت کے مخالف نہ ہوگا۔ اور تو اُس سے یہ نہ کہیگا کہ تو میرا مختار ہے نہ مشیرِ کار اور نہ تو مجھ پر حکم چلانے والا ہے (کہ اس طرح کی باتیں بناتا اور حکم چلاتا ہے)۔

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ضرور ایسا ہی کہوں گا۔

جنابِ رسولِ خدا۔ پھر تو پروردگارِ عالم کے رسولؐ کے برخلاف ویسے ہی اعتراضات کیوں پیش کرتا ہے جو اپنے اجارہ داروں اور کاشتکاروں کے لئے جائز نہیں رکھتا کہ وہ تیرے کارندہ اور مختار کے مقابل پیش کریں۔ تو نے پروردگارِ عالم کے رسولؐ سے یہ کیسے چاہا کہ وہ اپنے پروردگار کی اس طرح اہانت کرے کہ اُس کے اوپر حکم چلائے یا کسی قسم کی اُس کو ممانعت کرے حالانکہ تو اپنے کارندوں اور مختاروں کے لئے ایسی ہی بات خود اپنے بارے میں جائز نہیں سمجھتا۔ اب جو کچھ تو نے نکتہ چینیاں کیں اور ایمان نہ لانے کی وجوہ بیان کیں اُن سب کے باطل کرنے کے لئے یہ قطعی حجتیں ہیں اور اے عبداللہ! اب رہا تیرا یہ قول "اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۱) زخرف سے مراد ہے سونا

تو آیا تجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ عزیز مصر کے کتنے مکان سونے کے ہیں؟

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ملی ہے۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو آیا اُن سونے کے مکانوں کے سبب سے وہ نبی ہوگیا؟

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی نبی تو نہیں ہوا۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو اسی طرح محمدؐ کے لئے بھی سونے کے مکان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور محمدؐ خدائی دلیلوں کے ہوتے تیری جہالت سے کوئی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ اور اے عبداللہ! اب رہا تیرا یہ قول "اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ" اور پھر تو نے یہ کہا "وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) تو اے عبداللہ! آسمان کی طرف چڑھنا اُس سے اُترنے کی نسبت زیادہ دشوار ہے اور تو خود اس کا مقر ہو چکا کہ چڑھنے پر تو ایمان لائیگا نہیں تو ایسا ہی اُترآنے کی نسبت سمجھنا چاہیئے پھر جو تو نے یہ کہا "حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" اور اس کے بعد یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس پر بھی میں آپ پر ایمان لاؤنگا یا نہ لاؤنگا تو اس سے اے عبداللہ تو نے کھلم کھلا اقرار کیا کہ تجھ پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے تو بھی تو عناد پر تُلا رہیگا تو تیرا کوئی علاج اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء میں سے خواہ وہ بشر سے ہو یا فرشتگانِ عذاب سے کسی نہ کسی کے ہاتھوں تجھے سزا دلوائے۔ اور مجھ پر تو اُس نے تیرے تمام اعتراضات کو باطل کرنے کے لئے ایک جامع بات نازل فرما دی۔ چنانچہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے رسولؐ تم یہ کہدو سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) میرے پروردگار کی شان اس سے کہیں زیادہ عظیم و رفیع ہے کہ جاہلوں کے جائز اور ناجائز اعتراضات کے بموجب کسی بات کا صدور فرمائے۔ اور میں تو ایک آدمی ہوں کہ جس کو اُس نے رسولؐ بنا کر بھیجا۔ میرے ذمہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ جو حجتیں اللہ تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں وہ میں اُس کے بندوں پر قائم کردوں۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اپنے پروردگار پر کوئی حکم چلاؤں۔ نہ یہ کہ میں کسی بات سے اُسے منع کروں اور نہ یہ کہ میں اُس کو مشورہ دوں ورنہ میں بھی اُس ایلچی کی مانند سمجھا جاؤنگا۔ جس کو کسی بادشاہ نے اپنی ایک مخالف قوم کے پاس بھیجا تھا اور وہ اُن کے پاس سے پلٹ کر اپنے بادشاہ کے پاس آیا تو اس پر یہ حکم چلاتا ہوا آیا کہ اُن لوگوں کے جو جو کچھ اعتراض ہیں آپ اُس کے بموجب کیوں نہیں کرتے (اور ایسا حکم چلانے کے عوض میں بادشاہ سے اُس کی خوب گوشمالی کی تھی)

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی کی یہ گفتگو ختم ہوئی تھی کہ ابوجہل ملعون نے دخل در معقولات کے

طور پر گفتگو شروع کر دی۔ اُس سے جو کچھ باتیں ہوئیں وہ بھی ذیل میں اسی پیرایہ میں درج کی جاتی ہیں۔

ابوجہل۔ اے محمدؐ بات تو ایک ہی سی ہے کیا تم نے یہ گمان نہیں کیا کہ موسےٰ علیہ السّلام کی قوم نے جب اُن سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمیں خدا کو کھلّم کھلّا دکھلا دیں۔ تو وہ لوگ اسی وقت بجلی کے گرنے سے جل گئے۔ اگر آپ نبی ہوتے تو ہم بھی اُسی طرح کبھی کے جل گئے ہوتے۔ اس لئے کہ ہم نے تو آپ سے اُس سے زیادہ سخت سوال کیا۔ جیسا کہ موسےٰ علیہ السّلام کی قوم نے خود موسےٰ علیہ السّلام سے کیا تھا اس لئے کہ اُنہوں نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ آپ اللہ کو ہمیں کھلّم کھلّا دکھلا دیں (اور وہ موسےٰ علیہ السّلام پر ایمان رکھتے تھے) اور ہم نے تو یہ کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائینگے جب تک کہ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے نہ لے آئیں کہ ہم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

جنابِ رسُولِ خدا۔ اے ابوجہل! کیا تجھ کو ابراہیمؑ خلیل اللہ کا قصّہ معلوم نہیں جبکہ (آسمان و زمین کے سلطنتوں کے حجاب اُن کے لئے اُٹھا دئے گئے تھے اور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" (صفحہ ۲۱۷ سطر ۵) یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی بصارت بھی قوی کر دی اور اُن کو آسمان کے نیچے ایک حد تک بلند کیا تا کہ ساری زمین پر نظر ڈالیں اور جو اُس میں کھلے اور چھپے ہیں اُن سب کو دیکھیں۔ پس اُن کی نظر ایک مرد اور ایک عورت پر پڑی جو فحش میں مبتلا تھے۔ اُن دونوں کی ہلاکت کے لئے دعا کی۔ وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ پھر اَور دو کو اسی طرح دیکھا اُن کی ہلاکت کے لئے بھی دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ پھر اَور دو کو ایسی ہی حالت میں دیکھا اُن کے لئے بھی بد دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے پھر اور دو کو دیکھا اُن کے لئے بد دعا کا قصد کیا ہی تھا کہ خدا تعالےٰ نے اُن کے لئے وحی فرمائی کہ "اے ابراہیمؑ! بس کرو۔ میرے غلام اور لونڈیوں کے خلاف اپنی بد دعا کو روکو" میں بڑا رحم کرنے والا بڑا حکم چلانے والا اور بڑا بُردبار خدا ہوں۔ میرے بندوں کے گناہ مجھے اُسی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچاتے جیسے کہ اُن کی اطاعت مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ میں اُن کا انتظام اس طرح نہیں کرتا کہ ہر دم بھڑکتا ہوا غصّہ اُنہی پر اُتارا کروں جیسا کہ تم انتظام کر رہے ہو۔ بس اب تم میرے بندوں اور کنیزوں کے لئے بد دعا مت کرنا اس لئے کہ تم صرف ایک ڈرانیوالے بندے ہو نہ تم میری سلطنت میں میرے ساجھی ہو اور نہ مجھ پر اور میرے بندوں پر نگراں ہو۔ اب رہے میرے بندے اُن سے

میرا معاملہ تین طرح میں سے کسی ایک طرح پر ہوتا ہے یا تو وہ میری حضور میں توبہ کر لیتے ہیں تو میں اُن کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور اُن کے گناہ بخش دیتا ہوں اور اُن کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہوں یا (اگر توبہ نہیں کرتے تو) میں اپنا عذاب اُن سے روکے رکھتا ہوں۔ اس حکم کے سبب کہ اُن کے صلب سے مومن اولاد پیدا ہونے والی ہے۔ پس میں اُن نافرمان باپوں کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کرتا ہوں اور ڈھیل دیتا ہوں اس طرح کہ عذاب کو اُن سے برطرف رکھتا ہوں کہ وہ مومن اُن کے صلب سے پیدا ہو چکے۔ پس جب وہ مومن اُن سے الگ ہو چکتا ہے تب میرا عذاب اُن پر نازل ہوتا ہے اور میری مصیبت اُن کو آگھیرتی ہے۔ اب اگر (یہ دونوں صورتیں نہ ہوں یعنی) نہ یہ ہو نہ وہ تو تیسری صورت یہ ہے کہ (اُن کو ڈھیل اس لئے دیتا ہوں کہ) جو عذاب میں نے اُن کے لئے تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کہیں بڑا ہے جو تم اپنی بددعا سے اُن کے لئے مہیا کرانا چاہتے ہو۔ اس لئے کہ میرا تیار کیا ہوا عذاب میری جلالت اور کبریائی کے موافق ہوگا۔ سو اے ابراہیمؑ! تم میرے معاملہ میں اور میرے بندوں کے معاملہ میں دخل نہ دو۔ اس لئے کہ میں اُن پر تمہاری بہ نسبت کہیں زیادہ مہربان ہوں۔ تم میرے اور میرے بندوں کے معاملے کو یونہی رہنے دو اس لئے کہ میں بڑا حکم چلانے والا۔ بڑا بُردبار۔ بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہوں۔ میں اپنے معاملات کی تدبیر اپنے علم کے بموجب کرتا ہوں اور اپنی قضاؤ قدر کو اُن کے معاملات میں مناسب سمجھ کر جاری کرتا ہوں۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا۔ کہ اے ابوجہل! تجھ سے جو خدا نے اس عذاب کو دفع کیا ہے وہ اُس کے اس حکم کی وجہ سے ہے کہ تیرے صلب سے تیرا ایک مسلمان بیٹا عکرمہ نام عنقریب پیدا ہوگا اور وہ مسلمانوں کے ایک حصّہ کا حاکم بھی ہوگا اور جب تک وہ مسلمانوں کی اطاعت کرتا رہیگا خدا تعالےٰ کے نزدیک اُس کا رُتبہ بھی بزرگ رہیگا۔ ورنہ عذاب تجھ پر کبھی کا نازل ہو جاتا اور اسی طرح اور عذاب مانگنے والوں پر بھی اُسی وقت عذاب نازل ہو جاتا جبکہ اُنہوں نے عذاب کا سوال کیا تھا۔ اُن لوگوں کے حق میں اسی لئے تاخیر کی گئی ہے کہ اُن میں سے بعض کی نسبت خدا کو علم ہے کہ وہ عنقریب اُس کے رسولِ محمدؐ (مصطفےٰ) پر ایمان لے آئیں گے اور اس ذریعے سے سعادت حاصل کرینگے تو خدا تعالےٰ اُن کے سعادت کے سامان منقطع نہیں فرماتا اور اس بارے میں اُن کے حق میں بُخل نہیں برتتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُن سے مومن اولاد پیدا ہونے والی ہے۔ پس وہ باپ کو اس لئے مہلت دیتا ہے کہ اُس سے سعید بیٹا پیدا ہو جائے۔ اگر ایسے ایسے امور مانع نہ ہوتے تو اُن سب پر عذاب نازل ہو چکا ہوتا۔ اور

اے ابوجہل! اب ذرا آسمان کی طرف تو نگاہ اُٹھا کر دیکھ! اب جو نظر اُٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اُن میں سے نکلتی ہوئی آگ اُن عذاب مانگنے والوں کے سر پر ہر ایک کی سیدھ میں ہے اور اتنی قریب ہو گئی ہے کہ شانوں کے مابین اُس کی گرمی محسوس کر رہے ہیں۔ اب تو ابوجہل اور اُن لوگوں کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ ہرگز نہ ڈرو اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اس سے تم کو ہلاک نہ کریگا۔ یہ تو خدا تعالےٰ نے تمہاری عبرت کے لئے ظاہر کی ہے۔ اب جو اُنہوں نے نظر ڈالی تو دیکھتے کیا ہیں کہ اُن لوگوں کی پُشتوں میں سے نور نکل نکل کے اُس آگ کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کو رفع دفع کر دیتا ہے۔ یہانتک کہ آسمان میں جہاں سے وہ آئی تھی وہیں لوٹ جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بعض کے نور تو وہ ہیں جو اللہ کے علم میں ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد مجھ پر ایمان لے آئینگے اور بعض کی پاک اولاد کے نور ہیں جسے خدا چاہتا ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ اُن صلبوں سے پیدا ہوں گے۔ اور گو یہ لوگ خود ایمان نہ لائیں مگر وہ ایمان لے آئیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیتیں عبداللہ ابن ابی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ جو جنابِ اُمّ المؤمنین امّ سلمہؓ کا بھائی تھا اور خدا تعالےٰ نے اُس کے وہ اقوال نقل فرمائے ہیں جو اُس نے خاص مکۂ معظمہ میں جناب رسولِ خدا سے کہے تھے۔ اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ بعد ہجرت جب جناب رسولِ خدا (مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر ہو چکے اور) فتح مکّہ کے ارادہ سے نکلے تو عبداللہ بن ابی امیہ آپ کے استقبال کو آیا اور آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے سلام کا جواب نہ دیا بلکہ اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور اُس سے کوئی بات نہ کی۔ اُس کی بہن جنابِ امّ المؤمنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرتؐ کے ساتھ تھیں۔ یہ اُن کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اے خواہر! آنحضرتؐ نے سب لوگوں کا اسلام تو قبول کیا مگر میرا اسلام رد کر دیا تو کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ میرا اسلام مثل اور لوگوں کے قبول کر لیا جائے؟ (امّ المؤمنینؓ نے فرمایا کہ میں حضرتؐ سے دریافت کئے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتی) جب آنحضرتؐ امّ سلمہؓ کے ہاں آئے تو اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ۔ قریش ہوں تو اور عرب ہوں تو حضور کے ذریعہ سے تو سب ہی لوگوں کو سعادت حاصل ہوئی۔ رہ گیا تو ایک میرا (بدنصیب) بھائی کہ حضور نے جہاں اور لوگوں کا اسلام قبول کیا اُس کا اسلام رد فرما دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اے امّ سلمہؓ! تمہارے بھائی نے میری ایسی تکذیب کی کہ کسی دُوسرے نے

میری ویسی تکذیب ہی نہیں کی۔ وہ وہی تو ہے جس نے مجھ سے یہ کہا تھا "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۸ تا صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا آپ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا تھا کہ اسلام پہلی سب باتوں کو محو کر دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ میں نے ضرور کہا تھا لیکن اس شخص کے بارے میں تم جیسی کی سفارش کی ضرورت تھی) پھر آنحضرتؐ نے اُس کا اسلام قبول فرما لیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۶۹

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اصحاب کہف ایک ظالم اور سرکش بادشاہ کے زمانہ میں تھے جو اپنی کُل رعایا کو بُتوں کے پوجنے پر مجبور کرتا تھا اور جو اس کا کہنا نہ مانتا تھا اُس کو قتل کر دیتا تھا اور یہ لوگ مومن تھے کہ صرف خدائے عزوجل کی پرستش کرتے تھے اور اُس بادشاہ نے شہر کے دروازہ پر کچھ آدمی مقرر کر دیئے تھے کہ جو کسی کو شہر سے باہر نہ جانے دیتے تھے جب تک کہ بُتوں کو سجدہ نہ کرے۔ پس یہ لوگ شکار کے بہانے سے نکلے اور راستہ میں اُن کو ایک گڈریا ملا اُسے بھی اُنہوں نے اپنے طریق میں شامل کرنا چاہا وہ چرواہا تو نہ مانا مگر ایک کُتا اُس کے ساتھ تھا اُس نے اُن کی بات سُن لی اور اُن کے ساتھ ہو گیا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں چوپایوں میں سے تین ہی جائینگے۔ ایک بلعم باعورا کا گدھا دُوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کا گدھا۔ تیسرے اصحاب کہف کا کُتا۔ پس یہ اصحاب کہف شکار کے بہانے سے اُس ظالم بادشاہ کے قانون سے ڈر کر شہر سے نکل کر شام کے وقت ایک غار میں جا چھپے کُتا بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ پس خداوند عالم نے نیند اُن پر غالب کر دی جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۙ (دیکھو صفحہ ۴۶۹ سطر ۷) اور وہ اتنے عرصہ تک سوتے رہے کہ بادشاہ مع اپنی کُل رعایا کے ہلاک ہو گیا۔ وہ زمانہ ہی بدل گیا دوسرا زمانہ آگیا۔ نئے آدمی پیدا ہو گئے۔ اُس وقت یہ لوگ بیدار ہوئے۔ آپس میں کہنے لگے بھلا ہم کتنی دیر سوئے ہونگے؟ کسی نے آفتاب بلند دیکھ کر کہا ایک دن سوئے یا دن کا کچھ حصہ۔ پھر اُن لوگوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا بھیس بدل کے بستی میں جاؤ اور اس روپیہ کا کھانا لے آؤ۔ دیکھو خبردار! کوئی تم کو پہچان نہ لے کہ اگر انہیں ہمارا حال معلوم ہو جائیگا اور ہم کو شناخت کر لینگے تو یا تو وہ لوگ

ہم سب کو قتل کر ڈالینگے یا ہم کو بجبر اپنے دین میں داخل کر لینگے۔ پس ایک شخص بستی کی طرف گیا اس نے دیکھا نہ تو ویسی بستی ہے جیسی چھوڑی تھی نو ہاں کے باشندوں کی ویسی صورت ہے۔ نہ وہ لوگ اسے پہچانتے ہیں۔ نہ یہ اُن کو شناخت کر سکتا ہے۔ نہ وہ لوگ اس کی بولی سمجھتے ہیں نہ یہ اُن کی زبان سمجھتا ہے پس اُن لوگوں نے اُس سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اُس نے اپنا سارا قصہ اُن لوگوں سے بیان کیا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ بادشاہ مع اراکین دولت اُس شخص کے ہمراہ غار پر آیا۔ بادشاہ کے ساتھی غار میں جھانکنے لگے۔ ایک نے کہا یہ تین آدمی ہیں چوتھا کُتا ہے۔ دوسرا بولا تین نہیں بلکہ پانچ ہیں۔ چھٹا کُتا ہے۔ تیسرے نے کہا سات ہیں آٹھواں کُتا ہے بادشاہ نے حکم دیا چونکہ یہ لوگ مؤمن ہیں (غار کا دروازہ بند کر کے) اس غار پر مسجد بنا دو کہ ہم یہاں زیارت کیا کرینگے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں "ہر سال میں دو دفعہ اُن کی کروٹ بدلی جاتی ہے چھ مہینے وہ لوگ داہنی کروٹ پر سوتے ہیں اور چھ مہینے بائیں پہ اور کُتا غار کے دروازہ کی طرف ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔

تفسیر برہان میں مناقب ابن شہر آشوب سے بروایت ابن سالم منقول ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں بصرہ میں انس بن مالک صحابی رسولِ خدا کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ حدیثیں بیان کر رہا تھا۔ مجمع میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ دریافت کیا کہ اے صحابی رسول اللہ! یہ حالت جو میں آپ کی دیکھتا ہوں کیوں ہے؟ اس لئے کہ میرے والد نے جناب رسولِ خدا سے سُنی ہوئی حدیث خود مجھ سے بیان کی آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی مؤمن کا بغض و جذام کی بلا میں مبتلا ہی نہیں کرتا۔ ابن سالم کہتے ہیں کہ یہ سُنکر انس بن مالک نے نیچے کو سر جھکا لیا اور اُس کی دونوں آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے۔ پھر سر اُٹھا کر یہ کہا کہ بندۂ صالح علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بددعا مجھ میں اثر کر گئی۔ ابن سالم کہتے ہیں کہ چاروں طرف سے لوگ اُٹھ اُٹھ کر اُس پر ہجوم کر کے آئے اور سب یہ کہتے تھے کہ ہاں اے انس ہمیں اس کا سبب سُنا دو۔ انس یہ کہہ رہا تھا۔ کہ مجھے اس سے معاف کرو۔ لوگوں کا یہ اصرار ہوا کہ ہونی نہیں اب تو تم کو یہ قصہ سُنانا ہی پڑے گا۔ انس نے کہا اچھا اچھا اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ اور مجھ سے پورا پورا واقعہ سُن لو۔ میرے اس مرض کا سبب علیؑ ابن ابیطالبؑ ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں بلادِ مشرق کی طرف سے جسے مندق کہتے ہیں فلاں بستی کا ایک اونی فرش بطور ہدیہ کے لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ سعید۔ عبدالرحمن ابن عوف زہری کو بُلا لاؤں۔ چنانچہ میں اُن سب کو بُلا لایا اور آنحضرتؐ کے ابن عم علیؑ ابن ابیطالب پہلے ہی سے آنحضرتؐ کے پاس موجود تھے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُن سب کو فرش پر بٹھایا پھر مجھ سے فرمایا کہ اے انس تو بھی

(اس پر) بیٹھ جا۔ تاکہ جو کچھ ان سب پر گزرے وہ واقعہ تو مجھ سے بیان کردے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ ہوا کو حکم دو کہ تمہیں اُٹھا لے۔ امام اوّل جناب علیؑ مرتضےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ہوا ہمیں اُٹھا لے یہ فرمانا تھا کہ ہم سب ہوا پر تھے۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ جاؤ برکتِ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ جہاں تک خدا کو منظور تھا ہم چلے گئے۔ پھر جناب امیرالمؤمنین نے فرمایا کہ اے ہوا ہمیں اُتار دے۔ یہ فرمانا تھا کہ ہوا نے ہمیں اتار دیا۔ جنابِ علیؑ مرتضےٰ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ بھلا کچھ جانتے ہو کہ تم لوگ کہاں ہو؟ سب نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ اور علیؑ مرتضےٰ بہتر جانتے ہیں۔ (بھلا ہم کیا جانیں؟) فرمایا اصحابِ الکہف و الرقیم کا مقام یہی ہے جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے "کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا"

اے اصحابِ رسول! اب اُٹھو اور اُن کو سلام کرو یہ سُنکر ابوبکر و عمر دونوں کود کود کر کھڑے ہوئے اور بولے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَ الرَّقِیْمِ۔ انسؓ کا بیان ہے کہ اُن دونوں کو کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ پھر طلحہ اور زبیر کھڑے ہوئے اور دونوں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَ الرَّقِیْمِ مگر اُن دونوں کو بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ انسؓ کہتا ہے کہ پھر میں اور عبدالرحمٰن ابن عوف اُٹھے اور میں نے بڑھ کر کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ میں خادمِ رسولؐ اللہ انسؓ ابن مالک ہوں مگر مجھے بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ (قولِ مترجم سعد وسعید ایسے بے سعادت تھے کہ اس روایت میں انسؓ بن مالک اُن کے سلام کرنیکا ذکر بھول گیا۔ یا اوروں کے سلام کا جواب نہ ملنے کے سبب وہ یونہی گھُنّی سادھ گئے) انسؓ کہتا ہے کہ اس کے بعد ابوالائمہ جناب علیؑ مرتضےٰ خود اُٹھے اور ارشاد فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَ الرَّقِیْمِ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ (اے غار والو! اور اے کتبہ والو! جو ہماری نشانیوں میں سے عجیب ہو تم پر سلامِ خدا) اُنہوں نے فوراً جواب دیا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ یَا وَصِیَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ {اے وصیِّ رسولِ خدا! آپ پر بھی خدا کا سلام ہو اور اُس کی رحمتیں اور برکتیں (نازل) ہوں} حضرتؑ نے فرمایا کہ اے اصحابِ کہف! تم نے جناب رسولِ خدا کے صحابیوں کا جوابِ سلام کیوں نہ دیا؟ اُنہوں نے عرض کی کہ اے خلیفۂ رسولِ خدا! ہم وہ خاص مؤمن ہیں جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور اللہ تعالےٰ نے ہماری توفیق و ہدایت بہت زیادہ فرمادی۔ اب ہم کو اس کا حکم نہیں ہے کہ ہم سوائے نبی یا وصی نبی کے کسی اور کے سلام کا جواب دیں آپ خاتم النبیین کے وصی اور خود سیّدالوصیین ہیں (اس لئے آپ کے سلام کا جواب دیا۔ یہ کس کھیت کا بھتوا اور کونسے باغ کی مولی ہیں کہ ہم ان کے سلام کا بھی جواب دیتے) پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ کیوں اے اصحابِ رسولؐ! تم نے سُن لیا۔ سب بولے کہ جی ہاں یا امیرالمؤمنین سُن لیا۔ فرمایا

اچھا تو اپنا اپنا ٹھکانا پکڑو۔ اور اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔ انس کا بیان ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر حضرتؑ نے حکم دیا کہ اے ہوا ہم کو اٹھا لے۔ چنانچہ ہم اٹھا لیے گئے۔ (پھر حکم دیا کہ چل وہ چلی) اور جہاں تک اللہ کو منظور ہوا لیے چلی تا آنکہ سورج ڈوب گیا۔ اس وقت حضرتؑ نے حکم دیا کہ اے ہوا اب ہمیں اتار دے (ہوا نے جو اتارا تو) ہم دیکھتے کیا ہیں کہ ہم ایسی زمین میں ہیں جو رنگت میں تو زعفران سی ہے اور اس میں کوئی آبادی وغیرہ نہیں ہے۔ نباتات وہاں کی فقط ستیانا سی ہے اور پانی بھی اس زمین میں ندارد۔ اس لئے ہم نے عرض کی یا امیرالمومنین نماز کا وقت تو آگیا اور یہاں پانی بھی میسر نہیں جس سے ہم وضو کریں۔ تو حضرت اٹھے اور اس زمین کے ایک موقعہ پر گئے اور پائے مبارک سے وہاں ایک ٹھوکر ماردی فوراً میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ فرمایا لو جو چاہتے تھے حاضر ہے۔ اور اگر تم نے نہ مانگا ہوتا تو جبرئیلؑ امین خود ہمارے لئے جنت کا پانی لاتے (قولِ مترجم۔ ایسے خوش نصیب ہوتے ہی کیوں؟) انس کا بیان ہے کہ ہم نے وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور حضرتؑ تو اس وقت تک نماز پڑھتے رہے کہ آدھی رات بھی گزر گئی۔ اس وقت ارشاد فرمایا کہ اپنا اپنا ٹھکانا پکڑو۔ اب صبح کی نماز پوری یا ادھوری تم لوگ جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ جا پڑھو گے۔ پھر حکم دیا کہ اے ہوا! میں اٹھا۔ اب جو دیکھا تو ہم ہوا میں تھے۔ پھر جس قدر خدا کو منظور ہوا ہم چلتے رہے۔ اب یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ ہم جنابِ رسولِ خدا کی مسجد میں ہیں اور آنحضرت نماز صبح کی ایک رکعت پڑھ چکے ہیں۔ پس ایک رکعت تو ہم نے حضرتؐ کے ساتھ پڑھی اور ایک اپنی اپنی۔ پھر آنحضرتؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے انس لے اب یہ واقعہ تو مجھ سے بیان کریگا یا میں تجھ سے بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی زبان مبارک سے زیادہ شیریں معلوم ہوگا۔ انس کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے ابتدا سے واقعہ شروع کیا اور انتہا تک اس طرح بیان کر گئے کہ گویا ہمارے ساتھ ہی ساتھ تھے۔ پھر فرمایا اے انس جس وقت میرا بھیا تجھ سے یہی واقعہ بطور گواہی کے پوچھیگا تو آیا تو میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کے حق میں گواہی دیگا؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں ضرور گواہی دونگا۔ انس کا بیان ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بن بیٹھا تو جناب امیر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے ایسے وقت میں کہ میں ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا اور لوگ اس کے ارد گرد تھے۔ اس وقت مجھ سے فرمایا کہ اے انسؔ! فضیلتِ بساط کی گواہی نہ دوگے اور اس دن کی گواہی نہ دوگے جس دن چشمہ سے پانی نکلا تھا۔ تو میں نے کہا کہ اے علیؑ میں تو بڑھاپے کی وجہ سے بھول گیا۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے انس بعد اس کے کہ آنحضرتؐ تجھے وصیت فرما چکے تھے اگر تو نے جان بوجھ کر اس گواہی کو چھپایا ہے تو خدا تعالےٰ تیرے چہرے پر سپیدی پیدا کر

دے اور تیرے اندرون میں آگ بھڑکا دے اور دیدے تیرے پٹم کر دے۔ پس میں اپنی جگہ سے نہیں اُٹھنے پایا کہ مبروص بھی ہوگیا اور اندھا بھی اور اب میں نہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھ سکتا ہوں اور نہ کسی اور مہینے کے اس لئے کہ جو کچھ میں کھاتا ہوں وہ میرے پیٹ میں ٹھہرتا ہی نہیں (بھسم ہوا چلا جاتا ہے۔ قصہ تو یہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد) انس اسی حال میں رہا یہانتک کہ بصرہ ہی میں مرگیا۔

تفسیر برہان میں بروایت عبداللہ ابن عباس منقول ہے کہ جب عمر ابن خطاب خلافت کا مالک بن بیٹھا تو یہودیوں کے کچھ لوگ مع اپنے علماء کے اُس کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ اے عمر! (جناب) محمدؐ (مصطفےٰ) کے بعد اُن کا ولی امر تو ہی ہے؟ کہنے لگا کہ ہاں میں ہی ہوں اُنہوں نے کہا کہ ہم تجھ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتے ہیں اگر وہ تو نے ہم کو ٹھیک ٹھیک بتلا دیں تو ہم داخلِ اسلام ہوجائینگے اور یہ جان لینگے کہ دینِ اسلام برحق ہے اور محمدؐ سچے نبی تھے۔ اور اگر تو نے ہمیں وہ باتیں نہ بتلائیں تو ہم جان لیں گے کہ دینِ اسلام جھوٹا ہے اور یہ کہ محمدؐ (مصطفےٰ) نبی نہ تھے۔ اس پر عمر نے کہا کہ جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ اُنہوں نے بہت سے مسئلے پوچھے (جن کا ذکر اصل حدیث میں موجود ہے مگر یہاں بنظرِ اختصار ہم نے اُن کا ذکر چھوڑ دیا) راوی کہتا ہے کہ مسئلے سُنکر خلیفہ جی نے اپنا سر جھکا لیا۔ پھر جناب امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابیطالب کی طرف سر اُٹھا کر خلیفہ جی بولے کہ اے ابوالحسنؑ! جو مسئلے اس وقت دریافت کئے گئے ہیں میں تو اُن کا جواب سوائے آپ کے اور کسی کے پاس دیکھتا نہیں۔ اگر ان کا کوئی جواب ہے تو دیجئے (اسلام کی عزت بچالیجئے اور ان سے میرا پیچھا چھڑائیے) جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے (اسلام پر رحم فرما کر) اُن یہودیوں سے ارشاد فرمایا کہ تم کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھو۔ لیکن جواب دینے سے پہلے میری ایک شرط ہے وہ تم کو ماننی پڑے گی۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ بھلا وہ آپ کی شرط کیا ہے؟ فرمایا جب میں تم کو مطابق اُس کے خبر دے دوں جو تمہاری توریت میں درج ہے تو تم کو ہمارے دین میں داخل ہونا پڑے گا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہاں یہ منظور! حضرتؑ نے فرمایا کہ اچھا اب تم مجھ سے ایک ایک بات کرکے پوچھتے جاؤ۔ چنانچہ وہ ایک ایک بات پوچھتے تھے اور حضرتؑ جواب دیتے جاتے تھے۔ (اُن سوالات و جوابات کو بھی بوجہ طوالت ہم نے یہاں درج نہیں کیا) ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ یہودیوں کے عالم تین تھے۔ از آنجملہ وہ تو جھٹ کر اُٹھے اور اُنہوں نے صاف کہا:۔ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" مگر تیسرے نے ذرا تامل کیا اور یہ عرض کی کہ یا علیؑ بات تو میرے دل میں وہی آئی تھی جو میرے ساتھیوں کے دل میں آئی۔ لیکن مجھے ایک بات اور پوچھنا باقی ہے (وہ بتا دیجئے تو میں بھی اسی طرح ایمان لے آؤنگا)

پہلے زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو تین سَو نو برس تک مردہ رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو زندہ کیا۔ اب آپ مجھے بتلا دیجئے کہ اُن کا قصّہ کیا ہے؟ جناب امیر علیہ السّلام نے یہ سُنا تو اِس طرح شروع فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ الخ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۶۸ سطر ۶۰۵) اور جب حضرتؑ نے ارادہ کیا کہ سورۂ کہف کی تلاوت فرمائیں تو وہ یہودی بول اُٹھا کہ یہ سورہ تو ہم نے بہت دفعہ سُنا ہے اگر آپ کو اصل واقعہ سُنانا ہے تو اِن لوگوں کا پورا قصّہ سُنایئے۔ اُن کے نام بتلایئے۔ اُن کی تعداد سے مطلع کیجئے۔ اُن کے کُتّے کا نام بتایئے۔ اُن کے غار کا نام فرمایئے۔ اُن کے ملک کے نام سے آگاہ کیجئے اور اُن کے شہر کا نام بتلا دیجئے؟ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہر طرح کی قوّت و قدرت تو خدا ہی کو حاصل ہے مگر اے یہودی! (تو بھی کیا یاد رکھیگا سُن لے) میرے حبیب جناب محمّد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ ملکِ روم میں ایک شہر اُقسُوس نامی تھا جس کا بادشاہ بہت ہی نیک شخص تھا۔ اُس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ معاملۂ سلطنت درہم و برہم ہو گیا۔ اور اراکینِ سلطنت میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہ معاملہ فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے گوش زد ہُوا جس کا نام دُقیوس تھا۔ وہ ایک لاکھ آدمی لے کر چڑھ دوڑا اور شہر اُقسُوس پر قبضہ کر لیا اور اُسی کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اور اُس میں ایک قلعہ ایسا تعمیر کیا جس کا طول و عرض تین میل سے تین میل تھا۔ پھر اُس قلعہ میں ایک دربار کا مکان بنوایا جس کا طول و عرض ہزار ہاتھ سے ہزار ہاتھ تھا۔ اُس میں تمام شیشہ جڑا ہُوا تھا اور اُس دربار کے مکان میں چار ہزار ستون سونے کے تھے اور ہزار قندیلیں سونے کی تھیں جو خالص چاندی کی زنجیروں میں لٹک رہی تھیں۔ جن میں اچھی سے اچھی خوشبوئیں روشن کی جاتی تھیں۔ اس دربار کے مشرقی حصّہ میں اَسّی نشست گاہیں قرار دی تھیں۔ اور اسی طرح غرب کی طرف اَسّی نشست گاہیں بنائی تھیں۔ سورج کسی طرف سے بھی ہر پھر کر آئے اس دربار کے مکان میں موزوں روشنی پہنچاتا تھا اور بادشاہ نے اپنے لئے ایک تخت سونے کا بنوایا تھا جس کے پائے چاندی کے تھے مگر اُن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اِس کے اُوپر قالین بچھائے تھے اور تخت کے داہنی طرف اَسّی کرسیاں سونے کی زبرجد سبز سے جڑی ہوئی بچھائی تھیں۔ اِن پر تو وہ اپنے مذہب کے پادریوں کو بٹھاتا تھا اور تخت کے بائیں طرف اَسّی کرسیاں چاندی کی بچھائی تھیں جن میں یاقوت سُرخ جڑے ہوئے تھے۔ اُن پر اپنے اراکینِ دربار یعنی والیانِ ملک کو جو اُس کے ماتحت تھے بٹھاتا تھا۔ پھر خود تخت پر بیٹھ کر تاج اپنے سر پر رکھتا تھا۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ اس پر وہ یہودی اُچھل پڑا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین وہ تاج کس چیز کا تھا؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہر طرح کی قوت و قدرت تو خدائے بزرگ و برتر ہی کو

ہے (اب یہ سوال کیا ہے تو اس کا جواب سُن لے) اُسکا تاج سونے کا تھا مگر جالیدار جس کے سات رُکن تھے۔ کہ ہر رُکن پر ایک ایسا سفید موتی جڑا ہوا تھا جسکی چمک اُس چراغ کی روشنی کے مانند تھی جو اندھیری رات میں روشن کیا جائے اور اُس نے اپنے والیانِ ملک کی اولاد میں سے پچاس لڑکے لئے اُنکو دیباجِ سُرخ کی پوشاک پہنائی اور فرِ سمور کے پاجامے پہنائے۔ تاج اُنکے سروں پر رکھے۔ کڑے اُنکے ہاتھوں میں ڈلوائے۔ اور پازیب اُنکے پاؤں میں پہنائیں اور سونے کے عصا اُنکے ہاتھوں میں دئے اور اُنکو اپنے پیچھے ایک صف میں کھڑا کیا اور علماء کی اولاد میں سے چھ لڑکے لئے جنکو اپنا وزیر قرار دیا۔ اُن میں سے تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اور تین کو بائیں ہاتھ۔ یہانتک سُنکر یہودی بولا کہ بھلا جن تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتا تھا ان کے نام کیا تھے۔ اور جن تین کو اپنے بائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اُن کے نام کیا تھے؟ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جن تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھلاتا تھا اُن کے نام تو تملیخا۔ مکسلینا اور محسیمینا تھے۔ اب رہے وہ تین جن کو بائیں ہاتھ بٹھلاتا تھا اُن کے نام مرطوس کینطوس اور ساریبوس تھے۔ اپنے تمام معاملات میں اِنہی سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بادشاہ اپنے مکان کے صحن میں بھی روزانہ اجلاس کیا کرتا تھا۔ اِس طرح کہ اُس کے مذہبی سردار دائیں ہاتھ بیٹھتے تھے اور امراؤ اراکینِ دربار اُس کے بائیں ہاتھ بیٹھتے تھے اور تین نوجوان اس شان سے اُس کی حضور میں پہنچتے تھے کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ مُشک سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور دُوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا پیالہ گلاب سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک سفید پرندہ ہوتا تھا جس کی چونچ سُرخ ہوتی تھی۔ جیسے ہی بادشاہ کی نظر اُس پرندہ پر پڑتی وہ سیٹی بجاتا اور پرندہ اُس سیٹی کو سُن کر گلاب کے پیالے میں جا پڑتا اور اُس میں خوب لوٹ کر اپنے پَر و بازو کو گلاب میں تَر کر لیتا۔ پھر دوسری سیٹی پر وہ پرندہ اُس پیالہ میں سے اُڑ کر مشک کے پیالہ میں جا پڑتا اور اُس میں خوب لوٹ کر اپنے پَر و بال میں مشک بھر لیتا۔ پھر تیسری سیٹی دینے پر وہ پرندہ اُڑ کر بادشاہ کے سر پر معلق ہو جاتا (اور بادشاہ کے اُوپر اُن خوشبوؤں کی بارش کرتا) بادشاہ نے جو یہ رنگ دیکھا تو بڑی سرکشی اور جبروت اختیار کی۔ اور خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے خدا ہونے کا دعوےٰ کیا اور اپنی رعایا میں جو عزت دار تھے اُن سب کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دی اور جس جس نے اُس کی یہ دعوت مان لی اُن کو انعام دئے۔ اُن کی آؤ بھگت کی۔ اُن کو خلعت دئے۔ اور جس نے اُس کی بات نہ مانی اُس کو قتل کر دیا۔ (اب جان کے خوف سے اور مال کے لالچ سے) زیادہ ماننے والے ہی ہو گئے۔ اُس نے سال میں ایک مرتبہ اُن کے لئے ایک عید قرار دی۔ پس ایک دن جبکہ وہ لوگ عید منا رہے تھے اور مذہبی لوگ اُس کے دائیں ہاتھ بیٹھے تھے اور اراکینِ سلطنت بائیں ہاتھ بیٹھے تھے کہ یکایک اُن

پادریوں میں سے ایک پادری آگے بڑھا اور اُس کو اطلاع دی کہ فارس کی فوجیں چڑھ آئی ہیں۔ یہ سُن کر اُس کو اس قدر رنج پہنچا کہ تاج اُس کے سر سے گر گیا۔ اُن تین نوجوانوں میں سے جو اُس کے دائیں ہاتھ تھے ایک نے جس کا نام تملیخا تھا اس بات کو غور سے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر دُقیوس جیسا کہ گمان کرتا ہے خدا ہوتا تو اسے نہ تو خوشی ہوتی اور نہ رنج اور نہ اُس کو پیشاب کی ضرورت ہوتی نہ پاخانہ کی اور نہ سوتا اور نہ جاگتا۔ یہ سب باتیں خدا کے کام نہیں ہیں۔ یہ جوان سب تعداد میں چھ تھے اور قاعدہ انہوں نے یہ مقرر کیا تھا کہ کھانا سب مل کر ایک ایک دن ایک ایک کے ہاں کھایا کرتے تھے۔ وہ دن تملیخا کے ہاں کھانا کھانے کا تھا۔ اُس نے اُن کے لئے اچھے اچھے کھانے اور نفیس نفیس پینے کی چیزیں تیار کر رکھی تھیں۔ جب سب کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو اُس نے کہا بھائیو! میرے دِل میں ایک ایسی بات پیدا ہوئی ہے جس نے میرا کھانا پینا بھی چھڑا دیا ہے اور نیند بھی اُڑا دی ہے۔ سب نے مِل کر کہا اے تملیخا! وہ بات کیا ہے؟ تملیخا نے کہا کہ میں نے مدت تک آسمان کے بارے میں غور کیا کہ وہ کون ہے جس نے اس کی چھت کو ایسی بلندی پر سنبھال رکھا ہے حالانکہ نہ اُوپر سے کچھ تانیں تنی ہوئی ہیں اور نہ نیچے سے کوئی اڑواڑ لگی ہوئی ہے۔ اور وہ کون ہے جس نے اس میں سورج اور چاند جیسے دو چمکتے ہوئے روشنی دینے والے ستارے چلتے کر دئے ہیں اور وہ کون ہے جس نے اُس کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ پھر میں نے مدت تک اس زمین کے بارے میں فکر کی تو میں نے سوچا کہ وہ کون ہے؟ جس نے اس کو جمع شدہ پانی کے اوپر مسطح کر کے پھیلا دیا ہے اور وہ کون ہے جس نے پہاڑوں کے ذریعہ سے اس کو اس بات سے روکا۔ کہ کسی طرف جُھک نہ جائے۔ پھر میں نے اپنی ذات کے بارے میں سوچا اور بہت سوچا اور یہ خیال کیا کہ آخر وہ کون ہے جس نے مجھے ماں کے پیٹ سے جنین بنا کر نکالا اور جبکہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو مجھ کو غذا بھی پہنچائی اور میری پرورش بھی کی۔ ضرور اِن سب چیزوں کا کوئی بنانے والا اور کوئی تدبیر کرنے والا اور ہی ہے یہ دُقیوس بادشاہ تو ہے نہیں۔ ہو نہو وہ کُل بادشاہوں کا بادشاہ اور تمام آسمانوں پر حکم چلانے والا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب نوجوان تملیخا کے قدموں پر گر پڑے اور اُن کو بوسہ دیکر کہنے لگے۔ کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے ہم سب کو آپ کے ذریعے سے گمراہی سے بچایا اور ہدایت کا راستہ سُجھایا۔ اب آپ جو رائے ہم کو دیں (ہم اُسی کی تعمیل کو حاضر ہیں) حضرت فرماتے ہیں کہ تملیخا یہ سُنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کا چھوٹا سا ایک باغ تھا اُس کے پھل تین درہم کو فروخت کئے۔ وہ اپنی جیب میں ڈالے اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شہر سے نکل گئے جب تین میل چل چکے تو تملیخا نے کہا کہ بھائیو! دنیاوی سلطنت تو گئی اور دنیا کا معاملہ زائل ہو

گیا اب اپنے اپنے گھوڑوں سے اُتر لو اور پیادہ پا چلو۔ چنانچہ وہ اُسی دن دن میں سات فرسخ (۲۱ میل) چلے اور اُن کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ ایک گڈریہ سے اُن کو ملنے کا اتفاق ہوا تو اُنہوں نے پوچھا کہ اے گڈریے آیا تیرے پاس کچھ دُودھ پینے کو مل سکتا ہے یا پانی پینے کی کوئی سبیل ہے؟ راعی نے کہا کہ تمہیں جو جو کچھ چاہیئے وہ سب موجود ہے مگر مجھے تمہارے چہروں سے شاہی کے آثار معلوم ہوتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ تم بادشاہ وقتوں کے خوف سے بھاگے ہو۔ اُن سب نے کہا کہ اے گڈریے! ہمارے لئے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور سچائی ہم کو تیرے ہاتھ سے بھی نجات دے سکتی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اُس وقت اُن سب نے اُسے اپنا قصّہ سُنایا۔ گڈریے نے اپنے آپ کو اُن کے قدموں پر گرا دیا اور اُن کے قدم چُومنے لگا اور کہنے لگا کہ صاحبو! جو بات آپ لوگوں کے دل میں سما چکی ہے وہی میرے دِل میں بھی سما گئی ہے۔ مگر مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں بھیڑ بکریاں اِن کے مالکوں کو واپس کر آؤں اور آپ صاحبوں سے آملوں۔ چنانچہ یہ ٹھہر گئے۔ اُس نے بھیڑ بکریاں واپس کیں اور دَوڑتا چلا آیا۔ ایک کُتّا بھی اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اِتنا سُن کے وہ یہودی بولا کہ یا علیؑ مرتضےٰ یہ تو بتلا دیجئے کہ اُس کُتّے کا رنگ کیا تھا اور اُس کا نام کیا تھا؟ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے اخا الیہود اُس کُتّے کا رنگ تو ابلق تھا جس میں سیاہی زیادہ تھی۔ اب رہا نام سو وہ قطمیر تھا۔ جب اُن نوجوانوں نے کُتّے کی طرف دیکھا تو ایک دُوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کُتّا بھونک بھونک کر ہمیں فضیحت کرے گا۔ لاؤ اِسے پتھر مار مار کر بھگا دیں۔ جیسے ہی کُتّے نے اِن کی طرف دیکھا کہ یہ اُسے بھگانے پر اصرار کر رہے ہیں تو وہ اپنی دُم کے بَل کھڑا ہو گیا۔ سیدھا چلا اور نہایت صاف زبان سے گویا ہُوا اور بآوازِ بلند یہ کہتا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صاحبو! مجھے رہنے دو۔ میں آپ کے دشمنوں سے آپ کی نگہبانی کروں گا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اب تو لگے وہ اُس کو گلے سے لگانے اور گڈریا اُن سب کو لیکر چلا۔ اور چلتا ہی رہا یہانتک کہ ایک پہاڑ پر اُن سب کو لیکے جا چڑھا۔ اور وہاں لے جا کے اُن سب کو ایک غار میں اُتار دیا جس کا نام وصید تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ اُس غار کے سامنے چشمہ بھی ہے اور میوہ دار درخت بھی ہیں۔ پس اُنہوں نے وہ میوے کھائے اور پانی پیا اور جب رات ہو گئی تو سب نے اُس غار میں پناہ لی۔ اُس وقت ملک الموت کو خدائے تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ اُن کی رُوحیں قبض کر لے اور ایک ایک آدمی پر دو دو فرشتے تعینات کر دے کہ ہر ایک کو داہنی کروٹ سے بائیں اور بائیں کروٹ سے داہنی بدلواتے رہیں اور سورج کے داروغہ کو یہ حکم دے دیا کہ سورج اُن کے غار سے دائیں ہاتھ سے بچا بچا جاتا رہے اور بائیں ہاتھ کو کترا کے چلا جایا کرے۔

یہاں دُقیوس جب عید کے میلے سے پلٹ کر آیا تو اُس نے اُن نوجوانوں کی بابت دریافت کیا تو اُس کو خبر دی گئی کہ وہ تو بھاگ گئے۔ وہ اسّی ہزار سوار لے کر چلا اور اُن کے قدموں کے نشان پر آتے آتے اُسی پہاڑ پر آ چڑھا اور اُسی غار میں جا اُترا۔ اُن لوگوں نے دیکھا تو اُن کو سوتے پایا۔ اس پر وہ بادشاہ کہنے لگا کہ اگر میں اِن کو کچھ سزا بھی دینا چاہوں تو جو سزا اِن لوگوں نے اپنے آپ کو دی ہے میں اُس سے زیادہ کیا سزا ان کو دوں گا۔ مگر معماروں کو بُلواؤ (چنانچہ معمار آئے) اور بادشاہ کے حکم سے غار کا دروازہ پتھر اور چُونے سے بند کر دیا گیا۔ پھر اُس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ یہ اپنے اُس خدا سے جو آسمانوں میں ہے کہدیں کہ وہ اُن کو اُٹھا کر لے جائے۔ اور اگر یہ بچتے ہیں تو ان کو اِس جگہ سے رہائی دلوا دے۔ پھر جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے یہودی وہ تین سَو نو برس اِسی حال میں رہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کو منظور ہُوا کہ اُن کو زندہ کرے تو اسرافیلؑ فرشتے کو حکم دیا کہ اُن کے جسم میں رُوح پھُونک دے تو وہ اپنی نیند سے اُٹھ بیٹھے۔ پھر جو سُورج چمکا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ رات بھر تو ہم خدا کی عبادت سے غافل ہی رہے۔ اُٹھ کر کیا دیکھتے ہیں کہ چشمہ بہت ہی نیچے کو اُتر گیا اور درخت بالکل سُوکھ گئے۔ ایک دُوسرے سے کہنے لگے ہمارا معاملہ تو بہت ہی عجیب ہے۔ ایسا بھرا پُرا چشمہ ایک ہی رات میں ایسا اُتر گیا۔ اور ایسے ایسے درخت ایک ہی رات میں یوں سُوکھ گئے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اِدھر اُن کو بھوک نے ستایا تو آپس میں کہنے لگے کہ اچھا اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کے بستی میں تو بھیجو کہ وہ جا کر دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے کہ اُس میں سے تمہارے لئے کچھ کھانا لائے مگر آئے جائے چُپ چاپ اور تمہاری خبر مطلق کسی کو نہ کرے۔ اِس پر تملیخا نے کہا کہ تمہارے کاموں کے لئے میرے سوا کوئی نہ جائے گا۔ مگر اے چرواہے! لا تو اپنے کپڑے مجھے دے دے (میں بھیس بدل کر جاؤں) (حضرتؑ فرماتے ہیں کہ چرواہے نے اپنے کپڑے اُن کو دے دئے) اور تملیخا (اُن کو پہن کر) شہر کو چلدئے۔ راستہ میں بہت سی ایسی جگہیں دیکھیں جو پہچان ہی میں نہ آتی تھیں اور کتنے ہی راستے ایسے ملے جو اوپرے اوپرے تھے۔ تا آنکہ وہ شہر کے دروازے پر پہنچے۔ وہاں یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سبز جھنڈا قائم ہے جس پر زرد حرفوں میں یہ لکھا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ وَرُوْحُہٗ۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ وہ لگے اس علم کو غور سے دیکھنے اور اپنی آنکھوں سے مَس کرنے اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ کیا میں اب بھی سو رہا ہوں۔ پھر شہر میں گئے۔ بازار میں پہنچے تو وہاں ایک نان بائی کو دیکھا تو اُس سے کہا کہ میاں نانبائی! تمہارے اس شہر کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا اُفسُوس۔ فرمایا اچھا تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا عبدالرحمٰن! کہنے لگے اے شخص ذرا مجھے بِلا جُلا تو سہی کہیں میں سوتا تو نہیں ہوں۔ نان بائی نے کہا سُبحان اللہ! اگر تم

سوتے ہوتے تو مجھ سے بات کیسے کرے۔ اس پر تملیخا اُس نانبائی سے بولے اچھا تو تم مجھے اس روپیہ کا کھانا دے دو۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب نانبائی نے وہ درہم۔ اُس کی بڑائی اور اُس کے نقوش دیکھے تو بڑا تعجب کیا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ یہودی یہاں تک سُن کر اُچھل پڑا اور کہنے لگا کہ یا علیٰ ہر درہم کا وزن کس قدر تھا؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ اے یہودی اُس وقت کے ہر درہم کا وزن اِس وقت کے درہم کے مقابلہ میں ۱۰ ½ تھا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ نان بائی اُس درہم کو دیکھ کر بولا اے شخص! تجھے تو کہیں بڑا خزانہ ملا ہے۔ تملیخا نے کہا کہ بھائی ایسا نہیں ہے یہ تو میرے باغ کے پھلوں کی قیمت ہے جو کوئی تین دن ہوتے ہیں کہ میں نے بیچے تھے اور میں اس شہر سے چلا گیا تھا اور لوگوں کو دُقیوس بادشاہ کی پرستش کرتے چھوڑ گیا تھا۔ یہ سُنکر تو نان بائی اپنے آپے میں نہ رہا اور کہنے لگا اگر تو مجھے اُس خزانہ کا حصّہ نہ دے گا تو تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ غضب خدا کا تو ایسے شرابی آدمی کا ذکر کرتا ہے جو خدائی کا دعوےٰ کیا کرتا تھا۔ اور جسے مرے ہوئے بھی تین سَو برس سے زیادہ ہو گئے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اُس نانبائی نے تملیخا کو گرفتار کر لیا۔ اور اُسے بادشاہِ وقت کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ کہ یہ جوان کون ہے؟ نانبائی نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو بڑا خزانہ ملا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اے جوان! ڈر نہیں! اس لئے کہ ہمارے نبی حضرت عیسےٰ ابنِ مریمؑ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جن لوگوں کو خزانے ملیں ہم اُن سے اُن کا صرف پانچواں حصّہ لے لیں۔ پس تو پانچواں حصّہ ہمیں دیدے اور بخیر و عافیت چلا جا۔ اِس پر تملیخا نے کہا کہ اے بادشاہ! ذرا میرے معاملے میں غور و فکر کو کام میں لائیے۔ مجھے خزانہ وغیرہ کچھ نہیں ملا۔ میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اسی شہر کے رہنے والے ہو؟ اُنہوں نے فرمایا جی ہاں اسی شہر کا۔ بادشاہ نے کہا تو اچھا کچھ لوگوں کے نام تو لو۔ اُس وقت تملیخا نے کوئی ہزار آدمیوں کے نام لئے۔ جن میں سے کوئی ایک بھی نہیں پہچانا جاتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ نام تم کیسے لے رہے ہو؟ فرمایا کہ ہمارے زمانے کے نام تو یہی تھے۔ بادشاہ نے کہا اچھا اس شہر میں تمہارا کوئی گھر بھی ہے؟ فرمایا جی ہاں ہے۔ ذرا بادشاہ سلامت میرے ساتھ سوار ہو کر چلیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ سوار ہو کر اُن کے ساتھ ہو گیا۔ تو اس شہر میں جس مکان کا سب سے زیادہ اُونچا دروازہ تھا اُس پر تملیخا بادشاہ کو لے آئے اور کہنے لگے یہی مکان میرا گھر ہے۔ اُس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بوڑھا پھوس نکل کر آیا کہ بڑھاپے کے سبب اُس کی بھنویں لٹک کر اُس کی آنکھوں پر آ رہی تھیں۔ دریافت کرنے لگا کہ آپ صاحبوں کا کیا مطلب ہے؟ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم ایک عجیب خبر تمہارے پاس لائے ہیں۔ یہ نوجوان گمان کرتا ہے کہ یہ مکان اُسی کا ہے۔ تو اب وہ بوڑھا ان کی طرف

متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ ہیں کون؟ فرمایا کہ میں قسطنطین کا بیٹا تملیخا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر بوڑھا اُن کے قدموں پر گر پڑا اور دونوں قدم چُوم کے کہنے لگا کہ بیت المقدس کے مالک خدا کی قسم یہ تو میرے اجداد میں سے ہیں۔ اب بادشاہ کو خیال آیا کہ اوہو! یہ تو اُن چھ میں سے ہیں جو دُقیوس بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر چلے گئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس خیال کے آتے ہی بادشاہ تعظیماً اپنے گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور اُن کو اپنے کاندھے پر اُٹھا لیا اور لوگ لگے اُن کے ہاتھ اور پاؤں چُومنے۔ اور یہ پوچھنے لگے کہ اے تملیخا! تمہارے اور ساتھی کیا ہوئے؟ اُنہوں نے اُن کو اطلاع دی کہ فلاں غار میں ہیں۔ اب جس دن کا یہ واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اُس دن اس شہر کے مالک دو بادشاہ تھے۔ ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ سو یہ دونوں مع اپنے درباریوں کے سوار ہو کر تملیخا کے ساتھ گئے۔ اور جب غار کے قریب پہنچے تو تملیخا نے اُن سب سے کہا کہ صاحبو! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میرے ساتھی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُن کر کہیں یہ نتیجہ نہ نکالیں۔ کہ بادشاہِ دُقیوس اُن کو پکڑنے آ گیا ہے لہذا مجھے مہلت دیجئے کہ میں آگے بڑھ کر اُن کو خبر کر دوں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ سب لوگ ٹھہر گئے۔ اکیلے تملیخا آگے بڑھ کر غار میں پہنچے۔ جب اِنکے ساتھیوں نے ان کو دیکھا تو اُن سے گلے ملے اور کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے آپ کو دُقیوس کے ہاتھ سے نجات دی۔ اس پر تملیخا بولے کہ تم اپنا اور دُقیوس کا ذکر تو چھوڑو۔ تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تم یہاں کتنی مدت رہے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ یہی دن بھر یا اس سے کچھ کم! تملیخا نے کہا کہ تم لوگوں کو یہاں تین سو نو ۳۰۹ برس ہو چکے۔ دُقیوس مدت ہوئی مر گیا۔ اور اس کے بعد صدی پر صدی گزر گئی۔ اللہ تعالےٰ نے تو اِس شہر والوں کے لئے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے جس کا نام حضرت مسیح عیسےٰ ابنِ مریمؑ ہے اور اُن کو خدا تعالےٰ نے زندہ زمین سے اُٹھا لیا ہے۔ اب خود اس شہر کا بادشاہ مع اور لوگوں کے ہم لوگوں کی زیارت کو آیا ہے۔ وہ بے چارے سُن کر گھبرائے اور کہنے لگے کہ اے تملیخا! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو سب لوگوں کے لئے نشانہ اور آزمائش بنا دیں۔ تملیخا بولے کہ اب تم بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بولے کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی خدائے تعالےٰ سے دعا کریں اور ہم بھی خدائے تعالےٰ سے آپ کے ساتھ دعا کریں کہ وہ ہماری رُوحیں پھر قبض کر لے اور ہمارا آج شام کا کھانا ہم کو جنّت میں عطا فرمائے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس پر اُن سب نے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کرنے لگے کہ خداوندا! جو کچھ دینِ برحق میں سے تو نے ہم کو عطا فرمایا اُسی کا واسطہ تو ہماری رُوحوں کو قبض کرنے کا حکم جاری۔ اور اِس غار کے دروازہ پر ایسی روگ لگا دے کہ آدمی اندر آنے سے پریشان ہو۔ پس وہ دونوں بادشاہ آ کر غار کے دروازہ پر سات دن طواف کرتے رہے اور اُن کو غار میں جانے

کا کوئی راستہ ہی نہ ملا۔ اُس وقت مسلمان بادشاہ تو کہنے لگا کہ یہ اصحابِ کہف ہمارے دین پر مرے ہیں۔ میں تو اس غار کے دروازہ پر مسجد بنواؤں گا۔ اس پر وہ نصرانی بادشاہ بولا کہ واہ! وہ تو ہمارے دین پر مرے ہیں۔ میں تو اس غار کے دروازہ پر گرجا بنواؤں گا۔ المختصر دونوں میں خوب لڑائی ہوئی اور آخر الامر مسلمان بادشاہ عیسائی بادشاہ پر غالب آیا۔ اور اُس نے غار کے دروازہ پر مسجد بنوا ہی دی۔ یہ قصہ تمام فرما کے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی! میں تجھے خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جو کچھ تمہاری توریت میں لکھا ہے میرا بیان اُس کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہودی نے عرض کی خدا کی قسم نہ آپ نے ایک حرف کم کیا نہ زیادہ کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں اور اس بات کی بھی دیتا ہوں کہ جناب رسولِ خدا کے برحق خلیفہ۔ وصی اور مؤمنوں کے امیر صرف آپ ہی ہیں۔ (قول مترجم) اس واقعہ میں جو یہ ذکر آیا ہے کہ اُس شہر کے مالک دو بادشاہ تھے۔ ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ تو اس مسلمان سے محمدی مراد نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرتؐ کی بعثت کا وقت اُس وقت تک نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ایسا شخص مراد ہے جو جنابِ عیسےٰ علیہ السلام کو اُسی منزلت پر سمجھتا تھا جو منجانب اللہ اُن حضرتؑ کو عطا ہوئی تھی۔ اور عیسائی سے مراد تثلیث کا عقیدہ رکھنے والا ہے۔ لفظ مسلمان یا مسلم کی بنا کُل توحید و نبوت کے ماننے والوں کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلی آتی ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ (دیکھو صفحہ ۴۴۲ سطر ۷)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۷۲

مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہ میں ہے۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی شخص انشاء اللہ کہنا بھول جائے تو چالیس دن کے اندر جس وقت یاد آئے کہدے۔ اس لئے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند یہودی کچھ سوال لے کر آئے تھے۔ حضرتؐ نے بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے فرمادیا تھا کہ تم لوگ کل میرے پاس آنا میں اِن سوالوں کا جواب دے دونگا۔ پس چالیس روز تک جبرئیلؑ حاضر خدمت نہ ہوئے۔ اکتالیسویں روز یہ آیہ لائے وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۔ (دیکھو صفحہ ۴۷۲ سطر ۶)

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے آیہ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۰۹ سطر ۸) کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ اور حوّاؑ سے ارشاد کیا کہ تم دونوں نہ اس درخت کے

پاس جانا اور نہ اس کا پھل کھانا تو انہوں نے بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے اقرار کر لیا کہ پروردگار ہم دونوں نہ اس درخت کے قریب جائیں گے اور نہ اس کا پھل کھائیں گے۔ پس خداوند عالم نے ان دونوں کے دلوں میں اس درخت کی خواہش پیدا کر دی۔ امام نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اپنے نبی کے پاس یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (دیکھو صفحہ ۴۷۲ سطر ۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ میرا ارادہ تو اس کام کے کل کرنے کا ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔ یعنی اگر اللہ نہ چاہے گا تو نہ کر سکوں گا۔ پس مشیتِ خدا ہر بات میں مقدم ہے۔ پس جب اللہ ہی کو یہ منظور نہ ہوگا کہ میں وہ کام کروں تو مجھے کام کرنے کی قدرت کہاں سے ملیگی۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ نے فرمایا۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ" جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اپنے فعل کو خدا کی مشیت کے ساتھ مشروط کر دے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کسی ضرورت کے لئے ایک شخص کے نام خط لکھنے کا حکم دیا۔ جب خط لکھ کر کاتب نے حضرتؑ کے سامنے پیش کیا تو آن جنابؑ نے بعد ملاحظہ ارشاد فرمایا کہ تم کو کیسے اُمید ہو گئی کہ ہمارا مقصد پورا ہوگا حالانکہ اس میں انشاء اللہ کہیں بھی نہیں ہے۔ تم اس میں ہر اُس موقعہ پر جہاں لفظ انشاء اللہ کی ضرورت ہے وہاں انشاء اللہ لکھ دو۔

التہذیب میں اس روایت کے بعد اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرتؑ نے دوات قلم منگا کر حکم دیا کہ لو اس میں لفظ انشاء اللہ بڑھا دو۔ چنانچہ جس جس موقع پر ضرورت تھی وہاں لفظ انشاء اللہ بڑھا دیا گیا۔

التہذیب میں مرازم بن حکیم سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب امام جعفر صادق علیہ السلام مُعتب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ عمرہ مفردہ ادا کرنے کے لئے جانے والا تھا۔ معتب نے حضرتؑ کے سامنے ایک تختی رکھ دی جس پر اُس نے اپنے عیال کے خورد و نوش کے بارے میں کچھ ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی اُس میں تحریر تھا کہ اتنا اتنا مال فلاں فلاں کو دیا جاوے لیکن اس میں انشاء اللہ کسی جگہ نہیں لکھا تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے معتب! یہ تختی کس نے لکھی ہے۔ کہیں اُس نے انشاء اللہ نہیں لکھا۔ اُس نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ کام پورے ہو جائیں گے۔ پس حضرتؑ نے قلم و دوات طلب کر کے فرمایا اس میں انشاء اللہ اور بڑھا دو۔

ضمیمہ نوٹ سطر ۳ متعلق صفحہ ۴۷۵

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا ۝

کتاب الاختصاص میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت عبداللہ ابن سلیمان جناب امام جعفر

صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت (خلافتِ اوّل کے آغاز میں) جناب امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو گلے میں چادر ڈال کر نکالا گیا ہے تو وہ حضرت جناب رسولِ خدا کی قبر کے پاس ٹھہرے اور یہ ارشاد فرمایا "یَابْنَ عَمِّیْ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ" (اے میرے چچیرے بھائی! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر ڈالیں) پس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر مبارک سے ایک ہاتھ ابوبکر کی طرف (اشارہ کرتا ہوا) نکلا۔ جس کو لوگ پہچانتے تھے کہ آنحضرتؐ ہی کا ہاتھ ہے اور ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جس کو لوگ پہچانتے تھے کہ آنحضرتؐ ہی کی آواز ہے اور یہ ارشاد فرمایا:۔ یٰھٰذَا اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا؟ (اے شخص! کیا تو اُس کا انکار کرتا ہے جس نے (فی الحقیقت) تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے اچھا خاصہ آدمی بنا دیا)

اُسی کتاب میں بروایتِ محمد ابن خالد الطیالسی جس نے بتوسط اپنے والد کے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے منقول ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنا دیا گیا تو عمر جناب امیرالمومنین علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ ابوبکر خلیفہ بنا دیا گیا؟ اُن جناب نے عمر سے فرمایا کہ اُسے خلیفہ بنا کس نے دیا؟ کہنے لگا کہ سب مسلمانوں نے باہمی رضامندی سے بنا دیا۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ واللہ! ان مسلمانوں نے کتنی جلد جنابِ رسولِ خدا سے مخالفت کی ہے اور کس طرح آنحضرتؐ کے عہد کو توڑا ہے اور ابوبکر کا وہ نام رکھ دیا ہے جس کا وہ مستحق ہی نہیں۔ واللہ جنابِ رسولِ خدا نے اُس کو خلیفہ نہیں بنایا۔ اس پر عمر اُن حضرت سے کہنے لگا (معاذ اللہ نقلِ کفر کفر نباشد) کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ خدا تمہارا بُرا کرے۔ حضرت نے اُس سے فرمایا کہ میرے قول کی اگر تو دلیل چاہے تو میں وہ دلیل دینے کو موجود ہوں۔ عمر بولا کہ تم تو (معاذ اللہ) جنابِ رسولِ خدا کے برخلاف اُن کی زندگی میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے اور بعد اُن کی وفات کے بھی جھوٹ بولتے ہو۔ اس پر حضرتؑ نے اُس سے فرمایا کہ ذرا ہمارے ساتھ چل تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنابِ رسولِ خدا کی حیات اور اُن کی وفات کے بعد وہ کون ہے جو اُن حضرتؐ کے برخلاف سب سے زیادہ جھوٹ بولتا رہا۔ پس عمر حضرتؑ کے ساتھ گیا تا آنکہ قبرِ مبارک پر پہنچا تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ ایک پنجہ برآمد ہوا جس پر یہ آیت لکھی تھی "اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلًا" اب جناب امیرؑ نے فرمایا کیوں (اے جھوٹوں کے جھوٹے!) اب تو تُو خوش ہوا دیکھ تجھے جناب رسولِ خدا نے اپنی زندگی میں بھی نصیحت کیا تھا اور اب بعدِ وفات بھی نصیحت کیا ہے۔ نیز اُسی کتاب میں

بروایتِ زیاد ابنِ المنذر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مدینہ کے کسی کوچہ میں بوڑھا ابوبکر جنابِ امیر المومنین کو مل گیا تو حضرتؑ نے اُس سے فرمایا کہ تو نے ایسی (اور ایسی) نالائقی کی۔ اور اِس طرح (اور اِس طرح) ظلم کیا۔ اُس نے کہا کہ اِس سے واقف کون ہے؛ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جنابِ رسُولِ خدا واقف ہیں۔ اُس نے کہا کہ میری رسائی جنابِ رسُولِ خدا تک کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ حضرتؐ مجھے بھی جتلادیں۔ ہاں اگر وہ حضرتؐ خواب میں تشریف لاکر مجھ سے فرما دیں تو میں اسے مان لوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں تجھے جنابِ رسُولِ خدا کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ حضرتؑ اُس بڈھے کو مسجدِ قبا میں لے گئے تو یکایک وہ دیکھتا کیا ہے کہ جنابِ رسُولِ خدا مسجدِ قبا میں موجود ہیں اور اُن حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ امیرالمومنین پر ظلم کرنے سے باز رہ۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد ابوبکر کی مُڈھبیڑ عمر سے ہوئی۔ اُس سے سارا واقعہ بیان کیا تو اُس نے کہا چُپ رہ! (خبردار! کسی سے ذکر نہ کیجیو۔ ارے کھوسٹ!) تو نے آجتک اتنا بھی نہ پہچانا کہ اولادِ عبدالمطلب ہمیشہ کے جادوگر ہیں۔ اُسی کتاب میں بروایتِ معاویہ ابن عمار الدہنی جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک دن ابوبکر جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ روزِ اعلانِ ولایت (عیدِ غدیر) کے بعد جنابِ رسُولِ خدا نے آپ کے بارے میں ہم سے کوئی نئی بات نہیں فرمائی۔ اور میں اِس بات کا اقراری ہوں اور جنابِ رسُولِ خدا کی زندگی میں بھی میں آپ کو امیرالمومنین جانتا اور مانتا تھا اور جنابِ رسُولِ خدا نے ہم کو یہ خبر بھی دی ہے کہ آپ اُن کے وصی اور اُن کے وارث ہیں اور اُن کے اہل وعیال کے لئے اُن کے خلیفہ بھی ہیں مگر آنحضرتؐ نے ہم کو یہ خبر نہیں دی کہ آپ اُن کی وفات کے بعد بھی اُن کے خلیفہ ہوں گے۔ لہذا فیما بین اس معاملہ میں ہمارے ذمہ کوئی جرم نہیں اور بینی وبین اللہ ہم کسی طرح گنہگار نہیں۔ یہ سُن کر اُن حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ بھلا اگر تو جنابِ رسُولِ خدا کو دیکھے اور آنحضرتؐ تجھ سے یہ فرمائیں کہ جس جگہ کو تو دبا بیٹھا ہے میں ہی اُس کا مستحق ہوں نہ کہ تو۔ اور اگر تو اُس جگہ سے نہ ہٹا تو تُو کافر ہو جائیگا۔ پھر کیا کہتا ہے؛ اُس نے عرض کی کہ اگر میں جنابِ رسُولِ خدا کو دیکھ لوں اور جو کچھ آپ نے مجھ سے فرمایا ہے آنحضرتؐ اُس کا ایک حصّہ بھی مجھ سے بیان کردیں تو وہ ہی میرے لئے کافی ہوگا۔ فرمایا اچھا تو جب تو نماز مغرب پڑھ چکے تو میرے پاس آجائیو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ وہ نمازِ مغرب کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں آگیا۔ آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور مسجد قبا میں لے گئے۔ تو وہ یکایک کیا دیکھتا ہے کہ جنابِ رسُولِ خدا قبلہ کی طرف رُخ کئے ہوئے تشریف فرما ہیں اور اُس سے خطاب کرکے فرما رہے ہیں کہ اے عتیق! تو نے علیؑ مرتضےٰ پر حملہ کیا اور نبوت کی جگہ جا بیٹھا حالانکہ میں

علیؑ مرتضےٰ کو تیرے سامنے سب پر مقدم کر چکا تھا۔ اب جو لباس (خلافت) تو نے پہن لیا ہے اُسے اُتار دے اور اُسے علیؑ کیلئے چھوڑ دے ورنہ یہ سمجھ لے کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکر کو ہاتھ پکڑ کر مسجد سے باہر لائے اور جناب رسولِ خدا اُن دونوں کے سامنے سے اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ اور جنابِ امیرالمومنین وہاں سے سلمانؓ فارسی کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے سلمانؓ! کیا تمہیں خبر نہیں کہ معاملہ یوں اور یوں گزرا۔ سلمانؓ فارسی عرض کرنے لگے کہ ضرور ہے کہ وہ اس معاملہ کی آپ کے نام کے ساتھ شہرت دیگا اور اپنے یار کے لئے اس کیفیت کو ضرور ظاہر کرے گا اور یہ بھی ضرور ہے کہ پوری پوری خبر اُس کو پہنچائے گا۔ اس پر جنابِ امیرالمومنین متبسم ہوئے اور فرمانے لگے کہ یار کو خبر دینا۔ یہ تو ضرور کریگا۔ پھر اپنے ذاتی معاملات پر نظر ڈال کر واللہ قیامت تک وہ دونوں ہرگز ہرگز اس کا ذکر نہ کرینگے چنانچہ اِدھر ابوبکر نے عمر سے ملاقات کی اور کہا کہ علیؑ فلاں فلاں وقت آئے تھے اور فلاں فلاں جگہ لے گئے تھے اور جنابِ رسولِ خدا نے ایسا اور ایسا فرمایا۔ یہ سُنکر عمر نے اُس سے کہا کہ پھٹے مُنہ تو بھی کتنا کودن ہے۔ خدا کی قسم تو اُس وقت (معاذاللہ نقلِ کفر کفر نباشد) ابنِ ابی کبشہ (یہ وہ کنیت ہے جس سے کفار جنابِ رسولِ خدا کا ذکر کیا کرتے تھے) کے جادو کی پیٹ میں آگیا تھا۔ کیا تو اس بات کو بھول گیا کہ کُل بنی ہاشم اور اُن کے ماننے والے اسی بھیس میں تو ہیں (یعنی سب جادوگر ہیں)۔

اُسی کتاب میں بروایتِ ابوسعید البکاری جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب امیرالمومنین کی ابوبکر سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے اُس سے فرمایا کہ آیا جنابِ رسولِ خدا نے تجھ کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تو میری اطاعت کرے۔ اُس نے کہا نہیں تو۔ اور اگر آنحضرت مجھے حکم دیتے تو کیا میں اطاعت نہ کرتا؟ فرمایا چل میرے ساتھ۔ جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں چلیں۔ پس وہ حضرت کے ساتھ مسجدِ قبا میں گیا تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا مسجدِ قبا میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب حضرت فارغ ہوئے تو علیؑ مرتضےٰ نے اُن سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں نے ابوبکر سے یہ کہا تھا کہ کیا تجھے جنابِ رسولِ خدا نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا تو یہ کہتا ہے کہ ہاں نہیں دیا۔ اُس وقت جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! میں نے تجھ کو ضرور حکم دیا ہے کہ تو علیؑ مرتضےٰ کی اطاعت کر۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر مسجد سے نکل کر عمر سے ملا تو ترساں و لرزاں تھا۔ عمر ٹھہر کر پوچھنے لگا کہ ارے تجھے ہو کیا گیا ہے؟ تو ابوبکر نے جواب دیا کہ مجھ سے جنابِ رسولِ خدا نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ اس پر عمر نے کہا پتھر پڑیں اُس اُمت پر جس نے تجھ جیسے کو اپنا حاکم بنا لیا۔ کیا تو بنی ہاشم کے جادو سے واقف نہیں؟ بصائر الدرجات میں بروایتِ ابی عمارہ ابان ابنِ تغلب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین ابوبکر کے پاس آئے اور اُس پر حجت قائم کردی۔ پھر اُس سے فرمایا کہ آیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا میرے اور تیرے مابین فیصلہ فرمائیں۔ اُس نے

عرض کی بھلا مجھے اس کا موقع کیسے ملیگا؟ اس پر حضرتؐ اُس کا ہاتھ پکڑ کر مسجدِ قبا میں لے آئے تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ آنحضرتؐ مسجد میں موجود ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے جناب امیرالمؤمنین کے موافق اور ابوبکر کے برخلاف فیصلہ سُنا دیا۔ وہاں سے ابوبکر خوف زدہ واپس ہوا۔ راستہ میں عمر سے مُڈبھیڑ ہوئی۔ سارا واقعہ اُسے سُنایا تو اُس نے کہا (ارے بوبک!) تجھے ہوکیا گیا ہے آیا تو بنی ہاشم کے جادو سے واقف نہیں ہے؟

کافی میں بروایتِ عباس ابنِ جریش جناب امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ابوبکر سے یہ فرمایا لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۱۳ سطر ۱۰) اور یہ فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جنابِ رسولِ خدا نے شہید ہو کر انتقال فرمایا۔ خدا کی قسم وہ تیرے پاس ضرور آئیں گے۔ پس جب وہ تیرے پاس آئیں تو یقین کر لیجیو کیونکہ شیطان آنحضرتؐ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اُس وقت جنابِ امیرؑ نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا تو یکایک اُس نے جنابِ رسولِ خدا کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! علیؑ پسر اور اُس کی اولاد میں سے جو گیارہ امام ہوں گے اُن پر ایمان لا کہ وہ سب میری مانند ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ نبوت اُن کو نہیں ملی۔ خدا کی حضور میں توبہ کر اور جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اِن کو دے دے اِس لئے کہ تیرا کوئی حق اِس میں نہیں ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد آنحضرتؐ تشریف لے گئے اور ابوبکر نے اُن کو پھر نہ دیکھا۔

صاحبِ درالمناقب حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرالمؤمنین کوچہائے مدینہ کا گشت کر رہے تھے کہ ابوبکر سامنے سے آگیا۔ اُن جنابؑ نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر فرمایا کہ اے ابوبکر! اُس اللہ سے ڈر جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے۔ پھر تجھے اچھا خاصہ آدمی بنا دیا اور اے ابنِ ابی قحافہ! قیامت کو بھی یاد کر اور جنابِ رسولِ خدا جو کچھ فرما گئے تھے اُسے بھی دھیان میں لا۔ یہ تو تم لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ غدیرِ خُم میں تم کو کیا کیا وصیتیں فرمائی تھیں۔ اگر اب بھی امرِ خلافت تو مجھے واپس کر دے تو میں خدا سے دعا کروں گا کہ تیرے اِس وقت تک کے افعال کو وہ بخش دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو ذرا یہ بھی سوچ لے کہ کل جنابِ رسولِ خدا کو کیا جواب دے گا؟ یہ سُن کر ابوبکر بولا کہ آپ مجھے جنابِ رسولِ خدا کو خواب میں دکھا دیں اور آنحضرتؐ مجھ کو اُس چیز سے روک دیں جو مجھے میسّر آگئی ہے تو میں اُن کی اطاعت کروں گا۔ اِس پر جنابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں حالتِ بیداری ہی میں تجھے آنحضرتؐ کی کرا دوں تو کیسا؟ (اُس نے کہا سُبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ میں اور زیادہ اطاعت کو حاضر ہوں) پھر جناب علیؑ مرتضےٰ اُس کا ہاتھ پکڑ کر مسجدِ قبا میں لے آئے تو اُس نے دیکھا کہ آنحضرتؐ

محراب مسجد میں کفش پہنے ہوئے بیٹھے ہیں اور یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے ابوبکر! کیا میں نے تجھ سے بار بار اور بکرات و مرات یہ نہیں کہا تھا کہ علیؑ ابن ابیطالب میرے خلیفہ ہیں اور میرے وصی ہیں۔ اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ اور اُن کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہاں سے ابوبکر بہت ہی پریشان و ترساں و لرزاں نکلا اور اُس نے یہ ارادہ حتمی کر لیا کہ امر خلافت جناب امیرؑ المؤمنین کو دے دے کہ اتنے ہی میں اُس کے یاروں میں سے ایک شخص اُسے مل گیا۔ جو کچھ دیکھا تھا اُس سے بیان کیا تو اُس نے کہا کہ یہ تو بنی ہاشم کے جادوؤں میں سے ایک جادو ہے۔ تجھے جو خلافت مل گئی ہے اس پر ڈٹا رہ۔ اور اس کے استحکام میں کوشش کئے جا۔ الغرض اُس یار نے اتنا بہکایا کہ وہ حق سے باز رہا۔ تفسیر برہان میں کسی مشہور عالم کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ بالاتفاق روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی جگہ غصباً متمکن ہو گیا اور اپنے آپ کو امام مشہور کرنے لگا اور لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لینے لگا تو جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے اقوال سے اُس حجت قائم کی اور یہ اقوال آنحضرتؐ نے بہت سے موقعوں پر فرمائے تھے کہ علیؑ میرے خلیفہ اور وصی اور وزیر۔ میرا قرض ادا کرنے والے اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ نیز اُن حضرتؐ نے لوگوں کو اپنی حیات میں بھی اُنکے اتباع کا حکم دیا۔ اور بعد وفات بھی۔ ابوبکر کا جواب اس موقعہ پر یہ تھا کہ لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں سو تم مجھے اس حکومت سے معذور ہی رکھو۔ اس پر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ یوں کہنے سے تجھے حکومت سے کون معذور رکھے گا۔ تو خود بخود اپنے گھر میں بیٹھ رہ۔ اور امر خلافت اُس کے سپرد کر دے جس کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے خلیفہ اور امیر مقرر کیا ہے۔ اور قریش کے کینہ ور لوگ تجھے دھوکے میں نہ ڈالیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا کے بندے ہیں۔ وہ حق کو اُس کی جگہ سے صرف اس لئے ہٹانا چاہتے ہیں کہ تیرے بعد حکومت خود حاصل کر لیں۔ اور جب تک تو زندہ ہے تیری دنیا کا حصہ لیتے رہیں۔ اس کا جواب ابوبکر سے صاف نہ بن پڑا۔ اُس کی زبان لکنت کرنے لگی۔ اور امر خلافت جناب امیرؑ کے سپرد کرنے میں پس و پیش کرنے لگا۔ جناب امیر علیہ السلام نے ایک دن اُس سے ارشاد فرمایا کہ اگر میں جناب رسولِ خدا کو تجھے دکھلا دوں اور وہ حضرتؐ تجھے میرا اتباع کرنے کا اور امر خلافت میرے سپرد کرنے کا حکم دے دیں تو بھی، اُن کے قول کو قبول کرے گا؟ حضرتؐ کی اس بات پر متعجب ہو کے لگا ہنسنے اور یہ کہنے کہ جی ہاں قبول کروں گا۔ اس پر حضرتؐ نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُس مسجد میں لیگئے جو مدینہ میں مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ جناب رسولِ خدا کو اُسے دکھلا دیا کہ آنحضرتؐ اُس

سے فرما رہے ہیں کہ ارے ابوبکر! کیا وہ سب کچھ بھول گیا جو علیؑ کے بارے میں میں تجھ سے کہہ چکا ہوں یہ امرِ خلافت علیؑ کے سپرد کر دے۔ علیؑ کی پیروی کر اور اُن کی مخالفت روا نہ رکھ۔ جب ابوبکر یہ سُن چکا اور جنابِ رسولِ خدا اُس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گئے تو مبہوت اور متحیر ہو کر رہ گیا اور اُس کے بدن میں کپکپی سی پڑ گئی۔ اور پختہ ارادہ کر لیا کہ امرِ خلافت اُن جناب کے سپرد کر دے مگر بعد میں ثانی نے اُس کی رائے میں دخل دیا اور جو کچھ بہت سی احادیث میں بیان ہو چکا ہے وہ کچھ اُس نے کہا (اور آخر الامر اُسے حق سے باز رکھا)

قولِ مترجم - صاحبِ بُرہان فرماتے ہیں۔ کہ اس مضمون کی روائتیں بہت ہی کثرت سے ہیں۔ مگر ہم نے طول ہو جانے کے خوف سے اتنی ہی روایتوں پر اختصار کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبرہ متعلق صفحہ ۴۷۹

تفسیر عیاشی میں اس مچھلی کا قصہ دو اور طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔ ایک طریقہ سے تو جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں روائت ہے کہ حضرت یوشعؑ نے اُس مچھلی کو بھون لیا تھا اور اُس کو ایک پیمانہ (ناپ کے برتن) میں رکھ کر ساتھ لے لیا تھا۔ پھر دونوں صاحب چلے یہاں تک کہ ایک ضعیف آدمی کے پاس پہنچے جو چت لیٹے ہوئے تھے اور اُن کا عصا اُن کے پہلو میں رکھا ہوا تھا اور اُن کے اُوپر ایک چادر ایسی پڑی ہوئی تھی کہ اُس سے سر ڈھانکتے تو اُن کے دونوں پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام تو وہاں نماز پڑھنے لگے اور حضرت یوشعؑ سے یہ فرمایا کہ تم سب چیزوں کی نگہبانی کرتے رہنا حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اُس وقت آسمان سے ایک بوند اُس پیمانے میں گری جس سے وہ مچھلی تڑپی اور پیمانہ میں سے اُچھل کر نکلی اور دریا میں پہنچ گئی۔ خدائتعالےٰ کے اس قول وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا کا یہی مطلب ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک پرندہ آیا۔ کنارۂ سمندر پر اُترا۔ پھر اُس نے چونچ اپنی سمندر میں ڈالی۔ اور یہ کہا کہ اے موسےٰ میری اس چونچ کے اُوپر اس سارے سمندر میں سے جتنا پانی لگا ہے آپ کو اپنے پروردگار کے علم میں سے اتنا بھی نہیں ملا۔

اور دوسری طرح جنابِ امام محمد باقر اور جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں روائت کی گئی ہے کہ جب موسےٰ علیہ السلام کا معاملہ اس حد تک پہنچا کہ اُن کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تو اُن کو ایک پیمانہ بھی عطا ہوا جس میں ایک نمک لگی ہوئی مچھلی تھی۔ اور اُن سے یہ کہا گیا کہ یہی مچھلی آپ کو اُن صاحب تک پہنچا دے گی۔ مجمع البحرین کے پاس ایک چٹان ہے اور اُس کے پاس ایک چشمہ ہے اُس کا ایک قطرہ بھی کسی مُردے پر پڑے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے

اُس کا نام چشمۂ حیات ہے۔ چنانچہ دونوں بزرگوار چلے اور اُس چٹان کے پاس پہنچے تو حضرت یوشع نے اُس مچھلی کو اُس چشمہ میں دھونے۔ وہ مچھلی اُن کے ہاتھ میں تڑپی جس سے اُن کے ہاتھ میں ایک خراش بھی آگئی اور وہ اُن کے ہاتھ سے نکل کے دریا میں داخل ہوگئی۔ مگر وہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے اس واقعہ کا ذکر کرنا بھول گئے۔

کتابِ اکمال الدین میں جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُن حضرتؑ نے کسی یہودی کے جواب میں جس نے اُن حضرتؑ سے کچھ مسئلے دریافت کئے تھے۔ یہ ارشاد فرمایا کہ رہا تیرا یہ قول کہ پہلا چشمہ جو روئے زمین پر جاری ہوا وہ کونسا ہے؟ تو یہودیوں کا گمان تو یہ ہے کہ وہ وہ چشمہ ہے جو بیت المقدس میں چٹان کے نیچے سے نکلا ہے مگر وہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ وہ چشمہ چشمۂ آبِ حیات ہے جس تک موسےٰ علیہ السّلام اور اُن کے وصی پہنچے تھے اور حضرت یوشعؑ نے نمک لگی ہوئی مچھلی اسی میں دھوئی تھی۔ جس سے وہ زندہ ہوگئی تھی۔ اور اُس پانی کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جس مُردہ کو چھو جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السّلام ذوالقرنین کے آگے آگے اُس چشمۂ آبِ حیات کی تلاش میں گئے تھے۔ اُنہوں نے اُسے پا بھی لیا تھا اور اُس میں سے پی بھی لیا تھا۔ ہاں ذوالقرنین کو وہ نہیں ملا تھا۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ شانزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۸۲

تفسیر قمی میں ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت موسےٰ۔ حضرت یوشع اور حضرت خضر علیہم السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ تو لوگوں نے عرض کی کہ ہم سے اُس پھرنے والے کا بھی حال بیان فرمائیے جو مشرق و مغرب میں چلا پھرا ہے کہ وہ کون تھا؟ اور اُس کا قصہ کیا ہے؟ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں "وَيَسْئَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ" اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ؟ حضرتؑ نے جواب دیا وہ نہ نبی تھے اور نہ بادشاہ۔ بلکہ خدا کے نیک بندے تھے۔ وہ خدا کو دوست رکھتے تھے اور خدا اُن کو دوست رکھتا تھا۔ وہ خدا سے خلوص رکھتے تھے اور خدائے تعالےٰ اُن کو خالص بندہ جانتا تھا اور اُنہیں اُن کی قوم کے پاس ہدایت کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ پس اُن لوگوں نے ذوالقرنین کے سر کے داہنے حصہ پر ضربت لگائی تو ذوالقرنین اُن کی نظروں سے جب تک خدا کو منظور تھا غائب ہو گئے۔ پھر دوبارہ خدا نے اُن کو بھیجا تو اُن لوگوں نے ذوالقرنین کے سر کے بائیں حصہ پر ضربت لگائی۔ پھر اُن کی نظروں سے ایک مدت تک غائب رہے۔ پھر تیسری بار ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ خداوندِ عالم نے اُن کو زمین میں اقتدار دیا۔ (ایہا الناس) ذوالقرنین کی مثل تم میں بھی موجود ہے۔ مراد حضرتؑ کی یہ تھی کہ میں بھی مثلِ ذوالقرنین ہوں۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالقرنین کو خدائے تعالےٰ نے اُن کی قوم کی ہدایت پر مامور کیا تھا۔ پس اُس قوم نے ذوالقرنین کے سر کے داہنے حصہ پر تلوار ماری خدا نے اُن کو پانچسو برس تک مُردہ رکھا۔ پھر دوبارہ زندہ کر کے اُنہی کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ تو اب کی دفعہ اُنہوں نے ذوالقرنین کے بائیں حصۂ سر پر ضربت لگائی۔ پھر خدا نے اُن کو پانسو برس کے لئے موت دے دی۔ پھر زندہ کر کے اُن لوگوں کے پاس ہدایت کے لئے بھیجا اور زمین کے مشرق و مغرب کا مالک کر دیا۔ یعنی جہاں سے سورج نکلتا دکھائی دیتا ہے وہاں سے لے کر اُس جگہ تک کا جہاں وہ ڈوبتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ آیاتِ مندرجۂ ذیل میں خدائے تعالےٰ نے اِسی امر کی خبر دی ہے۔ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ الخ۔

تفسیر عیاشی میں جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ رسول بلکہ

وہ ایک بندہ تھے جو اللہ کو دوست رکھتے تھے اور اللہ اُن کو دوست رکھتا تھا۔ وہ خدائے تعالےٰ کی جناب میں خلوص رکھتے تھے اور خدائے تعالےٰ اُن کو بندۂ خالص جانتا تھا۔ اُنہوں نے اپنی قوم کو (دین خدا کی) دعوت دی۔ اُن لوگوں نے اُن کے ایک حصّۂ سر پر ضربت لگائی اور اُن کو مار ڈالا پھر خدائے تعالےٰ نے اُن کو مبعوث فرمایا اور اُن لوگوں نے اُن کے دوسرے حصّۂ سر پر ضربت لگائی اور اُن کو قتل کر دیا۔ اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے کہ اُن حضرتؑ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آیا ذوالقرنین بادشاہ تھے یا نبی۔ اور اُن کے دونوں قرن سونے کے تھے یا چاندی کے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ نہ وہ نبی تھے اور نہ بادشاہ اور نہ اُن کے قرن سونے کے تھے اور نہ چاندی کے (اس سے آگے وہ بیان فرمایا جو عیاشی کی روایت میں اوپر مذکور ہو چکا)۔

الخصال میں بطور حدیث مرفوع منقول ہے کہ تمام روئے زمین کے چار شخص مالک ہوئے ہیں۔ دو مؤمن تھے اور دو کافر۔ مؤمن تو سلیمانؑ بن داؤدؑ اور ذوالقرنین تھے اور کافر نمرود اور بخت نصر شقی۔ ذوالقرنین کا نام عبداللہ بن ضحاک تھا۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ذوالقرنین ایک بندۂ صالح تھے جن کا نام عیاش تھا۔ خدائے تعالےٰ نے ان کو طوفان نوحؑ کے بعد گذشتہ صدیوں میں سے کسی صدی میں برگزیدہ فرما کے نواح مغرب کی طرف ہدایت کے لئے بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے اُن کے سر کے داہنے حصّہ پر ضربت لگائی۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر سو برس کے بعد خدائے تعالےٰ نے اُن کو زندہ کر کے بلادِ مشرق میں بھیجا۔ وہاں کے باشندوں نے اُن کی تکذیب کی اور سر کے بائیں حصّہ پر ضربت لگائی اور وہ اُس سے ہلاک ہو گئے۔ پھر سو برس کے بعد خدائے تعالےٰ نے اُن کو زندہ کیا اور سر پر جو دو ضربیں لگی تھیں۔ اُن ضربتوں کی جگہ دو کھوکھلے سینگ پیدا کر دیئے جن کو سلطنت کی عزت اور نبوت کی علامت قرار دیا۔ پھر خدائے تعالےٰ نے اُن کو آسمانِ دنیا تک بلند کیا اور پردے اُن کی آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے۔ تمام دنیا کی چیزیں خشکی اور تری پہاڑ اور چٹیل میدان اور کچھاریں سب دکھائی دینے لگیں۔ یہاں تک کہ مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزوں پر اُن کی نگاہ پڑ گئی اور خدائے تعالےٰ نے اُن کو ہر شے میں ایسی بصیرت عطا فرمائی جس سے اُنہوں نے حق و باطل کو پہچان لیا اور ایک بادل کے ذریعہ سے اُن کی تائید کی جس میں اندھیریاں بھی ہوتی تھیں اور کڑک بھی اور چمک بھی۔ اور وہ ہر وقت اُن کے سر پر رہتا تھا۔ پھر اُن کو زمین پر اُتارا اور وحی فرمائی کہ اب زمین کے مغربی نواح میں بھی جاؤ اور مشرقی میں بھی اس لئے کہ ہم ملکوں میں تمہارے لئے چلنا پھرنا آسان کر دیں گے اور بندوں کو تمہارا منقاد و مطیع بنا دیں گے۔ اور تمہارا خوف اُن کے دلوں میں بٹھا دیں گے۔ چنانچہ پہلے وہ مغرب کی طرف گئے۔ جس بستی میں پہنچتے تھے تو غضب ناک

شیر کی طرح ڈکارتے تھے اور اُس بادل سے جو اُن کے سر پہ رہتا تھا اُس بستی پر تاریکی چھا جاتی تھی جس میں کڑک اور دمک ہوتی تھی۔ جو اُن سے مخالفت کرتا تھا اور دشمنی کرتا تھا اُس پر بجلی گرا کر اُسے ہلاک کرتے تھے۔ ابھی ذوالقرنین مغرب میں نہ پہنچنے پائے تھے کہ تمام مشرق و مغرب والے اُن کے تابع فرمان ہو گئے جیسا کہ قولِ باری تعالےٰ اِنَّا مَکَّنَّا فِی الْاَرْضِ الخ سے ظاہر ہے۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ ذوالقرنین کو خدا تعالےٰ نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو سخت بادلوں پر سوار ہو کے زمین کی مسافت طے کریں یا مطیع و فرمانبردار بادل پر تو اُنہوں نے آخر الذکر بادل کو پسند کیا تھا۔ اِسی پر وہ سوار ہوتے تھے اور جب کسی قوم کے پاس جاتے تھے تو اپنی طرف سے آپ ہی ایلچی بن کر اُن کے پاس جاتے تھے تاکہ اور ایلچیوں کو جھٹلانے کا جیسا موقعہ ہو سکتا ہے وہ اُن کو نہ ملے۔

جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے کسی نے ذوالقرنین کے حالات دریافت کئے تو حضرت نے جواب دیا کہ ذوالقرنین کے لئے خدا نے بادل کو مسخر کر دیا تھا اور اسباب اُن کے لئے مہیا کر دیئے تھے اور ایک روشنی اُن کو عطا فرمائی تھی۔ کسی نے عرض کی کہ وہ روشنی کیسی تھی؟ فرمایا وہ روشنی ایسی تھی جس سے وہ رات کو بھی دن کی طرح دیکھ لیتے تھے۔

(قول مترجم) بجلی کی روشنی کے خیال موجود دیکھ لیں کہ پہلے بھی یہ روشنی عطا ہو چکی ہے۔ کچھ اِس زمانہ والوں کی ذاتی ایجاد نہیں ہے)

الاکمال اور الخرائج میں ہے کسی نے جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ ذوالقرنین کو یہ بات کیسے حاصل ہوئی کہ شرق و غرب میں پہنچ گئے؟ فرمایا خدائے تعالےٰ نے بادل کو اُن کا فرمانبردار بنا دیا تھا اور اسباب اُن کے واسطے آسان کر دیئے تھے اور ایک روشنی عطا فرمائی تھی جس کی وجہ سے اُن کے لئے رات اور دن یکساں تھا۔ اور الخرائج میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ اُنہوں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ وہ سورج سے اس قدر قریب ہو گئے کہ اُنہوں نے اُس کے شرقی کنارہ کو بھی پکڑ لیا تھا اور غربی کنارہ کو بھی۔ جب اُنہوں نے اپنی قوم سے یہ قصہ بیان کیا اور اپنی منزلت اُن پر ظاہر کی تو اُنہوں نے اُنکا نام ذوالقرنین رکھا۔ اور اُنہوں نے اُن سب کو خدا کی طرف دعوت دی اور وہ داخلِ اسلام ہوئے۔

قولِ مترجم - اُوپر کی روایتوں میں پانچ پانچ سو برس بھی ذوالقرنین کا مُردہ رہنا بیان کیا گیا ہے اور ایک ایک سو برس بھی۔ ظاہراً یہ اختلافِ بیان روایات کو مشکوک کرنے والا ہے۔ مگر جن لوگوں کو علمِ ہیئت میں دخل ہے اُن کو یہ معلوم ہے کہ عطارد کا سال اٹھاسی دن کا ہوتا

ہے۔ زہرہ کا دو سو پچاس ۲۵۰ دن کا۔ زمین کا تین سو پینسٹھ ۳۶۵ دن کا۔ اسی طرح مریخ و مشتری و زحل و یورنیس وغیرہ کے بڑے بڑے یعنی زمین کے سال کے حساب سے کئی کئی برس کے ایک ایک برس ہوتے ہیں۔ اور اُن زمانوں میں جبکہ ذوالقرنین تھے مختلف قومیں مختلف ستاروں کی پرستش کیا کرتی تھیں اور اُنہی کے حساب سے اپنا سال بھی شمار کرتی تھیں تو ممکن ہے کہ کسی سیّارہ کے پانچ برس دُوسرے سیّارہ کے ایک برس کے برابر ہوں۔ تو اسی طرح ممکن ہے کہ پہلے سیّارہ کی ماننے والی قوم کے نزدیک جس واقعہ کو پانسو برس گزرے ہوں دُوسرے سیّارہ کے ماننے والی قوم کے نزدیک اُسی واقعہ کو سَو برس گزریں گے۔ پہلی قوم کی روایت اگر پانسو برس ہوگی تو دُوسری قوم کے یہاں کی مطابق اُسی روایت میں سَو برس رہ جائیں گے۔ مختصراً اتنا اشارہ کر دیا گیا۔ زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

تفسیر بُرہان میں جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ذوالقرنین ایک مردِ نیک تھے۔ خدائے تعالےٰ نے اُن کو اپنے بندوں پر حُجّت قرار دیا تھا پس اُنہوں نے اپنی قوم کو دینِ خدا کی طرف ہدایت کی اور اُن کو تقوےٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا۔ اُس قوم نے ذوالقرنین کے ایک حصّۂ سر پر ضربت ماری۔ پس ذوالقرنین ایک زمانہ تک غائب رہے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یا تو وہ مر گئے یا کسی جنگل میں چلے گئے۔ پھر وہ ظاہر ہوئے اور اپنی قوم کے پاس آئے۔ پس اُنہوں نے اُن کے دُوسرے حصّۂ سر پر بھی ضربت لگائی۔ اور تم میں بھی ایک ذوالقرنین موجود ہے (مراد جنابِ امیر علیہ السّلام ہیں) خدا نے ذوالقرنینؑ کو تمام روئے زمین کا بادشاہ کیا تھا۔ اور ہر چیز کا سبب اُن کو عطا فرمایا تھا اور وہ مشرق میں بھی پہنچے تھے اور مغرب میں بھی۔ اور خدائے تعالےٰ میری اولاد میں سے قائمِ آلِ محمّدؐ کو ہو بہو ایسی ہی حکومت عنایت کرے گا۔ اور اُن کو زمین کے شرق میں بھی پہنچا دے گا۔ اور غرب میں بھی۔ زمین کا کوئی حصّہ پہاڑی ہو یا چٹیل میداں جس پر ذوالقرنین نے قدم رکھا ہے باقی نہ رہے گا۔ مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ قائمِ آلِ محمّدؐ کو اُس پر پہنچائے گا۔ رُوئے زمین کے خزانے اُن کے لئے کھول دے گا اور کانیں ظاہر فرما دے گا۔ رُعب و دبدبہ سے اُن کی مدد فرمائے گا۔ اور تمام رُوئے زمین کو اُن کے ذریعہ سے عدل و انصاف سے اُسی طرح مملو کر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

کتاب اختصاص میں جناب شیخ مفیدؒ نے بہ سلسلۂ اسناد خود عبدالرحمٰن قصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ذوالقرنین

کے پاس خدا نے دو بادل بھیجے تھے ایک ذلول دوسرا صعب اور یہ اختیار دیا تھا کہ اُن دونوں میں سے جس کو چاہیں پسند کریں۔ پس اُنہوں نے ذلول کو اختیار کیا اور صعب تمہارے مولا کے لئے چھوڑ دیا۔ میں نے عرض کی صعب کیا چیز ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا صعب وہ بادل تھا جس میں گرج اور بجلی اور صاعقہ تھا۔ تمہارے امام اُس پر سوار ہوں گے اور ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے اسباب ملاحظہ کریں گے۔ پس وہ پانچ زمینیں آباد اور دو زمینیں غیر آباد پائیں گے۔ نیز اُسی کتاب میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام تمام زمین کے اوپر اور نیچے کے بادشاہ تھے۔ دو بادل اُن کے سامنے پیش کئے گئے تھے ایک ذلول دوسرا صعب۔ ذلول میں زمین کے اُوپر کا فرشتہ تھا۔ اور صعب میں زمین کے نیچے کا فرشتہ تھا۔ پس اُن جناب نے صعب کو اختیار کیا۔ وہ ساتوں زمینوں میں اُن کو لے گیا۔ پس اُن جناب نے چار زمینیں آباد پائی تھیں اور تین غیر آباد۔ اُسی کتاب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے ذوالقرنین کے پاس دو بادل ایک ذلول دوسرا صعب بھیجے تھے اور اُنہیں اختیار دیا تھا کہ جسے چاہیں پسند کریں۔ تو اُنہوں نے ذلول کو پسند کیا تھا۔ ذلول وہ بادل ہے جس میں بجلی اور گرج نہ تھی۔ صعب کو اس لئے انہوں نے پسند نہ کیا تھا کہ اُسے خدائے تعالےٰ نے قائم آلِ محمدؐ کے لئے رکھا تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۔ متعلق صفحہ ۴۸۵

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جو شخص کوئی عملِ خیر خوشنودی خدا کے لئے نہ بجا لائے بلکہ غرض اُس کی یہ ہو کہ لوگ سُن کر تعریف کریں تو یہ شخص اپنی عبادت میں مشرک ہوگا۔ پھر فرمایا جو شخص چھپا کے نیکی کرے تو خداوندِ عالم اُس کو کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر کر دے گا اور جو بندہ پوشیدہ بُرا کام کرے تو اگرچہ کتنا ہی زمانہ گذر جائے تو خدائے تعالےٰ اُسے کبھی نہ کبھی ظاہر کر دے گا۔ تفسیر برہان میں ہے حسن بن علی وشا کہتے ہیں کہ میں جناب امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا میں نے اُن جناب کے پاس لوٹا رکھا ہوا ہے اور وہ نماز کے لئے وضو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے حضرتؑ کے دستِ مبارک پر پانی ڈالنے کا ارادہ کیا مگر اُن جنابؑ نے منع کر دیا۔ میں نے عرض کی اے مولا! آپ مجھ کو ثواب حاصل کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟ فرمایا اے حسن! تم کو تو ثواب ملیگا مگر میں زیر بار ہو جاؤں گا۔ میں نے عرض کی اے مولا یہ کیوں؟ حضرتؑ نے جواب دیا کیا تم نے قولِ باری تعالےٰ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ نہیں سُنا ہے۔ اب میں نماز کے لئے وضو کرتا ہوں۔ نماز خدائے تعالےٰ کی عبادت

ہے۔ مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ میری عبادت میں کوئی شریک ہو جائے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ عمل صالح سے ائمہ اثنا عشر کی معرفت مراد ہے اور لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ سے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت مقصود ہے کہ کسی دوسرے نااہل کو اُن جناب کی خلافت میں شریک نہ کرنا چاہیئے۔ تفسیر قمی میں اُن ہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ کا یہ مطلب ہے۔ کہ ولایت آلِ محمدؐ کے ساتھ کسی اور کی ولایت کو شریک نہ کرنا چاہیئے اور اُن کی ولایت عملِ صالح ہے۔ اور جس نے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک کیا اُس نے ہماری ولایت میں بھی شریک کیا اور اُس کا انکار کیا۔ اور جناب امیرالمومنین کے حق اور اُن کی ولایت کا بھی منکر ہوا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۲۹۲

کافی میں ہے۔ جابر جعفی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ خدا کے نزدیک نہایت جلیل القدر تھا (ترک اولےٰ کی وجہ سے) اُس پر عتابِ خداوندی ہوا۔ آسمان سے زمین پر اُتار دیا گیا۔ پس وہ جناب ادریسؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے ادریسؑ! خدا کے نزدیک آپ کا بڑا مرتبہ ہے۔ آپ خدائے تعالےٰ سے میری سفارش کر دیجئے۔ یہ سُنکر حضرت ادریسؑ نے پیہم تین رات بے تکان نماز پڑھی۔ اور تین روز بغیر افطار کئے روزے رکھے۔ پھر چوتھی صبح کو اُس فرشتے کے لئے خدائے تعالےٰ سے دعا مانگی۔ فرشتے نے عرض کی اے ادریسؑ! دعا آپ کی قبول ہوگئی۔ خدائے تعالےٰ نے مجھے بازو عطا فرما دئے۔ اے ادریسؑ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے احسان کے شکریہ میں آپ کی کوئی خدمت بجالاؤں اگر کوئی مطلب ہو تو بیان فرمایئے۔ حضرت ادریسؑ نے جواب دیا کہ تم مجھے ملک الموت کو دکھا دو۔ شاید کہ میں اُن سے مانوس ہو جاؤں۔ کیونکہ ملک الموت کی یاد کے ساتھ مجھے کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ پس فرشتے نے اپنے بازو پھیلا دئے اور کہا کہ اے ادریسؑ! سوار ہو جایئے۔ پس وہ فرشتہ حضرت ادریسؑ کو لے کر آسمانِ دنیا پر پہنچا اور ملک الموت کو وہاں تلاش کیا اور نہ پایا۔ کسی نے کہا دوسرے آسمان پر جاؤ۔ پس وہ فرشتہ برابر اُڑتا رہا یہانتک کہ چوتھے اور پانچویں آسمان کے مابین ملک الموت کو آتے ہوئے دیکھا۔ فرشتہ نے ملک الموت سے کہا کہ اے ملک الموت! میں تم کو اِس وقت ترش رو پاتا ہوں۔ ملک الموت نے جواب دیا۔ کہ میں ابھی عرش کے نیچے تھا کہ یکایک حکمِ خدا پہنچا کہ اے ملک الموت! آسمانِ چہارم و پنجم

کے درمیان ایک آدمی کی رُوح قبض کرلو۔ اِس حکم سے مجھ کو نہایت تعجب ہُوا ہے۔ یہ باتیں سُن کر جنابِ ادریسؑ خوف زدہ ہوگئے اور فرشتے کے بازو سے چھُٹ پڑے۔ اُسی جگہ ملک الموت نے اُن کی رُوح قبض کرلی۔ وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا کا مطلب یہی ہے۔

تفسیرِ قمی میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر میں یوں روایت ہے کہ ایک فرشتہ پر (بوجہ ترکِ اولےٰ) عتابِ الٰہی ہُوا۔ تمام بال و پر اُس کے نوچ دیے گئے اور کسی جزیرہ میں ڈال دیا گیا۔ مُدّتوں اُسی میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ ادریسؑ علیہ السّلام مبعوث ہوئے۔ پس وہ فرشتہ اُن جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا نبی اللہ! آپ میرے حق میں دُعا کریں کہ خدائے تعالےٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور مجھے بازو عطا کردے۔ حضرت ادریسؑ نے اُس کے لئے دُعا کی۔ پس خدائے تعالےٰ اُس سے راضی ہوگیا اور بال و پر اُسے واپس دیے۔ فرشتے نے عرض کی یا نبی اللہ! اگر کوئی ضرورت ہو تو بیان فرمائیے کہ میں اُسے انجام دوں۔ جناب ادریسؑ نے جواب دیا کہ تم مجھے آسمان پر لے چلو کہ میں ملک الموت کو ایک نظر دیکھ لوں کہ اُن کی یاد کے ساتھ زندگی تلخ ہے۔ پس وہ فرشتہ حضرت ادریسؑ کو اپنے بازو پر بٹھا کے لے اُڑا یہاں تک کہ آسمانِ چہارم تک پہنچا دیا۔ حضرت ادریسؑ نے دیکھا۔ کہ ملک الموت تعجب سے سر ہلاتے آرہے ہیں۔ پس حضرت ادریسؑ نے ملک الموت کو سلام کرکے سر ہلانے کا سبب دریافت کیا۔ ملک الموت نے جواب دیا ابھی مجھے حکمِ خدا ہُوا ہے کہ میں آسمانِ چہارم و پنجم کے مابین آپ کی رُوح قبض کروں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ اے میرے پروردگار! چوتھے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور چوتھے آسمان سے تیسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر تیسرے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور تیسرے آسمان سے دُوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر دُوسرے کی موٹائی بھی اُتنی ہی ہے اور دوسرے آسمان سے پہلے آسمان تک فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ آسمانِ اوّل کی موٹائی بھی اُسی قدر ہے۔ پھر آسمانِ اوّل سے زمین تک بھی اتنی ہی مسافت ہے۔ تو اُن کی رُوح کا قبض کرنا اتنی بلندی پر کیسے ہوگا؟ (یہ عرض ہی کر رہا تھا کہ آپ کو میں نے دیکھ کر تعجب کیا) پھر ملک الموت نے چوتھے اور پانچویں آسمان کے درمیان جنابِ ادریسؑ کی روح قبض کرلی۔ قولِ باری تعالےٰ وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا کا یہی مطلب ہے۔ نیز اُسی کتاب میں بروایتِ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام خود جنابِ رسولِ خدا سے حدیثِ شبِ معراج میں منقول ہے۔ آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میں آسمانِ چہارم پر گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں ایک شخص موجود ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ یہ شخص کون ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ حضرت ادریسؑ یہی تو ہیں جن کو خدائے تعالےٰ نے اس مکانِ بلند

تک رفعت دی ہے۔ پس میں نے اُن کو سلام کیا اور اُنہوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے اُن کے لئے دعائے مغفرت مانگی اور اُنہوں نے میرے لئے دعائے مغفرت کی۔

قولِ مترجم۔ کوئی صاحب یہ وہم نہ کریں کہ حضرت اوریسؑ زندہ نہیں ہیں جیسا کہ اہلِ اسلام کا اعتقاد ہے۔ اُوپر کی روایتوں سے صاف ثابت ہے کہ وہ زمین سے زندہ ہی اُٹھائے گئے اور آخری روایت بتلاتی ہے کہ وہ آنحضرتؐ سے زندہ ہی ملے۔ پس قبضِ روح جو چوتھے اور پانچویں آسمان کے مابین ملک الموت کے ہاتھوں واقع ہوئی وہ شاید اُس وحشت کے رفع کرنے کی غرض سے ہو جو اُن کو ملک الموت سے تھی۔ اور پھر وہی رُوح اُن کے جسم میں لوٹا دی گئی ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۹۶

اُس دروازہ پر ایک درخت ہے جس کا ایک ایک پتّا اتنا بڑا ہوگا کہ ایک لاکھ آدمی اُس کے سایہ میں آجائیں۔ اور اُس درخت کے داہنی طرف ایک پاک و پاکیزہ چشمہ ہوگا اُس میں سے اُن لوگوں کو ایک ایک گھونٹ پانی پلایا جائے گا۔ جس کی وجہ سے خداوندِ عالم اُن کے دِلوں کو حسد سے پاک کردے گا اور اُن کے بدنوں سے بال گر پڑیں گے۔ یہ مطلب قولِ باری تعالیٰ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ درخت کی بائیں جانب والے چشمہ پر وارد ہوں گے۔ وہ آبِ حیات کا چشمہ ہوگا۔ اُس میں وہ لوگ نہائیں گے۔ پھر کبھی اُن کو موت نہ آئے گی۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ عرش کے سامنے ٹھہرائے جائیں گے اور ہر ہر طرح کی آفتوں سے اور بیماریوں سے اور گرمی و سردی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکے ہونگے امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اُن فرشتوں سے جو اُنکے ساتھ ہونگے فرمائیگا کہ اے فرشتو! میرے اِن دوستوں کو جنّت میں لیجاؤ۔ یہاں عام لوگوں کے ساتھ اِن کو نہ بٹھراؤ۔ میں اِن سے پہلے ہی راضی ہو چکا اور میری رحمت اِن پر لازم ہو چکی۔ پھر مجھے یہ کیسے گوارا ہو کہ میں اِن کو ہر نیک و بد کے ساتھ کھڑا رکھوں۔ پس ملائکہ اُن کو جنّت کی طرف لیجائینگے اور بڑے دروازہ پر پہنچکے ملائکہ زنجیر در ہلائینگے۔ اُس زنجیر کی رگڑ سے ایک آواز پیدا ہوگی جو تمام حورانِ بہشتی کے کانوں میں پہنچیگی جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لئے پیدا کیا اور مہیّا کر رکھا ہے۔ پس وہ حوریں جس وقت کھٹکھٹانے کی آواز سنیں گی تو خوش خوش ایکدوسرے کو بشارت دینگی اور کہینگی آہا! ہمارے پاس اولیائے خدا آتے ہیں۔ پس اُنکے لئے دروازہ کھول دیا جائیگا۔ وہ سب کے سب جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ اُن کی ازواج حورالعین میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی اُن پر جُھک جُھک کر نظر کرینگی اور کہینگی خوشا حال آپ لوگوں کا ہم تو آپ کے بڑے مشتاق تھے۔ اولیائے خدا بھی اِن حوروں وغیرہ کو ویسا ہی جواب دینگے۔ (تمام شُد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ ہفدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۱۶

یہ سُنکر ابی عمیر نے عرض کی یا بن رسول اللہ جو شخص گناہِ کبیرہ کرکے نادم نہ ہو وہ مومن کیوں نہیں ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا ایسا کوئی نہیں ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ گناہ کرنے والا عذاب کا مستحق ہے اور گناہ پر سزا ضرور ملیگی۔ پھر وہ گناہ کرکے نادم نہ ہو۔ پس جب نادم ہوگیا تو یہی اُس کی توبہ ہوگئی۔ اور وہ شفاعت کا مستحق ہوگیا۔ اور جو گناہ کرکے پشیمان نہ ہوگا وہ اصرار کرنے والا سمجھا جائے گا۔ اور اصرار کرنے والے کے لئے بخشش نہیں ہے اس لئے کہ جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اُس کے متعلق وہ عذاب پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر وہ عذاب کا عقیدہ رکھتا ہوتا تو نادم بھی ضرور ہوتا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ (توبہ و) استغفار کے ساتھ کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا (یعنی قابلِ معافی ہو جاتا ہے) اور اصرار کے ساتھ صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے) اب رہا قول باریتعالےٰ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت شفاعت کرنے والے اُسی کی شفاعت کریں گے۔ جس کا دین خدا کو پسند ہوگا۔ اور دین کے معنی یہ ہیں کہ بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ اچھے اور بُرے کاموں کی جزا ضرور ملے گی۔ پس جس بندہ کا دین پسندیدۂ خدا ہوا تو وہ تو اپنے گناہ پر ضرور پشیمان ہوگا اس لئے کہ اُسے اس بات کا یقین ہے کہ روزِ قیامت ہر نیکی و بدی کا نتیجہ ملے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۱۷

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب خدائے تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتار دیا تو اُس وقت آسمان اس طرح بند تھا کہ اُس سے ایک قطرہ پانی کا نہ برستا تھا اور زمین اس طرح بند تھی کہ اُس سے کوئی چیز نہ اُگتی تھی۔ پس جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو خدا نے آسمان کو حکم دیا تو بادلوں سے کچھ بوندا باندی ہوئی۔ پھر خدائے تعالےٰ نے دوبارہ حکم دیا تو اُس نے اپنا دہانہ کھول دیا۔ (یعنی خوب پانی پڑا) پھر زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت روئیدہ ہو گئے۔ اور درختوں پر پھل آگئے اور نہریں جاری ہوگئیں۔ پس وہ تو اُن کا بند ہونا تھا اور یہ اُن کا کھلنا ہوا۔ تفسیر قمی میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ

نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے تو ویسا ہی ہے جیسی اُس نے اپنی صفت خود بیان فرمائی ہے۔ اب رہا عرشِ خدا وہ پانی پر تھا اور پانی ہوا پر اور ہوا کی کوئی حد محدود نہ تھی۔ اور اُس وقت تک ہوا اور پانی کے سوا کوئی اور مخلوق نہ تھی۔ اور اُس زمانہ میں پانی محض شیریں اور خوشگوار ہی تھا۔ پس جب خدا نے زمین کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو ہواؤں کو چلنے کا حکم دیا۔ ہواؤں کے تھپیڑوں سے پانی جوش مارنے لگا اور موجزن ہوگیا۔ جس کی وجہ سے پانی پر جھاگ پھین آگئے۔ پھر خدا نے اُس جھاگ کو اکٹھا کر کے اُس جگہ جمع کر دیا جہاں خانہ کعبہ بنایا گیا ہے۔ پھر اُن جھاگوں کو پہاڑ بنا دیا اور اُس کے نیچے سے زمین پھیلائی۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۹) پھر خدا نے جب تک اُسے منظور ہوا کسی چیز کو پیدا نہ کیا۔ اور جب یہ چاہا کہ آسمان کو پیدا کرے تو ہواؤں کو چلنے کا حکم دیا۔ ہواؤں کے چلنے سے اور اُنکے جھونکوں سے سمندروں میں تلاطم آیا اور پانی موجیں مارنے لگا جس کے سبب سے پانی پر کف آگیا۔ پھر کف اور موجوں کے درمیان سے بغیر آگ کے دُھواں نکلا۔ اُس دُھوئیں سے خدائے تعالےٰ نے آسمان کو پیدا کیا۔ اور آسمان میں بُرج اور ستارے اور آفتاب و ماہتاب کی منزلیں قرار دیں اور ان سب کو آسمان میں چلتا کر دیا۔ آسمان کا رنگ ہرے پانی کی مانند سبز ہے اور زمین کا رنگ شیریں پانی کی طرح غبار آلود ہے۔ یہ دونوں زمین و آسمان بند تھے۔ ان دونوں میں دروازے نہ تھے۔ نہ زمین سے کوئی چیز اُگتی تھی نہ آسمان سے پانی برستا تھا۔ پس خدا نے آسمان کو شگافتہ فرمایا یعنی اُس سے پانی برسایا اور زمین کو شگافتہ فرمایا۔ یعنی اُس سے نباتات پیدا کی۔ قولِ باری تعالےٰ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا الخ کا یہی مطلب ہے۔ تفسیر بُرہان میں بروایت ابوحمزہ ثمالی اور ابومنصور سے بروایت ابوربیع منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال ہشام بن عبدالملک حج کے لئے گیا اور اُسکے ساتھ نافع غلام عمر ابن الخطاب بھی تھا اُسی سال ہم بھی جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کے ہمرکاب حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ نافع نے جناب امام علیہ السّلام کو رکنِ بیت اللہ کے پاس دیکھا۔ جس حال میں کہ لوگ چاروں طرف سے اُن حضرت پر ہجوم کئے ہوئے تھے تو ہشام سے دریافت کرنے لگا۔ کہ یہ صاحب کون ہیں جن پر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں؟ ہشام نے جواب دیا کہ یہ تو اہلِ کوفہ کا نبی محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب ہے۔ نافع نے کہا حضور ذرا دیکھیں کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ اور ان سے ضرور وہ وہ مسئلے دریافت کروں گا جن کا جواب سوائے نبی یا فرزند نبی یا وصی نبی کے کسی اور سے نہ بن پڑے۔ ہشام لعین نے کہا اے نافع! (جلد) جا اور سوال کر شاید اُن کو خجالت حاصل ہو۔ پس نافع گیا اور آدمیوں پر تکیہ کر کے کھڑا ہوا۔ پھر حضرت کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے محمد بن علی! میں نے توریت و انجیل و زبور و قرآن کو پڑھا ہے۔

اِن کتابوں میں حلال وحرام کے متعلق جتنے بھی احکام ہیں وہ مجھے سب معلوم ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے چند ایسے سوال کروں جن کا جواب سوائے نبی یا وصیٔ نبی یا فرزندِ نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ پس حضرتؑ نے سر مبارک بلند کر کے فرمایا جو تیرا جی چاہے دریافت کر۔ پس نافع سوال کرتا جاتا تھا اور حضرتؑ اُس کا جواب دیتے جاتے تھے۔ منجملہ اُن سوالات کے ایک یہ بھی تھا کہ قولِ باری تعالےٰ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا کی تفسیر بیان فرمایئے؟ حضرتؑ نے ارشاد کیا جبکہ خدائے تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو آسمان بھی بستہ تھا کہ وہ ایک قطرہ پانی کا نہ برساتا تھا۔ اور زمین بھی بند تھی کہ کوئی چیز نہ اُگاتی تھی۔ جس وقت اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی تو آسمان کو پانی برسانے کا حکم دیا تو بادلوں سے کچھ بوندا باندی ہوئی۔ پھر دوبارہ حکم دیا اُس وقت بادلوں کے دہانے کھل گئے (یعنی خوب مینہ برسا) پھر زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت اُگے اور اُن درختوں سے پھل پیدا ہوئے اور نیز زمین پر ندیاں بہ نکلیں۔ پس پہلی حالت تو آسمان و زمین کا بند ہونا تھا اور یہ اُن دونوں کا کھل جانا ہے۔ یہ جواب سُن کر نافع نے کہا اے فرزندِ رسولؐ (بیشک) آپ نے سچ فرمایا۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایتِ علماء یہ مضمون درج کیا ہے کہ عمرو بن عبید جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا کہ سوالات کے ذریعے سے حضرتؑ کا امتحان لے۔ چنانچہ عرض کرنے لگا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں قولِ باری تعالےٰ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا سے کیا مراد ہے؟ اور یہ رتق وفتق کیا ہے؟ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ ابتدا میں آسمان بھی بند تھا اُس سے مینہ نہ برستا تھا اور زمین بھی بند تھی کہ اُس سے کوئی چیز نہ اُگتی تھی۔ یہ سُنکر عمرو خاموش ہو گیا۔ اور اُس کو کوئی جائے اعتراض باقی نہ رہی۔ پھر اُس نے دوسری مرتبہ عرض کی کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ قولِ باری تعالےٰ وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی (دیکھو صفحہ ۵۰۵ سطر ۴) میں غضبِ خدا کے کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا غضبِ خدا سے مُراد اُس کا عذاب ہے اور اے عمرو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کی حالت میں کچھ تغیر و تبدل ہو جاتا ہے وہ کافر ہے۔

قولِ مترجم - یہ سُنکر ایسی بولتی بند ہوئی کہ چُپ چاپ چنپت ہوئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۲۱

تفسیر قمی میں منقول ہے کہ ہر چند حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں پر اپنی حجت و دلیل قائم کی اور بتوں کی عبادت سے روکنا چاہا مگر اُنہوں نے حضرتؑ کا کہنا نہ مانا۔ جب اُن کا عید کا دن آیا تو نمرود مع اپنے ارکان دولت اور رعایا کے عید منانے کے لئے شہر سے نکلا حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے ہمراہ جانے سے کراہت کی تو نمرود نے اُن کو بُت خانہ سپرد کر دیا پس جب وہ لوگ چلے گئے تو ابراہیم علیہ السلام ہر بُت کے سامنے کھانا لے گئے اور ہر ایک سے ارشاد فرمایا لے کھانا کھا لے اور اگر نہیں کھاتا ہے تو مجھے جواب دے۔ جب کوئی نہ بولا تو ہاتھ میں بسولا لے کر اُس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے۔ سب کے ساتھ یہی عمل کیا مگر بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور بسولا اُس کی گردن میں لٹکا دیا۔ وہ صدر میں دھرا ہُوا تھا۔ جب بادشاہ اور لوگ عید سے پلٹ کر آئے تو بُتوں کو ٹوٹا پھوٹا پایا۔ آپس میں کہنے لگے کہ جس نے ہمارے معبُودوں کی یہ گت بنائی ہے بیشک وہ بڑا ظالم ہے۔ (پھر) کہنے لگے ہم نے تو ایک نوجوان کو جس کا نام ابراہیمؑ ہے اور جو آذر کا بیٹا (بھتیجا) ہے۔ اُن کا بُرا ذکر کرتے ہوئے سُنا تھا (ہو نہ ہو یہ اُسی کی کرتوت ہے) پس وہ لوگ جنابِ ابراہیمؑ کو نمرود کے پاس لے گئے۔ نمرود نے آذر سے کہا تو نے مجھ سے خیانت کی اور اِس لڑکے کی مجھے اطلاع نہ ہونے دی۔ آذر نے جواب دیا کہ اے بادشاہ یہ کام ابراہیمؑ کی ماں کا ہے۔ اور وہ اپنے اس فعل کی جواب دہی بھی کر سکتی ہے۔ پس نمرود نے جنابِ ابراہیمؑ کی والدہ کو طلب کر کے پوچھا کہ تو نے اس لڑکے کا حال مجھ سے کیوں پوشیدہ رکھا کہ اس نے ہمارے معبودوں کی گت جو کچھ بھی بنائی بنائی۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ میں نے تیری رعیت کی ہمدردی میں ایسا کیا ہے نمرود بولا اس کا مطلب بیان کرو ہمدردی کیسی؟ والدہ جناب ابراہیمؑ نے کہا بات یہ ہے کہ جب مَیں نے یہ دیکھا کہ تو اپنی رعایا کی اولاد کو (ناحق) قتل کرتا ہے تو مجھے خیال ہُوا کہ اس سے تو لوگوں کی نسل ہی قطع ہو جائے گی۔ پس میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اگر یہ لڑکا وہی ہے جس کی تلاش میں نمرود ہے تو میں اس لڑکے کو اُس کے حوالے کر دوں گی کہ اُسے قتل کر دے اور لوگوں کی اولاد کے قتل کرنے سے باز رہے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو ہمارا لڑکا ہمیں مبارک! اے نمرود اب تو نے اِسے پا لیا تو اب رعایا کی اولاد قتل کرنے سے ہاتھ روک لے۔ نمرود نے والدہ جناب ابراہیمؑ کی بات قبول کی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اے ابراہیمؑ! ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ حرکت تو ان کے بڑے نے کی ہے۔ اب اگر یہ بولتے ہوں تو تم اِن ہی سے پوچھ لو۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا نہ تو اُن کے بڑے بُت نے یہ فعل کیا تھا اور نہ ابراہیم علیہ السلام نے خلافِ واقعہ کچھ فرمایا۔ اِس پر کسی نے سوال کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا ایسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا مشروط فرمایا یعنی یوں فرمایا کہ اگر یہ بڑا بُت بول سکتا ہے تو یہ فعل بھی اس نے کیا اور اگر نہیں بول سکتا تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پس نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے معاملہ میں اپنی قوم سے مشورہ لیا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ اگر تم سے ہو سکتا ہے تو اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اور ابراہیمؑ

کو آگ میں جلا ڈالو۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ فرعون ابراہیمؑ (یعنی نمرود) اور اُس کے مشیرِ سلطنت بڑے ولدالحرام تھے کہ اُنہوں نے نمرود کو یہ مشورہ دیا حَرِّقُوْہُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۳ سطر ۱) اور موسےٰ علیہ السّلام والا فرعون اور اُس کے اراکینِ دولت ولدالحلال تھے کہ اُنہوں نے جنابِ موسےٰ کے بارے میں یہ رائے دی اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۵) الغرض ابراہیمؑ کو نمرودِ مردود نے قید کر لیا اور اُن کو جلانے کے لئے (خشک) لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب آگ میں ڈلوانے کا دن آیا تو نمرود مع اپنے لشکر کے بستی سے باہر نکلا اور اُس مکان میں آیا جو خاص اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہاں بیٹھ کر نمرود حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا آگ میں جلنا دیکھے۔ وہ آگ بیحد تیز تھی جو کوئی پرند اُس پر سے گزرتا تھا تو جل جاتا تھا۔ کسی میں اِتنی قدرت نہ تھی جو آگ کے قریب جا کر ابراہیمؑ کو اُس میں ڈال دیتا (وہ لوگ حیران تھے کہ کس طرح ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکیں کہ) شیطان نمرود کے پاس آیا اور اُس نے اِن لوگوں کے لئے گوپھن بنائی۔ جب وہ تیار ہو گئی تو اس میں جناب ابراہیمؑ کو بٹھایا۔ آذر ملعون قریب آیا اور ایک طمانچہ اُس کافر نے رخسارۂ ابراہیمؑ پر مارا اور کہنے لگا اے ابراہیمؑ! اب بھی اپنا باطل عقیدہ چھوڑ دے۔ اُس وقت کوئی چیز ایسی باقی نہ رہی جس نے پروردگارِ عالم کی درگاہ میں جناب ابراہیمؑ کے لئے دعا نہ کی ہو۔ ملائکہ آسمانِ دنیا پر بھیج دئے گئے۔ زمین نے عرض کی خدایا اگر ابراہیمؑ جل گئے تو مجھ پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ ملائکہ عرض کرنے لگے پروردگارا! تیرا خلیل آگ میں جلایا جاتا ہے۔ جنابِ احدیت سے خطاب ہوا اگر ابراہیمؑ مجھ سے دعا کرے گا تو میں ضرور اُس کے لئے کفائت کروں گا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی خداوندا! ابراہیمؑ تیرا خلیل ہے اُس کے سوا زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے تو نے اُس کے دشمن کو اُس پر مسلط کیا ہے کہ وہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلانا چاہتا ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے جبرئیلؑ خاموش ہو جا۔ یہ بات وہ کہے گا جو تیری مانند موت سے خوف کرتا ہو۔ ابراہیمؑ میرا بندہ ہے۔ اگر وہ مجھ سے درخواست کرے گا تو میں اُس کی دستگیری کروں گا۔ پس اُس وقت جنابِ ابراہیمؑ نے یہ کلمات کہے اور دعا مانگی۔ يَا اَللّٰهُ يَا وَاجِدُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَّمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نَجِّنِيْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ (اے اللہ! اے تنہا! اے یکتا! اے بے نیاز! نہ تجھ سے کوئی پیدا ہوا نہ تو کسی سے پیدا ہوا۔ نہ کوئی تیرا ہمسر ہے۔ تو اپنی رحمت سے آتشِ نمرود سے مجھے نجات دے) امام علیہ السّلام نے فرمایا پس جبکہ جناب ابراہیم علیہ السّلام کو گوپھن میں رکھ دیا گیا تو جبرئیل علیہ السّلام نے ہوا میں اُن سے ملاقات کی اور عرض کی اے ابراہیمؑ آیا آپ

کو مجھ سے کوئی حاجت ہے تو بیان کیجئے ؟ اُن حضرتؑ نے جواب دیا اے جبرئیلؑ تم سے کوئی حاجت نہیں ہاں خدا سے ضرور ہے۔ پس جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک انگوٹھی دی جس پر لکھا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاَسْنَدْتُّ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ لکھا ہوا تھا (جب وہ جناب آگ میں پہنچے تو) خدائے تعالےٰ نے آگ کو سرد ہوجانے کا حکم دیا وہ اتنی ٹھنڈی ہوگئی کہ سردی سے حضرت ابراہیمؑ کے دانت بجنے لگے۔ پھر آگ سے ارشاد باری ہوا۔ ابراہیمؑ کو صحیح وسالم رکھا پس جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور آگ میں بیٹھ کر اُن جناب سے باتیں کرنے لگے۔ نمرود نے جو یہ واقعہ دیکھا تو کہنے لگا اگر کوئی شخص کسی کو معبود بنائے تو ابراہیمؑ کے معبود جیسے کو اپنا خدا سمجھے۔ یہ سُنکر نمرود کے اراکینِ دولت میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے آگ کو قسم دے دی تھی کہ ابراہیمؑ کو نہ جلائے۔ اُس کا یہ کہنا تھا کہ آگ سے ایک شعلہ نکلا اور اُسی شخص کو جلا کر خاک کر دیا۔ اُس وقت حضرت لوطؑ بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر ایمان لائے اور ہجرت کرکے شام کی طرف چلے گئے اور نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو اُسی آگ میں ایک سبزا اور شاداب باغ میں ایک مردِ پیر کے ہمراہ باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو آذر سے کہا تیرے بیٹے (یعنی بھتیجے) کا اُس کے پروردگار کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ چھپکلی تو آتشِ ابراہیمی بھڑکانے کے لئے پھونک مارتی تھی اور مینڈک اُس کے بجھانے کے لئے پانی لا لاکے ڈالتا تھا۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب خدائتعالےٰ نے آگ کو یہ حکم دیا "كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا" تو ساری دنیا میں تین دن تک آگ نے کچھ اپنا کام ہی نہ کیا۔ پھر خدائے تعالےٰ نے یہ فرمایا وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۳) (اُس وقت سے آگ کام دینے لگی) اس کے بعد خدائے تعالےٰ نے فرمایا وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۴) اس آیت میں الارض سے مُراد ملکِ شام اور سوادِ کوفہ ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۵۲۷

العلل میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے۔ جس وقت قائمؑ آلِ محمدؐ ظہور کرینگے تو عائشہ دوبارہ زندہ کی جائے گی۔ وہ جناب اُس پر (حد جاری کریں گے اور) کوڑے لگائیں گے۔ اور دُخترِ رسولؐ جناب فاطمہ زہرا کا اُس سے بدلا لیں گے۔ کسی نے عرض کی عائشہ پر کوڑے کیوں پڑیں گے ؟ حضرتؑ نے جواب دیا اس لئے کہ اُس نے حضرت اُمّ المؤمنین ماریہ قبطیہ مادرِ ابراہیمؑ پر تہمت لگائی تھی۔ کسی نے سوال کیا کہ عائشہ پر جھوٹا اتہام لگانے کی سزا حضرت قائمؑ کے لئے خدا نے کیوں چھوڑ دی ؟ حضرتؑ نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے جنابِ

محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے اور قائم آلِ محمدؐ کو انتقام اور منافقین سے بدلا لینے والا معین فرمائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے وقت حضرت جبرئیلِ امین سے یہ دریافت کیا کہ اس رحمت کا حصّہ کچھ تم کو بھی ملا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں ملا ہے۔ میں ہمیشہ انجامِ امر سے ڈرا کرتا تھا مگر جب آپ پر ایمان لایا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں ان لفظوں میں میری تعریف فرمائی ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ۔ (دیکھو صفحہ ۹۳ سطر ۲)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۵۳۴

تفسیر قمی میں ابوبصیر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں (جنت کا حال سنا کر) میرے شوق کو بڑھایئے۔ حضرت نے فرمایا اے ابو محمد جنت کی ادنےٰ نعمت یہ ہے کہ اُس کی خوشبو اتنی دُور سے معلوم ہوگی جتنی مسافت دنیاوی حساب سے ایک ہزار برس میں طے ہو۔ اور اہلِ جنت کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ اتنا ہے کہ اگر اُس میں تمام جن وانس منزل کریں تو بھی اُس کا سامانِ خورونوش سب کو کافی ہوگا۔ کوئی چیز کم نہ پڑے گی۔ اور اہلِ جنت کا ادنےٰ مرتبہ یہ ہے کہ جو شخص جنت میں داخل ہوگا اُس کے لئے تین باغ کھولے جائیں گے۔ جب وہ نیچے والے باغ میں جائیگا تو وہاں اپنی بیویاں اور خدمت کرنے والے اور نہریں جاری اور ہر قسم کا میوہ پائے گا جس کے دیکھتے ہی آنکھیں اُس کی خنک اور دل اُس کا خوش ہو جائے گا۔ پس جبکہ وہ خدا کا شکر اور اُس کی حمد بجا لائیگا۔ آواز آئے گی (ذرا) اپنا سر اُٹھا کر دوسرے باغ کو تو دیکھ! کیونکہ اس میں نعمتوں کا وہ سامان ہے جو پہلے میں نہ تھا۔ پس یہ بندۂ مومن عرض کرے گا۔ اے میرے پروردگار! یہ باغ بھی تو مجھے عطا فرما دے۔ جواب آئیگا اگر میں تجھے یہ دے دونگا تو مجھ سے اس کے سوا اور باغ بھی مانگے گا۔ وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار! بس یہی مجھے دے دے۔ جب وہ بندۂ مومن اُس باغ میں داخل ہو کر خدا کا شکر و حمد بجا لائیگا تو حکمِ خدا ہوگا کہ اس کے سامنے تیسرے باغ کا دروازہ بھی کھول دو۔ جب وہ آنکھ اُٹھا کے اُس کی نعمتیں دیکھے گا۔ تو ان دونوں جنتوں سے چند در چند اسبابِ عیش و نشاط اس میں نظر آئیں گے۔ اُنہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوگا اور درگاہِ خدا میں عرض کریگا پروردگارا! تو بیشک سزاوارِ حمد ہے۔ تیری حمد و تعریف کا احاطہ نہیں ہو سکتا کہ تو نے مجھے جنتوں میں پہنچا کر احسان کیا اور آتش ہائے دوزخ سے نجات دی۔ ابوبصیر کہتے ہیں یہ سُن کر میں رونے لگا اور میں نے عرض کی کہ اے آقا میں آپ پر قربان ہو جاؤں کچھ اور فرمایئے؛ حضرت نے ارشاد

کیا اے ابو محمد! جنت میں ایک نہر ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر نوجوان لڑکیاں اگی ہوئی کھڑی ہوں گی۔ جب مرد مومن ان میں سے کسی لڑکی کے پاس سے گزرے گا اور وہ لڑکی اُسے اچھی معلوم ہوگی تو اُسے اُکھاڑ لیگا۔ اللہ تعالےٰ اُس کی جگہ دُوسری اور اُگا دیگا۔ ابوبصیر نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابو محمد! ہر ایک مومن کے نکاح میں آٹھ سو کنواری لڑکیاں اور چار ہزار شوہر دیدہ عورتیں اور دو حُوریں ازواج سے ہونگی۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ اے مولا! کیا آٹھ سو کنواری لڑکیاں ملیں گی؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ جب اُن سے ہم بستری کی جائے گی تو وہ باکرہ ہوں گی۔ میں نے دریافت کیا اے مولا! حوریں کس چیز سے پیدا کی گئی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا جنت کی نورانی مٹی سے مخلوق ہوئی ہیں۔ اُن کی پنڈلیوں کا گودا ستر حُلوں میں سے بھی نظر آئیگا۔ مومن کا جگر حُور کے لئے آئینہ ہوگا۔ اور حُور کا جگر مومن کا آئینہ ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا حوریں جنت جنت میں باتیں بھی کریں گی؟ حضرتؑ نے فرمایا ان کی شیریں بیانی ایسی ہوگی کہ کسی نے بھی نہ سُنی ہوگی۔ میں نے کہا وہ کیا باتیں ہوں گی؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ نرم آوازوں سے کہیں گی ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہمیں کبھی موت نہ آئیگی۔ ہم نازک اندام ہیں۔ سختی ہم میں بالکل نہیں۔ ہم ہمیشہ یہیں رہنے والے ہیں۔ ہم کبھی یہاں سے کوچ نہ کریں گے۔ ہم ہمیشہ خوش مزاج رہینگے کبھی ہم کو غصہ نہ آئے گا۔ خوشا حال اُس کا جو ہمارے لئے پیدا کیا گیا اور جس کے واسطے ہم مخلوق ہوئے ہیں۔ ہم وہ ہیں کہ اگر ہمارا گیسو زمین و آسمان کے مابین معلق کر دیا جائے تو دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۵۳۴

کافی اور العلل میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جب حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا گیا اور اُس کی تعمیر ختم ہوگئی تو وہ جناب اُس کے ایک رُکن پر رونق افروز ہوئے اور آواز دی هَلُمَّ الْحَجَّ یعنی حج کے لئے آؤ اور اگر هَلُمُّوا اِلَی الْحَجِّ فرماتے تو حج کرنے کو وہ لوگ آتے جو اُس وقت تک پیدا ہو چکے تھے (کیونکہ صیغہ هَلُمُّوا سے خطاب اُن لوگوں سے کیا جاتا ہے جو موجود ہوں) لیکن اُن جناب نے هَلُمَّ الْحَجَّ فرمایا (اس لئے کہ صیغہ هَلُمَّ کا استعمال عام ہے یعنی جن سے خطاب کیا جائے خواہ بوقت خطاب موجود ہوں یا نہوں) یہ آواز سنتے ہی لوگوں نے لَبَّیْکَ کہنا شروع کیا یہانتک کہ جو اپنے باپوں کی پُشتوں میں (بصورت نُطفہ) تھے اُنہوں نے لَبَّیْکَ دَاعِیَ اللّٰہِ لَبَّیْکَ دَاعِیَ اللّٰہِ کہا۔ پس جس نے دس دفعہ لبیک کہی تھی اُس نے دس حج کئے اور جس نے پانچ مرتبہ

لبیک کہی تھی وہ پانچ حج بجالایا اور جس نے جتنی بار لبیک کہی تھی اُس نے اُتنے ہی حج کئے جس نے ایک دفعہ لبیک کہی تھی اُس نے صرف ایک ہی حج ادا کیا۔ اور جس نے بالکل لبیک نہیں کہی تھی وہ حج سے محروم رہا۔

تفسیر برہان میں ہے کہ معاویہ بن عمار نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دس برس تک مدینہ میں قیام فرمایا اور حج بجا نہ لائے۔ پھر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ" پس حضرتؐ نے موذنوں کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اس بات کا اعلان کردیں کہ اس سال جناب رسولِ خدا حج کو جائیں گے۔ جو لوگ مدینہ میں موجود تھے وہ اور عوالی کے باشندے اور قرب وجوار کے بدوی سب اس خبر سے آگاہ ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کے ہمراہ حج بیت اللہ ادا کرنے کے لئے اس لئے جمع ہو گئے کہ احکامِ خدا کی پابندی دیکھ بھال کے کرسکیں۔ اور جو کچھ حضرتؐ کو کرتے دیکھیں وہی خود بھی بجا لائیں۔ پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ چھبیس ۲۶ ذیقعدہ کو مدینہ منورہ سے برآمد ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر بوقتِ زوال حضرتؐ نے غسل (احرام) کیا اور مسجدِ شجرہ میں نمازِ ظہر پڑھی۔ وہاں سے حج افراد کے ارادہ سے روانہ ہو کے مقامِ بیداء میں جو پہلے میل کے پاس ہے آئے۔ پس حضرتؐ کے لئے لوگوں کی دونوں طرف سے دو صفیں قائم ہوگئیں۔ اور حج افراد کی نیت کرکے لبیک کہی۔ چھیاسٹھ یا چونسٹھ قربانیاں ہمراہ لیں۔ یہاں تک کہ آخری تاریخ ذیقعدہ کو مکۂ معظمہ پہنچ گئے۔ جب چوتھی ذی الحجہ آئی تو آنحضرتؐ نے بیت اللہ کا پورا طواف یعنی سات دَور کا طواف کیا۔ نمازِ طواف مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے ادا فرمائی۔ وہاں سے پھر حجرِ اسود کے قریب آئے اور اُس کو بوسہ دیا۔ اس سے پہلے شروع طواف میں بھی بوسہ دے چکے تھے۔ پھر فرمایا کہ صفا و مروہ دونوں (پہاڑیاں) شعائر اللہ (خدا کی نشانیوں) میں سے ہیں پس جو کچھ خدا نے حکم دیا تھا حضرتؐ نے اُسے شروع کر دیا۔ مسلمانوں کا بھی یہی گمان تھا کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا خدا کی نشانیوں میں سے ہے۔ پس جو حج کرے یا عمرہ بجا لائے اُسے ان دونوں (پہاڑیوں) کا طواف بھی ادا کرنا لازم ہے۔ پھر حضرتؐ کوہِ صفا پر آئے اور اُس پر چڑھ گئے۔ اور رکنِ یمانی کی طرف مُنہ کرکے خدا کی حمد و ثنا بجا لائے۔ اور اتنی دیر تک حضرتؐ نے دعا مانگی کہ جتنی دیر میں سورت بقرہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جاسکے۔ پھر وہاں سے اُتر کے کوہِ مروہ پر آئے۔ وہاں بھی مثل کوہِ صفا کے قیام کیا۔ پھر اُس سے اُتر کر صفا کی جانب واپس ہوئے۔ تھوڑی اُس پر توقف فرمایا۔ پھر اُتر کر کوہِ مروہ کی جانب تشریف لائے۔ یہانتک کہ اپنی سعی کو کوہِ مروہ پر ختم کرکے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد و ثنائے باریتعالےٰ ادا کرنے کے بعد پشتِ

مبارک کی طرف اشارہ کرکے ارشاد فرمایا یہ جبرئیلؑ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ جو کوئی اپنے ہمراہ قربانی نہیں لایا ہے (یعنی جس نے حجِ قران کا احرام نہیں باندھا ہے) وہ احرام کھول ڈالے۔ اگر میں پہلے سے حجِ قران کی نیت کئے ہوئے نہ ہوتا تو جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اُس پر بھی عمل کرتا (احرام کھول دیتا) اور حجِ قران بجالانے والے کو قربانی سے پہلے احرام نہ کھولنا چاہیئے امامؑ فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص (یعنی ابن الخطاب) نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہم لوگ حج بھی کرنے جائیں اور ہمارا یہ حال بھی ہو کہ غسلِ جنابت کے قطرے ہمارے بالوں سے ٹپکتے ہوں۔ جنابِ رسولِ خدا نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص! تو تو کبھی اس حکم پر ایمان نہ لایا۔ پس سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آج ہم نے اپنے دین کو سمجھا گویا کہ آج ہم پیدا ہوئے ہیں۔ یہ جو آپ نے حکم دیا ہے یہ اسی سال کے لئے ہے یا آیندہ کے لئے بھی ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا یہ حکم قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈالکر فرمایا کہ عمرہ حج میں قیامت تک کے لئے یوں داخل ہوگیا۔ (جیسے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں) امامؑ فرماتے ہیں کہ اُسی وقت جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام یمن سے مکّہ میں جنابِ رسولِ خدا کے پاس آحاضر ہوئے۔ اور وہاں سے جنابِ سیدہ علیہا السّلام کی قیامگاہ پر تشریف لائے تو وہ معصومہؑ اپنا احرام کھول چکی تھیں اور رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو خوشبو محسوس ہوئی تو فرمایا کہ اے سیدہؑ! یہ کیا؟ معصومہ نے جواب دیا مجھے رسولِ خدا نے یونہی حکم دیا ہے۔ پس جنابِ امیرالمؤمنینؑ دریافتِ حال کے لئے جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! فاطمہؑ نے تو احرام کھول لیا ہے اور رنگین لباس بھی پہن لیا ہے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اُن لوگوں کو تو یہی حکم دیا ہے مگر یا علیؑ! تم نے کس نیت سے احرام باندھا ہے؟ حضرتؑ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں نے اُسی نیت سے احرام باندھا تھا جس نیت سے حضور نے باندھا تھا۔ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا تو اے علیؑ! تم اپنے احرام پر برقرار رہو اور تم میری قربانی میں شریک ہو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں پھر جنابِ رسولِ خدا مکۂ معظمہ میں زمین بطحے پر اپنے اصحاب سمیت فروکش ہوگئے۔ اور طواف کے لئے برابر آتے جاتے رہے یہاں تک کہ روزِ ترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) آگیا تو آنحضرتؐ نے زوال کے وقت اُن لوگوں کو حکم دیا کہ اب غسل کرکے حج کا احرام پھر باندھیں۔ اور آنحضرتؐ کا یہ حکم خدائتعالےٰ کے اس قول مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ کے مطابق تھا۔ پھر آنحضرتؐ اور اصحاب احرامِ حج باندھے لبّیک لبّیک کہتے ہوئے برآمد ہوئے۔ منےٰ تک آئے اور نمازِ ظہر و عصر و مغرب و عشا و نمازِ فجر

منےٰ ہی میں ادا کی۔ پھر وہ جناب علے الصباح مجمع کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا قاعدہ تھا کہ مزدلفہ (مشعر الحرام) ہی میں وقوف کرکے واپس ہو جایا کرتے تھے اور دوسرے حاجیوں کو بھی مشعر سے آگے جانے کو منع کیا کرتے تھے۔ اُس سال بھی قریش کی آرزو یہی تھی کہ جہاں سے وہ واپس ہوتے ہیں وہیں سے اور لوگ بھی چلے آئیں۔ مگر جناب رسولِ خدا مزدلفہ سے آگے بڑھ گئے کیونکہ خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی ثُمَّ اَفِیضُوا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۸ سطر ۶) اس آیت میں اَلنَّاسُ سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ اور اُن کے بعد والے جو اُنہی کی ملّت پر تھے مراد ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ جس راہ سے یہ لوگ چلے اُسی راستہ سے مسلمانوں کو بھی چلنا چاہیئے) جب قریش نے دیکھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کا ہودج (مشعر سے) آگے بڑھ گیا تو اُنہیں رنج ہوا۔ وہ تو یہی چاہتے تھے کہ تمام آدمی مشعر ہی سے چلے آئیں۔ پس آنحضرتؐ کی سواری وادی نمرہ میں جسے بطن عرفہ بھی کہتے ہیں پہنچی اراک (پیلو) کے درخت اُس جگہ بہت تھے۔ وہاں حضرتؐ کا خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حاجیوں نے بھی اپنے اپنے تنبو۔ چادریں۔ ڈیرے۔ چھولداریاں تان لیں۔ زوالِ آفتاب کے وقت حضرتؐ برآمد ہوئے۔ قریش بھی ہمراہ تھے۔ آنحضرتؐ نے غسل فرما لیا تھا۔ اور تلبیہ بند کر دیا تھا یہانتک کہ آپ نے مسجد میں توقف فرمایا۔ تمام آدمیوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ کسی بات کا حکم دیا۔ کسی کام کی ممانعت کی۔ پھر ایک اذان اور دو اقامتوں سے نمازِ ظہر و عصر ادا کی۔ پھر وہ جناب کوہِ عرفات پر پہنچے وہاں بھی تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔ لوگوں کی حالت یہ تھی کہ حضرتؐ کی سواری پر پلے پڑتے تھے تاکہ ناقہ کے پہلو میں ٹھہریں۔ آنحضرتؐ وہاں سے اپنا اُونٹ ہٹا لے گئے۔ وہ بھی ساتھ ساتھ چل دئے۔ پس حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ایہا النّاس! میرے ناقہ کے قریب ہی موقف نہیں ہے بلکہ یہ سارا میدان وہاں تک وقوف کی جگہ ہے۔ دستِ مبارک سے اشارہ کرکے بتا دیا۔ یہ سُنکر وہ مجمع متفرق ہو گیا اور کچھ فاصلہ سے وہ لوگ ٹھہر گئے۔ مزدلفہ میں بھی یہی واقعہ ہوا اسی طرح وقوف کی جگہ بتائی۔ پس جبکہ آفتاب غروب ہو گیا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات سے باطمینان روانہ ہو گئے۔ اُن کے ہمراہ سارے حاجی چل پڑے اور مزدلفہ یعنی مشعر الحرام میں آئے۔ وہاں پہنچ کے حضرتؐ نے نمازِ مغربین ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھی۔ پھر صبح تک وہیں مقیم رہے۔ نمازِ صبح بھی اُسی جگہ ادا کی۔ اور بنی ہاشم میں سے کمزور و ناتوان آدمی دن نکلنے سے پہلے ہی مشعر سے چل دیئے لیکن حضرتؐ نے اُن کو یہ حکم دے دیا تھا کہ طلوعِ آفتاب سے پیشتر جمرۂ عقبہ پر رمی نہ کریں (کنکریاں نہ ماریں)۔ پس جب آفتاب طلوع ہو گیا تو جنابِ رسولِ خدا مشعر سے روانہ ہو کر منےٰ میں تشریف لائے اور جمرۂ عقبہ پر رمی کی (سات کنکریاں ماریں) بعد اس

کے آنحضرتؐ کے ہمراہ چونسٹھ یا چھیاسٹھ قربانیاں تھیں وہ آنحضرتؐ نے نحر کر دیں اور جو تینتیس ۳۳ یا چھتیس اونٹ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام لائے تھے۔ یہ اُن جنابؑ نے نحر کئے۔ پھر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر ایک اُونٹ سے ایک ایک بوٹی لے کر ایک بڑی دیگ میں پکائیں۔ جب وہ گوشت تیار ہو گیا تو حضرتؐ نے ہمراہی جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام تناول فرمایا اور شوربا اُس کا پی لیا۔ اُن اُونٹوں کی کھالیں اور جھولیں اور قلادے (گلوبند) قصابوں کو نہیں دئے بلکہ محتاجوں پر تصدق کر دئے۔ پھر حضرتؐ نے سر مبارک مُنڈوایا اِس کے بعد وہ جناب (طواف) زیارت کے لئے بیت اللہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے پھر منےٰ واپس آئے۔ اور تیرھویں ذی حجہ تک وہیں رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے تینوں جمروں پر رمی فرمائی اور روانہ ہو کے بطحےٰ میں تشریف لے آئے۔ عائشہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ حضور کی اور بیبیاں تو حج و عمرہ دونوں بجا لائیں۔ میں نے صرف حج ہی کیا۔ میں تو بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس نہ جاؤں گی۔ پس حضرتؐ خود تو بطحےٰ میں مقیم رہے مگر عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو (جو عائشہ کا بڑا بھائی تھا) اُس کے ہمراہ وادیٔ تنعیم کو (جو مکّہ سے تقریباً چار میل ہے) بھیجدیا۔ وہاں عائشہ نے عمرۂ (مفردہ) کا احرام باندھا اور مکّہ میں آئی۔ اوّل خانۂ کعبہ کا طواف کیا پھر مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نمازِ طواف پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئی۔ اُسی دن اُن جنابؑ نے مدینہ کی طرف کوچ کر دیا۔ نہ پھر مسجد الحرام میں گئے اور نہ طواف کیا۔ ابتداءً عقبۂ مذنبین سے آنحضرتؐ داخلِ مکّہ ہوئے تھے۔ اور اب وادیٔ ذی طوےٰ کے راستہ سے جو مکّہ کا نشیبی حصّہ ہے بارادۂ روانگی باہر نکلے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

تمام شُد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضمیمہ جات بابت پارہ ہیجدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۵۵۸

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تھی تو آن حضرتؑ نے فرمایا کہ اس میں اُس الزام زنا لگانے والے کا ذکر ہے جو اپنی زوجہ کو الزام زنا لگائے پھر جب وہ الزام زنا لگانے کے بعد اس کا اقرار کرے کہ اُس نے اپنی زوجہ پر افترا کیا تھا تو اُس پر حد جاری کی جائے گی مگر اُس کی عورت اُس کو دلا دی جائے گی۔ اور اگر اپنے الزام سے انکاری نہ ہو اور اُسی پر قائم رہے تو اُسے چار مرتبہ یہ گواہی دینی پڑے گی کہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّيْ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ (میں نے اس عورت کو جس امر کی نسبت دی خدا کی قسم میں اُس میں سچا ہوں) اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا پڑے گا کہ اِنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيَّ اِنْ كُنْتُ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ (اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت خود مجھ پر ہو) اور اگر عورت کو یہ منظور ہو کہ وہ عذاب سے چھٹکارا پا جائے۔ اور وہ عذاب ہے سنگسار ہونا تو اُس کو چار مرتبہ یہ گواہی دینی پڑے گی کہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ (میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا شوہر اس الزام کے لگانے میں جو اُس نے مجھ پر لگایا ہے جھوٹا ہے) اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا پڑے گا کہ اِنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيَّ اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ (اگر میرا شوہر اس الزام کے لگانے میں جو اُس نے مجھ پر لگایا ہے سچا ہو تو خود مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو) اور اگر عورت ایسا نہ کرے تو وہ سنگسار کی جائے گی۔ اور اگر ایسا کرے گی تو اپنی ذات کو سزا سے بچا لے گی۔ مگر پھر اپنے شوہر کے لئے قیامت تک حلال نہ ہو سکے گی۔ کسی نے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ! جب شوہر و زوجہ کو الگ کر دیا جائے اور اُس عورت کے بچہ ہو جائے اور وہ لڑکا (اپنی عمر کو پہنچ کر) مرے (تو اُس کا وارث کون ہوگا؟) فرمایا اُس کی وارث اُس کی ماں ہوگی۔ اور اگر اُس کی ماں مر چکی ہو تو اُس لڑکے کے ماموں اور خالائیں (یعنی اُس کی ماں کے رشتہ دار) اُس کے وارث ہوں گے۔ اور جو اُس لڑکے کو ولد الزنا کہیگا اُس کے اوپر قاذف (جھوٹی تہمت لگانے والے) کی حد جاری ہوگی۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ یا مولا! اگر (بعد پشیمانی کے) وہ شخص اقرار کرے کہ وہ لڑکا میرا ہی ہے تو آیا وہ لڑکا اُس کو مل جائے گا؟ فرمایا اُس کو ہرگز نہیں ملے گا اور اگر یہ لڑکا اُس کے

سامنے مر جائے تو اُس کو اس لڑکے کی وراثت بھی نہ ملے گی۔ مگر (چونکہ اُس نے اُس کی نسبت اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کر لیا تو) وہ لڑکا اُس کی وراثت پائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت لعان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سببِ نزول یہ ہوا کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگِ تبوک سے مدینہ واپس آئے تو عویمر بن ساعدۂ عجلانی انصاری حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! میری زوجہ سے شریک بن سحماء نے زنا کیا ہے اور وہ اُسی سے حاملہ بھی ہو گئی ہے۔ یہ سُن کر حضرتؐ نے اُس کی طرف سے روئے انور پھرا لیا۔ اُس نے دوبارہ وہی مضمون عرض کیا۔ پھر حضرتؐ نے روئے مبارک پھرا لیا یہانتک کہ چار دفعہ اُس نے یہی واقعہ بیان کیا تو آنحضرتؐ اُٹھ کر بیت الشرف میں چلے گئے۔ اُس وقت آیۂ لعان نازل ہوئی۔ تب آنحضرتؐ برآمد ہوئے اور اصحاب کے ہمراہ نمازِ عصر ادا کر کے عویمر سے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی زوجہ کو لے آ کہ تم دونوں کے مقدمہ میں حکمِ خدا آ گیا۔ پس وہ اپنی زوجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ چل تجھے جنابِ رسولِ خدا نے طلب فرمایا ہے۔ چونکہ وہ عورت بڑے خاندان کی تھی اس لئے اُس کے ساتھ اُس کی قوم کی ایک جماعت بھی آئی۔ جب وہ عورت مسجدِ رسولؐ میں حاضر ہو گئی حضرتؐ نے فرمایا کہ اے عویمر منبر پر جا کر لعان کر۔ اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیونکر لعان کروں؟ حضرتؐ نے فرمایا یوں کہہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّيْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ (میں خدا کی قسم کھا کے گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جس امر کو اس عورت کی طرف منسوب کیا ہے میں اُس میں سچا ہوں) عویمر آگے بڑھا اور اسی طرح کہا۔ حضرتؐ نے فرمایا اسی طرح پھر کہہ۔ اُس نے دوبارہ وہی الفاظ کہے۔ یہاں تک کہ پورے چار دفعہ اُس سے وہی کلمات کہلوائے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اب پانچویں بار یہ کہہ کے گواہی دے اِنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيَّ اِنْ كُنْتُ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ (میں اگر اس امر میں جو میں نے اس عورت کی طرف منسوب کیا ہے جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو) اُس نے پانچویں دفعہ اسی طرح کہہ دیا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے عویمر! اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو تجھ پر لعنت ضرور ہو گی۔ پھر فرمایا کہ اے عویمر اب تو یہاں سے ہٹ جا! جب وہ ہٹ گیا تو اُس کی زوجہ سے فرمایا کہ آیا تو بھی اسی طرح گواہی دے گی کہ جس طرح تیرے شوہر نے گواہی دی۔ بصورتِ دیگر میں تجھ پر خدا کی مقرر کی ہوئی حد جاری کروں گا۔ اُس عورت نے اپنی قوم کی طرف دیکھ کے کہا کہ میں تو احد جاری کرا کے اس شام کے وقت ان کے چہروں پر کلنک کا ٹیکہ نہ لگاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی اور منبر پر چڑھ گئی اور یہ کہا اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّ عُوَيْمَرَ بْنَ سَاعِدَةَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ (میں خدا کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ عویمر بن ساعدہ نے جو الزام مجھ پر لگایا ہے

اُس میں وہ جھوٹا ہے) آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ اس کا پھر اعادہ کر۔ اُس عورت نے اُس کا اعادہ کیا یہاں تک کہ چار مرتبہ دُہرایا۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے عورت پانچویں مرتبہ یوں کہہ کہ اِنْ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیَّ اِنْ کَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِہٖ (اگر اس کا الزام لگانا سچا ہو تو خدا اپنا غضب مجھ پر نازل کرے) چنانچہ اُس عورت نے پانچویں دفعہ یہ کہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر ضرور تیرے اوپر خدا غضبناک ہوگا (اگر تو جھوٹی ہوگی) پھر آنحضرتؐ نے عویمر سے فرمایا جا اب یہ عورت تجھ پر کبھی حلال نہ ہوگی۔ عویمر نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! جو مال اپنا میں اس کو دے چکا ہوں اُس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تو نے ہی جھوٹ بولا ہے تو اُس جھوٹ کے سبب وہ تجھے نہیں مل سکتا۔ اور اگر تو نے سچ کہا ہے تو وہ اُس کے مہر میں محسوب ہو جائے گا کیونکہ تو اُس سے جماع کر چکا ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا اگر اس عورت کا بچہ دُبلی پنڈلیوں والا اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا اور جھٹیوں کے سے بل کھائے ہوئے بالوں والا پیدا ہو۔ تو وہ زنازادہ ہوگا اور اگر بڑی بڑی آنکھوں والا اور بھورے بھورے بالوں والا پیدا ہوا تو وہ اپنے باپ (عویمر) کا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے جب لڑکا پیدا ہوا تو اُس میں وہی علامتیں موجود تھیں۔ جو آنحضرتؐ نے زنازادہ کے لئے بیان فرمائی تھیں۔ پھر یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عورت اپنے شوہر پر حلال نہ ہوگی اور نہ شوہر اُس بچہ کی میراث پائے گا۔ بلکہ ماں اُس کی وارث ہوگی۔ اور اگر ماں زندہ نہ رہے تو اس بچہ کی میراث اُس کے ماموں اور خالاؤں نے لیں گی۔ اور اگر (شوہر کے سوا) کوئی دوسرا شخص کسی عورت کو زنا کی نسبت دے گا تو اُس پر جھوٹا الزام لگانے والے کی حد جاری کی جائے گی۔

کتاب العوالی میں روایت کی گئی ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی زوجہ پر یہ الزام لگایا۔ کہ وہ شریک بن سحماء سے پھنسی ہوئی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ثبوت پیش کر۔ ورنہ تجھے حد لگائی جائیگی اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی زوجہ کے پاس کسی غیر مرد کو پائے۔ پھر اُسی سے ثبوت طلب کیا جائے۔ (کیا اچھا انصاف ہے؟) مگر آنحضرتؐ یہی فرماتے رہے۔ کہ شہادت پیش کر۔ ورنہ تجھے سزا دی جائے گی۔ اس پر اُس نے عرض کی کہ اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا میں تو یقیناً سچا ہوں۔ اور (میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ میں خدائے تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں) عنقریب اللہ تعالےٰ ایسی آیت نازل فرمائے گا جس سے مجھے حد لگنے سے نجات ملے۔ چنانچہ (اُس کی سچائی اور اُس کا ایمان آڑے آیا اور) خدائے تعالےٰ نے حکمِ لعان وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ الخ نازل فرمایا

کافی میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کو زنا

کی نسبت دے تو اُس عورت کے مقابلہ میں اُس وقت تک وہ لعان نہیں کرسکتا جب تک یوں نہ کہے۔ کہ میں نے ایک شخص کو اس عورت کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں خود اِس سے زنا کرتے دیکھا ہے۔

اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ لعان کے وقت امام کو چاہیئے کہ خود قبلہ کی طرف پشت کرکے بیٹھے اور مرد و عورت کو برابر اپنے سامنے قبلہ رُو کھڑا کرے۔ پہلے مرد سے قسم لے پھر عورت سے۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ مرد کو اپنی داہنی جانب اور عورت کو بائیں جانب کھڑا کرلے۔

منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو لعان کے لئے کھڑا کیا۔ اُس نے قسم کھا کے دو مرتبہ گواہی دی۔ پھر وہ قسم کھانے سے باز رہا اور لعان پورا ہونے سے پہلے اپنے کو جھوٹا بتایا۔ تو اُن حضرتؑ نے حکم دیا۔ اس کو جھوٹا الزام لگانے والے کی سزا دی جائے اور ان دونوں (زن و شوہر) میں جُدائی نہ کی جائے۔

جناب امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اُن حضرتؑ سے دریافت کیا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب کوئی مرد اپنی زوجہ کو الزام دے تو اُسے تو تنہا کو چار مرتبہ خدا کی قسم کھا کے گواہی دینی پڑتی ہے اور یہ گواہی اُس کی چار گواہوں کی برابر سمجھی جاتی ہے۔ اور اُسی عورت کو اُس کے شوہر کے سوا کوئی دوسرا الزام دے تو خواہ وہ باپ ہو یا بھائی یا بیٹا ہو اور عزیز و قریب ہو تو اُسے مجبور کیا جاتا ہے کہ یا تو اپنے قول کی باقاعدہ سزا بھگتے یا ثبوت پیش کرے! اُن حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سوال ہو چکا ہے تو اُس کے جواب میں اُن حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ شوہر جو اپنی زوجہ کو الزام دیتا ہے تو اُس کو یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے ایسا اور ایسا دیکھا تو اُس وقت اُس کی شہادت چار گواہیوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ جبکہ وہ خدا کی قسم کھا کر اظہار دے۔ اور جو وہ یہ کہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے ایسا ایسا نہیں دیکھا تو اُس سے بھی کہا جائے گا کہ وہ اپنے قول پر ثبوت پیش کرے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھا جائے گا جیسا کہ شوہر کے سوا کوئی دوسرا محرم الزام دیتا اور سبب اس کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو حق شوہر کو عورت کے متعلق عنایت فرمایا ہے وہ کسی دوسرے محرم کے لئے نہیں ہے۔ نہ عورت کے باپ کو وہ حق حاصل ہے۔ اور نہ بیٹے کو یعنی یہ لوگ رات میں اور دن میں بے دھڑک اُس کے پاس نہیں جا سکتے (جیسا کہ شوہر جاسکتا ہے) لہذا شوہر ہی کے لئے تو یہ کہنا جائز ہو سکتا ہے کہ میں نے ایسا اور ایسا دیکھا اور اگر شوہر کے سوا کوئی اور یہ کہے کہ میں نے ایسا اور ایسا دیکھا تو اُس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ تجھ کو اس عورت کے خلوت خانہ میں جہاں تجھ اکیلے نے ایسا اور ایسا دیکھا جانے کا کیا حق تھا تو جھوٹا الزام لگانے والا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ

تجھ پر وہی حد جاری کی جائے جو اللہ نے تیرے لئے واجب کی ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ جو شوہر کی اکیلی گواہی چار گواہیوں کی برابر رکھی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس سے چار قسمیں لی جاتی ہیں کہ ایک ایک قسم ایک ایک گواہ کے برابر ہے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ زنا میں چار گواہ کیوں رکھے گئے اور قتل میں دو کیوں؟ فرمایا خدائے عزوجل نے تمہارے لئے متعہ کو حلال کیا ہے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ عنقریب یہ متعہ تمہارے لئے معیوب سمجھا جائیگا۔ لہذا اُس سے تمہاری احتیاط کے لئے چار گواہوں کا حکم دے دیا کہ کسی ایک امر کے لئے چار گواہ بہت ہی کم میسر آیا کرتے ہیں۔ اگر اُس ستار نے ایسا حکم نہ دیا ہوتا تو تم لوگ بہت سزا پاتے دوسری روایت میں ہے کہ اُن حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ زنا میں سزا دو کو ہوتی ہے لہذا گواہ چار چاہئیں، مگر یہ صورت جائز نہیں ہے کہ ایک ایک مجرم کے دو دو گواہ ہوں اس لئے کہ مرد و عورت دونوں ایک ہی جرم کے باہم شریک ہیں اور حد بھی دونوں پر ایک ہی دم جاری کی جائے گی۔ اب رہا معاملہ قتل اس میں حد تو صرف قاتل پر جاری کی جائے گی نہ کہ مقتول پر (لہذا وہاں دو گواہ کافی ہوئے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۵۶۵

کتاب التوحید اور معانی الاخبار میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام منقول ہے کہ اُن جناب نے اس آیت "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ سے حضرت فاطمہ زہرا اور مصباح سے مراد حضرت امام حسن اور زجاجۃ سے حضرت امام حسین مراد ہیں۔ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔ یہ جناب سیدہ علیہا السلام کا ایک وصف ہے کہ وہ معصومہ تمام عورات عالم میں ستارۂ روشن کی مانند ہیں۔ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے جناب ابراہیم مراد ہیں زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ کا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرت نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی یکاد زیتھا کا یہ مطلب ہے اس شجر مبارکہ سے علم کا چراغ روشن ہوگا اگرچہ اسکے قریب بھی نہ جائے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ سے مقصود یہ ہے کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام ہوتا رہے گا یہاں تک کہ بارھویں پر دنیا ختم ہو جائے۔ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہے۔ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اظہار واقعہ ہے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا مولا اسی سورت میں آگے جو یہ آیت ہے اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ الخ اس کا کیا مطلب ہے؟ (دیکھو صفحہ ۵۶۶ سطر ۷ تا ۱۰)۔ (حضرت نے جو مطلب ارشاد فرمایا اُس کے لئے

(دیکھو صفحہ ۵۶۶ نوٹ نمبر ۲)

اُسی کتاب میں فضیل بن یسار سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ اے مولا قولِ باری تعالےٰ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا خدائے بزرگ و برتر ایسا ہی ہے۔ میں نے عرض کی پھر مَثَلُ نُوْرِہٖ سے کیا مراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں نے عرض کی کَمِشْکٰوۃٍ کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا کا سینۂ مبارک۔ میں نے پوچھا فِیْھَا مِصْبَاحٌ کیا چیز ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اس میں نورِ علم یعنی نبوت ہے۔ میں نے دریافت کیا اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ کا کیا مطلب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا علم جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قلبِ مطہرِ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام میں در آیا۔ میں نے عرض کی "کَاَنَّھَا" اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کَاَنَّھَا کیوں پڑھا جاتا ہے؟ میں نے عرض کی قربان ہو جاؤں پھر کیونکر پڑھوں؟ فرمایا یوں پڑھو۔ "کَاَنَّہٗ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرْبِیَّۃٍ"۔ فرمایا اس سے جنابِ امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام مراد ہیں۔ کہ وہ جناب نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی۔ میں نے عرض کی یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ سے کیا غرض ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ قریب ہے کہ علم عالمِ آلِ محمدؐ کے منہ سے قبل اس کے کہ وہ گویائی سے کام لیں خود بخود نکلے۔ میں نے عرض کی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام ہوتا رہے گا (یہاں تک کہ بارھویں پر دنیا ختم ہو جائیگی) نیز عیسےٰ ابن راشد نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں کہ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ میں مشکوٰۃ سے تو مراد نورِ علم ہے جو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک میں ہے اور اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ میں زُجَاجَۃٍ سے سینۂ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام مُراد ہے کہ علمِ جنابِ رسولِ خدا اس سینہ میں در آیا اور وجہ اس کی وہ تعلیم تھی جو آنحضرتؐ نے علی علیہ السّلام کو دی۔ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ فرمایا اس سے نورِ علم مراد ہے۔ لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرْبِیَّۃٍ فرمایا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ حضرت نہ یہودی ہیں نہ نصرانی۔ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب عالمِ آلِ محمدؐ سوال سے پہلے علوم کے ساتھ گویا ہونگے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک امام کے بعد دوسرا امام نورِ علم و حکمت سے مؤید ہوتا رہیگا۔ اور یہ سلسلہ آدم علیہ السّلام سے برابر چلا آتا ہے اور قیامت تک برقرار رہیگا۔ جابر بن یزید نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے یہ روایت کی ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ

مِشْکٰوۃٍ میں مشکوٰۃ سے مراد سینۂ جناب رسولِ خدا ہے اور فِیْھَا مِصْبَاحٌ میں مصباح سے مراد علم ہے اور اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ میں زجاجۃ سے مراد جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام ہیں۔ کہ جن کے پاس علم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم موجود تھا۔ نیز عبداللہ بن جندب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ بھیجکر اسی آیت کی تفسیر دریافت کی تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔ امّا بعد آگاہ ہو جاؤ کہ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ تمام مخلوق میں خدا کے امین تھے۔ جب اُن جناب نے وفات پائی۔ تو ہم اہلبیت رسالت آنحضرت کے وارث ہوئے۔ اب ہم روئے زمین پر امینِ خدا ہیں۔ ہمارے پاس موتوں کا اور بلاؤں کا علم ہے اور عرب کے نسب اور اسلام کا مولد ہم کو معلوم ہے۔ اگر کوئی گروہ سو شخصوں کو گمراہ کرے تو ہم اُس کے ہانکنے والے اور کھینچنے والے اور آواز لگانیوالے کو پہچانتے ہیں۔ جب ہم کسی آدمی کو دیکھتے ہیں تو اُس کے ایمان اور نفاق کی حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں۔ ہمارے شیعوں کے نام اور اُن کے باپ داداؤں کے نام ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ خدا نے ہم سے اور اُن سے عہد و پیمان لے لیا ہے۔ وہ ہمارے چشموں پر وارد ہونگے اور جہاں ہم داخل ہونگے وہاں وہ داخل ہوں گے۔ اُن کے اور ہمارے سوا قیامت تک کوئی شخص دینِ اسلام پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم نے جناب رسولِ خدا سے نور حاصل کیا ہے۔ اور آنحضرت نے ہمارے پروردگار سے لیا ہے اور ہمارے شیعہ ہمارے اس نور میں سے حصہ لینے والے ہیں جو ہم سے جدا ہوگیا وہ ہلاک ہوا (یعنی جہنمی ہوا) اور جس نے ہماری متابعت کی اس نے نجات پائی (یعنی جنتی ہوا) اور ہم سے جدا ہونے والا اور ہماری ولایت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور ہماری متابعت کرنے والا اور ہمارے دوستوں کا پیرو مومن ہے۔ کافر ہم سے ہرگز محبت نہ کریگا۔ اور مومن کبھی ہم سے عداوت نہ رکھے گا۔ اور جو ہماری محبت پر مرے تو خدا پر لازم ہوگا۔ کہ اُسے ہمارے ساتھ محشور کرے۔ جو شخص ہماری متابعت کرے ہم اُس کے لئے نور ہیں اور جو ہماری ہدایت پر چلے اُس کے لئے ہم ہدایت ہیں۔ اور جو ہمارا نہیں اُس کو اسلام سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ ہمارے ہی ذریعے سے خدا نے اپنے دین کی ابتدا کی اور ہمارے ہی ہاتھوں خدا اُس کو انجام کو پہنچائے گا۔ ہمارے ہی سبب سے خدائے تعالےٰ تم کو زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں کھلاتا ہے اور ہماری ہی وجہ سے خدائے تعالےٰ مینہ برساتا ہے۔ اور جب تم سمندر میں ہو تو خدائے تعالےٰ ہماری ہی وجہ سے تم کو ڈوبنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور جب تم خشکی میں ہو تو ہماری ہی وجہ سے خدائے تعالےٰ تم کو اُس میں دھنسنے سے بچاتا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعے سے خدائے تعالےٰ تم کو تمہاری زندگی میں اور تمہاری قبروں میں اور محشر میں صراط پر میزان کے پاس اور دخولِ

جنت کے وقت نفع پہنچائے گا۔ کتاب خدا میں ہماری مثل مشکوٰۃ بیان کی گئی ہے اور مشکوٰۃ قندیل ہے پس ہم مشکوٰۃ ہیں۔ اور فِیْهَا مِصْبَاحٌ سے مراد جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ میں زجاجہ سے مراد آنجناب کا عنصر طاہر ہے اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ سے یہ مراد ہے کہ گویا وہ چمکتا ہوا تارا ہے جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے۔ نہ شرق سے اُس کو نسبت ہے اور نہ غرب کی طرف وہ منسوب ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ نہ اُن کا نسب ادّعائی ہے نہ غیر معروف۔ یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے مراد یہ ہے کہ عنقریب اُس کا روغن بغیر آگ کے چھوئے روشنی دیگا۔ اِس کی مثل قرآن مجید ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مطلب یہ ہے کہ امام کے بعد امام ہوگا۔ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ میں نور سے مراد جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ خدائے تعالےٰ جس کو دوست رکھتا ہے اُس کو ہماری ولایت قبول کرنے کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ اور یہ خدا پر لازم ہے کہ ہمارے فرمانبردار دوستوں کو ایسے حال میں قبر سے اُٹھائے کہ اُن کے چہرے درخشاں ہوں۔ اُن کے ایمان کی دلیل روشن ہو۔ اُن کی حجت خدا کے نزدیک ظاہر ہو۔ اور خدا پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ہماری پیروی کرنے والوں کو پرہیزگار، سچ بولنے والے، مرتبۂ شہادت پانے والے، نیک بخت بنائے۔ وہ لوگ ہمارے بہت اچھے رفیق ہوں گے۔ اگر ہم اہل بیت میں سے کوئی شہید ہو تو اُس کا مرتبہ کل شہیدوں سے دس حصّہ زیادہ ہوگا اور ہمارے شیعوں میں سے جو شہید ہو اُس کا درجہ غیر اُمت کے شہیدوں سے نو حصّے بڑھا ہوا ہوگا۔ ہم ہیں برگزیدۂ خدا۔ ہم ہیں تمام نبیوں کے پیشرو۔ ہم ہیں اوصیائے رسولؐ کی اولاد۔ خدا نے قرآن مجید میں ہمارا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے بہ نسبت اور لوگوں کے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے لئے اولویت زیادہ ہے۔ ہم ہی وہ ہیں جن کے لئے خدا نے اپنا دین مقرر کیا ہے جیسا کہ اپنے کلام پاک میں ہم سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ اے آلِ محمد! شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ ؕ كَبُرَ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ؕ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۷۲ سطر ۱۰ تا صفحہ ۶۷۳ سطر ۲) ہم نے تمہارے لئے دین کی وہ باتیں قرار دی ہیں جن کی نوحؑ کو وصیت کی تھی۔ پھر ہمارے جدِ امجد کی طرف خطاب کرتا ہے کہ اے محمد! اور ہم نے تمہاری طرف اور ابراہیمؑ اور موسےٰ اور عیسےٰؑ کی طرف بھی وہی باتیں وحی کی ہیں کہ دین کو قائم رکھو اور جدا جدا فرقے نہ بن

جاؤ۔ جو باتیں خدا کی طرف سے ہم کو پہنچیں وہ ہم نے جان لیں (کسی اجنبی شخص سے) ہم نے تعلیم حاصل نہیں کی۔ تمام انبیا کے علوم ہم کو سونپے گئے۔ رسولوں اور نبیوں میں سے جو صاحبانِ علم ہیں اُن کے اور جو اولوالعزم نبی ہیں اُن کے وارث ہم رہے ہیں۔ جس بات کی تم لوگوں کو دعوت دیتے ہو یہ مشرکوں پر بہت گراں گزرتی ہے۔ یہاں جس چیز کی دعوت دی جاتی ہے اُس سے ولایتِ علیؑ ابنِ ابی طالب مراد ہے۔ اور اسی طرح مشرک سے وہ لوگ مراد ہیں جو ولایتِ علیؑ ابنِ ابی طالب میں غیر کو شریک کرتے ہیں۔ اور خدا تو اُسی کو ہدایت کی توفیق عطا فرماتا ہے جو ولایتِ علیؑ ابنِ ابی طالب قبول کرنے میں اُس کی طرف رجوع کرے (اے عبداللہ بن جندب میں نے تمہارے پاس (تمہارے جواب میں) ایسا خط بھیجا ہے جس میں ہدایت کی باتیں ہیں۔ تم اس کو خوب غور و فکر سے پڑھو اور سمجھو کہ یہ خط دل کی بیماریوں کو شفا دینے والا ہے۔ صالح بن سہل ہمدانی سے روایت ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا مصباح سے حضرت امام حسنؑ اور اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ میں زجاجہ سے مراد حضرت امام حسین اور اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ سے جناب فاطمہ زہرا علیہم السلام مراد ہیں جو تمام بہشتی عورات میں مثل ستارۂ درخشاں کے ہوں گی۔ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ میں شجرۂ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ سے یہ مطلب ہے۔ کہ وہ حضرتؑ نہ یہودی مذہب رکھتے ہیں اور نہ نصرانی۔ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ سے یہ مطلب ہے کہ اس نسلِ مبارکہ سے علم پھیلے گا وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے یہ مطلب ہے کہ اگرچہ انہوں نے کسی سے نہ سیکھا ہو) نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ سے یہ مطلب ہے کہ اسی سلسلۂ مبارکہ میں ایک امام کے بعد دوسرا امام ہوتا رہیگا (یہاں تک کہ بارہ کی تعداد پوری ہوجائے) يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ سے یہ مطلب ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے نور کی یعنی آئمہ علیہم السلام کی پیروی کی جس کو چاہتا ہے توفیق عطا فرماتا ہے۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۶۵ سطر ۳ تا ۸) حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں مسجدِ کوفہ میں حاضر ہوا۔ دیکھا میں نے کہ وہ جناب اپنی انگشتِ مبارک سے کچھ لکھ رہے ہیں اور تبسم فرماتے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا امیرالمومنین! حضور کیوں مسکرا رہے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا مجھے اس بات پر تعجب آتا ہے کہ لوگ اس آیت کو پڑھتے ہیں مگر جیسا سمجھنے کا حق ہے سمجھتے نہیں۔ میں نے عرض کی وہ کون سی آیت ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا خدائے تعالےٰ کا یہ قول

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ الخ میں مشکوٰۃ سے تو حضور سرورِ عالم مراد ہیں۔ فِیْھَا مِصْبَاحُ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ میں زجاجہ سے حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ علیؑ ابن الحسینؑ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ محمدؐ بن علیؑ۔ زَیْتُوْنَۃٍ جعفرؑ ابن محمدؐ لَا شَرْقِیَّۃٍ۔ موسےٰ ابن جعفرؑ۔ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ۔ علیؑ ابن موسےٰ۔ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ محمدؐ ابن علیؑ۔ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ علیؑ ابن محمدؐ۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ حسنؑ ابن علیؑ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ القائم المہدیؑ ہیں۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

(قولِ مترجم)۔ مندرجہ بالا روایتوں میں جو کچھ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کہ کہیں شجرۂ مبارکہ سے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ مراد لئے گئے ہیں اور کہیں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام اور کسی روایت میں مشکوٰۃ سے جناب رسولِ خدا مراد لئے گئے ہیں اور کسی میں صدرِ جنابِ رسولِ خدا۔ کسی میں مصباح سے آنحضرتؐ مراد ہیں اور کسی میں علمِ نبوت۔ کسی میں زجاجہ سے جناب سیدہؑ مراد ہیں اور کسی میں حسنین علیہما السّلام اور کسی میں عنصرِ طاہرِ آنحضرتؐ۔ تو فی الاصل یہ اختلاف کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل سب کی ایک ہے۔ نورِ واحد سے پیدا ہوئے ہیں اور وہی نور صلبِ حضرت ابراہیم علیہ السّلام میں بھی تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۵۶۹

احتجاجِ طبرسی میں جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث منقول ہوئی ہے جس میں ثلثہ کے مثالب (معائب) کا ذکر ہے۔ اور اس بات کا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو مہلت کیوں دی آخر میں حضرتؑ نے فرمایا کہ وجہ اس کی یہ تھی کہ خدائے تعالےٰ نے جو اپنے دشمن ابلیس کو مہلت دی ہے۔ اسکی تکمیل ہو جائے اور نوشتہ خدا حدِ آخر تک پہنچ جائے اور کافرونِ خدا یتعالیٰ کا قول ثابت ہو جائے اور وعدہ برحق کا وقت قریب پہنچ جائے جسکو خدا یتعالیٰ نے اپنی کتابؔ میں اس قول میں صاف طور سے بیان کیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ الخ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطرہ ۱۰) اور یہ اُس وقت ہوگا جبکہ اسلام کا محض نام رہجائیگا۔ اور قرآن کا محض نشان۔ اور جناب صاحب الامر علیہ السّلام بوجہ غدر بین کے غائب ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ فتنہ و فساد دلوں پر علے العموم چھا جائے گا۔ حتےٰ آنکہ جو اُن کے عزیز قریب ہوں گے وہی اُن کے سب سے زیادہ دشمن ہو جائیں گے اور اُس وقت اللہ تعالےٰ اُن حضرتؑ کی ایسے لشکروں سے مدد کرے گا جن کو تم نہ دیکھتے ہوگے۔ اور اپنے نبیؐ کے دین کو اُنہی حضرتؑ (صاحبؑ الامر) کے ہاتھوں سے غالب کر دے گا۔ اور اُن حضرتؑ کو تمام ادیانِ باطلہ پر غلبہ

عطا فرمائے گا۔ گو مشرکوں کو بُرا لگے۔ الجوامع میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ مجھے زمین کے انتہائی حصہ تک پہنچایا گیا۔ پس مجھے اُس کا مشرق بھی دکھایا گیا اور مغرب بھی اور عنقریب میری اُمت کی سلطنت اُس مقام تک پہونچ جائے گی۔ جہاں تک مجھے پہنچایا گیا تھا۔ نیز حضرت مقدادؓ نے اُنہی حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ زمین پر کوئی گھر خواہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا اُون کا ایسا باقی نہ رہے گا جس میں خدائے تعالےٰ کلمۂ اسلام کو نہ پہنچا دے۔ خواہ کسی عزت دار کی عزت کے ساتھ پہنچے یا کسی ذلت والے کی ذلت کے ساتھ۔ اگر خدائے تعالےٰ اُن کو عزت دیگا تو جو اس آیت کے حقیقی اہل ہیں ان کو بھی اُنہی کے تابعین سے قرار دے گا۔ اور اگر اُن سے توفیقِ ہدایت سلب فرمالے گا تو بھی اُن کے بارے میں خدائے تعالےٰ باقاعدہ بازپرس کریگا۔

ابوبصیر نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آیت قائمِ آلِ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن سنان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب اور ائمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا سے ظہور قائمِ آلِ محمدؐ کا زمانہ مراد ہے

واثلہ ابن الاصقع نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جندل بن جنادۃ بن جبیر حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! بتایئے وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے لئے نہیں اور وہ کیا چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں اور وہ کیا ہے جس کو خدا نہیں جانتا؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ وہ چیز جو خدا کے لئے نہیں وہ تو اُس کا شریک ہے یعنی خدائے تعالےٰ کوئی شریک نہیں رکھتا اور وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں وہ ظلم ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور وہ چیز جس کو خدا نہیں جانتا وہ اے یہودیو تمہارا یہ قول ہے کہ عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ اور خدائے تعالےٰ یہ نہیں جانتا کہ اُس کے کوئی بیٹا بھی ہے۔ یہ جواب سُن کر جندل نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں۔ پھر اُس نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! کل رات میں نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضرتؑ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے جندل تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لا اور اُن کے اوصیاؑ سے متمسک ہو۔ یا رسول اللہ! خدا نے اسلام تو مجھے نصیب کیا۔ میں مومن ہوگیا۔ اب فرمایئے کہ آپ کے بعد آپ کے اوصیاء کون کون ہونگے؟ تاکہ میں اُن سے بھی تمسک کرسکوں۔ حضرتؐ نے

فرمایا اے جندل! میرے بعد میرے اوصیاء عدد میں نقبائے بنی اسرائیل کے برابر ہوں گے جندل نے کہا میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ نقبائے بنی اسرائیل بارہ تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کے امام بھی بارہ ہونگے۔ جندل نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا وہ سب کے سب ایک ہی زمانہ میں ہوں گے؟ حضرتؐ نے جواب دیا نہیں بلکہ ایک کے بعد دوسرا ہوگا۔ اے جندل! تم ان میں سے صرف تین اماموں کو دیکھو گے۔ میرے بعد سب سے پہلے میرے وصی سید الاوصیاء ابوالائمہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ پھر ان کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ (یکے بعد دیگرے) امام ہوں گے۔ اے جندل! میرے بعد تم اُن سے ضرور متمسک رہنا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ جاہلوں کی جہالت تمہیں دھوکا دے۔ اے جندل! جب علیؑ ابن الحسینؑ سید العابدین کی ولادت کا زمانہ قریب آئیگا تو تمہارا انتقال ہو جائے گا۔ اور آخری رزق تمہارا دودھ ہوگا۔ جندل نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے توریت میں یہ نام پڑھے ہیں۔ الیا۔ یقطوا۔ شبرا۔ شبیرا مگر میں ان کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔

(قول مترجم) یقطوا تو فارقلیطا کا ہم معنی جناب رسولِ خدا کا نام احمدؐ ہے۔ الیا یا ایلیا ہم معنی علیؑ ہے۔ شبر ہم معنی حسنؑ و شبیر ہم معنی حسینؑ مشہور ہیں) اب فرمایئے کہ امام حسینؑ کے بعد کے امام ہونگے اور اُنکے نام کیا کیا ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے فرزند حسینؑ کی نسل میں نو امام ہونگے۔ مہدی بھی انہی میں سے ہوگا جسوقت حسینؑ کی مدتِ حیات پوری ہو جائیگی تو اُن کے فرزند علیؑ جن کا لقب زین العابدین ہے امام ہوں گے۔ پھر جب علیؑ بن الحسینؑ کی زندگانی ختم ہو جائیگی تو اُن کے فرزند محمدؐ باقر لقب امام ہوں گے۔ پھر محمدؐ کے بعد اُن کے فرزند جعفرؑ امام ہونگے۔ صادق اُن کا لقب ہوگا۔ پھر جعفرؑ کے بعد اُن کے بیٹے موسےٰ امام ہونگے اُن کا لقب کاظم ہے۔ پھر موسےٰ کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ امام ہونگے اُن کا لقب رضا ہے۔ پھر علیؑ کے بعد اُن کے فرزند محمدؐ امام ہونگے لقب اُن کا زکی ہوگا۔ پھر محمدؐ کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ جن کا لقب نقی ہے، امام ہونگے۔ پھر علیؑ کے بعد اُن کے فرزند حسنؑ جن کا لقب امین ہے امام ہونگے۔ پھر میری اُمت کا امام غائب ہو جائیگا۔ جندل نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا حسنؑ (ابن علیؑ بن محمدؐ) غائب ہو جائیں گے؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ غائب نہوں گے۔ بلکہ اُن کے فرزند (جو کہ بارھویں امام ہیں) غائب ہو جائیں گے۔ جندل نے کہا یارسولؐ اللہ! اُن کا اسم مبارک کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا جب تک وہ ظاہر نہوں گے اُن کا نام نہ لیا جائیگا۔ جندل نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! میں نے توریت میں ان سب کا تذکرہ پایا ہے۔ اور حضرت موسےٰ ابن عمران نے ہم کو آپ کی اور آپ کے بعد والے وصیوں کی خوشخبری دی ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) پھر جندل نے عرض کی یا رسول اللہ! انہیں کس کا خوف ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہر امام کے زمانہ میں ایک بادشاہ جابر ہوگا جو انہیں ستائیگا اور ایذا دے گا۔ خداوند عالم ہمارے قائم کو جلد ظاہر کرے وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ خوشا حال اُن لوگوں کا جو اُن کے زمانۂ غیبت میں صبر سے کام لیں اور اُن کی محبت پر قائم رہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی توصیف خدائے تعالےٰ نے اپنے قول اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے فرمائی ہے۔ یہی لوگ خدا کے گروہ ہیں اور جان لو کہ خدا کا لشکر ضرور غالب ہوگا۔ ابن الاصبغ کہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے زمانہ تک جندل مدینہ میں رہے۔ پھر وہ طائف کو چلے گئے۔ نعیم بن ابو قیس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں طائف میں جندل کے پاس گیا وہ بیمار تھے۔ اُنہوں نے پینے کے لئے دودھ مانگا اور کہا کہ مجھے جناب رسولِ خدا نے خبر دے دی ہے کہ میرا آخری رزق دودھ ہوگا۔ یہ کہہ کے وہ انتقال فرما گئے۔ اور طائف میں مقام کوراہیں مدفون ہوئے۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۷۵

عبداللہ ابن ابو امیہ کے سوالات کے جوابات تفصیل کے ساتھ پارہ ۱۵ کے ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۶۵ میں مذکور ہو چکے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ نوزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴۰۵ متعلق صفحہ ۵۷۰

تفسیر برہان میں کتاب الغیبۃ سے بروایت حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری نقل کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک ڈیپوٹیشن (وفد) آیا۔ آنحضرتؐ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ اہلِ یمن تمہارے پاس آتے ہیں یہ ایک رنگ سے دوسرا رنگ بآسانی قبول کر لیا کرتے ہیں۔ جب وہ لوگ آنحضرتؐ کی حضور میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دل نرم ہیں مگر ان کا ایمان مضبوط ہے۔ منصور انہی میں سے ہوگا جو ستر ہزار آدمی سے میرے بیٹے اور میرے وصی کے بیٹے (مراد ہیں جناب صاحب الامر علیہ السلام) کی نصرت کے لئے نکلے گا۔ اُن سب کی تلواروں کے پرتلے چمڑے کے ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ آپ کے وصی کون ہیں؟ فرمایا وہی ہے جس کے ساتھ تمسک کرنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۲) اس پر اُن لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! ذرا ہمارے لئے کھول کر بیان فرما دیجئے کہ مندرجۂ بالا قولِ خدا میں حبل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا قولِ خدا اس کا مفسر ہے اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۱ سطر ۲) پس حَبْلٌ مِّنَ اللّٰهِ سے مراد کتابِ خدا ہے اور حَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ سے مراد میرا وصی ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آخر وہ آپ کا وصی ہے کون؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۴۱۷ سطر ۴) لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! یہ جنب اللہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا (دیکھو صفحہ ۵۷۰ سطر ۹، ۱۰) فرمایا وہی میرا وصی ہے جو میرے بعد مجھ تک پہنچانے کا راستہ ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ کو اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے آپ ہمیں اپنے وصی کو دکھا دیجئے۔ ہم تو اُس کی زیارت کے بہت ہی مشتاق ہو گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کو متوسمین (فراست سے پہچاننے والوں) کے لئے نشانی قرار دیا ہے۔ پس اگر تم اُس کو اُس شخص کی سی نظر سے دیکھو گے۔ جس کی

شان میں خدا نے فرمایا مَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ (دیکھو صفحہ ۳۰ سطر ۱) تو تم اُس کو پہچان لوگے کہ وہی میرا وصی ہے۔ جیسے کہ تم نے یہ پہچان لیا کہ میں ہی تمہارا نبی ہوں۔ پس اب تم صفوں میں چلو پھرو اور چہروں کو غور سے دیکھو بھالو۔ پس جس کی طرف تمہارے دل کھنچیں سمجھ لو کہ وہ وہی ہے۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ اُسی کے بارے میں اپنی کتاب میں (دعائے ابراہیمؑ کو نقل) فرماتا ہے فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ۔ (دیکھو صفحہ ۲۱۴ سطر ۲) اس میں ضمیر "ھِمْ" سے مراد خود میرا وصی اور اُس کی وہ اولاد ہے جو معصوم اور لائقِ درود و سلام ہیں۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس پر قبیلۂ اشعریین میں سے ابن عامر اشعری اور قبیلۂ خولانیین میں سے ابوعنزہ خولانی اور ظبیان اور عثمان ابن قیس اور قبیلۂ دوسیین میں سے غریہ دوسی اور لاحق ابن علاقہ کھڑے ہوئے۔ صفوں کے اندر انہوں نے گشت لگائی۔ چہروں کو دیکھا بھالا اور اصلع[1] بطین[2] کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہمارے دل تو اس کی طرف کھنچتے ہیں۔ اس پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نے رسول خدا کے وصی کو پہچان لیا۔ قبل اس کے کہ تم اُسے جانتے ہو تو تم خود برگزیدۂ خدا ہو گئے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے پہچانا کس ذریعہ سے کہ یہ وہی ہیں؟ اس پر وہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم نے سب ہی لوگوں کی طرف نظر ڈالی تو ہمارے دل پر اُن کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن جب ہم نے اس بزرگ کی طرف دیکھا تو پہلے تو ہمارے دل کانپ گئے۔ پھر ہمارے نفس مطمئن ہو گئے۔ پھر ہمارے جگر پانی ہو گئے۔ اور ہماری آنکھیں بھر آئیں۔ ہمارے سینے نورانی ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا یہ ہمارے باپ ہیں اور ہم ان کے بیٹے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۷۰ سطر ۸) تمہاری اس سے وہی منزلت ہے جو تم بیان کر چکے۔ اسی منزلت کے سبب سے نیکی تمہارے حق میں پہلے ہی طے ہو چکی۔ اور تم جہنم سے دُور رہو گے۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار جن کے نام لئے گئے زندہ رہے تا آنکہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ جنگِ جمل و جنگِ صفین میں حاضر ہوئے اور سب نے سب نے صفین میں شہادت پائی۔ جناب رسولِ خدا ان کی نسبت صاف جنت کی خوشخبری دے

---

[1] اصلع وہ شخص ہے جس کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ اُگے ہوں اور بعض احادیث میں بجائے اصلع لفظ اجنع مذکور ہوا ہے جو اصلع کے ہم معنی ہے اور مراد یہ ہے کہ منزوع الشعر تھے یعنی کبھی نجاستِ شرک میں آلودہ نہ ہوئے تھے۔ ۱۲۔ منہ

[2] بطین وہ شخص ہے جس کا پیٹ بڑا ہو یہ لفظ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے اوصاف میں مذکور ہوا ہے اُس سے حضرتؑ کا علم و حکمت سے پُر ہونا مراد ہے۔ ۱۲۔ منہ

چکے تھے اور یہ خبر بھی دے چکے تھے کہ وہ جنابِ امیر المؤمنین علیؑ ابنِ ابی طالب کی معیت میں شہادت پائیں گے۔

کافی میں جابر ابنِ یزید جعفی علیہ الرحمہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! یہ شیعہ فرقوں کے جو آپس کے اختلاف ہیں اس نے تو مجھے پریشان کر دیا۔ فرمایا اے جابر! کیا میں تجھے اِن کے اختلاف کا مطلب نہ سمجھا دوں کہ ان میں اختلاف کس حیثیت سے ہوا۔ اور یہ کس وجہ سے فرقہ فرقہ بن گئے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! ضرور سمجھا دیجئے۔ فرمایا کہ جب لوگ اختلاف کریں تو تُو اختلاف نہ کیجیو۔ اے جابرؓ! سُن لے کہ امامِ زمانہ کا مُنکر ویسا ہی ہے جیسے جنابِ رسولِ خدا کے زمانہ میں اُن کا مُنکر۔ اے جابرؓ! اب جو میں کہتا ہوں اُسے غور سے سُن لے۔ اور اپنے ہی دل میں رکھیو۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ جس وقت تک چاہوں؟ فرمایا غور سے سُن لے۔ اور اُس جگہ تک دِل میں رکھیو جہاں تک کہ تیری سواری تجھ کو لیجائے (تصریح۔ مطلب یہ ہے کہ قریبِ وفات دوسروں کی ہدایت کے لئے اِس کا اظہار کر دیجیو۔ تاکہ دشمنوں کی ضرر رسانی سے تو خود محفوظ رہے اور امرِ ہدایت بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ واقعہ جو آگے ارشاد ہوا حسبِ ذیل ہے)

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے سات دن بعد جب کہ قرآنِ مجید کو (حسب تنزیلِ الٰہی) مرتب و مکمل کرنے سے فراغت پائی تو جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے شہر مدینہ میں لوگوں کے سامنے اِس طرح خطبہ پڑھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَعْدَمَ الْاَوْهَامَ اَنْ تُنَالَ اِلَّا وُجُوْدَهٗ وَ حَجَبَ الْعُقُوْلَ اَنْ تُخَيِّلَ ذَاتَهٗ لِامْتِنَاعِهَا مِنَ الشِّبْهِ وَ التَّشَاكُلِ (ہر طرح کی تعریف اُسی خدا کے لئے زیبا ہے جس نے اوہام کو اِس طرح معدوم کیا کہ کہیں پائے ہی نہیں جاتے سوائے اِس کے کہ خود اس کا وجود (یعنی اُس کی ہستی معمولی طور پر عقل میں آجانے کی چیز نہیں ہے) اور عقلوں پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ اُس کی ذات کا خیال ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اِس لئے کہ وہ نہ کسی چیز کے مانند ہے نہ کسی چیز کے ہم شکل) یہ خطبۂ جلیلہ بہت بڑا ہے۔ اِس کا ابتدائی بڑا حصّہ فرمانے کے بعد حضرتؑ نے یوں ارشاد کیا کہ "لوگو! خدائے بزرگ و برتر نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خاص وسیلہ کا وعدہ فرمایا اور خدا کا وعدہ برحق ہے اور وہ اپنے وعدہ کے ہرگز ہرگز برخلاف نہ کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ وہ خاص وسیلہ جنّت کا اعلےٰ درجہ ہے۔ اور قربِ خدا کی انتہائی منزل اور آرزوؤں کی سب سے اونچی چوٹی۔ اُس کے ہزار زینے ہوں گے کہ ایک زینے سے دوسرے زینے تک اتنا فاصلہ ہوگا جتنا ایک عمدہ گھوڑے کی دوڑ لاکھ برس میں طے کر سکے۔ اور وہ زینے سلسلے وار اِس طرح ہیں۔ پہلا زینہ موتی کا۔ دوسرا جواہر کا۔ تیسرا زبرجد کا۔ چوتھا

بڑے موتی کا۔ پانچواں بڑے یاقوت کا۔ چھٹا زمرد کا۔ ساتواں مرجان کا۔ آٹھواں کافور کا۔ نواں عنبر کا۔ دسواں بلخش کا۔ گیارہواں سونے کا۔ بارھواں چاندی کا۔ تیرھواں بادل کا۔ چودھواں ہوا کا۔ پندرھواں نور کا۔ ان سب کو طے کر کے جنت میں پہنچتے ہیں جس کے دروازہ پر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم دو ردائیں اوڑھے بیٹھے ہوں گے۔ ازآنجملہ ایک رحمتِ خدا کی ہوگی اور دوسری نورِ خدا کی۔ تاجِ نبوت اور اکلیلِ رسالت آپ کے سرِ اطہر پر ہوگا جس کے نور سے تمام میدانِ حشر جگمگ جگمگ کرتا ہوگا۔ اور میں اُس دن بڑے درجہ پر ہونگا۔ وہ صرف جنابِ رسولِ خدا کے درجہ سے (تو) کم ہوگا (اور سب سے اعلےٰ) میں بھی اُس دن دو ہی چادریں اوڑھے ہوں گا۔ ایک ارغوانی نور کی اور دوسری کافوری۔ رہے اور رسول اور اوصیاء اور مختلف زمانہ کے بزرگ اور خدا کی حجتیں۔ یہ سب ہم سے نیچے رُتبہ پر ہوں گے۔ ہمارے دائیں ہاتھ کی طرف ان میں سے اکثر نور و کرامت کے حُلّے پہنے ہوئے ہوں گے۔ اور کوئی مقرب فرشتہ اور مرسل نبی ایسا باقی نہ رہے گا جو ہمارے نور کو دیکھ کر مبہوت نہ ہو جائے۔ اور ہماری روشنی اور جلال سے متعجب نہ ہو۔ اور اُس مقررہ وسیلہ کے دائیں طرف یعنی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دائیں طرف جہاں تک نظر کام دے گی ایک بدلی چھائی ہوئی ہوگی جس سے یہ آواز آتی ہوگی کہ اے اہلِ محشر! خوشا حال اُس کا جس نے وصی سے دوستی رکھی اور نبی اُمّی عربی پر ایمان لایا۔ اور جو اُس کا مُنکر رہا جہنم اُس کی وعدہ گاہ ہے۔ اور اس مقررہ وسیلہ کے بائیں طرف یعنی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کے بائیں ہاتھ ایک غبار سا ہوگا (جیسے کہ سخت گرمی کے موسم میں آندھی آنے سے پہلے آسمان پر چھا جایا کرتا ہے) جس سے یہ آواز آتی ہوگی جو شاحال اس شخص کا جس نے وصی سے دوستی رکھی اور نبی اُمّی پر ایمان لایا۔ اُسی کی قسم جسکے ہاتھ اعلےٰ اختیار ہے سوائے اُس شخص کے جو اپنے خالق کی حضور میں ان دونوں کی سچّی محبت کے ساتھ آئے گا۔ اور اُن کی اولاد کا پیرو ہوگا اور کوئی نہ کامیاب ہوگا اور نہ راحت و جنت تک پہنچیگا۔ پس اے خدائے تعالےٰ کی مقرر کردہ ولایت کو ماننے والو! تم تو اپنی سرخروئی کا اور اپنے سرداروں کی بزرگی کا اور اپنی ذاتی عزت و کامیابی کا یقین کر لو۔ آج کے دن تم تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھو گے۔ اور اے انحراف کرنے والو! اور خدائے تعالےٰ سے یعنی اُس کی یاد سے اور اُس کے رسُول سے اور اُس کی راہ سے اور مختلف زمانے کے بزرگوں سے رُکنے والو اور روکنے والو! تم اپنی روسیاہی کا اور اپنے پروردگار کے غضب کا باور کر لو۔ یہ اُس کرتوت کا بدلہ ہے جو تم کیا کرتے تھے اور پہلے ایک رسول اور ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جو اپنے بعد کے آنے والے رسول کی خبر نہ دیتا رہا ہو اور جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری

کی خوشخبری نہ سناتا رہا ہو اور اپنی قوم کو آنحضرتؐ کے اتباع کی وصیت نہ کرتا رہا ہو۔ اور اپنی امت سے ایسا صاف صاف بیان نہ کرتا رہا ہو جس سے وہ آنحضرتؐ کی صفات کو پہچان لیں اور خود اس نبی کا بھی اتباع کریں تو آنحضرتؐ کی شریعت کے بموجب اور بعد اُس نبی کے کسی کے بہک جانیکا اندیشہ نہ رہے پس جو گمراہ ہوا اور بہکا تو بعد اسکے کہ اُس کے نبی کی طرف سے کافی ہدایت اور ڈراوا ہو چکا تھا اور حجت خدا کو پورا ہونیکے بعد اُس نے بدل دیا تھا اور اُمتوں کو اس بات کی امید باقی رہتی تھی کہ رسول آئیں گے نبی آئینگے۔ اور اگر کسی اُمت کی آزمائش بعد ایک نبی کے آجانیکے دوسرے نبی کی تشریف آوری کے سبب سے کی بھی جاتی تھی تو گو اُنکی مصیبت اور بلا کتنی ہی بڑی ہوتا ہم امید اُس سے زیادہ بڑی ہوتی تھی۔ مگر کوئی مصیبت اور کوئی بلا اُس مصیبت اور بلا سے بڑی نہیں ہے۔ جو آنحضرتؐ کی اُمت کو پیش آئی۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ پر خوشخبری دینا اور ڈرانا سب ختم ہوگیا۔ حجتیں تمام ہوگئیں خدا اور مخلوق خدا کے مابین کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ خدا نے بندوں کی خود اپنی ذات تک رسائی کا دروازہ اُنہی حضرتؐ کو مقرر کیا۔ اور بندوں کے اعمال کا نگران اُنہی کو قرار دیا۔ اب کوئی عمل بغیر توسط آنحضرتؐ قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت بغیر کسی کو قرب الٰہی حاصل نہ ہوگا چنانچہ وہ اپنی محکم کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ (دیکھو صفحہ ۱۴۲ سطر آخر) تو اس طرح اپنی اطاعت کو جناب رسول خدا کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا اور اپنی نافرمانی کو آنحضرتؐ کی نافرمانی کے ساتھ ایک کر دیا۔ یہ سب سے بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ خدائے تعالےٰ نے معاملات آنحضرتؐ کے سپرد فرمائے ہیں اور جو آنحضرتؐ کی متابعت یا نافرمانی کرے اُس کے اعمال و افعال کا گواہ اسی حکم محکم کو قرار دیا ہے اور اپنی کتاب عظیم کے دوسرے موقع پر اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی پیروی کی حرص دلانے کے لئے اور آنحضرتؐ کی تصدیق کی رغبت دلانے کے لئے اور آنحضرتؐ کی دعوت قبول کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ (دیکھو صفحہ ۴۳ سطر ۴) پس آنحضرتؐ کا اتباع خدا کی محبت اور آنحضرتؐ کی رضا۔ گناہوں کی مغفرت۔ نور ایمان کے کمال اور جنت کے واجب ہونے کے موجب ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت سے روگردانی کرنا خدائے تعالیٰ کی نافرمانی۔ اُس کے غضب اُس کے غصہ۔ اُس سے دوری اور جہنم میں پہنچنے کا باعث ہوگا۔ اور یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (دیکھو صفحہ ۳۵۵ سطر ۷) اس قول باری تعالےٰ میں کفر سے مراد آنحضرتؐ کا انکار اور اُن کی نافرمانی ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالےٰ نے میری وجہ سے اپنے بندوں کا (خاص) امتحان لیا ہے اور میرے ہاتھوں سے اپنے

مخالفوں کو قتل کرایا اور میری تلوار سے اپنے منکروں کو فنا کرایا۔ اور مجھے مومنوں کے لئے توبابِ قربت قرار دیا اور سرکشوں کے لئے موت کی گھاٹی۔ اور گنہگاروں کے لئے سیفِ (برہان) بنایا۔ اور میری وجہ سے اپنے رسولؐ کی کمر مضبوط کی اور مجھے اُن کی نصرت کرنے کی عزت بخشی اور مجھے اُن کے علم سے مشرف فرمایا اور اُن کے احکام کی تعلیم اور تعیل کی بزرگی دی اور اُن کے وصی ہونے کی خصوصیت عنایت فرمائی اور اُن کی اُمت میں اُن کا خلیفہ ہونے کے لئے چن لیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اُس حالت میں جبکہ مہاجر و انصار آنحضرتؐ کے گرد جمع تھے۔ اور محفل اُن سے پُر تھی۔ ارشاد فرمایا لوگو! علیؑ کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسےٰ سے تھی۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس مومنین نے رسولِ خدا کے اس کلام کو جو اللہ کی طرف سے تھا خوب سمجھا۔ چونکہ یہ تو وہ سب جانتے ہی تھے کہ میں جناب رسولِ خدا کا حقیقی بھائی تو ہو ہی نہیں سکتا جیسے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے اور نہ میں نبی ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ نبوت تو آنحضرتؐ پر ختم ہی ہو چکی تھی لامحالہ مجھے منزلتِ ہارونی عطا فرمانے کا مطلب اپنی خلافت کا عطا فرمانا تھا جیسے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تھا۔ جبکہ یہ الفاظ فرمائے۔ اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (دیکھو صفحہ ۲۶۵ سطر ۱۰) اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول تھا جبکہ ایک گروہ نے آنحضرتؐ سے باتیں کیں اور یہ عرض کی کہ ہم حضور کے غلام ہیں تو آنحضرتؐ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لیگئے پھر وہاں سے فارغ ہو کے غدیر خم میں پہنچے اور حکم دیا تو منبر کی سی صورت تیار کی گئی۔ پھر اُس کے اوپر چڑھے اور میرے بازو پکڑ کر اُٹھایا یہاں تک کہ آنحضرتؐ کی سپیدیٔ زیرِ بغل نمایاں ہوئی اور بہت بلند آواز سے اُسی محفل میں فرمایا جس کا میں آقا ہوں یہ علیؑ اُس کا آقا ہے۔ یا اللہ! تو اُس سے دوستی کیجیو جو اِس سے دوستی کرے اور تو اُس سے دشمنی کیجیو جو اس سے دشمنی کرے۔ پس میری دوستی پر خدا کی دوستی موقوف ہوئی اور میری دشمنی پر خدا کی دشمنی۔ اور اُسی دن خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹، ۱۰) پس میری ولایت کمالِ دین کا باعث اور پروردگارِ عالم کی خوشنودی کا سبب قرار پائی اور خدائے تعالےٰ نے مخصوص میرے لئے اور میری اولاد کی عزت بڑھانے کے لئے اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عظمت میری فرماتے تھے۔ اور جو فضیلت مجھ کو دیتے تھے اُس کے اظہار کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ ط اَلَا لَہُ الْحُکْمُ وَھُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ ط (دیکھو صفحہ ۲۱۴ سطر ۸) اور مجھ میں ایسی منقبتیں ہیں کہ اگر میں اُن کا ذکر

کروں تو رفعتِ قدر عظیم ہو جائے۔ اور اُن کے غور سے سُننے کو بھی عرصہ درکار ہو اور اگر قمیصِ خلافت کو دو بدبختوں نے کھینچ تان کر اپنے بدن میں پہن لیا اور مجھ سے اُس چیز میں جھگڑا کیا جس میں اُن دونوں کا کوئی بھی حق نہ تھا۔ گمراہی کے سبب سے خلافت کو اپنا مرکب قرار دیا۔ اور جہالت سے اپنے آپ کو کامیاب سمجھا تو جس پر کہ وہ وارد ہوئے کیا بُرا ٹھکانا ہے۔ اور جس کی کہ اُنہوں نے اپنے نفسوں کے لئے ابتدا کی ہے وہ کیا بُرا عمل ہے۔ وہ دونوں اپنے گھروں میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو لعنت کیا کریں گے اور اُن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے بیزاری کرے گا اور جس وقت مڈبھیڑ ہوگی تو ہر ایک اپنے ساتھی سے یہ کہیگا یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۸۰، سطر ۶) پس وہ بوڑھا بدبخت اُس کے جواب میں کہے گا۔ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (دیکھو صفحہ ۵۰۰، سطر آخر) پس وہ ذکر میں ہوں جس سے وہ بہک گیا اور وہ سبیل میں ہوں جس سے وہ بھٹک گیا اور وہ ایمان میں ہوں جس کا اُس نے انکار کیا۔ اور وہ قرآن میں ہوں جس کو اُس نے چھوڑ دیا اور وہ دین میں ہوں جس کے بارے میں اُس نے جھوٹ بولا اور وہ راستہ میں ہوں جس کو چھوڑ کر اُس نے کجروی اختیار کی۔ گو چند روزہ دنیا میں وہ چرے (چگے) اور اس فنا ہونے والی کے دھوکے میں آ گئے اور اسی کی وجہ سے وہ دونوں (چارو ناچار) جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر ہوں گے۔ بدکنے والی سواری پر سوار ہوں گے۔ اور یاس و نا اُمیدی کے ڈیپوٹیشن میں شامل۔ اور قابلِ لعنت جگہ پر وارد ہونگے۔ چلا چلا کر ایک دُوسرے پر لعنت کرتے ہوں گے۔ حسرت کے ساتھ دونوں چیختے پیٹتے ہوں گے۔ کسی طرح کی راحت اُن دونوں کو نہ ملے گی اور کبھی عذاب سے مہلت نہ پائیں گے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ لوگ بتوں کے پجاری تھے اور مندروں کے مہنت۔ انہوں نے اُن کی پوجا کی رسمیں مقرر کر رکھی تھیں۔ اُن کے لئے نذر بھیٹ چڑھایا کرتے تھے اور قربانیاں کیا کرتے تھے اور انہی کی خاطر سے بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ اور حام (کنپھٹی اونٹنی۔ اونٹوں کا سانڈ۔ بکری کا جڑواں بچہ اور بہت بوڑھا اونٹ) مقرر کئے تھے۔ اور پتی ڈال کر تیروں کے ذریعہ سے اونٹ کا گوشت تقسیم کیا کرتے تھے (اس کی تفصیل کے لئے دیکھو صفحہ ۱۶۹ نوٹ نمبر ۱) یادِ خدا سے ہٹے ہوئے۔ راہِ راست سے دور اور بارگاہ الٰہی سے دوری کی طرف پورے مائل تھے۔ شیطان اُن پر حاوی ہو گیا تھا۔ اور جاہلیت کے سیاہ رنگ میں شرابور تھے۔ اپنی جہالت سے اُس کو شیرِ مادر کی طرح پی گئے تھے۔ اور ضلالت و گمراہی کے ڈورے میں اُس کو پرو لیا تھا۔ پس خدائے تعالےٰ نے ہم

(محمدؐ و آلِ محمدؐ) کو رحمت بنا کر اُن کی طرف بھیجا اور ہم کو اُن کے لئے رأفت قرار دیا اور ہماری وجہ سے گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نور اُن لوگوں کے لئے چمکایا۔ جو اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں اور اُن کے لئے فضیلت مقرر کی جو اُس نور کی پیروی کریں اور اُن کے لئے توفیق کی تائید عطا فرمائی جو تصدیق کریں۔ پس بعد ذلّت کے وہ معزّز ہو گئے اور قلّت کے بعد اُن کو کثرت حاصل ہوئی مخالفوں کے دل و دماغ پر اُن کی ہیبت چھا گئی اور بڑے بڑے گردن کش و سرکش اُن کے سامنے ذلیل ہو گئے اور اُن کو ایسی نعمتیں اور بزرگیاں حاصل ہوئیں جن کا زبانوں پر چرچا ہو گیا۔ خوف کے بعد اُنہوں نے امن پایا اور انتشار کے بعد اُن کا جتھا بن گیا۔ اور ہماری ہی وجہ سے معدا بن عدنان کی اولاد فخر کرنے کے قابل ہو گئی۔ ہم نے اُن کو بابِ ہدایت کے اندر پہنچایا اور سلامتی کے گھر میں اُن کو داخل کر دیا۔ ہم نے اُن کو لباسِ ایمان سے آراستہ کیا۔ تمام عالم پر وہ ہماری ہی وجہ سے غالب آئے اور جنابِ رسولِ خدا کے زمانہ میں اُن میں صلحاء کے آثار بھی پیدا ہو گئے۔ کوئی کوئی اُن میں حق کا حمایت کرنے والا اور جہاد کرنے والا پیدا ہوا۔ کوئی نماز پڑھنے والا اور خلوص سے عبادت کرنے والا پیدا ہوا۔ کوئی اعتکاف کرنے والا اور زہد برتنے والا پیدا ہوا۔ امانت داری اُن سے ظاہر ہوئی۔ ثواب کی باتیں نمایاں ہوئیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ نے اپنے نبیؐ کو اپنی حضور میں طلب فرما لیا تو اس کے بعد اتنی سی دیر میں کہ پلک جھپکے یا بجلی کی چمک ہو جائے وہ اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گئے۔ حق سے اُنہوں نے پیٹھ پھیرا لی۔ کفار جو حق کے مقابلہ میں مارے گئے تھے اُن کے خون کا مطالبہ کرنے لگے۔ ٹولیاں کی ٹولیاں مخالفت پر کھڑی ہو گئیں۔ دروازہ گرا دیا۔ اور خانۂ ایمان کو برباد کر دیا۔ آثارِ جنابِ رسولِ خدا کو بدل ڈالا۔ آنحضرتؐ کے احکام سے نفرت کی۔ اُن کے انوارِ ہدایت سے دوری اختیار کی جس کو آنحضرتؐ خلیفہ کر گئے تھے اُسے چھوڑ کر ایک اور شخص کو اُس کا قائم مقام مان لیا۔ ایسا کرنے میں انتہائے نافرمانی کی حالانکہ گمان یہ کر لیا کہ آلِ ابی قحافہ سے جس شخص کو اُنہوں نے پسند کر لیا، وہی جنابِ رسولِ خدا کے مقام پر بیٹھنے کا اُس سے زیادہ حقدار بھی ہے جس کو خود خدائے تعالےٰ اور اُس کے رسولؐ نے جانشین رسولؐ قرار دیا تھا۔ اور یہ بھی گمان کر لیا کہ آلِ ابی قحافہ کا مہاجر تمام مہاجرین و انصار سے بہتر بھی ہے۔ اور بنی ہاشم و بنی عبدِ مناف پر حکومت کرنے کا حقدار بھی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ پہلی جھوٹی گواہی جو اسلام میں دی گئی۔ وہ انہی لوگوں کی گواہی تھی کہ اُنہوں نے اپنے یار کو رسول اللہ کا خلیفہ ظاہر کیا۔ مگر جب سعد بن عبادہ رحمہ اللہ کا معاملہ گزرا جو کچھ بھی گزرا تو اپنے اس قول سے پھرے اور یہ اظہار کرنے لگے کہ جنابِ رسولِ خدا بغیر کسی کو خلیفہ کئے دنیا سے چلے گئے۔ پس جنابِ رسولِ خدا پہلے شخص ہیں جن کے بارے میں اسلام

میں جھوٹی گواہی دی گئی۔ حالانکہ جو کچھ یہ لوگ کر چکے ہیں اُس کے کچھ حصہ کا بدلہ بہت ہی جلد پائیں گے۔ اور جس کی بنیاد پہلے ڈال گئے پچھلے بھی اُس کا بھگتان بھگتیں گے۔ گو کچھ عرصہ تک مہلت ملے۔ اور ایک عرصہ تک مبتلائے مصیبت نہ ہوں۔ چلت پھرت میں آزاد رہیں اور اس دھوکا دینے والی دنیا میں بتدریج پکڑے جائیں۔ فوراً کوئی سزا نہ دی جائے۔ اور دُور و دراز کی اُمیدیں باندھنے کے موقعے ملیں۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے شدّاد ابنِ عاد۔ ثمود ابنِ عبود اور بلعم ابنِ باعورا کو بھی مہلتیں دی تھیں۔ اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں اُن پر پوری کی تھیں۔ مال سے بھی اُن کی مدد فرمائی تھی اور عمریں بھی اُن کو طویل عطا کی تھیں۔ اور زمین اُن کے لئے اپنی برکتوں کے ڈھیر لگاتی تھی تاکہ وہ خدا کی نعمتوں کو یاد کریں۔ پھر اُس کی ہیبت اور اُس کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ اُس کی حضور میں رجوع کریں اور تکبر سے باز آئیں۔ (مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا تو) پھر جب اپنی مُدت پوری کر چکے اور جو کچھ اُن کی تقدیر میں کھانا پینا تھا وہ کھا پی چکے تو خدائے تعالےٰ نے اُن کو دھر پکڑا۔ اور کچل ڈالا۔ پس کوئی تو اُن میں ایسا تھا کہ اُس پر پتھراؤ کیا گیا۔ اور کوئی ایسا تھا کہ اُس کو چیخ نے آلیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو اندھیریوں نے پھونک دیا اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو زلزلہ نے ہلاک کیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ وہ زمین میں دھستے ہی چلے گئے۔ خدا کا تو یہ کام ہے نہیں کہ اُن پر ظلم کرتا۔ وہ کمبخت اپنے آپ پر خود ہی ظلم کیا کرتے تھے۔ یہ یاد رکھو۔ کہ ہر آنے والے امر کے لئے ایک نوشتہ موجود ہے۔ جب اُس نوشتہ کی مُدت پوری ہو جاتی ہے ہونے والا کام بھی ہو جاتا ہے۔ نافرمان لوگوں کی جو گت بننے والی ہے اور اِن نقصان اُٹھانے والوں کا جو انجام ہونے والا ہے۔ اگر وہ تم کو کھول کر دکھا دیا جائے تو تم جس حالت میں ہو اُس کو چھوڑ کر پورے پورے اللہ والے بن جاؤ۔ لوگو اسے خوب سمجھ لو۔ کہ میں تم میں ایسا ہی ہوں جیسے کہ فرعون والوں میں حضرت ہارونؑ تھے اور جیسے بنی اسرائیل کے لئے بابِ حطّہ تھا۔ اور جیسے نوح علیہ السّلام کی قوم میں کشتیٔ نوح تھی۔ اور میں بناءِ عظیم (خبرِ بزرگ) ہوں۔ صدیقِ اکبر میں ہوں۔ اور اس میں کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہے کہ جن چیزوں سے تم کو ڈرایا جاتا ہے اُن کا تم کو کما حقّہٗ علم ہو جائے گا۔ اللہ کے نزدیک عرصہ اتنا ہی باقی ہے۔ جیسے کھانے والا ایک لقمہ گلے سے اُتارے یا پینے والا ایک گھونٹ پانی پی لے۔ یا اُونگھنے والا ایک جھونٹا کھائے۔ پھر جو تغیرات واقع ہوں گے وہ اُن کو اس غفلت کا مزا چکھائیں گے۔ دنیا میں تو رسوائی نتیجہ میں ملے گی اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ کیونکہ جو عمل تم کر رہے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے کہ جو راہِ راست سے بھٹک گیا ہے اور اُس نے حق کی حُجّت کا انکار کر دیا ہے اور خدائے تعالےٰ کی ہدایت کی مخالفت کی اور نورِ خدا سے پھر گیا اور خلیفۂ خدا کی نافرمانی پر پِل پڑا

پانی کے بدلے شراب کو اور نعمت کے بدلے عذاب کو، کامیابی کے بدلے بدبختی کو اور خوش حالی کے بدلے بدحالی کو اور وسعت کے بدلے تنگی کو اختیار کیا۔ کیا ایسا شخص اس سے مطمئن ہو سکتا ہے کہ جو بدی اُس نے کی اُس کا بدلہ نہ پائے اور حق کے خلاف چلنے کا مزا نہ چکھے۔ اُن کو لازم ہے۔ کہ حقیقی وعید کا یقین رکھیں اور جن چیزوں سے اُن کو ڈرایا جاتا ہے وہ اُن پر پڑیں اور پھر پڑیں مگر یہ واقعہ اُس دن ہوگا جس دن کی تعریف خدائے تعالےٰ نے یوں فرمائی ہے۔ یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۝ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ۝

(دیکھو صفحہ ۸۳۰ سطر ۷ لغایت ۱۰)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۷۹

اور اُس درخت پر ریشمی کپڑا جس پر طرح طرح کی تصویریں کڑھی ہوئی ہوتی تھیں ڈال دیتے تھے پھر وہ لوگ اُس درخت کے لئے بکریاں اور گائیں لاکر بھیٹ چڑھاتے تھے۔ اور درخت کی قربانی کے لئے اُن کو ذبح کرتے تھے۔ پھر (سوکھی) لکڑیاں لاکر آگ روشن کرتے تھے۔ (اور قربانیوں کے گوشت کو اُس میں ڈال دیتے تھے پھر) جس وقت ان قربانیوں کا دھواں اور اُن کے جلنے کی چراند ہوا میں پھیلتی تھی اور آسمان کے اور اُن کی نظر کے مابین حائل ہو جاتی تھی تو وہ سب کے سب اُس درخت کے لئے سجدہ میں گر پڑتے تھے اور رو رو کے اور گڑگڑا گڑگڑا کے کہتے تھے۔ اے ہمارے معبود! تو ہم سے راضی ہو جا۔ اور شیطان آکر اُس درخت کی ٹہنیوں کو ہلاتا تھا اور اُس کے تنہ میں سے لڑکوں کی سی آواز سے چیخ کر کہتا تھا اے میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں۔ پس دل خوش رکھو اور آنکھیں ٹھنڈی۔ اُس وقت وہ لوگ سجدہ سے سر اُٹھاتے تھے اور شرابیں پیتے تھے۔ ڈھول بجاتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں راکھی باندھتے تھے۔ (تصریح۔ راکھی دہلی کی زبان میں اُس چیز کو کہتے ہیں جو ہندو لوگ سلونو کے موقعہ پر اپنے اپنے پہونچے میں باندھ لیتے ہیں۔ دُوسرے شہروں میں اور اور مقامات میں جو کچھ اس کا نام ہو) اور ایک شبانہ روز اس جگہ قیام کر کے اپنے اپنے گھروں کو پلٹ جاتے تھے۔ ایرانیوں نے اپنے مہینوں کے نام ابان اور آذر وغیرہ وغیرہ اپنی بستیوں کے نام پر رکھے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ یہ فلاں مہینے کی عید ہے۔ اور یہ فلاں مہینے کی عید ہے۔ پس جب سب سے بڑی بستی (اسفندار) کی عید آتی تو تمام چھوٹے بڑے جمع ہوتے۔ درخت صنوبر اور چشمہ کے پاس ریشمی سراپردہ نصب کرتے تھے۔ جس پر

قسم قسم کی تصویریں کڑھی ہوتی تھیں اور اُس سراپردہ کے بارہ دروازے ہوتے تھے۔ ہر ایک بستی والوں کے واسطے جُدا گانہ دروازہ قرار دیا جاتا تھا۔ پھر وہ لوگ اُس سراپردہ کے باہر سے درختِ صنوبر کو سجدہ کرتے تھے اور اُس درخت کے لئے بہ نسبت اُن درختوں کے جو اُن کی بستیوں میں تھے کئی گنا زیادہ قربانیاں چڑھاتے تھے۔ یہاں ابلیس آتا تھا اور درخت کو بڑے زور سے ہلاتا تھا اور اُس کے اندر سے باوازِ بلند اُن سے باتیں کرتا تھا۔ اور دوسرے شیطانوں سے زیادہ اُن لوگوں سے وعدے بھی کرتا تھا اور اُمیدیں بھی دلاتا تھا۔ تب وہ لوگ خوش خوش سجدہ سے سر اُٹھاتے اور خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے اور شراب کی اور باجوں کی کثرت سے بات تک نہ کر سکتے تھے (اور نہ کان پڑی آواز سُنائی دیتی تھی) اور سال کی تمام عیدوں کے ہم عدد بارہ دن اور رات وہاں بسر کرتے تھے۔ پھر واپس چلے آتے تھے۔ پس جبکہ اُن کے کفر کی مدت طولانی ہوگئی اور غیر خدا کی عبادت کرتے ہوئے اُن کو ایک زمانہ گذر گیا تو خداوند عالم نے یہودا ابنِ یعقوب کی اولاد میں سے ایک نبی کو اُن کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ پس وہ مدت تک اُن کو عبادتِ خدا کی طرف بُلاتے رہے اور معرفت و ربوبیتِ الٰہی کی تلقین کرتے رہے۔ لیکن وہ لوگ پیروی نہ کرتے تھے۔ جب نبی خدا نے گمراہی اور ضلالت پر اُن کا اصرار اور ہدایت و نجات کے ماننے سے انکار دیکھ لیا۔ اور اُن کی بڑی بستی کی عید آگئی تو درگاہِ خدا میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار! تیرے بندے میری تکذیب اور تیرے انکار پر اڑے ہوئے ہیں۔ اب یہ لوگ کل کے دن درخت کی پرستش کریں گے جو نہ انہیں کچھ نفع دے سکتا ہے اور نہ کچھ ضرر پہنچا سکتا ہے۔ خدایا! تو انہیں اپنی قدرت و قوت دِکھا دے۔ اِن کے کُل درختوں کو خشک کر دے۔ جب صبح ہوئی تو اُنہوں نے درختوں کو سوکھا ہوا پایا۔ اس سے وہ بہت ہی ہراساں اور نا اُمید ہوگئے۔ اور اُن کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ اس شخص نے جو یہ گمان کرتا ہے کہ میں زمین و آسمان کے معبود کا رسول ہوں تمہارے معبودوں پر اس لئے جادو کیا ہے کہ تمہیں تمہارے خداؤں سے برگشتہ کر کے اپنے خدا کی طرف متوجہ کرے۔ دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ جب تمہارے خداؤں نے یہ دیکھا کہ یہ شخص اُن کو عیب لگاتا ہے۔ اُن کی بُرائیاں کرتا ہے اور تم کو اُن کی عبادت سے ہٹا کر اور کی طرف بُلاتا ہے تو وہ تم سے ناراض ہوگئے اور اُن کی رونق و خوبی تمہاری نظروں سے غائب ہوگئی۔ تاکہ تم اُن کا بدلہ لینے کے لئے اس شخص پر غضب و غصہ ہو (تو اب تم ایک دل اور ایک جان ہو کر اس کو قتل کر ڈالو) پس وہ ملاعنہ نبی خدا کے قتل پر متفق ہوگئے اور سیسے کے بڑے بڑے نل چوڑے مُنہ کے بنائے۔ پھر ایک نل چشمہ کی تہ میں نصب کر دیا اور اُس میں تلے اُوپر اتنے نل جوڑے کہ بالائی حصہ پانی کے باہر تک آگیا۔

پھر اُن لوگوں نے نلوں کے ذریعہ سے چشمہ کا پانی کھینچ لیا اور اُس کی تہ میں تنگ مُنہ کا ایک گہرا کنواں کھودا۔ اور اُس میں اپنے نبی کو ڈال دیا۔ اور اُس کے مُنہ پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا۔ پھر اُنہوں نے اس چشمہ میں جو نل لگائے تھے وہ الگ کر لئے (کہ سارا چشمہ پانی سے بھر گیا۔) اور آپس میں کہنے لگے اب ہمیں امید ہے کہ ہمارے معبود ہم سے راضی ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ یہ تو اُنہوں نے دیکھ ہی لیا کہ جو اُن کی بُرائیاں کیا کرتا تھا اور ہم کو اُن کی عبادت سے روکا کرتا تھا۔ اُس کو ہم نے قتل کر دیا۔ اور (ہزاروں من) مٹی کے نیچے دبا بھی دیا۔ اب تو بڑے معبود کو شفا ہو جائے گی اور اُس کی رونق و بہار جیسی تھی ویسی ہی پھر ہو جائے گی۔ پس وہ لوگ تمام دن اپنے نبی کی آہ و بُکا سُنتے رہے کہ وہ درگاہِ خدا میں عرض کر رہے ہیں خدایا! تو اس مقام کی تنگی اور میری بے چینی کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔ اب میری کمزوری اور بیچارگی پر رحم فرما اور جلدی سے میری رُوح قبض کر لے۔ اور میری دعا قبول کرنے میں دیر نہ لگا۔ یہی فرماتے فرماتے اُن حضرتؑ نے انتقال کیا۔ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ سے فرمایا اے جبرئیل! میرے اِن بندوں کو میرے حلم نے جری بنا دیا۔ یہ لوگ میرے عذاب سے بے خوف ہو گئے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ کر اَوروں کی پرستش کی میرے رسول کو قتل کیا۔ کیا اِن کا یہ گمان ہے کہ یہ میرے عذاب کی برداشت کر سکیں گے اور میری سلطنت سے نکل جائیں گے؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ میں اُن لوگوں سے انتقام لیتا ہوں۔ جو میری نافرمانی کرتے ہیں۔ اور میرے عذاب سے بیخوف رہتے ہیں۔ میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ اِن پر عذاب نازل کر کے خلائق کے لئے اِن کو عبرت بناؤں۔ اب میں اُن کی کچھ بھی رعایت نہ کروں گا۔ پس جبکہ وہ لوگ عید منا رہے تھے ناگاہ بڑی تیز سُرخ رنگ آندھی نمودار ہوئی جسے دیکھ کر وہ سب کے سب حیران و خوف زدہ ہو گئے اور ایک دُوسرے سے لپٹنے لگے پھر زمین اُن کے نیچے گندھک بن کے پتنے لگی اور ایک کالے رنگ کی بدلی اُن پر چھا گئی جس سے اُن لوگوں پر بھڑکتے ہوئے انگارے پڑنے لگے۔ پس اُن کے بدن اُسی طرح پگھل گئے جس طرح آگ میں سیسہ گداختہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک ارشاد فرما کے جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا۔ خدا کا غضب اور اُس کا عذاب نازل ہونے سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کسی میں قدرت ہے اور نہ کوئی بلاؤں کو پھیر سکتا ہے۔

تفسیرِ قمی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں ایک عورت اپنی کنیز کو ہمراہ لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کی یا ابن رسُول اللہ! کیا انجام ہو گا اُس عورت کا جو عورت کے ساتھ چپٹی کھیلے؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ جہنم میں جائیں گی۔ روزِ قیامت وہ میدانِ حشر میں لائی جائیں گی۔ آگ کی چادر اور آگ کی اوڑھنی اُنہیں اوڑھائی جائے گی اور آگ کے مونڈے اُنہیں

لائے اور اُن جناب کو یہ خبر پہنچی کہ معاویہ علیہ اللعن اُن حضرت کو دشنام دیتا ہے اور عیب لگاتا ہے اور اُن کے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ تو حضرت نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ میں ہی وہ داماد ہوں جس کی شان میں خدا نے آیہ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا نازل فرمایا ہے۔

ابوالحسن ابن زید ابن علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے جدِ بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا سنِ مبارک دریافت کیا۔ اُن جناب نے جواب دیا۔ مجھ سے میرے والدِ ماجد نے اُن سے جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ایک موقعہ پر اُس سال میں جس سال میرے چچا جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی ہے۔ اپنے پدرِ بزرگوار جناب امام حسین اور اپنے عم نامدار جناب امام حسن علیہما السلام کے پیچھے پیچھے مدینہ کے ایک کوچہ میں جا رہا تھا۔ میں اُس زمانہ میں بچہ تھا۔ ابھی بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ راستہ میں جابرؓ بن عبداللہ انصاری اور انس بن مالک انصاری ایک جماعتِ قریش و انصار کے ساتھ اُن سے ملے جوں ہی جابرؓ نے میرے چچا اور میرے والدِ ماجد کو دیکھا بے اختیار جھک کر اُن حضرات کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگے۔ یہ حال دیکھ کر ایک مردِ قریشی نے جو مروانی تھا کہا اے جابرؓ! یہ تو تمہارا سن و سال اُس پر تم جناب رسولِ خدا کے جلیل القدر صحابی۔ پھر تم یہ کیا کرتے ہو؟ یہ جابرؓ انصاری غزوۂ بدر میں بھی موجود تھے۔ جابرؓ نے جواب دیا۔ اے قریشی دُور ہو۔ اگر ان دونوں کی فضیلت و منزلت جیسی کہ مجھے معلوم ہے تجھے بھی معلوم ہوتی تو تو ان کے قدموں کے نیچے کی خاک کو اسی طرح چومتا جیسے کہ میں نے ان کے قدم چومے ہیں۔ پھر جابرؓ انصاری انس بن مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو حمزہ! مجھ سے جناب رسولِ خدا نے ان دونوں کے وہ فضائل بیان فرمائے ہیں جن کے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یہ مراتب کسی آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ انس نے کہا کہ اے ابوعبداللہ! وہ مراتب کیا ہیں؟ جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہما السلام تو وہاں سے تشریف لے گئے اور میں وہاں کھڑا ہوا ان لوگوں کی باتیں سنتا رہا۔ پس جابرؓ نے حدیث شروع کی اور فرمایا ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ بہت سے لوگ آنحضرت کے گرداگرد تھے۔ اُن جناب نے مجھ سے فرمایا اے جابرؓ! حسنؑ و حسینؑ کو میرے پاس بُلا لاؤ۔ وہ حضرت ان دونوں پر بیحد فریفتہ تھے۔ پس میں گیا اور دونوں کو لے آیا۔ میں کبھی ایک شاہزادہ کو گود میں لیتا تھا کبھی دوسرے کو کندھے پر بٹھاتا تھا۔ حضرت نے جو میری اُلفت اور میری تکریم اُن دونوں شاہزادوں کے ساتھ ملاحظہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے چہرۂ مبارک سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ آنحضرت

نے مجھ سے فرمایا اے جابرؓ! کیا تم ان دونوں کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان ہو جائیں ان کی دوستی سے مجھے کون چیز روک سکتی ہے؟ حالانکہ ان کا رتبہ جو حضور کے نزدیک ہے وہ ظاہر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے جابرؓ! کیا تم ان کے فضائل سننا چاہتے ہو؟ بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ فدا ہو جائیں ضرور بیان فرمایئے۔ حضرتؐ نے ارشاد کیا جبکہ خدائے تعالےٰ کو میرا پیدا کرنا منظور ہوا تو اس نے میرا نور پاکیزہ سفید نطفہ کی صورت میں پیدا کر کے آدم علیہ السلام کی صلب میں امانت رکھا۔ پھر وہ برابر پاک صلب سے پاکیزہ رحم کی طرف منتقل ہوتا ہوا نوحؑ اور ابراہیمؑ تک پہنچا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کے صلب میں آیا۔ اس عرصہ میں کبھی کفر کی نجاست نے مجھے آلودہ نہیں کیا۔ پھر یہ نطفہ دو حصّوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک حصّہ (میرے والد) حضرت عبداللہ کے صلب میں گیا۔ اس سے میں پیدا ہوا۔ خدا نے مجھ پر نبوّت ختم کر دی۔ دوسرا حصّہ (میرے چچا) حضرت ابوطالب کی صلب میں گیا۔ اس سے علیؑ ابن ابیطالب کی ولادت ہوئی اور خدا نے وصایت ان پر تمام کر دی۔ پھر دونوں نور ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اس سے جبرؑ و جُبیرؑ یعنی حسنؑ و حسینؑ متولّد ہوئے اسباطِ نبوّت کا انہی دونوں پر خاتمہ ہوا اور میری اولاد کا سلسلہ انہی دونوں سے چلا اور خدائے تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ کفر کی ایک بستی یا بہت سی بستیاں فتح کروں۔ خداوندِ عالم تمام زمین کو اس کے ظلم و جور سے بھر جانے کے بعد عدل و انصاف سے معمور کر دیگا۔ یہ (میرے نواسے) دونوں پاک و پاکیزہ ہیں۔ یہ دونوں تمام جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار ہیں۔ خوشا حال اس کا جو ان دونوں سے اور ان کے باپ سے محبت رکھے اور ویل ہے اس کے لئے جو ان سے دشمنی کرے اور ان کو رنج پہنچائے۔

تفسیرِ ثعلبی میں ہے ابنِ سیرین کہتا ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا اور جناب علیؑ ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت جبکہ حضور سرورِ عالمؐ نے اپنی پارۂ جگر فاطمہؑ زہرا صلوات اللہ علیہا کا نکاح جناب امیرالمومنینؑ کے ساتھ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر علیؑ ابن ابی طالب پیدا نہ ہوتے تو فاطمہؑ زہرا کے لئے کفو (یعنی ہمسر) ہی ممکن نہ تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے (جناب علی مرتضےٰ صلوات اللہ علیہ سے مخاطب ہو کے) فرمایا کہ اے علیؑ! اگر تم نہ ہوتے تو روئے زمین پر میری فاطمہؑ کا کفو نہ ملتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۹۹

تفسیرِ برہان میں ہے کہ عبداللہ بن حرث بن نوفل نے جناب امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جب آیت وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ

علیہ آلہ وسلم نے اولادِ عبدالمطلب کو جمع کیا۔ وہ چالیس یا اُنتالیس آدمی تھے۔ پس آنحضرتؐ نے پہلے تو عام طور سے پھر ہر ہر شخص سے استفسار فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو (اس وقت تو) میرا بھائی اور میرا وزیر بنے (اور میرے بعد تم لوگوں میں) میرا خلیفہ۔ میرا وصی اور میرا وارث ہو۔ اس کے جواب میں ہر ایک انکار کرتا رہا تا آنکہ حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام وارد ہوئے اُنہوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں ان خدمات کے لئے حاضر ہوں۔ یہ سُنکر جناب سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا اے اولادِ عبدالمطلب دیکھو یہ علیؑ ابنِ ابیطالب میرا وزیر ہے اور میرے بعد تم میں یہی میرا وارث اور میرا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ آپس میں ہنستے ہوئے اُٹھ گئے اور جناب ابوطالبؑ سے کہنے لگے۔ لیجئے! اب آپ اپنے بیٹے کی اطاعت کریں کہ آپ کے بھتیجے صاحب آپ کو یہی حکم دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ ابنِ عباسؓ نے جناب امیرالمؤمنین سے روایت کی ہے وہ جنابؑ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جنابِ رسولؐ خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! خدا نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ یہ سُنکر میں اس سے دل تنگ ہوا اور میں یہ جانتا تھا کہ جب میں ان کے سامنے اس معاملہ کے اظہار کی جرأت کرونگا تو ان سے مجھے وہ کچھ دیکھنا پڑے گا جو مجھے ناگوار ہوگا۔ پس میں اس معاملہ میں خاموش ہو رہا۔ آخر جبرئیل علیہ السّلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ! اگر آپ اس حکمِ خدا کی تعمیل نہ کریں گے۔ تو یہ امر آپ کے پروردگار کی سخت ناراضی کا باعث ہوگا۔ اے علیؑ میں حکمِ خدا کو ضرور پورا کروں گا۔ تم ایک صاع آٹے کی روٹی اور ایک ران بکری کی تیار کرلو اور ایک پیالہ دودھ مہیا کر رکھو۔ پھر اولادِ مطلب کو کھانے کے لئے بُلا لاؤ تاکہ میں اُن سے گفتگو کروں اور جو حکم مجھ کو دیا گیا ہے وہ اُن تک پہنچا دوں (جنابِ امیرالمؤمنین فرماتے ہیں کہ) جو حکم آنحضرتؐ نے مجھے دیا تھا میں نے اُس کی تعمیل کی۔ پھر میں نے حسبِ ارشادِ جنابِ رسولِ خدا کھانا تیار کرکے اولادِ عبدالمطلب کو بُلایا۔ اُس دن وہ سب چالیس آدمی تھے یا اس تعداد سے ایک زیادہ ہو یا ایک کم۔ منجملہ اُن کے جنابِ رسولِ خدا کے چچا ابوطالبؑ۔ حمزہؓ۔ عباسؓ۔ ابولہبؑ بھی تھے۔ جب وہ سب جمع ہوگئے۔ جنابِ رسولِ خدا نے مجھے اُس کھانے کے حاضر کرنے کا حکم دیا جو میں نے اُن کے لئے تیار کیا تھا پس میں نے وہ کھانا لاکر حضرتؐ کے سامنے چُن دیا۔ آنحضرتؐ نے اُس میں سے ایک بوٹی اُٹھائی اور دندانِ مبارک سے کاٹکر اُسی رکابی کے کنارے پر رکھ دی جس میں سالن تھا۔ پھر فرمایا بسم اللہ نوش کیجئے۔ پس اُن لوگوں نے اتنا کھایا کہ کسی کے پیٹ میں گنجائش باقی نہیں رہی۔ میں اُسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ کھانا جو میں نے اُن کے سامنے رکھا تھا اتنا تھا کہ اُن میں کا ایک آدمی اُسے کھا لیتا مگر میں نے کھانے پر اُن لوگوں کی اُنگلیوں کے

نشان ہی نشان دیکھے (کھانا بجنسہ باقی رہا) پھر میں دودھ کا کاسہ اُن کے سامنے لایا۔ وہ دُودھ اُن سب نے خوب پیا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ حالانکہ وہ دُودھ اتنا تھا کہ اُن میں سے ایک ہی آدمی پی لیتا۔ بعد فراغ جونہی جناب رسولِ خدا نے اُن لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ کیا۔ ابولہب جلدی سے بول اُٹھا کہ دیکھا تمہارے میزبان نے تم پر کیسا جادو کیا ہے؟ یہ سُنکر وہ سب کے سب چل دئے اور متفرق ہو گئے۔ آنحضرتؐ کچھ بھی نہ فرمانے پائے۔ دُوسرے دن پھر مجھ سے فرمایا۔ اے علیؑ! دیکھی تم نے اس مردک کی چالاکی کہ مجھ سے پہلے ہی ایسی بات کہدی جس سے وہ سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں اُن سے کچھ بھی نہ کہنے پایا۔ (خیر) پھر آج تم کل کی طرح کھانا تیار کر کے ان سب کو دعوت دینا۔ چنانچہ میں نے ارشادِ نبوی کے موافق کھانا تیار کر کے اُن سب کو جمع کر لیا۔ آنحضرتؐ نے کھانا طلب فرمایا۔ میں نے حاضر کیا۔ پس آنحضرتؐ نے روزِ گزشتہ کی مانند ایک بوٹی دانتوں سے توڑ کر سالن کے کاسہ میں رکھ دی۔ پھر اُن سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کسی کو خواہش طعام باقی نہیں رہی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہیں دُودھ بھی پلاؤ۔ چنانچہ میں نے وہ دُودھ کا پیالہ رکھ دیا۔ وہ سب کے سب اُسے پیکر اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ پس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عبدالمطلب کے فرزندو! خدا کی قسم میں نے تو اِس ملکِ عرب میں کسی کو نہیں سُنا جو اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی خیر و خوبی لیکر آیا ہوں۔ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اُس کی طرف بُلاؤں۔ پس تم میں کون ایسا ہے جو خدا پر ایمان لائے اور میرا دین جاری کرنے میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ اب تو وہ میرا بھائی اور میرا وزیر ہو اور میرے بعد وہ میرا وصی اور میرا خلیفہ میرے کنبہ میں ہو جائے۔ یہ سُنکر سب نے مُنہ پھیر لیا اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ میں اُن سب میں کم عمر تھا۔ میری آنکھیں بھی صاف نہ تھیں۔ پیٹ بھی میرا بڑا تھا۔ پنڈلیاں بھی میری دُبلی پتلی تھیں اور میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں آپ کی رسالت کے امور سرانجام دینے کے لئے حاضر ہوں۔ حضور مجھ کو اپنا وزیر بنالیں۔ پس آنحضرتؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کے اُن لوگوں سے ارشاد فرمایا (ایہا الناس!) یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا وزیر اور میرا خلیفہ تم لوگوں میں ہے۔ تم سب اِس کی سُننا اور اِس کی ماننا۔ یہ سُنکر وہ لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوطالبؑ سے کہنے لگے لیجئے آپ کا بھتیجا آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے بیٹے کی سُنیں اور اُس کی اطاعت کیا کریں۔

بروایت ابورافع آزاد کردہ جنابِ رسولِ خدا منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا نے شعبِ ابوطالب میں تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کیا وہ سب لوگ حضرت عبدالمطلب کی صُلبی اولاد میں سے

چالیس آدمی تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کے لئے بکری کی ایک ران پکوائی۔ پھر ایک کاسہ میں روٹی چوری گئی اور شوربا اور گوشت اُس میں ملایا گیا۔ بعد اس کے وہ کاسہ اُن لوگوں کے سامنے رکھا گیا۔ پس اُنہوں نے خوب سیر ہو کے کھایا کہ اُن کی کوکھیں تن گئیں۔ پھر اُن کو ایک پیالہ دُودھ پلایا کہ وہ سب کے سب اُسی پیالے سے سیراب ہو گئے۔ ابولہب بولا خدا کی قسم اگر ہم میں سے ایک کو بھی اتنا کھانا کھلایا جاتا تو وہ ہرگز سیر نہ ہوتا۔ اور اگر اس دُودھ کے برابر نبیذ پلائی جاتی تو وہ سیراب نہ ہوتا۔ اور فرزندِ ابوکبشہ نے ہم سب کو بُلا کر ایک ران گوشت اور ایک پیالہ سے سیر و سیراب کر دیا۔ ہو نہ ہو یہ تو کھلا جادو ہے۔ ابورافع کہتے ہیں دوسرے دن پھر اُن سب کی جنابِ رسولؐ خدا نے دعوت کی۔ پس (جب وہ کھا چکے تو) حضرتؐ نے فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے کُنبہ والوں اور خالص رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤں۔ تم لوگ میرے عزیز قریب ہو اور خالص رشتہ دار ہو۔ (سنو! خدا نے جتنے نبی بھیجے ہیں ہر ایک کے لئے اُسی کے کُنبہ میں سے اُس کا قوتِ بازو۔ وزیر۔ وارث اور وصی مقرر کیا ہے۔ پس تم میں سے ایسا کون ہے جو اس وقت اُٹھ کر مجھ سے بیعت کرے کہ وہی میرا قوتِ بازو اور وزیر ہو اور وہی میرا وارث۔ دوسرا میرے کُنبہ میں سے میرا وارث نہو اور وہی میرے تمام تابعین میں میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو۔ اور اُس کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ فرق اتنا ہی رہے کہ وہ میرے بعد نبی نہ ہوگا۔ یہ سُنکر سب خاموش ہو رہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم ابھی ایک شخص تم میں سے اُٹھ کھڑا ہوگا جو تم میں سے ہی ہوگا۔ اُس وقت تم کو ندامت ہوگی (حضرتؐ یہ فرما ہی رہے تھے کہ) جنابِ امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابیطالب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب کے سب حضرت علیؑ کو دیکھ رہے تھے۔ پس اُن جنابؑ نے جنابِ رسولِؐ خدا سے بیعت کی اور اُن کے ارشاد کو قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔ جب وہ قریب گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنا مُنہ کھولو۔ جب اُنہوں نے مُنہ کھولا تو آنحضرتؐ نے کچھ لعابِ دہن ڈال دیا اور کچھ دونوں شانوں اور کچھ دونوں چھاتیوں کے مابین مل دیا۔ اس پر ابولہب نے کہا آپ نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک کیا کہ اُس نے تو آپ کی بات مانی اور آپ نے اُس کے مُنہ اور چہرہ کو تھوک سے بھر دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (کہ تو جھک مارتا ہے) میں نے تو علیؑ کو علم و حکمت اور احکامِ دین سے مملو کر دیا ہے۔

براءؓ بن عازب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولادِ عبدالمطلب کو جمع کیا وہ چالیس نفر تھے کہ ہر ایک اُن میں سے ایک بکرا کھا جاتا تھا۔ اور ایک بڑا کاسہ دُودھ کا پی جاتا تھا۔ پس آنحضرتؐ نے جناب علیؑ مرتضےٰ سے فرمایا اے علیؑ! ایک ران بکرے کی تیار کر لو۔ جب یہ کھانا تیار ہو گیا تو حضرتؐ نے فرمایا بسم اللہ! سب صاحب

کھانا کھائیں۔ پس دس دس آدمیوں نے مل کر خوب پیٹ بھر کے کھایا۔ پھر آنحضرتؐ نے دودھ کا ایک پیالہ طلب کیا اور اُس میں سے ایک گھونٹ نوش فرما کے سب کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا بسم اللہ! پیو۔ وہ دودھ پیکر سب سیراب ہو گئے۔ پس ابولہب سب سے پہلے بولا۔ دیکھو اس شخص نے تم پر کیسا جادو کیا ہے کہ تھوڑے سے کھانے سے اور دودھ سے تم سب کو سیر و سیراب کر دیا۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن پھر اُن سب کی ویسی ہی دعوت کی۔ جب وہ کھا پی چکے تو آنحضرتؐ نے اُن سب کو نصیحت فرمائی اور خدا کا خوف دلایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے اولادِ عبدالمطلب! آگاہ ہو جاؤ۔ میں تم سب کی طرف خدا کی جانب سے بشیر و نذیر ہو کر آیا ہوں۔ تم سب اسلام لاؤ۔ میری اطاعت کرو کہ ہدایت پاؤ گے اور راہِ راست پر آ جاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو امورِ رسالت میں میرا قوتِ بازو بنے اور میرا کام بٹائے تاکہ وہ میری طرف سے حاکم اور میرے بعد میرا وصی اور خلیفہ ہو۔ اور میرا قرض بھی ادا کرے۔ حضرتؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ سب کے سب خاموش رہے۔ مگر جناب علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ہر دفعہ کھڑے ہو جاتے تھے اور عرض کرتے تھے یا رسولؐ اللہ! اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔ جب تیسری بار بھی جنابِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام نے ہی جواب دیا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تم ہی میرے خلیفہ اور وصی ہو۔ پس وہ لوگ یہ سُنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوطالب سے کہنے لگے۔ لیجئے اب آپ بھی اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کریں کہ اُسے آپ پر محمدؐ (رسول اللہ) نے حاکم بنا دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۵۹۹

تفسیر مجمع البیان میں ہے عیاشی نے روایت کی ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا۔ شعرا سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے دین کے برخلاف فقہ بنا لی ہے۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی اُنہوں نے گمراہ کر دیا۔ الاعتقادات میں ہے کہ اُنہی حضرتؑ سے اس کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں شعرا سے مُراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹے قصّے بیان کیا کرتے ہیں۔ (تصریح۔ دونوں قسم کے جھوٹے آ گئے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۰۲

تفسیر مجمع البیان میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے والد ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اُن جناب نے ارشاد فرمایا کہ سلیمان ابن داؤد علیہما السّلام زمین کے مشرق و مغرب کے مالک ہو گئے تھے اور اُن حضرتؑ نے سات سو برس اور چھ مہینے بادشاہت کی۔ دنیا میں جتنے رہنے والے ہیں سب پر اُن کی سلطنت یکساں تھی۔ جن ہوں یا انسان

شیاطین ہوں یا چوپائے، پرندے ہوں یا درندے۔ اور اُن حضرتؑ کو ہر چیز کا علم دیا گیا تھا اور ہر جاندار کی بولی سکھائی گئی تھی اور اُن حضرتؑ کے زمانے میں ایسی ایسی عجیب صنعتیں عمل میں لائی گئیں جن کا اُن سے پہلے لوگ ذکر ہی سُنا کرتے تھے (دیکھی کسی نے بھی نہ تھیں) خدا تعالےٰ کے اس قول عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کا یہی مطلب ہے۔

الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سے مراد ہے سلطنت اور نبوت (دونوں چیزیں)

البصائر میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی حضور میں یہ پوری آیت تلاوت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اصل میں تو مِنْ نہ تھا۔ اصل تو یوں تھی وَاُوْتِيْنَا كُلَّ شَيْءٍ "قولِ مترجم۔ جو مرید آج تک اپنے پیروں کے عیب چھپانے کے لئے ہِنْمِنَاتے پھرتے ہیں وہ اس روایت کو ذرا غور سے دیکھیں۔ نحوی ترکیب اور معانی و بیان کے قواعد سے بھی مطابقت کریں فصاحت و بلاغت سے بھی جانچیں اور پھر دیکھیں کہ جن کے گھر میں کلام خدا نازل ہوا ہے وہ اُس کے سمجھنے اور بتلانے کے زیادہ اہل ہیں یا عمرو و بکر و زید کہ ان میں سے کوئی جولاہا تھا تو کوئی دری باف۔ کوئی بزاز تھا تو کوئی دلال۔ کوئی حلاق تھا تو کوئی حجام۔ کوئی جراح تھا تو کوئی فصاد۔ کلام خدا سے اُن لوگوں کو اور اُن لوگوں سے کلام خدا کا واسطہ کیا۔ سوائے اس کے بائے بسم اللہ سے سین ناس تک طوطے کی طرح رَٹ لیں مگر خدا ستیاناس کرے جو ایک لفظ بھی سمجھیں"

کافی میں جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا امام پر کسی طرح کی بولی مخفی نہیں نہ آدمیوں کی نہ پرندوں کی نہ چوپایوں کی بلکہ وہ ہر ذی رُوح کی زبان جانتے ہیں اور جس میں یہ خصلت نہ ہو وہ امام نہیں ہو سکتا۔ منقول ہے ایک دن دولت خانۂ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی دیوار پر اُن جناب کے سامنے کبوترِ سفید کا ایک جوڑا آکر بیٹھا اور اس نے اپنی بولی میں حضرتؑ سے باتیں کیں۔ حضرتؑ ایک ساعت تک اُنہی کی زبان میں اُن کو جواب دیتے رہے۔ پھر وہ جوڑا اُڑ گیا اور دوسری دیوار پر بیٹھ کر کبوتر نے اپنی مادہ کو آواز دی۔ اور تھوڑی دیر گونجتا رہا۔ پھر دونوں اُڑ گئے۔ کسی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ پرندہ کیسا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہر شئے جس کو حق تعالےٰ نے پیدا کیا ہے خواہ وہ پرندہ ہو یا چوپایہ یا کوئی دوسری ذی رُوح چیز ہو وہ اولادِ آدمؑ سے زیادہ ہماری بات کو سنتی اور ہماری اطاعت کرتی ہے اس کبوتر نے اپنی مادہ پر بدگمانی کی تھی اُس نے ہر چند قسمیں کھائیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے (مگر کبوتر کو یقین نہ آیا) پس وہ کبوتر بولا اچھا حضرت محمد بن علی علیہما السلام کے فیصلہ پر تو راضی ہو جائیگی؟

اُس نے کہا میں راضی ہوں۔ وہ دونوں میرے پاس آئے۔ میں نے جواب دیا کہ بے شک کبوتر نے اپنی ماوہ پر ظلم کیا ہے۔ اُس وقت کبوتری کو اُس نے سچا جانا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۶۰۵

کافی میں جناب امام علی نقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آصف بن برخیا کے اسم اعظم کا وہ حرف پڑھتے ہی زمین اُس مقام سے سبا تک سب سمٹ گئی کہ اُنہوں نے بلقیس کا تخت اپنے ہاتھ سے لیکر حضرت سلیمان علیہ السّلام کے سامنے کر دیا۔ پھر پلک جھپکنے سے پہلے زمین ویسی ہی پھیل گئی۔ جیسے پہلے تھی۔ تفسیر عیاشی میں اُنہی حضرتؑ سے یوں منقول ہے کہ جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم دیا گیا وہ آصف بن برخیا تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلیمان علیہ السّلام اُس چیز کی معرفت سے عاجز تھے جس کی معرفت آصف کو حاصل تھی۔ بلکہ سلیمان علیہ السّلام کی غرض یہ تھی کہ اس سے تمام جنوں اور انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ سلیمانؑ کے بعد اُن کے خلیفہ اور حجت خدا آصف بن برخیا ہیں اور آصف کو جتنا بھی علم تھا وہ بحکم خدا حضرت سلیمان ہی نے اُن کو سکھایا تھا تاکہ اُن کی امامت میں کوئی اختلاف نہ کر سکے جس طرح کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی زندگی میں حضرت سلیمانؑ کو علوم تعلیم کر دیئے تھے۔ تاکہ حضرت سلیمانؑ کی نبوت و امامت لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور مخلوق پر پوری حجت قائم ہو۔

تفسیر بُرہان میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے اسم اعظم کے ۷۳ حروف قرار دیئے ہیں۔ منجملہ اُن کے آدم علیہ السلام کو ۲۵ حرف عطا فرمائے تھے اور نوح علیہ السّلام کو ۱۵۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو ۸۔ اور موسےٰ علیہ السلام کو چار۔ اور عیسےٰ علیہ السلام کو ۲۔ اِنہی کے ذریعہ سے وہ مُردوں کو بھی زندہ کر دیتے تھے۔ اور مادرزاد اندھے اور مبروص کو تندرست کر دیتے تھے اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۷۲ حروف عطا فرمائے اور صرف ایک حرف پوشیدہ رکھا تاکہ کسی شخص کو ارادۂ خدا کا علم نہ ہو سکے اور نہ کوئی بندوں کے دل کے بھید سے آگاہ ہونے پائے۔

عبداللہ ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا جو لوگ وہاں موجود تھے اُنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم اور اُن کی سلطنت کا ذکر کیا۔ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کا صرف ایک حرف عطا ہوا تھا لیکن بخدا تمہارے امام علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو جن کی شان میں خدا نے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ہ (دیکھو صفحہ ۶۰۵ سطر ۱۰) فرمایا ہے پوری کتاب کا علم حاصل تھا۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں فدا ہو جاؤں بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔

(قول مترجم) وصی جناب سلیمان علیہ السلام کی نسبت خدائے تعالےٰ نے فرمایا اَلَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ ہ فرمایا۔ جس کا مِنْ تبعیضیہ ہے جو بتلاتا ہے کہ کتاب کے ایک جزو کا علم دیا گیا تھا اور وصی جناب رسولِ خدا کی نسبت فرمایا۔ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ہ (تفصیل کے لئے دیکھو نوٹ نمبر ۴ مندرجہ صفحہ ۶۰۵) اسی وجہ سے وصی آنحضرتؐ اس قابل قرار پایا کہ نبوت کی شہادت دینے میں شریکِ خدا ہو۔ حالانکہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔

عمرو بن حنظلہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی اے مولا! میرا گمان ہے کہ مجھے حضور کی جناب میں ایک منزلت خاص حاصل ہو گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کی اے آقا! مجھے ایک ضرورت ہے فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کی مجھے اسمِ اعظم سکھا دیجئے۔ فرمایا اُس کے سیکھنے کی تم میں قوت وطاقت بھی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اچھا اس گھر میں چلے جاؤ۔ جب میں اُس گھر کے اندر چلا گیا تو حضرت نے زمین پر اپنا دستِ مبارک رکھا۔ ناگاہ سارے مکان میں تاریکی چھا گئی۔ بس میرے پہلو کانپنے لگے۔ بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا کیئے اب بھی آپ اسمِ اعظم سیکھینگے؟ میں نے عرض کی جی نہیں۔ حضرت نے دستِ مبارک زمین سے اُٹھا لیا۔ مکان اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

سید رضی رحمۃ اللہ الخصائص میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام مسجد میں رونق افروز تھے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے حاضرِ خدمت ہوئے کہ ایک اُن میں خارجی تھا اُن دونوں نے اپنے مقدمہ میں حضرت سے فیصلہ چاہا (دونوں کے دعوے سُن کر) حضرت نے جو حکم دیا وہ ملعون خارجی کے خلاف ہوا۔ اُس نے کہا خدا کی قسم آپ نے انصاف نہیں کیا۔ اور فیصلہ ٹھیک نہیں دیا۔ اور خدا کی مرضی کے موافق آپ نے حکم نہیں سُنایا۔ پس حضرت نے اُس کی طرف دستِ مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ (او دشمنِ خدا دُھوت) حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ وہ کالا کتا بن گیا۔ حاضرینِ دربار کا بیان ہے قسم بخدا ہم نے دیکھا کہ اُس کے کپڑے اُس کے جسم سے علیحدہ ہو کر ہوا میں اُڑ گئے اور وہ حضرت کے سامنے دُم ہلانے لگا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر اُس کے چہرے پر بہنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر حضرتؑ کا دل بھر آیا۔ پس حضرت نے آسمان کی طرف دیکھا اور لب ہائے مبارک کو حرکت دے کے کچھ فرمایا جسے ہم نے بالکل نہ سُنا۔ پھر قسم بخدا ہم نے دیکھا کہ وہ خارجی اپنی صورت پر لوٹ آیا اور آدمی ہو گیا۔ اور اُس کے کپڑے بھی ہوا سے اُڑتے ہوئے اُس کے شانوں پر آ پڑے۔ جب وہ مسجد سے جانے لگا تو ہم نے دیکھا کہ پاؤں اُس کے لرز رہے ہیں۔ پس ہم لوگ نہایت متحیر ہو کر جناب امیرالمومنین

علیہ السلام کی طرف نظر کرنے لگے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم لوگ کیا دیکھتے ہو اور کیوں تعجب کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی یا امیر المومنین ہم کو حیرت کیوں نہ ہو حالانکہ آپ نے ایک عجیب کام کیا ہے حضرتؑ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آصف بن برخیا وصی حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ایک ایسا کام کیا تھا جو اس سے بہت مشابہ تھا۔ اُس کا تذکرہ خدائے تعالیٰ اپنی کتاب میں اُس جگہ فرماتا ہے۔ جہاں یہ ارشاد ہوا ہے۔ اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ۝ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۰۵ سطر ۷ تا صفحہ ۶۰۶ سطر ۳) اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے رسولؐ کا خدا کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے یا سلیمان علیہ السلام کا؟ اُن لوگوں نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین ہمارے نبیؐ افضل ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا پس تمہارے نبیؐ کا وصی بھی سلیمانؑ سے زیادہ گرامی قدر ہے۔ وصیِ سلیمانؑ کو اسم اعظم کا صرف ایک حرف عطا کیا گیا تھا۔ جس کے ذریعہ سے اُنہوں نے خدا سے دعا مانگی۔ (اثر اُس کا یہ ہوا کہ) اُس مقام سے لے کر تختِ بلقیس تک کی ساری زمین دھس گئی اور پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دیا۔ اور ہمارے پاس تو اسم اعظم خدائے تعالےٰ کے بہتّر حرف ہیں۔ صرف ایک ہی حرف ایسا ہے جس کا علم اُس نے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے اُسے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ حاضرینِ دربار نے عرض کی یا امیر المومنین جب آپ کے پاس ایسی چیز موجود ہے تو پھر آپ کو معاویہ وغیرہ سے لڑنے کے لئے انصار کی اور لوگوں کو دوسری لڑائی کے واسطے جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶ تا ۸) پھر ارشاد فرمایا کہ میں جو ان لوگوں کو معاویہ سے لڑنے کے لئے بلاتا ہوں اُس کی غرض تو یہ ہے کہ اُن پر حجت قائم ہو جائے اور کارِ خدا کے لئے تکلیف اُٹھانے کے عادی ہو جائیں اور اگر معاویہ کو ہلاک کرنے کا حکم ہو گیا ہوتا تو پھر تاخیر کیوں ہوتی لیکن (اُسے تو مہلت دیگئی ہے۔ یہ تو مخلوق خدا کے امتحان کے لئے ہے) خدائے تعالےٰ کو اختیار ہے کہ جس جس چیز سے اور جس جس طرح چاہے اپنی مخلوق کا امتحان لے۔" حاضرینِ دربار کا بیان ہے کہ ہم حضرتؑ کے پاس سے اُٹھے تو اِس حال میں اُٹھے کہ حضرتؑ نے جو کچھ فرمایا تھا اُس کی ہمارے دلوں میں بے حد عظمت تھی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت موسےٰ ابن جناب امام محمد تقی بن جناب امام علی رضا بن جناب امام موسیٰ کاظم علیہم السّلام کی ملاقات یحییٰ ابن اکثم سے ہوئی۔ اُس نے آپ سے کچھ مسائل دریافت کئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے برادر مکرم جناب امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے مجھ سے بہت سی نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائیں۔ تاآنکہ میں نے اپنی سرکشی چھوڑی اور حضرتؑ کی اطاعت کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ میں قربان ہو جاؤں ابن اکثم نے مجھ سے کچھ مسئلے دریافت کئے ہیں جن کا میں اُسے جواب دینا چاہتا ہوں حضرت نے تبسم فرما کے دریافت کیا کہ آیا کسی مسئلہ کا جواب دے بھی دیا ہے؟ میں نے عرض کی ابھی تو نہیں دیا فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میں نہیں جانتا۔ عرض کی یہ تو میں نے نہیں کہا۔ فرمایا اچھا اُس کے سوالات کیا کیا تھے؟ عرض کی ایک سوال تو یہ تھا کہ مجھے بتلاؤ آیا سلیمان علیہ السّلام آصف ابن برخیا کے علم کے محتاج تھے یا نہیں؟ پھر اسی طرح اور سوالات کا ذکر کیا (جنہیں سماعت فرما کر) حضرتؑ نے ارشاد فرمایا اچھا بھائی لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تم نے خدائے تعالےٰ کے اس قول کی بابت جو اُسی کی کتاب میں ہے: "قَالَ الَّذِیْ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ" سوال کیا ہے تو سمجھ لو کہ اس سے مُراد آصف ابن برخیا ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السّلام اُن چیزوں کی معرفت سے جن کو آصف ابن برخیا جانتے تھے بے بہرہ یا عاجز نہیں تھے۔ بلکہ اُن حضرتؑ کا مقصود یہ تھا کہ اُن کی تمام اُمّت خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے یہ جان لیں کہ آصف ابن برخیا اُن حضرتؑ کے بعد حجّتِ خدا ہیں۔ اور یہ کہ سلیمان ابن داؤد علیہما السّلام نے اپنا علم حکم خدا سے آصف ابن برخیا کے سپرد فرمادیا ہے اور خدائے تعالےٰ نے اُنہی حضرتؑ کو اس کے سمجھنے کا فہم عطا فرمایا ہے جیسا کہ سلیمان علیہ السّلام کو حضرت داؤد علیہ السّلام کی زندگی میں علم و فہم عطا فرمادیا تھا کہ اُن کی امامت و نبوّت بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے مسلّم ہو گئی تھی اسی طرح یہ مقصود تھا کہ آصف بن برخیا کی امامت و وصایت کے بارے میں بھی کوئی اختلاف واقع نہ ہو اور مخلوق خدا بے تامل اُن کو حجّتِ خدا سمجھ لے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات بابت پارۂ دوم

بقیہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۳ اور یہودیوں کا ایک گروہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنہوں نے عرض کی کہ اے محمدؐ! یہ قبلہ بیت المقدس جس کی طرف چودہ برس آپ نے نماز پڑھی اور اب آپ اُسے چھوڑ بیٹھے تو آیا یہ برحق تھا؟ اور اب آپ اُس کو چھوڑ کر (معاذ اللہ) باطل کی طرف ہو گئے۔ اس لئے کہ حق کے جو کچھ مخالف ہو وہی باطل ہے یا (معاذ اللہ) وہ قبلہ ہی باطل تھا جسکی طرف اتنی مدت تک آپ نماز پڑھتے رہے تو اس کا کیا اطمینان ہے کہ اب باطل پر نہیں ہیں؟ جناب رسولِ خدا نے جواب میں فرمایا کہ وہ بھی حق تھا اور یہ بھی حق ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۳ سطر ۲) اے بندگانِ خدا جب اُس نے تمہاری بہتری اس میں سمجھی کہ تمہارے مُنہ مشرق کی طرف رہیں تو تم کو اس کا حکم دیدیا اور جب تمہاری بہتری اس میں جانی کہ تمہارے مُنہ مغرب کی طرف رہیں تو تمکو اُسکا حکم دیدیا پس اللہ تعالیٰ جو تدبیریں اپنے بندوں کیلئے کرتا ہے اور جن جن امور میں اُنکی مصلحتیں سمجھتا ہے تم کو اُس میں چون وچرا کرنیکا حکم نہیں ہے پھر آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ تم لوگ سبت کے دن کام چھوڑ دیتے ہو پھر اُسکے بعد اور دنوں میں وہ سارے کام کرتے ہو پھر سبت کے دن اُن کاموں کو چھوڑ دیتے ہو پھر اُسکے بعد سب کام کرتے ہو تو آیا تم حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہو یا باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف آتے ہو یا باطل کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہو یا حق کو چھوڑ کر حق کی طرف آتے ہو۔ اب جو جی چاہے جواب میں کہو وہی محمدؐ (مصطفےٰ) کا قول اور اُن کا بھی جواب تمہارے لئے ہوگا۔ یہودی کہنے لگے کہ سبت کے دن کا کام چھوڑنا بھی حق ہے اور اُس کے بعد کام کرنا بھی حق ہے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ بس اسی طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا بھی اپنے وقت میں حق تھا اور کعبہ کا قبلہ ہونا بھی اپنی جگہ برحق ہے۔ اب وہ کہنے لگے کہ اے محمدؐ! جیسا تمہارے خیال کے بموجب تمہارے خدا تعالےٰ نے تم کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو جب اُسے بدل کر کعبہ کی طرف نماز کا حکم دے دیا تو کیا خدا کو بداء واقع ہوا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس میں خدا کو کوئی بداء واقع نہیں ہوا اس لئے کہ جو کاموں کے انجام کا جاننے والا ہو وہ اپنی ذات میں کوئی غلطی نہیں پکڑ سکتا اور نہ پہلے کے خلاف کوئی رائے قائم کیا کرتا ہے اُس کی شان اس سے کہیں زیادہ رفیع ہے نہ اُس کے لئے کوئی ایسا مانع ہو سکتا ہے جو اس کے مقصود و مراد سے اُس کو روکے اور نہ ایسے اوصاف والے کے لئے بداء واقع ہو سکتا ہے اُس کی شان تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ اُس سے کسی غلطی کے واقع ہونے کا احتمال ہو سکے۔ پھر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے یہودیو! ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ خدا تعالےٰ کسی کو بیمار بنا دیتا ہے اور

اُسی کو تندرست کر دیتا ہے اور کسی کو تندرست کرتا ہے اور پھر اُسی کو بیمار بنا دیتا ہے آیا اس میں اُسے بداء واقع ہو جاتا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں تو فرمایا بس اسی طرح اُس نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ کو حکم دیا کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھا کریں۔ بعد اس کے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے چکا تھا پس اُس کے پہلے حکم میں کوئی بداء واقع نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ آیا ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گرمی کے بعد جاڑا لے آتا ہے اور جاڑے کے بعد گرمی۔ کیا ان میں سے ہر موسم کے لانے میں اُس کو بداء واقع ہوتا ہے؟ اُنہوں نے کہا نہیں! فرمایا بس اسی طرح قبلہ کی تبدیلی میں بھی بداء واقع نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ اُس نے جاڑے میں تم پر یہ واجب نہیں کیا ہے کہ موٹے کپڑے پہنکر سردی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اور گرمی میں اپنے آپ کو حرارت سے بچایا کرو۔ آیا گرمی میں اُسے بداء واقع ہو جاتا ہے کہ تم کو اُس حکم کے خلاف حکم دینے لگتا ہے جو حکم وہ جاڑے میں دے چکا تھا؟ اُنھوں نے عرض کی کہ نہیں! فرمایا بس اسی طرح وہ تمہاری صلاح کے بموجب تم کو ایک حکم دیتا ہے اور دوسرے وقت میں دوسری صلاح کے بموجب دوسرا حکم دیتا ہے اگر تم دونوں حالتوں میں خدا کی اطاعت کروگے تو ضرور تم خدا کے ثواب کے مستحق ہوگے۔ اسی کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل کی ہے لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر ۷) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اُس کے حکم کی بجا آوری کی طرف توجہ کی ہے تو جو رضا حاصل کرنا تمہارا مقصود ہے اور جو ثواب ملنے کی تمہیں اُمید ہے وہ تو ایسی ہی توجہ سے میسر ہوگی پھر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے بندگانِ خدا تم لوگ مثل مریض کے ہو اور اللہ تمام عالم کا پروردگار مثل طبیب کے ہے اور مریض کی خیر و صلاح اُسی میں ہے جو کچھ طبیب اُس کو بتلائے۔ اور اُس کے لئے تجویز کرے نہ اُس میں جس کو مریض کا دل چاہے اور مریض اُس کی فرمائش کرے آگاہ ہو کہ تم کو خدا کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے کہ اُسی سے تم کامیاب ہوگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۳۶

قول مترجم: اس آیت کے تمام الفاظ سے عام امتحان کا حتمی وعدہ ظاہر بظاہر صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور خاص بندوں کے خاص امتحان کا خاص اشارہ اس خاص شان سے موجود ہے کہ وعدۂ امتحان نون ثقیلہ کے ساتھ کیا گیا ہے جو چودہ صیغوں پر داخل ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چودہ بندوں کا امتحان خاص ہوگا۔ یہ ذکر تو چہاردہ معصومین علیہم السلام کے امتحان کا تھا۔ اب خاص مؤمنین کے خاص امتحان کا ذکر کتاب اکمال الدین میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت میں جن آزمائشوں کا ذکر ہے وہ قائم آل محمد کے ظہور کی علامتیں ہیں کہ اُس وقت مؤمنین کا خدا کی طرف سے امتحان ہوگا۔ یہ جو خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ یہ خوف بنی اُمیہ کے اُن بادشاہوں سے ہوگا جو اُن کے غلبہ کے آخر زمانہ میں ہوں گے اور یہ جو فرمایا وَالْجُوعِ

یہ اُس زمانے میں نرخ حد سے زیادہ مہنگے ہو جانے سے ہوگا اور یہ جو فرمایا وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ یہ تجارتوں کے خراب ہو جانے سے اور فصلوں کے کم ہو جانے سے ہوگا اور یہ جو فرمایا وَالْاَنْفُسِ یہ طرح طرح کی مَوت کے واقع ہونے سے ہوگا۔ اور وَالثَّمَرَاتِ جو فرمایا ہے یہ جو کچھ زراعت کرینگے اس میں کمی پیداوار کی وجہ سے ہوگا اور یہ جو فرمایا بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ یہ خوشخبری اُن لوگوں کو دئے جانے کا حکم ہے جو اِن مصیبتوں کے وقت میں قائم آلِ محمدؐ کے خروج کے منتظر ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس آیت کی تاویل ہے اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۱۷ سطر ۸)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۳۶

(قول مترجم) مناسک حج میں یہ بھی داخل ہے کہ صفاؤ مروہ کے درمیان هَرْوَلَه کر کے دوڑے۔ حج کے تمام احکام معلوم کرنے کے لئے تحفۃ المقبول کتاب الحج ملاحظہ کیجئے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ اس آیت کی تفصیل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کی بابت سوال کیا گیا تھا کہ آیا یہ واجب ہے یا سُنّت؟ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ واجب ہے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ آیا خدا تعالےٰ یہ نہیں فرماتا کہ لَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا جس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اُس پر کچھ الزام نہیں ہے کہ ان دونوں کے مابین سعی کرے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جو مطلب تم سمجھے ہو وہ عمرۂ قضا سے متعلق تھا اور واقعہ اُس کا یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے مشرکین مکّہ سے شرط کر لی تھی کہ آنحضرتؐ کے عمرہ بجالانے کے وقت وہ صفاؤ مروہ پر سے بُتوں کو ہٹا لیں گے۔ پس ایک شخص اُن دنوں میں اور کاموں میں مشغول رہا اور سعی نہ بجالایا۔ دن ختم ہو گئے بُت پھر اپنی جگہ لوٹائے گئے لوگوں نے آکر عرض کی کہ فلاں شخص نے صفاؤ مروہ کے مابین سعی نہیں کی اور سب بُت اپنی جگہ لوٹا دئے گئے ہیں اس پر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ پس اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہاڑ تو درحقیقت خدا کی نشانیوں میں داخل ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جب وہ اپنے قضا شدہ مناسک ادا کرے تو گو اُن پہاڑوں پر بُت بھی رکھے ہوں۔ لیکن چونکہ اس کی نیت میں تعمیلِ حکمِ خدا ہے اس لئے (ایسی حالت میں بھی سعی کرنے کے باعث اُس پر) کوئی الزام نہیں اور تفسیر قمّی میں ہے کہ قریش نے اپنے بُت صفاؤ مروہ کے مابین قائم کر لئے تھے اور جب سعی کرتے تو اُن کو بھی چھو لیا کرتے تھے۔ جب غزوۂ حدیبیہ میں جنابِ رسولِ خدا سے صُلح قرار پائی اور اُس وقت آنحضرتؐ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا تو یہ شرط کر لی تھی کہ سال آئندہ بیت اللہ کو آنحضرتؐ کے لئے خالی کر دیں گے تاکہ آپ تین دن عمرہ بجالائیں اور پھر وہاں سے چلے آئیں۔ چنانچہ سنہ ہجری میں جب آنحضرتؐ عمرہ بجالانے کے لئے داخلِ مکّہ ہوئے تو

قریش سے فرمایا کہ اپنے بتوں کو صفا و مروہ کے درمیان سے ہٹا لو تاکہ میں سعی کروں چنانچہ اُنہوں نے اُن کو ہٹا لیا الیٰ آخر الحدیث۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مسلمان یہ گمان کیا کرتے تھے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا مشرکین کا فعل ہے۔ لہٰذا خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نیز اُنہی حضرت سے یہ بھی منقول ہے کہ صفا و مروہ کے مابین دوڑنا خدائے تعالےٰ نے گردن کشوں کی کسرِ شان کے لئے قرار دیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴۹ متعلق صفحہ ۴۹

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اُوپر والی آیت میں جن اشخاص کا ذکر ہے اور جن کی تفصیل ہم نوٹ نمبر ۳ کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں) وہ اپنے ظلم اور اپنی بدیوں سے زراعت کو بھی برباد کریں گے۔ اور مخلوق خدا کو بھی **صاحبِ تفسیر صافی** فرماتے ہیں کہ ان کے ظلم کی شومی سے خدائے تعالےٰ بارش کو روک لیگا جس سے مخلوقِ خدا بھی ضائع ہو گی اور کھیتی باڑی بھی برباد ہو گی اور ظلم کے ایسے ہی اور نتیجے بھی نکلیں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۰

اہل سنت کے امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عقبہ نے اپنی کتاب ملحمہ میں اور ابو السعادات نے اپنی کتاب فضائل العشرہ میں اور امام غزالی نے اپنی کتاب الاحیاء میں اپنی اپنی روایتوں سے ابو الیقظان سے اور ہمارے علماء اثنا عشری کے گروہ نے مثل علامہ ابن بابویہ القمی اور ابن شاذان اور کلینی اور طوسی اور ابن عقدہ اور برقی اور ابن فیاض اور عبدکی اور صفوانی اور ثقفی نے اپنی اپنی سندوں سے ابن عباس سے ابی رافع سے اور ہند ابن ابی حالہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے۔ پس تم دونوں میں سے کونسا ایسا ہے جو اپنے بھائی کی خاطر موت کو قبول کرلے اور اُس کی زندگی کا طالب ہو۔ دونوں میں سے ہر ایک نے موت کو ناپسند کیا (اور اپنے بھائی کی خاطر جان دینا نہ چاہا) اس پر خدائے تعالےٰ نے اُن دونوں کی طرف وحی فرمائی کہ تم میرے ولی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مانند کیوں نہیں بنتے کہ میں نے اُس میں اور اپنے نبی محمد مصطفےٰ میں مواخات قرار دی ہے تو علیؑ مرتضےٰ نے محمد مصطفےٰ کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان خطرہ میں جھونک دی ہے اور اس کے بچھونے پر بجائے اُس کے جان دیدینے کے لئے اس وقت لیٹا ہے اور سو رہا ہے۔ تم دونوں اسی وقت زمین پر جاؤ اور اُس کے دشمنوں سے اُس کی حفاظت کرو۔ پس جبرئیلؑ اُتر کر اُن حضرت کے سرہانے بیٹھے اور میکائیل پائینتی بیٹھے اور جبرئیلؑ یہ کہنے لگے کہ اے فرزند ابو طالب مبارک ہو! مبارک ہو! آپ کا مثل و مانند کون ہو سکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے خدائے تعالےٰ

فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ اسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہٗ الخ تفسیر برہان میں المجالس کی روایت سے منقول ہے۔ حضرت ابوذر غفاری راوی ہیں کہ ابن الخطاب کے مقرر کئے ہوئے شورے کے بموجب جب جناب امیر علیہ السلام اور عثمان اور طلحہ و زبیر اور عبدالرحمٰن ابن عوف و سعد ابن ابی وقاص ایک مکان میں داخل ہوئے اور دروازہ اُس کا بند کر دیا گیا اور امر خلافت میں باہم مشورہ کرنے لگے تو چونکہ اُس نے تین دن کی مدت مقرر کر دی تھی اور یہ قرار دیدیا تھا کہ پانچ ایک بات پر متفق ہو جائیں اور ایک رائے سے علیحدہ رہے تو اُسے قتل کر دینا اور چار متفق ہو جائیں اور دو الگ رہیں تو اُن دو کو قتل کر دینا مگر جب سب ایک رائے پر متفق ہوئے تو جناب علیؑ ابن ابیطالبؑ نے اُن سے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں تم سے کہوں وہ تم سُن لو اگر وہ حق ہو تو اُسے قبول کرنا۔ اور باطل ہو تو اُس کا انکار کر دینا سب نے کہا فرمایئے تو حضرتؑ نے اپنے فضائل بیان کرنا شروع کئے اور وہ سب کے سب قبول کرتے جاتے تھے۔ اُس وقت جناب امیرؑ نے منجملہ اور فضائل کے یہ بھی فرمایا کہ آیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس کے بارے میں آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہٗ الخ نازل ہوئی ہو اور آیا میرے سوا کوئی اور تھا جو شب ہجرت جناب رسول خدا کے بچانے کے لئے اُنکے فرش خواب پر سویا ہو۔ اُن پانچوں نے اقرار کیا کہ آپ کے سوا کوئی اور نہ تھا اور یہ آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے

قول مترجم - اہلسنت کی تو کتب احادیث میں اور اہل تشیع کی گیارہ کتب میں معتمد اور معتبر راویوں سے یہ حدیث منقول ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مگر تعصب کا خدا منہ کالا کرے کہ متاخرین میں ایسے بے حیا بھی پیدا ہوئے جو اس حدیث کے بارے میں شکوک پیدا کرتے ہیں اور علیؑ مرتضےٰ کی کوئی فضیلت سُننا پسند نہیں کر سکتے۔ بلکہ حضرتؑ کے ذکر سے انگاروں پر لوٹ جاتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۱

کافی میں جناب امام جعفر صادق اور جناب امام محمد باقر علیہما السلام سے منقول ہے کہ یہ لوگ شام کے شہروں میں سے ایک شہر کے رہنے والے تھے اور ان کے ستر ہزار گھر تھے جن میں طاعون ہر موسم میں واقع ہوتا رہتا تھا پس جب اُسے آتا معلوم کرتے اُس شہر کے دولتمند تو بوجہ اپنی قوت کے شہر کے باہر چلے جاتے اور مفلس بوجہ اپنے افلاس و کمزوری کے شہر میں رہتے اور جو لوگ شہر میں رہتے اُن میں موت زیادہ تر واقع ہوتی اور جو شہر سے نکل جاتے اُن میں کم واقع ہوتی۔ پس نکل جانے والے یہ کہا کرتے کہ اگر ہم شہر میں رہے ہوتے تو ہم میں بھی زیادہ مری پھیل جاتی اور جو رہ جانے والے ہوتے وہ یہ کہا کرتے کہ اگر ہم نکل گئے ہوتے تو ہم میں سے ضرور کم مرتے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پر اُن سب نے باہم اتفاق کر کے یہ رائے طے کر لی کہ اب جب طاعون واقع ہو اور مرض محسوس ہو تو ہم سب شہر سے نکل جائینگے

چنانچہ جب طاعون محسوس ہوا تو وہ سب نکل گئے اور موت کے ڈر سے طاعون سے بچنے کے لئے کسی طرف کو چل دیئے پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا وہ شہر بشہر سفر کرتے چلے گئے یہاں تک کہ ایک اُجڑی ہوئی بستی کے پاس گزرے جس کے باشندے کچھ تو اُس سے نکل گئے تھے اور بقیہ کو طاعون نے فنا کر دیا تھا۔ پس یہ لوگ اُس میں جا اترے۔ پس جب اپنے اپنے اسباب ٹھکانے لگا چکے اور مطمئن ہو گئے تو خدائے تعالےٰ نے اُن کو حکم دیا کہ تم سب مر جاؤ چنانچہ وہ اُسی ساعت میں سب مر گئے اور خاک ہو گئے جو چمکتی تھی اور یہ شاہراہ پر مرے پڑے تھے۔ پس آنے جانے والوں نے اُن کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دیا اور وہاں انبیاء بنی اسرائیل میں سے حزقیلؑ نامی ایک نبی کا گزر ہوا۔ اُنہوں نے یہ ہڈیاں دیکھیں تو بہت روئے اور عرض کی کہ اے پروردگار اگر تو چاہے تو ایک ہی ساعت میں ان کو زندہ بھی کر سکتا ہے۔ جیسے کہ تو نے اِن کو موت دے دی کہ یہ تیرے شہروں کو آباد کریں گے اور تیرے بندے اِن سے پیدا ہوں گے اور یہ جو دوبارہ زندگی پائیں گے نئے پیدا ہونے والوں کے ساتھ مِل کر تیری عبادت کیا کریں گے خدائے تعالےٰ نے بذریعہ وحی اُن سے دریافت کیا کہ آیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ ہم ان کو زندہ کر دیں؟ اُنہوں نے عرض کی کہ پروردگارا! ضرور۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ نے اُن سب کو زندہ کر دیا اور صورت اُس کی یہ ہوئی کہ اُن نبی کو وحی فرمائی کہ تم فلاں فلاں الفاظ اپنی زبان پر جاری کرو اُنہوں نے حکم کے مطابق وہ الفاظ جاری کئے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ الفاظ اسمِ اعظم تھے جیسے ہی حضرت حزقیلؑ نے وہ الفاظ ادا کئے دیکھا کہ وہ ہڈیاں دوڑ دوڑ کر ایک دُوسرے سے مناسب و موزوں مقامات پر مِل گئیں اور وہ سب لوگ زندہ ہو کر لگے ایک دُوسرے کی طرف دیکھنے اور خدائے تعالےٰ کی تسبیح و تکبیر و تہلیل کرنے۔ اُس وقت حضرت حزقیلؑ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ قصہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

العوالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث مذکور ہے جس میں اہلِ فارس کی عید نوروز کا ذکر کیا گیا ہے اُس میں حضرتؑ نے فرمایا کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی نے اپنے پروردگار سے یہ عرض کی تھی کہ اُن لوگوں کو زندہ کر دے جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے نکل گئے تھے اور پھر تو نے اُن کو بھی موت دی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اُن نبی کو وحی فرمائی کہ تم اُن کی قبروں پر پانی چھڑک دو۔ چنانچہ اُنہوں نے اِس نوروز کے دن اُن پر پانی چھڑکا تھا اور وہ زندہ ہو گئے تھے۔ اور وہ تعداد میں تیس ہزار تھے۔ یہیں سے نوروز کے دن پانی چھڑکنا قدیم زمانہ کی سُنّت ثابت ہے۔ سوائے راسخون فی العلم کے اور کوئی اس کا سبب نہیں جانتا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے انہی لوگوں کے بارے میں سوال کیا

گیا تھا جن کو خدا نے حکم دیا کہ مرجاؤ اور پھر اُن کو زندہ کیا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اُن کو زندہ دیکھا تھا۔ تو آیا پھر اُن کو موت دے دی تھی یا اُنہیں دنیا میں رہنے کی مہلت دی تھی کہ وہ مکانوں میں آباد ہوئے ہوں اور کھانا کھاتے ہوں؟ فرمایا موت نہیں دی تھی بلکہ اُن کو دنیا میں بھیج دیا تھا کہ وہ مکانوں میں بھی رہے اور اُنہوں نے کھانے بھی کھائے اور عورتوں سے مباشرت بھی کی۔ اور جتنی مدت خدا کو منظور تھا دنیا میں رہے بھی پھر اپنی اپنی موت سے (مختلف اوقات میں) مر بھی گئے۔

تمام شد

ضمیمجات

پارۂ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ بستم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۱۲

تفسیر مجمع البیان میں بعینہٖ یہی قصہ بروایت تفسیر عیاشی حضرت ابوذر غفاری سے منقول ہے۔ اور کافی میں بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ چھ چیزیں مجھ کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ علم المنایا۔ علم البلایا۔ علم الوصایا۔ فصل الخطاب۔ صاحب الکرات اور دولت الدول میں ہوں اور صاحب عصا و میسم یعنی وہ دابہ جو لوگوں سے کلام کریگا میں ہی ہوں

قول مترجم۔ علم المنایا۔ منایا جمع ہے منیہ کی اور منیہ کے معنی ہیں موت۔ لہذا علم المنایا کے معنی ہوئے علم اوقات وفات۔ علم البلایا۔ بلایا جمع ہے بلیہ کی اور بلیہ کے معنی ہیں امتحان و آزمائش اور علم البلایا کے یہ معنی ہیں کہ خاصان خدا کی اور عام مخلوق خدا کی کس کس طرح آزمائش کی جائے گی اور کس کس چیز سے اور کس کس زمانہ میں۔ علم الوصایا۔ وصایا جمع وصیت کی ہے اور جب وہ خدا کی طرف منسوب ہو تو اس سے مراد خاص احکام ہیں جیسے فرمایا "وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا" دیکھو صفحہ ۸۰۳ سطر ۵) اور "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ" (دیکھو صفحہ ۱۲۳ سطر ۵) اور جب انبیاء کی طرف منسوب ہو تو اس سے مراد ہوتی ہے، وہ احکام جو انبیاء محافظت شریعت کے واسطے اپنے نائب و قائم مقام کو دیتے ہیں۔ اسی لئے وہ قائم مقام اوصیاء کہلاتے ہیں جیسے کہ شیثؑ وصی آدم علیہ السلام تھے اور سامؑ بن نوحؑ وصی نوحؑ تھے۔ اور یوحنا بن حنان ابن عم ہودؑ وصی ہودؑ تھے۔ اور اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ ابنائے ابراہیمؑ وصی ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اور یوشع بن نون وصی موسےٰ علیہ السلام تھے۔ اور شمعونؑ بن حمون الصفا جو مریمؑ کے چچا تھے وہ وصی عیسےٰ علیہ السلام تھے۔ اور علیؑ مرتضےٰ ابن عم محمدؐ المصطفےٰ وصی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

یا وہ احکام مراد ہوتے ہیں جو امت کو اوصیاء کی متابعت کے متعلق دیں۔

اور جب وصیت عام لوگوں کی طرف منسوب ہو تو اس سے مراد وہ آخری خواہش ہوتی ہے جو اپنی اولاد یا مال کے لئے کر جائیں۔ پس علم الوصایا ان سب قسم کی وصیتوں پر حاوی ہے۔

فصل الخطاب کے معنی کے لئے دیکھو صفحہ ۷۲۵ نوٹ نمبر ۳۔

صاحب الکرات اور دولت الدول سے مراد ہے زمانۂ رجعت میں آنے والا۔

صاحب عصا و میسم۔ میسم کے معنی ہیں نشان کرنے کا آلہ۔ یعنی انگوٹھی۔

الاکمال میں ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے دجال اور اُس کے قاتل کا تذکرہ کرکے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد الطامۃ الکبرٰی ہوگی۔ کسی نے عرض کی یا امیرالمؤمنین! طامۃ الکبرٰی کیا چیز ہے؟ حضرت نے فرمایا کوہِ صفا کے قریب سے دابۃ الارض کا نکلنا۔ اُس کے پاس حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور جناب موسٰےؑ کا عصا ہوگا۔ ہر مومن کی پیشانی پر وہ اُسی انگشتری سے مُہر کردے گا جس میں یہ نقش ہو جائے گا کہ "ھٰذَا مُؤْمِنٌ حَقًّا" (یہ سچا مومن ہے) اور عصائے موسٰےؑ ہر کافر کے چہرے پر مارے گا جس سے ایک خط پڑ جائے گا اور اُس میں لکھا ہوگا۔ ھٰذَا کَافِرٌ حَقًّا (یہ پکا کافر ہے) ایماندار بندہ کافر سے کہیگا وائے ہو تجھ پر یقیناً ویل تیرے لئے ہے۔ اور کافر جواب میں یہ کہیگا۔ اے مومن! خوشا حال تیرا کاش کہ میں بھی تجھ جیسا مومن ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا۔ پھر وہ دابۃ الارض مشرق اور مغرب کے درمیان بحکمِ خدا اپنا سر آسمان کی طرف بلند کرے گا۔ یہ واقعہ اُس زمانہ میں ہوگا کہ جب آفتاب سمتِ مغرب سے طلوع کیا کرے گا۔ اُس وقت دروازۂ توبہ بند ہو جائے گا۔ پھر نہ کسی کی توبہ قبول ہوگی اور نہ کوئی عمل قبول کیا جائے گا۔ اور جو شخص پہلے سے ایمان نہ لا چکا ہوگا یا اپنے ایمان کے بارے میں کسی نیکی کا اکتساب نہ کر چکا ہوگا تو اُس وقت کا ایمان لانا اُس کے لئے کچھ مفید نہ ہوگا۔ پھر فرمایا اس کے بعد کے حالات مجھ سے دریافت نہ کرنا کہ میرے حبیب جنابِ رسولِ خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ میں سوائے اپنی ذریت کے اور کسی کو اُن حالات کی خبر نہ دوں۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ دابۃ الارض کا طول ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ نہ کوئی اُس کو پکڑ سکے گا اور نہ کوئی اُس سے بھاگ سکے گا۔ مومن کی دونوں آنکھوں کے مابین وہ نشان لگائے گا پس کندہ ہو جائے گا "مؤمن"۔ اسی طرح کافر کی بھی دونوں آنکھوں کے مابین نشان کردے گا جس سے لکھا جائیگا "کافر"۔ اُس کے ہمراہ جناب موسٰےؑ کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی انگشتری ہوگی۔ مومن کا چہرہ عصائے موسٰےؑ لگانے سے چمکنے لگے گا۔ اور کافر کی پیشانی انگشتری سلیمانؑ سے داغی جائے گی (کوئی کسی کا نام نہ لیگا) ایک دوسرے کو یا "مومن" اور یا "کافر" کہہ کے آواز دیا کرینگے۔

جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے کسی نے دابۃ الارض کا حال دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا آگاہ ہو کہ وہ کوئی دُمدار جانور نہیں ہے بلکہ وہ تو صاحبِ ریش انسان ہے۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا (قیامت سے پہلے) دابۃ الارض ظاہر ہوگا۔ اُس کے پاس عصائے موسےٰ اور سلیمان بن داؤد کی انگشتری ہوگی۔ مومن کا چہرہ عصائے موسےٰ کی وجہ سے روشن و منور کر دے گا۔ اور کافر کا منہ انگشتری کے سبب سے داغدار کر دے گا۔ (قولِ مترجم۔ روایتیں دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ معنی میں کوئی منافات نہیں۔ بہرحال ایک مؤمن کی علامت ہوگی اور ایک کافر کی۔ منافقوں کے یہاں بھی روایات کی یہی حالت ہے۔

اصبغ بن نُباتہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ دیکھا میں نے کہ وہ حضرت سرکہ اور زیتون سے روٹی تناول فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا امیرالمؤمنین قولِ خدا وَاِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ میں دابۃ الارض کیا چیز ہے؟ حضرت نے فرمایا اُس سے مراد وہ دابہ ہے جو سرکہ اور زیتون سے روٹی کھا رہا ہے۔

اصبغ بن نُباتہ کہتے ہیں کہ ایک دن معاویہ بولا اے گروہِ شیعہ تمہارا یہ گمان ہے۔ کہ دابۃ الارض سے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں۔ میں نے جواب دیا ہمارا تو کیا ذکر ہے۔ یہودی مذہب والے بھی یہی کہتے ہیں۔ راس جالوت کو بُلا کر دریافت کرلے (جب وہ آیا تو) معاویہ ملعون بولا وائے ہو۔ تجھ پر کیا تم لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دابۃ الارض کا وجود ہوگا۔ اُس نے کہا ہاں ضرور ہوگا۔ معاویہ نے پوچھا دابۃ الارض کیا چیز ہے؟ اُس نے جواب دیا ہوتا کیا۔ آدمی ہے۔ معاویہ نے کہا اُس کا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا دابۃ الارض کا نام اِلیّا ہے۔ پس معاویہ میری طرف متوجہ ہوکے کہنے لگا وائے ہو تجھ پر اے اصبغ لفظ اِلیّا علیؑ سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے۔

بروایتِ عبداللہ بن یسار جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا ہے۔ اے محمدؐ! اوصیائے ائمہ میں سب سے پہلے میں نے علیؑ بن ابیطالب سے عہد و پیمان لیا تھا اور سب اماموں کے بعد علیؑ ابن ابیطالب کی رُوح قبض کروں گا۔ علیؑ ابن ابیطالب ہی وہ دابۃ الارض ہے جو آدمیوں سے کلام کریگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۱۴

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام کو چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ بھی اُن میں سے ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے۔

وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ الخ

معانی الاخبار میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ حضرت علی ابن ابیطالب و حسنین علیہم السلام کی طرف نظر کرکے خوب روئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد کمزور بنا دیے جاؤ گے۔ کسی نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا مقصود جناب رسولِ خدا کا یہ تھا کہ تم میرے بعد خلقت کے امام ہو۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا یہ آیت قیامت تک ہمارے ہی بارے میں جاری رہیگی۔

المجالس میں ہے انہی ہی جناب نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے لئے ہے اور ہماری ہی شان میں ہے

الاکمال والغیبۃ میں مروی ہے کہ جناب قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

الجوامع میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں۔ قسم ہے خدا کی جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر مبعوث کیا ہے۔ ہم اہل بیت میں سے نیک لوگ اور اُن کے شیعہ جناب موسےٰ علیہ السلام اور اُن کے شیعوں کی مانند ہیں۔ اور ہمارے دشمن اور اُن کے پیرو فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی سی منزلت رکھتے ہیں۔

تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ سے بروایت حضرت موسےٰ ابن قاسم جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پڑوسی تھے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب حکیمہ خاتون بنت جناب محمد تقی علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے بھتیجے ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہما السلام نے مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ پھوپی اماں آج کی رات آپ ہمارے ہاں روزہ افطار فرمائیے گا اس لئے کہ یہ شب پانزدہم شعبان ہے اور خدائے تبارک و تعالے اسی شب میں اپنی حجت کو ظاہر کرے گا اور وہ خدائے تعالے کی زمین میں اُس کی حجت بن کر رہے گا۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے امامِ زمانہ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ تو فرمائیے کہ اُس حجتِ خدا کی ماں کون سی ہوگی؟ فرمایا نرجس خاتون۔ میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں تو نرجس خاتون میں کوئی علامت حمل کی پاتی نہیں۔ فرمایا یہ صحیح ہے مگر ہوگا وہی جو میں آپ سے کہتا ہوں۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں گھر میں گئی۔ اور جب سلام کرکے

بیٹی تو نرجس خاتون میرے پاس آکر میری جُرابیں اُتارنے لگیں اور مجھ سے کہتی جاتی تھیں کہ اے میری سیدہ آپ کا مزاج تو اچھا ہے۔ میں نے جواب میں کہا۔ کہ سیدہ اور سردار تو میرے سارے کُنبہ کی اب تم ہو۔ جنابِ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس پر نرجس خاتون کہنے لگیں کہ پھوپی اماں آپ یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ بزرگی تو آپ ہی کی ہے۔ جنابِ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اُس پر میں نے یہ کہا کہ بیٹی آج کی رات میں خدائے بزرگ و برتر تمہیں ایسا بچہ عنایت فرمائے گا جو دنیا و آخرت کا مالک و سردار ہوگا۔ (پھر تمہاری بزرگی میں کیا شک رہا) یہ سُن کر جنابِ نرجس خاتون بیٹھ گئیں اور شرما سی گئیں۔ جنابِ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو میں نے روزہ افطار کیا۔ کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد اپنے بستر پر جا لیٹی اور سو رہی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نمازِ شب کے لئے اُٹھی اور جب نمازِ شب سے فارغ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ نرجس خاتون سو رہی ہیں اور کوئی نئی بات اُن کے لئے نہیں ہوئی۔ پھر میں بیٹھی تعقیبات پڑھتی رہی۔ پھر لیٹ گئی۔ پھر گھبرا کر جاگ اُٹھی۔ اُس وقت بھی دیکھا کہ وہ سو رہی ہیں۔ پھر دیکھا کہ نرجس خاتون اُٹھیں پھر اُنہوں نے نماز پڑھی اور اُس کے بعد پھر سو رہیں۔ جنابِ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اب تو میرے دِل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ اِس پر ابو محمد علیہ السّلام اپنے مقام سے بآوازِ بلند بولے کہ پھوپی اماں جلدی مت کرو۔ وقت آپہونچا۔ یہ حضرت فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ میں پڑھ ہی رہی تھی کہ نرجس خاتون گھبرائی ہوئی اُٹھیں۔ اور میں لپک کر اُن کے پاس پہنچی اور میں نے کہا بیٹی! اللہ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ کیا تمہیں کوئی چیز محسوس ہوتی ہے؟ بولیں ہاں پھوپی اماں! محسوس ہوتی ہے تو میں نے کہا بیٹی! تم اپنے حواس ٹھکانے کر لو۔ اور اپنی ساری توجہ ایک ہی طرف مبذول کرو۔ یہ وہی بات ہے جو میں تم سے کہہ چکی تھی۔ جنابِ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ پھر مجھے ذرا غنودگی سی آگئی اور اب جو میں اس غنودگی سے چونکتی ہوں تو معلوم ہوا کہ امام نے مجھے چھو کے ہوشیار کیا۔ اور کپڑا اٹھا کر دکھایا تو یکایک دیکھتی کیا ہوں کہ حجتِ خدا تمام سجدہ کرنے والے اعضاء کو زمین پر ٹکائے ہوئے سجدۂ خدا میں پڑے ہیں۔ میں نے اُنہیں اُٹھا کر چمٹا لیا تو دیکھتی کیا ہوں کہ ہر طرح سے پاک و پاکیزہ اور صاف و ستھرے ہیں۔ پس ابو محمد علیہ السّلام نے پُکار کر کہا کہ پھوپی اماں! میرے بچّہ کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اُسے اُن کی خدمت میں لے گئی تو حضرت نے ایک ہاتھ تو اُن کی پیٹھ کے نیچے رکھا اور اس طرح اُٹھایا کہ اُن کے پاؤں اپنے سینہ پر رکھ لئے۔ پھر اپنی زبانِ مبارک اُن کے مُنہ میں دے دی۔ اور اپنا دوسرا ہاتھ اُن کی آنکھوں۔ کانوں اور تمام جوڑوں پر پھرایا۔ پھر فرمایا کہ بیٹا بولو! تو حجتُ اللہ یہ بولے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اُس کے بعد جناب امیرالمؤمنین پر اور آئمہ علیہم السّلام پر تا آنکہ خود اپنے والدِ ماجد پر درُود بھیجا پھر چُپ ہو گئے۔ پھر ابو محمد علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا لو پھوپی اماں! اب انہیں اِن کی ماں کے پاس لے جاؤ کہ یہ اُنہیں بھی سلام کرلیں اور پھر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ میں اُن کو لے گئی۔ اُنہوں نے اپنی والدہ کو سلام کیا اور میں پھر اُنہیں واپس لے آئی اور بیٹھک میں حضرتؑ کے حوالے کر دیا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ پھوپی اماں! اب جب ساتواں دن ہو (اہلِ ہند کے اعتبار سے چھٹی) تو پھر تشریف لائیے گا۔ حکیمہ خاتونؑ فرماتی ہیں کہ صبح ہوئی تو میں امام زمان ابو محمد علیہ السّلام کے سلام کو حاضر ہوئی۔ اور پردہ اُٹھا کر اپنے آقا حجّتِ خدا کو تلاش کیا تو اُنہیں نہ دیکھا۔ میں نے امامؑ زمان کی خدمت میں عرض کی کہ قربان ہو جاؤں۔ میرے آقا و سردار حجّتِ خدا کیا ہوئے؟ فرمایا کہ پھوپی اماں! ہم نے اُن کو اُسی کے سپرد کر دیا ہے جس کے سپرد موسےٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسےٰ علیہ السّلام کو کر دیا تھا۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب ساتواں دن ہوا تو میں حضرتؑ کی خدمت میں آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ میرے بچہ کو لے آؤ تو میں اپنے آقا و سردار حجّتِ خدا کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے گئی تو اُس دن بھی ویسے ہی عمل کیا جیسے پہلے دن کیا تھا۔ پھر اپنی زبان اُن کے مُنہ میں اِس طرح دے دی گویا اُن کو دودھ پلا رہے ہیں یا شہد چٹا رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیٹا! باتیں تو کرو۔ تو حجّتِ خدا نے پہلے تو فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ پھر جنابِ محمد مصطفےٰ اور جنابِ امیرالمؤمنین اور دیگر ائمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر درُود بھیجا۔ یہاں تک کہ اپنے والدِ ماجد پر درُود بھیجکر ٹھہر گئے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۙ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ راوی حدیث موسےٰ ابنِ قاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسن عسکری علیہ السّلام کے خادم عَقَبہ سے یہ واقعہ دریافت کیا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ جنابِ حکیمہ خاتونؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ہے۔

الخصائص میں سید رضی علیہ الرحمہ نے باسنادِ خود بروایتِ سہل ابن کہیل خدائے تعالےٰ کے اس قول وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (دیکھو صفحہ ۶۳۳ سطر ۲) کی تفسیر میں فرمایا کہ اِن والدین میں سے ایک علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔ پھر فرمایا کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین صلوات اللہ وسلامہ علیہ

فرمایا کرتے تھے۔ کہ دنیا بعد اس کے کہ ہم سے روگردان رہی ہے ضرور ہے کہ ہم پر ویسی ہی مہربان ہوگی جیسی کٹکھنی اونٹنی آخر اپنے بچہ پر مہربان ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَنُرِيدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ الخ (قولِ مترجم) اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں۔ ہم نے بنظر اختصار ایک ہی کا لکھنا کافی سمجھا۔

مسند فاطمہ علیہا السلام میں ابوجعفر محمد ابن جریر طبری علیہ الرحمہ نے بروایت جناب سلمانؓ فارسی لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر نے کوئی نبی اور کوئی رسول ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس کے لئے بارہ نقیب مقرر نہ کئے ہوں۔ سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ مضمون تو میں اہلِ توریت اور اہلِ انجیل سے بھی سن چکا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اے سلمان! میرے نقیبوں کو بھی جانتے ہو۔ ذرا یہ تو بتلا دو کہ وہ بارہ کون سے ہیں جن کو میرے بعد اس اُمت کے لئے خدائے تعالےٰ نے منتخب فرمایا ہے؟ سلمانؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی کہ اس سے تو اللہ اور اُس کا رسول ہی زیادہ واقف ہیں۔ اس پر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا اچھا اب غور سے سن لو! سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے مجھ کو اپنے نور کے خلاصہ سے پیدا کیا اور مجھے (اپنی معرفت و عبادت کی) دعوت دی۔ میں نے اُس کی اطاعت کی۔ پھر میرے نور سے علیؑ کو پیدا کیا اور اُسے (اپنی معرفت و عبادت کی اور میری معرفت و اطاعت کی) دعوت دی۔ اُس نے بھی خدائے تعالےٰ کے حکم کی اطاعت کی۔ پھر علیؑ کے نور سے فاطمہ علیہا السلام کو پیدا کیا۔ اور اُس کو (اپنی معرفت و عبادت اور ہماری معرفت و اطاعت کی) دعوت دی پس اُس نے بھی حکمِ خدا کی اطاعت کی۔ پھر مجھ سے۔ علیؑ سے اور فاطمہؑ سے حسنین علیہما السلام کو پیدا کیا۔ اُن کو ویسی ہی دعوت دی اور اُنہوں نے ویسی ہی اطاعت کی۔ پھر خدائے تعالےٰ نے ہم پانچوں کے نام اپنے اسماء گرامی سے مشتق فرما کر رکھے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور خدائے تعالےٰ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔ اور خدائے تعالےٰ فاطر ہے اور یہ فاطمہؑ ہے اور اللہ (صاحب) احسان ہے اور یہ حسنؑ ہے اور اللہ محسن ہے اور یہ حسینؑ ہے۔ پھر ہم سے اور نورِ حسینؑ سے نو امامؑ پیدا کئے۔ اُن سب کو بھی ویسی ہی دعوت دی اور اُنہوں نے خدائے تعالےٰ کے حکم کی ویسی ہی اطاعت کی۔ یہ واقعہ اس سے پہلے ہوا ہے۔ کہ خدائے تعالےٰ نے آسمان کی عمارت بنائی۔ اور زمین کا فرش بچھایا۔ اور ہوا اور پانی اور فرشتے اور ہمارے سوا اور

آدمی پیدا کئے۔ ہم چودہ کے چودہ عالمِ نور میں خدائے تعالےٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ اُس کا حکم سُنتے تھے اور اُس کی اطاعت کرتے تھے۔ سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں جو ان کے مراتب پہچاننے والا ہے۔ اُس کا کیا رتبہ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمانؓ! جو ان کو ایسا پہچانے جیسا ان کے پہچاننے کا حق ہے اور جو ان کی پیروی کرے اور جو ان کے دوستوں سے دوستی کرے اور ان کے دشمنوں سے الگ تھلگ رہے وہ اللہ وہ ہم میں محسوب ہوگا۔ جہاں ہم پہنچیں گے وہیں وہ بھی پہنچے گا اور جہاں ہم رہیں گے وہیں وہ بھی رہے گا۔ سلمانؓ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آیا اُن پر مجمل ایمان لانا کافی ہے۔ بغیر اس کے کہ ہم اُن کے ناموں سے اور اُن کے رشتوں سے واقف ہوں؟ (آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیوں! نام اور رشتوں سے واقفیت کیوں نہ حاصل کرو؟) سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! بھلا مجھے اُن کی معرفت کیسے حاصل ہو؟ میں تو حسین علیہ السّلام ہی تک جانتا ہوں۔ فرمایا ہاں حسینؑ کے بعد اُن کے بیٹے علی ابن الحسین سید العابدین علیہ السّلام ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد ابن علی الملقب بہ باقر علیہ السّلام ہوں گے جس کے یہ معنی ہیں کہ انبیاؤ مرسلین اوّلین و آخرین کے جتنے علوم ہوئے ہیں اُن سب میں موشگافیاں کرنے والے یعنی ہندی کی چندی بتانے والے اور بال کی کھال نکالنے والے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے جعفر بن محمد علیہ السّلام ہوں گے۔ جو خدا کی سچی زبان ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے موسےٰ ابنِ جعفر علیہ السّلام ہوں گے۔ جو خدائے تعالےٰ کی راہ میں صبر کرنے کے سبب اپنے غصہ کو روکنے والے ہوں گے اور اسی سبب سے کاظم مشہور ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے علی بن موسےٰ علیہ السّلام ہونگے جو امرِ خدا پر یہاں تک راضی ہوں گے کہ رضا مشہور ہو جائینگے اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد ابن علی علیہ السّلام ہوں گے جن کو خدائے تعالےٰ اپنی مخلوق میں سے برگزیدہ فرمالیگا۔ اُن کے بعد راہِ خدا کے بتلانے والے علی ابن محمد علیہ السّلام ہوں گے جو ہادی مشہور ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے حسن بن علی علیہ السّلام ہوں گے جو خدا کے راز کے رازدار اور خاموش مشہور ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد ابنِ حسن علیہ السّلام ہوں گے جن کے القاب ہادی۔ مہدی۔ ناطق۔ قائم بحق اللہ (وغیرہ) ہوں گے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے سلمانؓ! تم بھی مہدی علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچو گے اور جو لوگ ایمان میں تمہاری مانند ہوں گے وہ بھی۔ اور جو حقیقتِ معرفت کے ساتھ مہدی علیہ السّلام سے تولا رکھنے والے ہوں گے وہ بھی۔ سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے خدائے تعالےٰ کا بہت ہی شکر ادا کیا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا اُن کے زمانہ تک میں زندہ رہونگا۔ فرمایا

کہ اے سلمانؓ! یہ آیت پڑھ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ (دیکھو صفحہ ۴۵۰ سطر ۲) سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس پر میرا شوق بڑھا اور میں بہت رویا۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! یہ آپ کا عہد مجھ سے ہے۔ فرمایا ہاں اُسی اللہ کی قسم جس نے محمدؐ کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے یہ عہد میری طرف سے بھی ہے اور علیؑ کی طرف سے بھی ہے اور فاطمہؑ کی طرف سے بھی ہے۔ اور حسنینؑ کی طرف سے بھی ہے اور نو اماموں کی طرف سے بھی ہے جو حسینؑ کی نسل میں سے ہوں گے اور ہر ایک اُس شخص کی طرف سے بھی ہے جو ہم میں سے ہوگا اور ہم میں آملے گا۔ خدا کی قسم اے سلمانؓ! اُس وقت ابلیس بھی حاضر کیا جائے گا اور اُس کا کل لشکر بھی۔ اور ہر وہ شخص آئے گا جس نے ایمان کو ایمان ہی سمجھ کر قبول کیا ہوگا۔ اور ہر وہ شخص بھی لایا جائے گا جو کفر کو محض کفر ہی کی خاطر سے مانتا ہوگا۔ (یعنی ہر خالص مومن اور ہر خالص کافر حاضر کیا جائیگا) تاکہ قصاص لئے جائیں اور جو خون ایسے ہوں کہ اُن کی دیت نہ لی گئی ہو اُن کی دیت دلائی جائے اور ہر خون کا کما حقہٗ بدلہ ملے اور تمہارا پروردگار کسی کے حق میں ذرا سی بھی ناانصافی نہ کرے گا۔ اس آیت وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ کے اصل مطلب کا پورا ہونا یہی ہوگا۔ سلمانؓ فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے کھڑا ہوگیا۔ اور اُس وقت سے سلمانؓ کو اس کی پروا نہیں ہے کہ موت اُسے کب آئے یا وہ موت کے منہ میں کب چلا جائے۔

شیبانی نے کشف البیان میں یہ لکھا ہے کہ جنابِ امام محمد باقر اور جنابِ امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت جناب صاحب الامر علیہ السلام کی شان میں بالخصوص نازل ہوئی ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ شاہانِ جابرین اور سرکش لوگوں کو ہلاک کریں گے۔ شرق سے غرب تک تمام زمین کے وہ جناب مالک ہوں گے۔ پس وہ حضرت تمام زمین کو عدل و انصاف سے مملو کردیں گے۔ جیسی کہ وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۱۹

من لا یحضرہ الفقیہ میں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب موسےٰ علیہ السلام کو ایفائے عہد سے پہلے اپنی زوجہ سے ہم بستر ہونا جائز تھا اس لئے کہ اُن کو وحی کے ذریعہ سے

معلوم ہوگیا تھا کہ وہ شرط پوری ہونے تک زندہ رہیں گے۔ اسی لئے اُنہوں نے دونوں مدتوں میں سے طولانی مدت وہاں بسر کی۔

الامالی میں جناب رسولِ خدا سے منقول ہے کہ یوشعؑ بن نون وصی حضرت موسےٰ اُن جناب کی وفات کے بعد تیس برس زندہ رہے۔ زوجۂ جناب موسےٰ یعنی صفراء بنتِ شعیبؑ نبی نے یوشعؑ پر خروج کیا اور کہا کہ بہ نسبت آپ کے خلیفہ ہونے کی میں زیادہ حقدار ہوں۔ پس زوجۂ موسےٰ یوشعؑ بن نون سے خوب لڑی۔ یوشعؑ نے اُس کے ہمراہیوں کو قتل کرکے صفراء کو قید کرلیا۔ اور اُن کی حرمت کو ضائع نہ ہونے دیا۔ (قولِ مترجم۔ حمیرا اور صفراء کے کرتوت کی مشابہت ملاحظہ طلب ہے) تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ سے بروایت انس منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام محبتِ پروردگارِ عالم میں یہاں تک روئے کہ بصارت جاتی رہی۔ خدائے تعالےٰ نے پھر اُن کی بصارت عطا فرما دی۔ پھر اتنا روئے کہ نابینا ہوگئے۔ پھر خدائے تعالےٰ نے اُن کو بصارت عطا فرمائی یہاں تک کہ جب چوتھی مرتبہ نابینا ہونے کی نوبت پہنچی تو خدائے تعالےٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ اے شعیبؑ! ایسا کہاں تک ہوتا رہے گا۔ اگر تمہارا یہ رونا خوفِ جہنم سے ہے تو ہم نے تم کو امان دی اور اگر شوقِ جنت کے سبب سے ہے تو ہم نے تم کو جنت عطا کی۔ اُس وقت اُنہوں نے عرض کی۔ کہ اے میرے معبود! اور اے میرے سید و سردار! تو خوب جانتا ہے کہ نہ میں تیرے جہنم کے خوف سے روتا ہوں اور نہ تیری جنت کے شوق میں بلکہ میرے دل میں تیری سچی محبت ہے۔ اُس کی وجہ سے میں صبر نہیں کرسکتا۔ اس کے جواب میں خدائے تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ جب تمہاری یہ حالت ہے تو ہم اپنے معزز پیغمبر موسےٰ بن عمران کو جس کا لقب کلیم اللہ ہے تمہاری خدمت میں دیں گے (یہ بنا تھی کہ موسےٰ علیہ السلام کا مدین میں ورود ہوا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شرطِ خدمت پر نکاح قرار پایا)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۶۲۵

کافی میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں یہ عرض کی کہ عوام الناس گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب کافر تھے۔ فرمایا جھوٹے ہیں (خدا اُن پر لعنت کرے) وہ شخص کافر کیسے ہوسکتا ہے جو یہ کہے ؎

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا	نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ

ترجمہ) کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو ویسا ہی نبی پایا جیسے کہ موسےٰ تھے۔ اور یہ بات سب سے

پہلے نوشتہ میں لکھی ہوئی ہے۔

اور دوسری حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضرت ابوطالب کافر ہو کیونکر سکتے ہیں حالانکہ اُن کے یہ قوال موجود ہیں۔ ؎

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ	لَدَيْنَا وَلَا يُعْبَأُ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ
وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ	ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

(ترجمہ) یہ تو وہ سب خوب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا ہمارے نزدیک قابلِ تکذیب نہیں ہے۔ اور بیہودہ باتوں کی طرف توجہ بھی نہیں کی جاسکتی۔ وہ ایسا حسین وخوبصورت ہے کہ اُس کے روئے اقدس کا واسطہ دے کر بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کا والی اور بیوہ عورتوں کا جائے پناہ ہے۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ سب سے اُوپر کے شعر میں "خُطَّ فِيْ اَوَّلِ الْكُتُبِ" آیا ہے۔ اس کا یہ مقصد ہے کہ یہ حکم سب سے پہلے نوشتہ یعنی لوحِ محفوظ میں ثبت فرما دیا گیا ہے۔

(۲) ابیض عرب کے محاورہ میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی عزت میں کبھی کوئی بٹہ نہ لگا ہو۔ یعنی وہ ہمیشہ ہر معاملہ میں روسفید رہا ہو۔

(۳) ثِمَال بروزنِ کتاب اُس فریادرس کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے معاملات کی دستی کرتا رہتا ہو۔

(۴) اَرَامِل جمع اَرْمَلَہ کی ہے اور اَرْمَلَہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو۔

(قولِ مترجم) نیز اَرَامِل جمع اَرْمَل کی بھی ہے اور اَرْمَلَہ کی بھی۔ اَرْمَل وہ مرد ہے جس کی عورت نہ ہو۔ اور اَرْمَلَہ وہ عورت ہے جس کا مرد نہ ہو۔ مگر اَرَامِل کا مخصوص اور کثرت سے استعمال بے شوہر کی عورتوں ہی پر ہوتا ہے۔

کافی میں ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی شخص نے یہ دریافت کیا تھا کہ آیا حضرت ابوطالب بحیثیت اوصیائے حضرت اسمٰعیلؑ میں ہونے کے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی حجۃ اللہ تھے؟ فرمایا نہیں۔ بلکہ وہ وصیائے انبیاء کے ایک امین تھے جو اُنہوں نے آنحضرتؐ تک پہنچا دیں۔ اس پر دریافت کیا گیا کہ جب اُنہوں نے وصیتیں آنحضرتؐ تک پہنچا دیں تو اس سے تو صاف ثابت ہوا کہ حضرت ابوطالب حجت تھے اور آنحضرت اُن کے ماتحت فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر جنابِ رسولِ خدا اُن کے ماتحت ہوتے تو پھر وصیت ہی اُن کو کیوں پہنچاتے۔ اس پر عرض کیا گیا تو پھر حضرت ابوطالب کی کیا حالت تھی؟ فرمایا کہ اُنہوں نے جنابِ رسولِ خدا کی رسالت کا اقرار کیا اور جو احکام آنحضرتؐ لائے تھے اُن کا اقرار کیا۔ انبیاء کی وصیتیں اُن

کے سپرد کیں اور اُسی دن انتقال فرما گئے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب حضرت ابوطالب نے انتقال فرمایا تو جبرئیل امین جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسولؐ اللہ! اب آپ مکہ سے تشریف لے جائیے کیونکہ یہاں آپ کا کوئی مددگار نہیں رہا۔ اور قریش آنحضرتؐ کو ضرر پہنچانے کے لئے ہیجان میں آئے ہوئے تھے۔ پس اس مشورہ کے بموجب آنحضرتؐ نے شہر مکہ کو چھوڑا اور مکہ معظمہ کے اطراف میں ایک پہاڑ کے پاس پہنچے جس کا نام حجون تھا اور اُسی میں پناہ لی۔

نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جبرئیل امین جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! پروردگارِ عالم آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آتشِ جہنم کو اُس صلب پر حرام کیا ہے جس میں آپ کا نور رہا ہو اور اُس رحم پر حرام کیا ہے جس میں آپ حمل میں رہے ہوں اور اُس گود پر حرام کیا ہے جس میں آپ نے پرورش پائی ہو۔ پس صُلب سے مراد آنحضرتؐ کے والدِ ماجد عبداللہ ابن عبدالمطلب کا صلب ہے اور بطن یا رحم سے مراد جس کے حمل میں آنحضرتؐ رہے۔ جناب آمنہ بنتِ وہب ہیں۔ اور وہ گود جس نے آپ کی پرورش کی اُس سے حضرت ابوطالب کی گود مراد ہے۔ اور ایک روایت میں اتنا اور آیا ہے کہ حضرت ابوطالب کی شامل اُن کی زوجہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد بھی ہیں۔ (کیونکہ دونوں نے اپنی اپنی گود میں کھلایا اور پرورش کی)

تفسیر عیاشی میں زُہری سے منقول ہے کہ ایک شخص جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور اُس نے حضرتؑ سے کوئی بات پوچھی جس کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس وقت اُس شخص نے (بطریقِ غصہ) یہ کہا کہ اگر آپ اپنے باپ کے بیٹے ہیں تو آپ بُت پرستوں کی اولاد ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا (خدا تجھ پر لعنت کرے) تو جھوٹ بکتا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ (اپنے بیٹے) اسمٰعیل علیہ السّلام کو مکہ میں پہنچا دیں۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور خدائے تعالےٰ سے یہ عرض کی "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۳ سطر ۷) پس اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے کسی نے کبھی بُت کی پرستش نہیں کی۔ ہاں عرب ضرور بُتوں کو پوجنے والے تھے۔ رہی اولادِ اسمٰعیلؑ اُن میں سے بعض تو یہ کہہ دیا کرتے تھے۔ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۳۴ سطر ۷) اور اس طرح کافر ہو جاتے تھے مگر بُت کو کبھی نہ پوجتے تھے یعنی مشرک ہرگز نہ تھے۔

امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں بروایت عبدالرحمٰن ابن کثیر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور اُن حضرتؑ نے بتوسط اپنے والدِ ماجد کے اپنے جدِ امجد سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو اُن حضرتؑ نے جناب امام حسن علیہ السلام سے سماعت فرمائی تھی اور وہ ایک واقعہ تھا جو اُن حضرتؑ کو طلحہ اور معاویہ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ چنانچہ جناب امام حسن علیہ السلام نے اُن دونوں ملعونوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب رہی قرابت تو وہ مشرک کو بھی نفع پہنچائے گی اور خدا کی قسم مومن کے لئے تو بہت زیادہ نافع ہوگی۔ چنانچہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا جناب ابوطالب سے عین حالتِ احضار میں یہ فرمایا کہ آپ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیں کہ میں اس کے ذریعہ سے قیامت کے دن آپ کے حق میں شفاعت کروں گا حالانکہ (یہ امر مسلّم ہے کہ) جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب تک پورا یقین نہ ہوتا نہ اپنے چچا سے ایسی بات فرماتے نہ ایسا وعدہ کرتے اور اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ بات سوائے ہمارے بزرگ یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام کے کسی دوسرے کے لئے جائز ہی نہیں کیونکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ج حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّي تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيمًا ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۲۶ سطر ۹)

بروایت عبداللہ ابن عباس خود حضرت عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ بھتیجے! آیا اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جی ہاں۔ تب حضرت ابوطالبؑ نے کہا کہ اچھا مجھے کوئی معجزہ دکھا دیجئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس درخت کو آپ کی خاطر سے بلاتا ہوں۔ چنانچہ اُسے بلایا تو وہ آگیا۔ اور آنحضرتؐ کے سامنے اُس نے سجدہ کیا پھر اپنی جگہ لوٹ کر چلا گیا۔ اُس وقت حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سچے رسولؐ ہیں (اس کے بعد اپنے بیٹے سے مخاطب ہوکے فرمایا) یا علیؑ تم اپنے ابنِ عم کی اطاعت کرو۔ کئی حدیثوں میں یہ مضمون جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت عباسؓ ابنِ عبدالمطلب کی روایتوں سے وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام حسابِ جُمل کی رُو سے داخلِ اسلام ہوئے تھے۔ اور امام علیہ السلام نے اپنی مٹھی باندھ کر ۶۳ کا عدد بھی ظاہر کیا۔

ابوالحسن محمد ابن احمد داودی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوالقاسم حسین ابن رَوح قدس اللہ روحہ (سفیرِ جنابِ صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ) کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے اُن سے یہ سوال کیا کہ حضرت عباسؓ کے اس قول کے کیا معنی ہیں (جو انہوں

نے آنحضرتؐ سے فرمایا تھا کہ آپ کے چچا ابوطالبؑ حسابِ جُمل کی رو سے اسلام لے آئے اور اپنے ہاتھ سے ۶۳ کا اشارہ کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ اس سے مطلب اِلٰہٌ وَاحِدٌ جَوَادٌ تھا۔ اور اس کی تفسیر اس طرح ارشاد فرمائی کہ الف کا عدد ایک ہے تو لام کے ۳۰۔ اور ہ کے ۵۔ پھر الف کا ایک ح کے ۸ د ال کے ۴۔ پھر ج کے ۳ واؤ کے ۶۔ الف کا ایک اور د ال کے ۴۔ اور مجموعہ ان سب کا ۶۳ ہے۔

اصبغ ابنِ نُباتہ سے منقول ہے کہ میں نے خود جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو یہ فرماتے سُنا کہ خدا کی قسم نہ میرے باپ نے کبھی بُت کی پرستش کی اور نہ میرے دادا عبدالمطلب نے اور نہ اُن کے والد ہاشم نے اور نہ اُن کے والد عبدمناف نے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ آخر وہ کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ فرمایا بیت اللہ کی طرف رُخ کرکے دینِ ابراہیم علیہ السّلام کے مطابق نماز پڑھا کرتے تھے اور اُسی پر قائم تھے۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد حضرت ابوطالب علیہ السلام کی خدمت میں اس غرض سے آئیں کہ اُن کو جنابِ رسولِ خدا کی ولادت کی خوشخبری سُنائیں تو حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ ایک سَبَت تم صبر کرو تو میں بھی تمہیں ایسے ہی شخص کی خوشخبری دوں گا۔ فرق اِس قدر ہوگا کہ اُس میں نبوّت نہ ہوگی۔ حضرتؑ نے خود ارشاد فرمایا کہ سَبَت سے مراد تیس ۳۰ برس ہیں اور جنابِ رسولِ خدا کی ولادت اور حضرت امیرالمؤمنین علیہ السّلام کی ولادت میں تیس ۳۰ ہی برس کا فاصلہ ہے۔

علامہ ابن بابویہ القمّی علیہ الرّحمہ نے کتاب التّوحید میں حضرت ابوطالب علیہ السّلام کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں۔ از آنجملہ اشعارِ ذیل بھی ہیں ؎

اَنْتَ الْاَمِیْنُ مُحَمَّدٌ	قَرْمٌ اَعَزُّ مُسَوَّدٌ	لِمُسَوَّدِیْنَ اَطَایِبٍ	کَرُمُوْا وَطَابَ الْمَوْلِدُ
اَنْتَ السَّعِیْدُ مِنَ السُّعُوْدِ	یُکْنِفُنَکَ الْاَسْعَدُ	مِنْ بَعْدِ اٰدَمَ لَمْ یَزَلْ	فِیْنَا وَصِیٌّ مُّرْشِدٌ
فَلَقَدْ عَرَفْتُکَ صَادِقًا	بِالْقَوْلِ لَا تَتَفَنَّدُ	مَا زِلْتَ تَنْطِقُ بِالصَّوَابِ	وَاَنْتَ طِفْلٌ اَمْرَدُ

(ترجمہ) تم امین ہو محمدؐ ہو سب سے زیادہ عزّت دار سردار ہو۔ تم سرداروں اور پاک دامنوں کے فرزند ہو جو کریم الاصل تھے۔ تمہاری جائے ولادت بہت اچھی ہے۔ تم نیک بختوں کے سعید فرزند ہو اور سعید لوگ ہی آپ پر احاطہ کئے رہے۔ آدم علیہ السّلام کے بعد سے لیکے اب تک ہمارے خاندان میں کوئی نہ کوئی ہدایت کرنے والا وصی برابر چلا آتا ہے۔ اسی سے میں آپ کو خوب پہچانتا ہوں کہ آپ کی ہر بات سچی ہے۔ کوئی خلافِ عقل نہیں۔ اور آپ تو اُس وقت سے جبکہ آپ بچے ہی تھے حق ہی حق باتیں کہتے رہے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالب نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اسی قسم کا مضمون اپنے قصیدۂ لامیہ میں بھی فرمایا ہے۔ ؎

وَمَا مِثْلُهُ فِي النَّاسِ سَيِّدُ مَعْشَرٍ	اِذَا قَايَسُوْهُ عِنْدَ وَقْتِ التَّفَاضُلِ
فَاَيَّدَهُ رَبُّ الْعِبَادِ بِنُوْرِهٖ	وَاَظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهٗ غَيْرُ زَائِلِ

اور انہی اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ	رَبِيْعُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
يُطِيْفُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ	فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ
وَمِيْزَانُ صِدْقٍ لَّا يَخِيْسُ شَعِيْرَةً	وَمِيْزَانُ عَدْلٍ وَّزْنُهٗ غَيْرُ عَائِلِ

(ترجمہ) جب بزرگی دینے کے وقت لوگ اُس کی بزرگی کا اندازہ کریں تو تمام آدمیوں میں کوئی شخص اُن کے مانند گروہوں کا سردار نہیں ہے۔ بندوں کے پروردگار نے اپنے نور کے ذریعے سے اُن کی تائید کی ہے اور اُنہوں نے ایسا دین ظاہر کیا ہے جس کا حق ہونا کبھی زائل نہ ہوگا۔

"اور وہ ایسے متبرک ہیں کہ اُن کے روئے روشن کا واسطہ دے کر بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کے باغ و بہار اور بیواؤں کے جائے پناہ ہیں۔ یہ بنی ہاشم میں سے ہیں۔ جن کے گرد فقرا جمع رہتے ہیں۔ پس وہ لوگ اِن کے پاس ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ سچائی کی میزان ہیں جو جَو بھر بھی کم نہیں ہوتی اور وہ عدل کی ترازو ہیں جس کی تول ہمیشہ پوری ہی اُترتی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ایمان پر اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ثابت ہے اور اُن حضرات کا اجماع حجت ہے اس لئے کہ وہ ثقلین میں سے ایک ثقل ہیں۔ جن کے اتباع کا حکم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مشہور قول کے بموجب دیا ہے۔ "مَآ اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ" (جب تک تم اِن دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے)

علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے مضمون متذکرۂ بالا قول باری تعالےٰ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ج (دیکھو صفحہ ۲۰۷ سطر ۹) کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور وہیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے کچھ اشعار بھی لکھے ہیں، جو اُن کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر ہم بخوف طوالت اُن کو چھوڑے دیتے ہیں۔

جناب سید ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ اپنی کتاب طرائف میں فرماتے ہیں کہ عجائبات سے یہ بات ہے کہ دشمنانِ اہل بیت علیہم السّلام کا تعصب اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ اُنہوں نے یہ گمان کرلیا کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے نبی سے جو یہ فرمایا "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ" اس میں "مَنْ اَحْبَبْتَ" سے حضرت ابوطالب مراد ہیں۔ حالانکہ ابو المجد بن رشادہ واعظ نے اپنی کتاب نزول القرآن میں اسی آیت کے بارے میں حسن ابن فضل کا یہ قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کیونکر کہا جاتا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی حالانکہ یہ سورت جس میں یہ آیت ہے مدینۂ منوّرہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں اُن میں سب سے آخر ہے۔ حالانکہ حضرت ابوطالب علیہ السّلام کا انتقال جبکہ آنحضرتؐ مکہ ہی میں تھے اور اسلام کا آغاز تھا جب ہی ہوچکا تھا۔ اور یہ آیت حرث ابن نعمان بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن سے آنحضرتؐ بہت محبت رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ ایک دن اُنہوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں یہ بات عرض کی کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ یقیناً برحق ہیں۔ اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ بھی سب برحق ہے۔ لیکن آپ کے اتباع سے ہم کو یہ بات روکتی ہے کہ عرب اپنی کثرت اور ہماری قلّت کے سبب ہم کو اس سرزمین سے معدوم کردیں گے۔ اور ہم میں ابھی اتنی قوت ہے نہیں کہ ہم اُن کا مقابلہ کرسکیں۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرتؐ بوجہ اُن کے میلان کے جو اسلام کی طرف تھا اُن کو اسلام ہی میں شمار فرماتے تھے۔ اسی طرح جناب سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لئے جو اِن روایتوں کو جانتا ہو اور اِن آیات کے مضمون سے واقف ہو یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ایمان سے انکار کرے۔ حالانکہ حضرت ابوطالب علیہ السّلام کی وصیّت کی روایتیں جو اُنہوں نے اپنے بیٹے علی علیہ السّلام کو جنابِ محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتھ دینے کے بارے میں فرمائیں پہلے گزر چکی ہیں اور اُن کے اس قول کا بھی ذکر ہوچکا ہے کہ محمد (صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سوائے نیکی کے اور کسی بات کی طرف بُلائیں گے ہی نہیں۔ اور آنحضرتؐ کا یہ قول بھی مذکور ہوچکا۔ "جزاك الله خيرًا يا عم" (چچا جان! خدا آپ کو جزائے خیر دے) نیز آنحضرتؐ کا یہ قول کہ اگر چچا اس وقت زندہ ہوتے تو اسلام کا عروج اور ہماری ترقی دیکھ کر اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اور اگر جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس کا علم نہ ہوتا کہ حضرت ابوطالب مؤمن مرے ہیں تو وہ کبھی حضرت ابوطالبؑ کے حق میں دعائے خیر نہ فرماتے اور نہ کبھی اس بات کی شہادت دیتے کہ اسلام کے عروج اور ہماری ترقی سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اور اگر امت میں سے کسی اور کی گواہی

حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے بارے میں سوائے عترتِ جنابِ رسولِ خدا کی گواہی کے نہ بھی ہو تو بھی تمام امت پر عترتِ رسولِ خدا کی گواہی کی تصدیق واجب و لازم ہے۔ اس لئے کہ اُن کے نبیؐ نے گواہی دی ہے کہ میری عترت کتابِ خدا سے ہرگز جُدا نہ ہوگی اور اس میں کسی قسم کا شک ہی نہیں ہوسکتا کہ عترتِ جنابِ رسولِ خدا حضرت ابوطالبؑ کے باطنی حالات سے بہ نسبت غیروں کے بہت زیادہ واقف ہیں اور شیعیانِ اہلبیتؑ کا اس بات پر اجماع ہوچکا ہے کہ جناب ابوطالبؑ یقینی مومن تھے اور اس بارے میں اُن کی تصنیفات موجود ہیں۔ علامہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ باسنادِ خود علی ابنِ عقبہ سے اور وہ اپنے والد عقبہ سے روایت کرتے ہیں۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے خود جنابِ امامِ جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تم اپنے کُل معاملات خدا کے واسطے کرو اور آدمیوں کے لئے کچھ نہ کرو۔ اس لئے کہ جو کچھ بھی اللہ کے واسطے ہوتا ہے وہی خدا کے ہاں قبول ہے اور جو کچھ آدمیوں کے لئے ہوتا ہے وہ خدا کی جناب میں بار ہی نہیں پاتا اور معاملات میں لوگوں سے جھگڑا نہ کرو اس لئے کہ جھگڑا کرنا دل کو مریض بنا دیتا ہے۔ دیکھو خدائے تعالےٰ نے اپنے نبی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرمایا "اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" نیز فرمایا "اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" (دیکھو صفحہ ۳۴۹ سطر ۱۰) سو تم لوگوں کو تو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ لوگوں نے تو جو کچھ اخذ کیا ہے وہ معمولی آدمیوں سے اخذ کیا ہے اور تم نے جو کچھ لیا ہے وہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے لیا ہے۔ میں نے خود اپنے والدِ ماجد جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب خدائے تعالےٰ نے کسی بندہ کے لئے یہ لکھ دیا کہ وہ ہمارے امر میں داخل ہوجائے تو وہ اُس پرندہ کی نسبت زیادہ تیزی سے داخل ہوگا جو اپنے گھونسلے میں جا گھستا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۲۷

کافی میں حدیثِ مرفوع بروایت عبدالعزیز ابنِ مسلم منقول ہوئی ہے (وہ پوری حدیث معہ ترجمہ درج کی جاتی ہے) راوی کا بیان ہے کہ ہم شہرِ مرو میں جنابِ امام رضا علیہ السّلام کی معیت میں موجود تھے اور ہم وہاں پہنچنے کے ابتدائی زمانہ میں ایک جمعہ کے دن جامع مسجد میں اکٹھے ہوئے لوگوں نے امرِ امامت کا ذکر چھیڑا اور یہ بھی ذکر نکلا کہ آدمیوں کا اس معاملہ میں کس قدر اختلاف ہے۔ پس میں اپنے آقا اور سیّد جنابِ امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور امرِ امامت کے بارے میں لوگوں نے جو جو گفتگو کی تھی وہ سب اُن حضرتؑ سے عرض کی حضرتؑ یہ سب باتیں سُنکر متبسم ہوئے۔ پھر یوں ارشاد فرمایا۔ يَا عَبْدَ الْعَزِيْزِ جَهِلُوْا الْقَوْمَ وَخُدِعُوْا عَنْ اَدْيَانِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَقْبِضْ نَبِيَّهٗ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حَتّٰى اَكْمَلَ لَهُمُ الدِّيْنَ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ بَيَّنَ فِيْهِ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَالْحُدُوْدَ وَالْاَحْكَامَ وَجَمِيْعَ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ النَّاسُ كَمْلًا وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ وَاَنْزَلَ فِيْهِ مَا اَنْزَلَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ اٰخِرُ عُمُرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اَمْرُ الْاِمَامَةِ مِنْ تَمَامِ الدِّيْنِ وَلَمْ يَمْضِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حَتّٰى بَيَّنَ لِاُمَّتِهٖ مَعَالِمَ دِيْنِهِمْ وَاَوْضَحَ لَهُمْ سَبِيْلَهُمْ وَتَرَكَهُمْ عَلٰى سَبِيْلِ قَصْدِ الْحَقِّ وَاَقَامَ لَهُمْ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَمًا وَاِمَامًا وَمَا تَرَكَ شَيْئًا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْاُمَّةُ فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُكْمِلْ دِيْنَهٗ فَقَدْ رَدَّ كِتَابَ اللّٰهِ وَمَنْ رَدَّ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ كَافِرٌ هَلْ تَعْرِفُوْنَ فَضْلَ الْاِمَامَةِ وَمَحَلَّهَا مِنَ الْاُمَّةِ

(ترجمہ) اے عبدالعزیز لوگ جاہل ہیں اور اپنے دین کے بارے میں دھوکا کھائے ہوئے ہیں یقیناً خدائے بزرگ و برتر نے اپنے نبیؐ کو اُس وقت تک نہیں اُٹھایا جب تک کہ اُن کے لئے دین کو کامل نہ کر دیا۔ اور اُن پر قرآنِ مجید نازل نہ فرما دیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان موجود ہے اُس میں حلال کو حرام کو حدود کو احکام کو اور تمام اُن چیزوں کو جن کی آدمیوں کو ضرورت پڑتی ہے پورا پورا کھول کر بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ہم نے اِس کتاب میں کسی طرح کی کمی نہیں کی اور حجۃ الوداع میں جو آنحضرتؐ کی آخرِ عمر میں ہوا جو کچھ نازل فرمایا وہ بھی اِس کتاب میں موجود ہے (اور وہ آیت یہ ہے) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دینِ اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔ امر امامت دین کا پورا کرنے والا ہے اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک آنحضرتؐ نے اپنی اُمّت کے لئے اُن کے دین کی ضروری باتیں صاف بیان نہ کر دیں اور اُن کو اُن کا راستہ صاف بتلا نہ دیا اور اُن کو ایسے راستہ تک پہنچا نہ دیا جو سیدھا حق تک لے جا سکے اور علی علیہ السلام کو اُن کے لئے علمِ ہدایت اور امام بنا کر قائم نہ کر دیا۔ اور کوئی چیز آنحضرتؐ نے ایسی نہ چھوڑی جس کی اُمّت کو ضرورت پڑتی ہو (اور آنحضرتؐ نے اُس کو واضح نہ کر دیا ہو) پس جس شخص کا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا۔ وہ کتابِ خدا کا رد کرنے والا ہے اور جو کتابِ خدا کا رد کرنے والا ہے وہ کافر ہے۔ آیا تم لوگ امامت کے رتبہ کو اور امّت سے امام کو جو نسبت ہے اُس نسبت کو پہچانتے بھی ہو کہ

فَيَجُوْزُ فِيْهَا اخْتِيَارُهُمْ اَنَّ الْاِمَامَةَ اَجَلُّ قَدْرًا وَّ اَعْظَمُ شَاْنًا وَّ اَعْلٰى مَكَانًا وَّ اَمْنَعُ جَانِبًا وَّ اَبْعَدُ غَوْرًا مِّنْ اَنْ يَّبْلُغَهَا النَّاسُ بِعُقُوْلِهِمْ اَوْ يَنَالُوْهَا بِاٰرَائِهِمْ اَوْ يُقِيْمُوْا اِمَامًا بِاخْتِيَارِهِمْ اِنَّ الْاِمَامَةَ خَصَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَ الْخُلَّةِ مَرْتَبَةً ثَالِثَةً وَّ فَضِيْلَةً شَرَّفَهٗ بِهَا وَ اَشَارَ بِهَا جَلَّ ذِكْرُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا فَقَالَ الْخَلِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سُرُوْرًا بِهَا وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ فَاَبْطَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اِمَامَةَ كُلِّ ظَالِمٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَصَارَتْ فِي الصَّفْوَةِ ثُمَّ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِاَنْ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ اَهْلَ الصَّفْوَةِ وَ الطَّهَارَةِ فَقَالَ وَ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) امت کا امام کو منتخب کر لینا جائز ہو جائے (یہ خوب سمجھ لو کہ) امامت کی قدر اس سے کہیں زیادہ ہے اور اُس کی شان اس سے کہیں بڑی ہے اور اُس کی منزلت اس سے کہیں اعلےٰ ہے اور وہ اس سے کہیں محفوظ تر ہے اور اس کی گہرائی اس سے کہیں زیادہ ہے کہ آدمیوں کی عقلیں اُس کی حد تک پہنچ سکیں یا لوگ اپنی رایوں سے اُس کو پا سکیں یا اپنے اختیار (و انتخاب) سے امام بنا سکیں۔ امامت وہ رُتبہ ہے جس سے خدائے تعالےٰ نے حضرت ابراہیم خلیل کو بعد نبوّت و خلّت کے تیسری مرتبہ مخصوص فرمایا اور (امامت) وہ فضیلت ہے جس سے اُن حضرت کو مشرف فرمایا اور اپنے کلامِ پاک میں اس کا ذکر اس شان سے کیا۔ کہ فرمایا "میں تم کو کل آدمیوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں"۔ حضرت خلیل اللہؑ اس سے اتنے خوش ہوئے کہ اُنہوں نے عرض کی اور میری اولاد سے خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ میرے (اس) عہد سے ظالم فائدہ نہ اٹھائیں گے۔ پس اس آیت نے قیامت کے دن تک کے لئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا اور وہ صرف پاک و پاکیزہ لوگوں کے لئے رہ گئی۔ پھر خدائے تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اکرام فرمایا کہ اُن کی اولاد میں اس امامت کو ایسے لوگوں کے لئے قرار دیا جو صاحبانِ عصمت و طہارت ہوئے چنانچہ فرمایا اور ہم نے اُسے (بیٹا) اسحاقؑ اور پوتا یعقوبؑ عنایت کیا اور ان میں سے ہم نے ہر ایک کو نیک بنایا اور اُن کو ہم نے ایسا امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم کے بموجب ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور اُن کی طرف ہم نے نیکیاں کرنے کی اور نماز پڑھنے کی اور زکوٰۃ دینے کی وحی فرمائی اور وہ سب کے سب ہماری

وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ ۝ فَلَمْ یَزَلْ فِیْ ذُرِّیَّتِہٖ یَرِثُھَا بَعْضٌ عَنْ بَعْضٍ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی وَرَّثَھَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَقَالَ جَلَّ وَتَعَالٰی اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ فَکَانَتْ لَہٗ خَآصَّۃً فَقَلَّدَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَمْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی رَسْمِ مَا فَرَضَ اللّٰہُ فَصَارَتْ فِیْ ذُرِّیَّتِہِ الْاَوْصِیَآءِ الَّذِیْنَ اٰتَاھُمُ اللّٰہُ الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ بِقَوْلِہٖ جَلَّ وَعَلَا وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ فَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھِیَ فِیْ وُلْدِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَآصَّۃً اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِذْ لَا نَبِیَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَمِنْ اَیْنَ یَخْتَارُ ھٰؤُلَآءِ الْجُھَّالُ اَنَّ الْاِمَامَۃَ ھِیَ مَنْزِلَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِرْثُ الْاَوْصِیَآءِ اِنَّ الْاِمَامَۃَ خِلَافَۃُ اللّٰہِ وَخِلَافَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَمَقَامُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) بندگی کرنے والے تھے۔ پس امامت اُنہی کی اولاد میں رہی اور ہر زمانہ میں ایک سے دُوسرے کو وراثتاً پہنچتی گئی۔ یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس کا وارث قرار دیا جس کے بارے میں خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا بلاشک بمقابلہ کُل آدمیوں کے ابراہیم علیہ السّلام سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو ہے جو اُن کے پیرو ہیں اور اس نبی کو ہے اور اُن لوگوں کو ہے جو اس پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کُل مومنوں کا کارساز ہے۔ پس امامت آنحضرت کے لئے اس طرح خاص ہوگئی اور آنحضرت نے وہ علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو حکمِ خدا کی رُو سے اُنہی قواعد کے بموجب جو اللہ نے واجب کئے تھے حوالہ فرمادی۔ اسی وجہ سے وہ اوصیاء جن کو اللہ تعالےٰ نے علم و ایمان عطا فرمایا تھا اُنہی حضرت کی ذُرّیت میں ہوئے جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے۔ "اور وہ لوگ جن کو علم و ایمان دیا گیا تھا یہ کہیں گے کہ تم تو خدا کے نوشتہ کے بموجب قیامت کے دن تک رہے"۔ پس امامت اولادِ علی علیہ السلام میں قیامت کے دن تک مخصوص ہوگئی اس لئے کہ بعد جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے اور کوئی نبی ہی نہیں پس یہ جاہل لوگ انتخاب کا اختیار کہاں سے لائے۔ امامت تو انبیاء کی منزلت اور اوصیاء کی وراثت ہے۔ امامت فی الحقیقت خدا کی خلافت اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت اور جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام کا مقام اور حسنین علیہما السّلام کی میراث ہے۔ امامت دین کی باگ ہے اور وہ چیز ہے جس

وَمِيرَاثُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِنَّ الْإِمَامَةَ زِمَامُ الدِّينِ وَنِظَامُ الْمُسْلِمِينَ وَصَلَاحُ الدُّنْيَا وَعِزُّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْإِمَامَةَ أُسُّ الْإِسْلَامِ النَّامِي وَفَرْعُهُ السَّامِي بِالْإِمَامِ تَمَامُ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ وَتَوْفِيرُ الْفَيْءِ وَالصَّدَقَاتِ وَإِمْضَاءُ الْحُدُودِ وَالْأَحْكَامِ وَمَنْعُ الثُّغُورِ وَالْأَطْرَافِ الْإِمَامُ يُحِلُّ حَلَالَ اللّٰهِ وَيُحَرِّمُ حَرَامَ اللّٰهِ وَيُقِيمُ حُدُودَ اللّٰهِ وَيَذُبُّ عَنْ دِينِ اللّٰهِ وَيَدْعُوْا إِلٰى سَبِيلِ رَبِّهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْحُجَّةِ الْبَالِغَةِ الْإِمَامُ كَالشَّمْسِ الطَّالِعَةِ الْمُجَلِّلَةِ نُورُهَا لِلْعَالَمِ وَهِيَ فِي الْأُفُقِ بِحَيْثُ لَا تَنَالُهَا الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارُ الْإِمَامُ الْبَدْرُ الْمُنِيرُ وَالسِّرَاجُ الزَّاهِرُ وَالنُّورُ السَّاطِعُ وَالنَّجْمُ الْهَادِي فِي غِيَاهِبِ الدُّجٰى وَأَجْوَازِ الْبُلْدَانِ وَالْقِفَارِ وَلُجَجِ الْبِحَارِ الْإِمَامُ الْمَاءُ الْعَذْبُ عَلَى الظَّمَاءِ وَالدَّالُّ عَلَى الْهُدٰى الْمُنْجِي مِنَ التَّرَدِّي الْإِمَامُ النَّارُ عَلَى الْيَفَاعِ الْحَارُّ لِمَنِ اصْطَلٰى وَالدَّلِيلُ فِي الْمَهَالِكِ مَنْ فَارَقَهُ فَهَالِكٌ الْإِمَامُ السَّحَابُ الْمَاطِرُ وَالْغَيْثُ

(ترجمہ بہ سلسلۂ صفحۂ گزشتہ) سے مسلمانوں کا نظم (و نسق درست) اور دنیا کی صلاح (و فلاح) اور مؤمنین کو عزت حاصل ہوتی ہے۔ امامت اسلام کی بڑھتی ہوئی بنیاد اور اُس کی نمایاں شاخ ہے۔ امام ہی کے ذریعے سے نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج و جہاد کی تکمیل ہوتی ہے اور مالِ غنیمت اور مالِ صدقات کی بڑھوتری ہوتی ہے۔ حدود و احکام کا اجراء ہوتا ہے اور سرحدوں کی روک تھام ہوتی ہے۔ امام اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے۔ اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اللہ تعالےٰ کے حدود کو قائم کرتا ہے اور خدا کے دین پر سے ہر حملہ کو دُور کرتا ہے اور اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف دانائی اچھی نصیحت اور بڑھی ہوئی حجت سے بُلاتا ہے۔ امام چمکتے ہوئے سورج کی مانند ہوتا ہے جس کا نور تمام عالم کو روشن کردے اور وہ خود افق ہی میں رہے کہ اُس تک نہ ہاتھ پہنچ سکیں نہ آنکھیں۔ امام روشنی دینے والا۔ کامل چاند۔ چمکتا ہوا چراغ اور پھیلا ہوا نور اور اندھیری راتوں میں راہ بتانے والا ستارہ جو مُلکوں اور جنگلوں کے درمیانی راستوں اور سمندروں میں راہبر ہو۔ امام پیاسے کے لئے میٹھا اور ٹھنڈا پانی ٹھیک ٹھیک راستہ کا بتلانے والا اور ہلاکت سے بچانے والا ہوتا ہے امام اُس آگ کی مانند ہوتا ہے جو کسی بلند مقام پر روشن کی جاتی ہے (اور وہ قریب و بعید سب کو روشنی پہنچاتی ہے) اور جس سے لوگ تاپ کر نفع اُٹھاتے ہیں اور ہلاکت کے موقعوں سے چھٹکارا دینے والا ہوتا ہے جو اُسے چھوڑے گا وہ ہلاک ہو جائیگا۔ امام مینہ برسانے والا بادل

الْهَاطِلُ وَالشَّمْسُ الْمُضِيئَةُ وَالسَّمَاءُ الظَّلِيلَةُ وَالْأَرْضُ الْبَسِيطَةُ وَالْعَيْنُ الْغَزِيرَةُ وَالْغَدِيرُ وَالرَّوْضَةُ الْأَمَامُ الْأَنِيسُ الرَّفِيقُ وَالْوَالِدُ الشَّفِيقُ وَالْأَخُ الشَّقِيقُ وَالْأُمُّ الْبَرَّةُ لِلْوَلَدِ الصَّغِيرِ وَمَفْزَعُ الْعِبَادِ فِي الدَّاهِيَةِ النَّازِلَةِ الْإِمَامُ أَمِينُ اللّٰهِ فِي خَلْقِهِ وَحُجَّتُهُ عَلَى عِبَادِهِ وَخَلِيفَتُهُ فِي بِلَادِهِ وَالدَّاعِي إِلَى اللّٰهِ وَالذَّابُّ عَنْ حَرَمِ اللّٰهِ الْإِمَامُ الْمُطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوبِ الْمُبَرَّأُ مِنَ الْعُيُوبِ الْمَخْصُوصُ بِالْعِلْمِ الْمَوْسُومُ بِالْحِلْمِ نِظَامُ الدِّينِ وَعِزُّ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْظُ الْمُنَافِقِينَ وَبَوَارُ الْكَافِرِينَ الْإِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهِ لَا يُدَانِيهِ أَحَدٌ وَلَا يُعَادِلُ لَهُ عَالِمٌ لَا يُوجَدُ مِنْهُ بَدَلٌ وَلَا لَهُ مِثْلٌ وَلَا نَظِيرٌ مَخْصُوصٌ بِالْفَضْلِ كُلِّهِ مِنْ غَيْرِ طَلَبٍ مِنْهُ لَهُ وَلَا اكْتِسَابٍ بَلِ اخْتِصَاصٌ مِنَ الْمُفَضِّلِ الْوَهَّابِ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَبْلُغُ مَعْرِفَةَ الْإِمَامِ أَوْ يُمْكِنُهُ اخْتِيَارُهُ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ضَلَّتِ الْعُقُولُ وَتَاهَتِ الْحُلُومُ وَحَارَتِ الْأَلْبَابُ وَحَسَرَتِ الْعُيُونُ وَتَصَاغَرَتِ الْعُظَمَاءُ وَتَحَيَّرَتِ الْحُكَمَاءُ وَتَقَاصَرَتِ الْحُلَمَاءُ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) اور نفع پہنچانے والی بارش اور روشنی دینے والا سورج اور سایہ ڈالنے والا آسمان اور نفع پہنچانے والی پھیلی ہوئی زمین اور کثرت سے پانی دینے والا چشمہ اور تالاب و باغ ہوتا ہے۔ امام مہربانی کرنے والا ساتھی اور شفقت و محبت کرنے والا باپ اور بھائی اور وہ مادرِ مہربان جو چھوٹے بچے کو بہ لطف و مدارات پرورش کرتی ہے اور آنے والی مصیبتوں میں کل بندوں کے لئے جائے پناہ ہوتا ہے۔ امام مخلوقِ خدا میں خدا کا امین اور خدا کے بندوں پر اُس کی حجت اور خدا کی زمین میں اُس کا خلیفہ۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانیوالا اور خدا کے حرم سے نافرمانوں کے حملے دفع کرنے والا ہوتا ہے۔ امام کل گناہوں سے معصوم اور پاک اور ہر طرح کے عیب سے بری خاص علم کے ساتھ مخصوص اور خاص علم کے ساتھ موسوم۔ دین کے نظم (رونق) کا درست کرنے والا مسلمانوں کو عزت دینے والا منافقوں کو غصہ میں لانیوالا اور کافروں کو ہلاک کرنے والا ہوتا ہے۔ امام اپنے زمانہ کا شخص یکتا ہوتا ہے۔ بزرگی میں کوئی اُس کا ہمسر نہیں ہوسکتا نہ کوئی عالم اُس کا مقابل ہوسکتا ہے نہ (اُس کے زمانہ میں) کوئی اُس کا بدل یا مثل یا نظیر ہوسکتا ہے۔ تمام فضائل کے ساتھ اُس کی ذات مخصوص ہوتی ہے۔ یہ سب فضیلتیں اُس کو بغیر طلب اور بغیر کد و کوشش کے ملتی ہیں۔ سبب یہ کہ بڑے عطا کرنے والے اور فضل کرنے والے کی عطا کی ہوئی خصوصیت ہے پس وہ کون ہوسکتا ہے جو امام کو کماحقہٗ پہچانے یا اُس کا منتخب کرلینا اُس کے امکان میں ہو ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ امام کے فضائل میں سے ایک فضیلت اور اُس کی شانوں میں سے

وَحَصِرَتِ الْخُطَبَاءُ وَجَهِلَتِ الْاَلِبَّاءُ وَكَلَّتِ الشُّعَرَاءُ وَعَجَزَتِ الْاُدَبَاءُ وَعَيِيَتِ الْبُلَغَاءُ عَنْ وَصْفِ شَاْنٍ مِّنْ شَاْنِهٖ اَوْ فَضِيْلَةٍ مِّنْ فَضَآئِلِهٖ وَاَقَرَّتْ بِالْعَجْزِ وَالتَّقْصِيْرِ وَكَيْفَ يُوْصَفُ بِكُلِّهٖ اَوْ يُنْعَتُ بِكُنْهِهٖ اَوْ يُفْهَمُ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِهٖ اَوْ يُوْجَدُ مَنْ يَّقُوْمُ مَقَامَهٗ وَيُغْنِيْ غِنَاهُ اَلَا وَكَيْفَ وَاَنّٰى وَهُوَ بِحَيْثُ النَّجْمِ مِنْ يَّدِ الْمُتَنَاوِلِيْنَ وَوَصْفِ الْوَاصِفِيْنَ فَاَيْنَ الْاِخْتِيَارُ مِنْ هٰذَا وَاَيْنَ الْعُقُوْلُ عَنْ هٰذَا وَاَيْنَ يُوْجَدُ مِثْلُ هٰذَا تَظُنُّوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ يُوْجَدُ فِيْ غَيْرِ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كَذَّبَتْكُمْ وَاللّٰهِ اَنْفُسُكُمْ فَارْتَقَوْا مُرْتَقًى صَعْبًا وَحَضًا تَنْزِلُ عَنْهُ اِلَى الْحَضِيْضِ اَقْدَامُكُمْ رَامُوْا اِقَامَةَ الْاِمَامِ بِعُقُوْلٍ حَائِرَةٍ بَائِرَةٍ نَّاقِصَةٍ وَّاٰرَاءٍ مُّضِلَّةٍ فَلَمْ يَزْدَادُوْا مِنْهُ اِلَّا بُعْدًا اَتَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ وَلَقَدْ رَامُوْا صَعْبًا وَّقَالُوْا اِفْكًا وَّضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا وَّوَقَعُوْا فِي الْحَيْرَةِ اِذْ تَرَكُوا الْاِمَامَ عَنْ بَصِيْرَةٍ وَّزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) ایک شان کے بیان میں عقلیں حیران فہم سرگردان دانائیاں پریشان ہوتی ہیں۔ نظریں تھک جاتی ہیں۔ بڑی بڑی سمجھ کے لوگ اپنے آپ کو نادان پاتے ہیں حکماء مبہوت ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے دانا اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں۔ بڑے بڑے بولنے والے بند ہو گئے بڑے بڑے جاننے والے انجان بن گئے۔ بڑے بڑے شاعروں کی زبان گونگی ہو گئی۔ ادیب عاجز ہو گئے۔ بلیغ تھک گئے اور سب نے اپنے عجز و تقصیر کا اقرار کر لیا۔ بھلا پھر پورا وصف تو کون بیان کرتا یا کما حقہ نعت و تعریف کون کرتا یا امام کے معاملہ میں سے کوئی بات بھی کیونکر سمجھی جاتی اور ایسا تو کہاں سے ملتا کہ اس کا قائم مقام ہو سکے اور جو اس کے فرائض ہیں ان سے لوگوں کو مستغنی کر سکے ملنا کہاں اور کیسا جس حال میں کہ امام کی شان ایسی ہے جیسے کہ ستارہ جس کو نہ ہاتھ بڑھانے والے اپنے ہاتھ سے چھو سکتے ہیں اور نہ حالات بیان کرنے والا اس کا وصف بیان کر سکتے ہیں۔ بھلا ایسے کا انتخاب کہاں اور عقلوں کا ایسے کو سمجھ لینا کیسا اور ایسا مل جانا کیا معنی تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ایسا شخص آلِ محمدؐ کے سوا کہیں اور ملجائیگا؟ خدا کی قسم ان کے نفسوں نے ان کی تکذیب کی۔ پس وہ ایسی سخت بلندی پر چڑھ گئے جو دھس جانے والی ہے جس سے ان کے قدم پستی کی طرف اترتے چلے جائیں گے۔ انہوں نے اپنی ناقص ناتمام عقلوں کے ساتھ اور گمراہ کرنے والی رایوں کے ساتھ امام بنا لینے کا ارادہ کیا جس سے سوائے رحمت سے دور ہونے کے انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ خدا انہیں نیست و نابود کر دے وہ بہکے کہاں

السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝ وَرَغِبُوْا عَنِ اخْتِيَارِ اللّٰهِ وَاخْتِيَارِ رَسُوْلِهٖ اِلٰى اخْتِيَارِهِمْ وَالْقُرْاٰنُ يُنَادِيْهِمْ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَقَالَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اَنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اَمْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا

(ترجمہ بہ سلسلہ صفحہ گذشتہ) جاتے ہیں۔ یقیناً اُنہوں نے ایک سخت امر کا قصد کیا۔ جھوٹ بولا۔ رحمتِ خدا سے بہت دُور گمراہی میں جا پڑے اور حیرانی میں پھنس گئے۔ اس لئے کہ کھلی آنکھوں دیکھتے اصل امام کو چھوڑ دیا اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کی نظروں میں زینت دے دیا۔ پس اُن کے دیکھتے دیکھتے اُس نے اُن کو راہِ راست سے روک دیا۔ پس وہ خدا کے منتخب کئے ہوئے اور رسولؐ کے منتخب کئے ہوئے کو چھوڑ کر اپنے منتخب کئے ہوئے کی طرف جُھک پڑے حالانکہ قرآن مجید اُن کو پُکار پُکار کر یہ کہہ رہا ہے اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (اور جو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے) بندوں کو (انتخاب کا) کوئی اختیار نہیں ہے۔ جن چیزوں کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ اُن سے منزّہ اور برتر ہے۔ نیز خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا اور نہ کسی ایمان والے مرد کے لئے یہ بات جائز ہے نہ کسی ایمان والی عورت کے لئے کہ جب خدا اور اُس کے رسولؐ نے ایک بات طے کر دی ہو تو پھر انہیں اپنے اُس معاملہ میں کچھ بھی اختیار باقی رہے۔ نیز فرماتا ہے تمہیں ہو کیا گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ جو کچھ تم پسند کرو گے وہ تم کو اس میں ضرور ملیگا یا تمہاری قسمیں ہمارے ذمّہ ہیں۔ جو قیامت تک چلی جائینگی۔ کہ جو کچھ تم فیصل کرو گے وہ ضرور تم کو مل جائیگا اُن سے دریافت تو کرو کہ ان میں سے اُس کا ضامن کون ہے یا ان کے کچھ شریک ہیں۔ پھر اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شرکاء کو لے آئیں۔ نیز خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے تو کیا یہ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا اِن کے دِلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں یا اللہ نے اُن کے دِلوں پر چھاپہ لگا دیا ہے کہ وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا

لَاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا
بَلْ هُوَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ فَكَيْفَ لَهُمْ
بِاخْتِيَارِ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ عَالِمٌ لَّا يَجْهَلُ وَرَاعٍ لَّا يَنْكُلُ مَعْدِنُ الْقُدْسِ وَالطَّهَارَةِ
وَالنُّسُكِ وَالزَّهَادَةِ وَالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ مَخْصُوْصٌ بِدَعْوَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَنَسْلُ الطَّاهِرَةِ الْبَتُوْلِ لَا يُغْمَزُ فِيْهِ فِيْ نَسَبٍ وَّلَا يُدَانِيْهِ ذُوْحَسَبٍ
فِي النَّسَبِ مِنْ قُرَيْشٍ وَالذُّرْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَالْعِتْرَةِ مِنَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَالرِّضَا مِنَ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ اَشْرَفُ الْاَشْرَافِ وَالْفَرْعُ مِنْ بَنِيْ
عَبْدِ مَنَافٍ نَامِيْ الْعِلْمِ كَامِلُ الْحِلْمِ مُضْطَلِعٌ بِالْاِمَامَةِ عَالِمٌ بِالسِّيَاسَةِ مَفْرُوْضُ
الطَّاعَةِ قَائِمٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ نَاصِحٌ لِّعِبَادِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَافِظٌ لِّدِيْنِ اللّٰهِ
اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ وَالْاَئِمَّةَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ يُوَفِّقُهُمُ اللّٰهُ وَيُؤْتِيْهِمْ مِّنْ
مَّخْزُوْنِ عِلْمِهٖ وَحُكْمِهٖ مَا لَا يُؤْتِيْهِ غَيْرَهُمْ لِيَكُوْنَ عِلْمُهُمْ فَوْقَ عِلْمِ اَهْلِ

(ترجمہ بہ سلسلہ صفحہ گذشتہ) حالانکہ وہ سنتے کچھ نہیں۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے بدتر جانور وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں (اور) جو (کچھ) نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ کو ان میں کسی قسم کی خیر و خوبی ہونے کا علم ہوتا تو وہ اُن کو ضرور سنواتا اور اگر وہ اُن کو سنوائے تو وہ اُس سے بھی ضرور روگردان ہو کر اُلٹے بھاگیں۔ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور ہم نافرمانی کریں گے لیکن یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ پھر اُن کو امام کے انتخاب سے واسطہ؟ حالانکہ امام ایسا عالم ہوتا ہے جو کسی امر میں جاہل نہیں ہوتا اور ایسا نگہبان ہوتا ہے۔ جو کبھی تھکتا نہیں پاکی اور پاکیزگی اور زہد و فرماں برداری اور علم و عبادت کی کان رسولؐ اللہ جس شان سے دعوت دیتے تھے اُس کے ساتھ مخصوص اور سیدۂ طاہرہ بتول زہراؑ کی نسل سے ہوتا ہے جس کے نسب میں کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ اور بڑے سے بڑا خاندانی اُس کا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتا۔ نسب میں وہ قریش سے ہوتا ہے اور بنی ہاشم کا سرتاج اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کی عترت اور خدائے عزوجل کا پسندیدہ سب شرفیوں سے زیادہ شریف اولاد عبد مناف کی (پھلی پھولی) شاخ۔ علم میں ترقی کرنے والا۔ حلم میں پورا۔ امامت کا کام کما حقہ چلانے والا۔ سیاست سے آگاہ۔ جس کی اطاعت واجب جو حکم خدائے عزوجل کو قائم کرنیوالا۔ خدائے عزوجل کے بندوں کا خیر خواہ اور خدا کے دین کا محافظ ہوتا ہے۔ یہ انبیاء اور ائمہ صلوات اللہ علیہم ہی کی شان ہے کہ توفیق خدا اُن کی رفیق ہوتی ہے۔ اور خدائے تعالےٰ اپنے علم و

زَمَانِهِمْ فِي قَوْلِهِ جَلَّ وَتَعَالَىٰ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ وَقَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَقَوْلِهِ فِي طَالُوتَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ وَقَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ وَقَالَ فِي الْأَئِمَّةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ وَعِتْرَتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝ وَأَنَّ الْعَبْدَ إِذَا اخْتَارَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأُمُورِ عِبَادِهِ شَرَحَ صَدْرَهُ لِذَٰلِكَ وَأَوْدَعَ قَلْبَهُ يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ وَأَلْصَمَهُ الْعِلْمَ إِلْهَامًا فَلَمْ يَعْيَ

(ترجمہ بسلسلہ صفحۂ گذشتہ) حکمت کے پوشیدہ راز سے اُن کو وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اُن کے غیر کو نہیں دیتا تاکہ اُن کا علم اپنے اہل زمانہ کے علم سے کہیں بڑھا ہوا ہو جیسا کہ فرماتا ہے کہ کیا وہ شخص جو حق کی راہنمائی کرتا ہے اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جو راہِ (خدا) نہیں بتلا سکتا جب تک کہ اُس کو راہ نہ بتلائی جائے۔ پس تمہیں ہو کیا گیا ہے یہ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ نیز ارشاد فرماتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی تو اُس کو تو یقیناً بہت کچھ خیر و خوبی عطا کی گئی۔ نیز حضرت طالوتؑ کے بارے میں اُس کا قول ہے کہ بیشک اللہ نے اُس کو تم پر بزرگی دی ہے اور اُسے علم و جسم میں کشادگی دی ہے اور اللہ اپنی حکومت جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ صاحبِ وسعت و علم ہے۔ نیز اپنے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ سے فرمایا اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اُس کی تم کو تعلیم دی اور اللہ کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔ اور اُن ائمہ کے بارے میں جو اُس کے نبیؐ کی اہل بیت اور عترت و ذریت سے ہوئے ہیں فرماتا ہے۔ کیا وہ لوگوں پر اُس کا حسد کرتے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ بیشک ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے اُن کو بہت بڑی (حقیقی) سلطنت دی۔ پھر (عام) آدمیوں میں سے کچھ تو اُس پر ایمان لائے اور کچھ اُس سے رُک گئے۔ اور (اُن روکنے والوں کے لئے) بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ رہا وہ بندہ جسے خدائے تعالےٰ اپنے بندوں کے معاملات کے لئے منتخب فرمائے تو اُس کا سینہ وہ اُس کام کے لئے کھول

بَعْدَهٗ بِجَوَابٍ وَّلَا یَحْصُرُ فِیْهِ عَنْ صَوَابٍ فَهُوَ مَعْصُوْمٌ مُّؤَیَّدٌ مُّوَفَّقٌ مُّسَدَّدٌ
قَدْ اٰمَنَ الْخَطَاَ وَالزَّلَلَ وَالْعِثَارَ وَخَصَّهٗ بِذٰلِكَ لِیَكُوْنَ حُجَّةً عَلٰی عِبَادِهٖ وَ
شَاهِدًا عَلٰی خَلْقِهٖ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ
فَهَلْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی مِثْلِ هٰذَا فَیَخْتَارُوْنَهٗ اَوْ یَكُوْنُ مُخْتَارُهُمْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ
فَیُقَدِّمُوْنَهٗ تَعَدَّوْا وَبَیْتِ اللّٰهِ الْحَقِّ وَنَبَذُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ
كَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ وَفِیْ كِتَابِ اللّٰهِ الْهُدٰی وَالشِّفَآءُ فَنَبَذُوْهُ وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ
فَذَمَّهُمْ وَمَقَتَهُمْ وَاَتْعَسَهُمْ فَقَالَ جَلَّ وَتَعَالٰی فَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ
بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ وَقَالَ فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ
اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ یَطْبَعُ
عَلٰی قَلْبِ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا
تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا ۱۲

(ترجمہ بسلسلہ صفحۂ گذشتہ) دیتا ہے اور اُس کے قلب میں چشموں کو امانت رکھ دیتا ہے اور بروئے الہام اُس کو علم پہنچاتا ہے۔ پس اس کے بعد وہ کسی جواب میں نہیں عاجز آتا اور ٹھیک بات کہنے سے کبھی بند نہیں ہوتا۔ پس وہ معصوم ہوتا ہے اُس کی تائید کیجاتی ہے توفیق خدا اُس کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہر بات اُس کی صحیح و درست ہوتی ہے۔ خطا اور غلطی اور لغزش سے وہ محفوظ ہوتا ہے۔ اور ان باتوں سے اُس کو اس لئے مخصوص فرما دیتا ہے کہ اُس کے بندوں پر وہ اُسکی حجت ہو اور اُسکی مخلوق کے اعمال و افعال کا اُس کی طرف سے گواہ ہو اور یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور خدا تعالےٰ بہت بڑے فضل والا ہے پس آیا بندے ایسا امام بنانے پر قادر ہیں؟ کہ وہ کہیں سے ایسا چھانٹ لائیں یا اُن کا منتخب شدہ ان صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اُسے مقدم قرار دیں۔ خانۂ خدا کی قسم اُنہوں نے حق اور کتاب خدا کو اپنے پس پشت پھینکدیا گویا وہ اُس کو جانتے ہی نہیں۔ حالانکہ کتاب خدا میں ہدایت اور شفا دونوں چیزیں موجود ہیں تو اُسے تو اُنہوں نے پھینک دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ ان کی مذمت کرتا ہے۔ ان سے بُغض رکھتا ہے اور ان کو ہلاک کرے گا۔ چنانچہ وہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے بیشک خدا نافرمان لوگوں کی راہبری نہیں فرماتا۔ نیز فرماتا ہے سو اُن کے لئے ہلاکت ہو اور اُن کے اعمال بھی سب ناکارہ ہوگئے۔ نیز فرماتا ہے کہ اللہ کو اور ایمان لانے والوں کو یہی بات

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۳۰

تفسیر قمی میں ہلاکت قارون کا سبب یہ لکھا ہے ۔ کہ جب موسےٰ علیہ السّلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر لے گئے اور اُن کو ایک صحرا میں جا اُتارا اور اللہ تعالےٰ نے اُن پر من وسلوےٰ نازل فرمایا اور ایک پتھر سے اُن کے لئے بارہ چشمے جاری کر دئے تو اب وہ آپے سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کرینگے ۔ اس لئے اپنے خدا سے ہمارے لئے یہ دعا کر کہ زمین سے جو جو چیزیں پیدا ہوا کرتی ہیں ساگ پات ۔ کھیرا ۔ ککڑی ۔ لہسن ۔ مسور ۔ پیاز وہ ہمارے لئے بھی پیدا کر دے ۔ موسےٰ علیہ السّلام نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم گھٹیا چیزوں کو اُس سے بدلنا چاہتے ہو جو بڑھیا ہے (ایسا ہی ہے تو) کسی شہر میں چلے جاؤ کہ جو کچھ تم مانگتے ہو تم کو وہاں مل جائے گا ۔ اس کے جواب میں اُنہوں نے یہ کہا جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ اُس میں تو ایک قوم بڑے زبردست لوگوں کی ہے ۔ جب تک وہ اُس میں سے نہ نکل جائیں ہم تو اُس میں جائیں گے نہیں ۔ پھر اُنہوں نے موسےٰ علیہ السّلام سے یہ کہا کہ اب تم اور تمہارا پروردگار جاؤ ۔ دونوں لڑو ۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں ۔ لہٰذا خدائے تعالےٰ نے اُن پر اُس شہر میں جانا تو واجب کر دیا تھا مگر پھر چالیس ۴۰ برس تک کے لئے اُن پر حرام بھی کر دیا کہ اُس سرزمین میں سرگردان پھریں (اور یہ حکم بھی دے دیا کہ) نافرمان لوگوں کی حالت پر کچھ افسوس نہ کرو ۔ اب یہ لوگ اوّل شب سے اُٹھ بیٹھتے تھے ۔ توریت خوب پڑھتے تھے دعائیں بہت مانگتے تھے ۔ روتے بہت تھے ۔ قارون بھی اُنہی میں تھا ۔ وہ بھی توریت پڑھتا تھا اور اُس سے زیادہ خوش آواز اُن میں سے ایک بھی نہ تھا اور وہ اپنی خوش آوازی کے سبب اُن میں ورد ناک آواز والا مشہور تھا ۔ وہ کیمیا بھی بناتا تھا ۔ پس جب بنی اسرائیل کو اِس سرگردانی میں توبہ کرتے کرتے عرصہ گزرا ۔ اور قارون کی یہ حالت تھی کہ توبہ میں اُن کا شریک نہ ہوتا تھا ۔ اور موسےٰ علیہ السّلام اس سے محبت کرتے تھے تو موسےٰ علیہ السّلام (ایک دن) اُس کے پاس گئے اور اُس سے فرمانے لگے کہ اے قارون تیری ساری قوم تو توبہ کر رہی ہے اور تو اُن سے الگ بیٹھا ہے تو بھی اُن کے ساتھ شامل ہو جا ۔ ورنہ خدائے تعالےٰ تجھ پر عذاب نازل فرمائے گا ۔ اُس نے موسےٰ علیہ السّلام کو حقیر جانا اور اُن کی اس بات کی ہنسی اُڑائی ۔ موسےٰ علیہ السّلام اُس کے پاس سے غمگین ہو کر نکلے اور اُس کے محل کے صحن میں آ بیٹھے ۔ اُس وقت وہ ایک ادنیٰ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) سب سے زیادہ ناپسند ہے اور اسی کا اللہ تعالےٰ ہر تکبر کرنیوالے سرکش کے دل پر چھاپا لگا دے گا اور جنابِ محمد مصطفےٰ اور اُنکی آل پر خدا تعالےٰ بہت بہت درود وسلام نازل فرمائے ۔

جُبّہ پہنے ہوئے تھے اور (پاؤں میں) گدھے کے چمڑے کے نعلین تھے جس کے تسمے بٹے ہوئے بالوں کے تھے۔ (تصریح۔ نعلین عربی کی پوری ہیئت صفحہ ۱۷۱ نوٹ نمبر ۱ میں ملاحظہ ہو) اُن کے دستِ مبارک میں عصا تھا۔ قارون نے اپنے کسی آدمی کو حکم دیا کہ راکھ پانی میں گھول کر اُن حضرت پر ڈال دے۔ وہ ڈال دی گئی۔ تو جنابِ موسےٰ علیہ السّلام کو بہت ہی غصہ آیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے شانوں پر کچھ بال تھے۔ جب حضرت کو غصہ آتا تھا تو وہ کھڑے ہو کر کپڑوں میں سے نکل آتے تھے اور اُن سے خون ٹپکنے لگتا تھا۔ اُس غصہ میں حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار! اگر میری اس توہین پر تو نے غضب نہ فرمایا تو میں سمجھوں گا۔ کہ میں تیرا نبی ہی نہیں ہوں۔ اس پر خدائے تعالےٰ نے اُن کو وحی بھیجی کہ میں نے زمین کو حکم دے دیا ہے وہ تمہاری اطاعت کرے گی۔ اب جو تم چاہو اُسے حکم دو۔ اِدھر قارون نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ قصر کا دروازہ بند کر لیں (دروازے بند کر لئے گئے تھے کہ) موسےٰ علیہ السّلام تشریف لائے۔ دروازوں کی طرف اشارہ کیا (یہاں سے وہاں تک) سب کھل گئے قارون کے پاس دوڑا نہ چلے آئے۔ اب جو قارون کی نظر حضرت موسےٰ علیہ السّلام پر پڑی سمجھ گیا کہ حکمِ عذاب لیکر آئے ہیں (گڑگڑا کر) کہنے لگا کہ اے موسےٰ! اُسی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں جو میرے اور آپ کے مابین ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا۔ لاوی کے بیٹے! بس اب مجھ سے بات نہ کر۔ اور اِدھر حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اے زمین! اس کو لے۔ بس اُس کا محل بھی مع تمام چیزوں کے زمین میں اُتر گیا اور قارون بھی گھٹنوں تک سما گیا۔ اب لگا وہ رونے اور قرابت کا واسطہ دے دے کر قسمیں دینے۔ (جواب میں) حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اُس سے کہا کہ اے پسرِ لاوی! اب مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ ہاں اے زمین اس کو لے۔ بس زمین اُس کو مع اُس کے قصر کے اور خزانوں کے نگل گئی۔ پس موسےٰ علیہ السّلام کا یہ قول جو اُنہوں نے قارون سے اُس دن فرمایا تھا جس دن اللہ نے اُس کو ہلاک کیا تھا خدائے تعالےٰ نے بطور طعن کے خود موسےٰ علیہ السّلام سے فرمایا۔ اور جب موسےٰ علیہ السّلام کو علم ہوا کہ خود پروردگارِ عالم نے اُن پر طعن کیا تو عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار! قارون نے تو تیرے غیر کا واسطہ دے کر مجھ سے دعا کی تھی۔ اگر تیرا واسطہ دے کر مجھ سے دعا کرتا تو میں ضرور اُس کی بات مان لیتا۔ پھر خدائے تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السّلام سے وہی فرمایا جو اُنہوں نے قارون سے کہا تھا کہ اے لاوی کے بیٹے اب مجھ سے زیادہ باتیں نہ بنا۔ تو موسےٰ علیہ السّلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری مرضی اسی میں ہے تو میں اُس کی بات مان لیتا۔ اس پر خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ اے موسےٰ! قسم ہے

مجھے اپنے عزت و جلال کی اور قسم ہے مجھے اپنے بخشش وجود کے حق کی اور قسم ہے مجھے اپنی بزرگی اور علو مرتبت کی۔ اگر قارون نے مجھ سے اسی طرح دعا کی ہوتی جیسے کہ اُس نے تم سے استدعا کی تھی تو میں اُس کی بات ضرور مان لیتا لیکن چونکہ اُس نے تم سے دعا کی تھی اور ہم اُسے تمہارے حوالہ کر چکے تھے اس لئے جو کچھ تم نے کیا اُس میں دخل نہ دیا گیا) اے عمران کے بیٹے اب موت سے نہ گھبراؤ۔ اس لئے کہ موت تو میں نے ہر نفس کے لئے لازم کر دی ہے اور تمہارے لئے اُس کی تمہید شروع کر دی ہے۔ جس وقت موت تمہیں آئے گی تو تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی۔ (یعنی اس کا ورود تمہارے لئے موجب راحت و خوشی ہوگا) پس موسےٰ علیہ السّلام اپنے وصی کو ساتھ لے کر وادی سینا میں کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جو کدال پھاوڑہ ٹوکری لئے ہوئے سامنے سے آگیا۔ موسےٰ علیہ السّلام نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو کیا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ خدا کے دوستوں میں سے ایک شخص نے وفات پائی ہے میں اُس کے لئے قبر کھودوں گا۔ موسےٰ علیہ السّلام نے اُس سے فرمایا کہ مجھے بھی اجازت ہے کہ میں تمہاری اس کام میں مدد کروں؟ اُس شخص نے کہا کہ ہاں بہت خوشی سے بسم اللہ! چنانچہ موسےٰ علیہ السلام اور وہ دونوں مِلکر قبر کھودتے رہے۔ جب فارغ ہوگئے تو اُس شخص نے چاہا کہ قبر میں اُترے۔ موسےٰ علیہ السّلام نے پوچھا کہ اب کیا چاہتے ہو؟ کہا میں قبر میں جاکے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آرام سے لیٹنے بیٹھنے کے لائق ہوگئی یا نہیں۔ موسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ تمہیں ہی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لاؤ میں دیکھے لیتا ہوں۔ (اُس نے کہا آپ کی خوشی) موسےٰ علیہ السّلام قبر میں اُترے۔ خوب پھیل کر لیٹے۔ اِدھر لیٹنا تھا کہ اُدھر ملک الموت نے رُوح قبض کر لی اور پہاڑ اُوپر سے مِل گیا۔

تفسیر عیاشی و تفسیر قمی سے حضرت یونس علیہ السّلام کا پورا قصہ سورۂ یونسؑ کے ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴۹ میں مذکور ہو چکا ہے۔ اُس کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ کسی یہودی نے جناب امیرالمومنین علیہ السّلام سے اُس قید خانہ کا حال پوچھا تھا جو اپنے قیدی کو لئے ہوئے زمین کے مختلف حصّوں میں گھومتا پھرا تھا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی رہا وہ قید خانہ جو اپنے قیدی کو زمین کے مختلف حصّوں میں لئے پھرتا رہا۔ وہ وہ مچھلی تھی جس کے پیٹ میں یونس علیہ السّلام قید ہوئے تھے کہ وہ بحرِ قلزم میں داخل ہوئی تو بحرِ مصر میں جا کر نکلی۔ پھر بحرِ طبرستان میں داخل ہوئی تو دجلۃ العورء میں جا نکلی۔ پھر اسی طرح وہ اُن کو زمین کے نیچے بھی لے پہنچی یہاں تک کہ قارون کے قریب جا پہنچایا قارون موسےٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں ہلاک ہوا تھا اور اُس پر خدائے تعالےٰ نے ایک فرشتہ کو معین کر دیا تھا کہ روزانہ ایک قدِ آدم

اُس کو زمین میں دھسا دیا کرے۔ یونس علیہ السّلام اُس مچھلی کے پیٹ میں تسبیح خدا اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ قارون نے اُن کی آواز سُنی تو اُس فرشتہ سے جو اُس پر معیّن تھا کہا کہ ذرا مجھے مہلت دے اور تسبیح کرنے والے کو دکھا دے۔ چنانچہ اُس نے مہلت بھی دی اور دکھایا بھی۔ قارون نے اُس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ یونسؑ نے فرمایا کہ میں ایک بندۂ گنہگار یونسؑ بن متّےٰ نام ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ موسےٰ بن عمران علیہ السّلام جو خدا کے معاملات میں بہت ہی خفا ہو جایا کرتے تھے کس حال میں ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا افسوس! عرصہ ہوا اُنہوں نے تو انتقال فرمایا۔ کہا پھر وہ جو اپنی قوم پر بہت ہی مہربان تھے۔ ہارونؑ بن عمران وہ کس حال میں ہیں؟ فرمایا اُن کا بھی انتقال ہو چکا۔ پوچھا کلثمؑ بنتِ عمران جو مجھ سے منسوب ہو چکی تھیں وہ کیا کرتی ہیں؟ فرمایا افسوس! آلِ عمران میں سے تو کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ یہ سُنکر قارون نے کہا کہ آلِ عمران کے لئے سخت افسوس ہے۔ خدائے تعالےٰ نے اُس کے اس افسوس کرنے کی قدر فرمائی اور جو فرشتہ اُس پر معیّن ہے اُس کو یہ حکم دے دیا کہ اب دنیا کی جس قدر مدّت باقی ہے اُس میں قارون کو عذاب نہ دیا جائے۔ چنانچہ وہ عذاب رفع کر دیا گیا۔

تمام شُد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ بست ویکم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۴۱ التوحید میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے اپنے بندوں پر نماز کو محافظ مقرر کیا ہے کہ جب تک آدمی نماز پڑھتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر اُن جناب نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کافی میں ہے کہ سعد خفاف نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اے مولا! کیا قرآن بھی کلام کرتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا خدا ہمارے ضعفاء شیعہ پر رحمت نازل کرے کہ وہ ہمارے مطیع ہیں۔ اے سعد! (قرآن کا تو ذکر ہی کیا ہے) نماز بھی باتیں کرتی ہے اور اُس کے لئے صورت بھی ہے اور خلقت بھی۔ وہ حکم بھی دیتی ہے اور منع بھی کرتی ہے۔ سعد کہتا ہے کہ یہ سُنکر تو میرا رنگ متغیر ہوگیا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ بات تو میں کسی آدمی سے بھی بیان نہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کے سوا اور کسی میں انسانیت ہی نہیں ہے۔ جس نے نماز کو نہ پہچانا وہ ہمارے حق کا منکر ہے۔ اے سعد! میں تم کو قرآن کا کلام سُناؤں؟ میں نے عرض کی آپ پر خدائے تعالےٰ کا درود و سلام ہو ضرور سُنائیے! حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ پھر فرمایا کہ نماز کا منع کرنا یہ تو اُس کا کلام ہے۔ (اور) فحشاء اور منکر سے مخصوص لوگ مراد ہیں اور ذکرِ خدا سے ہم اہلبیت رسالت مراد ہیں (اور) ہم ہی اکبر (یعنی سب سے زیادہ بزرگ) ہیں

قولِ صاحبِ تفسیر صافی ۔ الفحشاء والمنکر سے مراد حضرتِ اوّل اور جناب ثانی ہیں اس لئے کہ دونوں صاحب از روئے صورت و سیرت مجسم بے حیائی و بدکاری تھے اور اصلی نماز وہی ہے جو ان دونوں کی مجنت سے باز رکھے اور المعروف سے مراد ویسی ہی نماز ہے۔

قولِ مترجم ۔ اس سے زیادہ بے حیائی کیا ہوگی کہ فخرِ مریم و حوّا۔ صدیقۂ کبریٰ۔ بتولِ عذرا جناب سیدہ فاطمہ زہرا بنتِ رسولِ خدا علیہا التحیۃ والثناء کو جن کی تعظیم کے لئے خود آنحضرت سرو قد کھڑے ہو جایا کرتے تھے معاملۂ فدک میں رُو در رُو جھٹلایا۔ اور اس طرح خود کو موردِ لعنت بنا لیا۔ رہا منکر وہ اتفاق سے ثانی کے مشہور نام کا ہم عدد بھی ہے۔ اور قیامت کے دن اس کی دوستی اور جان پہچان کا ہر مرید اسی طرح مُنکر ہوگا جس طرح دنیا میں کوئی شخص کسی بدی

کا مرتکب ہو کر بھی اُس کا اقرار نہیں کیا کرتا۔ اِس طرح ہر مُرید تو مُنکر ثابت ہوگا اور وہ گورد گھنٹال خلیفہ جی مُنکر۔

طبرسی نے روائیت کی ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ آیا نماز اُس کی قبول ہوئی یا نہیں۔ اُس کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا نماز نے اُس کو فحشاء اور منکر سے باز رکھا ہے یا نہیں۔ پس جس قدر اُس نے اُسے فحشاء اور منکر سے باز رکھا ہوگا اُتنی ہی اُس کی نماز قبول ہوئی ہوگی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۵۰

جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے پاس سے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام تو دولت سرا کو تشریف لے گئے۔ اور جناب سیدہ روضۂ جنابِ رسولِ خدا کی طرف روانہ ہوگئیں۔ جب روضہ میں داخل ہوئیں تو جنابِ رسولِ خدا کی قبر اطہر کا طواف کرنے لگیں۔ اثنائے طواف میں رو رو کے یہ مرثیہ پڑھتی تھیں اور بین جگر خراش کرتی تھیں۔ نوحہ

اِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا	وَاخْتَلَّ قَوْمُكَ فَاشْهَدْهُمْ وَلَا تَغِبْ

بابا! آپ ہم سے ایسے جُدا ہوگئے جیسے قحط کے زمانہ میں زمین سے بارش جُدا رہتی ہے۔ آپ کی قوم میں خلل پیدا ہوگیا ہے۔ پس آپ اُن کے شاہد رہیں اور غائب نہ ہوں۔

قَدْ كَانَ بَعْدَكَ اَنْبَآءٌ وَهَنْبَثَةٌ	لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهَا لَمْ تَكْثُرِ الْخُطَبُ

آپ کے بعد طرح طرح کی دُشواریاں اور مصیبتیں پیش آئیں۔ اگر آپ اُن کے دیکھنے والے ہوتے تو مصیبتیں اتنی نہ پڑتیں۔

قَدْ كَانَ جِبْرِيْلُ بِالْاٰيَاتِ يُؤْنِسُنَا	اِذْ غِبْتَ عَنَّا فَنَحْنُ الْيَوْمَ نُغْتَصَبُ

ایک زمانہ وہ تھا کہ جبرئیل ہم کو آیاتِ قرآنی سُنا کر تسلی دیا کرتے تھے۔ بابا! آپ کی وفات کے بعد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ لوگ ہمارا حق غصب کر رہے ہیں۔

فَكُلُّ اَهْلِ لَهٗ قُرْبٰى وَمَنْزِلَةٌ اَبْدَتْ رِجَالٌ لَنَا نَجْوٰى صُدُوْرِهِمْ	عِنْدَ الْاِلٰهِ عَلَى الْاَدْنَيْنَ تَقْتَرِبُ لَمَّا مَضَيْتَ وَحَالَتْ دُوْنَكَ الْكُثُبُ

ہر ایک نبی کے اہل بیت کو تمام آدمیوں سے زیادہ خدا کے نزدیک قرب و منزلت حاصل ہے۔

لیکن اے بابا! آپ کے انتقال کے بعد جبکہ ہمارے اور آپ کے مابین مٹی کا ٹیلہ حائل ہو گیا۔ تو لوگوں نے اپنے دلوں کی پوشیدہ باتیں ہمارے بارے میں ظاہر کر دیں۔

فَقَدْ رُزِئْنَا بِمَا لَمْ يُرْزَهُ اَحَدٌ	مِنَ الْبَرِيَّةِ لَا عُجْمٌ وَّ لَا عُرُبُ

بابا! ہم پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں جو تمام مخلوق میں سے کسی پر نہیں پڑیں نہ عرب پر نہ عجم پر۔

فَقَدْ رُزِئْنَا بِهٖ مَحْضًا خَلِيْقَتُهٗ	صَافِي الضَّرَآئِبِ وَالْاَعْرَاقِ وَالنَّسَبُ

ہم لوگ ایسے بزرگوار کی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں جن کے اخلاق ہر طرح خالص تھے۔ اور اُن کے خصائل۔ اصول اور اُن کا حسب و نسب پاک و پاکیزہ تھا۔

فَاَنْتَ خَيْرُ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ	وَاَصْدَقُ النَّاسِ حِيْنَ الصِّدْقِ وَالْكَذِبُ

اے بابا! آپ خدا کے تمام بندوں سے افضل ہیں اگرچہ سارا زمانہ جھوٹ بولے یا سچ کہے مگر آپ سب سے زیادہ سچے ہیں۔

فَسَوْفَ نَبْكِيْكَ مَا عِشْنَا وَ مَا بَقِيَتْ	مِنَّا الْعُيُوْنُ بِتِهْمَالٍ وَّتَنْسَكِبُ

اے بابا! جب تک ہم زندہ ہیں آپ کے غم میں روتے رہیں گے اور جب تک ہماری آنکھیں باقی رہیں گی برابر وہ آنسوؤں کا مینہ برساتی رہیں گی۔

سَيَعْلَمُ الْمُتَوَلِّيْ ظُلْمَهَا مَتٰى	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنِّيْ سَوْفَ يَنْقَلِبُ

اس خاندان کے سرگروہ پر ظلم کرنے کا جو مہتمم بنا ہے قریب ہے کہ اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے دن اُس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

امامؑ فرماتے ہیں۔ پس ابو بکر اپنے گھر چلا گیا اور اُس نے عمر بن خطاب کو بُلا بھیجا۔ جب وہ آگیا تو ابو بکر نے اُس سے کہا میں نے علیؑ ابن ابیطالب کو کبھی ایسا برتاؤ کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ آج کے جلسہ میں اُنہوں نے میرے ساتھ سلوک کیا۔ اگر وہ ہمارے جلسہ میں بیٹھ کر ایسی ہی باتیں کیا کریں گے تو وہ ضرور ہماری حکومت میں خرابی پیدا کر دیں گے اب تمہاری کیا رائے ہے؟ عمر بولا علیؑ کو قتل کرا دے۔ خلیفہ جی نے کہا علیؑ کو قتل کون کر سکتا ہے؟ اُس نے کہا خالد بن ولید۔ چنانچہ دونوں نے خالد کو بُلوایا۔ جب وہ آیا تو اُس سے

کہا کہ اے خالد! ہم تجھ سے ایک بڑا کام لینا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا جو کام تمہارا جی چاہے مجھ سے لو گو وہ علیؑ ابن ابیطالب کا قتل ہی کیوں نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا کام تو یہی ہے خالد نے کہا یہ بتاؤ کہ میں اُن کو قتل کب کروں؟ ابوبکر بولا جب وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائیں تو تم اُن کے پہلو میں جا کھڑے ہونا۔ اور جب میں سلام پھیروں تم فوراً اُٹھ کر اُن کی گردن اُڑا دینا۔ خالد نے کہا بہت اچھا۔ یہ باتیں اسماء بنتِ عمیس نے سُن لیں۔ وہ اُس وقت ابوبکر کے نکاح میں تھیں۔ اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور جنابِ فاطمہؑ زہرا کی خدمت میں جا اور اُن دونوں کو میرا سلام کہنے کے بعد یہ آیت سُنا اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ (دیکھو صفحہ ۶۱۷ سطر ۸) (لونڈی نے تعمیلِ حکم کی تو) جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے سُنکر فرمایا۔ تو جواب میں کہہ دیجیو اِنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ مَا یُرِیْدُوْنَ۔ (خداوندِ عالم اُن کے اور اُن کے ارادہ کے مابین حائل ہو جائے گا) پھر وہ حضرتؑ اُٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ خالد بن ولید بھی تلوار حمائل کئے برابر آ کھڑا ہوا۔ پس جب ابوبکر تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھا تو اپنے حکم دینے پر نادم ہوا اور فتنہ و فساد اور حضرت علی علیہ السّلام کی شجاعت سے وہ خوف زدہ ہو گیا بہت دیر تک سوچتا رہا اور سلام پھیرنے کی جسارت نہ کر سکا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ کہیں ابوبکر کو نماز میں سہو ہو گیا۔ بالآخر وہ خالد کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا۔ میاں خالد! سُنتے ہو جو حکم میں نے تمہیں دیا تھا اُس کی تعمیل نہ کرنا۔ السّلام و علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

(قولِ مترجم) حضرات اہلِ سنّت جو سلام سے پہلے ہی اِدھر اُدھر مُنہ پھرا لیا کرتے ہیں ظاہراً اُس کی اصل یہیں سے ظاہر ہوتی ہے۔"

جب جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے خالد! ابوبکر نے تجھے کیا حکم دیا تھا (جس سے پھر منع کیا) اُس نے کہا آپ کی گردن اُڑا دینے کا (حکم دیا تھا) حضرتؑ نے فرمایا تو کیا تو ایسا ہی کرتا؟ اُس نے جواب دیا خدا کی قسم اگر یہ مجھ کو منع نہ کرتا تو میں ضرور بعد سلام آپ کو قتل کر دیتا۔ امام فرماتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے اُسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ عمر نے کہا پروردگارِ خانۂ کعبہ کی قسم اب یہ خالد کو ضرور قتل کر دینگے اور لوگ عرض کرنے لگے اے ابوالحسن! آپ کو خدا کا واسطہ۔ اِس صاحبِ قبر کا صدقہ اب تو اِسے چھوڑ دیجئے۔ حضرتؑ نے اُسے تو چھوڑ دیا۔ پھر عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کی ہنسلی کی ہڈی پکڑ لی اور فرمایا ضحاک کے جنے! اگر جنابِ رسول خدا نے مجھ سے عہد نہ

لے لیا ہوتا۔ اور من جانب خدا امتحانِ اُمّت کا نوشتہ مقدر نہ ہو گیا ہوتا تو تُو اسی وقت دیکھ لیتا کہ ہم میں سے مددگار کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے۔ اور تعداد کی حیثیت سے کون گھٹا ہُوا ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت بیت الشرف میں تشریف لے گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۵۷

اور اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ مجھے حاکم بنائے۔ تو میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ مجھے حاکم بنائے گا تو مجھے عصمت بھی عطا فرمائے گا اور میری مدد بھی کرے گا۔ جنابِ لقمان فرشتوں کی آواز تو سُن رہے تھے مگر فرشتے اُن کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ پس فرشتوں نے ایسی حالت میں کہ لقمان اُن کی آواز تو سُنتے تھے اور اُن کو دیکھتے نہ تھے کہا کہ اے لقمان! آپ عذر کیوں فرماتے ہیں۔ لقمان نے جواب دیا بات یہ ہے کہ حکومت کی منزلیں بڑی کٹھن ہیں اور اُن پر ظلم کا پردہ پڑا ہُوا ہے۔ اگر حاکم بحق فیصلہ کرے گا تو تو نجات پائیگا اور اگر خطا کرے گا تو جنّت کی راہ میں بھٹکتا ہی پھرے گا۔ جو شخص دنیا میں شریف اور صاحبِ مرتبہ ہو کر آخرت میں ذلیل ہو تو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ دنیا میں وہ ذلیل رہے اور آخرت میں اُس کو بزرگی حاصل ہو۔ اور جو شخص آخرت کو چھوڑ کے دنیا اختیار کرے گا اُسے نہ دنیا ہی ملے گی اور نہ آخرت ہی نصیب ہوگی۔ حضرت لقمان کی یہ تقریر سُنکر ملائکہ بیحد متعجب ہوئے۔ جب رات کے وقت حضرت لقمان سو گئے تو خداوندِ عالم نے اُن کو حکمت عطا فرمائی۔ اب جو وہ بیدار ہوئے تو ہر بات حکمت سے کہتے تھے۔ اور اسی حکمت کی وجہ سے حضرت داؤدؑ نے اُن کو اپنا وزیر بنایا اور حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ اے لقمان! آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ حکمت (دانائی) تو آپ کو مل گئی اور حکومت کی آزمائش سے آپ بچ گئے۔

تفسیرِ قمّی میں ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے کسی شخص نے حضرت لقمان کا حال دریافت کیا اور اُن کی حکمت کا جس کا ذکر خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ تو اُن جناب نے ارشاد فرمایا کہ لقمان کو جو حکمت عطا فرمائی گئی تھی تو وہ نہ حسب و نسب کی وجہ سے تھی نہ مال و منال و اہل و عیال کی وجہ سے نہ اُس سے یہ مطلب ہے کہ اُن کا جسم کچھ بہت لمبا چوڑا تھا نہ یہ کہ وہ خوبصورتی میں بے مثل و بے مثال تھے بلکہ اُن کو حکمت اس لئے دی گئی تھی کہ وہ خدائے تعالےٰ کے احکام بجا لانے میں بڑے مضبوط آدمی تھے اور خدائے تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے زہد برتتے تھے۔ بڑے سکینہ اور وقار والے تھے۔ معاملات میں گہری نظر رکھتے تھے۔ مصنوعاتِ الٰہی میں بہت غور و فکر کیا کرتے تھے۔ رائے اُن کی بڑی بلیغ تھی۔ عبرتوں کے حاصل کرنے میں وہ بہت مشقّت کیا کرتے تھے۔ دن کو ذرا نہ سوتے تھے اور کبھی کسی شخص نے

اُن کو پیشاب کرتے یا پاخانہ پھرتے یا نہاتے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ ایسے امور کے لئے بہت پوشیدہ جگہ اختیار کرتے تھے۔ ایسے ہی اپنے اور معاملات میں بھی سخت حفاظت کرتے تھے اور اپنی رائے کا عام آدمیوں پر اظہار نہ ہونے دیتے تھے کیونکہ اُن کو اس کا خوف ہر وقت لگا رہتا تھا کہ مبادا اس میں خدا کی نافرمانی ہو۔ نہ کبھی کسی چیز سے ہنسے اور نہ غضبناک ہوئے اور نہ کبھی کسی شخص سے مزاح کیا۔ دنیا کی چیزوں میں سے جو بات میسر آئی اُس پر کبھی خوش نہیں ہوئے۔ اور جو ہاتھ سے نکل گئی اُس پر رنج نہیں کیا۔ عورتوں سے شادیاں کیں اور اُن سے اولاد بھی اُن کی بہت ہوئی اور بہت سی اُن کے سامنے ہی مر بھی گئیں مگر وہ کسی کی موت پر نہیں روئے۔ اور جب دو ایسے آدمیوں کے پاس سے اُن کا گزر ہوا جن کو لڑتے جھگڑتے پایا تو اُن میں صلح ضرور ہی کرا دی۔ اور اُن دونوں کے پاس سے نہ آتے تھے جب تک وہ دونو آپس میں دوست نہ ہو جاتے تھے۔ اور جب کسی آدمی سے کوئی ایسی بات سُنی جو اُنہیں پسند آئی۔ تو اُس کا مطلب بھی اُس سے دریافت کیا اور ماخذ بھی پوچھا کہ تم نے یہ بات حاصل کس سے کی؟ وہ ہمیشہ عالموں اور حکیموں کے پاس زیادہ بیٹھتے تھے اور وہ حاکموں اور بادشاہوں کے پاس بھی آیا جایا کرتے تھے۔ حُکام سے جو غلط فیصلے ہو جاتے تھے اُن پر افسوس کیا کرتے تھے۔ اور بادشاہوں کو خدا کی طرف سے جو عزت ملی ہوئی ہے اور اُس سے اُن کو ایسا اطمینان ہو گیا ہے (کہ وہ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں) اس کے سبب سے اُن پر ترس کھایا کرتے تھے اور عبرت بھی حاصل کیا کرتے تھے اور ایسی باتیں سیکھتے تھے جس سے اپنے نفس کو دبا سکیں اور خواہش کا مقابلہ کر سکیں اور شیطان سے بچ سکیں۔ اور غور و فکر کر کے اُس پر غالب آ سکیں اور اپنے نفس کا عبرتوں سے علاج کرتے رہیں۔ اور کسی پر ایسی چیز کا طعنہ نہیں کرتے تھے جس سے خود بری نہ ہوں۔ انہی باتوں کی وجہ سے ان کو حکمت و عصمت عطا کی گئی تھی۔ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ وہ قیلولہ فرما رہے تھے اور اُن کی آنکھ ذرا کی ذرا بند ہوئی تھی خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کے بعض گروہوں کو حکم دیا اور اُنہوں نے حضرت لقمان کو اس طرح سے کہ وہ اُن کی آواز تو سُنتے تھے اور دیکھتے نہ تھے پکارا اور اُن سے یہ کہا کہ اے لقمان! تم یہ چاہتے ہو کہ خدائے تعالےٰ زمین میں تم کو اپنا خلیفہ مقرر کر دے کہ تم لوگوں کے جھگڑے فیصل کیا کرو؟ اس کے جواب میں حضرت لقمان نے کہا کہ اگر میرے پروردگار نے حکماً یہ بات میرے لئے مقرر کی ہے تو تو مجھے بغیر قبول کرنے کے چارہ ہی کیا ہے اس لئے کہ جب میں اسے قبول کروں گا تو وہ خود میری اعانت بھی فرمائے گا۔ فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی مجھے سکھائے گا اور اس سے بھی مجھے بچائے گا کہ میرے ہاتھ سے کوئی بات بیجا ہو جائے۔ اور اگر خدائے تعالےٰ نے قبول کرنے

نہ کرنے میں مجھے مختار فرمایا تو میں تو عافیت ہی کو قبول کروں گا۔ فرشتوں نے دریافت کیا کہ اے لقمان! ایسی بات تم نے کیوں کہی؟ اُنہوں نے فرمایا اِس کی وجہ یہ ہے کہ آدمیوں کے جھگڑوں کو طے کرنا دین کی منزلوں میں سے سب سے زیادہ سخت منزل ہے۔ اور اِسی میں سب سے بڑی آزمائش ہے خصوصًا اُس صورت میں جبکہ خدا کی طرف سے مدد نہ ملے اور یونہی چھوڑ دیا جائے اِس لئے کہ ظلم تو ایسے شخص کو ہر طرف سے آگھیرتا ہے اور وہ دو حالتوں میں پھنس جاتا ہے۔ اگر اُس کا فیصلہ ٹھیک ہو گیا تو تو امید ہوتی ہے کہ بچ جائے اور اگر فیصلہ میں غلطی کی تو پھر جنت کے راستے سے دُور جا پڑتا ہے اور جو شخص دنیا میں کمزور و ذلیل رہے اُس کی نسبت اُمید ہے عاقبت میں شریف و عزیز تر ہو بلکہ اُس کا حکم چلے۔ اور جس نے عاقبت کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کر لیا وہ دونوں جہان سے گیا گزرا ہو گیا۔ دنیا تو فنا ہونے والی ہے یوں گئی۔ اور عاقبت کو اُس نے اختیار ہی نہ کیا تھا وہ یوں نہ ملی۔ امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے بھی اُن کی ایسی حکمت کی باتوں پر تعجب کیا اور خدائے تعالےٰ کو بھی اُن کی یہ گفتگو پسند آئی۔ چنانچہ جب شام ہوئی اور شب کو وہ اپنے بستر پر سوئے تو خدائے تعالےٰ نے اُن پر اپنی حکمت نازل فرمائی۔ اور اُس نے سوتے ہی میں اُن کو سر سے پاؤں تک ڈھانپ لیا اب جو وہ بیدار ہوئے تو اُس زمانہ میں اُن سے زیادہ دانا کوئی نہ تھا۔ جب گھر سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے تو جو بات کہتے تھے سراپا حکمت ہی حکمت ہوتی تھی۔ اور اُن کی حکمت تمام عالم میں پھیل گئی۔ امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب لقمان کو خلافت کی خوشخبری دی گئی اور اُنہوں نے اُس کو قبول نہ کیا تو خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اور اُنہوں نے وہ خلافت کی خوشخبری داؤد علیہ السلام کو جا سُنائی اور اُنہوں نے بغیر کسی ایسی شرط کے جو لقمان علیہ السلام نے کی تھی اُسے قبول فرما لیا تو خدائے تعالےٰ نے زمین کی خلافت داؤدؑ کو عطا فرمائی اور اس میں کئی مرتبہ اُن کی آزمائش کی اور اُن سے اُس کے بارے میں لغزشیں بھی سرزد ہوئیں جن کی بابت خدائے تعالےٰ نے اُن کا عذر قبول فرما لیا اور اُن کو معاف کر دیا۔ حضرت لقمان اکثر حضرت داؤدؑ کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور اُن کو بہت سی نصیحت کی باتیں بوجہ وفورِ علم کے سُنا آیا کرتے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اُن سے فرمایا کرتے تھے کہ اے لقمان! خوشا حال تمہارا! کہ تمہیں حکمت عطا کی گئی۔ اور تم آزمائش سے بچا لئے گئے اور مجھ داؤدؑ کو خلافت عطا کی گئی اور میں حکومت کی آزمائشوں کے جھگڑے میں پڑ گیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۵۷

دوسری روایت میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے جس کو خدائے تعالےٰ

کوئی نعمت عطا فرمائے اور وہ دل سے اُس کا اقرار کرے تو اُس نعمت کا شکر ادا ہو جائیگا۔ اُنہی جناب سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسےٰ! میری نعمتوں کا کماحقہٗ شکریہ ادا کیا کرو۔ حضرت موسےٰ نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تیرا شکریہ کماحقہٗ کیونکر بجا لا سکتا ہوں حالانکہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ہی ایک نعمت ہے ارشادِ باری ہوا اے موسےٰ! جبکہ تم نے یہ سمجھ لیا کہ یہ توفیقِ شکر بھی میری ہی طرف سے ہوتی ہے تو اب پورا پورا شکریہ ادا کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۵۷

جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک شخص جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ حضرتؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر۔ اُس نے عرض کی پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ اُس نے عرض کی پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔

جنابِ امام رضا علیہ السّلام سے کسی نے پوچھا۔ یا ابن رسولؐ اللہ! اگر میرے والدین مذہبِ حق نہ رکھتے ہوں تو کیا جب بھی میں اُن کے لئے دعائے خیر کیا کروں؟ فرمایا تو اُن کے واسطے دعا بھی مانگ اور اُن کی طرف سے خیرات بھی کیا کر۔ اور اگر وہ دونوں زندہ ہوں اور حق کے شناسا نہ ہوں تو بھی تو اُن کے ساتھ مُدارات کیا کر اس لئے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے اس لئے نبی مقرر کیا ہے کہ میں بندگانِ خدا کو صلۂ رحمی کی نصیحت کیا کروں۔ نافرمانیٔ والدین کا حکم دینے کے لئے خدا نے مجھے مبعوث نہیں فرمایا۔

عیونَ الاخبار میں اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ گو وہ مشرک بھی ہوں۔ البتہ نافرمانیٔ خدا میں نہ اُن کی اطاعت کرنا چاہیئے نہ کسی اور کی۔ کیونکہ ایسے کاموں میں جو خالق کی نافرمانی کا باعث ہوں کسی مخلوق کی اطاعت کرنا حرام ہے۔

مصباح الشریعہ میں ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا معرفتِ باری تعالےٰ کی بہترین قسم ہے۔ اس لئے کہ کوئی عبادت اتنا جلد بندوں کو رضائے خدا تک نہیں پہنچا سکتی جتنا کہ خدائے تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے مسلمان ماں باپ کی عزت و تعظیم کرنا۔ اس لئے کہ والدین کا حق خدائے تعالےٰ کے حقوق سے نکلا ہے۔ بشرطیکہ ماں باپ دونوں دیندار ہوں اور اولاد کو طاعتِ خدا سے منع کر کے اُس کی نافرمانی کا مرتکب نہ بناتے ہوں اور یقین سے ہٹا کر شک میں نہ پھنساتے ہوں اور دین

سے جُدا کر کے دنیا کی جانب رغبت نہ دلاتے ہوں۔ اور اگر وہ دونوں امور مذکورہ کے خلاف کرتے ہوں تو اُن کی مخالفت کرنا خدا کی اطاعت ہے۔ اور اُن کی اطاعت کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ "وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (دیکھو صفحہ ۶۵۸ سطر) البتہ زندگانی دنیا میں تم اُن کی مُدارات کرتے رہو۔ اور اُن کے ساتھ بہ نرمی پیش آتے رہو اور جو تکلیف وہ دیں اُس کی برداشت کرتے رہو۔ اسی طرح جس طرح کہ اُنہوں نے بچپن میں تمہاری خاطر تکلیفیں برداشت کی تھیں اور جتنی وسعت خدا نے تمہیں کھانے پینے میں دے رکھی ہو اُس کے مقابلہ میں تم اُن کی خدمت بجا لانے میں تنگی نہ کیا کرو اور بگڑ کے اُن کی طرف سے مُنہ نہ پھیرا کرو اور اُن کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کیا کرو کیونکہ اُن کی عظمت و بزرگی کا خدائے تعالےٰ نے حکم دیا ہے اور جب اُن سے کوئی بات کہا کرو تو اچھی اور نرم زبان سے کہا کرو اس لئے کہ نیکی کرنے والوں کا اجر خدائے تعالےٰ برباد نہیں کرتا۔

کافی میں اصبغ بن نُباتہ سے روایت ہے۔ کہ کسی نے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے آیہ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اُن والدین سے جن کی شکرگزاری خدا نے واجب کی ہے وہ دو بزرگوار مراد ہیں جن سے علم پیدا ہوا اور جنہوں نے حکمت میراث میں پائی۔ اللہ تعالےٰ نے اُنہی دونوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پھر فرمایا اِلَيَّ الْمَصِيْرُ کے یہ معنی ہیں کہ تمام بندوں کی بازگشت اُسی کی حضور میں ہے اور خدا کا راستہ بتلانے والے وہی والدین ہیں۔ پھر واؤ عطف لا کے وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ سے ابنِ خطّابہ (عمر) اور اُس کے یار (ابوبکر) کو مُراد لیا ہے۔ اس قول میں عام طور سے بھی اُنہی کی طرف اشارہ ہے اور خاص طور سے بھی پھر خدائے تعالےٰ اپنی وصیت میں یہ فرماتا ہے کہ جب یہ دونوں اطاعتِ خدا سے تم کو ہٹانا چاہیں تو تم اُن کی اطاعت نہ کرو۔ اور ان کی بات نہ سنو۔ پھر خدا نے اپنے قول (وَصَاحِبْهُمَا) کو وَالِدَيْكَ سے ربط دیا اور فرمایا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کی فضیلت لوگوں سے بیان کرو اور لوگوں کو ان کی راہ کی طرف بلاؤ جیسا کہ ارشادِ باری تعالےٰ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ج ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ سے ظاہر ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ تمہاری بازگشت خدا کی طرف ہو گی پھر ہماری طرف۔ پس تم لوگ خدائے تعالےٰ سے ڈرو۔ اور والدین کی نافرمانی نہ کیا کرو۔ کیونکہ اُن دونوں کی رضامندی خدائے تعالےٰ کی رضا کا سبب ہے۔ اور اُنکی ناراضی خدائے تعالےٰ کی ناراضی کا باعث۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۵۸

تفسیر قمّی میں خدائے تعالےٰ کے اُس قول کی جو وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ سے شروع ہو کر

لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ پر ختم ہوا ہے۔ تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ منقول ہے۔ کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ منجملہ اُن نصیحتوں کے یہ باتیں بھی تھیں کہ اُنہوں نے فرمایا اے میرے (پیارے) بیٹے! جس وقت سے تم دنیا میں آئے ہو اُس کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہو اور آخرت کی طرف مُنہ۔ پس وہ مکان جس کی طرف تم چلے جا رہے ہو وہ تم سے بہ نسبت اُس مکان کے زیادہ قریب ہے جس سے تم ہٹتے جاتے ہو۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو اور مؤدب بیٹھا کرو اور اُن سے بے جا جھگڑا نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں اپنی صحبت میں آنے سے منع کر دیں گے اور دنیا میں سے اتنا لینا جتنا تمہاری واقعی ضرورتوں کو کافی ہو جائے۔ اور بالکل دنیا کو چھوڑ بھی نہ دینا کہ تم اور لوگوں کے اُوپر اپنا بار ڈال دو اور اتنا دنیا میں گھُسنا بھی نہیں کہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچا لو۔ اور روزہ رکھنا کہ وہ شہوتِ نفسانی کو کم کر دیتا ہے۔ مگر ایسا روزہ نہ رکھنا جو تمہیں نماز سے روکے اس لئے کہ نماز اللہ کو روزہ کی نسبت زیادہ پیاری ہے۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! دنیا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جس میں بہت سی مخلوق ہلاک ہو چکی ہے۔ پس تم اس میں ایمان کو تو اپنی کشتی قرار دو اور توکل کو اس کا بادبان بناؤ۔ اور تقوے کو اپنی زادِ راہ قرار دو۔ پس اگر نجات پا جاؤ تو سمجھنا کہ خدا کی رحمت کے سبب نجات پائی اور اگر نجات نہ پائی تو سمجھنا کہ اپنے گناہوں کے وبال کے سبب پائی اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر بچپن میں تم ادب سیکھو گے تو بڑے ہو کر اُس سے فائدہ اُٹھاؤ گے۔ جس کو ادب کی پروا ہو گی وہ اس کا اہتمام بھی کرے گا اور جو اس کا اہتمام کرے گا وہ علم حاصل کرنے کی تکلیف برداشت کرے گا۔ اور جو حصولِ علم کی تکلیف برداشت کرے گا وہ طلبِ علم کی دِقتیں بھی جھیلے گا۔ اور جو طلبِ علم کی دِقتیں جھیل لے گا وہ اُس کا نفع بھی حاصل کر لے گا۔ پس تم علم کو عبادت سمجھ کر حاصل کرو کہ اُس سے تم اپنے بزرگوں کے نام بھی روشن کرو گے اور اپنی آیندہ نسلوں کو بھی اُس سے نفع پہنچاؤ گے۔ اُمید کرنے والے علم کے سبب سے تمہارے امیدوار بنیں گے اور ڈرنے والے تمہارے علمی دبدبہ سے خائف ہوں گے۔ اور علم کے حاصل کرنے میں سُستی کو تو پاس پھٹکنے ہی نہ دینا۔ اور دوسری چیزوں کی اُس کے مقابلہ میں طلب نہ کرنا اس لئے کہ اگر طلبِ دنیا تم پر غالب آ گئی تو تم آخرت پر غالب نہ آؤ گے اور جب طلبِ علم تم سے چھوٹ گئی تو آخرت تم سے ضرور چھوٹ جائے گی اور تم اپنے دن میں رات میں اور گھڑیوں میں اپنی ذات کے لئے طلبِ علم کا کچھ وقت ضرور رکھو کیونکہ اس سے زیادہ تضیع اوقات اور کسی بات کو نہ پاؤ گے کہ علم کے حاصل کرنے کا کوئی وقت ہی نہ رکھو۔ اور بیہودہ جھگڑنے والے سے کبھی بحث نہ کرنا اور عالم دین سے کج بحثی نہ کرنا۔ اور بادشاہ سے کبھی دشمنی نہ کرنا اور ظالم بن کے کبھی راستہ نہ چلنا اور نہ کسی ظالم سے دوستی کرنا اور

کسی ایسے فاسق کے بھائی نہ بننا جو بے ہودہ بکنے والا ہو اور جو شخص بدنام ہو اُس کی صحبت میں نہ بیٹھنا۔ اور علم کو اس طرح جمع کرنا جیسے روپیہ (پیسہ) جوڑ کے رکھتے ہو۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! اللہ سے اس طرح ڈرنا کہ اگر قیامت کے دن تمام جنوں اور آدمیوں کی نیکی کے برابر نیکی تم لے کر آؤ تب بھی تمہیں یہ خوف ضرور رہے کہ شاید خدا تمہیں عذاب دے دے۔ اور امید خدا سے ایسی رکھنا کہ اگر قیامت کے دن تمام جنوں اور آدمیوں کے برابر تم گناہ بھی لے کر آؤ تو بھی تمہیں اپنی یہی اُمید ہو کہ خدا تمہیں ضرور بخش دے گا۔ اس پر اُن کے بیٹے نے عرض کی کہ بابا جان! دل تو میرا ایک ہی ہے۔ ان دونوں باتوں کو اس میں کیسے جگہ دوں۔ تو حضرت لقمان نے اُن سے فرمایا کہ اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر مومن کا دل نکال کر دو ٹکڑے کیا جائے تو اُس میں دو نور پائے جائیں گے۔ ایک نور خوف خدا کے لئے ہوگا۔ دوسرا رجا (اُمید) کے لئے۔ اگر ان دونوں کو تولا جائے تو ایک دوسرے سے ذرہ بھر بھی نہ بڑھے گا۔ پس جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا ہے سب کی وہ تصدیق کرے گا۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے اقوال کی تصدیق کرے گا تو خدائے تعالےٰ نے جن چیزوں کے متعلق حکم دیا ہے وہ اُن سب کو بجا لائے گا۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے احکام بجا نہیں لایا اُس نے گویا خدائے تعالےٰ کے اقوال کی تصدیق بھی نہیں کی اس لئے کہ یہ تو ایسے کام ہیں کہ ایک دوسرے کی گواہی دیتے ہیں۔ پس جو اللہ پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے وہ عمل بھی خدا کے لئے خالص کرتا ہے اور جو خالص خدا کے لئے عمل کرتا ہے اس کا ایمان بھی خدا کے لئے سچا ہی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اللہ سے محبت بھی یقینی رکھتا ہے۔ اور جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کے حکم کی پیروی بھی یقیناً کرتا ہے۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے حکم کی پیروی کرتا ہے اُس کے لئے خدا کی جنت اور خدا کی رضامندی لازم ہے۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے حکم کی پیروی نہیں کرتا وہ غضب خدا کو سہل سمجھتا ہے اور خدا کے غضب سے ہم تو خدا ہی کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! دنیا کی طرف مائل نہ ہو جیو اور اپنے دل کو اس میں نہ پھنسائیو اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے دنیا سے زیادہ ذلیل کوئی مخلوق پیدا ہی نہیں کی۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی (اُس کی ذلت تو اسی سے ثابت ہے کہ) نہ دنیا کی نعمتوں کو اطاعت کرنے والوں کی اطاعت کا صلہ قرار دیا ہے اور نہ اُس کی تکلیفوں کو نافرمانوں کی نافرمانی کا عذاب ٹھہرایا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۶۷

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی شانِ نزول اس طرح مروی

ہے کہ جب حضور سرورِ عالم نے جناب خدیجۃ الکبرا سے بنت خویلد سے عقد کر لیا تو ایک دن وہ جناب مالِ تجارت لے کر بازارِ عکاظ میں تشریف لے گئے۔ وہاں زید کو فروخت کرتے ہوئے پایا۔ یہ بھی دیکھا کہ وہ ذہین و ہوشیار لڑکا ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اُس کو خود ہی خرید لیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ رسالت پر مامور ہو گئے تو اُسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جنابِ رسولِ خدا کا غلام کر کے مشہور ہو گیا۔ جب اُس کے باپ حارثہ بن شراحیل کلبی کو زید کا حال معلوم ہوا تو وہ مکہ میں حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حارثہ جلیل القدر آدمی تھا۔ اُس نے کہا کہ اے ابو طالب! میرا بیٹا قید ہو گیا تھا۔ اب مجھے خبر ملی ہے کہ وہ تمہارے بھتیجے کے پاس ہے۔ آپ اپنے بھتیجے سے فرمائیے کہ یا تو اُسے میرے ہاتھ بیچ ڈالیں یا اُس کا فدیہ لے لیں یا آزاد کر دیں۔ حضرت ابو طالب نے یہ سارا واقعہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے زید کو آزاد کیا۔ جہاں اُس کا جی چاہے چلا جائے پس حارثہ اُٹھا اور اُس نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ اے فرزند! لے اب میرے ہمراہ چل اور اپنے حسب و نسب میں جا مل۔ زید نے جواب دیا کہ میں تو جنابِ رسولِ خدا کو کبھی نہ چھوڑونگا اور ہرگز آنحضرتؐ کے قدموں سے جدا نہ ہوگا۔ حارثہ نے کہا کہ اے فرزند! کیا تو اپنے خاندانی حسب و نسب کو چھوڑ کر قریش کا غلام بننا گوارا کرتا ہے۔ زید نے جواب دیا کہ میں جب تک زندہ ہوں جنابِ رسولِ خدا کی خدمت سے کبھی الگ نہ ہونگا۔ یہ سُنکر اُس کے باپ حارثہ کو غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ اے گروہِ قریش! تم سب گواہ رہنا کہ میں زید سے بیزار ہوں اور یہ اِس وقت سے میرا بیٹا نہیں ہے۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اے قوم گواہ رہو کہ زید اِس وقت سے میرا بیٹا ہے۔ میں اِس کا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہوگا۔ پس اُس دن سے زید فرزندِ رسولِ خدا کہے جانے لگے۔ اور جنابِ رسولِ خدا زید سے بے حد محبت رکھتے تھے اور اُن کو پیارا زید فرمایا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو زینب بنت جحش سے زید کا نکاح بھی کر دیا۔ ایک دن زید آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ دریافتِ حال کے لئے آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس زید کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضرتؐ نے دروازہ کے کواڑ کھولے۔ زینبؓ بہت حسین عورت تھی۔ وہ اپنے حجرہ میں بیٹھی ہوئی خوشبو پیس رہی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ کی نظر اُس پر جا پڑی۔ پس آنحضرتؐ نے یہ دعا پڑھی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ خَالِقِ النُّوْرِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ یعنی "میں تسبیح کرتا ہوں خدا کی جس نے نور کو پیدا کیا ہے اور بڑا برکت والا ہے اللہ جو سب بنانے والوں سے اچھا ہے"۔ پس آنحضرتؐ اُلٹے پاؤں اپنے بیت الشرف کی طرف واپس چلے آئے۔ جب زید اپنے مکان میں آئے تو زینبؓ نے جنابِ رسولِ

خدا کا تشریف لانا اور ارشاد فرمانا زید سے بیان کیا۔ زید نے کہا۔ اے زینبؓ! تم یہ چاہتی ہو کہ میں تم کو طلاق دے دوں تاکہ جنابِ رسولؐ خدا تم سے نکاح کرلیں۔ شاید آنحضرتؐ کے دل پر تمہارا اثر ہوگیا ہو۔ زینبؓ نے جواب دیا مجھے یہ ڈر ہے (کہیں) ایسا نہ ہو کہ تم تو مجھے طلاق دے دو اور پھر جنابِ رسولؐ خدا (بھی) مجھ سے نکاح نہ کریں۔ پس زید جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں۔ مجھ سے زینبؓ نے ایسا ایسا بیان کیا ہے۔ اگر حضور کی مرضی ہو تو میں زینبؓ کو طلاق دے دوں پھر آپ اُس سے نکاح کرلیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے زید! خدا سے ڈر اپنے گھر کو جا اور زینبؓ کو اپنی زوجیت میں رہنے دے۔ پھر خداوندِ عالم نے اِس واقعہ کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ سے وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا تک کی آیتوں میں بیان کیا ہے۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۷۴ سطر ۹) جب خدا نے بالائے عرش حضور سرورِ عالم کا نکاح زینبؓ کے ساتھ کردیا تو منافقوں نے کہا دیکھو ہم پر تو بیٹوں کی بیبیاں حرام کردی ہیں اور خود اپنے بیٹے زید کی زوجہ سے اپنا نکاح کر بیٹھے۔ پس خدائے تعالےٰ نے اُن کی رد میں یہ آیتیں نازل فرمائیں وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ تا يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۶۷ سطر ۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۶۷

تفسیر قمی میں ہے کہ خدائے عزّ وجلّ نے مومنین کو رسولؐ کی اولاد اور رسولؐ کو مومنین کا باپ قرار دیا ہے۔ مومنین میں سے جو شخص اپنی حفاظت نہ کرسکے اور اُس کے پاس مال نہ ہو اور اُس کا کوئی ولی نہ ہو تو خدا نے اپنے رسولؐ کو اُس کا ولی بنایا ہے اور مومنین کے نفسوں پر رسولؐ کو حاکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے غدیرِ خُم کے مقام پر ارشاد فرمایا۔ اَيُّهَا النَّاسُ! اَلَسْتُ اَوْلٰى بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ؟ اے لوگو! کیا میں تمہارے نفسوں پر حاکم نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا بے شک آپ ہمارے حاکم ہیں۔ پس حضرتؐ نے اُن لوگوں پر اپنی ولایت کی طرح امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت بھی واجب و لازم فرمادی۔ اور ارشاد فرمایا اَلَا فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ خبردار ہو جاؤ! جس کا میں حاکم اور مولا ہوں یہ علیؑ ابنِ ابیطالب بھی اُس کے حاکم و مولا ہیں۔ جبکہ خدا نے اپنے رسولؐ کو مومنین کا باپ قرار دے دیا اور اُن کی کفالت اور یتیموں کی تربیت آنحضرتؐ پر لازم آئی تو آنحضرتؐ نے بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی مرجائے تو اُس کا مال اُسکے وارثوں کو ملیگا اور اگر وہ مقروض مریگا یا جائداد چھوڑیگا تو اُس کا قرض میں ادا کرونگا اور جائداد میری طرف منتقل ہو جائیگی۔ پس خدا تعالیٰ نے جنابِ رسولِ خدا پر مومنین کے وہ حقوق واجب کئے جو باپ پر اولاد کے ہوتے ہیں۔ اور مومنین پر وہ حقوق واجب

فرمائے جو اولاد پر باپ کے ہوتے ہیں۔ مثلاً اطاعت وغیرہ۔ اور جو باتیں جناب رسولؐ خدا پر واجب ہوئی تھیں وہ سب آنحضرتؐ کے بعد جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اور اُن کے بعد یکے بعد دیگرے گیارہ اماموں پر لازم ہوئیں۔ اور اس دعوے پر کہ جناب رسولؐ خدا اور جناب امیر المؤمنین تمام مسلمانوں کے باپ ہیں خدا کا یہ قول وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۳۲ سطر آخر) دلیل ہے اس لئے کہ اس آیت میں والدین سے جناب رسولؐ خدا اور جناب امیر المؤمنین مراد ہیں۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہود عام طور پر ایمان اسی آیت کے سبب سے لائے کہ اُنہوں نے سمجھ لیا کہ ہماری جانیں اور ہمارے بال بچے سب مامون و محفوظ رہیں گے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ جناب رسولؐ خدا کی کنیت ابوالقاسم کیوں قرار پائی؟ فرمایا وجہ یہ ہے کہ اُن جنابؐ کا ایک فرزند تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اُسی کے نام پر آنحضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم قرار پائی۔ پھر سائل نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ! اگر حضور مجھے اس قابل جانتے ہوں تو کچھ اور توضیح فرما دیجئے۔ فرمایا تم کو یہ بات معلوم ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ابن ابی طالب اس اُمت کے باپ ہیں؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ اے فرزند رسولؐ! مجھے معلوم ہے۔ فرمایا تم یہ بھی جانتے ہو کہ جناب رسولؐ خدا ساری اُمت کے باپ ہیں اور اُمت میں جناب علیؑ ابن ابیطالب بھی داخل ہیں۔ اُس نے عرض کی بیشک! فرمایا یہ بھی تم کو علم ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب جنت و نار کے قاسم ہیں؟ اُس نے عرض کی ہاں یا بن رسولؐ اللہ! فرمایا پس اسی وجہ سے حضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی کہ وہ قاسم جنت و نار کے باپ ہیں۔ اُس نے عرض کی اے مولا! جناب رسولؐ خدا کے باپ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جس طرح باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے اُسی طرح تمام اُمت پر جناب رسولؐ خدا مہربان تھے اور ساری اُمت سے جناب علیؑ ابن ابی طالب افضل ہیں اور جناب رسولؐ خدا کے بعد جناب علیؑ ابن ابی طالب اُمت رسولؐ پر مثل رسولؐ کے مہربان تھے۔ اس لئے کہ وہ حضرتؐ جناب رسولؐ خدا کے وصی اور خلیفہ اور اُمت کے امام تھے۔ اسی وجہ سے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس اُمت کا باپ ایک میں ہوں۔ اور دوسرے علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ پھر بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرضہ یا جائداد چھوڑے اُس کا قرضہ میں ادا کروں گا۔ اور اُس کی جائداد میرا حق ہے۔ اور اگر مال چھوڑے تو اس کے وارثوں کو ملیگا۔ پس اسی سبب سے جناب رسولؐ خدا بہ نسبت اپنے اُمتیوں کے اُن کے ماں باپ سے اور اُن کے نفسوں سے اولےٰ ہوئے۔ اسی طرح آنحضرتؐ کے بعد جناب

امیرالمؤمنین علیہ السّلام سب سے اولےٰ قرار پائے اور جو بات جنابِ رسولِ خدا کو اُمّت کے مقابلہ میں حاصل تھی وہی جنابِ امیرالمؤمنین کو حاصل ہوئی۔

کافی میں ہے سُلیم ابنِ قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابنِ جعفرؓ طیّار سے سُنا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ میں معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور جنابِ امام حسن اور جنابِ امام حسین علیہما السّلام اور حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ اور عمرؓ بن امِّ سلمہ اور اسامہؓ بن زیدؓ بھی وہاں موجود تھے۔ پس مجھ سے اور معاویہ سے ایک امر میں گفتگو ہونے لگی۔ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے خود سُنا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا فرما رہے تھے کہ میں تمام مومنوں کے نفسوں پر حاکم ہوں۔ پھر میرے بعد علیؑ بن ابیطالب میرے بھائی تمام مؤمنین پر حاکم ہیں۔ علیؑ کی شہادت کے بعد اُن کے بڑے بیٹے حسنؑ ابنِ علیؑ تمام مومنوں پر حاکم ہیں۔ پھر اُن کے بعد میرا فرزند حسینؑ بن علیؑ تمام مؤمنوں کا حاکم ہے۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کا فرزند علیؑ بن الحسینؑ تمام مومنوں پر حاکم ہے۔ اے علیؑ! تم علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھو گے۔ پھر علیؑ بن الحسینؑ کا فرزند محمدؐ بن علیؑ تمام مومنوں کا حاکم ہے۔ اور اے حسینؑ! تم محمدؐ بن علیؑ کو دیکھو گے۔ پھر آنحضرتؐ نے بارہ اماموں کا شمار پورا کیا۔ اُن میں سے ۹ امام حسینؑ بن علیؑ کی نسل سے ہونگے۔ حضرت عبداللہ ابنِ جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسن اور جنابِ امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ اور عمرؓ بن امِّ سلمہؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ سے گواہی طلب کی۔ اُن سب نے معاویہ کے سامنے میرے کلام کی تصدیق کی۔ سُلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت سلمانؓ فارسی اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ سے بھی سُنی ہے۔ اور اُنہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ہم نے جنابِ رسولِ خدا سے یونہی سُنا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۶۰

اُس وقت حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! چھوٹا گروہ بڑے گروہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرتؐ نے فرمایا پھر کیا تدبیر کرنی چاہیئے؟ سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم ایک خندق کھود لیتے ہیں کہ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک آڑ ہو جائے کہ اُن سے مقابلہ ممکن ہو اور اُن کے لئے یہ ناممکن ہو کہ ہر طرف سے ہم پر آن پڑیں۔ ہم عجمیوں کا ملک فارس میں یہی دستور ہے کہ جب دشمن کا گروہ کثیر ہم کو آگھیرتا ہے تو ہم لوگ خندقیں کھود لیا کرتے ہیں۔ اِس طرح سے عرب ایک خاص جگہ میں محدود ہو جائیں گے۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ حضرت سلمانؓ فارسی کی رائے بہت ٹھیک ہے۔ جنابِ رسولِ خدا نے کوہِ احد کی جانب رائع تک زمین ناپنے کا حکم دیا۔ اور انصار و مہاجرین میں سے ہر ایک کے لئے

بیس بیس قدم اور تیس تیس قدم زمین کھودنے کے لئے مقرر کر دی۔ وہ سب خندق کنی میں مصروف ہو گئے۔ کدالیں اور آلاتِ پیمائش حاضر کئے گئے۔ اور جناب رسولِ خدا خود اپنے دست مبارک میں کدال لے کر مہاجرین کی حدیں زمین کھودنے لگے۔ اور جناب امیر المومنین علیہ السلام مٹی باہر پھینکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور سرورِ عالم کو پسینہ آگیا اور تھک گئے۔ فرمایا یہ اس دنیا کی راحت تو کوئی چیز نہیں اصلی راحت آخرت کی راحت ہے۔ خدایا تو انصار و مہاجرین کے گناہ بخشدے۔ پس جب اصحاب نے خود آنحضرتؐ کو سرگرم پایا تو سب کے سب خندق کھودنے میں دل توڑ کوشش کرنے لگے۔ اور اجلد اجلد مٹی باہر پھینکنے لگے جب دوسرا دن ہوا تو وہ لوگ خندق کھودنے کے لئے سویرے ہی سویرے حاضر ہو گئے۔ اور جنابِ رسولِ خدا مسجد فتح میں آ بیٹھے۔ مہاجرین و انصار برابر کھودتے چلے جاتے تھے۔ کہ یکایک ایک بڑا پتھر نمودار ہوا جس میں کدالیں اثر نہ کرتی تھیں۔ اصحاب نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کو آنحضرتؐ کی خدمت میں اطلاع کے لئے بھیجا۔ جابرؓ جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ جناب ردائے مبارک سر کے نیچے رکھے ہوئے شکم اقدس پر پتھر باندھے ہوئے چت لیٹے ہیں۔ حضرت جابرؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ایک بڑا سخت پتھر نمودار ہو گیا ہے۔ جس پر بیلچے اور کدالیں تک اثر نہیں کرتیں (اب ہم کیا کریں؟ یہ سن کر) آنحضرتؐ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پتھر کے پاس تشریف لائے اور ایک ظرف میں پانی طلب کیا۔ جس سے پہلے چہرۂ انور دھویا۔ پھر دونوں بانہیں۔ پھر سرِ مبارک کا مسح فرمایا۔ پھر دونوں پائے مبارک کا مسح کیا۔ پھر تھوڑا سا پانی پیا اور تھوڑا سا پانی لیکر منہ میں اس کو حرکت دی۔ پھر اس پتھر پر کلی کر دی۔ پھر ایک کدال لے کر اس پر ماری۔ کدال پڑتے ہی ایک بجلی سی چمکی۔ جس کی روشنی میں ملکِ شام کے محل دیکھ لئے۔ پھر ایک چوٹ اور لگائی۔ اس سے (بھی) ایک روشنی چمکی جس میں ہم کو مدائن کے محل نظر آئے۔ پھر ایک ضرب اور لگائی۔ اس سے ایک اور روشنی پیدا ہوئی جس میں ہم کو ملکِ یمن کے قصر دکھائی دیئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ عنقریب خداوندِ عالم تمہارے ہاتھوں پر ان مقامات کو جو اس کی چمک میں معلوم ہوئے ہیں فتح کر دے گا۔ اب وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور اس طرح کھود لیا گیا جیسے بسہولت ریت کھود لی جاتی ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا دیکھا تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ جناب بھوکے ہیں۔ لہذا میں نے عرض کیا کہ ایک بکری اور ایک صاع جو تو موجود ہیں۔ فرمایا اچھا جاؤ اور جو کچھ تمہارے یہاں ہے سب کا کھانا تیار کراؤ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ یہ حکم سنتے ہی میں اپنے گھر آیا اور اپنی زوجہ کو آٹا پیسنے کا

حکم دیا۔ وہ آٹا پیسنے لگی۔ میں نے بکری کو ذبح کیا اور اُس کی کھال جُدا کر کے گوشت کے ٹکڑے پارچے بنا دئے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ آٹے کی روٹیاں پکا لو۔ اور گوشت کا سالن اور کباب تیار کر لو۔ جب وہ کھانا پکا چکی تو میں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں ہم کھانا تیار کر چکے۔ اب جس جس کو مناسب جانئے ہمراہ لے چلئے پس آنحضرتؐ خندق کے کنارے تشریف لائے۔ اور باآوازِ بلند فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین و انصار! جابرؓ کے ہاں چلو۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت خندق کے کام میں سات سو آدمی لگے ہوئے تھے وہ سب کے سب نکل آئے۔ اب آنحضرتؐ اُن میں سے جس کے پاس سے گزرتے تھے۔ یہ فرماتے جاتے تھے کہ جابرؓ کی دعوت میں چلو۔ یہ حال دیکھ کر میں آگے بڑھا اور اپنے گھر جا کے اپنی زوجہ سے میں نے یہ ذکر کیا کہ خدا کی قسم جنابِ رسولِ خدا اتنے آدمیوں کو ساتھ لا رہے ہیں کہ تم کو اُن سب کے کھانا کھلانے کی طاقت نہیں ہے۔ اُن کی زوجہ نے پوچھا صاحب! تم نے جنابِ رسولِ خدا کو کھانے کی مقدار بھی بتا دی ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے۔ زوجہ بولی تو فکر نہ کرو جتنوں کو بھی وہ ساتھ لا رہے ہیں وہ جائیں (اور اُن کا کام) پس آنحضرتؐ جابرؓ کے گھر آئے اور ہنڈیا کی طرف نظر فرمائی۔ اور جابرؓ کی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا اس میں سے انڈیل دے اور تھوڑا سا باقی رہنے دے۔ پھر تنور کو دیکھا اور حکم دیا اس میں سے کچھ روٹیاں نکال لے اور کچھ باقی رہنے دے۔ پھر ایک بڑا سا کاسہ طلب کیا روٹیاں اُس میں چوری گئیں اور فرمایا کہ اے جابرؓ! میرے پاس دس دس کو لاتے جاؤ۔ بس میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ دسوں آدمی سیر ہو گئے۔ حالانکہ کھانے پر انگلیوں کے صرف نشان ہی نشان معلوم ہوئے ورنہ کھانا بجنسہ موجود رہا۔ پھر آنحضرتؐ نے بکرے کا دست مانگا اُسے بھی اُن دس آدمیوں نے خوب کھایا۔ بعد اُن کے اور دس آدمی بٹھائے گئے۔ وہ بھی خوب سیر ہو گئے۔ اور اُن کی انگلیوں کے نشان ہی کھانے پر نظر آئے۔ پھر اُن کے لئے بھی بکری کا دست حضرتؐ نے طلب فرمایا۔ میں نے حاضر کیا۔ اُسے بھی اُن دس آدمیوں کو کھلایا۔ پھر اُس دسترخوان پر دس آدمیوں کی تیسری صف بٹھائی گئی۔ جب وہ لوگ بھی کھانا کھا چکے تو حضرتؐ نے فرمایا ان کے لئے بھی ایک دست لاؤ۔ میں نے حاضر کرنے کے بعد عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! بکری کے دست کتنے ہوتے ہیں؟ فرمایا دو ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ خدا کی قسم تین دست تو میں لا چکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اُسے جابرؓ! اگر تم خاموش رہتے تو میں کُل آدمیوں کو اسی طرح دست کھلائے جاتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح دس دس آدمیوں کو لا کر کھانے پر بٹھاتا رہا۔ اور وہ سب اچھی طرح سیر ہوتے گئے۔ پھر بھی کھانا اتنا بچ رہا کہ ہم کئی روز تک کھاتے رہے

المختصر اب جنابِ رسولِ خدا نے خندق کھودلی۔ اور اُس کے آٹھ دروازے رکھے۔ اور ہر دروازہ پر ایک شخص کو مہاجرین میں سے اور ایک شخص کو انصار میں سے مع چند چند آدمیوں کے محافظ مقرر فرما دیا۔ اور قریش کے آنے سے تین روز پہلے خندق ہر طرح تیار ہو گئی۔ پھر قریش اور بنی کنانہ اور بنی سلیم اور بنی ہلال وارد ہوئے اور موضع زغابہ میں اُترے۔ پھر قریش آگے بڑھے۔ اُن کے ہمراہ حیی بن اخطب بھی تھا۔ قریش تو وادیٔ عقیق میں ٹھہر گئے اور حیی ابنِ اخطب رات کے وقت بنی قریظہ کے پاس آیا۔ وہ لوگ اپنے قلعہ میں تھے اور جو عہد جنابِ رسولِ خدا سے کر چکے تھے۔ اُس پر قائم تھے۔ پس حیی ابن اخطب نے قلعہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کعب بن اسید نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سُنی تو اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ یہ تیرا بھائی ہے جس نے اپنی قوم میں تو نحوست پھیلا دی اب یہاں آیا ہے کہ ہم پر بھی اپنی نحوست کا اثر ڈالے۔ ہم کو ہلاک کرے اور ہم کو یہ مشورہ دے کہ محمدؐ (مصطفےٰ) کے اور ہمارے مابین جو عہد ہے اُسے ہم توڑ دیں حالانکہ محمدؐ (مصطفےٰ) نے اپنے عہد کو (برابر) پورا کیا ہے اور پڑوسیوں کے ساتھ جو اچھے سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے وہ ہمارے ساتھ مدِنظر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے محل سے اُترا اور دروازہ پر آکر پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا میں حیی ابنِ اخطب ہوں۔ میں تیرے پاس دائمی عزت لیکر آیا ہوں۔ کعب نے کہا بلکہ تو میرے لئے دائمی ذلت کا سامان لے کر آیا ہے۔ وہ بولا اے کعب! قریش مع اپنے سرداروں اور افسروں اور بنی کنانہ کے جو اُن کے ہم قسم ہیں وادیٔ عقیق میں اُترے ہوئے ہیں اور بنی فزارہ اپنے افسروں سمیت زغابہ میں مورچہ بندی کئے ہوئے ہیں۔ اور بنی سلیم وغیرہ کا لشکر قلعۂ بنی ذبیان کے قریب پڑا ہوا ہے اتنی کثیر التعداد فوج سے محمدؐ اور اُن کے اصحاب بچ کر کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ اے کعب! تو دروازہ کھول دے اور جو عہد تو نے محمدؐ (مصطفےٰ) سے کیا ہے اُسے توڑ دے۔ کعب نے جواب دیا کہ میں تیرے لئے ہرگز دروازہ نہیں کھولوں گا تو جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ حیی نے کہا تو اس لئے دروازہ نہیں کھولتا کہ اگر ہم لوگ تیرے پاس آئیں گے تو تجھے کھانا کھلانا پڑیگا میں تجھے اس تکلیف کی معافی دیتا ہوں اب تو دروازہ کھول دے۔ کعب نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو تو نے عجیب ترکیب سے یہ میرے پاس آنے کی راہ اختیار کی ہے۔ پھر اپنے ملازموں کو دروازہ کھولنے کا حکم دے دیا۔ جب دروازہ کھولا گیا حیی ابنِ اخطب اندر آیا تو اُس نے کہا۔ اے کعب! جو عہد محمدؐ (مصطفےٰ) کے اور تیرے مابین ہے اُسے توڑ دے اور میری رائے رد نہ کر اس لئے کہ محمدؐ اتنے بڑے گروہ سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ اگر تو نے یہ وقت کھو دیا تو پھر ایسا وقت تیرے ہاتھ کبھی نہ آئے گا۔ پس کعب نے قلعہ والوں میں سے سردارانِ یہود مثل

غزال بن شمول یا سر بن قیس۔ رفاعہ بن زید۔ زبیر بن باطا کو جمع کر کے کہا تم لوگوں کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ سب نے جواب دیا اے کعب! تو ہمارا سردار ہے ہم تیرے فرمانبردار اور ہم عہد ہیں اگر تو محمد (مصطفےٰ) کا معاہدہ توڑیگا تو ہم بھی توڑ دینگے۔ اگر تو باقی رکھیگا تو ہم بھی باقی رکھینگے۔ اگر تو (لڑنیکے لئے قلعہ سے) باہر نکلیگا تو ہم بھی تیرے ساتھ نکل پڑینگے۔ اس کے بعد زبیر بن باطا جو سب میں بوڑھا اور تجربہ کار آدمی تھا آنکھیں اُس کی جاتی رہی تھیں۔ بولا میں نے خدا کی نازل کی ہوئی کتاب توریت میں پڑھا ہے کہ خداوندِ عالم آخر زمانہ میں ایک رسول مبعوث فرمائے گا جو مکہ میں پیدا ہوگا اور اسی مدینہ میں ہجرت کر کے آئے گا اور بغیر زین کے گدھے پر سوار ہوگا۔ سر پر عمامہ باندھے گا۔ تھوڑے سے چھواروں اور قلیل غذا پر گزران کر لیا کرے گا۔ ہنس مکھ اور بڑا لڑنے والا ہوگا۔ آنکھوں میں اُس کی سُرخی ہوگی۔ دونوں شانوں کے مابین مُہر نبوت ہوگی۔ جب وہ اپنے کندھے پر تلوار رکھے گا پھر وہ کسی کی پرواہ نہ کرے گا۔ اُس کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک سوار اور پیدل بھی نہیں جا سکتے ہیں یعنی سمندر تک پس اگر یہ وہی ہے تو یہ جماعت اُس کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ (سنو!) اگر وہ بڑے بڑے پہاڑوں کا قصد کرے تو ضرور اُن پر غالب آ جائے گا۔ حیی ابن اخطب نے جواب دیا یہ وہ نبی نہیں ہے۔ (جس کی صفت تم نے بیان کی) وہ تو بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ یہ تو عرب کا باشندہ اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے۔ اور کبھی بنی اسرائیل اُس شخص کی اطاعت نہیں کر سکتے جو اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہو کیونکہ خدا نے بنی اسرائیل کو تمام آدمیوں پر بزرگی اور فضیلت دی ہے اور نبوت و سلطنت اُنہی میں مقرر کی ہے۔ اور حضرت موسےٰ نے ہم سے عہد لے لیا ہے کہ ہم لوگ کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہماری موجودگی میں ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اور محمد (مصطفےٰ) کے پاس کوئی معجزہ نہیں ہے۔ البتہ اُنہوں نے جادو کر کے ایک جماعت کو اپنے پاس اکٹھا کر لیا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ اسی جادو کے زور سے ان سب پر بھی غالب آ جائیں۔ یہی باتیں کرتے کرتے اُن لوگوں کو اُن کی رائے سے ہٹا دیا یہاں تک کہ اُنہوں نے اُس کی بات مان لی۔ اب اُس نے اُن سے کہا لاؤ وہ عہد نامہ نکالو جو تمہارے اور محمد (مصطفےٰ) کے مابین ہے۔ پس اُن لوگوں نے حیی ابن اخطب کو وہ عہد نامہ دے دیا اُس نے وہ کاغذ لیا اور پھاڑ ڈالا۔ پھر بولا بات پکی ہو چکی اب تم سب کے سب لڑائی کے لئے مہیا ہو جاؤ اور سامانِ جنگ درست کر لو۔ جنابِ رسولِ خدا کو اس واقعہ کی خبر پہنچی جس کی وجہ سے وہ جنابؐ بیحد غمگین ہوئے۔ اور تمام صحابی خوف زدہ ہو گئے۔ پس آنحضرتؐ نے سعد بن معاذ اور اُسید بن حضین سے کہ یہ دونوں قبیلۂ اوس سے تھے اور اس قبیلہ میں اور بنی قریظہ میں قسم ہو چکی تھی فرمایا تم دونوں جاؤ اور بنی قریظہ کو دیکھو کہ وہ کس شغل میں ہیں اور اگر اُنہوں

نے میرا عہد توڑ دیا ہو تو جب تک تم میرے پاس واپس نہ آ جاؤ کسی پر اپنا حال ظاہر نہ کرنا اور (میرے پاس آ کر) مجھ سے عضل و القارہ کہہ دینا۔ پس یہ دونوں دروازہ قلعہ کے پاس پہنچے۔ اوپر سے کعب نے جھانکا اور دونوں کو دیکھ کر سعد کو اور جنابِ رسولِ خدا کو ناسزا کہنے لگا۔ سعد نے جواب دیا کہ اے کعب! تو لومڑی (کے مانند) ہے کہ بھٹ میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو قریش کا ساتھی ہو گیا۔ اب جنابِ رسولِ خدا تیرے قلعہ کا محاصرہ کریں گے اور تجھے ذلت دیں گے اور تیری گردن ماریں گے یہ کہہ کر وہ دونوں جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں پلٹ آئے اور عرض کی عضل و القارہ۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ یہ تو ہماری ہی مصلحت کے موافق ہے ہم نے ہی اُن کو ایسا کرنے کا مشورہ دے دیا ہے۔ اور اس فرمانے کی بنا یہ تھی کہ آنحضرت کے اصحاب میں قریش کے جاسوس لگے ہوئے تھے جو یہاں کی خبریں وہاں پہنچایا کرتے تھے۔ یہ ایک مثل ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان لوگوں نے عذر کیا تھا۔ پھر جو کوئی عذر کرتا تھا تو انہی دونوں قبیلوں کا نام لایا جاتا تھا اور یہ کہا جاتا تھا عضل و القارہ (مطلب یہ ظاہر کرنا ہوتا تھا کہ جن کی خبر ملنا مقصود ہے انہوں نے عذر کیا) حیی بن اخطب گروہِ قریش اور ابوسفیان کے پاس آیا اور اُن کو یہ خبر دی کہ بنی قریظہ نے وہ عہد جو اُن کے اور جنابِ رسولِ خدا کے درمیان میں تھا اُس کو توڑ دیا۔ یہ خوش خبری پا کر قریش بہت خوش ہوئے۔ جب رات ہو گئی تو نعیم بن مسعود اشجعی جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قریش کے آنے سے تین روز پہلے اسلام لا چکا تھا۔ اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں خدا پر ایمان لایا ہوں اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر چکا ہوں۔ اور (مصلحتاً) کفار سے میں نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں معرکۂ جنگ میں اپنی ذات سے حاضر ہو کر آپ کی نصرت کروں یا ارشاد ہو تو جا کر یہود اور قریش میں تفرقہ ڈال دوں تاکہ یہودی اپنے قلعہ سے قریش کی مدد کے لئے قدم باہر نہ نکالیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ایسی ہی تدبیر کر جس سے ان دونوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ یہی میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے۔ نعیم نے عرض کی اتنی اور اجازت دے دیجئے کہ جو کچھ بھی میرے دل میں آئے وہ میں حضور کی شان میں (پسِ غیبت) کہوں۔ فرمایا جو مصلحت سمجھنا وہ کہہ دینا۔ پس نعیم (اسی وقت) ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا جو محبت اور خلوص مجھے تم لوگوں سے ہے اُسے تم خوب جانتے ہو۔ خدا تم کو تمہارے دشمنوں پر کامیاب کرے۔ مجھے پکی خبر پہنچی ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ یہودیوں سے مل گئے ہیں اور ایکا کر لیا ہے۔ اور اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ یہود تمہارے لشکر میں آ ملیں اور موقع پا کر تمہیں قتل کر دیں۔ اور محمدؐ نے اُن لوگوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اگر تم لوگ اس کام کو انجام دے دو گے تو جو نقصان

تم کو بنی نضیر اور بنی قینقاع نے پہنچایا ہے اُس کی تلافی کر دی جائے گی۔ جو مال تمہارا اُنہوں نے لے لیا ہے وہ واپس دلوا دیا جائے گا۔ میری رائے تو ہرگز یہ نہیں ہے کہ تم یہود کو اپنے لشکر میں شریک کرو جب تک کہ اُن میں سے (کسی سردار کو) ضامن نہ بنالو۔ اور اُسے مکّہ نہ بھیج دو کہ اس صورت میں تم لوگ یہود کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکو گے۔ ابوسفیان نے کہا۔ خدا تجھے توفیق اور جزائے خیر عطا فرمائے کہ تو نے مجھے بڑی نصیحت کی۔ نعیم کا مسلمان ہو جانا اُس وقت تک نہ ابوسفیان کو معلوم ہُوا تھا۔ اور نہ کسی یہودی کو۔ پس وہ جلدی سے بنی قریظہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے کعب! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے کتنی دلی محبت ہے۔ مجھے سچی خبر پہنچی ہے کہ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو یہ مشورہ دیا ہے کہ لڑائی کے وقت بنی قریظہ کو آگے رکھنا چاہیئے کہ اگر اُن کی فتح ہوئی تو ہماری ہی بات بڑھے گی اور ہمارا ہی نام ہوگا اور اگر ہم نے شکست کھائی تو بنی قریظہ ہی قتل ہوں گے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ جب تک تم قریش کے دس سردار بطور ضمانت و رہن اپنے قلعہ میں زنربند نہ کرلو ہرگز قریش کو شریکِ جنگ نہ بناؤ دیکھو! اگر قریش کامیاب نہ ہوسکیں تو تم یہ کہہ دینا کہ جب تک ہم سے محمدؐ (مصطفےٰ) دوبارہ عہد و پیمان نہ کرلیں ہم تمہارے آدمی واپس نہ دیں گے۔ اے کعب! یاد رکھ کہ اگر قریش کی شکست ہو گئی اور وہ میدان سے بھاگ گئے تو محمدؐ (مصطفےٰ) تم سے ضرور لڑیں گے اور تم کو قتل کر دینگے۔ کعب نے کہا یہ تو تم نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ اور ہمیں بہت اچھی صلاح دی۔ جب تک ہم قریش سے اُن کے سرداروں کو لے کر اپنے قلعہ میں بطورِ رہن اول نہ رکھ لیں گے ہم میں سے ایک بھی قلعہ سے باہر نہ نکلے گا۔

المختصر اب قریش (لشکر آراستہ کرنے کے بعد) آگے بڑھے۔ جب اُنہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے کہ یہ مکر ہے جس سے عرب پہلے سے آگاہ نہ تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ تدبیر اُس فارسی نے بتلائی ہے جو محمدؐ (مصطفےٰ) کے ہمراہ ہے۔ اتنا سُن کر عمرو ابنِ عبدِ وُدّ اور ہبیرہ بن وہب اور ضرار بن خطاب خندق کے پار ہو گئے۔ اور گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے لشکرِ اسلام کے مقابل آگئے۔ جنابِ رسولِ خدا نے اپنی فوج کے پرے اپنے سامنے جمائے تھے۔ جونہی مسلمانوں نے عمرو کو دیکھا سب کے سب خوف زدہ ہو کر جنابِ رسولِ خدا کے پیچھے آگئے اور آنحضرتؐ کو آگے دھر لیا۔ مہاجرین میں سے ایک شخص (عمر بن خطاب) نے اپنے ساتھی سے کہا جو اُس کے پہلو میں تھا دیکھتے ہو تم اس شیطان عمرو کو خدا کی قسم کوئی بھی تو اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ چلو محمدؐ کو اس کے سامنے کر دیں کہ وہ ان کو قتل کر ڈالے تاکہ ہم سب کے سب اپنی قوم سے جا ملیں پس خدائے عزوجل نے اُسی وقت یہ آیت قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ سے وَكَانَ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (دیکھو صفحہ ۶۶۹ سطر آخر) تک نازل فرمائی۔ اور عمرو بن عبدِ وَدّ نے زبن میں اپنا نیزہ گاڑ دیا اور گھوڑے کو کاوہ دینے لگا۔ اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎

وَلَقَدْ بُحِحْتُ مِنَ النِّدَاءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزْ	وَوَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الشُّجَاعُ مَوَاقِفَ الْقِرْنِ مُنَاجِزْ
اِنِّيْ كَذٰلِكَ لَمْ اَزَلْ مُتَسَرِّعًا نَحْوَ الْهَزَاهِزْ	اِنَّ الشَّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى وَالْجُوْدَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

ترجمہ:۔ "میں تم سب ہی سے تو بآوازِ بلند یہ کہتے کہتے تھک گیا ہوں کہ آیا تم میں کوئی لڑنے والا ہے جو نکلے۔ میں بہادر اور دلیر شخص کی جگہ کھڑا ہوا ہوں جہاں کہ شجاع بھی بزدلی کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ لڑائی اور مصائب کی طرف بھی میں ایسا ہی جھپٹ کر جاتا رہا۔ واقعی بات یہ ہے کہ نوجوان میں شجاعت اور سخاوت ہی بہترین اخلاق ہیں"۔

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو اس کتے کے بھونکنے کو بند کردے۔ کسی نے آنحضرتؐ کی بات کا جواب نہ دیا۔ صرف جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام لپک کر آئے اور عرض کرنے لگے یا رسولؐ اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔

(قولِ مترجم۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ سب اصحاب سے جنابِ رسولِ خدا نے تین مرتبہ یہ خطاب فرمایا مگر ہر مرتبہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام ہی نے جواب دیا بالآخر آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ یہ عمرو بن عبدِ وَدّ فارس یلیل (شہسوارِ میدان یلیل) ہے۔ جناب امیر المؤمنین نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں بھی تو علی ابنِ ابیطالب ہوں! حضرتؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب وہ جناب قریب گئے تو جنابِ رسولِ خدا نے آپ کے سرِ مبارک پر اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا اپنی تلوار ذوالفقار اُن جناب کو عطا فرمائی اور ارشاد کیا اے علیؑ جاؤ اور اسی تلوار سے لڑو اور یہ دعا بھی دی اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ "یا اللہ! تو آگے سے پیچھے سے داہنے سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے علیؑ کی حفاظت کیجیو"۔ پس جنابِ امیر المؤمنین دوڑتے ہوئے اُس کی طرف چلے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ ؎

لَا تَعْجَلَنْ فَقَدْ اَتَاكَ مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرَ عَاجِزْ	ذُوْ نِيَّةٍ وَّبَصِيْرَةٍ وَّالصِّدْقُ مُنْجِيْ كُلَّ فَائِزْ
اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِيْمَ عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْعَجَائِزْ	مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقٰى صِيْتُهَا بَعْدَ الْهَزَائِزْ

(ترجمہ) "کیوں جلدی کرتا ہے تیری دریدہ دہنی کا دندان شکن جواب دینے والا جو کسی طرح عاجز نہیں آ پہنچا جس کا ارادہ پکا ہے اور جو صاحبِ بصیرت ہے اور سچائی ہی تو کامیاب ہونے والوں کو

بلاؤں سے نجات دیتی ہے۔ مجھے خدا کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ میری گہری ضربت جس کا شہرہ دل ہلا دینے والی لڑائی کے بعد بھی باقی رہے گا۔ تیرے لاشہ پر رونے والی عورتوں کو جمع کر دے گی"۔

عمرو نے کہا تم کون ہو؟ حضرتؑ نے جواب دیا میں ہوں علیؑ بن ابی طالب جناب رسولِ خدا کا ابنِ عم اور داماد۔ عمرو نے کہا خدا کی قسم تمہارے والد میرے بڑے دوست اور ہم صحبت تھے۔ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو قتل کروں۔ تمہارے چچازاد بھائی نے جب تمہیں میرے مقابلہ کے لئے بھیجا اس کا بھی اندیشہ نہ کیا کہ میں تم کو اپنے اس نیزہ میں چھُو کر اُٹھا لوں گا۔ اور زمین و آسمان کے مابین میں تم کو اس طرح اُدھر چھوڑ دوں گا۔ کہ نہ تم زندہ ہی رہو گے اور نہ جلدی سے مر ہی جاؤ گے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ میرے ابنِ عم خوب جانتے ہیں کہ اگر تو مجھے قتل کر دے گا تو میں جنت میں جاؤں گا۔ اور تو دوزخ میں جلے گا اور اگر میں تجھ کو مار ڈالوں گا تب بھی میں بہشت میں داخل ہوں گا اور تیرا ٹھکانا تو بہرصورت دوزخ ہی ہوگا۔ عمرو نے کہا یا علیؑ (کیا خوب!) تمہارے ہی دونوں بیٹے۔ یہ تو دھاندلی کی تقسیم ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اے عمرو! ان فضول باتوں کو جانے دے (معاملہ کی بات پر آ) میں نے خود تجھ سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ تو خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ لڑائی کے وقت جو شخص تین حاجتیں میرے سامنے پیش کیا کرے گا میں اُن میں سے ایک بات ضرور مان لیا کرونگا اب میں تجھ سے تین باتیں کہتا ہوں اُن میں سے کسی ایک کو تو قبول کر لے۔ عمرو نے کہا۔ ہاں اے علیؑ! بیان کرو وہ کیا ہیں؟ فرمایا اوّل تو یہ ہے کہ تو کلمۂ شہادت زبان پر جاری کر لے اور یہ کہہ لے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اُس نے کہا اسے تو جانے دو۔ فرمایا دوسرا امر یہ ہے کہ تو یہاں سے چلا جا اور اس لشکر کو جنابِ رسولِ خدا کے سامنے سے ہٹا لے جا۔ اس لئے کہ اگر آنحضرتؐ سچے ہیں تو تم دیکھ لو گے کہ وہ کس طرح غالب آتے ہیں۔ اور اگر (معاذ اللہ) آنحضرتؐ جھوٹے ہیں تو تم جیسے بہادروں کو تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ عرب کے بھیڑیئے ہی اُن کا کام تمام کر دیں گے۔ عمرو نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر اب میں ایسا کروں تو قریش کی عورتیں مجھ پر طعن کریں گی اور میری نامردی اور بزدلی کے اشعار گایا کریں گی کہ میں بزدل ہو کر لڑائی سے ہٹ گیا۔ اور قدم میں نے پیچھے ہٹا دیا اور جس قوم نے مجھے اپنا سردار بنایا تھا اُن کی میں نے نصرت چھوڑ دی حضرتؑ نے فرمایا تو اب تیسری بات یہ ہے کہ میں پیادہ ہوں اور تو سوار ہے۔ تو بھی مجھ سے لڑنے کے لئے گھوڑے سے اُتر پڑ۔ یہ سُنتے ہی وہ فوراً اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اُس کو پے کر دیا (یعنی ایک ہاتھ

تلوار کا مار کر اُس کے چاروں پاؤں کاٹ ڈالے اور کہنے لگا اس کا مجھے کبھی خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ کوئی عرب اس شان سے مجھے اپنی لڑائی کے لئے بلائے گا۔ پھر عمرو نے (دوسری) تلوار نیام سے کھینچی اور حضرتؑ پر وار کیا۔ اُن جنابؑ نے اُس کا وار ڈھال پر روکا وہ تلوار حضرتؑ کی سپر کو کاٹ کر سر مبارک تک پہنچی۔ حضرتؑ نے فرمایا اے عمرو! میرے لڑنے کے لئے تجھ سا پہلوان ہی کیا کم تھا کہ تو نے اپنی مدد کے لئے اور لوگوں کو بھی بُلا لیا۔ یہ سُن کر عمرو نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اِدھر حضرتؑ نے تیزی سے اُس کی ران پر ضربت لگائی کہ دونوں ٹانگیں اُس کی کٹ گئیں۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ اُس کے گرنے سے غبار بلند ہوا۔ منافقین آپس میں کہنے لگے کہ علیؑ بن ابیطالب مارے گئے۔ مگر جب دامنِ غبار چاک ہوا تو دیکھا کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام سینۂ عمرو پر سوار ہیں اور اُس کی ڈاڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور اُس کو ذبح کرنا چاہتے ہیں پھر وہ جناب اُس کافر کا سر لئے ہوئے جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنابِ امیرؑ کے سرِ مبارک سے بوجہ ضربتِ عمرو خون جاری تھا اور ذوالفقار سے اُس کافر کے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ عمرو کا سر ہاتھ میں لئے ہوئے یہ شعر پڑھتے چلے آتے تھے۔ ؎

اَنَا عَلِیٌّ وَّ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ	اَلْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْفَتٰی مِنَ الْهَرَبْ

ترجمہ:- میں علیؑ (بن ابیطالب) اور عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ جوانمرد کے لئے بھاگنے سے مرنا بہتر ہے۔" جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا اے علیؑ! تم اس کافر سے چال چلے۔ عرض کی بیشک یا رسولؐ اللہ! لڑائی تو چال ہی ہے۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے زبیر کو ہبیرہ بن وہب کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ زبیر نے ہبیرہ کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ اُس کی کھوپری شگافتہ ہوگئی۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے عمر بن خطاب کو ضرار سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ یہ ذات شریف صفِ لشکر سے نکلے۔ ضرار پر تیر چلانے کے لئے کمان میں تیر جوڑنے لگے۔ ضرار نے چلا کے کہا او ضحاک کے جنے! وائے ہو تجھ پر (یہ کیا نامردی ہے) میدانِ کارزار میں تو مجھے تیر مارے گا۔ اگر تو نے مجھ پر تیر چلایا تو خدا کی قسم سرزمینِ مکہ پر بنی عدی سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا یہ سُنکر (میاں) عمر ڈر گئے۔ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ضرار نے اُن کا پیچھا کیا اور قریب آکر اُن کی کھوپری میں نیزہ چبھو دیا۔ پھر کہا اے عمر! اسے یاد رکھنا۔ میں نے قسم کھا لی ہے۔ کہ حتے المقدور کسی قریشی کو قتل نہ کروں گا۔ (اسی لئے میں نے تجھ کو چھوڑ دیا) عمر صاحب کو ضرار کی عنایت اُن کے زمانۂ حکومت (باطلہ) تک یاد رہی۔ پس عمر تو بھاگ گیا اور جنابِ رسولِ خدا خندق میں پندرہ روز تک کفار سے لڑتے رہے۔ ابوسفیان نے حی بن اخطب سے کہا

اے یہودی! خدا تجھے غارت کرے اب وہ تیری قوم کے لوگ کہاں ہیں؟ اُس وقت حیی بن اخطب اُن کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ارے کم بختو! اب تو نکلو کہ اس وقت تو محمدؐ (مصطفےٰ) کو لڑائی نے اچھی طرح آلیا ہے مگر تم لوگ نہ تو محمدؐ (مصطفےٰ) ہی کے ساتھ ہو اور قریش ہی کے مددگار! کعب نے جواب دیا ہم لوگ ہرگز باہر نہ نکلیں گے جب تک قریش اپنے دس سردار ہمارے پاس بطور رہن (اول) نہ بھیجدیں گے۔ اس لئے اگر قریش فتحیاب نہ ہوتے تو جب تک محمدؐ (مصطفےٰ) ہم سے دوبارہ معاہدہ نہ کرلیں ہم اُن دس آدمیوں کو واپس نہ دیں گے۔ ہم کو اس بات کا خوف ہے کہ اگر قریش بھاگ جائیں گے اور ہم لوگ اپنے گھروں میں رہ جائیں گے تو محمدؐ (مصطفےٰ) ہم سے لڑیں گے اور ہمارے مردوں کو قتل کریں گے اور ہماری عورتوں اور بچوں کو قید کرلیں گے اور اگر ہم نے میدانِ جنگ میں قدم نہ رکھا اور قریش کا ساتھ نہ دیا تو شاید وہ ہم کو ہمارا عہدنامہ واپس کردیں۔ حیی ابن اخطب نے کہا تُو تو ایسے لالچ کی بات کہتا ہے جو پوری ہونے والی نہیں۔ اس لڑائی میں تو محمدؐ (مصطفےٰ) کو سارے ہی عرب نے گھیر لیا ہے مگر تم اس وقت تک نہ محمدؐ (مصطفےٰ) ہی کے طرفدار رہو اور نہ قریش ہی کے ساتھی۔ کعب نے جواب دیا کہ یہ تو تیری ہی نحوست ہے۔ تیرا کیا بگڑے گا تُو تو پرندہ ہے کل قریش کے ساتھ اُڑ جائے گا۔ ہم لوگوں کو ہمارے گھروں میں چھوڑ جائے گا۔ محمدؐ (مصطفےٰ) ہم پر چڑھ دوڑیں گے۔ حیی نے کہا اے کعب! میں خدا سے اور حضرت موسےٰ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر قریش کو محمدؐ (مصطفےٰ) کے مقابل کامیابی نہ ہوئی تو میں تیرے ساتھ تیرے قلعہ میں چلا آؤں گا۔ جو اُفتاد تجھ پر پڑے گی وہی میرا حال ہوگا۔ اب تو تُو قریش کی مدد کرے گا؟ اُس نے جواب دیا میں تو پہلے ہی ایک بات کہہ چکا کہ جب تک قریش اپنے دس سردار ہمارے پاس گرو نہیں رکھیں گے ہم لوگ قدم باہر نہ نکالیں گے یہ سُنکر حیی بن اخطب بے نیل مرام قریش کے پاس واپس گیا اور اُن سے سب واقعہ بیان کیا۔ جب ضمانت و رہن کا ذکر آیا تو ابوسفیان بولا۔ خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا کہ یہ قوم دھوکا دے گی۔ خیر ہمیں بندروں اور سؤروں کے بھائیوں سے کوئی غرض و مطلب نہیں۔ چونکہ لڑائی کو عرصہ گزر گیا تھا اور لشکرِ اسلام محصور ہوگیا تھا۔ سردی کا وہ موسم تھا تو اصحابِ رسولؐ گھبرا گئے اور لگے بھوکے مرنے۔ یہود کی طرف سے اُن کے دلوں میں بیحد خوف بیٹھ گیا تھا۔ منافقین آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے۔ جس کی خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو خبر دی۔ اصحاب رسولؐ میں سے بہت کم ایسے باقی رہے تھے جن کے دلوں میں نفاق پیدا نہ ہوا ہو۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو پہلے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ عرب ٹولیاں باندھ باندھ کر مجھ پر بلندی کی طرف سے حملہ کریں گے۔ اور یہود اپنے عہد کو توڑ دیں گے۔ تم اُن سے ڈر جاؤ گے۔ اور لوگوں کو تکلیف

بہت کچھ پہنچیگی۔ لیکن نتیجہ ہمارے موافق اور اُن کے برخلاف ہوگا۔ پس جب قریش آئے اور یہود نے عذر کیا تو منافقین نے کہا کہ خدا اور رسولؐ نے ہم کو دھوکا دیا۔ اُن منافقوں میں سے بعض کے مکانات اطرافِ مدینہ میں تھے وہ لگے عرض کرنے کہ یا رسولؐ اللہ! ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہمارے مکانوں کو لوٹ لیں۔ آپ ہم کو اجازت دے دیں کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اُن میں سے ایک جماعت نے یہ بھی کہا کہ آؤ اس جنگل میں بھاگ چلیں اور بدوؤں سے پناہ مانگیں کہ جناب رسولِ خدا نے ہم سے جتنے وعدے کئے تھے وہ سب جھوٹے نکلے۔ جنابِ رسولِ خدا نے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ شب کے وقت مدینہ کی حفاظت کیا کریں۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام سارے لشکرِ اسلام کے گرد رات بھر طلاۃ پھرا کرتے تھے اور حفاظت کیا کرتے تھے۔ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص اِدھر کا قصد کرتا تھا تو حضرتؑ اُس سے لڑتے تھے۔ اور خندق کو عبور کر کے لشکرِ کفار میں جاتے تھے۔ تمام رات تنہا گشت بھی لگایا کرتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے اور جب صبح ہوتی تو اپنے مرکز پر لوٹ کر آیا کرتے تھے۔ چنانچہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی مسجد جو اب تک وہاں بنی ہوئی ہے مسجدِ فتح سے وادی عقیق کی طرف ایک تیر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ زائرین وہاں جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے درازیٔ محاصرہ کی وجہ سے اپنے اصحاب کی پریشانی دیکھی تو مسجد فتح میں تشریف لے گئے جو ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ اور وہاں پہنچ کر حضرتؐ نے درگاہِ خدا میں دعا مانگی اور مناجات کی کہ خدایا تو اپنا وعدہ وفا کر۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا میں یہ کلمات بھی تھے۔ "یَا صَرِیخَ الْمَکْرُوبِینَ وَ یَا مُجِیبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّینَ وَ یَا کَاشِفَ الْکَرْبِ الْعَظِیمِ اَنْتَ مَوْلَایَ وَ وَلِیُّ وَلِیِّ اٰبَائِیَ الْاَوَّلِینَ اکْشِفْ عَنَّا غَمَّنَا وَ ھَمَّنَا وَ کَرْبَنَا وَ اصْرِفْ عَنَّا شَرَّ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ بِقُوَّتِکَ وَ حَوْلِکَ وَ قُدْرَتِکَ۔ ترجمہ: اے دردمندوں کے مددگار! اے مضطر بندوں کی دعا قبول کرنے والے! اے بلائے عظیم کے دُور کرنے والے! تو میرا مولا اور حاکم ہے اور میرے آباؤ اجداد کا بھی حاکم ہے تو ہمارے غم و الم اور بیچینی کو دُور کر دے اور اس قوم کے شر کو اپنی قوت اور طاقت و قدرت سے ہماری طرف سے پھیر دے"۔ پس جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! خدا نے آپ کی گفتگو سُنی۔ آپ کی دعا قبول فرمائی اور اُس نے ملائکہ کو اور ہوا کو حکم دے دیا ہے کہ وہ قریش کو اور اُن کے گروہوں کو پریشان کر دے۔ پس قریش پر خدا نے ہوا کو مسلط کیا۔ ہوا نے اُن کے خیموں کو اُکھاڑ کے پھینک دیا۔ وہ سب کے سب بھاگ گئے۔ جبرئیلؑ

نازل ہوئے اور اس واقعہ کی بشارت لائے جنابِ رسولِ خدا نے حذیفہ یمانی کو آواز دی حالانکہ وہ قریب تھے۔ مگر انہوں نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ پھر حضرت نے پکارا مگر وہ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ کے بلانے میں حذیفہ نے کہا لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! آنحضرت نے فرمایا کہ میں تم کو بلا رہا ہوں لیکن تم جواب نہیں دیتے۔ حذیفہ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں خوف اور سردی اور بھوک نے مجھے تعمیل ارشاد سے تاخیر میں ڈالا۔ (اب میں حاضر ہوں جو حکم ہو بجا لاؤں) آنحضرت نے فرمایا جاؤ اُن لوگوں کی خبر لاؤ کس حال میں ہیں لیکن میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کر بیٹھنا۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ قریش پر خدا نے ہوا کو مسلط کیا ہے۔ ہوا نے اُن کو بھگا دیا ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ بمجردِ ارشاد میں اُس طرف کو روانہ ہوا۔ حالت میری یہ تھی کہ سردی سے میری بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔ لیکن یہ کیفیت صرف تھوڑی دُور چلنے تک رہی۔ جب خندق سے پار اُتر گیا تو گویا حمام میں پہنچ گیا۔ پس میں ایک بڑے خیمہ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ آگ اُس میں کبھی بجھ جاتی ہے اور کبھی بھڑک اُٹھتی ہے۔ ایک دوسرے خیمہ کے پاس پہنچا تو یکایک کیا دیکھا کہ اُس میں ابوسفیان آگ نیچے لئے بیٹھا ہے۔ اُس پر بھی سردی کی شدت سے کپکپا رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے اے گروہِ قریش! اگر محمدؐ کے خیال کے موافق آسمان والوں سے ہماری جنگ ہے تو ہم ہرگز آسمان والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر ہماری لڑائی زمین والوں سے ہے تو اُن سے تو ہم لڑ سکتے ہیں۔ پھر بولا کہ بھائیو! ہر شخص اپنے اپنے پہلو میں غور کرلے ایسا نہ ہو کہ محمدؐ کا کوئی جاسوس ہم میں آ بیٹھا ہو۔ حذیفہ کہتے ہیں سب سے پہلے میں بول اُٹھا اور میں نے اپنی دہنی طرف والے آدمی سے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا میں عمرو بن عاص ہوں پھر میں نے اپنی بائیں جانب والے سے دریافت کیا تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا معاویہ بن ابوسفیان۔ میرے جلدی سے بول اُٹھنے کی وجہ یہ تھی کہ مجھ سے کوئی سوال نہ کرنے پائے کہ تو کون ہے؟ پھر ابوسفیان اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور ایسا گھبرایا ہوا تھا کہ اُسے یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ یہ بندھا ہوا ہے۔ اگر مجھ کو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حرکت کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ابوسفیان کو وہیں قتل کر دیتا کہ وہ میرے قابو میں تھا پھر خالد بن ولید سے ابوسفیان نے کہا اے ابوسلیمان! مجھے اور تمہیں لازم ہے کہ کمزور آدمیوں کے پیچھے رہیں۔ پس اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا جلد کوچ کرو کہ ہم سب ابھی یہاں سے سفر کرتے ہیں۔ یہ کہہ کے وہ سب بھاگ نکلے۔ جب صبح ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ اب تم لوگ اپنے اپنے مقام پر جا رہو۔ طلوع کے بعد وہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے۔ چند آدمی حضرت کے ہمراہ باقی رہ گئے۔ ابوعرقد کنانی نے

سعد ابن معاذ رحمہ اللہ کے خندق میں ایک تیر مارا تھا جس سے اُن کی رگِ اکحل (ہفت اندام) کٹ گئی تھی۔ خون اُس سے جاری تھا۔ سعد نے دوسرے ہاتھ سے اُس رگ کو دبا لیا تھا اور درگاہِ خدا میں عرض کی تھی کہ خداوندا! اگر اس جنگ کا سلسلہ ابھی باقی رکھے تو مجھے بھی اُس کے لئے باقی رکھ اس لئے کہ مجھے اور کوئی چیز اتنی زیادہ پسند نہیں ہے جتنا اُن لوگوں سے لڑنا جو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑیں۔ اور اگر آنحضرتؐ کی اور قریش کی لڑائی ختم ہو چکی ہے تو اسی کو میری شہادت کا ذریعہ قرار دے دے۔ مگر اُس وقت تک مجھے باقی رکھ جب تک کہ بنی قریظہ کی سزا دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ پس خون بند ہو گیا اور ہاتھ اُن کا ورم کر آیا۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کے لئے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس اُن کی غور و پرداخت کرنے لگے۔ خداوندِ عالم نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ سے اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا تک آیتیں نازل فرمائیں (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۶۸ سطر ۴) ان آیات میں اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ سے مراد قریش۔ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ سے بنی قریظہ جنہوں نے عہد شکنی کی تھی اور اصحابِ رسولؐ اللہ ان دونوں سے یہانتک ڈرے تھے کہ خدائے تعالےٰ اُن کی حالت بیان فرماتا ہے۔ کہ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ اور وہ لوگ جنابِ رسولِ خدا سے یہ عرض کرنے لگے تھے کہ ہمیں اجازت دے دیجئے کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں کہ وہ اطرافِ مدینہ میں ہیں۔ اور ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں اُنہیں یہود لوٹ نہ لیں۔ انہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَّمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ۔ جن کا خاتمہ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا پر ہوتا ہے۔ اور یہ آخر کی آیتیں مخصوص ثانی کے حق میں ہیں۔ جس نے عبدالرحمٰن بن عوف سے یہ کہا تھا کہ آؤ محمدؐ کو قریش کے حوالہ کر دیں اور ہم اپنی قوم سے جا ملیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۱

قریش کے بھاگ جانے کے بعد حیی بن اخطب قلعۂ بنی قریظہ میں داخل ہوا۔ پس جناب امیرالمومنین علیہ السلام تشریف لائے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ کعب بن اسید قلعہ پر چڑھا اور باہر کو سر نکال کے مسلمانوں کو اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو ناسزا کہنے لگا۔ اتنے میں آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ بھی تشریف لے آئے۔ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام استقبال کے لئے آگے بڑھے اور عرض کی یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں قلعہ کے پاس تشریف نہ لے جائیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اس لئے مجھے روکتے ہو

کہ یہود نے مجھے بُرا کہا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیں گے تو ہرگز بدکلامی نہ کرسکیں گے اور خدائے تعالےٰ اُن کو ذلیل کرے گا۔ پس وہ جنابِ قلعہ کے قریب آئے اور ارشاد فرمایا اے بندروں اور سوروں کے بھائیو! اے طاغوت کی پرستش کرنے والو! تم لوگ مجھے کیوں بُرا بھلا کہتے ہو؟ (دیکھو!) ہم وہ ہیں کہ جب دشمن پر جا پڑتے ہیں تو اُس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یہ سُنکر کعب نے قلعہ سے سر نکالکے جواب دیا خدا کی قسم اے ابوالقاسم! آپ ہرگز نادان اور جاہل نہیں ہیں۔ (یہ کلمہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا اُس پر اتنی حیا آئی کہ ردائے دوش مبارک سے اُتر پڑی۔ اُس قلعہ کے گرد اگرد کھجور کے درخت بکثرت تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کی طرف انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا۔ وہ سب کے سب قلعہ سے دُور جنگل میں متفرق مقامات پر جا کھڑے ہوئے۔ آنحضرت نے قلعہ کے چاروں طرف اپنا لشکر اُتارا۔ اور تین دن تک قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ اس اثناء میں قلعہ سے کسی نے سر باہر نہ نکالا۔ تین دن کے بعد غزال بن شمول قلعہ سے اُترا اور جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کرنے لگا۔ جس طرح حضور نے ہمارے ہم قوم بنی نضیر پر عنایت فرمائی۔ اُن کو امان بخشی ہم کو بھی معاف کر دیجئے کہ ہم اپنی بستیاں آپ کے لئے خالی کر دیں گے۔ اور جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے وہ سب کچھ حضور کو دے دیں گے۔ کوئی چیز نہ چھپائیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم سب کے سب میرے حکم کے موافق قلعہ سے باہر نکل آؤ۔ پس غزال واپس گیا۔ وہ لوگ چند روز تک اسی حال میں مبتلا رہے آخر تنگ آکر اُن کی عورتیں اور بچے رونے اور پیٹنے لگے۔ یہاں تک کہ جب محاصرہ اُن پر گراں اور سخت گزرنے لگا تو وہ لوگ قلعہ سے نکل پڑے اور سب نے جنابِ رسولِ خدا کے سامنے سرِ تسلیم جھکا دئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ مردوں کی مشکیں باندھ لی جائیں اور عورتیں اُن سے جدا کر دی جائیں۔ پس بحکمِ ارشادِ نبوی وہ سب کہ جن کی تعداد سات سو تھی رسیوں میں جکڑ لئے گئے۔ عورتیں علیحدہ کر دی گئیں۔ یہ حال دیکھ کر قبیلۂ اوس اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یارسولؐ اللہ! یہ لوگ ہمارے ہم قسم اور دوست ہیں۔ بنی خزرج کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ ہماری مدد کی ہے اور حضور نے عبداللہ بن ابی کی سفارش سے سات سو زرہ پوش اور تین سو بے زرہ والوں کا خون بھی بحل فرما دیا تھا۔ ہم لوگ حضور کے نزدیک عبداللہ سے بیٹے نہیں ہیں تو ہماری سفارش سے بنی قریظہ کو بھی معافی دے دیجئے۔ جب کئی مرتبہ اُنہوں نے یہ التجا کی تو آنحضرت نے فرمایا اچھا میں تمہارے ہی قبیلہ میں سے کسی کو حَکَم بنائے دیتا ہوں وہ فیصلہ کر دے گا تو تم اُس کے فیصلہ کو مان لوگے؟ سب نے عرض کی ہم کو منظور ہے۔ اب بتائیے وہ ہے کون؟ فرمایا

سعد بن معاذ! سب نے عرض کی سعد بن معاذ کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔ غرض سعد بن معاذ کو محافہ میں بٹھا کے وہ لوگ اُس جگہ لائے اور قبیلۂ اَوس اُن کے گرد جمع ہو گیا اور کہنے لگے۔ اے ابو عمر! خدا کا خوف مدِّنظر رکھ اور اپنے ہم عہدوں اور دوستوں پر احسان کر (اور اُن واقعات کو یاد کر) کہ انہوں نے (خزرج کے مقابلہ میں) جنگ بُغاث اور حدائق میں اور اور لڑائیوں میں ہماری کیسی مدد کی ہے۔ جب کئی بار اُن لوگوں نے یہی کہا تو سعد نے جواب دیا خدا کی قسم سعد بن معاذ آج کے دن خدا کی راہ میں وہ فیصلہ کرے گا کہ اُسے کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہ ہوگا۔ یہ سُنکر اَوس نے کہا افسوس! بنی قُریظہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو گئے (قبیلۂ اَوس کے اِس کلمہ نے کچھ ایسا اثر کیا کہ) عورتیں اور بچے سعد کے آگے رونے پیٹنے لگے۔ جس وقت جوش و خروش اُن کا کم ہوا سعد نے کہا اے قومِ یہود! تم لوگ مجھے پنچ بناتے ہو۔ جو کچھ میں تمہارے بارے میں حکم دوں اُسے تم تسلیم کرو گے؟ سب نے جواب دیا بدل منظور ہے اور ہم کو اُمید ہے کہ آپ انصاف مدِّنظر رکھ کے ہم پر احسان فرمائیں گے اور اچھا فیصلہ دیں گے۔ سعد نے دوبارہ اُن کا اقرار لیا۔ پھر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ادب سے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار ہو جائیں جناب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سعد! تم ان لوگوں کے حق میں حکم دو مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے۔ پس سعد نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرا حکم یہ ہے کہ اِس قوم کے مرد قتل کئے جائیں۔ عورتیں اور بچے اِن کے قید کئے جائیں۔ مہاجرین و انصار پر اِن کا مال تقسیم کر دیا جائے۔ پس جنابِ رسولِ خداؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ اے سعد! تم نے وہ فیصلہ کیا ہے جو خدا نے سات آسمانوں پر حکم دیا ہے۔ اِس کے بعد سعد رحمۃ اللہ کے ہاتھ کا زخم پھٹ گیا اور خون اُس سے ٹپکنے لگا یہاں تک کہ سعد نے وفات پائی۔ (اُن کی مراد بر آئی) لشکرِ اسلام تمام قیدیوں کو لئے ہوئے مدینہ آیا۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ بقیع میں گڑھا کھودا گیا۔ جب شام قریب ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان قیدیوں میں سے ایک ایک آدمی نکالا جائے اور اُس کی گردن ماری جائے۔ حیی بن اخطب نے کعب بن اُسید سے کہا تو دیکھتا ہے کہ اِن لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟ اُس نے کہا کہ پھر تجھے اس کا کیا افسوس۔ کیونکہ جو کوئی کسی مذہب کی طرف دعوت دیتا ہے وہ امرِ تبلیغ میں کاہلی نہیں کرتا۔ گیا وقت اور ہاتھ سے نکلا ہوا موقعہ پھر واپس نہیں آتا۔ اب تم صبر کرو اور اپنے دین پر ثابت قدم رہو۔ پھر کعب بن اُسید صف سے باہر نکالا گیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ خوبصورت اور شاندار آدمی تھا۔ آنحضرتؐ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی طرف نظر کر کے فرمایا اے کعب! تجھے اُس ہوشیار و ذہین عالم کی نصیحت نے جو ملکِ شام سے تیرے پاس آیا تھا کچھ فائدہ نہ دیا۔ اُس نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں نے سؤر اور شراب کو چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اُس نبیؐ اور رسولؐ کی قدمبوسی اور اطاعت کے لئے مہیا ہوں جو مبعوث ہوگا اور مکّہ میں وہ پیدا ہوگا۔ اس شہر مدینہ میں وہ ہجرت کر کے آئیگا۔ تھوڑے سے چیواروں پر اور قلیل غذا پر گزارہ کر لیا کریگا۔ بے زین کے خچّر پر سوار ہوگا۔ اُس کی آنکھوں میں سُرخی ہوگی اور اُس کے دونوں شانوں کے مابین مُہرِ نبوت ہوگی۔ اپنے کندھے پر تلوار رکھے گا۔ اگر تم اُس سے لڑو گے تو وہ اس کی کچھ بھی پروا نہ کرے گا۔ سلطنت و شاہی اُس کی سمندر تک پہنچ جائے گی۔ کعب نے جواب دیا کہ اے محمدؐ (مصطفےٰ)! ایسا ہی ہوا تھا اور آپ میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔ اگر مجھے یہود کے طعنہ اور عیب جوئی کا خوف نہ ہوتا کہ (یہ لوگ کہینگے) کعب اپنے قتل سے ڈر گیا تو میں ضرور ایمان لے آتا اور آپ کی تصدیق کرتا۔ لیکن میں تو دین یہود پر ہی زندہ رہا اور اسی پر مروں گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا کہ اسے آگے بڑھاؤ اور اس کی گردن اُڑا دو۔ پس وہ قتل کر دیا گیا۔ پھر حیی بن اخطب آنحضرتؐ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اُسے دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاسق! تو نے اپنے بارے میں خدا کی کارروائی کیسی پائی؟ اُس نے عرض کی خدا کی قسم مجھے ہرگز اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ میں نے آپ سے دشمنی کیوں کی، اور نہ میں آپکی دشمنی پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ میں تو دل ہلا دینے والی کوششیں کر گزرا لیکن خدا جس کی مدد نہ کرے وہ تو آخر شکست ہی کھاتا ہے۔ پھر جب اُس کو گڑھے کے پاس قتل کے لئے لائے تو اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

اَمَمْرِیْ مَا لَامَ ابْنُ اَخْطَبَ نَفْسَہٗ	وَلٰکِنَّہٗ مَنْ یَّخْذُلِ اللّٰہُ یُخْذَلِ

(ترجمہ) "اپنی جان کی قسم (حق) ابن اخطب نے اپنے نفس کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جس کا خدا ہی ساتھ نہ دے اُس کا کوئی بھی ساتھ نہ دے گا۔" اس کے بعد اُس کی بھی گردن اُڑا دی گئی۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے تین دن تک ہر صبح و شام اُن یہودیوں کو قتل کیا۔ اور برابر فرماتے تھے ایہا الناس! ان کو شیریں پانی سے سیراب کرو۔ اچھے مزیدار کھانے کھلاؤ اور ان کے قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ خداوند عالم نے وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ سے وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا تک کی آیتیں اسی بارے میں نازل فرمائیں۔ (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۱۰)

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست و دوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۳

تفسیر قمی میں ہے کہ اس جگہ ازواجِ نبیؐ سے خطاب چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اہلبیت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ پھر ازواجِ نبیؐ سے خطاب فرمایا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی۔ پھر آلِ محمدؐ سے خطاب فرمایا۔ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنابِ علی مرتضےٰ اور جنابِ فاطمہ زہرا اور جناب امام حسن و جنابِ امام حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ واقعہ زوجۂ نبیؐ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کے گھر میں ہوا۔ جہاں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر المؤمنین۔ جناب سیدہ اور جناب حسنین علیہم السلام کو بھی طلب فرما لیا تھا۔ جب یہ سب بزرگوار جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو اُن جناب نے خیبری چادر ان سب پر ڈال دی اور خود بھی اوڑھ لی۔ پھر درگاہِ خدا میں عرض کی۔ خداوندا! یہ میرے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں تو نے مجھ سے بڑے بڑے وعدے کئے ہیں۔ اب تو ان سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں بھی ان میں شریک ہو جاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے اُمِّ سلمہؓ! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ (لیکن تم ان میں داخل نہیں ہو سکتیں)

زید بن علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں۔ کہ بعض جاہلوں کا یہ گمان کہ یہ آیت ازواجِ نبیؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے غلط ہے۔ وہ لوگ جھوٹے اور گنہگار ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ آیت ازواج کے بارے میں ہوتی تو خداوندِ عالم یوں ارشاد فرماتا لِیُذْهِبَ عَنْكُنَّ الرِّجْسَ وَ یُطَهِّرَكُنَّ تَطْهِیْرًا (مؤنث کی ضمیریں اور تانیث کے صیغے ہوتے جیسا کہ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ۔ وَقَرْنَ۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ وَلَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ میں ہیں۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ تفسیر قرآن سے زیادہ کوئی چیز لوگوں کی عقلوں سے دور تر نہیں ہے۔ سبب یہ کہ کسی آیت کا اوّل حصہ تو کسی معاملہ میں ہے اور بیچ کا کسی اور معاملہ میں اور آخر کا کسی اور معاملہ میں۔ پھر حضرت نے یہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (بطور مثال) فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا سے یہ مطلب ہے کہ تم کو جاہلیت میں پیدا ہی نہیں کیا۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ اہل البیت سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ اور البیت سے مراد اُن کی ولایت۔ پس جو اُن کی ولایت میں داخل ہوا وہ بیت النبیؐ میں داخل ہو گیا۔ انہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کو کتابِ خدا اور اپنے اہلبیتؑ سے تمسک کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے خدائے عزوجل سے یہ سوال کیا تھا کہ ان دونوں چیزوں میں اُس وقت تک جدائی نہ کرے جب تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ اور اُس نے میری یہ بات منظور فرما لی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ تم اُن کو کچھ نہ سکھاؤ اس لئے کہ وہ ہر بات کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ کبھی تم کو بابِ ہدایت سے خارج نہ کریں گے اور بابِ ضلالت میں داخل نہ کریں گے۔ (یہاں تک فرما کے) جناب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بھی رہتے اور اپنے اہل بیتؑ کو صاف طور سے نہ بتلا دیتے تو فلاں کی اولاد اور فلاں کی اولاد اس بات کی مدعی ہو جاتی کہ آنحضرتؐ کے اہل بیت ہم ہی ہیں لیکن خدائے عزوجل نے تو اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لئے آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل فرما دی اور آنحضرتؐ نے حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہؓ کے مکان میں علی و حسن و حسین و فاطمہ زہرا علیہم السلام کو ایک کملی میں لے لیا۔ پھر یہ فرمایا کہ خداوندا ہر نبی کے اہل اور ثقل ہوتے ہیں۔ اور یہ میرے اہلبیتؑ اور میرے ثقل ہیں۔ اُس وقت حضرت اُمّ سلمہؓ سے عرض کی یا رسول اللہؐ! آیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں؟ فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن میرے اہل بیتؑ اور ثقل تو یہی ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں امام علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رجس سے مراد شک ہے۔ واللہ ہم اپنے پروردگار کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے۔ (مترجم) اہلبیت علیہم السلام کو جو آنحضرتؐ نے ثقل کے لفظ سے یاد کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ثقل مسافر کے سامان و اسباب کو کہتے ہیں اور آنحضرتؐ نے یہ وصیت سفرِ آخرت کے وقت

فرمائی تو گویا اُمت پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں جو اپنا سامان تم لوگوں میں چھوڑے جاتا ہوں وہ یہ دو چیزیں ہیں۔ ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہل بیت۔ یہ حضرت نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے حجرۂ شریف کی زیارت کرنا۔ میری نعلین کو سر پر رکھتے پھرنا یا موئے مبارک کو بوسے دینا۔ اور آنکھوں سے لگانا۔ پھر یہ سب کچھ تو کیا جاتا ہے اور نہیں کی جاتی تو اطاعتِ اہلبیت اور عمل بہ تعلیم قرآن کہ یہی عمل کرنا ثقیل گزرتا ہے)۔

الخصال میں ہے کہ شوریٰ کے دن جناب امیر علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے اپنی حجتیں پیش کی ہیں از آنجملہ یہ بھی فرمایا کہ میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر آیۂ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل فرمائی ہو؟ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی جناب رسولِ خدا نے ایک کساءِ خیبری اوڑھی اور اُس میں مجھ کو جناب سیدہؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے پروردگار! میرے اہلبیت یہی ہیں تو ان سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ آیا میرے سوا کوئی دوسرا یہ منزلت رکھتا ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ "خدا کی قسم" سوائے آپ کے کوئی اور یہ منزلت نہیں رکھتا اور کسی اور کے بارے میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔

الاکمال میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ خلافتِ عثمان کے زمانہ میں انصار و مہاجرین کے گروہ سے جبکہ وہ مسجد میں جمع تھا ارشاد فرمایا ایہا الناس! آیا تم جانتے ہو کہ خدائے عزوجل نے آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ نازل فرمایا۔ پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور فاطمہؑ اور میرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو بُلا کر چادر ہم سب پر ڈال دی اور درگاہِ الٰہی میں عرض کی خدایا! یہ ہیں میرے اہلبیت اور میرے جسم کے ٹکڑے۔ جو چیز انہیں رنج دے گی وہ مجھے صدمہ پہنچائے گی اور جو چیز ان کا دل توڑیگی وہ مجھے دُکھ پہنچائیگی الٰہی! تو ان سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ یہ سُنکر حضرتِ اُمِّ سلمہؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! اور میں؟ حضرت نے فرمایا تم؟ تمہارا انجام تو بخیر ہوگا لیکن یہ آیت تو خاص کر میری شان میں اور میرے بھائی (میرے قوتِ بازو علیؑ مرتضےٰ) اور میری پارۂ جگر (فاطمہؑ زہرا) اور میرے دونوں فرزندوں (حسنؑ و حسینؑ) اور میرے فرزند حسینؑ کے نو بیٹوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہمارے سوا اور کوئی اس میں شریک نہیں۔ اس کے جواب میں حاضرین نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ

ہم سے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے یونہی بیان کیا تھا۔ پھر ہم نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آنحضرتؐ نے بھی وہی فرمایا تھا جو اُمِّ سلمہؓ نے کہا تھا۔

علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا۔ جنابِ امیر المؤمنین۔ جنابِ حسن مجتبےٰ۔ جنابِ حسین سید الشہدا اور جنابِ فاطمہ زہرا علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب پروردگارِ عالم نے اپنے نبیؐ کو اُٹھا لیا تو اصحابِ تطہیر میں سے جنابِ سیدہؑ۔ جناب امیر المؤمنین پھر جنابِ حسنؑ مجتبےٰ پھر جنابِ حسینؑ سید الشہداؑ باقی تھے۔ (اب تنزیل کا نمبر تو ختم ہوگیا) پھر اس آیت کی تاویل شروع ہوئی جیسا کہ خدا اپنی کتاب میں فرما چکا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (دیکھئے صفحہ ۶۶۷ سطر ۱) اور جنابِ علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام اس کے مورد قرار پائے۔ پھر اس کا حکم اُن آئمہؑ میں جاری ہوا جو اُن کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے وصی ہوتے رہے۔ پس اُن کی اطاعت خدائے تعالےٰ کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدائے عزّوجلّ کی نافرمانی ہے۔

(قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) پنجتن پاک یا آلِ عبا کی شان میں اس آیت کے نازل ہونے کے متعلق خاصہ اور عامہ کی روایتیں اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصاء نہیں ہوسکتا۔ صاحبِ مجمع البیان نے عامہ کے طریقوں سے بہت سی روایتیں درج کی ہیں جسے معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ اُس تفسیر کو دیکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷۵

علی بن محمد بن جہم کہتے ہیں کہ میں ایک دن خلیفہ مامون کے دربار میں گیا وہاں جنابِ علی رضا علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ مامون نے کہا یا بن رسول اللہ! آپ کا یہی دعوےٰ ہے نا کہ تمام انبیاء معصوم ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک! پس مامون نے اُن آیتوں کا مطلب پوچھا جو انبیاء کی شان میں نازل ہوئی ہیں جن کا ہم موقعہ موقعہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ اور اُن کا مطلب بھی حضرتؑ کے ارشاد کے بموجب بتا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ مامون نے عرض کی یا بن رسول اللہ! بیان فرمائیے کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے؛ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ۚ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ (دیکھئے صفحہ ۶۷۴ سطر ۹) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن جنابِ رسولِ خدا کو زید بن حارثہ سے کچھ کام تھا وہ اُس دن حاضرِ خدمت نہ ہوئے تھے اس لئے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ

خود زید کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُن کی زوجہ زینبؓ بنتِ جحش اُس وقت غسل کر رہی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَکِ (پاک ہے اللہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے) اِس قول سے آنحضرتؐ کا مقصود یہ تھا کہ جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں (خدائے تعالےٰ اِس عیب سے بری اور پاک ہے۔ اُس کی ذات تمام نقائص سے منزّہ ہے) جس کے اولاد ہوتی ہے اُسے طہارت اور غسل کی بھی احتیاج پڑتی ہے۔ (حالانکہ خدا پاک و پاکیزہ ہے) جب زیدؓ اپنے مکان میں آئے تو زینبؓ نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور آنحضرتؐ کے ارشاد سے زیدؓ کو اطلاع دی۔ زیدؓ نے کلام جنابِ رسولِ خدا کا مطلب نہ سمجھا اور یہ خیال کیا کہ جنابِ رسولِ خدا نے یہ کلمہ اِس لئے فرمایا ہے کہ اُن جنابؐ کو زینبؓ کی صورت اچھی معلوم ہوئی ہے۔ پس وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی چونکہ میری زوجہ کج خلق ہے میں اُسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے زیدؓ! تم اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو۔ حالانکہ خدا نے آنحضرتؐ کو اُن کی ازواج کی تعداد سے اطلاع دے دی تھی۔ اور یہ بھی جتا دیا تھا کہ یہ عورت (زینبؓ) بھی اُن میں شامل ہوگی۔ مگر یہ بات حضرتؐ نے اپنے دل میں رکھی۔ زیدؓ پر ظاہر نہ کی۔ کیونکہ حضرتؐ کو اِس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر میں زید پر یہ ظاہر کردوں گا کہ زینبؓ میری زوجہ ہونے والی ہے تو لوگ حضرتؐ پر عیب لگاتے کہ اپنے آزاد کردہ غلام سے جنابِ رسولِ خدا نے یہ کہہ دیا کہ تیری زوجہ عنقریب میری ازواج میں آجائے گی۔ پس خدا نے یہ آیت وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ الخ نازل فرمائی۔ یعنی جبکہ تم اُس سے جس کو خدا نے اسلام کی نعمت بخشی اور تم نے اُسے آزاد کرکے اُس پر احسان کیا یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور خدا سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے خدا ظاہر کرنے والا تھا۔ اور تم آدمیوں سے اندیشہ کرتے تھے حالانکہ خدا زیادہ مستحق ہے کہ تم اُس سے ڈرا کرو۔ پھر زید نے زینبؓ کو طلاق دیدی۔ زینبؓ نے عدہ رکھا۔ عدہ ختم ہونے کے بعد خدائے تعالےٰ نے جنابِ رسولِ خدا کا زینبؓ کے ساتھ نکاح کردیا اور قرآن میں یہ واقعہ نازل کیا۔ اور پھر اپنے رسولؐ کو یہ بھی جتلا دیا کہ عنقریب منافقین اِس نکاح سے تم کو عیب لگائیں گے۔ پس خدا نے یہ آیت بھیجی۔ مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ (دیکھو صفحہ ۶۷۵ سطر ۵) یہ جواب سُن کر مامون بولا۔ یا بن رسولؐ اللہ! خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے میرے دل کی گرہ کھول دی۔ اور انبیاءؑ اور اسلام کے بارے میں جو شک میرے دل میں تھا وہ آپ نے دُور فرما دیا۔

العیون میں یوں ہے کہ جنابِ امام علی رضا علیہ السّلام نے (مامون کے جواب میں)

عصمتِ انبیاء کے متعلق فرمایا۔ اب رہا جنابِ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خدائے تعالےٰ کا یہ قول کہ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ط (دیکھو صفحہ ۶۷۴ سطر آخر) جو ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہاری اتنی بیویاں ہوں گی۔ اور اُن کے یہ یہ نام ہونگے اور آخرت میں اس اس نام کی باقی رہیں گی اور ہیں وہ سب کی سب اُمہاتِ مؤمنین۔ اُن میں سے ایک زوجہ زینبؓ بنتِ جحش بھی ہوگی جو اس وقت زیدؓ بن حارثہ کے نکاح میں ہے۔ پس آنحضرتؐ نے زینبؓ کا نام اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس سبب سے کسی پر ظاہر نہیں کیا کہ منافقین یہ نہ کہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایسی عورت کو اپنی زوجہ کہہ دیا جو دوسرے کے عقد میں ہے۔ پس اُن کو منافقین کی باتیں بنانے کا اندیشہ ہوا اسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا وَتَخْشَى النَّاسَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ط جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں آدمیوں سے اندیشہ کرتے ہو حالانکہ خدا اس کا زیادہ مستحق ہے۔ کہ اُس سے ڈرا کرو۔ خداوند عالم نے صرف تین نکاحوں کا اہتمام خود فرمایا ہے ایک حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کا حضرت حوّا کے ساتھ۔ دوسرے زینبؓ بنتِ جحش کا جنابِ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جیسا کہ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (دیکھو صفحہ ۶۷۵ سطر ۲) تیسرے جنابِ سیدۂ کونین فاطمہ زہراؑ بنتِ رسولِ خدا کے نکاح کا جنابِ امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۶۷۵

کافی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ختم ہو جاتی ہے۔ مگر ذکرِ خدائے تعالےٰ کے لئے کوئی حد معیّن نہیں ہے (دیکھو!) خدائے تعالےٰ نے جو جو باتیں واجب فرما دی ہیں جب بندہ اُن کو ادا کر دیتا ہے تو یہی اُن کی حد ہو گئی۔ مثلاً ماہِ رمضان کے روزے خدائے تعالےٰ نے واجب فرما دئے ہیں پس جو اس مہینہ میں روزے رکھ لیگا تو ختمِ ماہ پر روزوں کی انتہا ہو جائے گی۔ خدائے تعالےٰ نے حج واجب فرمایا ہے۔ اب جو شخص مناسکِ حج بجا لائے گا حج پورا ہو جائیگا مگر ذکرِ خدا ایک ایسی چیز ہے جس کی کمی سے خدا راضی ہی نہیں ہوتا اور نہ اُس کے لئے کوئی حد معیّن فرمائی ہے (جس پر وہ ختم ہو جائے۔ اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہنا چاہیئے) پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ انہی جناب سے یہ بھی منقول ہے کہ فرمایا جب ہمارے

شیعہ خالی بیٹھے ہوا کریں تو خدا کو بکثرت یاد کیا کریں۔

تفسیر برہان میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار خدا کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب میں اُن جنابؑ کے ہمراہ کہیں جاتا تو وہ حضرت راہ میں ذکرِ خدا فرماتے اور جب میں اُن جنابؑ کے ساتھ کھانا کھاتا ہوتا تب بھی وہ جنابؑ ذکرِ خدا بجا لاتے اور جب وہ حضرت لوگوں سے باتیں کرتے ہوتے تب بھی ذکر خدا کو ترک نہ فرماتے۔ اور میں (اکثر) دیکھا کرتا تھا کہ اُن حضرت کی زبان تالو سے ملی ہوئی ہوتی مگر برابر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی رہتی۔ اور وہ جناب ہم سب کو جمع کرتے اور طلوعِ آفتاب تک ذکرِ خدا میں مشغول رہنے کا حکم دیتے اور ہم میں سے جو کوئی خواندہ ہوتا اُسے تلاوتِ قرآن کی ہدایت فرماتے اور ناخواندہ کو ذکرِ خدا کا امر فرماتے (نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے کہ) جس گھر میں قرآنِ مجید پڑھا جائے اور خدا کا ذکر کیا جائے اُس میں برکت زیادہ ہوگی۔ ملائکۂ رحمت اُس میں نازل ہوں گے۔ شیاطین اُس کو چھوڑ دیں گے اور اہلِ آسمان کی نظروں میں وہ گھر ایسا ہی دکھائی دے گا جیسے روشن ستارہ زمین والوں کی نگاہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ گھر جس میں قرآن کریم نہ پڑھا جائے اور ذکرِ خدا نہ کیا جائے اُس کی برکت کم ہو جائے گی اور ملائکہ اُس کو چھوڑ دیں گے اور شیطان اُس میں آ دھمکیں گے۔ اور جناب رسولِ خدا نے اصحاب سے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو تمہارے اعمال میں افضل عمل ہو۔ تمہارے درجہ کو بلند کرے۔ ملائکہ کو روشن تر نظر آئے۔ درہم و دینار سے تمہارے لئے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر ہو کہ جب تم اپنے دشمنوں سے لڑو تو تم اُن کو قتل کر دو یا وہ تم کو قتل کر دیں؟ اُن سب نے عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ! ضرور فرمائیے۔ آنحضرت نے فرمایا وہ یہ ہے۔ کہ خدا کو بکثرت یاد کیا کرو۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ ایک شخص جنابِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! اہلِ مسجد میں سے سب سے بہتر اور افضل کون ہے؟ فرمایا جو خدا کو سب سے زیادہ یاد کرتا ہو۔ نیز جنابِ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ جس کسی کو ذکرِ خدا کرنے والی زبان عطا ہوئی ہے تو اُس کو دنیا اور آخرت کی ساری خوبیاں مل گئیں۔ قولِ باری تعالےٰ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۱۹ سطر اوّل) کی تفسیر میں امامؑ فرماتے ہیں جو نیکی خدا کی راہ میں اُس کی خوشنودی کے لئے کرو اُسے زیادہ نہ سمجھو۔ اُنہی جنابؑ سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا ہے جو کوئی اکثر خدا کا ذکر کرتا ہے خدا اُسے دوست رکھتا ہے اور جو بکثرت خدا کو یاد کرے تو خدائے تعالےٰ اُس کو دو پروانے عطا فرمائے گا۔ ایک آتشِ جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے برئیت کا۔ وہی جناب فرماتے ہیں جو کوئی اکثر

خدا کو یاد کرے تو جنت میں خدا کی رحمت اُس پر سایہ فگن ہوگی۔

ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے بطریقِ مرسل جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے اُن جناب سے سوال کیا تھا اے مولا! قولِ خدا اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۱۰ میں ذکرِ کثیر سے کونسا ذکر مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا جو شخص تسبیحِ جناب سیدہ پڑھے تو اُس نے خدا کا ذکرِ کثیر ادا کر لیا۔

اسمٰعیل بن عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اے مولا! اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۱۰ کی حد کیا ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی پارۂ جگر حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو تعلیم فرمایا کہ چونتیس ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لیا کرو۔ پس جب تم نے یہ تسبیح ایک مرتبہ رات کو اور ایک مرتبہ دن میں پڑھ لی تو خدائے تعالےٰ کا ذکرِ کثیر ادا کر دیا۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول ہے جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تینتیس ۳۳ بار کہے تو اُس نے خدا کا ذکرِ کثیر ادا کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۷۷

رہیں وہ دو عورتیں جن سے ہم بستر نہیں ہوئے ایک کا نام عمرہ تھا دوسری کا شتباء اور جن تیرہ سے مجامعت فرمائی اُن میں سب سے اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ[1] بنتِ خویلد ہیں۔ بعد اُن کے سودہ[2] بنتِ زمعہ۔ پھر اُمِّ سلمہ[3] جن کا اصلی نام ہند بنتِ ابی امیہ ہے۔ پھر عائشہ[4] بنتِ ابوبکر اِس کی کُنیت اُمِّ عبداللہ ہے۔ پھر حفصہ[5] بنتِ عمر بن خطاب۔ پھر زینب[6] بنتِ خزیمہ۔ ان کی کُنیت اُمِّ ابن الحارث اور اُمّ المساکین ہے۔ پھر زینب[7] بنتِ جحش۔ پھر اُمِّ حبیبہ[8] ان کا اصلی نام رملہ بنتِ ابوسفیان ہے۔ پھر میمونہ[9] بنت الحارث۔ پھر زینب[10] بنتِ عمیس۔ پھر جویریہ[11] بنت الحارث۔ پھر صفیہ[12] بنت حیّ بن اخطب۔ پھر خویلہ[13] بنتِ حکیم سمیٰ جس نے اپنا نفس جنابِ رسولِ خدا کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ علاوہ بریں جنابِ رسولِ خدا کی ازواج میں دو حرم بھی تھیں۔ ایک ماریہ[1] قبطیہ دوسری ریحانہ[2] فندقیہ۔ اور جو بیویاں اُن جناب نے وقتِ وفات چھوڑیں اُن کے نام یہ ہیں۔ عائشہ[1]۔ حفصہ[2]۔ اُمِّ سلمہ[3]۔ زینب[4] بنتِ جحش۔ میمونہ[5] بنت الحارث۔ اُمِّ حبیبہ[6] بنت ابوسفیان۔ صفیہ[7] بنت حیّ ابن اخطب۔ جویریہ[8] بنت الحارث۔ سودہ[9] بنتِ زمعہ۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام ازواج میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اُن کے بعد حضرت اُمِّ سلمہ گرانی مرتبہ ہیں پھر حضرت جویریہ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷۹

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرتؑ نے فرمایا خدا کی صلوٰۃ تو یہ ہے کہ وہ اپنے رسولؐ پر رحمت نازل کرتا ہے۔ اور صلوٰۃ ملائکہ یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی پاکیزگی اور طہارت بیان کرتے ہیں۔ اور آدمیوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے لئے دعا کرتے ہیں اور سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اُس کا قبول کرنا لازم ہے۔ کسی صحابی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! یہ تو فرمائیے کہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کس طرح بھیجیں؟ فرمایا کہو صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَصَلَوَاتُ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَاَنْبِیَآءِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجَمِیْعِ خَلْقِہٖ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کسی نے عرض کی جو شخص اس طور سے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجے تو اُسے کتنا ثواب ملیگا؟ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ اپنے گناہوں سے اس طرح باہر آجائیگا گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

العیون میں ہے کہ جناب غریب الغربا امام علی رضا علیہ السلام نے دربار مامون میں ارشاد فرمایا ایہا الناس! یہ بات تو ہمارے دشمن بھی جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! آپ پر سلام کرنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے اب آپ پر درود کیونکر بھیجا جائے؟ حضرتؐ نے فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ کیوں اے گروہِ مردم! جو کچھ میں نے بیان کیا آیا تم میں کوئی شخص اس کے خلاف کہہ سکتا ہے؟ سب نے جواب دیا نہیں (کسی کو اختلاف نہیں ہے) مامون بولا جو کچھ آپ نے فرمایا اُس پر تمام اُمت کا اتفاق ہے کسی نے اس کے خلاف نہیں کہا مگر آپ کسی اور آیتِ قرآنی سے جو اس آیت سے واضح تر ہو اس بات پر دلیل لائیے۔ کہ آلِ رسولؐ پر خدا نے درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اُن حضرتؑ نے فرمایا اے گروہِ علما! یہ تو بتاؤ کہ قولِ باری تعالےٰ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۙ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ میں یٰسٓ سے خدائے تعالےٰ نے کسے مراد لیا ہے؟ اُن لوگوں نے عرض کیا بے شک و شبہہ یٰسٓ جناب رسولِ خدا کا نام ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اسی آیت سے خدائے تعالےٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو وہ فضیلت عطا فرمائی جس کی کنہ وصف تک سوائے اُس شخص کے جو اس کو سمجھ چکا ہے اور کوئی پہنچا ہی نہیں۔ تفصیل اُس کی یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے انبیاء کے سوا اور کسی پر سلام

نہیں بھیجا۔ پس فرمایا سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (مگر ان نبیوں کی آل پر سلام نہیں بھیجا۔ یعنی) یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ نُوْحٍ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ۔ البتہ یہ فرمایا ہے سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ یعنی آلِ محمدؐ۔ یہ سُنکر مامون نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معدنِ نبوت کے سوا اور کوئی شخص قرآن کی تفسیر اور مطالب کو بیان ہی نہیں کر سکتا۔

مقدمہ شرائع الدین میں اُنہی جناب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر مقام میں (جب کوئی آنحضرتؐ کا نام لے) اور چھینکنے کے بعد اور آندھیوں وغیرہ کے وقت درود بھیجنا واجب ہے۔

الخصال میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

کافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جب تم جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لو یا کوئی دوسرا تمہارے سامنے نام لے یا اذان وغیرہ میں اُن جناب کا نامِ نامی سنو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجو۔

نیز کافی میں اُنہی جناب سے مروی ہے کہ جنابِ سردارِ دو عالم نے وفات پائی تو جوق جوق مہاجرین و انصار اور ملائکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا اُس وقت جبکہ وہ جناب صحیح وسالم تھے کہ آیتِ درود خداوندِ عالم نے اِس غرض سے نازل فرمائی ہے کہ لوگ میرے انتقال کے بعد بھی مجھ پر برابر درود بھیجتے رہیں۔ اسی لئے یہ جتلایا کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُسی کتاب میں ایک حدیث مرفوع یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جناب موسےٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ارشادِ باری ہوا اے فرزندِ عمران! محمدؐ پر درود بھیجو کہ میں بھی اُن پر درود بھیجتا رہتا ہوں اور میرے فرشتے بھی۔

ابو مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص ہر روز نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کے بعد زانو بدلنے اور کلام کرنے سے پہلے کہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ ذُرِّيَّتِهٖ۔ تو خدائے تعالےٰ سو حاجتیں اُس کی برلا ئیگا۔ ستر دنیا میں اور تیس آخرت میں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! صلوٰۃِ خدا اور صلوٰۃِ ملائکہ کے

کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ خدا اور ملائکہ آنحضرتؐ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اور مؤمنین کی طرف سے آنحضرتؐ کے لئے دعا ہوتی ہے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ایک فرشتہ نے درگاہِ خدا میں دعا کی خدایا! تو مجھے کان عنایت فرما کہ میں تیرے بندوں کی باتیں سُننے لگوں۔ خدا نے اُس کی دعا قبول فرمائی۔ اب وہ فرشتہ قیامت تک کھڑا رہے گا۔ جو کوئی مومن کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ تو وہ فرشتہ جواب دیتا ہے اے بندۂ مومن وَعَلَیْکَ السَّلَامُ پھر وہ فرشتہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کو خبر دیتا ہے کہ یا رسولؐ اللہ! فلاں بندۂ مومن حضور کو سلام کہہ رہا ہے۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ بھی فرماتے ہیں وَعَلَیْہِ السَّلَامُ۔

صفوانِ جمّال سے منقول ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نہ بھیجا جائے کوئی دعا جو خدا سے کی جائے آسمان پر نہیں جاتی ہے۔

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں جنابِ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ اُن جنابؑ کو چھینک آئی۔ میں نے عرض کیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ دوبارہ چھینک آئی میں نے کہا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ پھر تیسری بار چھینک آئی۔ میں نے جواب میں کہا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ پھر میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ جیسے امامؑ کی چھینک کے وقت ہم لوگ وہ کلمہ کہہ سکتے ہیں جو آپس میں کہا کرتے ہیں یعنی یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یا وہی کہنا چاہیئے جو ہماری عادت ہے (یعنی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ)؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم یہ نہیں کہتے ہو صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ میں نے عرض کی ہاں یا ابن رسولؐ اللہ! یہ بھی کہتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کی اے مولا! کیا اِرْحَمْ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بھی کہا کروں؟ فرمایا ہاں کہا کرو۔ خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر درود بھی بھیجا ہے اور رحمت بھی نازل کی ہے۔ ہم جو اُن جنابؐ پر درود بھیجتے ہیں تو یہ ہمارا درود اُن حضرتؐ کے لئے دعا ہے اور ہمارے واسطے تقرب کا باعث ہے۔

عمر بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ سے جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! جب شبِ جمعہ آتی ہے تو آسمان سے بکثرت فرشتے زمین پر آتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں اور وہ فرشتے شبِ شنبہ تک سوائے درود کے اور کچھ نہیں لکھتے تو تم اِس شب و روز میں بکثرت صلوات بھیجا کرو۔ اور اے عمر! ہر جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ دوسرے دنوں میں ہر روز سو بار محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر درود بھیجنا سُنّت ہے۔

اسحاق بن فروخ مولا آلِ طلحہ کہتے ہیں کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے اسحاق ابنِ فروخ! جو شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دس مرتبہ درود بھیجے تو خدا اُس پر

ایک ہزار مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے اور ملائکہ اُس کے لئے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدائے فرماتا ہے هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۔ (دیکھئے صفحہ ۶۷۶ سطر ۱)

محمد بن مسلم نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ میزانِ اعمال میں محمد و آلِ محمد پر درود بھیجنے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک شخص کے اعمال تولے جائیں گے اُس کا نیکیوں کا پلہ کم ہوگا تو آنحضرت اُس کے پلہ میں وہ درود رکھ دیں گے جو آنحضرت پر بھیجی تھی۔ اُسی سے وہ پلہ بھاری ہو جائیگا۔

ابان بن تغلب نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے اور اُن حضرت نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام سے اور اُنہوں نے سید الشہداء جناب امام حسین علیہ السلام سے اور اُن حضرت نے جنابِ سید الاوصیاء امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو اُسے خوشبوئے جنت نصیب نہ ہوگی۔ حالانکہ اُس کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہوگی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم جمعہ کے دن نمازِ عصر سے فارغ ہو جاؤ تو کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ الْاَوْصِيَاءِ الْمَرْضِيِّيْنَ بِاَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ بِاَفْضَلِ بَرَكَاتِكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَرْوَاحِهِمْ وَاَجْسَادِهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پس جو شخص نمازِ عصر کے بعد یہ درود پڑھیگا تو خدائے عزّ و جلّ ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا اور ایک لاکھ گناہ اُس کے مٹائے گا۔ اور ایک لاکھ حاجتیں اُس کی برلائے گا اور ایک لاکھ درجے جنت میں اُس کے لئے بلند فرمائے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۹

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنا موئے مبارک ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اسی طرح مجھ سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا موئے مبارک اپنے دستِ مبارک میں لے کر یہ حدیث بیان فرمائی کہ اے علیؑ! جس شخص نے تمہارے ایک بال کو بھی ایذا پہنچائی تو اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اُس نے یقیناً خدائے تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے خدائے تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اُس پر خدا کی لعنت ہے۔

تہذیب الاحکام میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک رات

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکمِ خدا نمازِ عشا پڑھنے میں تاخیر کی۔ پس عمر بن الخطاب دروازۂ بیت الشرف پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹا کے غل مچانے لگا کہ یا رسول اللہ! عورتیں بھی سوگئیں۔ بچے بھی سوگئے (لیکن آپ نے ابھی تک نمازِ عشا نہیں پڑھی) یہ سُنکر آنحضرتؐ برآمد ہوئے اور ارشاد فرمایا تم کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ مجھے ایذا دو اور مجھ پر حکم چلاؤ۔ تم سب پر لازم ہے کہ میری بات سُنو اور میری اطاعت کرو۔

جنابِ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مہم پر ایک لشکر بھیجا۔ اُن سب کا سردار جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کو مقرر کیا اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کسی جگہ لشکر بھیجتے تھے اور اس میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام بھی ہوتے تھے تو انہی جنابؑ کو امیرِ لشکر بنایا کرتے تھے۔ غرضکہ جب وہ لشکر کامیاب ہُوا اور مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا تو اُن حضرتؑ نے (اُس مالِ غنیمت میں سے) ایک لونڈی مول لینی چاہی اور قیمت اُس کی مالِ غنیمت میں سے دینی چاہی تو حاطب بن ابی بلتعہ اور بریدۂ اسلمی کو یہ امر ناگوار گزرا اور ان دونوں نے کنیز کی قیمت بڑھا دی۔ جب حضرتؑ نے اُن کا مکر اور قیمت کا زیادہ کرنا ملاحظہ فرمایا تو اُس دن اُس کی خریداری موقوف رکھی اور اس بات کے منتظر رہے کہ اُس کی قیمت کہاں تک بڑھتی ہے۔ پھر اُن جناب نے وہ لونڈی خرید لی۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو اُن دونوں نے اتفاق کر لیا کہ اس واقعہ کی خبر جنابِ رسولِ خدا کو ضرور دینی چاہیئے۔ غرض بریدۂ اسلمی آنحضرتؐ کے سامنے آکھڑا ہُوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! آپ نے یہ بھی سُنا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب نے مسلمانوں کے برخلاف مالِ غنیمت سے ایک لونڈی خریدی ہے۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ نے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ پھر وہ دہنی طرف آیا اور وہی عرض کیا۔ جو پہلے کہا تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے مُنہ پھیر لیا۔ اب وہ بائیں طرف آیا اور وہی عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے پھر مُنہ پھیر لیا۔ اس کے بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا غصہ آیا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ویسا غصہ آیا تھا اور نہ بعد اس کے کبھی ویسا غصہ آیا۔ رنگِ رُخِ مبارک متغیر ہوگیا۔ مُنہ سے کف بھی جاری ہوگئے۔ شہرگ بھی اُبھر آئی۔ اعضا بھی کانپنے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے بریدہ! تجھے ہوکیا گیا ہے کہ تو خدا کے رسولؐ کو آج ایذا دے رہا ہے کیا تو نے خدائے تعالےٰ کا یہ قول نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

بُھتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا (دیکھو صفحہ ۶۷۹ سطر ۱۰ و صفحہ ۶۸۰ سطر ۱) بریدہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے تو خیال نہیں کہ میں نے کبھی حضور کی اذیت کا ارادہ بھی کیا ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ! تیرا گمان یہ ہے کہ جو شخص بالخصوص تجھے اذیت دے گا وہی میرا موذی کہلائے گا۔ اے بریدہ! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ علیؑ بن ابی طالب مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے علیؑ کو ایذا دی اُس نے یقیناً مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے یقیناً خدا کو ایذا دی اور خداوندِ عالم کے ذمہ لازم ہے کہ اُس کو آتشِ جہنم میں دردناک عذاب سے ایذا پہنچائے۔ اے بریدہ! کیا تو زیادہ جاننے والا ہے یا خدائے عزوجلؔ! کیا تیرا علم زیادہ ہے یا لوحِ محفوظ کے پڑھنے والوں کا! کیا تیرا علم بڑھا ہوا ہے یا ملائکہ ارحام کا! بریدہ نے جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ علم ہے اور لوحِ محفوظ کے پڑھنے والے اور ملائکۂ ارحام مجھ سے بدرجہا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ! کیا تو زیادہ وقعیت رکھتا ہے یا وہ فرشتے جو علیؑ بن ابیطالب کے حافظانِ اعمال ہیں؟ بریدہ نے عرض کیا بلکہ حافظانِ اعمالِ علیؑ بن ابی طالب بہ نسبت میرے زیادہ واقف ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر تو کس لئے علیؑ بن ابیطالب کو خطاوار ٹھہراتا ہے اور کیوں اُن کو ملامت اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور کیوں اُن کے فعل میں بُرائی نکالتا ہے؟ (آگاہ ہو جا! کہ) جبرئیلِ امین نے مجھے خبر دی ہے کہ حافظانِ اعمال نے علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے لیکر اسوقت تک اُنکی کوئی خطا نہیں لکھی اور ملکُ الارحام نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے پہلے جبکہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ مبارک میں تھے یہ لکھدیا گیا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہوگا اور جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر گیا تو مجھ سے اُن فرشتوں نے جو لوحِ محفوظ پڑھتے ہیں یہ بیان کیا کہ ہم نے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب ہر گناہ اور خطا سے معصوم و محفوظ ہیں۔ اے بریدہ! پھر تو کس لئے علیؑ کو خطاوار بتاتا ہے۔ حالانکہ پروردگارِ عالم نے اور ملائکۂ مقربین نے اُن کے صواب پر ہونے کی خبر دے دی ہے۔ اے بریدہ! تو علیؑ بن ابیطالب پر اعتراض نہ کیا کر۔ اور سوائے خوبی اور نیکی کے کوئی بات اُن کی شان میں نہ کہا کر کہ وہ امیرالمؤمنین اور سیدالصالحین اور فارسُ المسلمین اور قائدُ الغرّ المحجّلین اور جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ وہی قیامت کے روز (دوزخ سے) فرمائیں گے کہ یہ میرا ہے اور یہ تیرا۔ اے بریدہ! کیا تجھے خبر نہیں کہ علیؑ ابنِ ابی طالب کا حق تم سب مسلمانوں پر یہ ہے کہ تم لوگ اُن سے بُرا برتاؤ نہ کرو اور اُن سے دشمنی نہ رکھو۔ اور اپنے نفسوں کو اُن پر فضیلت نہ دو۔ افسوس! علیؑ بن ابیطالب کی جو قدر و منزلت خدائے تعالےٰ کے نزدیک ہے بہ نسبت اُس کے تمہارے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ (اے لوگو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں علیؑ بن ابیطالب کا مرتبہ تم سے

بیان کروں؟ سب نے عرض کی یا رسول اللہ! ضرور ارشاد ہو۔ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ روزِ قیامت حق سبحانہٗ و تعالےٰ ایک قوم کو محشور فرمائیگا۔ جن کے گناہوں سے میزانِ اعمال مملو ہو جائے گی۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا اے میرے بندو! یہ گناہ تو تمہارے موجود ہیں نیکیاں بھی اپنی دکھاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کئے جاؤ گے۔ وہ عرض کرینگے پروردگارا! ہم کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ہم نے کچھ نیک کام کئے بھی ہیں یا نہیں؟ اُس وقت خدائے تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے گی کہ اے میرے بندو! اگر تم کو اپنی نیکیاں معلوم نہیں تو نہ ہوں مجھے تو اُن کا علم ہے اور میں اُن کا معاوضہ تمہیں پورا پورا دوں گا۔ پھر (بحکم خدا) ہوا چلے گی اور وہ ایک چھوٹا سا پرچہ لاکر نیکیوں کے پلّے میں ڈال دیگی۔ جس کی وجہ سے نیکیوں کا پلّہ بھاری ہو جائیگا۔ اور گناہوں کا پلّہ اِتنا بلند ہو جائے گا جتنا کہ آسمان و زمین کا فاصلہ ہے۔ اُس وقت اُن لوگوں میں سے ایک سے کہا جائے گا کہ تو اپنے ماں۔ باپ بھائیوں۔ بہنوں اور خاص عزیزوں اور دوستوں کا ہاتھ پکڑ لے اور اُن سب کو جنت میں داخل کردے۔ اہلِ محشر عرض کریں گے بار الٰہا! اِن کے گناہ تو ہم نے پہچان لئے۔ یہ نیکی کیا تھی؟ پردۂ غیب سے آواز آئے گی اے میرے بندو! اِن میں سے جس کسی کا قرضہ کسی برادرِ ایمانی پر ہوتا تھا تو صاحبِ قرض یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ چونکہ تو علیؑ بن ابی طالب کا دوست ہے اس لئے میں بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں اس لئے یہ قرضہ بھی تو رہنے دے اور میرے مال میں سے جتنا چاہے اور لے لے۔ پس ہم نے اُن دونوں کی یہ نیکی قبول کر لی اور اِن کے گناہ معاف کردئے اور آج کے دن وہ نیکی ہم نے اِن کی ترازو میں رکھ دی اور اِن دونوں کے لئے مع اُن کے والدین کے جنت واجب کردی۔ پھر ارشاد ہوا اے بریدہ! جو لوگ دشمنی علیؑ ابن ابیطالب کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اُن کی تعداد اُن کنکریوں سے بھی زیادہ ہوگی جو جمرات پر ماری جاتی ہیں۔ اے بریدہ! تو ہمیشہ خوف رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنانِ علیؑ میں تیرا بھی شمار ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۸۲

تفسیر قمی میں ہے کہ اِس آیت میں امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور دلیل اِس دعوے پر کہ امانت سے امامت مراد ہے یہ آیت ہے کہ خدا نے آئمہ علیہم السّلام کے بارے میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۴) اِس آیت میں امانت سے مراد امامت ہے۔ پس یہ امانت یعنی امامت تمام آسمانوں پر اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ اِن سب نے اُس کے بار

سے انکار کیا اور خوف زدہ ہو گئے کہ امامت کے دعوے دار بنیں اور حقدار سے اُس کو غصب کر لیں لیکن میاں اول نے جو بڑے بے وقوف اور اظلم تھے (آؤ دیکھا نہ تاؤ اور امامت جیسی) امانت کو اپنے اُوپر لاد لیا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے مسلمانوں کو وصیتیں فرمائیں منجملہ اُن کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امانت کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص امانت کا اہل نہ ہو اور دعوے کرے وہ نقصان اُٹھائے گا۔ کیونکہ یہ امانت ہی وہ چیز ہے کہ جو بڑے بڑے آسمانوں اور بچھی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے محکم پہاڑوں کے سامنے پیش ہوئی۔ پس ان میں سے نہ کوئی چیز امانت سے زیادہ طولانی اور چوڑی تھی اور نہ اعلےٰ اور اعظم تھی۔ اشیائے مذکورہ کا انکار اس وجہ سے نہ تھا کہ امانت اُن سے طویل۔ عریض اور قوی و غالب تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ وہ عقوبت سے ڈر گئیں اور اُنہوں نے اِس امانت کا انجام بھی سمجھ لیا جس سے حضرتِ انسان (ابوبکر) جاہل تھے اور باوجود اِس کے کہ انسان بہ نسبت اِن چیزوں کے زیادہ ضعیف تھا مگر اُس نے امانت کو اپنے سر لے لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور اجہل تھا۔

العوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام مضطرب اور بے چین ہو جایا کرتے تھے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ لوگ عرض کرتے تھے یا امیر المؤمنین! یہ آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ حضرتؑ فرماتے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ خدا کی امانت جسے خدا نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُنہوں نے اِس امانت کے تحمل سے اِنکار کر دیا تھا اور ڈر گئے تھے۔ ادا کرنے کا یہی وقت ہے۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ کسی نے جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مولا! ایک شخص نے دوسرے شخص کو بازار بھیجا اور یہ کہا کہ میرے لئے ایک کپڑا خرید لا۔ وہ کپڑا بازار میں بھی ملتا ہے اور ویسا ہی اُس کے پاس بھی موجود ہے آیا جائز ہے کہ وہ منگانے والے کو اپنے پاس سے کپڑا دے دے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہرگز وہ ایسے کام کے قریب نہ جائے اور اپنے نفس کو (ایسے معاملہ سے) آلودہ نہ کرے کیونکہ خدا فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ پھر حضرتؑ نے فرمایا جو کپڑا بازار میں دستیاب ہوتا ہے اگرچہ اُس شخص کے پاس اُس سے بہتر بھی موجود ہو تب بھی اپنے پاس سے نہ دے۔

اقولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) اِس آیت کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُن

میں کوئی اختلاف اور منافات نہیں ہے اگرچہ کسی حدیث میں امانت بمعنی امامت مراد ہے کسی میں عام مراد ہے جو امانت اور تکلیف وغیرہ کو بھی شامل ہے کیونکہ ایسا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو معانی کثیرہ کو شامل ہو۔ کبھی اُس سے معانی حقیقیہ مراد لئے جائیں اور کبھی اُس میں قید لگا کر مخصوص معنوں میں استعمال کریں۔ اس آیت میں امانت سے مراد عبادتِ خدا کی تکلیف بھی ہے جو اچھی طرح ادا کی جائے اور تقربِ خدا اُس سے حاصل ہو اور ہر بندہ اپنی استعداد کے موافق کماحقہ بجا لائے۔ اور تکالیفِ الٰہیہ میں سے سب سے بڑی تکلیف خلافت ہے جو اُس کے اہل کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ پس جو لوگ اُس کے حقدار نہ ہوں اُن کو لازم ہے کہ امرِ خلافت اُس شخص کے سپرد کر دیں جو (منصوص من اللہ) اُس کا اہل ہو اور ہر شخص اپنے لئے دعوے نہ کر بیٹھے اور آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اس امانت کے پیش کرنے سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُن کی استعداد کی طرف نظرِ (امتحان) فرمائی اور اشیاءِ مذکورہ کے انکار سے مراد یہ ہے کہ ان میں تحملِ امانت کی لیاقت نہ تھی۔ اور انسان کے متحمل ہو جانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق امانت کا بوجھ اپنے سر لے لیا جس کی وجہ سے وہ امانت کے اصلی مالک کے مقابلہ میں متکبر کہلایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس انسان میں ادا کرنے کی قوت وطاقت نہ تھی اور انسان کے ظلوم وجہول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قوتِ غضبیہ اور شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ صفت اکثر افرادِ انسانی میں پائی جاتی ہے۔ (پس جو کچھ ہم نے بیان کیا) اور اس آیت کی تفسیر میں خاص طور سے جو جو معنی مراد لئے گئے ہیں اُن سب کی رجوع انہی معانی مذکورہ حقیقیہ کی طرف ہوگی۔ چنانچہ اگر غور کیا جائے اور توفیقِ خدا بھی شامل ہو تو یہ مطلب ظاہر ہو جائے گا۔

علامہ ابن شہر آشوب نے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت محمد حنفیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے قول باری تعالےٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری امانت کو ساتوں آسمانوں کے سامنے پیش کیا اور عذاب و ثواب دکھلایا۔ پس آسمانوں نے عرض کی پروردگارا! اس امانت کو ثواب وعذاب کے ساتھ ہم پر بار نہ کر۔ البتہ بغیر ثواب وعقاب کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں۔ خدا نے میری امانت و ولایت کو پرندوں کے سامنے پیش کیا۔ پرندوں میں سے سب سے پہلے باز اور چنڈول میری امامت پر ایمان لائے اور جن پرندوں نے انکار کیا اُن میں سے سب سے پہلا منکر اُلو اور عنقا ہے پس خدا نے ان دونوں پر لعنت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُلو کے سارے پرندے دشمن ہو گئے۔

اب وہ دن میں پرندوں کے ڈر کے مارے باہر نہیں نکلتا ہے اور عنقا دریاؤں میں ایسا غائب ہوگیا کہ نظر ہی نہیں آتا۔ اور اللہ تعالےٰ نے میری امامت کو زمین کے سامنے پیش کیا۔ پس زمین کا جو حصہ میری ولایت و امامت پر ایمان لایا اُسے خدا نے برکت والا پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ شیریں نباتات اور میٹھے پھل اُس میں اُگائے۔ پانی اُس کا صاف اور میٹھا کر دیا۔ اور جس حصہ نے میری امامت کا انکار کیا اُس کو خدا نے شورہ زار بنا دیا۔ سبزیاں اُس کی تلخ اور بدمزہ کر دیں۔ پھل اُس میں کٹیلی۔ اور اندراین جیسے پیدا کئے۔ پانی اُس کا کھاری اور بدمزہ کر دیا۔ پھر خداوندِ عالم نے اپنے رسول سے فرمایا کہ امامتِ امیرالمؤمنین کا حامل تمہاری اُمت میں سے ایک مردک ہوگیا اُس نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا اور وہ حکمِ پروردگار سے جاہل تھا اور جو شخص امانت کو پوری طرح ادا نہ کرے گا وہ اظلم اور ستمگار ہوگا۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرا دوست مومن ہے اور میرا دشمن منافق اور ولد الحرام ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۸۶

جناب امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ قرٰے سے مراد اس آیت میں آدمیوں کا ایک مخصوص گروہ ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی چند آیتیں اُن حضرت نے تلاوت فرمائیں کسی نے عرض کی وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت نے فرمایا وہ ہم اہلبیت ہیں کیا تم نے قولِ باری تعالےٰ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ پر غور نہیں کیا؟ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو ہمارے پاس رہے وہ کبھی اور گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

الاکمال میں ہے کہ جناب حضرتِ حجت علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم وہ قرٰے جنہیں خدا نے بابرکت کیا وہ ہم ہیں اور قرٰے ظاہرہ سے مراد تم لوگ ہو۔

کافی میں زیدِ شحام سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن قتادہ بن دعامہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! کیا تو ہی اہلِ بصرہ کا فقیہ ہے؟ اُس نے عرض کی وہ لوگ تو یہی سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے۔ کہ تو قرآنِ مجید کی تفسیر کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! فرمایا اگر تو علم و یقین سے تفسیر کرتا ہے تو تیرے کیا کہنے؟ میں تجھ سے ایک آیت کی تفسیر دریافت کرتا ہوں تو مجھے اُس کا جواب دے! اُس نے عرض کی فرمائیے! حضرت نے ارشاد کیا بیان کر سورۂ سبا کی آیت وَقَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ۝ کا کیا مطلب ہے؟ قتادہ نے عرض کی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کے ارادہ سے اپنے ہمراہ زادِ راہ اور

سواری اور کرایہ حلال لے کر اپنے گھر سے نکلے وہ اپنے کنبہ والوں میں واپس ہونے تک مامون و محفوظ رہیگا۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! میں تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی بقصدِ حج اپنے گھر سے چلتا ہے زادِ راہ بھی حلال اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کرایہ میں بھی حلال پیسہ صرف کرتا ہے۔ اُس پر بھی لٹیرے اُس کو لوٹ لیتے ہیں۔ مال بھی اُس کا ضائع ہو جاتا ہے اور پیٹتا بھی اتنا ہے کہ بھرکس نکل جاتا ہے؟ قتادہ نے جواب دیا بیشک ہوتا تو ایسا بھی ہے۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! وائے ہو تجھ پر اگر تو نے یہ تفسیر اپنی رائے سے کی ہے تو تُو گمراہ ہو گیا اور اگر تو نے عام لوگوں سے یہ تفسیر سُنی ہے تو تو خود بھی ہلاک ہوا اور اوروں کو بھی ہلاک کیا۔ افسوس ہے تیری سمجھ پر۔ اے قتادہ آگاہ ہو جا! جو شخص بقصدِ بیت اللہ اپنے گھر سے نکلے اور زادِ راہ اور سواری اور حلال پیسہ اُس کے ساتھ ہو اور وہ ہمارے حق کا عارف ہو۔ ہم سے دلی محبت رکھتا ہو (تو اُس کا حج قبول ہوگا ورنہ نہیں) اے قتادہ! خدا نے جو دعائے ابراہیمؑ کی حکایت آیہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۴ سطر ۲) میں کی ہے تو کیا حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا کی تھی کہ خدایا تو بعض آدمیوں کے دل خانۂ کعبہ کے مشتاق بنا دے۔ پس اگر واقعی ایسا ہی تھا تو اِلَيْهِمْ کی بجائے اِلَيْهِ ارشاد ہوتا۔ قسم بخدا وہ ہم ہی ہیں جن کی طرف بعض قلوب مردم کے متوجہ ہونے کی دعا جناب ابراہیمؑ نے مانگی تھی۔ بس جس کے دل میں ہماری محبت ہوگی اُسی کا حج قبول ہوگا ورنہ نہیں۔ اے قتادہ! جس کا حج قبول ہو گیا وہ روزِ قیامت عذابِ دوزخ سے محفوظ رہیگا۔ قتادہ نے عرض کی خدا کی قسم اب میں ضرور اِس آیت کی تفسیر یہی بیان کروں گا۔ حضرت نے فرمایا علمِ قرآنی اُنہی کو حاصل ہے جن سے اُس میں خطاب کیا گیا ہے۔

ہیثم بن عبداللہ رمانی کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والدِ ماجد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زبانی یہ حدیث بیان فرمائی وہ جناب فرماتے ہیں کہ میرے پدرِ بزرگوار جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک مفسرِ قرآن حاضر ہوا۔ حضرت نے اُس کا نام لیکر ارشاد فرمایا تو فلاں شخص ہے؟ اُس نے جواب دیا جی ہاں! حضرت نے فرمایا تو ہی قرآن کی تفسیر کیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی بیشک! حضرت نے فرمایا اچھا آیہ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ کا مطلب بیان کر! اُس نے کہا قرئے ظاہرہ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مکہ اور منٰے کے درمیان آباد ہیں۔ حضرت نے فرمایا آیا اِن بستیوں میں لٹنے اور مارے جانے کا خوف ہے یا نہیں؟ اُس نے عرض کی۔

خوف تو ضرور ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا جس مقام کے بارے میں خدا نے امن کی خبر دی ہو وہاں خوف اور لوٹ مار کیسے ہو سکتی ہے؟ اُس نے عرض کی حضور ہی اس آیت کا مطلب ارشاد فرمائیں حضرتؑ نے جواب دیا ان بستیوں سے ہم اہلبیت مراد ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے تم لوگوں کو ناس سے تعبیر کیا ہے اور ہم کو اس آیت میں قرئے سے۔ اُس نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں آیا قرآن میں کسی اور جگہ بھی قرئے سے آدمی مراد لئے گئے ہیں؟ فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ اَقْبَلْنَا فِيْهَا (یعنی برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے عرض کی) جس بستی میں ہم تھے اور جس قافلہ میں ہم آئے ہیں اُس سے ہمارا حال دریافت کر لیجئے تو تو ہی بتا کہ یہ سوال آدمیوں سے ہوتا ہے یا در و دیوار سے؟ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۵۹ سطر ۶) تو اب تو ہی بتا کہ عذاب آدمیوں پر ہوگا یا مکانات کے در و دیوار پر؟

جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حسنِ بصری میرے پدرِ بزرگوار جنابِ امام محمدؑ بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن جناب نے فرمایا اے بصرہ والے! مجھے خبر ملی ہے کہ تو نے ایک آیۂ قرآنی کی برخلافِ تنزیل تفسیر کی ہے۔ پس اگر واقعی تو نے ایسا ہی کیا ہے تو تو بے شک گمراہ ہو گیا اور لوگوں کو بھی تو نے گمراہ کیا۔ اُس نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہو جائیں ارشاد ہو وہ کونسی آیت ہے؟ آنحضرتؑ نے فرمایا خدائے تعالےٰ کا یہ قول ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ اے حسن! افسوس ہے تیرے حال پر (تو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ) اللہ تعالےٰ نے آدمیوں کے لئے امان کہاں دی ہے۔ حالانکہ مکّہ اور مدینہ میں اور اُن کے مابین آدمیوں کا مال چوری جاتا ہے اور بہت سے غلام بنا لئے جاتے ہیں اور اکثر لوگ مارے بھی جاتے ہیں۔ جانوں کا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ پھر افسوس فرماتے ہوئے تھوڑی دیر خاموش رہے بعد اُس کے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جن بستیوں میں خدا نے برکت دی ہے اُن سے ہم اہلبیتؑ مراد ہیں۔ حسنِ بصری نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں آیا قرآن میں کہیں اور بھی قرئے سے آدمی مراد لئے گئے ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں۔ خدائے عزّوجلّ فرماتا ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۸۹۲ سطر ۹)۔ (اے حسن! اب بتا کہ

حکم خدا سے سرتابی کرنے والے مکان تھے یا دیواریں یا آدمی ؟ اُس نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں اور بھی کوئی مثال ارشاد ہو۔ حضرتؑ نے جواب دیا خداوند عالم سورۂ یوسفؑ میں (برادرانِ یوسفؑ کے قول کی حکایت میں) فرماتا ہے۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ اَقْبَلْنَا فِيْهَا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۹۰ سطر ۵) اس آیت میں قریہ اور عیر (کاروان) سے کیا مراد ہے ؟ جس سے سوال کرنے کی فرزندانِ یعقوبؑ نے اپنے باپ سے گزارش کی تھی۔ آیا اس سے بستی مراد ہے یا آدمی ؟ حسنِ بصری نے پوچھا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ اب یہ بھی بتا دیجئے کہ قُرًی ظَاهِرَةً سے کیا مطلب ہے ؟ حضرتؑ نے فرمایا اس سے ہمارے علمائے شیعہ مراد ہیں۔ تم اُن میں شب و روز آؤ جاؤ (گمراہی سے) محفوظ رہو گے۔

احتجاجِ طبرسی میں ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا تو کون ہے ؟ اُس نے عرض کی ابوحنیفہ! فرمایا اہلِ عراق کا مفتی؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا تو کس چیز سے اُن لوگوں کو فتوے دیا کرتا ہے ؟ اُس نے عرض کی قرآن سے۔ فرمایا کیا تو کتابِ خدا کے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ سے واقف ہے ؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اس آیت کی تفسیر تو بیان کر خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ وہ کون سے مقامات ہیں (جن میں خدا نے حفاظت کا وعدہ کیا ہے) ؟ ابوحنیفہ نے جواب دیا وہ مکّے اور مدینے کے مابین ہیں۔ حضرتؑ نے حاضرینِ جلسہ کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جب تم مکّہ اور مدینہ کے درمیان سفر کرتے ہو تو آیا ایسا ہوتا ہے یا نہیں کہ اپنی جانوں کے قتل ہونے سے اور مالوں کے لوٹے جانے سے مامون نہیں ہوتے ؟ سب نے عرض کی بے شک ایسا ہوتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ! وائے ہو تجھ پر خدا کا کلام تو سچا ہی ہوتا ہے غلطی تو اُس میں ہو ہی نہیں سکتی (پھر کیوں اُس کے خلاف ہوتا ہے) اے ابوحنیفہ! قولِ باری تعالےٰ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ اس سے کونسا مقام مُراد ہے ؟ اُس نے جواب دیا بیت اللہ الحرام۔ پس حضرتؑ اپنے حاضرینِ جلسہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا میں تم سے بقسم دریافت کرتا ہوں کہ عبداللہ بن زبیر اور سعید بن جبیر بیت اللہ میں داخل ہوئے اُس پر بھی محفوظ نہ رہے (مارے گئے) ؟ سب نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہوا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ! وائے ہو تجھ پر اور تیری عقل پر خدا ایسی بات نہیں کہتا ہے جو حق نہ ہو۔ ابوحنیفہ نے عرض کی مجھے کتابِ خدا کا علم حاصل نہیں ہے تو قیاس لگا لیا کرتا ہوں۔ (چونکہ اصل حدیث طولانی ہے بقدرِ ضرورت لے لی گئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۹۳

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدائے عزوجل نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ کو ایک تسبیح سے پیدا کیا ہے۔ اور اُن کو کان۔ آنکھ۔ ذہن رسا اور تیزی فہم عطا کی ہے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام ملائکہ کی خلقت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ (اے اللہ!) فرشتوں کو تو نے پیدا کر کے اپنے آسمانوں میں اُن کو ساکن کیا نہ وہ تیری عبادت سے تھکتے ہیں اور نہ غافل ہوتے ہیں اور نہ وہ تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ وہ تیری تمام مخلوق سے زیادہ تیرے عارف ہیں اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں۔ اُن کا مرتبہ تیرے نزدیک سب سے زیادہ ہے۔ وہ سب سے بڑھ کے تیری طاعت پر عمل کرتے ہیں۔ نہ اُن پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ نہ اُنہیں سہو و نسیان عارض ہوتا ہے۔ نہ اُن کے بدنوں میں کاہلی اور تکان پیدا ہوتی ہے۔ نہ وہ باپوں کی پشتوں میں ساکن رہے نہ وہ ماؤں کے رحموں میں لپٹے ہوئے رہے۔ نہ تو نے اُن کو لیسدار پانی (منی) سے پیدا کیا۔ بلکہ تو نے اُن کو عجیب حکمت سے خلق فرمایا۔ پس تو نے اُن کو اپنے (بلند) آسمانوں میں سکونت بخشی اور اپنے جوارِ رحمت میں اُن کو جگہ دے کر اُن کی بزرگی بڑھائی۔ اور اپنی وحی کا اُن کو امین بنایا۔ آفتوں سے تو نے اُن کو محفوظ رکھا۔ بلاؤں سے تو نے اُن کو بچایا۔ گناہوں سے تو نے اُن کو پاک کیا۔ اگر تو اُن کو قوت نہ دیتا تو وہ صاحبِ قوت نہ ہوتے۔ اگر تو اُن کو ثابت قدمی عطا نہ فرماتا تو وہ ہرگز ثابت قدم نہ رہتے۔ اگر تیری رحمت اُن کے شاملِ حال نہ ہوتی تو وہ طاعت نہ کرتے۔ اگر تو اُن کو پیدا نہ کرتا تو وہ پیدا نہ ہوتے۔ اُن کو تو نے ہی ایک مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ وہ بس تیرے ہی فرمانبردار ہیں۔ تیرے نزدیک اُن کا درجہ بلند ہے۔ وہ تیرے حکم سے غفلت نہیں کرتے۔ اگر وہ اُن باتوں کو جو اُن سے پوشیدہ ہیں دیکھ لیں تو ضرور اپنے اعمال کو حقیر سمجھیں گے اور آواز بلند نہ کریں گے اور جان لینگے کہ بیشک اُنہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ اے میرے خالق! اے میرے معبود! میں تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تو نے اپنے بندوں کا نہایت خوبی سے امتحان لیا ہے۔

التوحید میں ہے کہ کسی نے جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے قدرتِ خدا کے متعلق سوال کیا۔ حضرتؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد و ثنائے باری تعالےٰ بجا لانے کے بعد ارشاد فرمایا خدائے تبارک و تعالےٰ نے (بکثرت) فرشتے پیدا کئے ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک فرشتہ زمین پر اُتر آئے تو اُس کی جسامت اور بازوؤں کی کثرت کے سبب زمین میں سمائی نہ ہو سکے۔ اور بعضے فرشتے ایسے بھی ہیں کہ اگر تمام انسانوں اور جنات کو اُن میں سے

ایک کی توصیف بیان کرنے کی تکلیف دی جائے تو سب کے سب اُس کی توصیف سے عاجز آجائیں گے۔ کیونکہ اس کے اعضاء و جوارح کے جوڑ بند نہایت دور دور ہیں۔ اور ان کی صورتوں کی ترکیب عجیب وضع کی ہے۔ اور فرشتوں کا وصف کیونکر بیان ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بعض اُن میں سے ایسے ہیں جن کے کندھے اور کان کی لَو میں اتنا فاصلہ ہے جتنا سات سَو برس میں طے ہو سکے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کا ایک بازو ساری دنیا کے ڈھانپنے کے لئے کافی ہے۔ رہی اُن کی جسامت وہ الگ ہے (اُس کا ذکر ہی کیا ہے) اور بعضے اتنے بڑے ہیں کہ آسمان اُن کی کمر تک ہے۔ اور بعضے ایسے کہ اُن کے قدم نیچے والی ہوا پر ہیں۔ کبھی وقت اُن کو قرار نہیں آتا۔ ساری زمینیں اُن کے گھٹنوں تک ہیں۔ اور بعضے اتنے بڑے ہیں کہ اگر تمام پانی اُن کے انگوٹھے کی گھائی میں ڈالا جائے تو سارا غائب ہو جائے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اگر اُنکے آنسوؤں میں کشتی ڈالدی جائے تو وہ آخر زمانہ تک بہتی رہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست و سوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۱۸۷

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم کو تولد اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ کی جو بشارت دی ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا ان دونوں بشارتوں میں پانچ برس کا فاصلہ تھا۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۸۷ سطر ۸) اس سے مراد حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ یہ پہلی بشارت تھی جو خدا نے ابراہیمؑ کو اُن کے فرزند کے بارے میں دی۔ اور جب حضرت سارہؑ کے بطن مبارک سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے اور تین برس کا سن شریف اُن حضرتؑ کا ہو گیا۔ ایک دن حضرت اسحٰقؑ اپنے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت اسمٰعیلؑ تشریف لائے اور اسحٰقؑ کو اُن کی گود سے اُٹھا کے خود اُن کی جگہ بیٹھ گئے۔ یہ واقعہ جناب سارہؑ دیکھ رہی تھیں (برہم ہو گئیں) حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا اے خلیل اللہ! دیکھا آپ نے کہ ہاجرہ کے فرزند نے میرے لختِ جگر کو آپ کی گود سے ہٹا دیا اور آپ اُس کی جگہ بیٹھ گیا۔ خدا کی قسم میں کبھی ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو اپنے پاس نہ رہنے دوں گی۔ آپ ان دونوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؑ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اُن کے حق کے شناسا تھے۔ اس لئے کہ اوّل تو وہ انبیاءؑ کی نسل سے تھیں دوسرے یہ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی تھیں (اس لئے اُن کو حضرت سارہؑ کی فرمائش پوری کرنی پڑی مگر) حضرت ابراہیمؑ پر یہ بات بیحد شاق گزری۔ اور وہ حضرتؑ فراقِ اسمٰعیلؑ سے نہایت غمگین ہوئے۔ شب کے وقت سو رہے تھے کہ خواب میں حکم پروردگار پہنچا کہ ایامِ حج میں اسمٰعیلؑ کو قربانی کر دو۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ غمگین ہو گئے۔ الغرض جب اس سال موسم حج قریب آیا تو وہ حضرت اپنے ہمراہ ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو لے کر ماہِ ذی الحجہ میں شام سے مکۂ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔ تاکہ اسمٰعیلؑ کو حکم خدا کے موافق ذبح کر دیں۔ جب وہ حضرتؑ مکہ میں پہنچے بیت الحرام کی بنیاد ڈالی۔ اس سے فرصت پا کے افعال حج ادا کرنے کے لئے منےٰ میں تشریف لائے۔ منےٰ کے مناسک ادا کر کے مکۂ معظمہ میں تشریف لائے۔ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر دونوں باپ بیٹے سعی کرنے کے لئے مقام سعی

میں آئے۔ اس جگہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے ارشاد فرمایا اے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اس سال موسم حج میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کی بابا جو کچھ آپ کو حکم پروردگار ہوا ہے آپ اس کو ضرور بجا لائیں (انشاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں پائیں گے) الحاصل جب یہ دونوں بزرگوار سعی سے فارغ ہو چکے۔ تو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر منیٰ میں تشریف لائے اُس دن وسویں ذی حجہ تھی۔ پس جب جمرۂ وسطیٰ پر پہنچے تو بائیں کروٹ پر حضرت اسمٰعیلؑ کو لٹایا اور ذبح کرنے کے لئے چھری ہاتھ میں لی۔ آواز آئی اے ابراہیمؑ! تم نے اپنے خواب کو پورا کر دیا الخ۔ اور بجائے حضرت اسمٰعیلؑ کے ایک بڑا دُنبہ ذبح ہو گیا۔ اُس کا گوشت حضرت ابراہیمؑ نے مسکینوں پر تقسیم کر دیا۔

اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی شخص نے یہ دریافت کیا تھا کہ ذبح ہو جانیوالے کون سے بزرگوار تھے؟ فرمایا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔

بالکل ایسی ہی روایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت سے ایسا ہی واقعہ منقول ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ذبیح کون سے بزرگوار تھے؟ فرمایا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کا قصہ پہلے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اُس کے بعد ارشاد کیا وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۹۷ سطر ۵)

علامہ ابن بابویہ القمیؒ فرماتے ہیں کہ ذبیح کے بارے میں روایتیں بہت مختلف ہیں۔ بعض تو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اور بعض میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ حضرت اسحٰقؑ تھے۔ اور جب حدیثیں صحیح طریقہ سے ثابت ہو گئیں تو اُن کے ردّ کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ ذبیح تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے مگر حضرت اسحٰقؑ جو بعد میں پیدا ہوئے وہ ہمیشہ اس بات کے متمنی رہے کہ کاش اُن کے ذبح کرنے کا بھی ان کے باپ کو خدائے تعالےٰ کی طرف سے حکم ملتا اور وہ امرِ خدا پر اُسی طرح صبر کرتے اور اُسی طرح اُس کو تسلیم کرتے جیسے اُن کے بھائی نے صبر کیا تھا اور تسلیم کیا تھا اور اُن کو بھی ثواب کا وہی درجہ اس تسلیم و رضا سے عطا ہوتا (جو اُن کے بھائی کو ملا تھا) چونکہ خدائے تعالےٰ اُن کی قلبی حالت سے واقف تھا اس لئے خدائے تعالےٰ نے اُن کی اس تمنا کے سبب اپنے فرشتوں میں اُن کا نام بھی ذبیح اللہ قرار دے دیا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب نبوۃ میں اس روایت کی اسناد کا مسلسل سلسلہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچا

دیا ہے۔

(قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا اُس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ساتھ اُن کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی موجود ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۶۵ سطر ۹) ایسی صورت میں ذبح کا حکم اس کے ساتھ ہی ساتھ موزوں نہیں ہوتا۔

کافی میں جناب امام محمد باقر و جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ جب یوم ترویہ آیا جبرئیلؑ امین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آج لوگوں کو پانی سے سیراب کیجئے۔ اسی وجہ سے وہ دن یوم ترویہ (یعنی سیرابی کا دن) قرار پایا۔ پھر منٰے میں آئے۔ پھر صبح کو عرفات گئے۔ پس عرفہ کے قریب نمرہ نام پہاڑی پر اپنا خیمہ قائم کیا اور سفید پتھروں سے ایک مسجد بنائی۔ اور مسجدِ ابراہیمؑ کا نشان اُس وقت تک موجود تھا جب تک کہ وہ اُس مسجد میں بلا دی گئی جو اب نمرہ میں موجود ہے اور جہاں عرفہ کے دن پیشنماز نماز پڑھاتا ہے۔ پس حضرتؑ نے بھی ظہر و عصر وہیں پڑھی پھر عرفات کا قصد فرمایا اور فرمایا یہاں اپنے مناسک کو پہچانو اور اپنے گناہوں کا اقرار کرو۔ اسی لئے اُس مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔ پھر مزدلفہ کو تشریف لے گئے۔ اور اُس کا نام مزدلفہ اس لئے رکھا گیا کہ وہ حضرتؑ اُس سے قریب پہنچ گئے۔ پھر مشعر الحرام میں جا کر قیام کیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۲۱

(حضرت یونسؑ علیہ السلام کی روانگی سے پہلے خدائے تعالےٰ نے اُن کو یہ اطلاع دی کہ اہلِ نینوے جن پر تم نے نزولِ عذاب کی درخواست کی تھی وہ ایمان لے آئے اور متقی ہو گئے ہیں اب تم اُن کے پاس جاؤ) چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی طرف چلے۔ جب قریب نینوے پہنچے تو بستی میں جانے سے حیا دامنگیر ہوئی۔ ایک چرواہا اُن حضرتؑ کو ملا۔ اُس سے فرمایا تو نینوے کے باشندوں کو بلا لا اور اُن سے یہ کہنا کہ یونسؑ نبی آئے ہیں۔ وہ تم کو بلاتے ہیں۔ چرواہا بولا۔ اے شخص شرم کر! کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ یونس علیہ السلام تو دریا میں غرق ہو گئے اور مر گئے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے بندۂ خدا! اگر یہ بکری گواہی دے اور میرے یونسؑ ہونے کی تصدیق کرے تو تُو مجھے سچا سمجھے گا؟ غرض بکری نے گواہی دی کہ بے شک یہ حضرت یونسؑ نبی ہیں۔ پس چرواہا اپنی قوم میں آیا اور حضرت یونسؑ کی تشریف آوری سے اُن کو مطلع کیا۔ اُن لوگوں نے چرواہے کو پکڑ کر مارنے کا قصد کیا۔ چرواہے نے کہا جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا اُس پر گواہ بھی رکھتا ہوں۔ وہ لوگ بولے بیان کر تیرا

گواہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا یہ بکری گواہی دے گی۔ پس بکری بقدرتِ خدا گویا ہوئی اور کہنے لگی کہ یہ چرواہا سچا ہے۔ یقیناً خداوند عالم نے حضرت یونس علیہ السّلام کو دوبارہ تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب کے سب نکل پڑے اور تلاش کرتے ہوئے حضرت یونسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس اُن حضرتؑ کو بستی میں لائے اور سب کے سب بہت اچھے ایماندار ہو گئے۔ خداوندِ عالم نے ایک زمانہ تک اُن لوگوں کو زندہ رکھا اور اُن لوگوں کو عذاب سے نجات بھی دی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۷۲۸

الخصال اور العلل میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السّلام سات برس تک امتحان میں مبتلا رہے حالانکہ کوئی گناہ اُن سے سرزد نہیں ہوا تھا۔

الخصال میں اُنہی حضرتؑ سے بروایت اپنے والدِ ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت ایوبؑ کو بغیر کسی گناہ کے (بغرضِ امتحان) سات برس بلاؤں میں مبتلا رکھا حالانکہ انبیاء علیہم السّلام معصوم ہیں کبھی گناہ نہیں کرتے۔ نہ اُن کا دل حق سے پھرتا ہے اور نہ کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حضرت ایوبؑ کی پوری آزمائش تھی۔ اس پر بھی نہ اُن کے جسمِ اطہر میں بدبو پیدا ہوئی اور نہ اُن کی صورت بگڑی اور نہ اُن کے بدن سے پیپ نکلی اور نہ دیکھنے والوں نے اُن سے نفرت ظاہر کی اور نہ پاس آنے والوں کو اُن سے وحشت ہوئی اور نہ اُن کے بدن میں کیڑے پڑے۔ اور خدائے تعالےٰ اپنے انبیاء و اولیاء میں سے جو اُس کی نظر میں معزز ہوتے ہیں جن کو (امتحان میں) مبتلا کیا کرتا ہے اُن کی یہی حالت ہوا کرتی ہے۔ لوگ جو اُن سے پرہیز کرتے تھے اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ایوبؑ بیحد مفلس ہو گئے تھے۔ حال اُن کا بہت خراب تھا کیونکہ وہ لوگ یہ نہ جانتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ خدا اُن کی مدد کرے گا اور رنج کو خوشی سے بدل دے گا۔ جنابِ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاءؑ کا ہوتا ہے۔ پھر اولیاء کا۔ بعد اُن کے درجہ بدرجہ اور لوگوں کا امتحان ہوتا ہے۔ حضرت ایوبؑ کا امتحان جو اس درجہ سخت لیا گیا اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اُن کی نعمتیں دیکھ کر اُن کی ربوبیت کے قائل نہ ہو جائیں۔ اب جو امتحان کے بعد نعماتِ ایوبؑ مشاہدہ کریں گے تو اس بات پر دلیل لائیں گے کہ خدا کی دین دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک استحقاق کی رُو سے۔ دُوسری خصوصیت کے لحاظ سے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ کسی ضعیف کو

اُس کے ضعف کے باعث سے اور فقیر کو اُس کے فقر کے سبب سے اور مریض کو اُس کے مرض کی جہت سے حقیر و ذلیل نہ سمجھیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خداوندِ عالم جس کو چاہتا ہے بیمار ڈالتا ہے اور جس کے بارے میں جس وقت اور جس طور سے اور جس چیز سے اُس کی مشیت ہوتی ہے شفا عنایت فرماتا ہے۔ اس کی یہ حکمت کسی کے لئے عبرت ہوتی ہے اور کسی کے حق میں بدبختی کا سبب ہوتی ہے۔ اور کوئی اس سے سعادت حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے اجرائے حکم میں عادل ہے اور تمام افعال اُس کے حکمت پر مبنی ہیں۔ جو کام کرتا ہے اُس میں بندوں کی صلاح اور خوبی مدِنظر رکھتا ہے۔ اُس کے سوا اور کسی کو قوت حاصل نہیں۔

تحفۃ الاخوان میں بروایتِ ابوبصیر جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک طولانی حدیث مروی ہے جس کا آخر یہ ہے کہ (جب بلائے ایوبؑ کو عرصہ گذر گیا) جمعہ کے دن صبح کے وقت جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَیُّوْبُ! حضرت ایوبؑ نے جواب دیا عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ! اَے بندۂ خدا! تم کون ہو؟ تمہاری آواز بہت عمدہ ہے اور تم سے خوشبو بھی بہت ہی اچھی آتی ہے اور تمہاری صورت بھی بہت ہی پاکیزہ نظر آتی ہے۔ جواب دیا میں جبرئیلؑ ہوں۔ پروردگارِ عالمیاں کا قاصد ہوں۔ اُس کی طرف سے آپ کے پاس بشارت لایا ہوں کہ راحت آپ کو نصیب ہوئی۔ مرض سے آپ کو نجات ملی۔ خدا نے آپ کو جتنی اولاد پہلے دی تھی وہ بھی عطا فرمائی اور اُتنی ہی اور۔ اور جتنا مال آپ کا پہلے تھا وہ بھی دیا اور اُسی قدر اور۔ تاکہ گذشتگان کے لئے نشانی اور معرضِ امتحان میں آنے والوں کے لئے عبرت ہو۔ چونکہ حضرت ایوبؑ مدت سے بلا میں مبتلا تھے اس مژدہ سے اُن حضرتؑ کو بیحد خوشی حاصل ہوئی اور درگاہِ باری میں عرض کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ذُو الْعِزَّةِ وَالسُّلْطَانِ وَالْمِنَّةِ وَالطَّوْلِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الَّذِیْ لَمْ یُشْمِتْ بِیْ اِبْلِیْسَ اللَّعِیْنَ وَاَعْوَانَهٗ (شکر ہے خدا کا کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عزت و سلطنت والا ہے۔ وہی صاحبِ منت و احسان ہے۔ وہی صاحبِ جلال و بزرگی ہے۔ اُس نے ابلیسِ لعین اور اُس کے مددگاروں کو میرے حال پر شماتت نہ کرنے دی) پس جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! خدا کے اذن سے کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت ایوب علیہ السّلام اپنے پیروں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی اے ایوبؑ اپنے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر لگاؤ۔ جونہی حضرت ایوبؑ نے ٹھوکر ماری اُن کے قدم کے نیچے سے ایک چشمہ صاف و شفاف پانی کا ظاہر ہوا جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین اور کافور سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت ایوبؑ نے ایک گھونٹ اُس میں سے نوش فرمایا جس کے پیتے ہی

ساری کلفت دُور ہوگئی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا۔ اے ایوبؑ! اِس چشمہ میں غسل کرو حضرت ایوب علیہ السلام نے اُس میں غوطہ لگایا۔ اب جو سر اُبھارا تو اُن جناب کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکنے لگا۔ اور گیا ہوا حُسن و جمال واپس آگیا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہوگئے اور تازگی بڑھ گئی۔ پھر جبرئیلؑ نے دو حُلّے بہشتی دیئے۔ ایک کو حضرت ایوبؑ نے بجائے لُنگ دوسرے کو بجائے چادر زیبِ بدن فرمایا۔ بعد اِس کے جبرئیلؑ نے سونے کی نعلین جس کے تسمے یاقوت کے تھے حضرت ایوبؑ کے حوالہ کی اور جنّت کی ایک بہی کھانے کو دی۔ اِس میں سے تھوڑی سی تو حضرت ایوبؑ نے کھالی اور تھوڑی سی اپنی زوجہ رحمہ کے لئے رکھ چھوڑی جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! آپ کی زوجہ کے لئے میرے پاس دوسری بہی اور موجود ہے۔ یہ آپ ہی نوش فرمالیجئے۔ پس اُن حضرتؑ نے باقی حصّہ بھی اُس کا نوش فرمالیا۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کرکے عبادتِ خدا میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں رحمہ بھی مغموم و محزون روتی ہوئی ایسے حال میں وہاں آئی کہ بستی والوں نے اپنے اپنے دروازوں سے اُن کو ہٹا دیا تھا جب اُس مقام پر پہنچیں تو اُس جگہ کو پاک و پاکیزہ اور ہرا بھرا سبزہ وہاں اُگا ہوا پایا اور نماز پڑھنے والے کی سی پاکیزگی اور نظافت دیکھ کے دل میں خیال کرنے لگیں کہ میں راستہ بھٹک گئی۔ پھر کہنے لگیں اے مرد نمازی! ذرا میری طرف متوجہ ہو جا کہ میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ لیکن حضرت ایوبؑ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بیچاری رحمہ چلّانے لگیں اور رو کر کہنے لگیں افسوس! اے یعقوبؑ تم پر کونسی نئی بلا نازل ہوئی! تم کہاں چلے گئے؟ جب حضرت ایوبؑ نماز پڑھ چکے تو جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! اب اِن سے بات کرو۔ پس ایوب علیہ السّلام نے فرمایا اے کنیزِ خدا! کہو کیا کام ہے۔ کیا دریافت کرتی ہو؟ رحمہ نے پوچھا اگر آپ کو معلوم ہو تو بتا دیجئے کہ میں ابھی ایوبؑ گرفتارِ بلا کو یہاں چھوڑ گئی تھی۔ اب جو واپس آئی ہوں تو یہاں کا رنگ بالکل ہی بدلا ہوا پاتی ہوں۔ خدا جانے ایوبؑ کیا ہوگئے۔ یہ سُنکر حضرت ایوبؑ نے مُسکرا کے فرمایا اگر تم اُنہیں دیکھو گی تو پہچان لو گی؟ رحمہ نے جواب دیا آپ تو ہو بہو اُنہیں جیسے ہمارے حضرت ایوب علیہ السّلام گرفتارِ بلا ہونے سے پہلے تھے۔ جونہی یہ کلمہ حضرت ایوبؑ نے سُنا نہ رہا گیا بے اختیار ہنسی آگئی اور فرمایا میں ہی تو ایوبؑ ہوں۔ یہ سنتے ہی رحمہ جھپٹ کر جناب ایوبؑ سے لپٹ گئیں۔ وہ حضرتؑ بھی رحمہ کے گلے لگے۔ پس جب دونوں گلے مل چکے تو حضرت جبرئیلؑ امین نے اُن کو اُن کی اولاد کی اور پوتے نواسوں کی بابت اور غلاموں کنیزوں اور مویشی کے بارے میں یہ خوشخبری سُنائی کہ خدا نے وہ بھی تم کو عطا فرمائیں اور اُتنی ہی اور بھی دیں۔ پھر تو سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں۔ حضرت ایوبؑ اُن کو چُن چُن

کے اپنے دامن میں رکھتے جاتے تھے۔ جب ہوا سے کوئی ٹڈی اُڑ جاتی تھی تو دوڑ کے اُسے پکڑ لیتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! کیا ابھی تک آپ سیر نہیں ہوئے؟ حضرت ایوب علیہ السّلام نے جواب دیا اے جبرئیلؑ! آج تک خدا کے دین سے کسی کا پیٹ بھرا بھی ہے جو میرا ہی بھرے؟ حضرت ایوبؑ کے یہاں دو کنوئیں بہت گہرے تھے ایک سونے سے دوسرا چاندی سے لبریز کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اُوپر سے دونوں ایک ہو گئے۔ اور خداوندِ عالم نے چالیس[۴] ہزار اُونٹ۔ بیس[۲۰] ہزار ناقے اور چالیس[۴۰] ہزار گائیں۔ چالیس[۴۰] ہزار بیل۔ چار ہزار دُنبیاں۔ چار ہزار بکریاں۔ پانچ ہزار غلام۔ پانچ ہزار باندیاں عطا فرمائیں۔ حضرت ایوبؑ کے پاس اِتنی جائداد تھی کہ چار ہزار کارندے تحصیل وصول کیا کرتے تھے اور ہر ایک کو ماہواری سو مثقال سونا (سوا شرفیاں) تنخواہ دی جایا کرتی تھی۔ اور اُن حضرتؑ کے بارہ بیٹے تھے اور بارہ بیٹیاں تھیں۔ جس وقت رحمہ نے اُن سب کو دیکھا خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر بجا لائیں اور اُن کو اور اُن کی تمام اولاد کو تمام ملکِ شام کا مالک کر دیا۔ اور جتنی عمر اُن کی گزر چکی تھی اُتنی ہی اور عمر بھی عطا فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۷۳۰

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا مجھ سے میرے پروردگار نے پوچھا۔ اے حبیب! تم جانتے ہو کہ اہلِ ملاءِ اعلےٰ نے کس چیز میں جھگڑا کیا؟ میں نے عرض کی بارالٰہا! میں واقف نہیں۔ ارشادِ باری ہوا اُن کا جھگڑا کفارات اور درجات میں تھا کفارات (گناہوں کی دُور کرنے والی چیزوں) سے مُراد سردی کے موسم میں وضو کرنا اور جماعت میں نماز ادا کرنے کے لئے جانا اور ایک نماز کے بعد دُوسری نماز کا اِنتظار کرنا اور درجات (درجہ بلند کرنے والی) سے مُراد سلام کو ظاہر کرنا۔ کھانا کھلانا اور نمازِ شب ادا کرنا ہے جبکہ آدمی سوتے پڑے ہوں۔

الخصال میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے گو دوسری طرز سے ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۳۰

پس جبکہ خداوندِ عالم نے حضرت آدم علیہ السّلام کو خلق فرمایا اور ملائکہ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدۂ (تعظیمی) کریں۔ سجدہ کا حکم خدا نے صرف ہماری وجہ سے دیا تھا (ہماری ہی تعظیم مقصود تھی) پس ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ خطابِ باری ہوا۔ اے ابلیس! کیا وجہ ہے کہ تو نے اُس شخص کو سجدہ نہ کیا جس کو میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ کیا تو متکبر ہو گیا یا تو اُن لوگوں میں سے تھا جو عالی مرتبہ ہیں؟ شیطان نے کہا وہ کون ہیں؟ جواب ملا

وہ پنجتن پاک ہیں جن کے نام عرش کے سراپردوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ جناب رسولِ خدا فرماتے ہیں ہم سب خدا کے بابِ رحمت ہیں جن سے خدائے تعالےٰ نے داخل ہونے کا حکم دیا ہے ہدائیت پانے والے ہمارے ہی سبب سے ہدائیت پائیں گے۔ جو شخص ہمیں دوست رکھے خدا اُس کو دوست رکھے گا اور اپنی جنت میں اُسے جگہ دے گا اور جو شخص ہم سے دشمنی کریگا خدائے تعالےٰ بھی اُس سے دشمنی کرے گا اور اُس کو جہنم میں ڈال دیگا۔ ہم سے وہی شخص دوستی رکھے گا جس کا نطفہ صحیح و پاکیزہ ہوگا۔

یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! میں مالک (سنیوں کے امام) کے پاس گیا تھا۔ اُس کے مُرید اُس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں سے کوئی تو یہ کہہ رہا تھا کہ آدمیوں کے چہرہ کی مانند خدا کا بھی چہرہ ہے۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کے دو ہاتھ ہیں اور وہ اِس آیتِ قرآنی خَلَقْتُ بِیَدَیَّ سے دلیل لاتا تھا اور بعضے یوں کہتے تھے کہ خداوندِ عالم سی سالہ جوان کی مانند ہے۔ اِس بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یونس کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ یکایک سنبھل بیٹھے اور اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ کہنے کے بعد ارشاد فرمایا اے یونس! جس کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کا چہرہ ہے تو وہ مشرک ہوگیا۔ اور جس نے مخلوق کے سے اعضاؤ جوارح خدا کے لئے مانے وہ کافر ہے۔ پس تم لوگ نہ اُس کی گواہی قبول کرو اور نہ اُس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ۔ تشبیہ دینے والے خدا میں جو صفاتِ مخلوقین ثابت کرتے ہیں خدا اُس سے پاک اور بری ہے۔ وجہ خدا سے اُس کے انبیاء اور اولیاء مراد ہیں اور قولِ باری تعالےٰ خَلَقْتُ بِیَدَیَّ میں یہ بمعنی قدرت ہے۔ جیسے اَیَّدَکُمْ بِنَصْرِہٖ میں ہے کہ خدا نے اپنی نصرت سے تم کو قدرت پہنچائی۔ پس جس شخص کا گمان یہ ہے کہ خدا کسی چیز میں ہے یا کسی چیز پر ہے یا ایک چیز سے دوسری چیز میں چلا جاتا ہے یا کوئی چیز اُس سے خالی ہے یا وہ کسی جگہ نہیں ہے۔ یا اُسے کوئی چیز احاطہ کئے ہوئے ہے تو اُس شخص نے خدا کو صفاتِ مخلوقین سے موصوف کر دیا حالانکہ خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ نہ اُس پر کسی چیز کا قیاس ہوسکتا ہے اور نہ آدمی سے اُس کی تشبیہ ہوسکتی ہے۔ نہ اُس سے کوئی جگہ خالی ہے۔ نہ اُسے کوئی مکان گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر شخص کے قریب ہے مگر پھر بھی (تصور سے) دُور ہے اور باوجود دوری پھر بھی وہ ہر شخص کے قریب ہے۔ یہ ہے ہمارا پروردگار۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو کوئی خدا میں ایسی صفتیں مانے (جو ہم نے بیان کیں) وہ موحد ہے۔ اور جو شخص خدا میں اُس کے سوا کوئی اور صفت (جو مخلوق کے مشابہ ہو)

قرار دے خدا بھی اُس سے بری ہے اور ہم بھی اُس سے بیزار ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ عقلا وہ ہیں جو غور و فکر کے ساتھ عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس کا نتیجہ یہ ملتا ہے کہ حُبِّ خدا پیدا ہو جاتی ہے اور جب دلوں میں حُبِّ خدا پیدا ہو جائے تو وہ اُس سے منوّر ہو جاتے ہیں۔ اور لُطفِ خدا اُن کے شاملِ حال ہوتا ہے۔ پھر جب کوئی شخص منزلتِ لطف میں پہنچ گیا تو اُس کا شمار اُن لوگوں میں ہو جاتا ہے جو دوسروں کے لئے فائدہ پہنچانے والے ہوں اور جب اُس کا شمار فائدہ پہنچانے والوں میں ہو گیا تو اب اُس کی جو بات ہوتی ہے وہ دانائی کی ہوتی ہے۔ اور جب اُس کی باتیں دانائی کی ہو جائیں تو وہ ذہین بھی ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس منزلت کو پہنچ گیا تو اس کے ذریعہ سے امورِ قدرت میں اُس کو دخل ہو جاتا ہے اور جب اُسے امورِ قدرت میں دخل ہوا تو ساتوں طبقوں میں دخل ہو جاتا ہے اور جب اس منزلت کو پہنچ گیا تو لطف و حکمت و بیان سب پر اُس کو قبضہ مل جاتا ہے۔ اور اس منزلت کو پہنچ کر وہ اپنی خواہش اور اپنی محبت اپنے خالق کے لئے مخصوص کر دیتا ہے اور جب ایسا کر دیتا ہے تو بہت ہی بڑے درجہ تک اُس کی رسائی ہو جاتی ہے کہ اپنے پروردگار کو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے اور حکمت اُس کو اس طریقہ سے مل جاتی ہے جیسے اور حکماء کو نہیں ملی۔ اور علم اُس کو اس شان سے پہنچ جاتا ہے جس شان سے علماء کو نہیں پہنچا۔ اور صدق اُسے اس انداز سے حاصل ہو جاتا ہے جس انداز سے صدّیقین کو نہیں حاصل ہوا۔ حکماء کو حکمت خاموش رہنے سے ملی۔ اور علماء کو علم طلب کرنے سے حاصل ہوا۔ اور صدّیقین کو صدق خشوع اور زیادہ عبادت کرنے سے پہنچا۔ پس جس نے اس سیرت کو اختیار کیا یا تو وہ پستی کے درجہ کو پہنچ جائیگا اور یا اُسے رفعت حاصل ہو جائیگی۔ گو اکثر تو ایسے ہی ہیں کہ پستی کی طرف جاتے ہیں اور رفعت حاصل نہیں کرتے۔ چونکہ حقِ خدا کی رعایت نہیں کرتے اور خدائے تعالےٰ نے جس چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے اُس کے بموجب عمل نہیں کرتے تو یہ حالت اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے خدا کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ پس تم کو اُن کی نماز۔ اُن کے روزے۔ اُن کی روایتیں۔ اُن کے علوم ہرگز دھوکا نہ دیں۔ وہ تو وحشی گدھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے یونس! اگر تم کو صحیح علم درکار ہو تو وہ علم اہلِ بیتؑ کے پاس ہے۔ اس لئے کہ ہم نے اُسے ورثہ میں پایا ہے۔ اور شرحِ حکمت اور فصلِ خطاب ہم کو عطا کیا گیا ہے۔ یونسؑ کہتے ہیں کہ اس پر میں نے عرض کی یا ابنِ رسول اللہ! اہلِ بیت میں سے جو شخص بھی ہے اُس کو جنابِ علیؑ مرتضےٰ اور جناب فاطمہؑ زہرا سے اُسی طرح ورثہ پہنچا ہے جس طرح کہ آپ کو پہنچا ہے؟ فرمایا نہیں سوائے بارہ اماموں

کے اور کسی کو نہیں پہنچا! میں نے عرض کی۔ یا بن رسول اللہ! اُن کے نام لے دیجئے؟ فرمایا اوّل اُن کے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اور بعد اُن کے حسن و حسین علیہما السلام۔ اُن کے بعد علیؑ بن الحسین علیہ السلام۔ اُن کے بعد محمدؐ بن علیؑ۔ اُن کے بعد میں خود اور میرے بعد میرا بیٹا موسےٰ اور موسےٰ کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ۔ اور علیؑ کے بعد محمدؐ اور محمدؐ کے بعد علیؑ اور علیؑ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حجۃ اللہ! خدائے تعالےٰ نے ہم سب کو برگزیدہ کیا۔ ہم کو پاک و پاکیزہ کیا اور ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا جو تمام عالموں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یہ سب جوابات سُننے کے بعد میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! کل جو عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضور سے یہی باتیں دریافت کی تھیں جو میں نے دریافت کی ہیں تو اُن کو حضور نے اور اور جواب دئے تھے؟ فرمایا کہ اے یونس! ہر شخص علوم صحیحہ کی برداشت کی قابلیت نہیں رکھتا اور بات موقعہ اور وقت کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ تم میں ان جوابات کی قابلیت ہے۔ اس لئے دیئے گئے۔ تم بھی نااہلوں سے اس کو بیان نہ کرنا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۶

(قولِ مترجم) تاریخ طبری۔ تاریخ ابوالفداء حبیب السیر اور روضۃ الصفا وغیرہ معتبر تاریخوں میں یہ واقعہ مندرج ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پاتے ہی خلیفۂ ثانی مجنون بن گئے۔ تلوار گھماتے پھرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد مصطفےٰ کا انتقال ہوگیا میں اُس کا سر اُڑا دوں گا۔ حضرت انتقال کر ہی نہیں سکتے۔ اوّل یار کا مکان محلۂ سُنح میں تھا جو مسجدِ نبوی سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب تک اُنہیں خبر ہوا اور وہ آئیں یہ یہی سوانگ بنائے رہے۔ جب وہ تشریف لے آئے اور وفات کی نسبت اُنہوں نے اپنا اطمینان کر لیا تو ان کو ایک ڈانٹ بتائی کہ تم نہیں جانتے کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اُس جنون کی اصلی غرض ہی یہ تھی کہ وہ آجائیں تو آئندہ کارروائیوں کی بنا پڑے۔ اور اس عرصہ میں کسی شخص کو حقیقی جانشین کی طرف رُخ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ جھٹ تلوار بھی میان میں کر لی۔ جنون بھی رفو چکر ہوگیا اور بھرے مجمع میں اقرار کیا کہ گویا یہ آیت میں نے آج تک سُنی ہی نہ تھی۔ انصار میں سے جن لوگوں سے پہلے ہی ساز و باز ہو چکی تھی۔ اُنہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں تحصیلِ خلافت کے لئے دنگل قائم کر لیا تھا۔ یہ چاروں یار (ابوبکر و عمرؓ ابوعبیدہؓ ابن الجراح اور سالم مولائے حذیفہ) اور لوگوں کو جو اس وقت تک اس موقع

پر جمع ہو گئے تھے ہمراہ لے کر چلتے بنے۔ اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
دفن و کفن سے کوئی غرض نہ رکھی۔ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں اِس
مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ گو یہ شعر مثنوی کے بہت
سے نسخوں سے اب نکال دیا گیا ہے۔
مگر قدیم نسخوں میں موجود
ہے۔

ے

چوں صحابہ حُبِّ دنیا داشتند	مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

تمام شُد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ متعلق پارۂ بست و چہارم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۹۰

جنابِ امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں کہ جس مردِ مومن آلِ فرعون کی شان میں خدا نے سورۂ مومن میں فرمایا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وہ فرعون کا ماموں زاد بھائی تھا بوجہ سلسلۂ نسبی فرعون کی طرف منسوب ہوا اور آلِ فرعون کہلایا اُس کو فرعون کی طرف خدا نے اِس لئے منسوب نہیں کیا ہے کہ وہ فرعون کے دین پر تھا۔

عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کو عثمانِ اعمےٰ بصراوی کے جواب میں جبکہ اُس نے عرض کیا کہ حسنِ بصری کا یہ گمان ہے کہ جو لوگ علم کو چھپاتے ہیں اُن کے شکموں کی بدبو سے اہلِ دوزخ اذیت پائیں گے۔ یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اِس بنا پر تو مومنِ آلِ فرعون بھی گمراہ تھا کہ جب سے خداوندِ عالم نے حضرت نوحؑ کو مبعوث برسالت کیا تھا علمِ دین کو برابر پوشیدہ کرتا رہا۔ حسنِ بصری اپنے دہنے بائیں بہکتا پھرے خدا کی قسم ہمارے سوا علم کہیں موجود نہیں ہے۔

علامہ ابنِ بابویہ القمیؒ بسلسلۂ اسنادِ خود عبدالرحمٰن ابن ابولیلی سے بطریقِ مرفوع روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ صدیق کُل تین ہیں۔ ایک حبیب النجار مومنِ آلِ یٰسین جنہوں نے یہ الفاظ فرمائے تھے يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۲۱ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۰۷ سطر ۱۰) دوسرے حزقیل مومن آلِ فرعون (جن کا اِسی نوٹ میں ذکر ہے) تیسرے علیؑ بن ابی طالب اور یہ سب میں افضل و اکبر ہیں۔

قولِ مترجم۔ یہ حدیث اہلِ سنّت کی کتابوں میں بہت طریقوں سے وارد ہوئی ہے۔ بعض میں اَکْبَرُهُمْ وارد ہوا ہے اور بعض میں اَفْضَلُهُمْ جس سے یہ پتہ لگا کہ صدیقِ اکبر جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے خطابات میں سے ایک خطاب ہے جو خلافت کی طرح غصب کر لیا گیا۔

تمام شُد

ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے مودّت رکھو۔ یہ سُن کر وہ لوگ چلے گئے جب باہر نکلے تو منافقوں نے کہا کہ جنابِ رسولؐ خدا نے جو ہماری پیشکش قبول نہیں کی اُس کا سبب بس یہ ہے کہ وہ اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کو ہمارا افسر بنا دیں۔ یہ بات تو اُنہوں نے بس یہیں بیٹھے بیٹھے گھڑلی ہے۔ یہ قول اُن کا بہت ہی بڑی بے ادبی تھا۔ اِسی سبب سے یہ آیت خداوندِ عالم نے نازل فرمائی اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۚ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۚ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۸۰۲ سطر ۳) پس جنابِ رسولِ خدا نے اُن کو بُلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کچھ باتیں بنائی ہیں؛ سب نے عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ! ہم میں سے بعض نے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جو ہم کو بہت ناگوار معلوم ہوئیں۔ جنابِ رسولِ خدا نے وہ آیت تلاوت فرمائی جس کو سُنکر وہ لوگ رونے لگے پس خدائتعالےٰ نے یہ آیت نازل کی هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ الخ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۸۴

پُورا واقعہ اور مناظرہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۴۶ میں گزر گیا وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۸۶

احتجاج طبرسی میں جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ بھی ہے۔ اب رہا خدائے تعالےٰ کا یہ قول وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ یہ ہمارے نبیؐ کی اُن دلیلوں میں سے ہے جو خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی تھیں جن کے ذریعے سے اُن کو تمام مخلوق پر حجّت قرار دیا تھا۔ وجہ اُس کی یہ کہ جب خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ پر نبوّت کو ختم کر دیا اور آنحضرتؐ کو ساری اُمتوں اور کُل ملّتوں کے لئے رسولؐ قرار دیا تو آپ کو یہ خصوصیّت بھی عطا فرمائی کہ معراج کے وقت آپ کو آسمان پر بُلایا اور آپ کی خاطر سے اس موقعہ پر کُل انبیاء کو جمع فرمایا کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کن کن احکام کیساتھ بھیجے گئے تھے۔ اور خدائتعالیٰ کے کن کن معجزات کے کن کن دلائل اور کن کن مظمتوں کے وہ حامل رہے تھے پس اُن سب نے آنحضرتؐ کی فضیلت کا بھی اقرار کیا اور اُن اوصیاء حجّت ہائے خدا کی فضیلت کا بھی اقرار کیا جو اُنکے بعد ہونیوالے تھے اور مومنین و مومنات میں سے جو آنحضرتؐ کے وصی کے شیعہ ہونیوالے تھے انکی فضیلت کا بھی اقرار کیا اس لئے کہ وہ فضیلت والے کی فضیلت تسلیم کرینگے جو حکم اُن کو دیا جائیگا اُس کی تعمیل میں غرور و تکبّر کو راہ نہ دینگے۔ اور وہ پیغمبر یہ خوب جانتے تھے کہ اُن کی اُمتوں میں سے کس کس نے اُنکی اطاعت کی اور کس کس نے اُنکی نافرمانی کی۔ وہ اُن کو بھی جانتے تھے جو سیدھی ڈگر پر چلے گئے اور اُن

کو بھی جنہوں نے تغیر کیا یا احکام خدا کو آگے پیچھے کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۸۷

کافی میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہ یکایک حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وارد ہوئے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اے علیؑ! تم کو عیسےٰ بن مریمؑ سے ایک قسم کی مشابہت ہے۔ اور اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت میں سے بعض گروہ تمہارے بارے میں ویسا ہی کچھ کہنے لگیں گے جیسا کہ نصارےٰ عیسےٰ بن مریمؑ کے بارے میں کہتے ہیں تو آج میں تمہاری شان میں ایک ایسی بات کہتا کہ اُس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمہارا گزر ہوتا وہ لوگ تمہاری خاکِ قدم کو متبرک سمجھ کے اُٹھا لیا کرتے۔ آنحضرتؐ کا یہ کلام دو جنگلی بدوؤں اور مغیرہ ابن شعبہ اور ایک جماعتِ قریش کو ناگوار معلوم ہوا۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ان کا دل کسی بات سے سیر ہی نہیں ہوتا۔ اب تو اُنہوں نے اپنے ابنِ عم کو عیسےٰ بن مریم سے تشبیہ دیدی۔ پس خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کے پاس یہ آیت بھیجی۔ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۸۷ سطر ۷) آخری آیت میں جو خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ یہ خطاب بنی ہاشم سے ہے۔ ابو بصیر راوی حدیث کا بیان ہے کہ حرث ابن عمرو فہری کو یہ سُن کر غصہ آیا اور اُس نے یہ کہا کہ یا اللہ! اگر یہ بات تیری ہی طرف سے ہے اور برحق ہے کہ بنی ہاشم اس طرح ایک دوسرے کے وارث ہوتے رہیں جیسا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل وارث ہوتا رہتا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم کو کوئی دردناک عذاب دے۔ خدائے تعالےٰ نے حرث کا یہ مقولہ بھی نازل فرمایا اور اس کے ساتھ ہی یہ آیت بھی نازل فرمائی۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۸۷ سطر ۴) اُس وقت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرو! یا تو توبہ کرے اور یا یہاں سے چلدے۔ چنانچہ اُس نے اپنی سواری منگائی۔ سوار ہوا اور جیسے ہی شہر مدینہ کے باہر نکلا ایک پتھر آسمان سے اُس پر گرا جس نے اُس کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑا دئے۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے اُن منافقین سے جو آنحضرت کے آس پاس تھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے یار کی حالت دیکھ آؤ۔ اُس نے خدا سے جس عذاب کی دعا کی تھی وہ اُس پر آپڑا۔ وَاسْتَفْتَحُوا

خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۰۹ سطر ۸)

المناقب میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس دروازے سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جو ساری مخلوقات میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بہت ہی مشابہ ہے (چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد) جناب علیؑ مرتضےٰ تشریف لائے۔ تو منافق آنحضرتؐ کے اس قول پر ہنسے اسی پر یہ آیتیں وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ سے يَكْفُرُونَ تک نازل ہوئیں۔

تفسیر مجمع البیان میں خود جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے وہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آنحضرتؐ کو ایک گروہ قریش میں بیٹھا پایا۔ جونہی آنحضرتؐ کی نظر مجھ پر پڑی۔ ویونہی ارشاد فرمانے لگے کہ اے علیؑ تمہاری مثل اس امت میں عیسےٰ بن مریم کی سی ہے کہ ایک گروہ نے اُن سے محبت کی وہ اُس محبت میں حد سے بڑھ گئے۔ اسی سے گمراہ ہوئے۔ اور ایک گروہ نے اُن سے عداوت کی۔ وہ اُس عداوت میں حد سے بڑھ گئے۔ اسی سے گمراہ ہوگئے۔ اور ایک گروہ نے اُن کے بارے میں میانہ روی اختیار کی۔ انہوں نے نجات پائی۔ آنحضرتؐ کا یہ مقولہ اُن قریشیوں پر بہت ہی گراں گزرا۔ اپنی جگہ جا کر بہت ہی ہنسے اور کہنے لگے کہ (انہیں ہو کیا گیا ہے؟) اب تو علیؑ بن ابی طالب کو یہ رسولوں اور نبیوں سے تشبیہ دینے لگے۔ اسی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

التہذیب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے غدیر کے دن کے پڑھنے کی جو دعا مروی ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَقَدْ اَجَبْنَا دَاعِيَكَ الْمُنْذِرَ لِمُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ الَّذِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ وَجَعَلْتَهُ مَثَلًا لِبَنِيْ اِسْرَاءِيْلَ اَنَّهُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلِيُّهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَوْمِ الدِّيْنِ فَاِنَّكَ قُلْتَ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِبَنِيْ اِسْرَاءِيْلَ وَاِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ۔

ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجمع اصحاب میں رونق افروز تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس وہ شخص آئے گا جو میرے وقت میں عیسےٰ ابن مریم کی نظیر ہے۔ اتنے میں ابوبکر آیا۔ اصحاب نے عرض کی آیا یہ وہی شخص ہے؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں! پھر عمر بن الخطاب حاضر ہوا۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو وہی ہے؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں! پھر علی ابن ابیطالب وہاں آئے۔ اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! یہ وہی ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں (یہی نظیر عیسےٰ

ابن مریم ہیں) اصحاب نے عرض کی آپ کے اس قول سے تو لات و عزّٰے کی پرستش ہم پر زیادہ آسان ہے۔ پس خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا الخ

ابو صالح نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ایک دن چند آدمی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے اے محمدؐ! عیسےٰ ابن مریم مردوں کو زندہ کرتے تھے آپ بھی ہمارے کسی مُردہ کو زندہ کر دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگ کس کا زندہ ہونا چاہتے ہو؟ کہنے لگے ہماری قوم کا فلاں شخص چند روز ہوئے کہ مرگیا ہے اُس کو جلا دیجئے! یہ سُن کر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو طلب فرمایا اور کان میں کوئی ایسی بات کہہ دی جسے ہم بالکل نہ سمجھے۔ پھر حکم دیا کہ اے علیؑ! ان لوگوں کے ہمراہ جاؤ اور اُس کا نام مع ولدیت لے کے پُکارنا۔ پس جنابِ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام اُس کی قبر پر تشریف لے گئے اور آواز دی فلاں ابن فلاں! یہ آواز سُنتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اُس سے جو کچھ پوچھنا تھا دریافت کیا۔ وہ پھر اپنی قبر میں لیٹ گیا۔ وہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے اور آپس میں کہتے تھے یہ تو اولادِ عبدالمطلب میں عجیب شخص ہے۔ پس خدا نے یہ آیت بھیجی۔ وَلَمَّا ضُرِبَ الخ

عبدالرحمٰن ابن ابو لیلےٰ سے مروی ہے۔ کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں اس اُمت میں عیسےٰ ابنِ مریم کی مثال ہوں کہ اُن کی محبت میں ایک قوم نے غلو کیا یعنی حد سے بڑھ گئے۔ اور ایک گروہ نے اُن سے سخت عداوت رکھی وہ بھی گمراہ ہوگیا۔ اور کچھ لوگوں نے میانہ روی اختیار کی اُنہوں نے نجات پائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۹۱

قولِ مترجم۔ اس بارے میں کہ تین برس وحی نہیں آئی اہلِ سنّت اور اہلِ تشیع کی مختلف کتابوں میں جو احادیث اور تاریخ و سیر سے متعلق ہیں جو جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا ماحصل یہ مُستنبط ہوتا ہے کہ ابتداءً فقط مسئلۂ توحید اُن لوگوں کے ذہن نشین کرنا مقصود تھا جن کے دلوں میں ایک کی جگہ تین سو ساٹھ گھسے ہوئے تھے۔ جب یہ رنگ دُور ہوگیا اور توحید کے رنگ نے اپنا رنگ پکڑ لیا تب کلام خدا کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور اُس نے بیس برس میں رفتہ رفتہ اور جستہ جستہ تمام دنیا اور آخرت کی خوبیوں کے قواعد و قوانین مخلوق خدا کے لئے بہم پہنچا دے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۷۹۱

کافی میں یعقوب ابنِ جعفر ابنِ ابراہیم سے منقول ہے کہ ہم موضع عُریض میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مرد نصرانی اُن حضرت کی خدمت

میں حاضر ہؤا اور آتے ہی عرض کرنے لگا کہ میں آپ کی خدمت میں دور و دراز کے مُلک سے سفر کی مشقتیں سہتا ہؤا حاضر ہؤا ہوں۔ تیس برس ہوتے ہیں کہ میں خدائے تعالےٰ سے برابر یہ دعا مانگتا رہا کہ جو بہتر سے بہتر دین ہو اُس کی مجھے ہدایت فرما دے اور بندوں میں جو سب سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ علم والا ہو اُس تک مجھے پہنچا دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواب میں کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ دمشق کے بالائی حصہ میں ایک شخص ایسا ایسا رہتا ہے (تو اُس کے پاس جا) چنانچہ میں گیا۔ اُس کے پاس پہنچا۔ اُس سے باتیں کرنے کی نوبت آئی تو اُس نے یہ کہا کہ میں اپنے دین والوں میں تو سب سے زیادہ عالم ہوں مگر مجھ سے زیادہ علم والے اور دینوں میں موجود ہیں۔ تو میں نے یہ کہا کہ جو شخص آپ سے علم میں زیادہ ہے اُس کا پتہ مجھے بتا دیجئے۔ اِس لئے کہ نہ تو میں اِس سفر کی کوئی حقیقت سمجھتا ہوں اور نہ اِس مشقت کو مشقت گردانتا ہوں میں نے انجیل پوری پڑھی ہے۔ داؤد علیہ السلام کی مناجاتیں سب ختم کی ہیں۔ توریت کے بھی چار جزو پڑھے ہیں۔ اور ظاہر قرآن کو بھی بالاستیعاب (پورا پورا) پڑھ چکا ہوں تو اُس وقت مجھ سے اُس عالم نے یہ کہا کہ اگر تو دینِ مسیحی کے علم کا طلبگار ہے تو تمام عرب و عجم میں مجھ سے زیادہ اُس کا عالم کوئی نہیں۔ اور اگر تجھے علم یہودیت درکار ہو تو اس زمانہ میں باطئی بن شرجیل السامری تمام آدمیوں سے اُس کے علم میں بڑھا ہؤا ہے اور اگر تیرا مطلب یہ ہو کہ علمِ اسلام بھی رکھتا ہو اور علمِ توریت بھی اور علمِ انجیل بھی اور علمِ زبور بھی اور علمِ کتابِ ہود بھی (رکھتا ہو) اور جو کچھ بھی اللہ نے انبیاء میں سے کسی نبیؑ پر تیرے زمانہ میں نازل کیا ہو یا تیرے غیر کے زمانہ میں (اُس کا بھی علم رکھتا ہو) اور جو خبر بھی خدائے تعالےٰ نے آسمان سے نازل فرمائی ہو (اُس کا بھی علم رکھتا ہو) تو یہ تو خدا نے ایک ہی کو سکھایا ہے اور کسی کو اِس کا علم نہیں دیا۔ اُس کے پاس ہر چیز کا کھلا بیان اور تمام عالموں کے لئے شفا اور جو راحت حاصل کرنا چاہے اُس کے لئے راحت اور جس کی بہتری خدا کو منظور ہو اُس کے لئے بصیرت اور حق سے مانوس ہو جانے کا ذریعہ موجود ہے اور میں تجھے اُس کا پتہ دے سکتا ہوں۔ اُس کے پاس تجھے اپنے پاؤں سے چل کے جانا چاہیئے اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو گھٹنیوں چل کے جائیو اور اگر یہ بھی تجھ سے ممکن نہو تو کولھوں کے بل کھسکیو اور اگر یہ بھی تیری قدرت سے خارج ہو تو مُنہ کے بل چل کے جائیو۔ اِس پر میں نے جواب دیا کہ اِس کی ضرورت نہیں۔ میں انشاء اللہ چلنے پر قادر ہوں۔ اپنے جسم کو تعب میں ڈال کر اور اپنا مال خرچ کر کے جاؤں گا۔ تو اُس نے کہا کہ بس ابھی چل دے اور یثرب پہنچ جا۔ میں نے کہا کہ میں تو یثرب کو نہیں جانتا۔ اُس نے کہا کہ جا تو سہی اُس نبیؐ کے شہر میں چلا جا جس پر اور جس کی اولاد پر خود خدا نے درود بھیجا۔ جو عرب میں مبعوث ہؤا۔ وہی نبیؐ عربی و ہاشمی ہے۔ جب تو اُن کے شہر میں پہنچ جائے تو بنی غنم

بن مالک بن نجار کا پتہ پوچھ لیجیو۔ اُس کا گھر اُس شہر کی مسجد کے دروازے کے قریب ہی ہے۔ اب تو وہاں اپنی صورت نصرانیوں کے مخالفوں کی سی بنا لیجیو اور جو خاص نصرانیت کی آرائش کی چیزیں ہیں اُنہیں چھپا لیجیو۔ اس لئے کہ اس زمانہ کا والیٔ شہر نصرانیوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے اور خلیفہ اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ پھر بنی عمرو ابن مبذول کا گھر پوچھیو۔ وہ بقیعۂ زبیر میں واقع ہے۔ پھر وہاں سے موسےٰ ابن جعفر علیہما السّلام کا حال پوچھیو اور یہ بھی کہ اُن کا مکان کہاں ہے؟ اور یہ بھی کہ آیا وہ اس وقت سفر میں گئے ہوئے ہیں یا وطن ہی میں موجود ہیں تو اگر وہ سفر میں گئے ہوئے ہوں تو تُو اُن سے وہیں جا ملیو اس لئے کہ جتنا سفر تو کر کے جائیگا اُس سے اُن کا سفر کہیں کم ہوگا۔ پھر جب حاضرِ خدمت ہو جائے تو اُن سے یہ عرض کر دیجیو کہ دمشق کے کھاور یعنی بالائی کھاور کا رہنے والا مُطران وہ شخص ہے جس نے مجھے حضور کا پتہ بتلایا ہے اور وہ حضور کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کرتا ہے۔ اور یہ بھی اُس نے عرض کیا ہے کہ میں اپنے پروردگار سے مُناجات کرنے میں زیادہ یہی عرض کرتا رہتا ہوں کہ آپ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوں۔ اِتنا قصہ اُس نصرانی نے کھڑے کھڑے اپنے عصا پر ہاتھ ٹکائے ٹکائے عرض کیا۔ اِس کے بعد اُس نے یہ عرض کیا کہ اے میرے آقا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے جُھکوں اور بیٹھ جاؤں؟ فرمایا کہ میں اس کی تو تجھے اجازت دیتا ہوں کہ بیٹھ جا مگر اِس کی اجازت نہیں دیتا کہ میرے سامنے خم ہو۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے اپنی رومی ٹوپی اُتار ڈالی۔ پھر اُس نے عرض کی کہ میں حضور پر قربان ہو جاؤں اب مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں بات کرنے کو تو تو آیا ہی ہے! اس پر نصرانی نے عرض کی تو میں اپنے اُس رہنما دوست کو سلام پہنچاؤں یا آپ اُس کے سلام کا جواب نہ دیں گے؟ اِس پر جنابِ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اللہ نے اُسے ہدایت کر دی تو تو تیرے صاحب پر سلام ہے۔ رہا ہماری طرف سے سلام پہنچانا یہ تو اُسی وقت ہوگا جب وہ ہمارے دین میں آجائیگا پھر نصرانی نے پوچھا خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے اب میں کچھ پوچھوں؟ حضرتؑ نے فرمایا دریافت کر۔ اُس نے عرض کی کہ مجھے اُس کتاب کی بعض باتیں بتلائیے جو محمدؐ پر نازل کی گئی۔ اور اُنہی کی زبان سے ادا ہوئی۔ پھر اُس کی صفتیں جو کچھ بھی بیان کی گئیں کی گئیں۔ از آنجملہ یہ الفاظ بھی ہیں۔ حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۙ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ تو بتلائیے کہ اِن کی باطنی تفسیر کیا ہے؟ فرمایا جو سب سے اوّل ہے حٰمٓ ۚ اِس سے تو مراد ہیں محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور یہ بموجب اُس کتاب کے ہے جو ہودؑ پر نازل کی گئی تھی۔ اور یہ نام آنحضرتؐ کا منقوص الحروف ہے۔ (یعنی میم اس کے اوّل سے کم ہے۔

اور دال آخر سے) اب رہا اَلْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ۔ یہ جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہیں اور یہ الفاظ جو ہیں لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ۔ اس سے مُراد ہیں فاطمہ زہرا علیہا السلام۔ اب رہا قول خدائے تعالےٰ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ۔ تو اس میں خدائے تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ بطن جناب سیدہ سے خیر کثیر کا ظہور ہوگا۔ کہ ایک مردِ دانا اور ایک اور مردِ دانا اور ایک اور مردِ حکیم پیدا ہوں گے۔ اس پر وہ نصرانی بولا کہ ان مردوں میں سے اول و آخر کی صفات تو حضرت مجھے سنا دیں۔ فرمایا صفات سُننے سے آدمی اشتباہ میں پڑ جاتا ہے تاہم اُن میں سے تیسرا بزرگ جو ہوگا اُس کی نسل سے جو جو پیدا ہونے والے ہیں اُن کی بعض صفتیں میں تیرے سامنے بیان کروں اور وہ صفات تمہارے پاس بھی اُن کتابوں میں موجود ہیں جو تم پر نازل کی گئی ہیں بشرطیکہ تم اُن کو نہ بدلو اور تحریف نہ کرو اور انکار نہ کر جاؤ جیسا کہ تم قدیم سے کرتے آتے ہو۔ اس پر نصرانی نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ جو کچھ بھی میں جانتا ہوں وہ میں آپ سے ہرگز نہ چھپاؤں گا۔ نہ میں آپ سے جھوٹ بولونگا اس لئے کہ میں جو کچھ بھی عرض کروں گا اُس کے سچ اور جھوٹ ہونے کا آپ کو ضرور علم ہے۔ خدا کی قسم آپ کو تو خدائے تعالےٰ نے اپنے فضل سے وہ کچھ عطا کیا ہے اور اپنی نعمتوں کا ایسا حصّہ دیا ہے جو نہ سوچنے والوں کے خواب و خیال میں آسکتا ہے اور نہ چھپانے والے اُسے چھپا سکتے ہیں اور جو جھوٹ بھی بولیں وہ اُس کو جھٹلا بھی نہیں سکتے۔ پس اِس بارے میں جو کچھ بھی عرض کروں گا وہ حق ہی حق ہوگا۔ آپ نے اِس وقت تک جو کچھ فرمایا ہے ہماری کتابوں میں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اس پر جناب ابوابراہیم (امام موسےٰ کاظم علیہ السلام) نے اُس سے فرمایا تو اب تجھے ایک ایسی خبر بھی بتلا دوں جسے کتابوں کے پڑھنے والے بھی بہت ہی کم جانتے ہیں۔ ذرا مجھے یہ تو بتلا کہ جناب مریم علیہا السلام کی والدہ کا کیا نام تھا۔ اور حضرت مریم علیہا السلام کے رحمِ مبارک میں رُوح کس دن پھونکی گئی اور اُس وقت کے گھنٹے دن چڑھا تھا اور وہ کونسا دن تھا جس دن بطنِ مریمؑ سے عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اُس دن کے گھنٹے دن چڑھا تھا؟ نصرانی بولا یہ تو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جناب ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مریمؑ کی ماں کا نام تو مَرْثَا تھا۔ جس کے عربی معنے ہوئے وَہَیْبَہ (وہ عورت جس کو منجانب اللہ عطیہ دیا گیا ہو) اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں وہ جمعہ کا دن اور زوالِ آفتاب کا وقت تھا اور وہ وہی دن ہے کہ روح الامین اُس میں آسمان سے اُترے اور مسلمانوں کی کوئی عید اُس دن سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اُس کی خدائے تبارک و تعالےٰ نے بھی عظمت فرمائی ہے۔ اور اُس کے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی چنانچہ آنحضرتؐ نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اُس کو عید مانیں تو وہ تو روزِ جمعہ ہے۔ اب رہا وہ دن جس میں

مریم علیہا السّلام کے ہاں ولادت ہوئی تو وہ منگل کا دن تھا اور ساڑھے چار گھنٹے دن چڑھا تھا۔ اچھا تو اُس دریا سے بھی واقف ہے جسکے کنارے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام (بطنِ مقدس) حضرت مریمؑ سے پیدا ہوئے؟ اُس نے عرض کی جی نہیں۔ فرمایا وہ دریائے فرات ہے جسکے کنارے کھجوروں کے درخت اور انگور کی بیلیں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور فرات کے کنارے انگور کی بیلوں اور کھجوروں کے درخت کی برابر اور کوئی چیز ہوتی ہی نہیں۔ اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ کی زبان بند کیگئی تھی اور اُن کے متبرک بچہ نے اپنے ماننے والوں کو پکارا تھا اور اُنہوں نے اُسکی اعانت کی تھی۔ اور آلِ عمران کو لائے تھے کہ وہ مریم علیہا السّلام کو غور سے دیکھ لیں تو یہ سب واقعہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے لئے بھی بیان کیا ہے اور اپنی کتاب میں ہمارے لئے بھی بیان کیا ہے تو آیا تم اُس کو سمجھ بھی گئے ہو؟ اُس نے کہا۔ جی ہاں! آج ہی میں نے اُسے تازہ بتازہ پڑھا ہے۔ فرمایا تو تُو اپنے اِس مقام سے بغیر ہدایت پائے نہیں اُٹھیگا۔ نصرانی نے عرض کیا کہ میری ماں کا نام سُریانی میں کیا تھا؟ اور عربی میں کیا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا نام سُریانی میں عُنفَالِیہ تھا اور عُنفورہ باپ کی طرف سے تیری دادی ہوتی تھی۔ اب رہا عربی میں تیری ماں کا نام تو وہ تھا اُمَیَّہ۔ اور رہا تیرے باپ کا نام تو وہ عبدالمسیح تھا اور وہ عربی میں ہوا عبداللہ۔ اس لئے کہ مسیح کا تو کوئی بندہ ہے ہی نہیں۔ اُس نے عرض کی کہ حضور نے سچ فرمایا اور پتہ کی باتیں کھول دیں۔ اب اِتنا اور بتا دیجئے کہ میرے دادا کا کیا نام تھا؟ فرمایا تیرے دادا کا نام جبرئیل تھا اور پھر وہ عبدالرحمٰن ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے اِسی مکان میں اُس کا یہ نام رکھا تھا۔ اُس نصرانی نے عرض کی تو کیا وہ مسلمان ہوگیا تھا؟ جنابِ ابوابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں! اور وہ شہید مرا۔ قومِ اخباد کے کچھ لوگ منزلِ غیلہ میں اُس پر آپڑے اور اُس کو قتل کردیا۔ یہ اخباد اہلِ شام سے تھے۔ اُس نے عرض کی تو میرا نام کُنیت سے پہلے کیا تھا؟ فرمایا تیرا نام عبدالصّلیب تھا! عرض کی تو حضور میرا نام اب کیا رکھیں گے؟ فرمایا تیرا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔ اُس نے عرض کی تو میں اِسی وقت خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لایا اور میں نے اِس کی گواہی دی کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تنہا ہے بے نیاز ہے۔ نہ وہ ایسا ہے جیسا کہ نصارےٰ اُس کو بیان کرتے ہیں اور نہ ایسا ہے جیسا کہ یہود اُس کی نسبت کہتے ہیں۔ اور مشرک جو قسمیں اُس کی ٹھہراتے ہیں وہ اُن میں سے ایک قسم بھی نہیں۔ اور میں اِس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے ہیں اور اُس کے رسولؐ ہیں۔ اُس نے اُن کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُنہوں نے جو اُس کے اہل تھے اُن سب پر اُس حق کا اظہار کردیا اور جو آنحضرتؐ کو باطل سمجھنے والے تھے اُن کی سینے کی پھوٹی ہی رہیں اور میں اِس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کُل آدمیوں کی طرف خدا کا پیغام لے کر آئے تھے۔ سُرخ رنگ کے ہوں تو اور سیاہ رنگ کے ہوں تو۔ ہرگز وہ دعوتِ نبوت میں مشترک تھا۔ اب جس نے آنکھیں کھولنی

چاہیں اُس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور جس نے ہدایت پانا منظور کیا اُسے ہدایت ہو گئی۔ حق کو باطل کرنے والے اندھے ہی رہے اور جن کو وہ پکارا کرتے تھے وہ اُن کے کام ہی نہ آئے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا ولی و وارث جو بات کہتا ہے حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور آنحضرتؐ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں وہ بھی بڑی پتی ہوئی حکمت کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی بندگی پر جھکے ہوئے تھے۔ اور باطل اور اہلِ باطل کو اور رجس اور اہلِ رجس کو الگ کر دیا کرتے تھے اور ضلالت کے راستہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور اللہ بھی اپنی اطاعت کرنے کے سبب اُن کی نصرت کیا کرتا تھا اور معصیت سے بچانے کے لئے اُن کو اُس نے معصوم بنایا تھا۔ پس وہ اللہ کے دوست تھے اور اللہ کے دین کے مددگار (یہی حالت آنحضرتؐ کے اور اولیاء و اوصیاء کی بھی ہے) نیکی کرنے کے لوگوں کو اُبھارتے رہتے تھے اور اس کا حکم دیتے رہتے تھے (ویسے ہی یہ بھی اُبھارتے رہتے ہیں اور اُس کا حکم دیتے رہتے ہیں) میں تمام انبیاء (و اوصیاء) پر ایمان لایا چھوٹوں پر بھی اور بڑوں پر بھی۔ جن کا میں نے نام لیا ہو ان پر بھی اور جن کا نام نہ لیا ہو اُن پر بھی۔ اور میں خدائے تبارک و تعالےٰ پر بھی ایمان لایا۔ اِس کے بعد اُس نے اپنا زُنّار توڑ دیا اور سونے کی صلیب جو اُس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی اُس کے بھی ٹکڑے کر دیئے۔ پھر عرض کرنے لگا کہ مجھے حکم دیجئے کہ اسے بطور خیرات کے جس مد میں بھی حضور فرمائیں دے ڈالوں؟ فرمایا میں تیرا ایک بھائی موجود ہے جو پہلے مثل تیرے اسی دین پر تھا اور وہ تیری ہی قوم سے قیس بن ثعلبہ کے قبیلہ سے ہے اور پہلے ایسا ہی دولتمند بھی تھا جیسا کہ تو ہے۔ سو اب تم ایک دوسرے کی ہمدردی کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ ہی ساتھ رہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اسلام میں جو تم دونوں کا حق ایک دوسرے پر قائم ہو گیا ہے وہ تمہیں نہ بتا دوں۔ اُس نے عرض کی خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے واللہ میں تو بڑا مالدار ہوں۔ میں تین سَو جوڑیاں تو گھوڑے اور گھوڑیوں کی چھوڑ کر آیا ہوں اور ایک ہزار اونٹ چھوڑے ہیں۔ اِن سب میں حضور کا حق میرے حق سے زیادہ ہے۔ حضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ اب تو تو اللہ اور اللہ کے رسُول کا غلام ہو گیا (مطلب یہ ہے کہ ہم تجھ سے کچھ لینا نہیں چاہتے) حالانکہ تو اپنے نسب میں جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ المختصر اُس کا اسلام بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ اور اُس نے قبیلۂ فزر کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ جس کا مہر پچاس دینار حضرت ابوابراہیمؑ نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے صدقات میں سے ادا فرما دیا۔ اور اُس کو خادم بھی دئے اور اُس کو مکان بھی دیا۔ وہ موضع عُرَیض ہی میں رہا جبتک کہ خود حضرتؐ ہی کو وہاں سے نہ نکالا گیا اور حضرتؐ کے وہاں سے نکالے جانے کے اٹھارہ دن بعد انتقال کر گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

تفسیر قمی میں ہے کہ حمران نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالے کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کا مطلب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد شب قدر ہے جو ہر برس ماہ مبارک رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے اور قرآن مجید شب قدر ہی میں نازل کیا گیا۔ پھر اس نے عرض کی کہ یہ جو خدائے تعالے نے فرمایا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ شب قدر میں ہر چیز کا اندازہ کر لیا جاتا ہے جو اُس برس سے لیکے آیندہ سال تک ہونے والی ہے۔ خواہ وہ خیر ہو یا شر۔ عبادت ہو یا معصیت ولادت ہو یا وفات۔ اسی طرح رزق وغیرہ۔ پس جن جن چیزوں کا اُس سال کے لئے اندازہ کیا گیا وہ ہو بھی گئیں۔ اُنہی کو حتمی سمجھو۔ اس لئے کہ ہر اندازہ میں مشیت یعنی اختیارِ خدا کا دخل برابر رہتا ہے (جتنا چاہے بدل دے۔ زیادہ کر دے۔ کم کر دے۔ جو مناسب سمجھے کرے اور جن وجوہ سے چاہے گھٹا بڑھا دے) حمران کہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اس میں کون سی چیز مراد لی ہے؟ فرمایا نیک اعمال مراد لئے ہیں۔ جو اُس شب میں کئے جائیں۔ نماز ہو زکوٰۃ ہو اور طرح طرح کی خیر و خیرات ہو اور مطلب یہ ہے کہ اُس رات میں جو عملِ نیک کیا جائے وہ ہزار مہینے کے عملِ نیک سے بھی بہتر ہے جن میں شب قدر واقع نہ ہو اور اگر خدائے تبارک و تعالے مؤمنین کے لئے نہ بڑھاتا تو وہ اتنا ثواب کہاں سے پاتے لیکن خدائے تعالے تو اُن کی خاطر سے اُن کی نیکیوں کو بہت ہی کچھ بڑھا دیگا۔

احتجاجِ طبرسی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں اُن حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدائے تعالے نے یہ چاہا کہ مخلوق پر اپنی قدرت کا اظہار کرے اور اپنا غلبہ اُن کو دکھلائے اور اپنی کھلی حکمت کی دلیلیں اُن پر واضح کرے۔ پس اُس نے جو کچھ چاہا پیدا کیا اور جس طرح چاہا پیدا کیا۔ اور بعض اشیاء کا فعل اُن لوگوں کے ہاتھوں پر جاری کیا جن کو اپنا امین مقرر کر کے برگزیدہ کر دیا تھا پس اُن کا فعل درحقیقت اُس کا فعل تھا اور اُن کا امر اُس کا امر تھا۔ اسی سے تو اُس نے فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج (دیکھو صفحہ ۱۴۳ سطر آخر) اور اپنی مخلوق میں سے جن جن کو بھی پیدا کرنا چاہا آسمان و زمین کو اُن کا گہوارہ بنایا تاکہ اُس کے علمِ سابق کے بموجب ان دونوں کے رہنے والے دونوں گروہوں میں ایک خبیث ہوگا اور ایک نیک امتیاز ہو جائے اور اپنے دوستوں اور امینوں کے لئے یہ مثال قائم کر دے۔ چنانچہ اپنی مخلوق کو اپنے ان اولیاء کے مرتبے اور اُن کی فضیلت پہچنوا دی۔ اور اُن پر ان کی اطاعت ایسی ہی واجب فرما دی جیسے کہ اپنی ذات کی۔ اور اُن پر اس طرح حجت قائم کر دی کہ اُن سے اس طرح خطاب فرمایا جو اُس کی یکتائی اور توحید پر دلالت کرے۔ اور اپنے دوستوں کو اس طرح ظاہر کیا

کہ اُن کے افعال و احکام خود اُس کے فعل و حکم کے قائمقام ہوں۔ اُنہی کی شان میں فرماتا ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۶) اور وہی ہیں جن کے لئے فرمایا اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (دیکھو صفحہ ۷۰۸ سطر ۲) اور اُنہی کا اقتدار اپنی مخلوق کو اپنے اِس قول سے جتلایا عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۵ سطر آخر) اور وہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خدا تعالےٰ مخلوق سے باز پُرس فرمائیگا۔ {جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۶۰ سطر ۵)} یقیناً خدائے تبارک و تعالےٰ نے اپنے اُن بندوں پر بہت بڑا انعام کیا جنہوں نے اُس کے اولیاء کا اتباع کیا۔ سائل نے دریافت کیا کہ یہ اللہ کی حُجتیں کونسی ہیں؟ فرمایا اوّل اِن میں سے جناب رسولِ خدا ہیں۔ پھر وہ برگزیدگانِ خدا جو اُن کے قائم مقام ہونے کے لائق تھے جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات اور اپنے رسولؐ سے اِس طرح ملا دیا ہے کہ بندوں پر اُن کی اطاعت مثل اپنی ذات کی اطاعت کے فرض فرما دی ہے اور امر دین کے والی وہی ہیں جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۵ سطر ۸) اور اُنہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر ۷) اِس پر سائل نے عرض کی کہ آخر وہ امر ہے کیا؟ فرمایا وہی ہے جسے فرشتے اُس رات میں لیکر نازل ہوتے ہیں جس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ مطلب یہ ہے کہ وہ امر پیدائش کے متعلق ہو تو رزق کے متعلق ہو تو۔ اجل کے متعلق ہو تو۔ عمل کے متعلق ہو تو۔ حیات کے متعلق ہو تو۔ ممات کے متعلق ہو تو۔ اور آسمان و زمین کی پوشیدہ باتوں کے متعلق ہو تو (سب ہی کچھ اُس رات میں طے پا جاتا اور مقدر کیا جاتا ہے) اب رہے معجزات اُن کا صدور سوائے خدائے تعالےٰ اور اُس کے برگزیدہ بندوں کے جو اُس کے اور اُس کی مخلوق کے مابین سفیر کا کام دیتے ہیں اور کسی کے لئے زیبا نہیں ہے۔ وجہ اللہ وہی ہیں جن کے بارے میں فرماتا ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر ۷) اور بقیۃ اللہ وہی ہیں {جن کے بارے میں فرماتا ہے بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۶۸ سطر ۴)} اِس سے مُراد جناب امام مہدی علیہ السّلام ہیں۔ جو اِس مہلت کے ختم کے قریب تشریف لائینگے اور تمام زمین کو عدل و انصاف سے اُسی طرح معمور فرما دینگے جیسی کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اُن حضرت کی نشانیوں میں سے عام سرکشی کے وقت تو غائب ہو جانا اور چھپ جانا ہے اور انتقام لینے کے وقت نکل آنا اور ظاہر ہو جانا ہے۔ اور اگر یہ امر جس کی خبر میں نے

تم کو جتلائی ہے۔ جنابِ رسولِ خدا ہی کے لئے مخصوص ہوتا اور اُن کے اوصیاء میں سے کسی کے لئے نہ ہوتا تو اُس صورت میں خطاب بھی فعل ماضی کے ساتھ ہوتا۔ مضارع نہ ہوتا جس سے دوام اور مستقبل پایا جائے۔ یعنی خدا یوں فرماتا۔ نَزَلَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (یعنی آنحضرتؐ پر کل فرشتے اور روح فرشتہ یا کل روحیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لیکر نازل ہوئے) اور یوں ہوتا فِيهَا فُرِّقَ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ (اُس رات میں ہر حکمت والا کام مقرر کر دیا) یوں نہ فرماتا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (دیکھو صفحہ ۹۵۶ سطر ۶) اور فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝

قولِ مترجم۔ ضرورت کے موافق حصۂ حدیث یہاں لکھا گیا ہے۔ اس کا بقیہ انشاء اللہ سورۂ قدر کی تفسیر میں بیان کیا جائے گا۔

تمام شد

ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے مودّت رکھو۔ یہ سُن کر وہ لوگ چلے گئے جب باہر نکلے تو منافقوں نے کہا کہ جنابِ رسولِؐ خدا نے جو ہماری پیشکش قبول نہیں کی اُس کا سبب بس یہ ہے کہ وہ اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کو ہمارا افسر بنا دیں۔ یہ بات تو اُنہوں نے بس یہیں بیٹھے بیٹھے گھڑ لی ہے۔ یہ قول اُن کا بہت ہی بڑی بے ادبی تھا۔ اسی سبب سے یہ آیت خداوندِ عالم نے نازل فرمائی اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۚ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۸۰۲ سطر ۳) پس جنابِ رسولِؐ خدا نے اُن کو بُلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کچھ باتیں بنائی ہیں؛ سب نے عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ! ہم میں سے بعض نے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جو ہم کو بہت ناگوار معلوم ہوئیں۔ جنابِ رسولِؐ خدا نے وہ آیت تلاوت فرمائی جس کو سُنکر وہ لوگ رونے لگے پس خدائتعالےٰ نے یہ آیت نازل کی هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ الخ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۸۴

پُورا واقعہ اور مناظرہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۴۶ میں گزر گیا وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۸۶

احتجاج طبرسی میں جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ بھی ہے۔ اب رہا خدائے تعالےٰ کا یہ قول وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ یہ ہمارے نبیؐ کی اُن دلیلوں میں سے ہے جو خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی تھیں جن کے ذریعے سے اُن کو تمام مخلوق پر حجّت قرار دیا تھا۔ وجہ اُس کی یہ کہ جب خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ پر نبوّت کو ختم کر دیا اور آنحضرتؐ کو ساری اُمّتوں اور کُل ملّتوں کے لئے رسولؐ قرار دیا تو آپ کو یہ خصوصیّت بھی عطا فرمائی کہ معراج کے وقت آپ کو آسمان پر بُلایا اور آپ کی خاطر سے اس موقعہ پر کُل انبیاء کو جمع فرمایا کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کِن کِن احکام کیساتھ بھیجے گئے تھے۔ اور خدائتعالیٰ کے کِن کِن معجزات کے کن کن دلائل اور کن کن عظمتوں کے وہ حامل رہے تھے پس اُن سب نے آنحضرتؐ کی فضیلت کا بھی اقرار کیا اور اُن اوصیاء حجّت ہائے خدا کی فضیلت کا بھی اقرار کیا جو اُنکے بعد ہونیوالے تھے اور مومنین و مؤمنات میں سے جو آنحضرتؐ کے وصی کے شیعہ ہونیوالے تھے انکی فضیلت کا بھی اقرار کیا اس لئے کہ وہ فضیلت والے کی فضیلت تسلیم کرینگے جو حکم اُن کو دیا جائیگا اُس کی تعمیل میں غرور و تکبّر کو راہ نہ دینگے۔ اور وہ پیغمبر یہ خوب جانتے تھے کہ اُن کی اُمّتوں میں سے کس کس نے اُنکی اطاعت کی اور کس کس نے اُنکی نافرمانی کی۔ وہ اُن کو بھی جانتے تھے جو سیدھی ڈگر پر چلے گئے اور اُن

کو بھی جنہوں نے تغیر کیا یا احکام خدا کو آگے پیچھے کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۸۷

کافی میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہ یکایک حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وارد ہوئے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اے علیؑ! تم کو عیسےٰ بن مریمؑ سے ایک قسم کی مشابہت ہے۔ اور اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت میں سے بعض گروہ تمہارے بارے میں ویسا ہی کچھ کہنے لگیں گے جیسا کہ نصارےٰ عیسےٰ بن مریمؑ کے بارے میں کہتے ہیں تو آج میں تمہاری شان میں ایک ایسی بات کہتا کہ اُس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمہارا گزر ہوتا وہ لوگ تمہاری خاکِ قدم کو متبرک سمجھ کے اُٹھا لیا کرتے۔ آنحضرتؐ کا یہ کلام دو جنگلی بدوؤں اور مغیرہ ابن شعبہ اور ایک جماعتِ قریش کو ناگوار معلوم ہوا۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ان کا دل کسی بات سے سیر ہی نہیں ہوتا۔ اب تو اُنہوں نے اپنے ابنِ عم کو عیسےٰ بن مریم سے تشبیہ دیدی۔ پس خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کے پاس یہ آیت بھیجی۔ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۸۷ سطر ۷) آخری آیت میں جو خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ یہ خطاب بنی ہاشم سے ہے۔ ابوبصیر راوی حدیث کا بیان ہے کہ حرث ابن عمرو فہری کو یہ سُن کر غصہ آیا اور اُس نے یہ کہا کہ یا اللہ! اگر یہ بات تیری ہی طرف سے ہے اور برحق ہے کہ بنی ہاشم اس طرح ایک دوسرے کے وارث ہوتے رہیں جیسا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل وارث ہوتا رہتا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم کو کوئی دردناک عذاب دے۔ خدائے تعالےٰ نے حرث کا یہ مقولہ بھی نازل فرمایا اور اس کے ساتھ ہی یہ آیت بھی نازل فرمائی۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۴) اُس وقت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرو! یا تو توبہ کرے اور یا یہاں سے چلدے۔ چنانچہ اُس نے اپنی سواری منگائی۔ سوار ہوا اور جیسے ہی شہر مدینہ کے باہر نکلا ایک پتھر آسمان سے اُس پر گرا جس نے اُس کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑا دئے۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے اُن منافقین سے جو آنحضرت کے آس پاس تھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے یار کی حالت دیکھ آؤ۔ اُس نے خدا سے جس عذاب کی دعا کی تھی وہ اُس پر آپڑا۔ وَاسْتَفْتَحُوا

خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۰۹ سطر ۸)

المناقب میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس دروازے سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جو ساری مخلوقات میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بہت ہی مشابہ ہے (چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد) جنابِ علیؑ مرتضےٰ تشریف لائے۔ تو منافق آنحضرتؐ کے اس قول پر ہنسے اسی پر یہ آیتیں وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ سے لیکر فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ تک نازل ہوئیں۔

تفسیر مجمع البیان میں خود جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے وہ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آنحضرتؐ کو ایک گروہ قریش میں بیٹھا پایا۔ جونہی آنحضرتؐ کی نظر مجھ پر پڑی۔ دونہی ارشاد فرمانے لگے کہ اے علیؑ تمہاری مثل اس امت میں عیسےٰ بن مریم کی سی ہے کہ ایک گروہ نے اُن سے محبت کی وہ اُس محبت میں حد سے بڑھ گئے۔ اسی سے گمراہ ہوئے۔ اور ایک گروہ نے اُن سے عداوت کی۔ وہ اُس عداوت میں حد سے بڑھ گئے۔ اسی سے گمراہ ہوگئے۔ اور ایک گروہ نے اُن کے بارے میں میانہ روی اختیار کی۔ اُنہوں نے نجات پائی۔ آنحضرتؐ کا یہ مقولہ اُن قریشیوں پر بہت ہی گراں گزرا۔ اپنی جگہ جا کر بہت ہی ہنسے اور کہنے لگے کہ (انہیں ہو کیا گیا ہے؟) اب تو علیؑ بن ابی طالب کو یہ رسولوں اور نبیوں سے تشبیہ دینے لگے۔ اسی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

التہذیب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے غدیر کے دن کے پڑھنے کی جو دعا مروی ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَقَدْ أَجَبْنَا دَاعِيَكَ النَّذِيرَ الْمُنْذِرَ مُحَمَّدًا عَبْدَكَ وَرَسُولَكَ إِلَى عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ نِ الَّذِي أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ وَجَعَلْتَهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَمَوْلَاهُمْ وَوَلِيُّهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَوْمِ الدِّينِ فَإِنَّكَ قُلْتَ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ۔

ابوصالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجمع اصحاب میں رونق افروز تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس وہ شخص آئے گا جو میرے وقت میں عیسےٰ ابن مریم کی نظیر ہے۔ اتنے میں ابوبکر آیا۔ اصحاب نے عرض کی آیا یہ وہی شخص ہے؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں! پھر عمر بن الخطاب حاضر ہوا۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو وہی ہے؟ آنحضرت نے جواب دیا نہیں! پھر علی ابن ابیطالب وہاں آئے۔ اصحاب نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ وہی ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں (یہی نظیر عیسےٰ

ابن مریم ہیں ، اصحاب نے عرض کی آپ کے اس قول سے تو لات و عزّٰے کی پرستش ہم پر زیادہ آسان ہے۔ پس خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا الخ

ابو صالح نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ایک دن چند آدمی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے اے محمدؐ! عیسےٰ ابن مریم مردوں کو زندہ کرتے تھے آپ بھی ہمارے کسی مُردہ کو زندہ کردیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگ کس کا زندہ ہونا چاہتے ہو؟ کہنے لگے ہماری قوم کا فلاں شخص چند روز ہوئے کہ مرگیا ہے اُس کو جلا دیجئے! یہ سُن کر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو طلب فرمایا اور کان میں کوئی ایسی بات کہہ دی جسے ہم بالکل نہ سمجھے۔ پھر حکم دیا کہ اے علیؑ! ان لوگوں کے ہمراہ جاؤ اور اُس کا نام مع ولدیت لے کے پُکارنا۔ پس جنابِ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام اُس کی قبر پر تشریف لے گئے اور آواز دی فلاں ابن فلاں! یہ آواز سُنتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اُس سے جو کچھ پوچھنا تھا دریافت کیا۔ وہ پھر اپنی قبر میں لیٹ گیا۔ وہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے اور آپس میں کہتے تھے یہ تو اولادِ عبدالمطلب میں عجیب شخص ہے۔ پس خدا نے یہ آیت بھیجی۔ وَلَمَّا ضُرِبَ الخ

عبدالرحمٰن ابن ابو لیلےٰ سے مروی ہے۔ کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں اس اُمّت میں عیسےٰ ابنِ مریم کی مثال ہوں کہ اُن کی محبت میں ایک قوم نے غلو کیا یعنی حد سے بڑھ گئے۔ اور ایک گروہ نے اُن سے سخت عداوت رکھی وہ بھی گمراہ ہوگیا۔ اور کچھ لوگوں نے میانہ روی اختیار کی اُنہوں نے نجات پائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۷۹۱

قولِ مترجم۔ اس بارے میں کہ تین برس وحی نہیں آئی اہلِ سنّت اور اہلِ تشیع کی مختلف کتابوں میں جو احادیث اور تاریخ و سیر سے متعلق ہیں جو جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا ماحصل یہ مُستنبط ہوتا ہے کہ ابتداءً فقط مسئلۂ توحید اُن لوگوں کے ذہن نشین کرنا مقصود تھا جن کے دلوں میں ایک کی جگہ تین سو ساٹھ گھسے ہوئے تھے۔ جب یہ زنگ دُور ہوگیا اور توحید کے رنگ نے اپنا رنگ پکڑ لیا تب کلام خدا کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور اُس نے بیس برس میں رفتہ رفتہ اور جستہ جستہ تمام دنیا اور آخرت کی خوبیوں کے قواعد و قوانین مخلوق خدا کے لئے بہم پہنچا دے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۷۹۱

کافی میں یعقوب ابن جعفر ابن ابراہیم سے منقول ہے کہ ہم موضع عُرَیض میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مرد نصرانی اُن حضرت کی خدمت

میں حاضر ہؤا اور آتے ہی عرض کرنے لگا کہ میں آپ کی خدمت میں دور و دراز کے مُلک سے سفر کی مشقتیں سہتا ہؤا حاضر ہؤا ہوں۔ تیس برس ہوتے ہیں کہ میں خدائے تعالےٰ سے برابر یہ دعا مانگتا رہا کہ جو بہتر سے بہتر دین ہو اُس کی مجھے ہدایت فرما دے اور بندوں میں جو سب سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ علم والا ہو اُس تک مجھے پہنچا دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواب میں کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ دمشق کے بالائی حصہ میں ایک شخص ایسا ایسا رہتا ہے (تو اُس کے پاس جا) چنانچہ میں گیا۔ اُس کے پاس پہنچا۔ اُس سے باتیں کرنے کی نوبت آئی تو اُس نے یہ کہا کہ میں اپنے دین والوں میں تو سب سے زیادہ عالم ہوں مگر مجھ سے زیادہ علم والے اور دینوں میں موجود ہیں۔ تو میں نے یہ کہا کہ جو شخص آپ سے علم میں زیادہ ہے اُس کا پتہ مجھے بتا دیجئے۔ اِس لئے کہ نہ تو میں اِس سفر کی کوئی حقیقت سمجھتا ہوں اور نہ اِس مشقت کو مشقت گردانتا ہوں میں نے انجیل پوری پڑھی ہے۔ داؤد علیہ السلام کی مناجاتیں سب ختم کی ہیں۔ توریت کے بھی چار جزو پڑھے ہیں۔ اور ظاہر قرآن کو بھی بالاستیعاب (پورا پورا) پڑھ چکا ہوں تو اُس وقت مجھ سے اُس عالم نے یہ کہا کہ اگر تو دینِ مسیحی کے علم کا طلبگار ہے تو تمام عرب و عجم میں مجھ سے زیادہ اُس کا عالم کوئی نہیں۔ اور اگر تجھے علم یہودیت درکار ہو تو اس زمانہ میں باطئی بن شرجیل السامری تمام آدمیوں سے اُس کے علم میں بڑھا ہؤا ہے اور اگر تیرا مطلب یہ ہو کہ علمِ اسلام بھی رکھتا ہو اور علمِ توریت بھی اور علمِ انجیل بھی اور علمِ زبور بھی اور علمِ کتابِ ہود بھی (رکھتا ہو) اور جو کچھ بھی اللہ نے انبیاء میں سے کسی نبیؑ پر تیرے زمانہ میں نازل کیا ہو یا تیرے غیر کے زمانہ میں (اُس کا بھی علم رکھتا ہو) اور جو خبر بھی خدائے تعالےٰ نے آسمان سے نازل فرمائی ہو (اُس کا بھی علم رکھتا ہو) تو یہ تو خدا نے ایک ہی کو سکھایا ہے اور کسی کو اِس کا علم نہیں دیا۔ اُس کے پاس ہر چیز کا کھُلا بیان اور تمام عالموں کے لئے شفا اور جو راحت حاصل کرنا چاہے اُس کے لئے راحت اور جس کی بہتری خدا کو منظور ہو اُس کے لئے بصیرت اور حق سے مانوس ہو جانے کا ذریعہ موجود ہے اور میں تجھے اُس کا پتہ دے سکتا ہوں۔ اُس کے پاس تجھے اپنے پاؤں سے چل کے جانا چاہیئے اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو گھٹنیوں چل کے جائیو اور اگر یہ بھی تجھ سے ممکن نہو تو کولھوں کے بَل کھسکیو اور اگر یہ بھی تیری قدرت سے خارج ہو تو مُنہ کے بَل چل کے جائیو۔ اِس پر میں نے جواب دیا کہ اِس کی ضرورت نہیں۔ میں انشاء اللہ چلنے پر قادر ہوں۔ اپنے جسم کو تعب میں ڈال کر اور اپنا مال خرچ کر کے جاؤں گا۔ تو اُس نے کہا کہ بس ابھی چل دے اور یثرب پہنچ جا۔ میں نے کہا کہ میں تو یثرب کو نہیں جانتا۔ اُس نے کہا کہ جا تو سہی اُس نبیؐ کے شہر میں چلا جا جس پر اور جس کی اولاد پر خود خدا نے درود بھیجا۔ جو عرب میں مبعوث ہؤا۔ وہی نبیؐ عربی و ہاشمی ہے۔ جب تو اُن کے شہر میں پہنچ جائے تو بنی غنم

بن مالک بن نجار کا پتہ پوچھ لیجیو۔ اُس کا گھر اُس شہر کی مسجد کے دروازے کے قریب ہی ہے۔ اب تو وہاں اپنی صورت نصرانیوں کے مخالفوں کی سی بنا لیجیو اور جو خاص نصرانیت کی آرائش کی چیزیں ہیں اُنہیں چھپا لیجیو۔ اس لئے کہ اس زمانہ کا والیٔ شہر نصرانیوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے اور خلیفہ اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ پھر بنی عمرو ابن مبذول کا گھر پوچھیو۔ وہ بقیعۂ زبیر میں واقع ہے۔ پھر وہاں سے موسے ابن جعفر علیہما السّلام کا حال پوچھیو اور یہ بھی کہ اُن کا مکان کہاں ہے؟ اور یہ بھی کہ آیا وہ اس وقت سفر میں گئے ہوئے ہیں یا وطن ہی میں موجود ہیں تو اگر وہ سفر میں گئے ہوئے ہوں تو تُو اُن سے وہیں جا ملیو اس لئے کہ جتنا سفر تو کر کے جائیگا اُس سے اُن کا سفر کہیں کم ہوگا۔ پھر جب حاضرِ خدمت ہو جائے تو اُن سے یہ عرض کر دیجیو کہ دمشق کے کھاور یعنی بالائی کھاور کا رہنے والا مُنظران وہ شخص ہے جس نے مجھے حضور کا پتہ بتلایا ہے اور وہ حضور کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کرتا ہے۔ اور یہ بھی اُس نے عرض کیا ہے کہ میں اپنے پروردگار سے مُناجات کرنے میں زیادہ یہی عرض کرتا رہتا ہوں کہ آپ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوں۔ اِتنا قصہ اُس نصرانی نے کھڑے کھڑے اپنے عصا پر ہاتھ ٹکائے ٹکائے عرض کیا۔ اِس کے بعد اُس نے یہ عرض کیا کہ اے میرے آقا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے جُھکوں اور بیٹھ جاؤں؟ فرمایا کہ میں اس کی تو تجھے اجازت دیتا ہوں کہ بیٹھ جا مگر اِس کی اجازت نہیں دیتا کہ میرے سامنے خم ہو۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے اپنی رومی ٹوپی اُتار ڈالی۔ پھر اُس نے عرض کی کہ میں حضور پر قربان ہو جاؤں اب مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں بات کرنے کو تو تو آیا ہی ہے! اس پر نصرانی نے عرض کی تو میں اپنے اُس رہنما دوست کو سلام پہنچاؤں یا آپ اُس کے سلام کا جواب نہ دیں گے؟ اِس پر جنابِ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اللہ نے اُسے ہدایت کر دی تو تو تیرے صاحب پر سلام ہے۔ رہا ہماری طرف سے سلام پہنچانا یہ تو اُسی وقت ہوگا جب وہ ہمارے دین میں آ جائیگا پھر نصرانی نے پوچھا خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے اب میں کچھ پوچھوں؟ حضرت نے فرمایا دریافت کر۔ اُس نے عرض کی کہ مجھے اُس کتاب کی بعض باتیں بتلائیے جو محمدؐ پر نازل کی گئی۔ اور اُنہی کی زبان سے ادا ہوئی۔ پھر اُس کی صفتیں جو کچھ بھی بیان کی گئیں کی گئیں۔ از آنجملہ یہ الفاظ بھی ہیں۔ حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ تو بتلائیے کہ ان کی باطنی تفسیر کیا ہے؟ فرمایا جو سب سے اوّل ہے حٰمٓ اس سے تو مراد ہیں محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور یہ بموجب اُس کتاب کے ہے جو ہودؑ پر نازل کی گئی تھی۔ اور یہ نام آنحضرتؐ کا منقوص الحروف ہے۔ (یعنی میم اس کے اوّل سے کم ہے۔

اور وآل آخر سے) اب رہا اَلْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ۔ یہ جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہیں اور یہ الفاظ جو ہیں لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ۔ اس سے مُراد ہیں فاطمہ زہرا علیہا السلام۔ اب رہا قول خدائے تعالےٰ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ۔ تو اس میں خدائے تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ بطنِ جناب سیّدہ سے خیرِ کثیر کا ظہور ہوگا۔ کہ ایک مردِ دانا اور ایک اَور مردِ دانا اور ایک اَور مردِ حکیم پیدا ہوں گے۔ اس پر وہ نصرانی بولا کہ اِن مردوں میں سے اوّل و آخر کی صفات تو حضرت مجھے سُنا دیں۔ فرمایا صفات سُننے سے آدمی اشتباہ میں پڑ جاتا ہے تاہم اُن میں سے تیسرا بزرگ جو ہوگا اُس کی نسل سے جو جو پیدا ہونے والے ہیں اُن کی بعض صفتیں میں تیرے سامنے بیان کروں اور وہ صفات تمہارے پاس بھی اُن کتابوں میں موجود ہیں جو تم پر نازل کی گئی ہیں بشرطیکہ تم اُن کو نہ بدلو اور تحریف نہ کرو اور انکار نہ کر جاؤ جیسا کہ تم قدیم سے کرتے آتے ہو۔ اس پر نصرانی نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ جو کچھ بھی میں جانتا ہوں وہ میں آپ سے ہرگز نہ چھپاؤں گا۔ نہ میں آپ سے جھوٹ بولونگا اس لئے کہ میں جو کچھ بھی عرض کروں گا اُس کے سچ اور جھوٹ ہونے کا آپ کو ضرور علم ہے۔ خدا کی قسم آپ کو تو خدائے تعالےٰ نے اپنے فضل سے وہ کچھ عطا کیا ہے اور اپنی نعمتوں کا ایسا حصّہ دیا ہے جو نہ سوچنے والوں کے خواب و خیال میں آسکتا ہے اور نہ چھپانے والے اُسے چھپا سکتے ہیں اور جو جھوٹ بھی بولیں وہ اُس کو جھٹلا بھی نہیں سکتے۔ پس اِس بارے میں جو کچھ بھی عرض کروں گا وہ حق ہی حق ہوگا۔ آپ نے اِس وقت تک جو کچھ فرمایا ہے ہماری کتابوں میں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اس پر جناب ابوابراہیم (امام موسےٰ کاظم علیہ السلام) نے اُس سے فرمایا تو اب تجھے ایک ایسی خبر بھی بتلا دوں جسے کتابوں کے پڑھنے والے بھی بہت ہی کم جانتے ہیں۔ ذرا مجھے یہ تو بتلا کہ جنابِ مریم علیہا السلام کی والدہ کا کیا نام تھا۔ اور حضرت مریم علیہا السلام کے رحمِ مبارک میں رُوح کس دن پھونکی گئی اور اُس وقت کے گھنٹے دن چڑھا تھا اور وہ کونسا دن تھا جس دن بطنِ مریمؑ سے عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اُس دن کے گھنٹے دن چڑھا تھا؟ نصرانی بولا یہ تو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جنابِ ابوابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مریمؑ کی ماں کا نام تو مَرْثَا تھا۔ جس کے عربی معنے ہوئے وَہَیْبَہ (وہ عورت جس کو منجانب اللہ عطیہ دیا گیا ہو) اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں وہ جمعہ کا دن اور زوالِ آفتاب کا وقت تھا اور وہ وہی دن ہے کہ روح الامین اُس میں آسمان سے اُترے اور مسلمانوں کی کوئی عید اُس دن سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اُس کی خدائے تبارک و تعالےٰ نے بھی عظمت فرمائی ہے۔ اور اُس کے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی چنانچہ آنحضرتؐ نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اُس کو عید مانیں تو وہ تو روزِ جمعہ ہے۔ اب رہا وہ دن جس میں

مریم علیہا السّلام کے ہاں ولادت ہوئی تو وہ منگل کا دن تھا اور ساڑھے چار گھنٹے دن چڑھا تھا۔ اچھا تو اُس دریا سے بھی واقف ہے جسکے کنارے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام (بطنِ مقدّس) حضرت مریمؑ سے پیدا ہوئے؟ اُس نے عرض کی جی نہیں۔ فرمایا وہ دریائے فرات ہے جسکے کنارے کھجوروں کے درخت اور انگور کی بیلیں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور فرات کے کنارے انگور کی بیلوں اور کھجوروں کے درخت کی برابر اور کوئی چیز ہوتی ہی نہیں۔ اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ کی زبان بند کیگئی تھی اور اُن کے متبرک بچّہ نے اپنے ماننے والوں کو پُکارا تھا اور اُنہوں نے اُسکی اعانت کی تھی۔ اور آلِ عمران کو لائے تھے کہ وہ مریم علیہا السّلام کو غور سے دیکھ لیں تو یہ سب واقعہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے لئے بھی بیان کیا ہے اور اپنی کتاب میں ہمارے لئے بھی بیان کیا ہے تو آیا تم اُس کو سمجھ بھی گئے ہو؟ اُس نے کہا۔ جی ہاں! آج ہی میں نے اُسے تازہ بتازہ پڑھا ہے۔ فرمایا تَوْ تُو اپنے اِس مقام سے بغیر ہدایت پائے نہیں اُٹھیگا۔ نصرانی نے عرض کیا کہ میری ماں کا نام سُریانی میں کیا تھا؟ اور عربی میں کیا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا نام سُریانی میں عُنْفَالِیَہ تھا اور عُنفورہ باپ کی طرف سے تیری دادی ہوتی تھی۔ اب رہا عربی میں تیری ماں کا نام تو وہ تھا اُمَیَّہ۔ اور رہا تیرے باپ کا نام تو وہ عبدالمسیح تھا اور وہ عربی میں ہوا عبداللہ۔ اس لئے کہ مسیح کا تو کوئی بندہ ہے ہی نہیں۔ اُس نے عرض کی کہ حضور نے سچ فرمایا اور پتہ کی باتیں کھول دیں۔ اب اِتنا اَور بتا دیجئے کہ میرے دادا کا کیا نام تھا؟ فرمایا تیرے دادا کا نام جبرئیل تھا اور پھر وہ عبدالرحمٰن ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے اسی مکان میں اُس کا یہ نام رکھا تھا۔ اُس نصرانی نے عرض کی تو کیا وہ مسلمان ہوگیا تھا؟ جنابِ ابوابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں! اور وہ شہید مرا۔ قومِ اخباد کے کچھ لوگ منزلِ غیلہ میں اُس پر آپڑے اور اُس کو قتل کردیا۔ یہ اخباد اہلِ شام سے تھے۔ اُس نے عرض کی تو میرا نام کنیت سے پہلے کیا تھا؟ فرمایا تیرا نام عبدالصّلیب تھا! عرض کی تو حضور میرا نام اب کیا رکھیں گے؟ فرمایا تیرا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔ اُس نے عرض کی تو میں اِسی وقت خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لایا اور میں نے اِس کی گواہی دی کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تنہا ہے بے نیاز ہے۔ نہ وہ ایسا ہے جیسا کہ نصارےٰ اُس کو بیان کرتے ہیں اور نہ ایسا ہے جیسا کہ یہود اُس کی نسبت کہتے ہیں۔ اور مشرک جو قسمیں اُس کی ٹھہراتے ہیں وہ اُن میں سے ایک قسم بھی نہیں۔ اور میں اِس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے ہیں اور اُس کے رسولؐ ہیں۔ اُس نے اُن کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُنہوں نے جو اُس کے اہل تھے اُن سب پر اُس حق کا اظہار کردیا اور جو آنحضرتؐ کو باطل سمجھنے والے تھے اُن کی سینے کی پھوٹی ہی رہیں اور میں اِس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کُل آدمیوں کی طرف خدا کا پیغام لے کر آئے تھے۔ سُرخ رنگ کے ہوں تَو اَور سیاہ رنگ کے ہوں تَو۔ ہر گروہ دعوت نبوّت میں مشترک تھا۔ اب جس نے آنکھیں کھولنی

چاہیں اُس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور جس نے ہدایت پانا منظور کیا اُسے ہدایت ہو گئی۔ حق کو باطل کرنے والے اندھے ہی رہے اور جن کو وہ پکارا کرتے تھے وہ اُن کے کام ہی نہ آئے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا ولی و وارث جو بات کہتا ہے حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور آنحضرتؐ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں وہ بھی بڑی پختہ ہوئی حکمت کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی بندگی پر جھکے ہوئے تھے۔ اور باطل اور اہلِ باطل کو اور رجس اور اہلِ رجس کو الگ کر دیا کرتے تھے اور ضلالت کے راستہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور اللہ بھی اپنی اطاعت کرنے کے سبب اُن کی نصرت کیا کرتا تھا اور معصیت سے بچائے کے لئے اُن کو اُس نے معصوم بنایا تھا۔ پس وہ اللہ کے دوست تھے اور اللہ کے دین کے مددگار (یہی حالت آنحضرتؐ کے اور اولیاء و اوصیاء کی بھی ہے) نیکی کرنے کے لوگوں کو اُبھارتے رہتے تھے اور اس کا حکم دیتے رہتے تھے (ویسے ہی یہ بھی اُبھارتے رہتے ہیں اور اُس کا حکم دیتے رہتے ہیں) میں تمام انبیاء (و اوصیاء) پر ایمان لایا چھوٹوں پر بھی اور بڑوں پر بھی۔ جن کا میں نے نام لیا ہو اُن پر بھی اور جن کا نام نہ لیا ہو اُن پر بھی۔ اور میں خدائے تبارک و تعالےٰ پر بھی ایمان لایا۔ اِس کے بعد اُس نے اپنا زُنّار توڑ دیا اور سونے کی صلیب جو اُس کے گلے میں پڑی ہوئی تھی اُس کے بھی ٹکڑے کر دیئے۔ پھر عرض کرنے لگا کہ مجھے حکم دیجئے کہ اسے بطور خیرات کے جس مد میں بھی حضور فرمائیں دے ڈالوں؟ فرمایا میں تیرا ایک بھائی موجود ہے جو پہلے مثل تیرے اسی دین پر تھا اور وہ تیری ہی قوم سے قیس بن ثعلبہ کے قبیلہ سے ہے اور پہلے ایسا ہی دولتمند بھی تھا جیسا کہ تو ہے۔ سو اب تم ایک دوسرے کی ہمدردی کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ ہی ساتھ رہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اسلام میں جو تم دونوں کا حق ایک دوسرے پر قائم ہو گیا ہے وہ تمہیں نہ بتا دوں۔ اُس نے عرض کی خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے واللہ میں تو بڑا مالدار ہوں۔ میں تین سَو جوڑیاں تو گھوڑے اور گھوڑیوں کی چھوڑ کر آیا ہوں اور ایک ہزار اونٹ چھوڑے ہیں۔ اِن سب میں حضور کا حق میرے حق سے زیادہ ہے۔ حضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ اب تو تو اللہ اور اللہ کے رسُول کا غلام ہو گیا (مطلب یہ ہے کہ ہم تجھ سے کچھ لینا نہیں چاہتے) حالانکہ تو اپنے نسب میں جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ المختصر اُس کا اسلام بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ اور اُس نے قبیلۂ فہر کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ جس کا مہر پچاس دینار حضرت ابوابراہیمؑ نے جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام کے صدقات میں سے ادا فرما دیا۔ اور اُس کو خادم بھی دئے اور اُس کو مکان بھی دیا۔ وہ موضع عُرَیض ہی میں رہا جبتک کہ خود حضرتؐ ہی کو وہاں سے نہ نکالا گیا اور حضرتؐ کے وہاں سے نکالے جانے کے اٹھارہ دن بعد انتقال کر گیا۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

تفسیر قمی میں ہے کہ حمران نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالے کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کا مطلب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد شبِ قدر ہے جو ہر برس ماہِ مبارک رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے اور قرآن مجید شب قدر ہی میں نازل کیا گیا۔ پھر اُس نے عرض کی کہ یہ جو خدائے تعالے نے فرمایا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز کا اندازہ کر لیا جاتا ہے جو اُس برس سے لیکے آیندہ سال تک ہونے والی ہے۔ خواہ وہ خیر ہو یا شر۔ عبادت ہو یا معصیت ولادت ہو یا وفات۔ اسی طرح رزق وغیرہ۔ پس جن جن چیزوں کا اُس سال کے لئے اندازہ کیا گیا وہ ہو بھی گئیں۔ اُنہی کو حتمی سمجھو۔ اس لئے کہ ہر اندازہ میں مشیت یعنی اختیارِ خدا کا دخل برابر رہتا ہے (جتنا چاہے بدل دے۔ زیادہ کر دے۔ کم کر دے۔ جو مناسب سمجھے کرے اور جن وجوہ سے چاہے گھٹا بڑھا دے) حمران کہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ اس میں کون سی چیز مراد لی ہے؟ فرمایا نیک اعمال مراد لئے ہیں۔ جو اُس شب میں کئے جائیں۔ نماز ہو زکوٰۃ ہو اور طرح طرح کی خیر و خیرات ہو اور مطلب یہ ہے کہ اُس رات میں جو عملِ نیک کیا جائے وہ ہزار مہینے کے عملِ نیک سے بھی بہتر ہے جن میں شبِ قدر واقع نہ ہو اور اگر خدائے تبارک و تعالے مؤمنین کے لئے نہ بڑھاتا تو وہ اتنا ثواب کہاں سے پاتے لیکن خدائے تعالے تو اُن کی خاطر سے اُن کی نیکیوں کو بہت ہی کچھ بڑھا دیگا۔

احتجاجِ طبرسی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں اُن حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدائے تعالے نے یہ چاہا کہ مخلوق پر اپنی قدرت کا اظہار کرے اور اپنا غلبہ اُن کو دکھلائے اور اپنی کھلی حکمت کی دلیلیں اُن پر واضح کرے۔ پس اُس نے جو کچھ چاہا پیدا کیا اور جس طرح چاہا پیدا کیا۔ اور بعض اشیاء کا فعل اُن لوگوں کے ہاتھوں پر جاری کیا جن کو اپنا امین مقرر کر کے برگزیدہ کر دیا تھا پس اُن کا فعل درحقیقت اُس کا فعل تھا اور اُن کا امر اُس کا امر تھا۔ اسی سے تو اُس نے فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج (دیکھو صفحہ ۱۴۳ سطر آخر) اور اپنی مخلوق میں سے جن جن کو بھی پیدا کرنا چاہا آسمان و زمین کو اُن کا گہوارہ بنایا تاکہ اُس کے علمِ سابق کے بموجب اِن دونوں کے رہنے والے دونوں گروہوں میں ایک خبیث ہوگا اور ایک نیک امتیاز ہو جائے اور اپنے دوستوں اور امینوں کے لئے یہ مثال قائم کر دے۔ چنانچہ اپنی مخلوق کو اپنے اِن اولیاء کے مرتبے اور اُن کی فضیلت پہچنوا دی۔ اور اُن پر اِن کی اطاعت ایسی ہی واجب فرما دی جیسے کہ اپنی ذات کی۔ اور اُن پر اس طرح حجت قائم کر دی کہ اُن سے اس طرح خطاب فرمایا جو اُس کی یکتائی اور توحید پر دلالت کرے۔ اور اپنے دوستوں کو اس طرح ظاہر کیا

کہ اُن کے افعال و احکام خود اُس کے فعل و حکم کے قائمقام ہوں۔ اُنہی کی شان میں فرماتا ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶) اور وہی ہیں جن کے لئے فرمایا اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (دیکھو صفحہ ۸۰۷ سطر ۲) اور اُنہی کا اقتدار اپنی مخلوق کو اپنے اِس قول سے جتلایا عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۵ سطر آخر) اور وہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خدا تعالےٰ مخلوق سے باز پُرس فرمائیگا۔ {جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۶۰ سطر ۵)} یقیناً خدائے تبارک و تعالےٰ نے اپنے اُن بندوں پر بہت بڑا انعام کیا جنہوں نے اُس کے اولیاء کا اتباع کیا۔ سائل نے دریافت کیا کہ یہ اللہ کی حجتیں کونسی ہیں؟ فرمایا اوّل اِن میں سے جناب رسولِ خدا ہیں۔ پھر وہ برگزیدگانِ خدا جو اُن کے قائم مقام ہونے کے لائق تھے جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات اور اپنے رسولؐ سے اِس طرح ملا دیا ہے کہ بندوں پر اُن کی اطاعت مثل اپنی ذات کی اطاعت کے فرض فرمادی ہے اور امر دین کے والی وہی ہیں جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۰ سطر ۸) اور اُنہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۴ سطر ۷) اِس پر سائل نے عرض کی کہ آخر وہ امر ہے کیا؟ فرمایا وہی ہے جسے فرشتے اُس رات میں لیکر نازل ہوتے ہیں جس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ مطلب یہ ہے کہ وہ امر پیدائش کے متعلق ہو تو رزق کے متعلق ہو تو۔ اجل کے متعلق ہو تو۔ عمل کے متعلق ہو تو۔ حیات کے متعلق ہو تو۔ ممات کے متعلق ہو تو۔ اور آسمان و زمین کی پوشیدہ باتوں کے متعلق ہو تو (سب ہی کچھ اُس رات میں طے پا جاتا اور مقدر کیا جاتا ہے) اب رہے معجزات اُن کا صدور سوائے خدائے تعالےٰ اور اُس کے برگزیدہ بندوں کے جو اُس کے اور اُس کی مخلوق کے مابین سفیر کا کام دیتے ہیں اور کسی کے لئے زیبا نہیں ہے۔ وجہ اللہ وہی ہیں جن کے بارے میں فرماتا ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر ۷) اور بقیۃ اللہ وہی ہیں {جن کے بارے میں فرماتا ہے بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۶۰ سطر ۴)} اِس سے مُراد جناب امام مہدی علیہ السّلام ہیں۔ جو اِس مہلت کے ختم کے قریب تشریف لائینگے اور تمام زمین کو عدل و انصاف سے اُسی طرح معمور فرمادینگے جیسی کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اُن حضرتؑ کی نشانیوں میں سے عام سرکشی کے وقت تو غائب ہو جانا اور چھپ جانا ہے اور انتقام لینے کے وقت نکل آنا اور ظاہر ہو جانا ہے۔ اور اگر یہ امر جس کی خبر میں نے

تم کو جتلائی ہے۔ جنابِ رسولِ خدا ہی کے لئے مخصوص ہوتا اور اُن کے اوصیاء میں سے کسی کے لئے نہ ہوتا تو اُس صورت میں خطاب بھی فعل ماضی کے ساتھ ہوتا۔ مضارع نہ ہوتا جس سے دوام اور مستقبل پایا جائے۔ یعنی خدا یوں فرماتا۔ نَزَلَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (یعنی آنحضرتؐ پر کُل فرشتے اور رُوح فرشتہ یا کُل رُوحیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لیکر نازل ہوئے) اور یوں ہوتا فِيهَا فُرِّقَ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ (اُس رات میں ہر حکمت والا کام مقرر کر دیا) یوں نہ فرماتا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (دیکھو صفحہ ۹۵۶ سطر ۶) اور فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔

قولِ مترجم۔ ضرورت کے موافق حصۂ حدیث یہاں لکھا گیا ہے۔ اس کا بقیہ انشاء اللہ سورۂ قدر کی تفسیر میں بیان کیا جائے گا۔

تمام شد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست و ششم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۰۴

ایک دن جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے کسی نے فالودہ کا پیالہ حاضر کیا۔ حضرت نے اپنی انگشتِ مبارک اُس کی تہ تک پہنچائی مگر اُس میں سے کچھ نوش نہ فرمایا۔ ہاں اُنگلی کے سرے کو زبان سے چاٹ کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہے تو اچھا۔ حرام بھی نہیں۔ مگر یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے۔ کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کی اُسے اب تک عادت نہیں ڈالی ہے۔

دوسری روایت میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اُس کی طرف بڑھا کے کھینچ لیا کسی نے سبب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا مجھے اس وقت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آگئے کہ اُن جناب نے کبھی اس کو نوش نہیں فرمایا۔ پس مجھے بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ میں خود ایسی چیز کھاؤں جو آنحضرت نے کبھی نوش نہ فرمائی ہو۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگوں نے جو اُن جناب سے عرض کی آیا آپ اسے حرام قرار دیتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میرا نفس اُس کا مشتاق نہ ہو جائے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِي حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ وہ جناب اور لوگوں کو گیہوں کی روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور خود اپنے مقام پر جَو کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے۔ کبھی سرکے کے ساتھ اور کبھی زیت کے ساتھ۔

محمد بن قیس نے روایت کی ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام (ایسے منکسر تھے کہ) غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اور غلاموں کا سا کھانا کھاتے تھے (اور جب کبھی ضرورت پڑتی تھی) دو کُرتے خرید فرماتے تھے۔ اُن میں سے جو اچھا ہوتا تھا وہ اپنے غلام کو عطا فرما دیتے تھے اور دوسرے کو خود زیبِ تن فرما لیتے تھے۔ اگر اُس کی آستین اُنگلیوں سے بڑھ جاتی تھی تو اُتنی قطع کر دیتے تھے۔ اور اگر طول میں ٹخنوں سے زیادہ ہوتا تھا تو اُتنا چاک کر دیتے تھے۔ اور پانچ برس اُن جناب نے حکومت

کی لیکن اس عرصہ میں کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی۔ (یعنی کوئی مکان نہیں بنایا) اور نہ نام کو درہم و دینار ورثہ میں چھوڑا۔ دوسروں کو تو وہ جناب گوشت اور گیہوں کی روٹی کھلاتے تھے اور خود اپنے مقام پر جَو کی روٹی سرکہ اور زیت کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی ایسے دو کام اُن جناب کو درپیش ہوتے تھے جو موافق رضائے خدا ہوں تو اُن دونوں میں سے اُس کو اختیار کرتے تھے جس سے کہ اُن جناب کے بدن کو زیادہ مشقت اُٹھانی پڑے اور اُن جناب نے اپنی ذاتی کمائی سے محنتِ شاقہ اُٹھا اُٹھا کے جس میں اُن جناب کے ہاتھ مٹی میں بھر بھر جاتے تھے اور چہرۂ مبارک پر پسینے آ جاتے تھے۔ ایک ہزار غلام (خرید کئے اور سب) راہِ خدا میں آزاد کر دئے اور اپنے ہاتھوں سے ایسے ایسے کام انجام دئے جو طاقتِ انسانی سے باہر تھے اور وہ جناب شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ میرے پدرِ بزرگوار حضرت علی بن الحسین علیہ السلام اُن جناب سے بہت مشابہ تھے کہ اُن کا سا علم بعد اُن کے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ پھر امام علیہ السلام نے جناب امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ کا ذکر شروع کیا اور فرمایا کہ ایک دن وہ جناب بصرہ میں عُلاء بن زیاد کی عیادت کے لئے گئے۔ عُلاء نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! میں آپ سے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کرتا ہوں۔ کہ اُس نے عبا پہن لی ہے اور دنیا کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اُسے میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ آ گیا تو اُن جناب نے فرمایا کہ اے اپنے نفس کے دشمن! شیطان نے تجھے اپنا نشانہ قرار دے لیا ہے۔ تجھے اپنے اہل و عیال پر رحم نہیں آتا۔ کیا تیری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ نے تیرے لئے جن پاک چیزوں کو حلال قرار دیا ہے تو اُنہی کے استعمال کو وہ تیرے لئے مکروہ سمجھے تو اس سے خدا کے نزدیک زیادہ سبک ہے۔ اس پر اُس نے عرض کی کہ یا امیر المؤمنین! حضور جو یہ موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہیں اور روکھا سوکھا کھاتے پیتے ہیں؟ فرمایا میں تیری مانند نہیں ہو سکتا۔ (میں امام برحق ہوں) اللہ تعالےٰ نے ائمۂ برحق پر یہ امر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کے ساتھ مفلسوں اور غریبوں کا سا برتاؤ کریں تاکہ فقیر کو اُس کا فقر گراں نہ ہو (اور دولت مند کو اپنی دولت پر غرّہ نہ رہے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۱۸

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آنحضرتؐ کعبۃ اللہ میں تشریف لائے اور خانۂ کعبہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کے ہماری طرف مخاطب ہو کے فرمانے لگے آیا میں تم کو علاماتِ قیامت سے آگاہ نہ کروں؟ اُس دن سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہ نسبت اَور لوگوں کے

آنحضرتؐ سے زیادہ نزدیک تھے سب لوگوں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! ضرور بیان کیجئے! آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علاماتِ قیامت میں سے ہے نماز کو ضائع کرنا۔ خواہشِ نفسانی کی پیروی کرنا۔ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہونا۔ مالداروں کی تعظیم کرنا۔ دین کو دنیا کے عوض فروخت کرنا۔ اور مؤمن جب یہہ افعالِ قبیحہ ہوتے دیکھے گا۔ تو اُس کا دل اس طرح پگھلے گا کہ جیسے پانی میں نمک (پگھلتا ہے) کیونکہ اُس کو اُن بُرائیوں کے دُور کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ سلمانؓ فارسی نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں ضرور ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان! ہاں اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے نزدیک حکّامِ ظالم اور وزراء بدکردار اور امراء ستمگار اور امانت دار خائن ہو جائیں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ باتیں بھی سب ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان! ہاں۔ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس وقت نیک کام بُرے سمجھے جائیں گے۔ بُرائیاں اچھی معلوم ہوں گی۔ خیانت کرنے والا امین متصوّر ہوگا اور امانت دار خائن (سمجھے جائیں گے) جھوٹے کو سچّا جانیں گے اور سچّے کو جھوٹا سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ امور بھی ضرور ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس وقت عورتوں کی حکومت ہوگی۔ باندیوں سے مشورہ لیا جائے گا۔ نابالغ لڑکے منبروں پر چڑھیں گے۔ جھوٹ کو خوش طبعی خیال کریں گے۔ زکوٰۃ کو تاوان (جرمانہ) اور فَے (یعنی مالِ مسلمین) کو مالِ غنیمت سمجھیں گے۔ بعض لوگ اپنے والدین پر ظلم کریں گے اور اپنے دوستوں سے دوستی نہ رکھینگے۔ دُمدار ستارے نکلیں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ واقعات بھی ضرور ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوں گے۔ اے سلمان! خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے اُس وقت عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت کیا کریں گی۔ بارش کے موسم میں دھوپ پڑے گی۔ بزرگ مرتبہ اشخاص غصّہ ور اور تنگدست (خلائق کی نظروں میں) حقیر و ذلیل ہو جائیں گے اور جس وقت دکاندار یہ کہنے لگیں کہ ہم نے تو کچھ بیچا ہی نہیں۔ کوئی یہ کہیگا کہ ہمیں تو کچھ نفع ہوا ہی نہیں تو تم بازاروں میں جانا چھوڑ دینا۔ کیونکہ تم وہاں ہر شخص کو خدا کی مذمّت کرتے ہوئے دیکھو گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں ایک قوم ہوگی کہ اگر وہ بات کریں گے تو لوگ اُنہیں قتل کردیں گے اور اگر وہ خاموش رہیں گے تو اُن کا مال لوٹ لینگے۔ اصلی غرض اُن کی یہ ہوگی کہ خوب لوٹیں اور لوگوں کی عزّت و آبرو خاک میں ملائیں اور اُن کے خون بہائیں تاکہ دلوں میں خوف اور دہشت بیٹھ جائے پس تم ہر شخص کو خائف و ترساں ہی دیکھو گے

سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ حادثے بھی برپا ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے لوگ ایک چیز مشرق سے اور ایک چیز مغرب سے لائیں گے اور میری اُمت اُنہی چیزوں کو اپنا ملجاؤ ماوٰے بنائے گی۔ اُس وقت میری اُمت کے مفلس لوگوں کی حالت افسوسناک ہوگی۔ خدا اُن کو (اوندھے منہ) ویل (دوزخ) میں ڈالیگا۔ وہ لوگ چھوٹوں پر رحم نہ کرینگے اور بڑوں کی توقیر نہ کرینگے اور مجرم کے قصور کو عفو نہ کریں گے۔ بدن تو اُن کے آدمیوں کے سے اور دل اُن کے شیطانوں کے سے ہونگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں بھی ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور بالضرور ہونگی اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اُس زمانہ میں مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو (اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے) کافی سمجھیں گے۔ اور لڑکوں پر اسی طرح غیرت کی جائے گی جس طرح لڑکیوں پر اُس کے کُنبہ میں غیرت کی جاتی ہے۔ مرد تو عورتوں کا بھیس بدلیں گے اور عورتیں مردوں کا رُوپ بھرینگی۔ عورتیں گھوڑوں پر زین کَس کَس کے سوار ہوا کرینگی میری اُمت کی اُن عورتوں پر خدا کی لعنت ہوگی۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ واقعات بھی ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوں گے۔ اے سلمانؓ! قسم ہے خدا کی جس کے اختیار میں میری جان ہے۔ مسجدیں سونے چاندی سے آراستہ کی جائیں گی جس طرح یہود و نصارےٰ کی عبادت گاہیں مزین کی جاتی ہیں۔ قرآن پر طلاکاری کی جائے گی۔ مسجدوں کے مینارے بلند کئے جائیں گے۔ اور جماعتوں کی صفیں اُن میں کثرت سے ہوں گی مگر وہ لوگ دلوں میں بُغض اور زبانوں پر اختلاف رکھتے ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں بھی ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوں گی۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں میری اُمت کے مرد سونے سے زینت کریں گے اور حریر خالص و دیبا کے کپڑے اور گندہ کپڑوں کی جگہ (شیراور) چیتے کی کھال تک پہنیں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ کام بھی ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوں گے۔ اے سلمانؓ! خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں لوگ ظاہر بظاہر سُود لینگے اور رشوت لے لے کے بندگانِ خدا کو رنج دیکے معاملات طے کیا کریں گے۔ دینِ اسلام پست و حقیر ہو جائیگا۔ دنیا کو ترقی ہوگی۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اُس زمانہ میں طلاق کی کثرت ہوگی۔ خدا کے احکام مٹائے جائیں گے۔ ان باتوں سے خدا کا کچھ بھی نہ بگڑے گا۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا بیشک ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان

ہے اُس زمانہ میں گانے والیاں اور طرح طرح کے باجے ظاہر ہوں گے اور میری اُمت کے بدکار اُن کی طرف رغبت کریں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے اُمراء تو بغرض سیر و سیاحت حج کو جائیں گے اور اوسط درجہ کے آدمی بغرض تجارت اور فقراء دکھاوے اور شہرت کے لئے۔ اور ایک گروہ ہوگا جو قرآن کو خوشنودی خدا کے لئے نہ سیکھے گا۔ اور باجوں پر قرآن پڑھے گا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو فقہ تو سیکھیں گے مگر خدا کے لئے نہیں اولادِ زنا کثرت سے ہوگی قرآن راگ راگنی میں گایا جائیگا اور وہ لوگ دنیا کے فریفتہ ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں پردہ نشینوں کی آبروریزی ہوگی۔ لوگ گناہوں کے مرتکب ہونگے نیکوکاروں پر بدکار مسلط ہو جائیں گے کھلم کھلا جھوٹ بولیں گے اور آپس میں خوب جھگڑیں گے اور عقلمند روپوش ہو جائے گا۔ اور ایک نسخہ میں یہ ہے کہ فقر و فاقہ ظاہر ہوگا (اچھے اچھے) کپڑے پہن کر فخر کیا کریں گے۔ بے موسم بارش ہوا کرے گی۔ ڈھول اور ستار کو اچھا سمجھیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منکر ہوں گے۔ یہانتک کہ باایمان آدمی اُس زمانہ میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ اور اُس زمانہ کے قاری اور عبادت گزار ایک دوسرے کو ملامت کیا کرینگے پس وہ لوگ قیامت کے دن پلید و نجس محشور ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ سب واقعے بھی ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوں گے۔ اے سلمانؓ! اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے مالدار آدمی کو بھی فقیر کا خوف ہوگا۔ یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ غرباء ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بھیک مانگتے پھرینگے لیکن کوئی شخص اُن کے ہاتھ پر کچھ بھی نہ دھرے گا۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ سب بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اُسی زمانہ میں رُوبیضہ کلام کرے گا۔ سلمانؓ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں رُوبیضہ کیا چیز ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا عوام الناس کے معاملہ میں وہ شخص کلام کریگا جسے بولنے کا بھی سلیقہ نہ ہوگا۔ پس تھوڑے عرصہ کے بعد زمین دھنسنا شروع ہو جائے گی۔ اور ہر شخص یہی خیال کرے گا کہ میرے ہی قریب کی زمین دھس رہی ہے۔ پس جب تک خدائے تعالےٰ کو منظور ہوگا وہ لوگ اسی حال پر رہیں گے۔ بعد اس کے زمین اُن کے سامنے اپنے پارۂ جگر ظاہر کر دیگی یعنی سونا چاندی۔ پھر ستون کی طرف اشارہ کرکے فرمایا زمین سے چاندی اور سونے کے اتنے بڑے بڑے ٹکڑے نکل آئیں گے لیکن اُس وقت وہ سونا اور چاندی اُن کو کچھ بھی نفع

نہ پہنچائے گا۔ (اے سلمانؑ) قولِ باری تعالےٰ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا کا یہی مطلب ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۸۱۴

تفسیر مجمع البیان اور تفسیرِ قمی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ خدائے تعالےٰ نے اُن جناب کو (بوجہ سردار ہونے کے) شیعیانِ علیؑ ابنِ ابی طالب کے گناہوں کا ذمہ وار بنا دیا۔ تاکہ اُن جنابؐ کی خاطر سے شیعوں کے گزشتہ اور آئندہ گناہ بخشدے۔

بعض اہلِ معرفت اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت تو (بدلائلِ عقلیہ ونقلیہ) ثابت ہے۔ آنحضرتؐ سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا (اب رہی یہ بات کہ) اس آیت میں خود آنحضرتؐ کی طرف گناہ کو منسوب کیا گیا تو اُس کی وجہ یہی ہے کہ خطابِ ظاہری تو آنحضرتؐ ہی سے ہے لیکن مراد اُمت ہے چنانچہ مثل مشہور "اِیَّاكِ اَعْنِیْ وَاسْمَعِیْ یَا جَارَۃُ" اس کی مثال ہے۔ اس کا منشاء یہی ہے کہ خطاب تو خاص اور معین شخص سے ہوتا ہے مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس بات کو پاس پڑوس والے بھی سُن لیں (پس آیۂ مذکورہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ ظاہر میں تو گناہ آنحضرتؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور حقیقۃً اُمت کے گناہوں کے بخشنے کی بشارت آنحضرتؐ کو دی گئی ہے) اور "مَا تَقَدَّمَ" سے یہ مراد ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر آنحضرتؐ کے زمانہ تک جتنے مؤمنین ہوں گے اُن کے گناہ بخشے جائیں گے اور "مَا تَاَخَّرَ" کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ سے لیکر قیامت تک جتنے مؤمنین ہوں گے اُن کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اس لئے کہ آدم علیہ السّلام سے لے کر قیامت تک جتنے آدمی ہونگے وہ سب کے سب آنحضرتؐ کی اُمت ہیں حالانکہ حقیقی امت میں وہی ہیں جو آنحضرتؐ کے چلن پر چلتے ہیں۔ آنحضرتؐ سے پہلے جتنی شریعتیں گزریں وہ سب باطن کے لحاظ سے شریعتِ محمدیؐ کے ماتحت ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ اُس وقت میں نبوت پر فائز تھے کہ حضرت آدم علیہ السّلام پیدا بھی نہوئے تھے۔ آنحضرتؐ کا قول "كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ" ترجمہ (میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السّلام مٹی اور پانی میں تھے۔ یعنی اُن کا جسد خاکی بھی تیار نہ ہوا تھا) اس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار اور تمام آدمیوں سے افضل ہیں اور چونکہ آنحضرتؐ کی رسالت تمام آدمیوں کے لئے عام ہے اس لئے خداوند عالم نے فرمایا "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" اور یہ بات تو ضروری ہے ہی نہیں کہ ہر شخص آنحضرتؐ کو دیکھے تب ہی اُس کا شمار اُمتِ محمدیؐ میں ہو جس

طرح آنحضرتؐ نے اپنے ظہور کے زمانہ میں جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کو اپنا نائب بناکر اہل یمن کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اسی طرح مخلوقات سے پہلے انبیاء و مرسلین کو باعتبار "کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَ الطِّیْنِ" انسانوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا بنا بریں جناب آدم علیہ السلام سے لے کر (تا ظہور آنحضرتؐ) ہر ہر نبی کی امت امتِ مصطفوی کہلائی جائے گی۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو بشارت دی کہ وہ مؤمنین کے گزشتہ کے اور آئندہ کے کل گناہ بخش دے گا۔ اس آیت میں بظاہر اگرچہ خطاب آنحضرتؐ ہی سے ہے مگر حقیقتہً امت کی مغفرت مقصود ہے۔ تمام مؤمنین بخشے جائیں گے اور سعادت ابدی پر فائز ہوں گے اس کی وہ وجہیں ہیں اول یہ کہ وہ جنابؐ رحمۃ للعالمین (تمام عالم کے لئے رحمت) ہیں۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ کا مرتبہ تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ سارے بنی آدم پر مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ چنانچہ قولِ باری تعالےٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا الخ (دیکھو صفحہ ۶۸۸ سطر ۳) اس پر دلیل ہے۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّهٰذِهِ الْاُمَّةِ" "ہم نے تم کو اسی مخصوص امت کے لئے مبعوث کیا ہے"۔ بلکہ خدا نے تو یہ خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ تمام آدمیوں کے رسولؐ ہیں اور حضرت آدمؑ سے لے کر تا قیامت جتنے آدمی ہوں گے وہ سب "النّاس" کا مصداق ہیں۔ پس انہی لوگوں کی مغفرت اس آیت میں مقصود ہوگی۔

سیدابن طاؤس علیہ الرحمہ نے یوں روایت کی ہے کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ اور قریش کے نزدیک ہجرت کے پہلے اور بعد جو تمہارا گناہ تھا وہ خدا نے معاف کر دیا۔ اس لئے کہ جب تم نے بغیر لڑائی کے مکہ کو فتح کر لیا اور اُن کو غارت نہ کیا اور اُن کی دیرینہ عداوت اور جنگ کا اُن سے مواخذہ نہ کیا تو اُن لوگوں نے تمہارے گناہ جو اُن کے عقیدے میں تھے بخش دئے اور جبکہ اُنہوں نے دیکھا کہ تم کو اچھی طرح قدرت اور حکومت حاصل ہوگئی تو وہ تمہاری دشمنی سے جو اُن کے دلوں میں تھی درگزرے۔

ابن کثیر نمیی بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن حرب ہلالی حاکم مدینہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! میرے دل میں ایک مسئلہ ہے جسے میں حضور سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُسے تم بیان کروگے یا جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو وہ میں ہی بتا دوں؟ میں نے عرض کی میرے ظاہر کرنے سے پہلے حضور کو میرا سوال کیسے معلوم ہوگیا؟ حضرتؑ نے فرمایا تو شم اور فراست سے۔ کیا تم نے قول باریتعالےٰ نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۲۲

سطر ۶) جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (مومن کی عقل دُور بین سے ڈرتے رہو کہ وہ نورِ خدا کے ذریعہ سے دیکھ لیتا ہے) میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! فرمایئے میرا سوال کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ اس کا کیا سبب ہے کہ جناب علی ابنِ ابیطالب علیہ السلام کعبہ کی چھت پر سے بُتوں کے گرانے کے وقت جنابِ رسولِ خدا کا بوجھ نہ اُٹھا سکے حالانکہ وہ جناب ایسے قوی اور طاقتور تھے کہ کیسے کیسے اُمورِ عجیبہ اُن سے ظاہر ہوئے۔ منجملہ اُن کے ایک کام یہ تھا کہ اُن جنابؑ نے قموصِ قلعۂ خیبر کا دروازہ توڑا اور کواڑ کو جسے چالیس پہلوان نامی نہیں اُٹھا سکتے تھے چالیس ہاتھ دُور پھینک دیا۔ اور جنابِ رسولؐ خدا ناقہ پر سوار ہوتے تھے گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور شبِ معراج براق پر بیٹھ کر بالائے آسمان تشریف لے گئے تو ان جانوروں نے جو علیؑ بن ابیطالب سے قوت و طاقت میں بدرجہا کم ہیں جنابِ رسولؐ خدا کا بوجھ اُٹھا لیا مگر جنابِ علیؑ بن ابی طالب نہ اُٹھا سکے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! خدا کی قسم میں حضور سے یہی دریافت کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن حرب نے پوری حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ ایک دن جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علیؑ! خداوندِ عالم نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا ذمہ دار مجھے بنایا ہے وہ میری خاطر سے اُن کے گناہ بخش دے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

محمد بن سعید مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ آیا جنابِ رسولِ خدا نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا؟ اُس نے جواب دیا کبھی نہیں! میں نے پوچھا قولِ باری تعالےٰ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ کا کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا خدائے تعالےٰ نے اپنے رسول پر شیعیانِ علی بن ابیطالب علیہ السلام کے گناہوں کا بار رکھا۔ پھر اُن جنابؑ کی خاطر سے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۲۰

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اجداد طاہرین سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے خدائے عزّ وجلّ نے ارشاد کیا کہ اے ہمارے رسولؐ! ہم تم سے ایک عہد لینا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی خدایا بیان کر وہ کیا ہے؟ ارشادِ باری ہوا۔ کہ اے حبیب ہمارے! بغور سنو! تمہارے بعد علیؑ ابن ابی طالب ہدایت کا نشان اور میرے دوستوں کا امام اور میرے فرمانبردار بندوں کا نور اور کلمۃ التقوےٰ ہے جو متقیوں پر لازم کیا

کیا ہے جس نے اُس سے دوستی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دوستی کی اور جس نے اُس سے دشمنی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دشمنی کی۔ اے رسولؐ! تم علیؑ ابنِ ابیطالب کو یہ خوشخبری سُنا دو۔

مالک ابنِ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولا جنابِ امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیہ "وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا" میں کلمۃ التقوےٰ سے کیا مراد ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا ولایتِ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام۔

تفسیرِ قمی میں علی ابن ابراہیم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں بروایتِ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام تحریر کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب شبِ معراج مجھے آسمان پر لے گئے تو باوجود اپنی بلندی کے آسمان میری نظر میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سوار اپنی راہ سے جسے وہ ایک دن میں طے کر سکے سوئی کے ناکے کو دیکھے۔ اُسوقت میرے پروردگار نے علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں چند کلموں کا مجھ سے عہد و پیمان لیا اور فرمایا اے محمدؐ! سُنو! علیؑ ابن ابیطالب متقیوں کا امام ہے اور نورانی پیشانی والوں کا قسر ہے۔ اور مومنوں کا سردار ہے۔ حالانکہ ظالموں کا سردار مال ہوتا ہے اور علی ابن ابیطالب میرا وہ کلمہ ہے جو میں نے متقیوں پر لازم کر دیا ہے اور وہ اس کے حقدار بھی ہیں۔ پس تم یہ بشارت اُن کو سُنا دو۔ جناب امامؑ فرماتے ہیں کہ جونہی جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کو یہ بشارت سُنائی تو وہ جناب سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ پھر عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا میرا وہاں بھی ذکر ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! خدائے عزوجل رفیقِ اعلےٰ میں تمہاری تعریف کیا کرتا ہے اور تمہارا ذکر وہاں بھی ہوتا ہے۔

قریب قریب یہی روایت جنابِ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتابِ اختصاص میں فرمائی ہے۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے مروی ہے کہ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر طلب کیا گیا اور وہاں سے سدرۃ المنتہےٰ پر پہنچا اور حجابِ قدرت کے سامنے کھڑا ہوا تو مجھ سے ارشاد باری ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے عرض کی لَبَّيْكَ يَا رَبِّ وَسَعْدَيْكَ اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ ارشاد ہوا تم نے میرے بندوں کا امتحان لیا۔ اُن کو آزمایا۔ سب سے زیادہ کس کو اپنا مطیع پایا؟ میں نے عرض کی پروردگار! علیؑ ابنِ ابیطالب کو! ارشاد ہوا۔ تم سچ کہتے ہو۔ اے رسولؐ! تم نے علیؑ ابن ابیطالب کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تاکہ وہ تمہارے بعد تمہارے حقوق ادا کرے اور میرے بندوں کو قرآن کے معنی سکھائے جن سے وہ ناواقف ہیں۔ میں نے عرض کی خدایا ابھی تو مقرر نہیں کیا۔ الٰہی! اگر تیری منشاء یہی ہے تو تو علیؑ کو منتخب کرے۔ ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے علیؑ کو پسند کیا۔ اب تم اُس کو اپنا خلیفہ اور وصی قرار دو۔ میں نے اپنا علم

حلم اُس کو عطا کیا۔ وہ تمام مومنوں کا امیر ہے اُس سے پہلے یہ منزلت کسی کو نہیں ملی اور نہ بعد والوں کو ملیگی۔ اے محمدؐ! علی بن ابیطالب ہدایت کا علم ہے اور جو میری اطاعت کریں گے اُن کا امام ہے اور میرے اولیاء کا نور ہے اور وہی وہ کلمۃ التقویٰ ہے جو میں نے تمام پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے۔ جس نے علیؑ سے دوستی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دوستی کی اور جس نے اُس سے دشمنی رکھی۔ اُس نے یقیناً مجھ سے دشمنی رکھی۔ اے محمدؐ! تم علیؑ بن ابیطالب کو یہ خوشخبری سُنا دو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولؐ خدا نے اُن جنابؑ کو بشارت دی تو یہ سُنکر اُن جنابؑ نے عرض کی میں خدا کا بندہ ہوں۔ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوں۔ اگر وہ مجھ پر عذاب کرے تو اُس کا سبب میرے گناہ ہوں گے۔ خدا کا مجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور اگر وہ اپنے وعدے جو مجھ سے کئے ہیں پورے فرمائے تو وہ میرا مالک ہے۔ پس جنابِ رسولؐ خدا نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ! تو قلبِ علیؑ کو اپنے ایمان کی جائے بہار مقرر فرما۔ ارشادِ باری ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے تمہاری دعا قبول کی مگر میں علیؑ بن ابیطالب کی آزمائش ایسی بلا سے کروں گا کہ ویسی بلا سے آج تک اپنے کسی دوست کا امتحان نہ لیا ہوگا۔ میں نے عرض کی خدایا! یہ تو میرا بھائی اور مصاحب ہے۔ ارشادِ باری ہوا میرے علم میں پہلے ہی گزر چکا ہے کہ علیؑ کا امتحان ہوگا اور اُس کے بارے میں دوسروں کی آزمائش ہوگی۔ اگر علیؑ ابنِ ابی طالب نہ ہوتے تو میرے دوستوں کی اور میرے رسولؐ کی شناخت ہی نہ ہوتی۔

ابوہریرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا کو یہ فرماتے سُنا کہ خدا نے مجھ سے علیؑ کے بارے میں عہد لیا۔ میں نے عرض کی اے میرے اللہ! مجھ سے بیان تو کر دے وہ کیا بات ہے؟ ارشاد ہوا علیؑ بن ابیطالب کو خبر دے دو کہ وہ امیر المؤمنین ہے اور اوصیاء مرسلین کا سردار اور ہر شخص کا حاکم اور وہ وہ کلمہ ہے جو میں نے پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۲۱

تفسیر برہان میں بعد نقل اُس حدیث کے جو ہم نے اماؔلی سے حاشیہ میں درج کی ہے یہی حدیث بطریقِ مخالفین علامہ موفق ابنِ احمد سے جنہوں نے بطریقِ مرفوع حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے درج کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس یہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا تھا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ تو آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا سفید نور کا ایک علم سج کر تیار کیا جائے گا اور ایک منادی یہ ندا دیگا کہ ضرور ہے کہ کل مومنوں کا سردار

اور اُس کے ساتھ وہ لوگ جو بعد جنابِ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کے ایمان لائے ہوں وہ سب کھڑے ہو جائیں اُس وقت علی بن ابیطالب علیہ السّلام کھڑے ہو جائینگے اُس وقت وہ سفید نور والا علم اُن کے دستِ مبارک میں دے دیا جائیگا۔ اُس کے پیچھے کل سبقت کرنے والے مہاجرین اوّلین سے ہوں تو اور انصار سے ہوں تو حاضر ہونگے۔ کوئی غیر اُن کے ساتھ نہ ہوگا (علیؑ اس عَلَم کو لئے ہوئے اُس مقام پہ پہنچیں گے جہاں اُن کے لئے ایک منبر نور نصب ہوگا) تا آنکہ وہ حضرت ربّ العزّت کے اُس منبرِ نور پر جلوس فرمائیں گے اور ایک ایک کرکے وہ سارا مجمع اُن حضرتؑ کی حضور میں پیش کیا جائے گا اور ہر ایک کو وہ حضرتؑ اُس کا اجر عطا فرماتے جائیں گے۔ جب آخری شخص تک پیش ہو چکے گا تو اُن سب سے یہ کہا جائیگا کہ اب تم کو اپنی حالت معلوم ہو چکی اور جنّت میں جو مکانات تمہارے لئے مہیا ہیں وہ بھی معلوم ہو گئے۔ اب تمہارا مالک تم سے یہ کہتا ہے کہ میرے پاس تمہارے لئے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔ اس سے مراد جنّت ہے (اس اعلان کے بعد) جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور سب لوگ اُن کے عَلَم کے سایہ میں اُن کے ساتھ ساتھ چلے جائیں گے تا آنکہ وہ حضرتؑ اُن سب کو جنّت میں پہنچا دیں گے۔ پھر اپنے منبر کی طرف واپس آئیں گے (اُس پر دوبارہ جلوس فرمائیں گے) اور مومنوں کے دوسرے گروہ (نمبر بہ نمبر) اسی طرح اُن حضرتؑ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور اُن میں سے ہر ایک اپنا اپنا حصّہ لیتا جائے گا اور جنّت میں پہنچتا جائیگا۔ اور بہت سے لوگ جہنّم کے کنارے کھڑے چھوڑ دئے جائیں گے (جنابِ رسولِ خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ) خدائے تعالےٰ کا یہ قول وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (دیکھو صفحہ ۸۶۱ سطر ۸) تو اُن اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں۔ ایمان لانے والوں اور ولایتِ علیؑ مرتضٰے کے تسلیم کرنے والوں کے لئے ہے۔ اور (اُس سے آگے کا ٹکڑا) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اُن لوگوں کے لئے ہے جو کفر کریں گے اور ولایت کو جھٹلائیں گے اور حق علیؑ مرتضٰے کو نہ مانیں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۲۱

الجوامع میں ابن عبّاس سے مروی ہے۔ کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ثابت بہت بہرے آدمی تھے اور آواز بھی اُن کی نہایت کرخت اور بلند تھی اور وہ بات کرنے میں بیحد چیختے تھے جس سے جنابِ رسولِ خدا کو اکثر اذیّت ہوتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت نے حضوری خدمتِ رسولؐ سے کنارہ کیا۔ آنحضرتؐ نے اُن کو تلاش

کرایا۔ اُنہوں نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے ثابت کو طلب کر کے نہ آنے کا سبب پوچھا۔ ثابت نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ آیت نازل ہو چکی ہے اور میری آواز کرخت اور بھدی ہے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جائے۔ جس کی وجہ سے میرے اعمال مٹی میں مل جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ثابت! تم نیک آدمی ہو۔ جب تک تمہاری زندگی ہے نیکی پر رہو گے اور انجام بھی تمہارا بخیر ہوگا۔ تم اہلِ جنت سے ہو۔

تفسیر جنابِ امام حسن عسکری علیہ السّلام میں ہے کہ قولِ باری تعالےٰ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا کی تفسیر بیان کرنے کے وقت جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب جنابِ رسولؐ خدا مدینہ میں تشریف لائے اور مہاجرین و انصار کثرت سے آنحضرتؐ کے گرد جمع ہونے لگے تو اثنائے گفتگو میں وہ لوگ آنحضرتؐ سے اس طرح خطاب کرتے تھے جو آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ہوتا تھا۔ اور آنحضرتؐ اُن لوگوں پر بے حد مہربانی فرماتے تھے اور رحم دلی سے پیش آتے تھے۔ جب آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الخ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ ہر شخص کی گفتگو کے وقت اس کا لحاظ کرنے لگے۔ اگر کسی کی آواز بلند پاتے تھے تو اُس سے اتنی آواز سے باتیں کرتے تھے کہ اُس کی آواز آنحضرتؐ کی آواز پر بلند نہ ہو جائے تاکہ اُس کی سزا میں اُس کے اعمال ضائع نہ ہوں۔ آنحضرتؐ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے تھے کہ لوگوں کے گناہ دُور ہو جائیں یہاں تک کہ ایک دن ایک بدّو نے دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر بہت زور سے پکارا۔ یا محمدؐ! آنحضرتؐ نے اُس کو اُس کی آواز سے زیادہ بلند آواز میں جواب دیا تاکہ اُس کے ذمہ آواز بلند کرنے کا گناہ نہ لازم ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۲۳

کافی میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنگِ بصرہ کے دن اس آیت کی تاویل ظاہر ہوئی (بنا بر تاویل) اہلِ بصرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس لئے کہ وہ لوگ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے باغی ہو گئے تھے۔ پس اُن جناب پر اہلِ بصرہ سے لڑنا اور اُن کو قتل کرنا اُس وقت تک ضروری تھا کہ وہ لوگ حکمِ خدا کی طرف لوٹ آئیں اور اگر وہ حکمِ خدا کی طرف رجوع نہ کرتے تو اُن جنابؑ پر اُن لوگوں کے قتل سے تلوار نہ روکنا اُس حد تک لازم تھا کہ وہ لوگ اپنی اپنی رایوں سے عدول کر کے خدا کی طرف رجوع کر لیتے۔ کیونکہ وہ لوگ اوّل تو اُن جنابؑ سے برغبت بیعت کر چکے تھے پھر باغی ہو گئے تھے۔ اور جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام

پر یہ بھی واجب تھا کہ اہلِ بصرہ پر جب فتح حاصل ہو جائے تو وہ جناب موافقِ حکمِ خدا اُن لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں۔ جیسا کہ جناب رسولِ خدا نے بعد فتح اہلِ مکہ پر احسان کیا اور اُن کی خطائیں بخش دیں۔ بعینہٖ یہی برتاؤ بے کم و کاست جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کا اہلِ بصرہ کے ساتھ ہوا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۲۳

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا حقیقی بھائی ہے اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے مؤمنین کو جنّت کی مٹّی سے پیدا کیا ہے اور اُن کی صورتوں میں جنّت کی ہوا پھونکی ہے اس لئے گویا وہ حقیقی بھائی ہوئے۔

البصائر میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (مومن نورِ خدا کے ذریعہ سے دیکھتا ہے) ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے مومن کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور اپنے دریائے رحمت میں اُن کو غوطہ دے کر ہماری ولایت کا اُن سے عہد و پیمان لیا ہے۔ جس دن کہ خدائے تعالےٰ نے اپنی معرفت اُن پر الہام کی۔ پس ایک مومن دوسرے مومن کا مادری اور پدری بھائی ہے۔ باپ اُنکا نور ہے اور ماں اُن کی رحمتِ خدا ہے۔ اور اِسی نور کے ذریعہ سے وہ دیکھتے ہیں جس سے اُن کی خلقت ہوئی ہے۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی ۔ ایک وجہ مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تمام مؤمنین جنابِ رسولِ خدا اور جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور یہ دونوں اِن سب کے باپ ہیں چنانچہ جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! میں اور تم دونوں اِس اُمّت کے باپ ہیں۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مؤمنین سب کے سب ایمان میں شریک ہیں جو حیاتِ ابدی کا باعث ہے۔

ابنِ مغازلی شافعی نے مناقب میں بروایت حضرت حذیفہ یمانی روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے مہاجرین و انصار میں مواخات قرار دی اور ہر شخص کو اُس کے مثل و نظیر کا بھائی بنایا۔ پھر حضرت علیؑ ابنِ ابی طالب کا ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا (ایہا الناس!) یہ میرا بھائی ہے۔ حذیفہ یمانی کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا تمام رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور پروردگارِ عالم کے رسولؐ ہیں۔ جن کی ساری دنیا میں نہ مثل ہے نہ نظیر اور علیؑ ابنِ ابیطالب اُن حضرتؐ کے بھائی ہیں۔ (اب علیؑ کا مرتبہ سوچ لو!)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۲۸

الجوامع میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ نیکیاں لکھنے والا آدمی کے داہنے کندھے پر

ہے اور بدیاں لکھنے والا بائیں پر اور داہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے کا افسر ہے۔ جس وقت آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ فرشتہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب وہ بندہ بدی کا مرتکب ہوتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ گناہ لکھنے والے سے کہتا ہے کہ اے فرشتے! تو اس کو سات گھنٹے کی مہلت دیدے۔ شاید یہ شخص تسبیح پڑھ لے یا استغفار کرے۔

فضیل بن عثمان مراوی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں گی تو ان کی وجہ سے خدائے تعالے اس کو ہلاک نہ کرے گا (یعنی جہنم میں نہ ڈالے گا) مگر یہ کہ وہ شخص مخالفتِ اہل بیت کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ کوئی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے۔ پس اگر اس نے وہ کام نہ کیا تو بھی اس کی نیک نیت کی وجہ سے ایک نیکی اس کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھی جائے گی اور اگر وہ کام کر لیا ہے تو (کم از کم) دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ جو شخص برا کام کرنے کا قصد کرے۔ پس اگر اس نے وہ کام نہ کیا تو کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور اگر مرتکب ہوگیا تو اس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جائے گی اور نیک اعمال لکھنے والا فرشتہ اعمالِ بد لکھنے والے فرشتہ سے جو بائیں طرف رہتا ہے کہتا ہے کہ ابھی اس کی بدی لکھنے میں جلدی نہ کر۔ شاید کہ یہ اس عرصہ میں کوئی نیکی کر لے جس سے وہ بدی محو ہو جائے۔ یا شاید یہ شخص استغفار کر لے۔ تیسرے یہ کہ اگر اس بندہ نے برا کام کرنے کے بعد کوئی نیک کام کر لیا تو آیۂ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ کی رو سے وہ بدی نہ لکھی جائے گی۔ چوتھے یہ کہ جو شخص بدی کرنے کے بعد توبہ میں یہ پڑھے:۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ تو اس کے نامۂ اعمال میں کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اور اگر گناہ کیے ہوئے سات گھنٹے گزر گئے اور اس عرصہ میں نہ اس نے کوئی نیک کام کیا اور نہ استغفار پڑھا تو کاتبِ اعمالِ نیک کاتبِ اعمالِ بد سے کہتا ہے کہ اس بدبختِ مردم کے نامۂ اعمال میں یہ بدی درج کر لو۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فرشتہ اسی دعا یا تلاوتِ قرآن کو نامۂ اعمال میں درج کرتا ہے جس کو وہ سنتا ہے۔

زرارہ نے جناب امام محمد باقر جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ فرشتہ انہی باتوں کو لکھتا ہے جن کو وہ سنتا ہے اور خدائے تعالے جو یہ فرماتا ہے کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً (دیکھو صفحہ ۲۸۰ سطر ۱۰) چونکہ یہ امر

مخفی ہے اس کی عظمت اتنی ہے کہ اس کے ثواب کو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

جناب امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہیں جو اُس کی باتوں کو لکھتے ہیں۔ پھر وہ دونوں اپنے دو افسروں کے پاس لے جاتے ہیں۔ پس وہ دونوں افسر خیر و شر کو برقرار رکھتے ہیں۔ باقی کو نکال دیتے ہیں۔

ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہوا میں ایک فرشتہ ہے۔ اسمٰعیل اُس کا نام ہے۔ وہ تین لاکھ فرشتوں کا افسر ہے کہ اُن میں کا ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔ یہ سب کے سب بندگانِ خدا کے اعمال شمار کرتے ہیں۔ جب سال ختم ہو جاتا ہے تو خداوندِ عالم ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے اُس کا نام سجل ہے۔ یہ فرشتہ اُن سب کے لکھے ہوئے کو لکھ لیتا ہے۔ اُس فرشتہ کا ہونا قولِ باری تعالےٰ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ (دیکھو صفحہ ۵۲۷ سطر ۶) سے ظاہر ہوتا ہے۔

کافی میں ہے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے بابا! جس وقت کوئی بندہ نیکی یا بدی کا ارادہ کرتا ہے تو آیا اُس کا علم کاتبانِ اعمال کو ہو جاتا ہے؟ حضرت نے فرمایا یہ تو بتاؤ کیا خوشبو اور بدبو دونوں کی ایک سی حالت ہوتی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی سانس سے خوشبو نکلتی ہے تو اُس وقت داہنی طرف والا بائیں جانب والے فرشتہ سے کہتا ہے اٹھ کھڑا ہو کہ اس نے نیکی کا قصد کیا ہے۔ اور جب وہ اُس نیک کام کو کر لیتا ہے تو اُس فرشتہ کی زبان بجائے قلم اور لعابِ دہن بجائے سیاہی ہو جاتا ہے اور وہ نیکی لکھ لی جاتی ہے۔ اور جب وہ بندہ بدی کا قصد کرتا ہے تو اُس کی سانس سے بدبو نکلتی ہے۔ اُس وقت بائیں طرف والا داہنی طرف والے فرشتہ سے کہتا ہے ابھی ٹھہر جاؤ کہ اس نے بدی کا قصد کیا ہے پس اگر وہ بندہ اُس گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے تو فرشتہ کی زبان بجائے قلم اور لعابِ دہن بجائے سیاہی ہو جاتا ہے اور گناہ اُس کا درج کر لیا جاتا ہے۔

ابو بصیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ پس اگر وہ اس عرصہ میں تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کہہ لے تو گناہ نہ لکھا جائے گا۔

ایک مرتبہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو بندۂ مومن گناہ کرتا ہے تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں اُس نے خدا سے طلبِ

مغفرت کرلی تو گناہ درج نہ ہوگا اور اگر یہ سب وقت گزر گیا اور اُس نے طلبِ مغفرت نہ کی تو ایک بدی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی اور مؤمن کو بیس برس کے بعد بھی اگر اپنا گناہ یاد آجائے اور وہ خدا سے طلبِ مغفرت کرلے تو خدائے تعالےٰ اُس کو بخش دے گا اور کافر وقت کے وقت بھول جائے گا اور پھر اُسے خیال بھی نہ آئے گا۔ اس حدیث کے اوّل حصّہ کا ذکر سُنکر عباد بصری اُن جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو بندہ بھی کوئی گناہ کرے تو خدائے تعالےٰ اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دیتا ہے۔ فرمایا میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ میں نے تو یوں کہا تھا کہ جو بندۂ مومن کوئی گناہ کرے (تو اُسے خدائے تعالےٰ سات گھنٹے کی مُہلت دیتا ہے)۔

بُکیر نے جناب امام جعفر صادق یا جنابِ امام محمد باقر علیہما السّلام سے روایت کی ہے۔ کہ آدم علیہ السّلام نے درگاہِ خدا میں عرض کی خدایا تو نے شیطان کو مجھ پر (میری اولاد پر) مسلّط کیا۔ یہانتک کہ تو نے اُس کو ہر رگِ خون میں دوڑا دیا ہے تو تو مجھے بھی کچھ قوّت دے۔ ارشاد ہوا اے آدم میں نے تمہارے لئے یہ قرار دیا ہے کہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی بدی کا ارادہ کرے گا اُس کے ذمّے کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور اگر وہ مرتکب ہو جائے گا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور جو شخص نیکی کا قصد کرے گا اور اُسے بجا نہ لائے گا تو بھی ایک نیکی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔ اور اگر وہ نیکی کرے گا تو (کم از کم) دس نیکیاں درج کی جائیں گی۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی الٰہی! کچھ اَور بڑھا دے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے اُن کے لئے توبہ بھی قرار دی۔ اور توبہ کو اتنی وسعت دی کہ اگر وہ لوگ اُس وقت تک بھی توبہ کرلیں کہ اُن کا دم اُن کے گلے میں آگیا ہو تو بھی میں قبول کرلوں گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی خداوندا! بس کافی ہے۔

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے مجھے ترشروئی سے ملاحظہ فرمایا۔ میں نے عرض کی اے مولا! کیا سبب ہے کہ حضور مجھ سے (اتنی جلد) متغیّر ہو گئے۔ فرمایا وہی سبب ہوا جس نے تم کو برادرانِ ایمانی سے متغیّر کر دیا۔ اے اسحاق! میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنے دروازہ پر دربان بٹھا دیا ہے جو فقرائے مؤمنین کو تمہارے پاس جانے سے باز رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ مجھے شہرت کا خوف ہے (اس لئے میں نے یہ تدبیر کی ہے) حضرتؑ نے فرمایا۔ اے اسحاق! تم شہرت سے تو ڈر گئے لیکن تم کو بلاؤں سے خوف نہیں ہوتا یا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جب دو مومن آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو خداوندِ عالم اُن دونوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص اُن دونوں میں سے اپنے دوست سے زیادہ

محبت کرتا ہے تو اُس سے رحمتِ خدا کے ننانوے حصے متعلق ہوتے ہیں اور جب یہ دونوں ایک جگہ کھڑے ہوتے ہیں تو رحمتِ خدا میں شرابور ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ دونوں باتیں کرنے کے لئے بیٹھنے لگتے ہیں تو محافظ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ شاید یہ دونوں کسی خفیہ معاملہ میں گفتگو کریں۔ پس اُن دونوں پر ایک پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ میں نے مرض کی خدا تو یہ فرماتا ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (اور حضور نے یہ فرمایا کہ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں) حضرت نے جواب دیا کہ اے اسحاق! محافظ تو اُس وقت نہیں سنتے لیکن پوشیدگیوں کا جاننے والا سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

سدیر صیرفی کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن جناب کے پاس ابوبصیر اور میسرہ اور دیگر اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں اپنی جگہ بیٹھ گیا تو حضرت نے میری جانب متوجہ ہو کے فرمایا اے سدیر آگاہ ہو جا ہمارا دوست اُٹھتے بیٹھتے۔ سوتے (جاگتے) جیتے مرتے خدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ میں نے عرض کی اے مولا! روحی لک الفدا! اُٹھتے بیٹھتے اور جیتے (جاگتے) عبادت کا کرنا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے مگر سوتے اور مرتے وہ اللہ کی عبادت کیسے کرتا ہے؟ حضرت نے جواب دیا جب ہمارا دوست سو جاتا ہے۔ پس جب وقتِ نماز داخل ہوتا ہے تو وہ فرشتے جو اُس پر مقرر ہیں زمین پر وہ پیدا ہوئے ہیں کبھی وہ آسمان پر نہیں گئے نہ اُنہوں نے آسمانی فرشتوں کو دیکھا اُس کے قریب نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اُن کی ایک نماز ثواب میں آدمیوں کی ایک ہزار نمازوں کی برابر ہوتی ہے۔ اس عبادت کا ثواب اُس مؤمن کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور جب ہمارا کوئی دوست مر جاتا ہے تو اُس کے دونوں محافظ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں خدایا تجھے خوب معلوم ہے کہ تیرا فلاں بندہ مر گیا۔ اب تو ہم کو اجازت دے کہ ہم آسمان پر یا اطرافِ زمین پر تیری عبادت بجا لائیں۔ ارشادِ باری ہوتا ہے کہ آسمان پر اور زمین کے اطراف پر میری عبادت کرنے والے بہت ہیں۔ مجھے تمہاری عبادت کی ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا بندہ محتاج ہے۔ ہمیں اُس کی محبت ہے۔ یہ دونوں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو کس لئے اُس کو دوست رکھتا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اُن لوگوں میں سے ہے جن سے ہمارے رسول محمدؐ نے اور اُن کے وصی نے اور اُن دونوں کی ذریت نے اپنی ولایت کا عہد و پیمان لیا تھا اُس نے اُسے پورا کر دیا) سو اب تم دونوں زمین پر ہمارے دوست کی قبر پر جاؤ اور اُس کے لئے قیامت تک نمازیں پڑھتے رہو جب تک کہ میں اُسے اُٹھاؤں۔ پس وہ دونوں فرشتے اُترتے ہیں اور اُس کی قبر کے پاس اُس وقت تک نماز پڑھتے رہیں گے جب تک کہ خدائے تعالیٰ اُسے

پھر اُٹھائے اور اُن دونوں کی نمازوں کا ثواب اُس بندۂ مومن کے نامۂ اعمال میں لکھا جایا کرے گا۔ حالانکہ اُن دونوں کی نماز کی ایک ایک رکعت ثواب میں آدمیوں کی ایک ایک ہزار نمازوں کی برابر ہے۔ سُدیر کہتے ہیں یا ابن رسولؐ اللہ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں تو اس صورت میں تو آپ حضرات کا دوست نیند اور موت کی حالت میں بہ نسبت جیتے جاگتے ہونے کے زیادہ عبادت کرنے والا ہوا! یہ سُنکر حضرتؑ نے فرمایا اے سُدیر! ہاء! ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا دوست چونکہ خدائے عزوجل پر ایمان رکھتا ہے اس لئے قیامت کے دن وہ خاص امانِ خدا میں ہوگا۔ (قولِ مترجم) مطلب اس کا یہ ہے ایمان کی منزلت جو جیتے جاگتے ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔ فرشتوں کی عبادت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۸۲۸ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ خدا سے دعا مانگو تو وسیلہ کا واسطہ دے کر دعا کیا کرو۔ اصحاب نے عرض کی وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ جنت میں میرا درجہ ہے جس کی ایک ہزار سیڑھیاں جواہر کی۔ ایک ہزار زبرجد کی۔ ایک ہزار سفید موتی کی۔ ایک ہزار سونے کی۔ ایک ہزار چاندی کی ہوں گی۔ روزِ قیامت انبیاء کے درجوں کے ساتھ نصب کیا جائے گا۔ انبیاء کے درجوں میں اُس کی وہ حالت ہوگی جو ستاروں میں چاند کی ہوتی ہے۔ اُس دن کوئی نبی۔ کوئی شہید اور کوئی صدیق ایسا نہ رہے گا جو یہ نہ کہے کہ خوشا نصیب اُس کا جسے یہ درجہ عنایت ہوگا۔ پس ایک منادی ندا کرے گا جس کی آواز تمام انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور مؤمنین سُن لینگے کہ یہ درجہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ پھر میں اُس مقام پر ایسے حال میں آؤں گا کہ لباسِ نورانی میرے بدن پر اور تاجِ شاہی میرے سر پر ہوگا جس پر یہ عبارت کندہ ہوگی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ بِاللّٰہِ" جس وقت ہم دونوں انبیاء کی طرف سے گزریں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں مقربِ بارگاہِ احدی فرشتے ہیں۔ اور جب فرشتوں پر ہمارا گزر ہوگا تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں وہ فرشتے ہیں جنہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہم اِن کو پہچانتے ہیں۔ اور کچھ فرشتے یہ کہینگے کہ یہ دونوں نبی مرسل ہیں۔ پس میں اُس درجہ پر چڑھ جاؤنگا اور علیؑ بن ابیطالب میرے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ میں سب سے اُوپر والے زینہ پر اور علیؑ بن ابی طالب ایک سیڑھی نیچے بیٹھیں گے۔ اُن کے ہاتھ میں میرا عَلَم ہوگا۔ اُس وقت تمام انبیاء اور مؤمنین اپنے اپنے سر اُٹھا کر ہماری طرف دیکھیں گے اور کہیں گے خوشا حال ان دونوں بندوں کا۔ یہ دونوں خدا کے نزدیک کیسے بزرگ مرتبہ ہیں۔

پس ایک مُنادی ندا کرے گا جس کی آواز سارے انبیاء اور تمام مخلوقِ خدا سُن لے گی کہ یہ میرا حبیب محمدؐ (مصطفٰے) ہے اور یہ میرا ولی علیؑ (مرتضٰے) ابنِ ابی طالب ہے۔ خوشا حال اُس کا جو اِسے دوست رکھے اور وائے ہے اُس پر جو اُس کا دشمن ہو اور جس نے اِس کو جھٹلایا ہو۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے علیؑ! اِس آواز کو سُنتے ہی جتنے تمہارے دوست میدانِ حشر میں ہوں گے وہ سب کے سب خوش ہو جائیں گے۔ چہرے اُن کے روشن۔ دِل اُن کے مسرور ہو جائیں گے۔ اور جتنے دشمن ہوں گے یا تم سے اُنہوں نے جنگ کی ہوگی یا تمہاری ولایت کا انکار کیا ہوگا اُن سب کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ قدم اُن کے لغزش کرنے لگیں گے۔ پس میرے پاس دو فرشتے ایک رضوان خازنِ جنّت۔ دوسرا مالک خازنِ دوزخ آئیں گے۔ اوّل رضوان آگے بڑھیگا اور مجھ پر سلام کریگا اور کہیگا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! میں اُس کو جوابِ سلام دیکے دریافت کرونگا اَے خدا کے بزرگ۔ خوبرو۔ بوئے خوش والے فرشتے تو کون ہے؟ تیرا کیا نام ہے؟ وہ جواب دیگا میں رضوان خازنِ جنّت ہوں۔ مجھے حکمِ پروردگارِ عالم پہنچا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں بہشت کی کُنجیاں حاضر کردوں۔ یارسول اللہ! لیجئے یہ کُنجیاں حاضر ہیں۔ میں کہوں گا میں نے اپنے پروردگار کے عطیہ کو قبول کیا۔ میں اُس کی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج کے دن اُس نے مجھے فضیلت دی۔ اے رضوان! تم یہ کُنجیاں میرے بھائی علیؑ ابنِ ابیطالب کو دے دو۔ پس وہ علیؑ ابنِ ابیطالب کو کنجیاں دے کر چلا جائے گا۔ پھر مالکِ دوزخ آگے آئے گا اور وہ بھی مجھے سلام کرے گا۔ اور یوں کہے گا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ میں جوابِ سلام دے کر دریافت کروں گا کہ تیری صورت کیسی ڈراؤنی ہے۔ تیرا چہرہ کس قدر خوفناک ہے۔ اے فرشتے! تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا میں دوزخ کا خزانہ دار ہوں۔ مجھے حکمِ پروردگارِ عالم پہنچا ہے کہ میں دوزخ کی کُنجیاں آپ کے حوالے کردوں۔ میں جواب دوں گا میں نے اپنے پروردگار کے ہدیہ کو قبول کیا۔ میں اُس کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اُس نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی اور مجھے یہ فضیلت و بزرگی بخشی۔ اے مالک! تو یہ کُنجیاں میرے بھائی علیؑ ابنِ ابی طالب کو دے دے۔ پس وہ فرشتہ ساری کُنجیاں علیؑ ابنِ ابی طالب کو دے کر واپس چلا جائے گا۔ علیؑ ابن ابی طالب جنّت و جہنم کی کُنجیاں لئے ہوئے جہنم کے کنارے آئیں گے اور اُس کی باگ اپنے ہاتھ میں لینگے دوزخ میں جوش پیدا ہوگا اور شعلے بھڑکنے لگیں گے اور جہنم سے آواز آئے گی کہ اے علیؑ! یہاں سے ہٹ جائیے کہ آپ کے نور نے میرے شعلوں کو بجھا دیا۔ پس علیؑ ابنِ ابیطالب دوزخ کو حکم دیں گے کہ یہ میرا دوست ہے اِس کو چھوڑ دے اور یہ میرا دشمن ہے اِس کو کھینچ

لے۔ جہنم اُس دن علیؑ ابن ابی طالب کا اس درجہ فرمانبردار ہوگا کہ تم میں سے کسی کا غلام بھی اُس کی اتنی اطاعت نہیں کرتا۔ اور اگر کسی کو حکم دیں گے کہ اسے دائیں طرف لے جاؤ اُسے دائیں طرف لے جائے گا اور اگر کسی کی نسبت یہ چاہیں گے کہ بائیں طرف لے جائے تو اُسے بائیں طرف لے جائے گا۔ اور جہنم علیؑ ابن ابیطالب کا اُس دن اتنا مطیع ہوگا کہ تمام مخلوق کے بارے میں جو حکم دیں گے اُسی کی اطاعت کرے گا۔ سبب یہ کہ علیؑ ابن ابیطالب ہی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

امالی میں ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے آیہ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت میری شان میں اور علیؑ ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب قیامت آئے گی تو اُس دن خداوند عالم مجھے اور اے علیؑ! تم کو لباس شفاعت سے آراستہ کر کے فرمائے گا تم دونوں ہر اُس شخص کو جس نے تم سے بُغض رکھا جہنم میں پہنچا دو اور ہر اُس شخص کو جس نے تم سے محبت رکھی جنت میں پہنچاؤ۔ کیونکہ اصلی مؤمن وہی ہے (جو تم دونوں سے محبت رکھے)۔

مُفضل بن عمرو نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے میں قسیم جنت و نار ہوں۔ میں فاروق اکبر ہوں۔ اور میں صاحب عصا و میسم ہوں۔

مفضل بن عمرو نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے مولا! جناب امیر المؤمنین قسیم جنت و نار کیوں ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ اُن سے محبت کرنا ایمان ہے اور اُن سے بُغض رکھنا کفر ہے اور جنت تو مومنوں کے لئے اور دوزخ کافروں کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ پس وہ جناب اس وجہ سے بھی قسیم جنت و نار ہیں کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جو اُن سے محبت رکھتا ہوگا اور دوزخ میں وہی جائے گا جو اُن حضرت سے دشمنی رکھتا ہوگا۔ مفضل کہتے ہیں میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! کیا انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام سب اُن جناب کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن سب اُن جناب سے دشمنی کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی کیونکر؟ فرمایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ کہ جناب رسولؐ خدا نے جنگ خیبر میں فرمایا تھا کہ میں کل کے دن علم ایسے شخص کو دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں (وہ کرار غیر فرار ہے) وہ اِدھر رُخ نہ کرے گا جب تک کہ خدائے تعالے اُس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ کر دے۔ پس (دوسرے دن) جناب رسولؐ خدا نے علم لشکر جناب امیر المؤمنین کو عطا فرمایا۔ اور خداوند عالم نے اُن جناب کے دونوں ہاتھوں پر قلعہ خیبر کو فتح کر دیا؛ میں نے عرض کی اے مولا! یہ تو مجھے خبر ہے۔ حضرت نے فرمایا اے مفضل! کیا تم کو

یہ معلوم نہیں ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص پرندہ کا بھنا ہوا گوشت لایا تو آنحضرتؐ نے درگاہِ خدا میں عرض کی الٰہی تو میرے ہمراہ کھانے کے لئے اُس شخص کو بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو۔ اور اس سے مراد جنابِ علی علیہ السلام تھے ؛ میں نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہوا۔ حضرتؐ نے فرمایا پس تم سمجھ لو کہ جس شخص کو خداؤ رسول دوست رکھتے ہوں اور وہ خداؤ رسولؐ کو دوست رکھتا ہو تو آیا یہ ممکن اور جائز ہے کہ خدا کے انبیاء اور مرسلین اور اُن کے اوصیاء اُس شخص کو دوست نہ رکھیں گے ؛ میں نے عرض کی ایسا نہیں ہوسکتا۔ (بیشک ضرور دوست رکھیں گے) فرمایا آیا یہ ہوسکتا ہے کہ خداؤ رسولؐ اور انبیاء کے دوست کو انبیاء کی امت کے مؤمنین دوست نہ رکھیں؛ میں نے عرض کی یہ تو نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ بھی دوست رکھیں گے۔ فرمایا جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تمام انبیاؤ مرسلین اور ہر ہر نبی کی امت کے مؤمنین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں تو اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ انبیاء کے مخالفین اور دشمن اُن لوگوں سے بھی عداوت رکھیں گے جو انبیاء کے دوست ہیں ؛ میں نے عرض کی ضرور۔ فرمایا پس جنت میں وہی جائے گا جو اولین وآخرین میں سے جنابِ علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا۔ اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو اولین وآخرین میں سے اُن جنابؑ کے ساتھ عداوت رکھتا ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنابِ علی بن ابی طالب علیہ السلام قسیم جنت و نار ہیں۔ مفضل ابنِ عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! آپ نے تو میرے بہت سے شکوک صاف کردئے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اب حضور کو خدائے تعالےٰ نے جو علم عطا فرمایا ہے اُس میں سے کچھ اور بھی ارشاد فرمایئے۔ فرمایا اے مفضل! جو پوچھنا ہو پوچھ لے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! آیا حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے محبوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں گے یا رضوان اور مالک ؛ فرمایا اے مفضل! کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے عالمِ ارواح میں جنابِ محمدؐ مصطفےٰ کو دنیا کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے تمام انبیاء اور رسولوں پر مبعوث کیا۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا تو کیا جنابِ رسولِ خدا نے اُن سب کو توحیدِ خدا اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دے کر مطیعوں سے جنت کا وعدہ نہیں کیا اور مخالفوں کو دوزخ سے نہیں ڈرایا ؛ میں نے عرض کی بیشک کیا بھی اور ڈرایا بھی! فرمایا اب بتاؤ کہ جنابِ رسولِ خدا نے اپنے پروردگار کی طرف سے جس چیز کا وعدہ فرمایا اور جس چیز سے ڈرایا اُس کے ضامن ہوئے یا نہیں ؛ میں نے عرض کی ضرور ہوئے۔ فرمایا۔ آیا جنابِ علیؑ ابنِ ابی طالب جنابِ رسولِ خداؐ کے خلیفہ اور اُن کی امت کے امام ہیں یا نہیں ؛ میں نے عرض کی بیشک ہیں۔ فرمایا آیا رضوان اور

مالک یہ دونوں زمرۂ ملائکہ میں اور شیعیانِ جنابِ علیؑ ابن ابیطالب کے لئے استغفار کرنے والوں اور اُن جنابؑ کی محبت سے نجات پانے والوں میں داخل ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کی ضرور ہیں فرمایا چونکہ جنابِ علیؑ ابن ابیطالب جنابِ رسولؐ خدا کی جانب سے قسیم جنت و نار ہیں تو رضوان و ملک خدا کے حکم سے اُن جنابؑ کا فرمان بجا لانے والے ہوتے ہیں۔ مفضل! اس حدیث کو تم خوب یاد رکھو۔ کہ یہ علم کے اسرار اور خزائن سے ہے اور اسے کسی نا اہل سے بیان نہ کرنا۔

امالی میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ کے پاس ابوبکر و عمر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جنابِ رسولؐ خدا اور عائشہ کے مابین بیٹھ گیا۔ عائشہ نے مجھ سے کہا۔ اے علیؑ! تم کو سوائے اس مقام کے کوئی اور جگہ نہ تھی کہ میری اور جنابِ رسولؐ خدا کی رانوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یہ سُنکر جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا اے عائشہ! چُپ رہ۔ علیؑ کے بارے میں مجھے ایذا نہ دے کہ وہ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اور امیر المؤمنین۔ اور روزِ قیامت خداوندِ عالم اس کو پُل صراط پر مقرر فرمائے گا۔ پس یہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کرے گا اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں۔

شریک ابن عبداللہ قاضی کہتے ہیں کہ میں اعمش کی عیادت کو گیا جبکہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابنِ شبرمہ اور ابنِ ابولیلےٰ اور ابوحنیفہ مزاج پرسی کے لئے آئے۔ ان سب نے حال دریافت کیا۔ اعمش نے جواب دیا ضعف بہت ہے اور مجھے اپنی خطاؤں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہکر بلند آواز سے رونے لگے۔ ابوحنیفہ اُن کی طرف رُخ کرکے کہنے لگا کہ اے ابومحمد! خدا سے ڈرو اور اپنی حالت پر نظر ڈالو کہ یہ دن زندگانی دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہے۔ تم جو حدیثیں جنابِ علیؑ ابنِ ابی طالب کی شان میں بیان کیا کرتے تھے اُن سے توبہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا!! اعمش نے کہا۔ اے نعمان! وہ کونسی حدیثیں ہیں؟ کوئی مثال تو دے۔ ابوحنیفہ بولا جیسے عبایہ کی روایت ہے۔ اَنَا قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ۔ اعمش نے کہا۔ اے یہودی! تو مجھ جیسے شخص سے ایسی باتیں بناتا ہے۔ (حاضرین سے کہا) تم لوگ ذرا مجھے بٹھا تو دو اور میرے گرد تکیئے تو لگا دو (جب درست ہوکر بیٹھے تو کہا) اُسی کی قسم جس کی حضور میں مجھے حاضر ہونا ہے۔ میں نے یہ حدیث موسےٰ ابن طریف سے سُنی ہے۔ اور بنی اسد میں سے اُن سے بہتر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے عبایہ بن ربعی امام قبیلہ کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے خود جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا کہ اَنَا قَسِیْمُ النَّارِ (میں دوزخ کا تقسیم کرنیوالا ہوں) میں روزِ قیامت دوزخ کو حکم دوں گا کہ یہ میرا محب ہے اس کو چھوڑ دے اور یہ میرا

دشمن ہے اس کو گرفتار کرے اور یہ حدیث مجھ سے ابو المتوکل نامی نے جو حجاج بن یوسف کا وزیر تھا بیان کی ہے۔ یہ حجاج وہ ہے جو جنابِ علیؑ مرتضےٰ کی شان میں نہایت سخت کلامی کیا کرتا تھا۔ خدا اُس خبیث پر لعنت کرے۔ ابو المتوکل نے بروایت ابو سعید خدری بیان کیا کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ روزِ قیامت خدا کے حکم سے ہم اور علیؑ بن ابیطالب صراط پر بیٹھیں گے اور ارشادِ الٰہی ہوگا کہ تم دونوں اُس شخص کو جنت میں داخل کرو جو مجھ پر ایمان لایا ہے اور تم دونوں کا دوست ہے۔ اور دوزخ میں اُس کو ڈالو جو کافر رہا اور تم دونوں کا دشمن ہے۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا جو شخص ولایت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ مجھ پر ایمان بھی نہیں رکھتا۔ اور وہ خدا پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔ یا یہ فرمایا کہ جو علیؑ ابن ابیطالب سے محبت نہیں رکھتا (وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لایا) پھر آیت اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ تلاوت فرمائی۔ یہ سنکر ابو حنیفہ نے اپنی ٹنگی اپنے سر پہ ڈال لی اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا یہاں سے چل دو۔ ابو محمد بڑے سخت ہیں ہماری بات نہ مانیں گے اس سے زیادہ اور کیا کہیں گے۔ شریک ابن عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ اُسی روز شام نہ ہونے پائی تھی کہ اعمش کا انتقال ہوگیا۔

فضل کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے مولا! کفار سے کون مراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کفار وہ ہے جو میرے نانا جنابِ محمد مصطفےٰ کی نبوت کا عقیدہ نہ رکھتے۔ اور عنید کون ہے؟ فرمایا جنابِ علیؑ ابن ابی طالب کے حق کا منکر۔

عبداللہ ابن مسعود کے باپ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! حق مجھے دکھلائیے کہ میں اُس کی متابعت کروں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے مسعود! حجرہ میں جا۔ جب میں اُس میں داخل ہوا دیکھا میں نے کہ علیؑ ابن ابی طالب نماز میں مشغول ہیں اور ہر نماز کے بعد درگاہِ خدا میں یہ دعا کرتے ہیں۔ خدایا بحقِ محمد مصطفےٰ جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں تو میرے شیعہ گنہگاروں کو بخشدے۔ پس میں حجرہ سے نکلا تاکہ جنابِ رسولِ خدا کو اس واقعہ کی خبر دوں۔ جب میں آنحضرتؐ کے قریب آیا۔ اُن جناب کو بھی رکوع و سجود میں مصروف پایا۔ اور وہ یہ فرماتے تھے۔ خدایا تو اپنے خانہ زاد علیؑ ابن ابیطالب کے صدقہ میں میری اُمت کے گنہگاروں کو بخشدے۔ مسعود کہتے ہیں کہ میرے اوپر سخت گریہ طاری ہوا۔ اور اتنی جزع و فزع کی کہ مجھے غش آگیا۔ پس آنحضرتؐ نے سرِ مبارک بلند کرکے فرمایا اے مسعود! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کیا تو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہوگیا؟ میں نے عرض کی معاذ اللہ! لیکن میں نے تو یہ دیکھا کہ علیؑ ابن ابیطالب تو آپ کا واسطہ دیکر خدا سے

دعا کرتے ہیں اور آپ اُن کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کر رہے ہیں۔ (یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے مسعود! خداوندِ عالم نے مجھ کو اور علیؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو تمام مخلوقات سے دو ہزار برس پہلے ایسے وقت میں اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا ہے کہ نہ کوئی خدا کی تسبیح کرنیوالا تھا اور نہ تقدیس کرنے والا۔ پھر میرے نور سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں اِن سب سے افضل ہوں۔ اور علیؑ کے نور سے عرش و کرسی بنائے اور علیؑ ابن ابی طالب اُن دونوں سے گرامی تر ہیں۔ حسنؑ کے نور سے لوح و قلم خلق فرمائے۔ وہ اِن دونوں سے بزرگ تر ہیں۔ حسینؑ کے نور سے جنّت اور حوریں پیدا کیں۔ حسینؑ اُن دونوں سے افضل ہے۔ پس تمام مشارق و مغارب میں اندھیری چھائی ہوئی تھی۔ خدا کی درگاہ میں ملائکہ نے ظلمات کی شکایت کی اور یوں دعا مانگی۔ خدایا! تجھے اِن صورتوں کا واسطہ جو تو نے پیدا کی ہیں۔ اِس تاریکی کو دُور کر دے۔ خداوندِ عالم نے ایک رُوح خلق فرمائی اور دوسری رُوح کو اُس کے قریب رکھا۔ اُس سے ایک نور پیدا کیا۔ پھر نور کو رُوح کی طرف بڑھایا اُس سے فاطمہؑ زہرا کو پیدا کیا۔ فاطمہؑ کے نور سے سارے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ اسی لئے (میری دختر نورِ نظر) فاطمہؑ کا لقب زہرا ہوا۔ اے مسعود! جب قیامت آئے گی تو خداوندِ عالم مجھے اور علیؑ کو حکم دے گا کہ تم دونوں جس کو چاہو جہنّم میں ڈال دو۔ قولِ باری تعالےٰ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ میں کفّار تو وہ ہے جو میری نبوّت کا انکار کرے۔ اور عنید وہ ہے جو علیؑ بن ابیطالب اور اُن کے اہلبیتؑ اور شیعوں سے عناد اور بغض رکھے

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ لبست و ہفتم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۳۳

ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جبرئیلِ امین سے قومِ لوط کے ہلاک ہونے کا واقعہ دریافت کیا۔ تو جبرئیل نے عرض کی کہ قومِ لوط ایک بستی (سدوم نامی) میں رہتی تھی۔ نہ وہ لوگ پاخانہ پھرنے کے بعد استنجا کرتے تھے اور نہ جنب ہونے کے بعد غسلِ جنابت۔ وہ لوگ کھانا کھلانے میں بڑے کنجوس و بخیل تھے حضرت لوط اُن لوگوں میں تین ۳ برس مقیم رہے۔ حضرت لوط فی الاصل اُس بستی کے رہنے والے نہ تھے نہ اُن کا وہاں کنبہ و قبیلہ تھا۔ حضرت لوط نے اُن لوگوں کو ایمان اور اطاعتِ خدا کی طرف ہدایت فرمائی۔ بدکاریوں سے روکا اور فرمانبرداری خدا کی طرف رغبت دلائی۔ مگر اُس قوم نے ایک نہ مانی اور نہ حضرت لوط کی اطاعت و پیروی اختیار کی۔ جب خداوندِ عالم نے قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اُن کے پاس حجت تمام کرنے اور ڈرانے کے لئے پیغامبر بھیجے۔ اِس پر بھی جب (اُن کی سرکشی بڑھ گئی اور) حکمِ پروردگار سے اُنہوں نے سرتابی کی تو خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کو بھیجا کہ مومنین کو اُس بستی سے نکالدیں۔ اب جو وہ ملائکہ وہاں پہنچے تو اُنہوں نے ساری بستی میں ایک گھر کے سوا کسی گھر میں باایمان آدمی نہ پائے۔ اُنہیں تو فرشتوں نے اُس شہر سے باہر کردیا اور حضرت لوط سے عرض کی کہ یا نبی اللہ! آپ بھی اپنے اہل و عیال کو رات کے وقت ہمراہ لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ اور راہ میں آپ لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کر نہ دیکھے۔ اور جہاں کے لئے حکم پروردگار ہے سب کو لے کر وہاں چلے جائیں۔ الغرض جب آدھی رات ہوگئی تو حضرت لوط اپنی لڑکیوں کو لئے ہوئے گھر سے نکلے۔ زوجہ اُن کی (کچھ دُور چل کر) پلٹ پڑی۔ اور لوط علیہ السلام کی چغلی کھانے کے لئے اُن لوگوں کے پاس آگئی اور اُن کو خبر دی کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو لیکر یہاں سے چل دے۔ (یارسولؐ اللہ!) جب صبح ظاہر ہوگئی تو مجھے عرش سے آواز آئی کہ اے جبرئیل! قومِ لوط پر حتماً عذاب نازل ہونے کے بارے میں قولِ خدا پورا ہوگیا۔ پس تم قومِ لوط کی بستی میں جاؤ اور اُس کو اور اُس کے اردگرد کی زمین کو ساتویں طبقہ سے اُکھیڑ کے آسمان تک بلند

کرو اور اُسے لئے ہوئے ٹھہرے رہو تا آنکہ تمہارے پاس خدائے جبار کا حکم پہنچے۔ اُس وقت تم اُس بستی کو اُلٹ دینا۔ اور منزلِ لوطؑ کے سوا تمام مکانوں کو آنے جانے والے قافلوں کے لئے عبرت بنا دینا۔ یا رسولؐ اللہ! پس میں آسمان سے اُترکے اُن سرکشوں کی بستی میں آیا اور اُس شہر کے شرقی حصہ پر دہنے بازو کو اور غربی اطراف پر بائیں بازو کو مارا اور خانۂ لوطؑ کو چھوڑ کے تمام بستی کو زمین کے ساتویں طبقہ سے اُکھیڑ کے اتنا اونچا لے گیا کہ اہلِ آسمان اُس بستی کے مُرغوں کی اذانیں اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سُننے لگے۔ اور طلوعِ آفتاب کے وقت عرش سے آواز آئی کہ اے جبرئیلؑ! اس بستی کو اس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو۔ پس میں نے اُس بستی کو اس طرح پلٹا کہ اُس کا حصۂ زیرین اُوپر ہوگیا۔ اور اوپر والا نیچے۔ اُس کے بعد خداوندِ عالم نے اُن پر پتھریلی مٹی کے پتھر برسائے جن پر عذابِ خدا کے نشان بنے ہوئے تھے۔ اور عجب نہیں کہ آپ کی امت کے ظالموں کا بھی یہی حشر ہو۔ جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! جب تم نے اُس بستی کو اُلٹا تھا تو وہ کونسی زمین پر گری تھی؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ بحیرۂ شام و مصر کے مابین گری تھی اور ٹیلے ٹیلے ہوگئی تھی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۳۴

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قول باری تعالےٰ

يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ میں یَدَ کے کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا یَدَ کے معنی کلامِ عرب میں قوت کے بھی ہیں نعمت کے بھی ہیں۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۲۵ سطر ۱) نیز فرماتا ہے وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ یہاں یَدَ بمعنی قوت ہے اور أَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۵۰۷ سطر ۲) اس میں تائید بمعنی تقویت ہے۔ اور محاورہ میں بولا جاتا ہے لِفُلَانٍ عِنْدِي يَدٌ بَيْضَاءُ۔ میرے پاس فلاں شخص کے لئے نعمت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۳۴

اُسی نے اِن چیزوں کا فرق بتایا اور اُسی نے قبل و بعد کا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا کے لئے قبل و بعد نہیں۔ اشیاء کی کثرت گواہی دے رہی ہے کہ جس نے ان میں کثرت پیدا کی ہے۔ اُس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ اِن کا وقت پر معیّن ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ محدود کرنے والے کی کسی وقت کے ساتھ حد بندی نہیں ہو سکتی۔ بعض چیزوں کا بعض سے محجوب اور پوشیدہ ہونا اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ ان میں اور ان کے خالق میں کوئی غیر خالق واسطہ نہیں۔ وہ اُس زمانہ میں بھی رب تھا جب تک کہ کوئی مربوب ہی پیدا نہ ہوا تھا اور وہ اُس وقت میں بھی معبود تھا جبکہ کوئی پرستش

کرنے والا موجود نہ تھا۔ اور وہ اُس وقت میں بھی عالم تھا۔ جبکہ کوئی معلوم نہ تھا۔ اور اُس وقت میں بھی سمیع تھا جبکہ کوئی مسموع نہ تھا۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔

وَلَمْ يَزَلْ سَيِّدِيْ بِالْعِلْمِ مَعْرُوْفًا وَلَمْ يَزَلْ سَيِّدِيْ بِالْجُوْدِ مَوْصُوْفًا

میرا مولا ہمیشہ سے علم کے ساتھ معروف ہے اور میرا سردار ہمیشہ سے بخشش کے ساتھ موصوف ہے۔

وَكَانَ اِذْ لَيْسَ نُوْرٌ يُسْتَضَآءُ بِهٖ وَلَا ظَلَامَ عَلَى الْاَوْقَاتِ مَغْكُوْفًا

اور وہ اُس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی نور جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے موجود نہ تھا اور نہ اندھیری اوقات پر چھائی ہوئی تھی۔

فَرَبُّنَا بِخِلَافِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ كُلَّمَا كَانَ فِي الْاَوْهَامِ مَوْصُوْفًا

پس ہمارا پروردگار جتنی بھی مخلوق ہے اُن سب سے اوصاف میں جُداگانہ ہے اور کسی اوصاف سے بھی وصف نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ اوصاف خیال میں بھی نہیں گزرتے۔

وَمَنْ يُّرِدْهُ عَلَى التَّشْبِيْهِ مُمْتَثِلًا يَرْجِعْ اَخَا حَسْرَةٍ بِالْعَجْزِ مَكْتُوْفًا

اور جو تشبیہ سے اُس کا ثانی اور مانند پیدا کرنا چاہتا ہوا سے حسرت رہیگی اور ایسا عاجز ہو جائیگا جیسے وہ شخص جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں۔

وَفِي الْمَعَارِجِ يَلْقٰى مَوْجُ قُدْرَتِهٖ مَوْجًا يُعَارِضُ طَرْفَ الرَّوْحِ مَكْفُوْفًا

اور اعلےٰ درجہ کی باتوں میں اُس کی قدرت کی موج اُن موجوں سے ٹکراتی ہے جو کہ روح کے کنارہ کو روکے ہوئے ہے۔

فَاتْرُكْ اَخَا جَدَلٍ فِي الدِّيْنِ مُنْعَمِقًا قَدْ بَاشَرَ الشَّكُّ فِيْهِ الرَّاْيَ مَوْهُوْفًا

اب جو دین کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اُسے تو اُس کی گمراہی میں پڑا چھوڑ دو اس لئے کہ شک نے اُس کی رائے کو بیکار کر دیا ہے۔

وَاصْحَبْ اَخَا ثِقَةٍ حُبًّا لِسَيِّدِهٖ وَبِالْكَرَامَاتِ مِنْ مَّوْلَاهُ مَحْفُوْفًا

اور اپنے مالک کی محبت کے سبب سے پورا بھروسہ کرنے والے کے ساتھ رہو۔ اِس لئے کہ آقا کی طرف سے بزرگیوں نے اُس شخص کو گھیر لیا ہوگا۔

اَمْسٰى دَلِيْلُ الْهُدٰى فِي الْاَرْضِ مُنْتَشِرًا وَفِي السَّمَآءِ جَمِيْلُ الْحَالِ مَعْرُوْفًا

ہدایت کی دلیلیں تو ساری زمین میں پھیل گئی ہیں اور آسمان والے تو اُس کے حال کی خوبی پہلے ہی سے جانتے ہیں۔

امالی شیخ میں محمد ابن زید طبری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام رضا

علیہ السلام کو توحیدِ خدا کے بارے میں یوں فرماتے ہوئے سُنا۔ چنانچہ وہ حضرتؑ فرماتے تھے
اَوَّلُ عِبَادَةِ اللّٰهِ مَعْرِفَتُهٗ وَاَصْلُ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ جَلَّ اسْمُهٗ تَوْحِيْدُهٗ وَنِظَامُ تَوْحِيْدِهٖ
نَفْيُ التَّحْدِيْدِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ الْعُقُوْلِ اَنَّ كُلَّ مَحْدُوْدٍ مَّخْلُوْقٌ وَّاَنَّ لَهٗ خَالِقًا لَّيْسَ
بِمَخْلُوْقٍ وَّالْمُمْتَنِعُ لَيْسَ مِنَ الْحُدُوْثِ هُوَ الْقَدِيْمُ فِي الْاَوَّلِ فَلَيْسَ عَبَدَ اللّٰهَ
مَنْ لَعَتَ ذَاتَهٗ وَلَا اِيَّاهُ وَحَدَّ مَنِ اكْتَنَهَهٗ وَلَا حَقِيْقَتَهٗ اَصَابَ مَنْ مَثَّلَهٗ
وَلَا بِهٖ صَدَقَ مَنْ نَحَّاهُ وَلَا صَمَدَهٗ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ مِّنَ الْحَوَاسِّ وَلَا اِيَّاهُ
عَنَى مَنْ شَبَّهَهٗ وَلَا لَهٗ عَرَفَ مَنْ بَعَّضَهٗ وَلَا اِيَّاهُ اَرَادَ مَنْ تَوَهَّمَهٗ كُلُّ مَعْرُوْفٍ
بِنَفْسِهٖ مَصْنُوْعٌ وَّكُلُّ قَائِمٍ فِيْ سِوَاهُ مَعْلُوْلٌ بِصُنْعِ اللّٰهِ يُسْتَدَلُّ عَلَيْهِ وَ
بِالْعُقُوْلِ تُعْتَقَدُ مَعْرِفَتُهٗ وَبِالْفِطْرَةِ اُثْبِتَتْ حُجَّتُهٗ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَى الْخَلْقَ حِجَابًا بَيْنَهٗ
وَبَيْنَهُمْ وَمُبَايَنَتُهٗ اِيَّاهُمْ مُفَارَقَةُ اَيْنِيَّتِهِمْ وَابْتِدَآئُهٗ لَهُمْ دَلِيْلٌ عَلٰى

اللہ کی پہلی عبادت اُس کی معرفت ہے اور خدا کی معرفت کی اصل جس کے نام کی بزرگی ہو اُس کی توحید ہے۔ اور اُس کی توحید کا انتظام عقلوں کی گواہی کے بموجب یہ ہے کہ اُس کو محدود نہ مانا جائے۔ اس لئے کہ ہر محدود مخلوق ہے اور اُس خالق ایسی چیز ہے کہ وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں اور محال ممکنات میں سے نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہے۔ پس جس نے خدا کی ذات کی تعریف کی اُس نے اللہ کی عبادت ہی نہیں کی اور جس نے اُس کی کُنہ بیان کی۔ اُس نے اُس کو واحد نہیں سمجھا اور جس نے اُس کی کسی چیز سے مثال دی وہ اُس کی حقیقت ہی کو نہیں پہنچا اور جس نے اُس کی انتہا مان لی۔ اُس نے اُس کی تصدیق ہی نہیں کی اور جس نے کسی حواس سے اُس کی طرف اشارہ کیا اُس نے اُس کو بے نیاز ہی نہیں جانا اور جس نے اُس کو کسی شئے سے تشبیہ دی اُس نے اُس اصل کو مراد ہی نہیں لیا اور جس نے اُس کے اجزا مان لئے۔ اُس نے اصل کو پہچانا ہی نہیں اور جس نے اُس کے متعلق وہم کیا اُس نے خود اُس سے کوئی غرض ہی نہیں رکھی۔ ہر چیز جو اپنی ذات سے پہچانی جائے وہ ضرور کسی کی بنائی ہوئی ہے اور ہر وہ چیز جس کا وجود دوسرے کی بدولت قائم ہو اُس کی وجہ کوئی اور ہے۔ اللہ کی ذات پر اُس کی مصنوعات کے ذریعہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے اور عقلوں کے ذریعہ سے اُس کی معرفت کا اعتقاد ہو سکتا ہے۔ اور فطرت کے ذریعہ سے اُس کی حجت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو اس شان سے پیدا کیا ہے کہ خود اُس کے اور اُن کے مابین پردے حائل ہیں اور خود اُس کا اُن سے الگ ہونا اُن کے مقامات کے الگ الگ ہونے سے نمایاں ہے اور اُن سب کی ابتدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر مبتدا اپنے مانند کی ابتدا

اَنَّ الْاِبْتِدَآءَ لَهٗ لَعَجْزٌ كُلُّ مُبْتَدِئٍ مِنْهُمْ عَنِ ابْتِدَآءٍ مِثْلِهٖ فَاَسْمَآئُهٗ تَعَالٰى لِتَعْبِيْرٍ وَّ اَفْعَالُهٗ سُبْحَانَهٗ تَفْهِيْمٌ قَدْ جَعَلَ اللّٰهَ مَنْ حَدَّهٗ وَ قَدْ تَعَدَّاهُ مَنِ اشْتَمَلَهٗ وَقَدْ اَخْطَاَهٗ مَنِ اكْتَنَهَهٗ وَمَنْ قَالَ كَيْفَ هُوَ فَقَدْ شَبَّهَهٗ وَمَنْ قَالَ فِيْهِ لِمَ فَقَدْ عَلَّلَهٗ وَمَنْ قَالَ مَتٰى فَقَدْ وَقَّتَهٗ وَمَنْ قَالَ فِيْهِ فَقَدْ ضَمَّنَهٗ وَمَنْ قَالَ اِلَامَ فَقَدْ نَهَّاهُ وَمَنْ قَالَ حَتَّامَ فَقَدْ غَيَّاهُ وَمَنْ غَيَّاهُ فَقَدْ جَزَّاهُ وَمَنْ جَزَّاهُ فَقَدْ اَلْحَدَ فِيْهِ لَا يَتَغَيَّرُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِتَغَايُرِ الْمَخْلُوْقِ وَلَا يَتَحَدَّدُ بِتَحْدِيْدِ الْمَحْدُوْدِ وَاحِدٌ لَّا بِتَاْوِيْلِ عَدَدٍ ظَاهِرٌ لَّا بِتَاْوِيْلِ الْمُبَاشَرَةِ مُنْجٍ لَّا بِاسْتِهْلَالِ رُوْيَةٍ بَاطِنٌ لَّا بِمُزَايَلَةٍ مُبَايِنٌ لَّا بِمَسَافَةٍ قَرِيْبٌ لَّا بِمُدَانَاةٍ لَّطِيْفٌ لَّا بِتَجْسِيْمٍ مَوْجُوْدٌ لَّا عَنْ عَدَمٍ فَاعِلٌ لَّا بِاضْطِرَابٍ مُقَدِّرٌ لَّا بِفِكْرَةٍ مُدَبِّرٌ لَّا بِحَرَكَةٍ مُرِيْدٌ لَّا بِعَزِيْمَةٍ شَآءٍ لَّا

کرنے سے عاجز ہے پس خدائے تعالےٰ کے نام جو ہیں وہ حقیقت میں تعبیر ہیں (یعنی عبارت کا شروع کرنا) اور اس کے افعال جو ہیں وہ تفہیم ہیں (یعنی سمجھانا) ورنہ جس نے خدا کو محدود کیا اُس نے اُسے سمجھا ہی نہیں اور جس نے اُسے کسی چیز کے ساتھ شامل سمجھا اُس نے اُس کو متعدد کر دیا۔ اور جس نے اُس کی کُنہ بیان کی اُس نے اِس بارے میں خطا کی اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے اُس نے کسی چیز سے اُس کو تشبیہ دے دی۔ اور جس نے اُس کے بارے میں چون وچرا کی اُس نے اُس کے اسباب پیدا کئے اور جس نے کب کا لفظ استعمال کیا اُس نے اُس کو وقت کا پابند سمجھ لیا اور جس نے یہ کہا کہ کس میں اُس نے اُسے دوسری چیز سے ملا دیا۔ اور جس نے کہاں تک کا لفظ استعمال کیا۔ اُس نے اُس کی انتہا مان لی اور جس نے کب تک کہا اُس نے اُس کی کوئی غایت مدنظر رکھی اور جس نے غایت مدنظر رکھی اُس نے اُس کے ٹکڑے کر دیئے اور جس نے اُس کے ٹکڑے مان لئے اُس نے اُس کے بارے میں کفر کیا۔ خدائے تعالیٰ میں وہ تغیرات پیدا ہی نہیں ہوتے جو مخلوق میں ہوتے ہیں اور نہ وہ کسی محدود کے محدود کرنے سے محدود ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے مگر ایسا ایک کہ جو عدد سے نہ گنا جائے۔ وہ غالب ہے مگر کسی چیز سے مُڈبھیڑ کر کے نہیں۔ اُسکی ہستی ظاہر ہے مگر اس طرح نہیں کہ دکھائی دے۔ ہر چیز سے آگاہ ہے مگر کسی روشنی کے ذریعہ سے نہیں۔ دور ہے مگر کسی مسافت پر نہیں۔ قریب ہے مگر ظاہری قرب سے نہیں۔ لطیف ہے مگر جسم کے ذریعہ سے نہیں۔ موجود ہے مگر عدم کے مقابل نہیں۔ فاعل ہے مگر گھبراہٹ کے ساتھ نہیں۔ مقرر کرنے والا ہے مگر سوچ بچار کے نہیں۔ تدبیر کرنیوالا ہے مگر کسی حرکت کے ساتھ نہیں۔ تائید کرنیوالا ہے مگر کسی ارادہ کی ضرورت نہیں۔ مشیت والا ہے مگر کسی خیال کے ساتھ نہیں۔ ادراک کرنیوالا ہے مگر کسی حواس سے نہیں سُننے

بِهِمَّةٍ مُّدْرِكٌ لَّا بِحَاسَّةٍ سَمِيْعٌ لَّا بِاٰلَةٍ بَصِيْرٌ لَّا بِاَدَاةٍ لَّا تَصْحَبُهُ الْاَوْقَاتُ وَلَا تَضْمَنُهُ الْاَمَاكِنُ وَلَا تَاْخُذُهُ السِّنَاتُ وَلَا تَحُدُّهُ الصِّفَاتُ وَلَا تُقَيِّدُهُ الْاَدَوَاتُ سَبَقَ الْاَوْقَاتِ كَوْنُهُ وَالْعَدَمَ وُجُوْدُهُ وَالْاِبْتِدَآءَ اَزَلُهُ بِخَلْقِهِ الْاَشْيَآءَ عُلِمَ اَنْ لَّا شِبْهَ لَهُ وَبِمُضَآدَّتِهِ بَيْنَ الْاَشْيَآءِ عُلِمَ اَنْ لَّا ضِدَّ لَهُ وَبِمُقَارَبَتِهِ بَيْنَ الْاُمُوْرِ عُرِفَ اَنْ لَّا قَرِيْنَ لَهُ ضَآدَّ النُّوْرَ بِالظُّلْمَةِ وَالشَّرَّ بِالْخَيْرِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَايِنَاتِهَا بِتَفْرِيْقِهَا دَلَّ عَلٰى مُفَرِّقِهَا وَبِتَاْلِيْفِهَا عَلٰى مُؤَلِّفِهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ لَهُ مَعْنَى الرُّبُوْبِيَّةِ اِذْ لَا مَرْبُوْبَ وَحَقِيْقَةُ الْاِلٰهِيَّةِ اِذْ لَا مَاْلُوْهَ وَمَعْنَى الْعَالِمِ اِذْ لَا مَعْلُوْمَ لَيْسَ مُنْذُ خَلَقَ اسْتَحَقَّ مَعْنَى الْخَالِقِ وَلَا مِنْ حَيْثُ اَحْدَثَ اسْتَفَادَ مَعْنَى الْمُحْدِثِ لَا تُغَيِّبُهُ مُنْذُ

والا ہے مگر کسی آلہ سے نہیں۔ دیکھنے والا ہے مگر کسی عینک سے نہیں نہ وقت اُس کے ساتھ چل سکتے ہیں اور نہ مکان اُس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ نہ برس اُس کو پا سکتے ہیں اور نہ صفات اُس کو محدود کرتی ہیں اور نہ آلات اُس کو مقید کرتے ہیں۔ اُس کی ہستی تمام اوقات سے بڑھی ہوئی ہے اور اُس کا وجود عدم سے بھی پہلے ہے اُس کی ابتدا ازلی ہے۔ اُس کے چیزوں کے پیدا کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اُس کا مانند کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور چیزوں کے مابین اضداد پیدا کرکے اُس نے یہ جتلا دیا کہ اُس کا ضد بھی کوئی نہیں۔ اور بہت سے امور میں مشابہت قائم کرکے یہ بتلا دیا کہ اُس کا قرین بھی کوئی نہیں۔ روشنی کو اندھیری کا ضد بنا دیا اور نیکی کو بدی کی آپس میں عداوت رکھنے والی چیزوں کے مابین اُلفت پیدا کرنے والا ہے۔ اور قربت رکھنے والی چیزوں کے مابین جُدائی ڈالنے والا ہے۔ اُس کے جُدائی ڈالنے نے جدائی ڈالنے والے کا وجود بتلایا۔ اور اُس کے اُلفت پیدا کرنے نے اُلفت پیدا کرنے والے کی ہستی سمجھائی۔ اُس نے ارشاد فرمایا "اور ہر چیز کو ہم نے ہی جوڑا جوڑا بنایا تاکہ تم یاد رکھو"۔ اُس کے لئے ربّ ہونے کے معنی اُس وقت سے ثابت ہیں جبکہ کوئی مربوب ہی نہ تھا اور اُس کی حقیقتِ الٰہیت اُس وقت سے ثابت ہے۔ جب اُس کی طرف کوئی توجہ کرنے والا ہی نہ تھا اور اُس کے لئے عالم ہونا اُس وقت سے ثابت ہے جبکہ کوئی معلوم ہی نہ تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ لفظ خالق کے معنی کا اُس وقت سے مستحق ہوا جس وقت سے کہ اُس نے پیدا کیا۔ اور نہ یہہ بات ہے کہ موجد کے معنی کا مطلب اُس وقت کھلا جبکہ اُس نے ایجاد شروع کی۔ نہ لفظ مُنْذُ (کب سے) اُس کو غائب کرتا ہے اور نہ لفظِ قَدْ اُس کو قریب کرتا ہے اور نہ لفظِ لَعَلَّ (شاید) اُس پر پردہ ڈالتا ہے۔ اور نہ لفظِ مَتٰی (کب) اُس کا وقت باندھتا ہے اور نہ لفظِ حِیْنَ (اُس وقت)

وَلَا تَدِيْنُهٗ قَدْ وَلَا يَحْجُبُهٗ لَعَلَّ وَلَا يُوَقِّتُهٗ مَتٰى وَلَا يَشْتَمِلُهٗ حِيْنَ وَلَا يُقَارِنُهٗ مَعَ كُلُّ مَا فِي الْخَلْقِ اَثَرٌ غَيْرُ مَوْجُوْدٍ فِيْ خَالِقِهٖ وَكُلُّ مَا اَمْكَنَ فِيْهِ مُمْتَنِعٌ فِيْ صَانِعِهٖ لَا تَجْرِيْ عَلَيْهِ الْحَرَكَةُ وَالسُّكُوْنُ كَيْفَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَا هُوَ اَجْرَاهُ وَيَعُوْدُ فِيْهِ مَا هُوَ ابْتَدَاهُ اِذًا لَتَفَاوَتَ دَلَالَتُهٗ وَلَامْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ مَعْنَاهُ وَلَوْ كَانَ لِلْبَارِئِ مَعْنًى غَيْرَ الْمُبْرِئِ لَوُجِدَ لَهٗ وَرَآءَ الْحَدِّ لَهٗ اَمَامُهٗ وَلَوِ الْتُمِسَ لَهُ التَّمَامُ لَلَزِمَهُ النُّقْصَانُ كَيْفَ يَسْتَحِقُّ الْاَزَلَ مَنْ لَّا يَمْتَنِعُ عَنِ الْحَدَثِ وَكَيْفَ يُنْشِئُ الْاَشْيَآءَ مَنْ لَّا يَمْنَعُ مِنَ الْاِنْشَآءِ لَوْ تَعَلَّقَتْ بِهِ الْمَعَانِيْ اَقَامَتْ فِيْهِ اٰيَةُ الْمَصْنُوْعِ وَلَتَحَوَّلَ عَنْ كَوْنِهٖ دَآلًّا اِلٰى كَوْنِهٖ مَدْلُوْلًا عَلَيْهِ لَيْسَ فِيْ مَجَالِ الْقَوْلِ حُجَّةٌ وَّلَا فِي الْمَسْئَلَةِ عَنْهُ جَوَابٌ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔

اُس کو کسی چیز کے ساتھ ملاتا ہے اور نہ لفظ مَعَ (ساتھ) اُس کو کسی چیز سے قریب کرتا ہے مخلوق میں جو کچھ بھی اثر پایا جاتا ہے وہ اُس کے خالق میں ہرگز نہیں ہے۔ اور جو جو کچھ بھی مخلوق میں ممکن ہے وہ سب اُس کے بنانے والے میں محال ہے۔ نہ اُس پر حرکت کا حکم جاری ہے نہ سکون کا۔ اُس پر کوئی حکم جاری کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اُسی نے ہر چیز کو جاری کیا ہے۔ اور جس چیز کی ابتدا اُسی کی طرف سے ہے وُہ اُسی کے بارے میں لوٹ کیسے سکتی ہے۔ اسی سبب سے تو اُس کی دلالت بدل گئی اور ازل سے اُس کے معنی ہی مختلف ہو گئے۔ اور اگر لفظ بارئ (پیدا کرنیوالے) کے معنی ابتدائی پیدا کرنے والے کے سوا کچھ اور ہوتے تو جو حد بھی لیجاتی اُس سے مقدم کسی اور چیز کا وجود ثابت ہوتا۔ اور اگر اُس سے تکمیل مُراد لیجاتی تو پہلے سے اُس میں نقصان لازم آتا۔ وہ ازلی ہونے کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے جو حدوث سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور وہ چیز کو پیدا کیسے کر سکتا ہے جو خود پیدا ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ اگر معانی اس سے متعلق کئے جائیں تو مخلوق کی نشانی اس میں قائم ہو جائے گی۔ اور بجائے اِس کے کہ وہ خود کسی چیز پر دلالت کرے۔ ہر چیز خود اُس کی ذات پر دلالت کرنے والی ہو جائے گی۔ اُس کے وجود پر کوئی حُجّت قائم کرنا ناطقہ کی حد سے باہر ہے۔ اور اُس کی ذات کے متعلق جو سوال کیا جائے اُس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ سوائے اُس خدائے بزرگ و برتر کے کوئی معبود نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۳۵

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے بندوں کو عبادت کا حکم دینے کے لئے پیدا کیا ہے۔ کسی نے عرض کی خدا تو یہ فرما چکا ہے وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ (ترجمہ کے لئے دیکھیے صفحہ ۸۳۷ سطر ۱۰) تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام بندے اختلاف کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر عبادت کیسی؟ حضرت نے فرمایا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ایسے افعال بجالائیں جس سے اُس کی رحمت کے مستحق ہو جائیں۔ اور وہ اُن پر رحمت فرمائے (ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ رحمتِ خدا ہے)

تفسیرِ قمی میں اُنہی جناب سے یوں روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے انسان اور جنات کو امر و نہی (اور احکام) کی تکلیف دینے کے لئے خلق فرمایا ہے اور اُس نے اپنے بندوں کو عبادت پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ اختیار دیا ہے تاکہ امر و نہی میں امتحان پورا ہو اور عاصی اور فرمانبردار جُدا جُدا ہو جائیں۔

محمد ابنِ ابو عمیر کہتے ہیں میں نے جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب دریافت کیا۔ اَلشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ وَالسَّعِيدُ مَنْ سَعُدَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہے وہ شقی (بدبخت) ہوگا۔ اور جو اپنی ماں کے پیٹ میں سعید ہے وہ سعید ہوگا۔ حضرت نے فرمایا جو بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہو اور اُس کے متعلق خدا کے علم میں گزر چکا ہو کہ یہ بدبختوں کے سے کام کرے گا تو وہ شقی ہوگا۔ اور جس کے متعلق یہ علم ہو چکا ہو کہ اُس کے افعال سعادت مندوں کے سے ہونگے وہ سعید ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ یا ابن رسولؐ اللہ! اِس حدیث سے کیا مراد ہے اِعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ اعمالِ خیر بجا لاؤ کہ جو شخص جس کام کے لئے مخلوق ہوا ہے اُس کے اسباب اُس کے واسطے مہیا کر دئے گئے ہیں۔ فرمایا خداوندِ عالم نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت (اطاعت) کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے خلق نہیں فرمایا ہے کہ بندے اُس کی نافرمانی کریں۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (دیکھو صفحہ ۸۳۵ سطر ۱) پس اُس نے ہر شخص کے لئے عبادت کے اسباب مہیا کر دئے ہیں تاکہ خلقت کی غایت پوری کر سکیں۔ افسوس ہے اُن لوگوں کے حال پر جو ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرتے ہیں۔

حبیب بجستانی سے روایت ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خداوندِ عالم نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اُن کی ذریت کو اس لئے نکالا کہ اُن سے اپنے پروردگار ہونے

کا اور ہر نبی کی نبوت کا عہد و پیمان لے اور سب انبیاء سے پہلے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار اُن سے لیا گیا۔ پھر ارشادِ باری ہوا اے آدمؑ! اپنی ذریت کے حالات پر نظر ڈالو تو آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ اُن کی ذریت چیونٹی وَل سارے آسمان میں پھیلی پڑی ہے۔ یہ حال دیکھ کر اُن جنابؑ نے درگاہِ خدا میں عرض کی۔ خدایا میری اولاد کی کتنی کثرت ہے۔ تو نے اِن کو کس لئے پیدا کیا ہے۔ اور کس بات کا تو اِن سے عہد و پیمان لے رہا ہے؟ ارشادِ باری ہوا میں نے اِن سب کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں۔ میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اُن کی پیروی کریں۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی۔ خدایا اِس کی وجہ کیا ہے کہ بعض چیونٹیاں تو بڑی ہیں بعض چھوٹی۔ بعض میں نور زیادہ ہے بعض میں کم اور بعض میں بالکل ہی نہیں۔ ارشاد ہوا میں نے اِسی طور سے اِنہیں پیدا کیا ہے تاکہ میں ہر حال میں ان کا امتحان لوں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! اگر تیری اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ ارشاد ہوا اے آدمؑ! جو جی چاہے کہو۔ تمہاری رُوح میری مخلوق ہے۔ لیکن تمہاری طبیعت (انسانی) میری مشیت کے برخلاف چلے گی۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی اے اللہ! اگر تو اِن سب کو ایک ہی مثال پر اور ایک ہی اندازہ اور طبیعت کا پیدا کرتا اور سب کو ایک ہی سے عمریں عطا فرماتا اور سب کو برابر برابر رزق دیتا تو یہ لوگ آپس میں بغاوت نہ کرتے اور نہ ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھتے اور نہ کسی بات میں اختلاف کرتے۔ ارشادِ باری ہوا اے آدمؑ! تم نے یہ بات تو کہی مگر اپنی کمزور طبیعت اور لاعلمی کی وجہ سے تم نے تکلف بھی کیا۔ حالانکہ میں عالم الغیب خدا ہوں۔ میں نے اپنے علم سے اُن کی خلقت میں اختلاف رکھا ہے۔ جیسا میں چاہتا ہوں اپنا حکم اُن میں جاری کرتا ہوں۔ اور میری ہی تدبیر اور قدرت کی طرف اُن کی رجوع ہوگی۔ میری خلقت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ میں نے انسان اور جنات کو صرف اِسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ جو میری عبادت و اطاعت کیا کرے گا اور میرے رسولوں کا فرماں بردار رہیگا اُس کے لئے میں نے جنت بنائی ہے۔ اگرچہ مجھے اُن کی پروا نہیں ہے۔ اور جو میرے بندے کفر اختیار کریں گے اور میرے نافرمان بنیں گے اور میرے رسولوں کی پیروی نہ کریں گے اُن کے لئے میں نے دوزخ مہیا کر رکھا ہے۔ اگرچہ میں اُن کی مخالفت کی پروا نہیں کرتا ہوں۔ اے آدمؑ! میں نے تم کو اور تمہاری ذریت کو اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ مجھے تمہاری یا اُن کی کوئی حاجت و ضرورت ہے۔ بلکہ تمہاری اور اُن کی پیدائش کی غایت امتحان ہے کہ تم سب میں کون ایسا ہے جو زندگانی میں اعمالِ نیک بجالائے۔ اور اِسی لئے میں نے دنیا۔ آخرت۔ زندگی۔ موت۔ طاعت۔ معصیت۔ جنت اور دوزخ پیدا کئے۔ یہ سب باتیں میں نے اپنی

تدبیر اور قدرت سے کی ہیں۔ اور اپنے علم سے ان سب کی صورتوں میں اور جسموں میں اور رنگوں میں اور عمروں میں اور رزق میں اور اطاعت و معصیت میں اختلاف رکھا ہے۔ کسی کو سعید بنایا ہے کسی کو شقی۔ کسی کو بصیر بنایا ہے کسی کو نابینا۔ کسی کو چھوٹے قد کا بنایا ہے۔ کسی کو دراز قد کا۔ کسی کو خوبرو بنایا ہے کسی کو بدصورت کسی کو عالم رکھا ہے کسی کو جاہل۔ کسی کو غنی بنایا ہے کسی کو فقیر۔ کسی کو مطیع بنایا ہے کسی کو نافرمان۔ کسی کو تندرست رکھا ہے کسی کو بیمار کسی کو اپاہج بنایا ہے کسی کو بلا رسیدہ۔ تاکہ تندرست آدمی کسی گرفتارِ بلا کو دیکھے میری حمد بجا لائے اور اپنی عافیت کا شکر ادا کرے۔ اور دردمند کسی تندرست کو دیکھ کر مجھ سے دعا مانگے اور صحت کا مجھ سے سوال کرے۔ اور بلاؤں پر صابر رہے تو میں اُس کو بڑا ثواب عطا کروں گا اور غنی بندے فقیروں کو دیکھ کے میری حمد و شکر بجالائیں۔ اور فقیر بندہ کسی امیر کو دیکھے تو مجھ سے دعا مانگے۔ اور اگر مومن کسی کافر پر نظر ڈالے تو اس بات کا شکر بجالائے کہ اُسے ہدایت نصیب ہوئی۔ پس میں نے ان سب کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ میں خوشحالی میں اور سختی میں۔ عافیت کے زمانہ میں۔ گرفتارِ بلا ہونے کے وقت میں۔ کسی کو عطیہ دے کے۔ کسی کو محروم رکھ کے آزماؤں میں تمام عالم کا شاہ اور خود مختار خدا ہوں۔ میرے اختیار میں ہے کہ میں اپنی تدبیر کے موافق قدرت جاری کروں اور جس کو چاہوں بدل دوں۔ اور مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کر دوں۔ میں اللہ ہوں اپنے ارادہ سے ہر کام کو کر گزرنے والا ہوں۔ میرے کئے ہوئے کاموں کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کر سکتا۔ میں البتہ اپنی مخلوق سے ہر طرح جواب طلب کر سکتا ہوں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۸۳۵

(قولِ مترجم) بیت المعمور کے متعلق جتنی مختلف روایتیں ہیں اُن سب پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا کہ جو بیت اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاطر زمین پر ایک سفید موتی کا بنایا گیا تھا اور وہ موجودہ بیت اللہ کی جگہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اُس کے چالیس حج پا پیادہ ہندوستان سے حجاز تک جا کر ادا کئے تھے وہ تو طوفانِ نوحؑ کے وقت زمین سے اٹھا کر آسمانِ چہارم پر اسی بیت اللہ کے محاذ میں قائم کر دیا گیا ہے۔ اور آسمانِ اول پر اُسی صورت کا مکان ضُراح نام قائم کیا گیا ہے اور آسمانِ ہفتم پر اُسی صورت کا مکان بیت المعمور نام اُن فرشتوں کے لئے قائم کیا گیا ہے جو عرش کے پاس سے اس گستاخی کے سبب ہٹا دئے گئے تھے کہ جب خدائے تعالےٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے کی اُن کو اطلاع دی تو اُنہوں نے اجماع کر کے اعتراضاً یہ عرض کیا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ (دیکھو صفحہ ۸ سطر ۱۹ اس کا متعلقہ نوٹ) وہ اتنے فاصلہ پر ہٹائے گئے تھے کہ جتنا فاصلہ پانسو برس میں طے کیا جا سکے۔

پھر چونکہ اُنہوں نے رحمتِ خدا کی خواستگاری کی تو اُن کے لئے بیت المعمور قائم کیا گیا اور حکم دیا گیا۔ کہ اس کا طواف کرتے رہو۔ عرش سے غرض نہ رکھو۔ اس لئے کہ ہماری خوشی اسی میں ہے۔ چنانچہ وہ اُس کا طواف کرتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اُس میں روزانہ داخل ہوتے ہیں کہ دوبارہ اُن کا نمبر نہیں آتا۔ اس طرح بیت المعمور کو ملاءِ اعلےٰ کے رہنے والوں کے لئے جائے توبہ مقرر کیا۔ پس آسمانِ ہفتم اور اُس سے اوپر والوں کے لئے تو آسمانِ ہفتم کا بیت المعمور جائے توبہ ہے اور آسمانِ ششم و آسمانِ پنجم اور آسمانِ چہارم کے باشندوں کے لئے آسمانِ چہارم کا بیت المعمور اُن کی توبہ قبول ہونے کا مقام ہے۔ اور آسمانِ سوم و آسمانِ دوم و آسمانِ اوّل کے باشندوں کے لئے ضراح جو آسمان اوّل پر ہے وہ توبہ قبول ہونے کا مقام ہے۔ اب رہے اہلِ زمین۔ اُن کے لئے جنابِ ابراہیم علیہ السّلام کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے اُنہی بنیادوں پر جن پر اصل بیت اللہ قائم تھا کعبۃ اللہ بنا کردیں۔ اس حکم کی تعمیل دونوں باپ بیٹوں نے کی۔ اور یہ اہلِ زمین کی توبہ قبول ہونے کا مقام قرار پایا (اس مطلب کے لئے دیکھو صفحہ ۳۰ نوٹ نمبر ۱ تا نمبر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۸۳۹

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ یعنی خدائے تعالےٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ اُس ستارے کے پیدا کرنے والے کی قسم جس وقت کہ وہ اُترا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ تمہارا رفیق۔ ہمارا رسولؐ علیؑ ابنِ ابیطالب کی محبت میں فریفتہ نہیں ہوا وَمَا غَوٰى اور نہ بہکا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی شان میں اپنی خواہشِ نفسانی سے کچھ نہیں کہتا۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ بھی وہ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو اُن کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

قمیؒ نے جنابِ امام رضا علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں وَالنَّجْمِ سے مراد جنابِ رسولِ خدا ہیں۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے مَا ضَلَّ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نہ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہوئے اور نہ بہکے اور نہ اُن کی شان میں اپنی طرف سے کوئی بات فرماتے تھے۔ جو فضیلت بیان فرماتے تھے وہ اُس وحی کے مطابق ہوتی تھی جو اُن کی طرف بھیجی جاتی تھی۔

کافی میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ خداوندِ عالم نے قبرِ جنابِ رسولِ خدا کی قسم کھائی ہے جو اُن جنابؐ کی وفات کے بعد بنائی گئی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ یعنی تمہارا رفیق (ہمارا رسول) اپنے اہلبیتؑ کے فضائل بیان کرنے

ہیں نہ گمراہ ہے اور نہ بہکا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی یعنی ہمارا رسول اپنے اہل بیت کے بارے میں کوئی بات اپنی خواہشِ نفسانی سے نہیں کہتا ہے جیسا کہ خدا کہتا ہے اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

المجالس میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا نہ تو یہ ممکن ہے کہ تمام آدمی کسی بات سے راضی ہو جائیں اور نہ لوگوں کی زبان پکڑی جا سکتی ہے۔ جبکہ خدا کے انبیاؑ و رسول اور اُس کی حجتیں زبانِ خلائق سے محفوظ نہ رہ سکے تو تم لوگ کیسے سالم رہ سکتے ہو۔ کیا اصحابِ رسولؐ نے آنحضرتؐ پر یہ تہمت نہیں لگائی تھی کہ یہ اپنے ابنِ عم علیؑ بن ابیطالب کی شان میں اپنی خواہشِ نفسانی سے کہتے ہیں جو کچھ بھی کہتے ہیں یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے اُن کی تکذیب فرما دی۔ اور یہ ارشاد فرمایا۔ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تو آنحضرتؐ کے اہلبیت اور اصحاب جمع ہو کر اُن کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ پر کوئی اُفتاد پڑے تو آپ کے بعد ہمارا کون؟ اور آپ کا حکم ہم میں چلانے والا کون؟ آنحضرتؐ نے اُن کو کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش رہے۔ دُوسرے دن پھر اُن سب نے وہی سوال کیا۔ مگر آنحضرتؐ نے اُن کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب تیسرا دن ہوا۔ تو اُنہوں نے پھر وہی دُہرایا اور یہ عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! اگر (خدانخواستہ) آپ پر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو آپ کے بعد ہمارا کون؟ اور بجائے آپ کے صاحبِ امر کون؟ اُس وقت اُن لوگوں سے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو میرے صحابیوں میں سے ایک کے گھر میں آسمان سے ایک تارا اُترے گا۔ تم غور سے دیکھتے رہنا کہ وہ کون ہے! کہ وہی میرے بعد تم سب پر میرا خلیفہ ہوگا اور میرا امر تم میں وہی جاری کرنے والا ہوگا۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُن میں کوئی ایسا نہ تھا جسے یہ لالچ نہو کہ جنابِ رسولِ خدا اُس سے یہ فرمائیں کہ میرے بعد تو ہی میرا قائم مقام ہے۔ الغرض جب چوتھا دن ہوا ہر شخص اپنے اپنے حجرہ میں تارے کے اُترنے کا منتظر بیٹھا تھا کہ یکایک آسمان سے تارا ٹوٹا جس کی روشنی دنیا کی کُل روشنی پر غالب آگئی۔ وہ تارا جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے حجرہ میں آگیا۔ یہ حال دیکھ کر اصحابِ رسولؐ (میں سے منافقین) جامہ سے باہر ہو گئے۔ اور کہنے لگے (معاذ اللہ) یہ شخص (علیؑ کی محبت میں) وارفتہ ہو گیا ہے اور بہک گیا ہے۔ جو کچھ وہ اپنے چچیرے بھائی کی نسبت کہتا ہے۔ اپنی خواہش

نفسانی سے کہتا ہے۔ پس خدائے عزّ وجلّ نے (اُن لوگوں کی تکذیب میں) پوری سورۂ وَالنَّجْمِ نازل فرمائی۔

اُسی کتاب میں ربیعہ سعدی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے اِس قولِ خدا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کی تفسیر پوچھی۔ ابنِ عباسؓ نے فرمایا اِس سے مُراد وہ ستارہ ہے جو صبح کے وقت جنابِ امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابی طالب کے حجرہ میں اُترا تھا۔ حالانکہ میرے والد عباسؓ بن عبدالمطلب کو بے حد آرزو تھی کہ وہ ستارہ اُن کے گھر میں اُترے۔ تاکہ وہ وصایت اور خلافت و امامت کے مستحق ہو جائیں۔ مگر خدا کو تو یہ منظور ہی نہ تھا کہ علیؑ بن ابیطالب کے سوا کسی اور کے گھر میں وہ تارا اُترتا۔ یہ تو اُس کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا نے عید غدیر کے دن جناب علیؑ مرتضےٰ کو امیرالمؤمنین مقرر فرمایا تو لوگوں کے تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ تو یہہ کہتا تھا کہ (معاذاللہ) محمدؐ وارفتہ ہو گئے۔ دُوسرا یہ کہتا تھا کہ (توبہ! توبہ!!) محمدؐ بہک گئے تیسرے نے یہ کہا تھا کہ محمدؐ اپنے اہل بیت اور چچیرے بھائی کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنی خواہشِ نفس سے کہتے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالےٰ نے (اُن کی رَدّ میں) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى تا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى نازل فرمائی۔

جنابِ امام علی نقی علیہ السّلام سے بروایتِ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام منقول ہے۔ اُن جنابؑ نے جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جس سال مکّہ فتح ہوا اصحابِ رسولِ آنحضرتؐ کی خدمت میں جمع ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے یارسولؐ اللہ! تمام انبیاء کا یہی دستور رہا ہے کہ جب اُن کی نبوّت مستقل ہو جاتی تھی تو کسی کو اپنا وصی اور نائب مقرر کرتے تھے جو اُن کا قائم مقام ہو اور اُن کے بعد اُن کے امر کو جاری رکھے اور اُن کی اُمّت میں اُنہی کی سیرت پر چلے (آپ بھی کسی کو خلیفہ مقرر فرمایئے) آنحضرتؐ نے جواب دیا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جس شخص کو میری اُمّت میں سے میرا خلیفہ ہونا پسند فرمائے گا اُسی کے متعلق آسمان سے ایک نشانی نازل کرے گا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میرے بعد میرا وصی کون ہے! پس جب وہ جنابؐ اُس رات جماعتِ اصحاب کے ساتھ نمازِ عشا پڑھ چکے تو اُسی وقت لوگ آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے اور وہ رات گھُپ اندھیری تھی جس میں چاندنی کا نام نہ تھا۔ یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بڑی روشنی نمودار ہوئی جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ ایک ستارہ آسمان سے زمین پر اُترا۔ اُس نے

گھر گھر چکر لگایا۔ اور آخر میں جناب علیؑ مرتضےٰ کے حجرہ پر آ ٹھہرا۔ اُس کی روشنی بہت تیز تھی۔ اُس نے حجرہ کو اس طرح ڈھانپ لیا جیسے تنور پر کوئی برتن ڈھک جاتا ہے۔ اُس کی شعاع نے تمام مکانوں کو روشن کر دیا پہلے تو لوگ پریشان ہو گئے۔ پھر لگے تہلیل و تکبیر کرنے۔ اور یہ عرض کرتے ہوئے حاضر ہوئے کہ یا رسولؐ اللہ! ستارہ تو آسمان سے علیؑ ابن ابی طالب کے حجرہ کی چوکھٹ پر اُترا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آنحضرتؐ کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا خدا کی قسم بس وہی میرے بعد امام اور میرا وصی ہے۔ وہی میرے امور کو قائم و جاری کرے گا۔ تم سب اُس کی اطاعت کرنا۔ اُس کی مخالفت نہ کرنا اور اُس سے مقدم نہ ہو جانا۔ وہ میرے بعد خدا کی زمین میں خدا کا خلیفہ ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ لوگ آنحضرتؐ کے پاس سے نکلے تو منافقوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ اپنے چچیرے بھائی کی نسبت جو کچھ بھی کہتے ہیں خواہش نفسانی سے کہتے ہیں (معاذ اللہ) گمراہی اُن پر سوار ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُن کے اختیار میں ہوتا کہ علیؑ بن ابی طالب کو نبی بنا دیں۔ تو نبی بنا کے چھوڑتے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اُسی وقت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا محمدؐ! علیؑ اعلےٰ آپ سے بعد تحفۂ سلام فرماتا ہے کہ یہ سورہ پڑھیئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى الخ۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا یہ مطلب ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ جب اونچے سے اونچے مقام پر پہنچے ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى پھر وہاں سے (عظمت پروردگار کے قریب ہو گئے پھر اور آگے بڑھ گئے۔ اور یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ثُمَّ دَنٰى فَتَدَانٰى یعنی وہ جناب آگے بڑھے یہاں تک کہ دونوں پاس پاس ہو گئے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ اِس آیت میں فَتَدَلّٰى نہ پڑھا کرو۔ بلکہ دَنٰى فَتَدَانٰى پڑھو۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ قمیؒ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو فاصلہ جناب رسولِ خدا کو (عظمت) پروردگار سے تھا اُس کی مقدار اتنی تھی کہ جتنی کمان کے قبضہ اور گوشہ میں ہوتی ہے۔ اَوْ اَدْنٰى۔ بلکہ اُس سے بھی کم فاصلہ تھا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پہلا شخص جو اِس حد تک پہنچا وہ جناب رسولِ خدا تھے۔ سبب یہ کہ ساری مخلوق میں خدا کے سب سے زیادہ مقرب بندے وہی حضرتؐ تھے۔ اور جب اِس مقام پر پہنچے تو جبرئیلِ امین نے یہ بات عرض کی یا حضرتؐ! آگے بڑھیئے۔ آپ کے قدم اُس مقام تک پہنچے ہیں کہ نہ کسی مقرب فرشتے کے قدم یہاں تک پہنچے ہیں نہ کسی نبی مرسل کے۔ اور اگر آنحضرتؐ کی روح اور آنحضرتؐ کا نفس اُسی مقام سے آیا ہوا نہ ہوتا تو آنحضرتؐ اُس مقام تک پہنچنے کی تاب ہی نہ لاتے اِس لئے کہ عظمت و جلالتِ الٰہی سے اِس قدر قرب تھا جسے اِن لفظوں میں ادا کیا جاتا ہے کَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

کسی نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے سوال کیا یا ابن رسولؐ اللہ ! کیا خداوندِ عالم کے لئے کوئی خاص مکان قرار دینا جائز ہے ؟ فرمایا نہیں۔ خدا مکان (اور مکانیات) سے مبرا ہے اُس نے عرض کی پھر حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو آسمان پر کیوں بُلایا ؟ فرمایا اِس لئے کہ آنحضرتؐ کو آسمانوں کی سلطنت اور وہاں کے عجائبات اور نادر صفتیں اور آسمانی مخلوقات دکھائے۔ اُس نے عرض کی پھر قولِ باری تعالےٰ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا کیا مطلب ہوگا ؟ فرمایا مقصود یہ ہے کہ جس وقت جنابِ رسولِ خدا حجابِ نور کے پاس پہنچے تو وہاں آسمانوں کی سلطنت (اور اُس کا حسنِ انتظام اور خوبی) ملاحظہ فرمائی فَتَدَلّٰی پھر پنجے کو گردن جھکا کے زمین کی شاہی دیکھی۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کو یہ گمان ہُوا کہ میں زمین سے اتنا قریب ہوں کہ جتنا چلۂ کمان گوشہ سے قریب ہوتا ہے بلکہ اُس سے بھی کم۔

اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا شبِ معراج بالائے آسمان تشریف لے گئے تو اُس مقام پر پہنچے جہاں سے (عظمت) پروردگار میں اور آنحضرتؐ میں گوشۂ کمان کا بلکہ اُس سے کم فاصلہ تھا تو آنحضرتؐ کے سامنے سے حجاب (نور) اُٹھا دیا گیا تھا۔

امالی میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مجھے بالائے آسمان معراج ہوئی اور میں اپنے پروردگار (کے جلال) سے اتنا قریب ہُوا کہ جیسے چلۂ کمان گوشۂ کمان سے قریب ہوتا ہے یا اُس سے بھی کم تو آواز آئی کہ اے محمدؐ ! تم ساری مخلوق میں کس سے زیادہ محبت رکھتے ہو ؟ میں نے عرض کی علیؑ ابنِ ابیطالب سے۔ ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ ! ذرا مُڑ کے تو دیکھو۔ پس جونہی میں نے اپنی بائیں جانب نظر ڈالی تو علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے پہلو میں، پایا۔

احتجاجِ طبرسی میں ہے کہ (ایک مرتبہ) جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں اُس بزرگوار کا فرزند ہوں جو (شبِ معراج) اتنے بلند ہوئے کہ سدرۃ المنتہےٰ سے بھی گذر گئے۔ اور اُن جنابؐ کو (عظمت) پروردگار سے اتنا فاصلہ رہ گیا کہ جتنا چلۂ کمان اور گوشۂ کمان میں ہوتا ہے یا اس سے بھی کم۔

جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے دَنٰی فَتَدَلّٰی کے معنی دریافت کئے گئے تو حضرتؑ نے فرمایا یہ (تَدَلّٰی) قریش کا محاورہ ہے۔ اُن میں سے جو کوئی اس امر کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ یہ ظاہر کرے کہ میں نے بھی سُنا ہے تو کہتا ہے قَدْ تَدَلّیْتُ۔ تَدَلّیْ بمعنی فہم ہے یعنی سمجھنا۔ (بنابریں) دَنٰی فَتَدَلّٰی کے یہ معنی ہوں گے کہ جنابِ رسولِ خدا اتنا قریب ہوئے کہ حقیقتِ حال اُن کی سمجھ میں آگئی

جنابِ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام سے مسجدِ اقصےٰ تک راتوں رات پہنچائے گئے جو ایک مہینہ میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور وہاں سے تمام آسمانوں کی سلطنت میں لے جائے گئے جو پچاس ہزار برس میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور یہ سب رات کے ایک تہائی سے کم میں۔ یہاں تک کہ وہ جنابِ ساقِ عرش تک پہنچ گئے۔ اور حجابِ علم کے قریب آگئے تو اُس وقت رَفرفِ سبز جنت سے لٹکایا گیا اور نورِ خدا آنحضرتؐ کی آنکھوں پر چھا گیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے پروردگار کی عظمت کو دل کی آنکھوں سے دیکھا۔ ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اُس وقت عظمتِ پروردگار میں اور آنحضرتؐ میں چلۂ کمان کا یا اُس سے بھی کم فاصلہ تھا۔

کافی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے مرتبہ حاصل ہوئی؟ فرمایا دو مرتبہ! جبرئیلِ امین نے آپ کو ایک مقام پر لے جا کر کھڑا کیا اور آپ سے یہ عرض کی کہ یا حضرتؐ! اپنی جگہ ٹھہرے رہیئے اِس لئے کہ آپ ایسے مقام پر آ کھڑے ہوئے ہیں کہ نہ کبھی کوئی فرشتہ اِس مقام تک پہنچا ہے نہ کوئی نبی۔ آپ کا پروردگار رحمت بھیج رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیلؑ اُس کی رحمت بھیجنے کی کیا شان ہے؟ عرض کی یہ فرماتا ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ اَنَا رَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوحِ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ (بڑا پاک و پاکیزہ میں کُل فرشتوں کا اور رُوحوں کا پروردگار ہوں۔ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی رہتی ہے) اُس وقت آنحضرتؐ نے عرض کی۔ اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ (یا اللہ! میں تیری معافی کا خواستگار ہوں۔ میں تیری معافی چاہتا ہوں) امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت آنحضرتؐ کو اتنا قرب حاصل تھا جسے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ کسی نے عرض کی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کمان کے بیچ سے لیکر اُس کے سرے تک جتنا فاصلہ ہوتا ہے اُتنا۔ پھر فرمایا کہ عظمت الٰہی کے اور آنحضرتؐ کے مابین ایک حجاب تھا جو اضطراب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا۔ لیکن اتنا فرمایا ہے کہ وہ زبرجد تھا اور اُس میں نظر اس طرح جاتی تھی جس طرح سوئی کے ناکے میں سے گزر سکتی ہے۔ اور نورِ عظمت نظر آتا تھا۔ اس وقت خدائے تبارک وتعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! اور آنحضرتؐ نے عرض کی لَبَّیْکَ رَبِّیْ! فرمایا تمہارے بعد تمہاری اُمت کا والی کون؟ آنحضرتؐ نے عرض کی اللہ اعلم! فرمایا علیؑ ابن ابی طالب! امیر المومنین سیّد المسلمین اور قائد الغرالمحجلین ہے۔ یہاں تک روایت بیان کر کے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم جنابِ علیؑ مرتضےٰ کی ولایت کا حکم زمین سے ملا بلکہ آسمان سے ملا ہے۔ اور

اس طرح جبرائیل واسطہ رؤف و رحیم ملا ہے۔

صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ ان روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ سب روایتیں معدنِ علم سے مروی ہیں جیسی جس سائل کی سمجھ تھی ویسا ہی اُن حضرات نے جواب دیا ہے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ اس آیت میں مَآ اَوْحٰی کنایہ ہے۔ اس بات کا کہ جو باتیں وحی کی گئی تھیں وہ عظیم الشان تھیں۔

قمی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں وہ وحی بلامشافہ تھی (یعنی خود باری تعالےٰ نے وحی فرمائی تھی)

احتجاج طبرسی کی اُس حدیث میں جس کا ذکر اُوپر آچکا یہ بھی ہے کہ منجملہ اُن چیزوں کے جو اُس وقت وحی فرمائی گئیں سورۂ بقر کی یہ آیت بھی تھی لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ۔ الخ (ترجمہ کے لئے دیکھیے صفحہ ۶ ، سطر ۴ جو کچھ گفتگو جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خداوندِ عالم میں ہوئی اُس کا پورا واقعہ صفحہ ۶۷ نوٹ نمبر ۲ کے ضمیمہ میں ملاحظہ ہو)

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ التوحید میں ہے کہ جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا (یا ابن رسولؐ اللہ) کیا پروردگارِ عالم کو جنابِ رسولِ خدا نے دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں مگر دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ کیا تو نے قولِ باری تعالےٰ نہیں سُنا کہ فرماتا ہے مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی جو کچھ (جنابِ رسولؐ خدا کی) دل کی آنکھوں نے دیکھا اُس میں جھوٹ نہیں ملایا۔ آنحضرتؐ نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اُس (کی عظمت) کو دل کی آنکھوں سے معائنہ فرمایا تھا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ جنابِ رسولؐ خدا سے اس آیت کے متعلق کسی نے دریافت کیا۔ فرمایا میں نے ایک نور دیکھا تھا۔

کافی اور التوحید میں جنابِ امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کچھ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ نے ملاحظہ کیا تھا اُس میں آنحضرتؐ نے اپنے دل سے کوئی بات جھوٹ نہیں بڑھائی۔ بلکہ بعینہٖ بیان کردیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے پروردگار کی نشانیوں میں سے بڑی بڑی نشانیاں دیکھی تھیں۔ (اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ نشانیاں اور چیز ہیں۔ خدا اور چیز ہے۔

صاحبِ تفسیر صافی لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے کی حدیث سے ظاہر ہوا کہ آنحضرتؐ نے دل کی آنکھوں سے عظمتِ خدا کو دیکھا تھا۔ (اور اس حدیث میں دوسری تعبیر ہے) تو ان جوابات

میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات نے سائلین کی سمجھ کے موافق جواب دیا ہے۔ اور (دوسرے یہ کہ) اس مسئلہ کی تھاہ بہت گہری ہے (عام لوگوں کی سمجھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی) ۔ اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔ قمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا سے دریافت کیا گیا۔ وہ کیا وحی ہے (جس میں لوگ جھگڑا کرتے ہیں) فرمایا میرے پاس وحی آئی تھی کہ علیؑ بن ابیطالب سیدالمومنین امام المتقین، قائد الغرالمحجلین ہے اور رسولِ رب العالمین کے خلفاء میں سب سے پہلا خلیفہ ہے۔ کچھ لوگ بات کاٹ کے بولے جو کچھ آپ نے فرمایا یہ خدا کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے؟ پس وحی نازل ہوئی کہ اے رسول! ان سے کہہ دو مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ پھر اُن کے قول کی آیہ اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى سے رَدّ کی گئی۔ آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا (جو کچھ میں نے علیؑ کے بارے میں تم سے بیان کیا) مجھے تو اس کے علاوہ اُن کے متعلق اَور بھی حکم خدا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں علیؑ بن ابیطالب کو تمام آدمیوں پر اپنا خلیفہ مقرر کردوں۔ لو اب کہتا ہوں میرے بعد علیؑ بن ابی طالب تم سب پر حاکم ہیں اور یہ بمنزلہ کشتی نوحؑ کے ہیں جو دنیا کے غرق ہونے کے دن اُن کو عطا کی گئی تھی جو اس میں داخل ہوا وہ محفوظ رہا اور اُس نے (طوفانِ ہلاکت سے) نجات پائی اور جو باہر رہا وہ ڈوب گیا۔ (گمراہ ہوگیا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۴۰

جنابِ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شبِ معراج آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پہنچے تو حجاب (نور) میں ایک سوئی کے ناکے کی برابر سوراخ کردیا گیا۔ اُس میں سے جتنی دیر خدا کو منظور تھا نورِ عظمتِ پروردگار اُن حضرتؐ نے مشاہدہ فرمایا۔

علل الشرائع میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا آسمان پر تشریف لے گئے تو جبرئیلِ امین اُن جنابؐ کے ہمراہ تھے۔ اور جب سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پہنچے تو جبرئیلِ امین اُس کے قریب ٹھہر گئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ مقام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے قرار دیا ہے۔ میری تو مجال یہ نہیں ہے کہ میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھ سکوں۔ اب آپ خود آگے تشریف لے جائیں۔ پس جنابِ رسولِ خدا تو سدرہ کی طرف روانہ ہوگئے اور جبرئیل امین پیچھے رہ گئے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ محافظ فرشتے اہلِ زمین کے اعمال محلِ سدرہ تک لے جاتے ہیں۔ اور ان اعمال کو کرامؑ کاتبین سدرہ کے نیچے لکھ لیتے ہیں اور سدرہ تک لے جاتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ سدرہ کی شاخیں

عرش کے نیچے اور اُس کے اِرد گرد پھیلی ہوئی ہیں۔ اِس جگہ نورِ عظمتِ پروردگار ظاہر ہوا اور حضرتؐ پر چھا گیا۔ جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کی آنکھیں خیرگی کرنے لگیں اور پہلو لرزنے لگے۔ خداوندِ عالم نے آنحضرتؐ کے دل اور آنکھوں میں خاص قوت عطا فرمائی۔ پس آنحضرتؐ نے قدرتِ خدا کی نشانیوں میں سے جو کچھ دیکھنا تھا دیکھا۔ قولِ باری تعالےٰ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى کا یہی مطلب ہے یعنی جبرئیلؑ سدرہ کے قریب تک آنحضرتؐ کے ہمراہ رہے تھے اور آنحضرتؐ نے جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا وہ قدرتِ خدا کی بہت بڑی نشانی تھی۔ پھر فرمایا کہ سدرہ کی موٹائی اتنی ہے جو دنیاوی حساب سے سَو برس میں طے ہو۔ اور اُس کا ایک ایک پتہ تمام اہلِ دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ میں نے سدرہ کے ہر پتہ پر ایک فرشتہ دیکھا جو کھڑا ہوا خدا کی تسبیح پڑھ رہا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۰۸

التوحید میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک حدیث میں جو آیۂ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کی تفسیر فرمائی تھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے جبرئیلؑ کی اصلی صورت دو مرتبہ ملاحظہ فرمائی تھی ایک دفعہ کا دیکھنا تو اسی آیت سے ظاہر ہے دوسری بار اور دیکھا تھا۔ (جبرئیلؑ کے آیۃ الکبریٰ ہونے کی) وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے عظیم الجثہ اور اُن ملائکہ میں سے ہیں جن کی خلقت اور صفت کو سوائے پروردگارِ عالم کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا کے سوائے اور کسی نبی نے جبرئیلؑ امین کی اصلی صورت نہیں دیکھی۔ لیکن اُن جنابؐ نے بھی دو بار ملاحظہ فرمائی۔ ایک دفعہ زمین پر دوسری مرتبہ آسمان پر۔

التوحید میں ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے آیۂ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى کا مطلب پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا (اس سے مراد) جبرئیلؑ امین (ہیں۔ اُنہوں) نے ایک دفعہ اپنی پنڈلی پر موتی سے دیکھے جیسے ساگ کے پتے پر شبنم کے قطرے ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ کے چھ سَو بازو ہیں اور اُن کا قد اتنا ہے کہ زمین و آسمان کے مابین کو بھر دیتا ہے۔

تفسیر برہان میں ہے جو کوئی جنابِ رسولِ خدا کو جنابِ فاطمہؑ زہرا کا پیام دیتا تھا تو وہ حضرتؐ انکار فرما دیتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے پیام دینا چھوڑ دیا اور وہ سب مایوس ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ کو یہ منظور ہوا کہ اپنی نورِ نظر کا نکاح جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ

کردیں تو جناب سیدہؑ کو بطور راز آنحضرتؐ نے اپنے ارادہ سے اطلاع دی۔ یہ سُن کر جناب معصومہؑ نے (گردن جھکا لی اور) عرض کی۔ بابا! آپ کی رائے مقدم ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ مگر میں نے زنانِ قریش کی زبانی سُنا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب کا پیٹ بڑا ہے۔ ہاتھ لمبے لمبے ہیں۔ پنڈلیاں موٹی موٹی ہیں۔ سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں ہیں۔ (کشادہ پیشانی ہیں) آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ اُن کا کندھا اتنا سخت ہے جیسے اونٹ کا کندھا۔ ہنس مُکھ ضرور ہیں مگر مالِ دنیا بالکل نہیں رکھتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (بیٹا!) تم کو خبر نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے دنیا کی طرف توجہ فرمائی تو مجھے تمام مردوں کا نبی بنایا۔ پھر دوبارہ توجہ کی تو علیؑ بن ابی طالب کو اُس نے تمام آدمیوں پر میرا وصی مقرر فرمایا۔ پھر تیسری بار توجہ کی تو تم کو زنانِ عالم پر بزرگی بخشی۔ اے فاطمہؑ! جب میں آسمان پر بُلایا گیا تو میں نے بیت المقدس (بیت المعمور) کے پتھر پر کندہ دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَ نَصَرْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ مصطفےٰ خدا کے رسولؐ ہیں۔ پھر میں نے اپنے رسول کو اُن کے وزیر کے ذریعہ سے قوت پہنچائی۔ اور اُن کے وزیر ہی کے ذریعہ سے اُن کی مدد کی) میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ میرا وزیر کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ علیؑ ابن ابی طالب۔ (اے فاطمہؑ!) جب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو میں نے اُس پر لکھا ہوا دیکھا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ مُحَمَّدٌ صَفْوَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَ نَصَرْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ (میں اللہ ہوں۔ مجھ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اپنی تمام مخلوق میں سے محمدؐ کو میں نے برگزیدہ کیا ہے اور اُن کے وزیر کے ذریعہ سے میں نے اُن کو قوت پہنچائی۔ اور انکے وزیر ہی کے ذریعہ سے میں نے اُن کی نصرت کی) میں نے دریافت کیا یہ میرا وزیر کون ہے؟ جواب ملا علیؑ بن ابی طالب! پھر میں وہاں سے چل کر عرش پر پہنچا۔ پس میں نے عرش کے ہر ستون پر یہ لکھا ہوا دیکھا اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَ نَصَرْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ میرے حبیب ہیں۔ میں نے اُن کے وزیر سے اُن کو قوت دی اور اُن کے وزیر کے ہی ذریعہ سے میں نے اُن کی نصرت کی) جب میں بہشت میں گیا تو میں نے جنت میں ایک درخت دیکھا طوبےٰ اُس کا نام ہے۔ جڑ اُس کی علیؑ ابن ابی طالب کے گھر میں ہے۔ جنت میں کوئی گھر اور کوئی محل اور کوئی چشمہ ایسا نہیں ہے جس میں طوبےٰ کی شاخ نہ ہو۔ طوبےٰ کی شاخوں پر بحشرت جامہ دان ہیں۔ جن میں سندس اور استبرق کے حُلّے ہیں۔ ہر ہر مومن کو دس دس لاکھ جامہ دان عطا ہوں گے۔ پھر جامہ دان میں ایک ایک لاکھ حُلّے ہوں گے کہ ہر حُلّہ کا رنگ جُدا جُدا ہوگا۔ وہی اہلِ جنت کا لباس ہوگا۔ طوبےٰ کے وسط میں ایک پھیلا ہوا سایہ ہے۔ جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے عرض کے

برابر ہوگی۔ یہ اُن لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ اُس سایہ کے نیچے اگر کوئی سوار سو برس تک چلے گا تب بھی اُسے طے نہ کر سکے گا۔ قولِ باری تعالےٰ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کا یہی مطلب ہے۔ طوبےٰ کے نیچے بہشتی میوے اور اہلِ جنت کے لئے لذیذ (لذیذ) کھانے اُس کی شاخ سے اُس کے گذوں میں لٹکتے ہوں گے۔ اور طوبےٰ کی ہر شاخ میں سونگ کے میوے کچھ ایسے ہوں گے کہ اہلِ دنیا نے دنیا میں دیکھے اور سُنے ہوں گے۔ اور کچھ ایسے ہونگے کہ نہ دیکھے ہوں گے اور نہ سُنے ہوں گے۔ اور جس وقت اُس درخت سے میوہ توڑا جائے گا فوراً اُس کی جگہ دوسرا نمودار ہو جائے گا۔ نہ کبھی وہ میوے ختم ہوں گے اور نہ (صرف کرنے سے) روکے جائیں گے۔ اُس درخت کی جڑ سے ایک نہر نکلی ہے۔ اُس نہر سے چار نہریں اور پھوٹتی ہیں۔ ایک نہر پانی کی ہے جس کی بو اور مزہ بدلنے والا ہی نہیں ہے۔ دوسری دُودھ کی ہے جس کا ذائقہ کبھی نہ بدلیگا۔ تیسری شراب کی ہے جو پینے والوں کو لذت دیگی۔ چوتھی صاف کئے ہوئے شہد کی ہے۔ اے فاطمہؑ! خداوندِ عالم نے علیؑ بن ابی طالب کو سات باتوں میں میرا شریک بنایا ہے۔ سب سے پہلے وہی قبر سے میرے ساتھ اُٹھیں گے۔ اور سب سے پہلے صراط پہ میرے ہمراہ کھڑے ہوں گے اور دوزخ سے کہیں گے اِسے تو پیلے اور اِسے چھوڑ دے۔ سب سے پہلے لباسِ جنت سے وہ میرے ساتھ آراستہ کئے جائیں گے۔ سب سے پہلے عرش کی دہنی جانب وہ میرے ہمراہ جلوس کریں گے۔ سب سے اوّل میرے ساتھ دروازۂ جنت کو وہ کھٹکھٹائیں گے۔ سب سے پیشتر میرے ہمراہ وہ عیین میں سکونت گزین ہوں گے۔ پہلا جو شخص سربمہر شرابِ خالص میرے ہمراہ پیئے گا جس کی مُہر مُشک کی ہوگی وہ علیؑ ابنِ ابی طالب ہی ہوں گے۔ خواہش کرنے والوں کو اُس کی خواہش کرنی چاہیئے۔ اے فاطمہؑ! اگرچہ دنیا میں علیؑ کے پاس مال نہیں ہے (تو نہ ہو) خدائے تعالےٰ اُن کو روزِ قیامت جنت میں مالا مال کر دے گا۔ اے فاطمہؑ! یہ جو تم نے کہا کہ اُن کا پیٹ بڑا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُس کو علم سے مملو کر دیا ہے جو اُنہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور میری تمام اُمت میں خدا نے علی کو خاص بزرگی بخشی ہے۔ اور یہ جو تم نے بیان کیا کہ اُن کی پیشانی چوڑی اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ خلاقِ عالم نے اُن کو آدم علیہ السلام کی صورت اور صفت کا پیدا کیا ہے اور اُن کے دونوں ہاتھ خدائے تعالےٰ نے اس لئے دراز بنائے ہیں کہ وہ اُن ہاتھوں سے دشمنانِ خدا و رسولؐ کو قتل کریں گے۔ اور اُنہی ہاتھوں سے خدائے تعالےٰ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے گا۔ اگرچہ مشرکوں کو بُرا لگے۔ اور اُنہی ہاتھوں پہ بڑی بڑی فتوحات ظاہر کرے گا۔ اور علیؑ بن ابی طالب حکمِ قرآنی کی شانِ نزول کے موافق مشرکوں اور منافقوں کو جو سرکشی کریں گے اور عہد توڑیں گے اور فاسقوں کو تاویلِ قرآنی

کے مطابق قتل کرینگے۔ اور خدا تعالےٰ اُن کے صلب سے جوانانِ بہشت کے دو سردار نکالیگا جن سے عرش خدا کی زینت ہوگی۔ اے فاطمہؑ! جتنے نبی خدا نے مبعوث فرمائے ہیں ہر ایک کی ذریت اُسی نبی کی صلب سے پیدا کی ہے۔ مگر میری ذریت علیؑ کی صلب سے قرار دی ہے۔ اگر علیؑ پیدا نہ ہوتے تو میرے لئے ذریت ہی نہ ہوتی۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی۔ بابا! میں تو اُن کے سوا اور کو ہرگز اختیار نہ کروں گی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا خدا کی قسم علیؑ ابنِ ابی طالب کے سوا کوئی بھی جنابِ فاطمہؑ زہرا کا جوڑ اور کفو نہ تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۴۲

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی کا مطلب دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا لوگوں کا (فخریہ) یہ کہنا کہ رات ہم نے نماز پڑھی تھی یا کل ہم نے روزہ رکھا تھا یا اس کے سوا کوئی اور ڈینگ مارنا (اعمال کی حقیقت کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے اظہار سے کیا فائدہ؟) پیشتر بھی کچھ لوگ گزر چکے ہیں جو صبح کے وقت کہا کرتے تھے کل ہم نے (خوب) نمازیں پڑھیں اور روزہ رکھا لیکن جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے تھے میں تو رات کو بھی سوتا ہوں اور دن کو بھی۔ اگر ان دونوں کے مابین مجھے وقت ملتا تو اُس میں بھی سو رہتا۔

احتجاجِ طبرسی میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا اگر خداوندِ عالم اپنے بندوں کو نفس کی خوبی اور پاکیزگی ظاہر کرنے سے منع نہ فرما دیتا تو آج بیان کرنے والا (یعنی میں) اپنے نفس کی بہت سی خوبیاں اور فضائل بیان کرتا۔ جن سے مؤمنین کے دلوں میں معرفتِ (امامؑ) زیادہ ہوتی۔ اور سُننے والوں کے کانوں سے وہ کبھی نہ نکلتیں۔

تفسیرِ عیاشی میں ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا اے مولا! کیا آدمی کو اپنے نفس کی خوبی ظاہر کرنا جائز ہے؟ فرمایا اضطرار اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قول نہیں سُنا ہے (کہ بادشاہِ مصر سے فرمایا تھا) اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۸۵ سطر ۵) اور عبد صالح (ہودؑ نبی) نے اپنی قوم سے فرمایا۔ اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۵۲ سطر ۳)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۴۲

کافی میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا (یعنے جنابِ ابراہیمؑ نے کیا چیز ادا کی تھی؟) فرمایا وہ چند کلمات ہیں جن میں خلیلؑ اللہ بیحد مبالغہ کیا کرتے تھے۔ سائل نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ہر روز صبح اور شام کو تین بار یہ کلمات کہتے تھے اَصْبَحْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ اَصْبَحْتُ لَا اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا اَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا وَّلَا اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖ

وَلِیًّا۔ ترجمہ۔ میں نے ایسے حال میں صبح کی ہے کہ رب میرا محمود ہے۔ میں نے ایسے حال میں صبح کی ہے کہ میں کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں جانتا ہوں اور نہ خدائے تعالےٰ کے سوا کسی سے دعا کرتا ہوں اور نہ کسی کو خدائے تعالےٰ کے علاوہ میں اپنا کارساز بناتا ہوں۔ (اور شام کو تین بار یوں فرماتے تھے۔ اَمْسَیْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ اَمْسَیْتُ لَآ اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّ لَآ اَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا وَّلَآ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖ وَلِیًّا۔ ترجمہ (میں نے ایسے حال میں شام کی ہے کہ رب میرا محمود ہے۔ میں نے ایسے حال میں شام کی ہے کہ میں کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں جانتا ہوں اور نہ خدائے تعالےٰ کے سوا کسی سے دعا کرتا ہوں۔ اور نہ کسی کو خدائے تعالےٰ کے علاوہ میں اپنا کارساز بناتا ہوں) پس خدائے تعالےٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی۔

علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے قریب قریب اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۴۳

قولِ مترجم۔ مریبہ وہ حالت ہے کہ شک کے دونوں پہلو برابر ہوں۔ کسی طرف کو رجحان نہ ہو۔ سوائے شک کی وہ حالت ہے جس میں کسی ایک پہلو کی طرف رجحان یا میلان زیادہ ہو جائے۔ تردّد وہ حالت ہے جس کی بابت فیصلہ دینا امکان سے باہر ہو جیسے کسی مسافر کا راستہ میں ٹھہرنا اور دس دن کے قیام کی نیت نہ کرنا۔ خیال یہ ہونا کہ آج کل ہی میں جانا لابد ہے۔ مگر دس دن سے بھی زیادہ گزر جانا۔ استسلام شک کے دونوں پہلوؤں کا بتدریج کم ہوتے ہوتے ایسی حالت کی طرف آنا جو یقین کے درجہ کے قریب پہنچ جائے۔

آیہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ میں ظاہری خطاب تو جنابِ رسولِ خدا ہی سے ہے مگر حقیقۃً اس حکم کا مخاطب اُمّت کا ہر شخص ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت کے سابق والی آیتوں میں نعمتوں کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ خدا نے (آیاتِ سابقہ کے مطالب کو) نعمتوں سے تعبیر کیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عذاب کی خبر دینا نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے اور یہ نصیحت اُن کے لئے نعمت ہے اور بعض آیتوں میں انبیاء اور مؤمنین کی طرف سے کفار سے انتقام اور بدلا لینے کا ذکر ہے۔ یہ بھی ایک نعمت ہے۔ اس لئے خدائے تعالےٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں میں شک کرتے ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۴۹

پھر فرمایا کہ خدائے تعالےٰ کا یہ جو قول ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ۔ اس کی توضیح یہ ہے۔

کہ خداوندِ عالم نے آفتاب کے لئے تین سو ساٹھ ۳۶۰ بُرج قرار دئے ہیں کہ ہر روز آفتاب ایک بُرج سے طلوع کرتا ہے اور دوسرے میں غروب۔ پھر اُس کی طرف سالِ آیندہ کے اُسی دن سے پہلے لوٹ کر نہیں آتا۔

قمی علیہ الرحمۃ نے مشرق و مغرب کی تفسیر جو ہم نے لکھی ہے بیان کرنے کے بعد جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ بھی روایت کی ہے کہ مشرقین سے جنابِ رسولِ خدا اور جنابِ امیرالمؤمنین صلوات اللہ علیہما مراد ہیں اور مغربین سے حسن و حسین علیہما السّلام اور اِن دونوں کی مثالیں بہت سی ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۹۸

قرب الاسناد میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے جدِ بزرگوار کے جنابِ امیرالمؤمنین سے یَخْرُجُ مِنْهُمَا کی تفسیر میں منقول ہے کہ اِن دونوں سے آسمان کا اور سمندر کا پانی مراد ہے۔ جس وقت مینہ برستا ہے تو دریا میں سیپیاں اپنا مُنہ کھول دیتی ہیں۔ اُن میں مینہ کی بوندیاں گرتی ہیں۔ چھوٹی بوند سے چھوٹا موتی اور بڑی بوند سے بڑا موتی صدف میں پیدا ہو جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت سلمانؓ فارسی۔ سعیدؓ بن جبیر اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ بحرین سے حضرت علی بن ابی طالب اور جنابِ فاطمہ زہرا علیہما السّلام اور برزخ سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور لولوء و مرجان سے حسنین علیہما السّلام مراد ہیں۔

حضرت ابوذرؓ غفاری آیۂ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بحرین (دو دریا) علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ جن سے لولوء اور مرجان یعنی حسن و حسین علیہما السّلام پیدا ہوئے۔ اِن چاروں بزرگواروں کا مثل کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مومن ہی اِن سے محبت رکھے گا۔ کافر ہی اِن سے عداوت کرے گا۔ تم لوگ (اِن اہلبیتِ رسالت کی محبت کا اعتقاد رکھو اور) محبتِ اہلبیت کی وجہ سے مومن بنو۔ اور اُن سے دشمنی کرکے کافر نہ ہو جاؤ۔ ورنہ (اوندھے مُنہ) دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز جنابِ سیدہ صلوات اللہ علیہا اپنی بھوک اور بے لباسی کی وجہ سے آب دیدہ ہوئیں تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہؑ! اپنے شوہر کے ساتھ قناعت مدِنظر رکھو۔ خدا کی قسم تمہارے شوہر دنیا میں بھی سردار ہیں اور آخرت میں بھی اور دونوں جہان میں سب سے زیادہ صالح ہیں۔ پس خداوندِ عالم نے آیۂ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ نازل فرمائی۔ یعنی خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دو دریا بھیجے ہیں یعنی بحرِ علم جنابِ علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہیں اور بحرِ نبوت جنابِ فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا۔

یہ دونوں باہم ملے جلے رہیں گے۔ اور میں نے اِن دونوں میں وصل قرار دیا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ یعنی اُن دونوں کے مابین جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم برزخ اور مانع جو علیؑ بن ابی طالب کو دنیا نہ ملنے کی وجہ سے رنجیدہ ہونے کو منع کرتے ہیں اور فاطمہؑ کو اِس بات سے روکتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر سے معاملۂ دنیاوی میں کوئی جھگڑا کریں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ اے گروہِ انسان و جنات تم کس کس لئے ولایتِ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام اور محبتِ جنابِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ و سلامہ علیہا کی تکذیب کرتے ہو۔ اَللُّؤْلُؤُ سے جنابِ امام حسن علیہ السلام اور اَلْمَرْجَانُ سے جنابِ امام حسین علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ لؤلؤ بڑا ہوتا ہے اور مرجان چھوٹا۔ اور علی و فاطمہ علیہما السلام کا دو دریا ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اِن دونوں کے فضائل بڑے وسیع ہیں اور خیر بکثرت ان دونوں سے ظاہر ہوئی ہے اور بحر کو اُس کی وسعت کی وجہ سے بحر کہتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا کی ایک گھوڑی خوب دوڑی تو آنحضرتؐ نے فرمایا وَجَدْنَاهُ بَحْرًا یعنی میں نے اُس کو (دوڑ بھاگ میں) بحر (سمندر) پایا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۵۰

(قولِ مترجم) قیامت کا برپا ہونا۔ نامۂ اعمال کا ایک ایک متنفس کو دیا جانا۔ میزان کا قائم ہونا۔ حساب و کتاب سب کا ہونا مسلمانوں کے کُل فرقوں کے نزدیک برحق ہے۔ اب اگر حسبِ تصریح جنابِ امام رضا علیہ السلام اِس آیت میں مُنکِم نہیں تھا تو خدا کے قول سے یہ سب اعتقادات باطل ہو گئے۔ جزا رہی نہ سزا۔ مُنکِم کی قید کے ساتھ اُس فرقہ کے ساتھ خاص رعایت کا اظہار ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اہلبیتِ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دامن سے وابستہ جانتا ہے۔ یہ رعایت کیوں ہے؟ یہ اِس لئے ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہانکے پکارے ڈنکے کی چوٹ ساری امت کو یہ سُنا گئے کہ میری اُمت کے میرے بعد بہت جلد تہتر ٹکڑے ہو جائیں گے جن میں سے جنت میں صرف ایک ہی جائے گا۔ باقی سب دوزخ میں۔ یہ حدیث بھی ہر فرقہ کے نزدیک مقبول ہے۔ اور ہر ایک اس کا مدعی ہے کہ جنت کے ٹھیکہ دار ہم ہی ہیں۔ مگر بہتر اور ایک میں کوئی مابہ الامتیاز ضرور ہے تو وہ یہی ہے کہ بہتر اہلبیتؑ سے روگردان ہیں اور اُن کا طرفدار ہے وہ ایک فرقہ اپنے آپ کو شیعہ کہتا ہے اور باقی اِس نام سے بیزار نظر آتے ہیں۔ ہم نے جب قرآنِ مجید کو غور سے دیکھا تو اسی ایک فرقہ کا نام قرآنِ مجید سے ملتا ہے۔ کسی دوسرے فرقہ کا نام قرآن مجید سے ثابت نہیں۔ اور چونکہ قیامت میں پہنچکر کُل فرقے دو ہی رہ جائیں گے اور سب تفریقیں مٹ جائیں گی۔ جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ (دیکھو صفحہ ۸۵۰ سطر ۸) نیز فرماتا ہے فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمْ

اَتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝
(دیکھو صفحہ ۲۴۳ سطر ۷)۔ اب سورۂ قصص میں جناب موسےٰ علیہ السلام کے قصے میں جن سے نبیؐ آخر الزمان کو تشبیہ دی گئی ہے صاف لکھا ہوا موجود ہے وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۱۶ سطر ۵)
جس سے صاف ثابت ہے کہ جناب موسےٰ علیہ السلام کی امت میں دو طرح کے آدمی تھے۔ ایک اُن کے شیعہ ایک اُن کے دشمن۔ لامحالہ تکمیل تشبیہ کے لئے جناب رسولِ خدا کی اُمت میں بھی دو ہی طرح کے آدمی ہوں گے۔ ایک آنحضرتؐ کے اور اُن کے اہلبیتؑ کے شیعہ اور دوسرے اُن حضراتؑ کے دشمن۔ آنحضرتؐ نے اپنے شیعوں کو جناب علیؑ مرتضےٰ کا شیعہ قرار دیا ہے۔ یہ امر خود حضرات اہل سنت کی احادیث کی متعدد کتابوں سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا یَا عَلِيُّ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔
اسی حدیث کو اس درجہ کا مستند سمجھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی باوجود مخالفت کُلّی کے تحفۂ اثنا عشریہ میں رقمطراز ہیں کہ "شیعہ اُولٰئِکَ ہُمُ الْفَآئِزُوْنَ" یعنی پہلے شیعہ ہم ہی ہیں۔ آگے جو کچھ لکھتے ہیں اُس کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ یہ لقب غُلاۃ و روافض نے اختیار کر لیا اس سے ہم نے اسے چھوڑ دیا اور اپنے آپ کا نام اہلسنت والجماعت رکھا۔ خیر۔ یہ شاہ صاحب کو اختیار ہے کہ خدا و رسول کے مقرر کئے ہوئے نام سے بیزاری کریں اور معاویہ اور یزید کے مقرر کئے ہوئے نام کو اختیار کریں۔ جس کا صلہ وہی دونوں حضرات ان اختیار کرنے والوں کو دینگے۔ مگر یہ کھلی بات ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا۔ یَا اَبَا بَكْرٍ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ يَا عُمَرُ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يَا عُثْمَانُ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ يَا مُعَاوِيَةُ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ يَا عَائِشَةُ اَنْتِ وَشِيْعَتُكِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔
یا اسی طرح کسی اور زوجۂ نبی کا نام ہوتا یا اصحاب میں سے کسی اور کا ہوتا خصوصاً جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے اُن میں سے جناب امیر علیہ السلام کے علاوہ نو ۹ ہے۔ تین کا تو اوپر ذکر آچکا۔ باقی کے چھ ۶ میں سے کسی کے متعلق ایسی حدیث کوئی دکھاوے۔ اور چونکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ فقط علیؑ کے ہوں گے۔ اور جو علیؑ کے شیعہ ہوں گے وہی جناب رسولِ خدا کے شیعہ اور وہی کُل اہل بیتؑ اطہار کے شیعہ۔ اور چونکہ علیؑ کے شیعہ ہونے کے سبب شیاطین کے دوستوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں اور قسم قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں محض اپنے ایمان کی خاطر زندگانی دنیا میں برداشت کرتے رہیں گے۔ اس لئے اُن کا یہ صلہ ہونا لازم تھا کہ قیامت

کے دن ہر طرح کی بازپرس سے بری کر دئے جائیں اور دوسروں کو نوٹس دے دیا جائے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ (دیکھو صفحہ ۷۰۹ سطر ۱) اور اُن کے گرد گھنٹالوں سے اُسی طرح بدلا لیا جائے جس طرح کہ فرما چکا ہے إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۶۵ سطر ۳) مگر چونکہ عدالتِ خدا باطل نہیں ہو سکتی وہ مقتضائے رحمت تھا اور یہ مقتضائے عدالت ہے کہ شیعیانِ جنابِ امیرالمؤمنین سے گناہ سرزد ہوں تو کچھ تو دنیا میں وہ اُن کے معاوضہ میں بیماریاں۔ اولاد کی نافرمانی۔ دشمنانِ خدا و رسول و اہلبیت کے ہاتھوں مصائب و تکلیف و ایذا۔ کچھ قرض و پریشانی و بے روزگاری و افلاس وغیرہ کی مشقتیں برداشت کریں۔ اگر اس سے بھی بچ رہیں تو جانکنی کی سختی سہیں۔ اُس سے بھی بچ رہیں تو عالمِ برزخ میں جتنے گناہ ہوں اُتنی مدت بھگتان بھگت کر قیامت کے دن بوجہ تعلق اہلبیت علیہم السلام خدا کی حضور میں سرخرو ہی حاضر ہوں۔ اور اس آیت کے مصداق ٹھہریں فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَن ذَنبِهِ مِنكُمْ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۸۵۴

تفسیر برہان میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اہلِ جنت نوجوان بغیر ڈاڑھی مونچھ کے امرد ہوں گے۔ آنکھوں میں اُن کی سرمہ۔ سروں پر اُن کے تاج۔ گردنوں میں اُن کی گلوبند۔ اور وہ سب کے سب خوش اور مسرور لذتوں میں بسر کرنے والے ہوں گے۔ عیش و عشرت میں مشغول گرامی قدر ہونگے۔ ایک ایک کو سو سو آدمیوں کی برابر کھانے اور پینے کی طاقت اور شہوت اور جماع کی قوت دی جائے گی۔ ہر شخص ہر غذا کی لذت۔ ہر لباس کا مزہ چالیس برس تک پائے گا۔ اور خدائے عزوجل چہروں میں اُن کے نور عطا فرمائے گا اور بدنوں پر اُن کے سفید ریشمی کپڑے۔ سبز رنگ کے جوڑے۔ زرد رنگ کے زیور پہنائے گا۔ اہلِ جنت ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کبھی نہ مرینگے۔ ہمیشہ جاگتے رہیں گے۔ کبھی اُن کو نیند نہ آئے گی۔ ہمیشہ غنی رہیں گے۔ کبھی مفلس نہونگے ہمیشہ خوش و خرم رہیں گے، کبھی رنجیدہ نہ ہوں گے۔ ہمیشہ ہنسی خوشی میں بسر کریں گے۔ کبھی نہ روئیں گے۔ ہمیشہ معزز رہیں گے کبھی اُنہیں ذلت نہ ہوگی۔ ہمیشہ شاد و فرحاں رہیں گے ہمیشہ کھائیں گے کبھی بھوکے نہ رہیں گے۔ ہمیشہ سیراب رہیں گے کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ ہمیشہ لباس سے آراستہ رہیں گے۔ کبھی برہنہ نہ ہونگے۔ سوار ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کو جایا کریں گے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے لڑکے کہ ہاتھوں میں اُن کے چاندی کے لوٹے۔ سونے کے برتن ہوں گے۔ اُن کے سلام کے لئے حاضر ہوا کریں گے۔ وہ سونے کے جڑاؤ تختوں پر تکیئے لگائے ہوں گے۔ رحمتِ خدا کی طرف نظر کرتے ہوں گے۔ خدا کی جانب سے اُن کے پاس تحیہ اور سلام کے ہدیے آتے رہیں گے۔ ہم اُس کی درگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی

رحمت سے جنت عطا فرمائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جنت کی زمین اور اُس کے پتھر چاندی کے ہوں گے۔ مٹی اُس کی ورس[1] اور زعفران کی ہوگی۔ جھاڑ و اُس کی مشک کی ہوگی۔ سنگریزے اُس کے موتی اور یاقوت کے ہوں گے۔ جنت کے تخت موتی اور یاقوت سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۔ اُن تختوں میں یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے ہیں۔ اور یاقوت اور موتیوں کی جھالر والے پردے اُن پر پڑے ہوئے ہیں۔ جو پردوں سے زیادہ ہلکے اور ریشم سے زیادہ نرم ہیں۔ اور تختوں پر فرشوں کے غرفے (اونچے مکان) اُوپر نیچے بنے ہوئے ہیں جو دنیاوی مکانوں سے ساٹھ درجے بلند ہیں۔ قولِ باری تعالےٰ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ کا یہی مطلب ہے اور قول خدا عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ میں اَرَآئِكَ سے وہ تخت مراد ہیں جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جنت کی نہریں بغیر کھدے جاری ہیں۔ پانی اُن کا برف سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں اور مسکہ سے زیادہ رقیق ہے۔ مٹی اُن کی مُشکِ اذفر ہے۔ سنگریزے اُن کے موتی اور یاقوت ہیں۔ ایک ایک ولی خدا کی جس طرف خواہش ہوگی اُس طرف وہ بہنے لگیں گی اور باغات کو اس حد تک بڑھائیں گی کہ اگر وہ دنیا کے تمام آدمیوں اور جنوں کو مہمان کرے تب بھی اُن کے لئے کھانا پینا کپڑے زیور اس قدر مہیا ہے کہ ذرا بھی کمی محسوس نہ ہوگی۔ جنت میں خرمے کے درختوں کی یہ صفت ہے کہ تنے اُن کے کُندن کے ہیں اور شاخوں کی جڑیں زبرجد سبز کی اور سرے سفید موتی کے ہیں۔ اور چھتری اُس کی سبز حُلّوں کی ہے۔ اُس کے پھل چاندی سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ مسکہ سے زیادہ نرم ہیں۔ جن میں گٹھلیوں کا پتہ نہیں۔ خوشوں کا طول جس میں پھل اُوپر سے نیچے تک تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں بارہ بارہ ہاتھ کا ہوگا۔ جتنے خرمے توڑ لئے جائیں گے فوراً ہی خدائے تعالےٰ اُن کی جگہ دوسرے پیدا کر دیگا۔ اور یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ۔ کھجوروں کے درخت کے پھل تو ڈول کے برابر ہوں گے۔ اور کیلے اور انار بڑے بڑے چرسوں کی برابر۔ اہلِ جنت کی کنگھیاں سونے کی اور کشتیاں موتی کی ہونگی۔

جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہیدانِ راہِ خدا میں سے ادنےٰ درجہ کے شہید کا جنت میں یہ مرتبہ ہوگا کہ اُس

---

[1] ایک قسم کی گھانس ہے جو اطرافِ یمن میں ہوتی ہے اور بیس برس تک باقی رہتی ہے ۱۲

کی زوجیت میں بارہ ہزار حوریں اور چار ہزار کنواریاں اور بارہ ہزار شوہر دیدہ عورتیں ہونگی۔ اُس کی ہر ہر زوجہ کے ستر ستر ہزار خدمتگار ہوں گے مگر حوروں کے لئے خادم دوسرے ہوں گے ہر ہفتہ میں وہ شہید اپنی بیبیوں کے پاس پھیرا کیا کرے گا۔ پس جس دن یا جس ساعت میں جن عورتوں کی باری ہوگی وہ سب عورتیں اُس کے اردگرد جمع ہوکے ایسی خوش آوازی سے زمزمہ کرینگی کہ نہ اُن کی آواز سے زیادہ کوئی آواز شیریں ہوگی اور نہ اچھی۔ اُن کی خوش الحانی سے جنت کی ہر چیز وجد و حرکت میں آجائے گی۔ وہ کہیں گی ہم ہیں ہمیشہ رہنے والیاں۔ کبھی ہم کو موت نہ آئے گی۔ ہم ہیں خوش خو۔ بامذاق۔ کبھی ہمارے مزاج میں ترشی نہ آئے گی۔ ہم ہیں راضی رہنے والیاں کبھی ہم ناراض نہ ہوں گی۔

ابوبصیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روائت کی ہے اُن حضرت نے فرمایا کہ جنت میں ایک ایک مومن کی آٹھ آٹھ سو کنواریاں اور چار چار ہزار شوہر دیدہ عورتیں اور دو دو حوریں بیبیاں ہوں گی۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا آٹھ آٹھ سو کنواریاں ہوں گی؟ فرمایا ہاں جب اُن کا شوہر اُن سے ہم بستر ہوگا اُن کو کنواری ہی پائے گا۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ کے قربان ہو جاؤں حوریں کس چیز سے پیدا ہوئی ہیں؟ فرمایا جنت کی نورانی مٹی سے۔ اُن کی پنڈلیوں کا مغز ستر حلوں کے نیچے سے بھی نظر آئے گا۔ اُن کا جگر شوہر کے لئے اور شوہر کا جگر اُن کے لئے آئینہ ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ ایسی باتیں بھی ہیں جو حوریں اہل جنت سے کرینگی؟ فرمایا ہاں اُن کی باتیں ایسی شیریں ہوں گی کہ مخلوق میں سے کسی نے بھی ویسی نہ سُنی ہوں گی۔ میں نے عرض کی وہ کیا باتیں ہوں گی؟ فرمایا وہ عورتیں دھیمی دھیمی آواز سے کہیں گی۔ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْؤُسُ وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ خُلِقَ لَنَا وَطُوْبٰى لِمَنْ خُلِقْنَا لَهٗ وَنَحْنُ اللَّوَاتِي لَوْ اَنَّ اَحَدًا اُعْلِقَ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ لَاغْشٰى نُوْرُهٗ الْاَبْصَارَ (ہم ہمیشہ زندہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی۔ ہمیشہ ہم خوشحال رہنے والیاں ہیں کبھی ہم ترش رو نہ ہوں گی۔ ہم ہمیشہ اپنے مقام پر رہنے والیاں ہیں کبھی سفر میں نہ جائیں گی۔ ہم ہمیشہ رضامند رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہ ہونگی مبارک ہو اُس کو جس کے لئے ہم پیدا ہوئے ہیں اور خوشحال اُس کا جو ہمارے واسطے پیدا ہوا ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص آسمان میں اُدھر لٹکا ہوا ہو اور ہم میں سے کوئی اُس کے پاس سے گزر جائے تو ہمارا نور اُس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک زندیق نے سوال کیا کہ

مسلمانوں نے یہ کہاں سے کہہ دیا کہ جنت میں جو کوئی کسی درخت کا میوہ کھائیگا تو ویسا ہی پھر نمودار ہو جائے گا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی مثال چراغ ہے کہ کوئی شخص اُس سے دوسرا چراغ روشن کرے تو اُس کی روشنی کچھ بھی کم نہ ہوگی اگرچہ تمام دنیا اُس سے روشن کئے ہوئے چراغوں سے مملو کر دی جائے۔ اُس نے کہا آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنت میں لوگ کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اُن کو نہ پاخانہ کی حاجت ہوگی اور نہ پیشاب کی۔ (بھلا یہ کیسے ممکن ہے)؟ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ غذا اُن کی بیحد لطیف ہوگی اُس میں ثقل ہوگا ہی نہیں۔ اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ پسینہ کی راہ نکل جائے گا۔ اُس نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حور سے جب اُس کا شوہر ہم بستر ہوگا تو اُسے باکرہ ہی پائے گا؟ فرمایا حوریں خوشبودار مٹی سے خلق ہوئی ہیں۔ نہ اُن کو کوئی آفت متغیر کرے گی اور نہ اُن کے اجسام میں کوئی مرض لاحق ہوگا۔ نہ اُن کے سوراخوں میں کوئی چیز در آئے گی۔ نہ اُن کو حیض کی نجاست پلید کرے گی۔ رحم اُن کا بلا ہوا اور متصل رہے گا کیونکہ اُس میں سوائے اِخلیل کے اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ حوریں ستر ستر حلّے پہنیں گی اس پر بھی اُن کے شوہروں کو اُن کی پنڈلیوں کا مغز نظر آئے گا۔ (اس کی وجہ سمجھا دیجئے) فرمایا اُس کی مثال یہ ہے کہ ایک بانس گہرے صاف و شفاف پانی میں درہم ڈال دئے جائیں تو نظر آئیں گے یا نہیں؟ اُس نے عرض کی بھلا جنت میں راحت کہاں اور نعمات جنت سے لوگ کیا لطف اُٹھائیں گے۔ اِس لئے کہ کسی کا تو بیٹا وہاں نہ ہوگا۔ کسی کا باپ۔ کسی کی ماں نظروں سے غائب ہوگی تو کسی کا دوست اُس کے پاس نہ ہوگا! جو شخص اپنے کسی عزیز کو جنت میں نہ پائے گا تو بلاشک یہی سمجھیگا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ (اب آپ ہی فرمائیں) جسے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اُس کے دوست پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے تو اُسے جنت میں خاک مزہ اور چین آئیگا؟ فرمایا بعض تو (ایسے لوگوں کو جو عذاب کے مستحق ہیں) بھول جائیں گے اور بعض لوگ منتظر رہیں گے کہ وہ لوگ اعراف میں ہونگے آجائینگے۔

حضرت ابو ذرِ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حورانِ جنت میں سے کوئی حور آسمانِ دنیا پر اندھیری رات میں ظاہر ہو تو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشنی پھیل جائے اور تمام اہلِ دنیا کو اُس کی خوشبو معلوم ہو جائے۔ اگر اہلِ جنت کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا آج دنیا میں پھیلا دیا جائے تو جو شخص اُس کی طرف دیکھے اُس کی ایسی حالت ہو جائے گویا اُس پر بجلی گری اور دیکھنے والوں کی نظریں اُس کا تحمل نہ کر سکیں۔

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جس نے محمدؐ پر قرآنِ مجید نازل فرمایا ہے۔ اہل جنت کا حسن و جمال ہمیشہ بڑھتا ہی رہے گا جس طرح دنیا میں بڑھاپا بڑھتا جاتا

ہے اور اُس کے ساتھ ہیئت بگڑتی جاتی ہے۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو جنت کے پردوں میں سے ایک پردہ اُٹھایا جائے گا اور اُس کی خوشبو ہر ذی رُوح کو پانسو برس کی راہ سے محسوس ہوگی۔ مگر ایک گروہ کو یہ خوشبو نہ آئے گی۔ راوی نے عرض کی (یابن رسولؐ اللہ!) وہ کونسا گروہ ہے؟ فرمایا جس کو ماں باپ نے عاق کر دیا ہو۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (یہاں انتہا اس!) والدین کی نافرمانی سے بچو کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہوگی مگر والدین کا عاق کردہ اور قطع رحم کرنے والا اور بوڑھا زناکار اور وہ شخص جو ازروئے تکبر اپنے کپڑوں کو زمین پر کھینچتا ہوا چلے اُس کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ تکبر تو تمام عالموں کے پروردگار خدا ہی کے لئے زیبا ہے۔

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ تو اُس کے جواب میں خداوندِ عالم فرماتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ۔ پس تم لوگوں کو چاہیئے کہ بکثرت درود بھیجا کرو۔ اور جو شخص صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو وہ ہرگز جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا حالانکہ وہ پانسو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہوگی۔

قولِ صاحبِ تفسیر برہان۔ اس مضمون کی روائتیں بکثرت ہیں مگر ہم نے بخوفِ طوالت ترک کر دی ہیں

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۵۷

قولِ مترجم۔ مَسّ کے دو معنی ہیں۔ ایک تو ہاتھ سے چھُونا جیسا کہ مندرجہ نوٹ التہذیب والی حدیث میں وارد ہوا ہے جس کی جُنُب کے لئے ممانعت کی گئی ہے۔ اور دوسرے معنی ہیں عقل و علم سے سمجھنا جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو عقل و علم سے مس بھی نہیں۔ یہ معنی جناب امیر علیہ السّلام نے احتجاج والی حدیث میں ارشاد فرمائے ہیں لہٰذا دونوں حدیثوں میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۵۸

جنابِ امام رضا علیہ السّلام نے اسمائے باری تعالےٰ کی توضیح و تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ کا نام ظاہر اس لئے نہیں ہے کہ وہ اشیاء کی پشت پر سوار ہے یا بیٹھا ہوا ہے بلکہ اسے ظاہر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور اُس کی قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کہے ظَہَرْتُ عَلٰی اَعْدَآئِیْ وَاَظْہَرَنِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ

خَصَمِیْ (میں اپنے دشمنوں پر غالب آگیا۔ خدا نے مجھ کو میرے دشمن پر غالب کر دیا) تو غرض اُس کی اس قول سے اظہار کامیابی اور غلبہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خدائے تعالےٰ بھی تمام چیزوں پر غالب ہے۔ دوسری وجہ اُس کے ظاہر ہونے کی یہ ہے کہ جو شخص خدا کی مخالفت کا قصد کرے تو وہ اُس کے لئے ظاہر ہے۔ یعنی خدائے تعالےٰ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اور خدائے تعالےٰ ہر شے کی جسے وہ دیکھتا ہے تدبیر کرنے والا ہے۔ پس خدا سے زیادہ اور کون ظاہر اور واضح ہوگا کیونکہ جدھر تم توجہ کرو خدا کی صنعت تمہارے پیشِ نظر ہے۔ بلکہ خود تمہاری ذات میں خدا کی قدرت کے اتنے آثار موجود ہیں کہ اُس کو ظاہر سمجھنے کے لئے وہی کافی ہیں۔ اور ہم میں سے ظاہر اُسے کہتے ہیں جس کی ذات نمایاں ہو اور جس کی حقیقت معلوم ہو۔ تو یہ لفظ خدا پر بھی صادق آیا اور مخلوق پر بھی مگر معنی بدل گئے۔ اب رہا الباطن تو وہ اس معنی میں نہیں ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں پوشیدہ اور سمایا ہوا ہو۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کے بھید سے واقف اور اُن کا محافظ و مدبّر ہے۔ اور یہ لفظ الباطن مشتق ہے اَبْطَنْتُہٗ سے۔ یعنی میں اُس کی خبر رکھتا ہوں۔ یا میں اُس کے بھید سے واقف ہوں۔ (پس باطن کے معنی ہوئے واقفِ اسرار) اور مخلوقات میں سے باطن وہ کہا جائے گا جو کسی چیز میں غائب اور پوشیدہ ہو جائے۔ پس لفظ باطن خدا پر بھی صادق آیا اور مخلوق پر بھی۔ مگر معنی جُدا جُدا ہیں۔

جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ مجھے عمارؓ یاسر مدینہ کے ایک کوچہ میں ملے۔ میں نے اُن سے جنابِ رسولِ خدا کا حال دریافت کیا۔ عمارؓ یاسر نے جواب دیا کہ وہ حضرتؐ مجمعِ اصحاب کے ہمراہ مسجد میں رونق افروز ہیں اور یہ بھی بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ نمازِ صبح ادا کر چکے اور آفتاب نکل آیا تو علی بن ابی طالب علیہ السلام آگے بڑھے۔ اُن کو دیکھ کر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں آنکھوں پر بوسہ دیکے اپنے پہلو میں اتنا قریب بٹھا لیا کہ دونوں کے زانو سے زانو مل گئے۔ پھر فرمایا اے علیؑ! اُٹھو اور آفتاب کو جواب دو کہ وہ تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ سُن کر اہلِ مسجد کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ! کیا آفتاب ہمارے برخلاف کوئی بات کہتا ہے؟ اور بعض منافق کہنے لگے۔ یہ تو ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ اپنے ابنِ عم کا مرتبہ بڑھائیں اور اُن کا نام روشن کریں۔ پس بمجردِ ارشادِ جنابِ رسولِ خداؐ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام مسجد کے صحن میں آئے اور آفتاب سے خطاب فرمایا کَیْفَ اَصْبَحْتِ یَا خَلْقَ اللّٰہِ؟ اے مخلوقِ خدا! کس حال میں تو نے صبح کی؟ اُس نے جواب دیا بِخَیْرٍ یَا اَخَا رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا اَوَّلُ یَا آخِرُ یَا ظَاھِرُ یَا بَاطِنُ یَا مَنْ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اے رسول اللہ کے بھائی! اے اوّل! اے آخر! اے ظاہر! اے باطن!

اے ہر چیز سے واقف! میں نے اچھے حال میں دن نکالا۔ پھر وہ جناب آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم بیان کروگے یا میں خبر دوں کہ جو آفتاب نے تم سے کہا ہے؟ عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی زبانِ مبارک سے اچھا معلوم ہوگا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نے جو تم سے کہا یَا اَوَّلُ! تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے ہو۔ اور یہ جو اُس نے کہا یَا اٰخِرُ! تو اُس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے غسلِ میت دے کر سب سے آخر دیکھنے والے تم ہوگے۔ اور جو اُس نے تم سے کہا یَا ظَاهِرُ! اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ میرے اسرار پر اطلاع پائیں گے اُن سب میں تم اوّل ہو۔ اور اُس کے قول یَا بَاطِنُ! کے یہ معنی ہیں کہ تم میرے علم کے حامل ہو۔ اور اُس کے آخری فقرہ یَا مَنْ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کا یہ مقصود ہے کہ خداوندِ عالم نے قرآنِ مجید میں جو کچھ نازل کیا ہے خواہ وہ حلال کے متعلق ہو یا حرام کے فرائض ہوں یا احکام۔ تنزیل ہو۔ یا تاویل ناسخ ہو یا منسوخ۔ محکم ہو یا متشابہ (سہل ہو) یا مشکل سب کو تم بخوبی جانتے ہو۔ اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تمہارے بارے میں میری اُمّت کے لوگ ایسا کہنے لگیں گے جیسا کہ عیسےٰ ابنِ مریمؑ کی شان میں نصارےٰ کہتے ہیں تو آج میں تمہارے وہ فضائل بیان کرتا کہ اُس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمہارا گزر ہوتا وہی تمہاری خاکِ قدم بغرضِ شفا اُٹھا لیتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ عمارؓ یہ حدیث بیان ہی کر چکے تھے کہ اتنے میں سلمانؓ فارسی بھی وہاں آنکلے۔ عمارؓ نے فرمایا اے جابرؓ! یہ سلمانؓ بھی ہمارے ہمراہ خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں موجود تھے۔ جابرؓ کہتے ہیں پس سلمانؓ فارسی نے بھی اِسی طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح عمارؓ یاسر نے بیان کی تھی۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک دن جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ امیر علیہ السّلام کی گود میں سر رکھ کر سو گئے اور جنابِ امیر علیہ السّلام نے اُس وقت تک نمازِ عصر نہ پڑھی تھی سورج ڈوبنے کے قریب پہنچ گیا تو آنحضرتؐ بیدار ہوئے اور جنابِ امیر علیہ السّلام نے اپنی نماز کی کیفیت عرض کی۔ آنحضرتؐ نے دُعا فرمائی اور خدائے تعالےٰ نے سورج کو پھر لوٹا دیا۔ اِس کے آگے حضرتؐ نے حدیثِ ردِّ شمس کو پورا بیان کیا۔ اُس کے لوٹ آنے پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ اُٹھو اور سورج کو سلام کرو اور اُس سے بات کرو اِس لئے کہ وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جنابِ امیر علیہ السّلام نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میں سورج کو کیا کہہ کے سلام کروں؟ فرمایا یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلْقَ اللّٰهِ۔ پس جنابِ امیر علیہ السّلام اُٹھے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلْقَ اللّٰهِ۔ اُس نے فوراً جواب میں عرض کیا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَوَّلُ يَا آخِرُ يَا ظَاهِرُ يَا بَاطِنُ يَا مَنْ يُنْجِي مُحِبِّيهِ وَيُوثِقُ مُبْغِضِيهِ (آپ پر بھی

سلام ہو۔ اے اوّل! اے آخر! اے ظاہر! اے باطن! اے وہ جو اپنے دوستوں کو نجات دیگا اور اپنے سے بُغض رکھنے والوں کو باندھ کے ڈال دے گا) اِس کے بعد جناب امیر علیہ السّلام نے نمازِ عصر باقاعدہ ادا کرلی اور آنحضرتؑ کے ارشاد کے بموجب عام لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار نہیں کیا۔ مگر کسی موقعہ پر آنحضرتؑ سے آفتاب نے جو کچھ کہا تھا اُس کے معنی دریافت کیئے تو آنحضرتؑ نے فرمایا کہ آفتاب نے جو کچھ کہا سچ کہا اور وہ خدا کے حکم سے گویا ہُوا تھا۔ (یَا اَوَّلُ! کا یہ مطلب ہے کہ) تم ایمان لانے میں سب سے پہلے مومن ہو اور (یَا آخِرُ! کا یہ مطلب ہے کہ) اوصیاء انبیاء میں تم سب سے آخر ہو۔ نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی وصی نبی۔ اور (یَا ظَاھِرُ! کا یہ مطلب ہے کہ) تم اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہو گے اور (یَا بَاطِنُ! کا یہ مطلب ہے کہ) تم علم سے پورے پورے آگاہ اور ایسے باخبر ہو کہ علم میں تم سے بڑھ کے کوئی نہ ہوگا تم میرے علم کے مخزن اور میرے پروردگار کی وحی کے خزانہ ہو۔ تمہاری اولاد تمام عالم کی اولادوں سے بہتر اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن سب میں چیدہ اور برگزیدہ ہونگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۶۰

(بقیہ نوٹ ہذا) منافق اِس دیوار کے پیچھے سے آواز دیکے کہیں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ؟ اِس کے جواب میں مومنین کہینگے بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (دیکھو صفحہ ۸۶۰ سطر ۸)۔

تفسیر برہان میں سلام ابن مُستنیر سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے خدائے تعالےٰ کے اِس قول فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قول ہمارے بارے میں۔ ہمارے شیعوں کے بارے میں اور ہمارے حق کا انکار کرنے والوں کے بارے میں نازل ہُوا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو راستہ میں ایک جگہ مخلوقِ خدا روک لی جائیگی اور خدائے تعالےٰ ظلمت کی ایک دیوار کھڑی کردے گا جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا۔ اُس کے اندر کی طرف رحمت یعنی روشنی ہوگی اور سامنے باہر کی طرف عذاب۔ یعنی اندھیرا ہوگا۔ پس خدائے تعالےٰ ہم کو اور ہمارے شیعوں کو تو اُس فصیل کے اندر پہنچا دے گا جہاں رحمت اور نور ہوگا اور ہمارے دشمنوں کو اور ہمارے حق کا

انکار کرنے والوں کو اُس فصیل کے باہر کی طرف رہنے دیگا جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اُسوقت ہمارے دشمن تم کو پُکار پُکار کے یہ پوچھیں گے کہ (ارے رافضیو!) کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ ہمارا نبی اور تمہارا نبی ایک ہی تھا۔ ہماری نماز اور تمہاری نماز ایک ہی تھی۔ ہمارا روزہ اور تمہارا روزہ ایک ہی تھا۔ ہمارا حج اور تمہارا حج ایک ہی تھا۔ (قولِ مترجم۔ جھوٹوں کے پیر وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہ آئیں گے۔ نبوت کے متعلق اعتقاد میں اور نماز و روزہ و حج کی بجاآوری میں جتنا کچھ فرق ہے فریقین کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے) امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت ایک فرشتہ منجانبِ پروردگارِ عالم اُن کو جواب دے گا۔ ہاں! کسی قدر مشابہت تو تھی لیکن تم نے اپنے نبیؐ کے بعد اپنی ذات کو آزمائش میں ڈالا۔ پھر تم خود سے حاکم بنگئے اور جس کے حکم کی پیروی کرنے کا تمہارے نبی نے تم کو حکم دیا تھا اُس کی پیروی تم نے چھوڑ دی اور اُس کے حق میں نزولِ بلا کا تم نے انتظار کیا اور جو کچھ اُس کے بارے میں تمہارے نبیؐ نے تم سے کہا تھا اُس کے بارے میں تم شک میں پڑ گئے۔ اور تمہاری آرزوؤں نے (تم کو دھوکا دیا) اور اہلِ حق کے خلاف جو تمہارا اجتماع ہوگیا تھا اُس اجتماع نے تم کو دھوکا دیا۔ اور چونکہ اِس حال میں خدائے تعالےٰ نے تمہارے حق میں بُردباری کو کام فرمایا۔ اُس نے تم کو اور دھوکے میں ڈالا تا آنکہ خدائے تعالےٰ نے صاحبِ امر یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السّلام اور اُن کے بعد والے ائمہؑ کو زمانۂ رجعت میں حق کے ساتھ قوت دے کر ظاہر فرمایا۔ اِس سے پہلے پہلے شیطان برابر تم کو دھوکے ہی دیتا رہا۔ سو آج کے دن نہ تم ہی سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ اِنہی سے جنہوں نے آلِ رسولؐ کے حق کا انکار کر دیا تھا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو کوئی نیکی بھی ایسی میسّر نہ آئے گی جسے معاوضہ میں پیش کر کے آتشِ جہنم سے اپنے تئیں بچا سکو۔ تمہارا ٹھکانا آتشِ جہنم ہے۔ وہی تمہاری حاکم ہے اور وہی (سب سے) بُری بازگشت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۶۱

المحاسن میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اِس دین پر مرے وہ شہید مرے گا۔ کسی نے عرض کی اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر مرے؟ (تو کیا جب بھی شہید مریگا؟) فرمایا ہاں! خدا کی قسم اگرچہ بستر ہی پر مرے تو وہ زندہ رہے گا خدا کی جناب سے وہ رزق پائے گا۔

حکم بن عُیَیْنہ سے مروی ہے کہ جب جنگِ نہروان میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے خارجیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا امیرالمؤمنین! خوشحال ہمارا کہ ہم اِس لڑائی میں آپ کی نصرت میں خارجیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ حضرتؑ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ اِس معرکہ میں ہمارے ساتھ

وہ لوگ بھی شہید ہوئے ہیں جنکے باپ دادا کو ابھی تک خدا نے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ اُس شخص نے عرض کی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو لوگ ابھی مخلوق نہیں ہوئے وہ شہید بھی ہوگئے؟ فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو ہماری مدد اور فرمانبردار ہوگی اور اس جنگ (کے ثواب) میں وہ ہماری ضرور بالضرور شریک ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آدمیوں کو رضامندی اور ناراضی ملا لیتی ہے۔ یا جُدا کر دیتی ہے اور جو شخص کسی امر سے راضی ہو تو اُسکا کرنیوالا سمجھا جائیگا اور جو کسی امر سے ناراض ہوگا وہ اُس سے علیحدہ

منہال قصاب نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ اے مولا! میرے لئے حضور دعا فرمائیں کہ میں شہید مروں۔ حضرت نے فرمایا کہ مومن جہاں بھی مرتا ہے شہید ہی مرتا ہے۔ کیا تو نے قولِ باری تعالےٰ نہیں سُنا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ضمیمہ پارہ نمبر ۲۴ بھی ملاحظہ ہو)۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ایک فرشتہ حاضر ہوا جس کے بیس ہزار سر تھے۔ آنحضرت اُس کی دست بوسی کے لئے کھڑے ہوگئے۔ فرشتہ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! ٹھہریئے کہ آپ کا مرتبہ پیشِ خدا تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق سے زیادہ ہے (میں خود حضور کی دست بوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں) اُس فرشتہ کا نام محمود تھا۔ یکایک آنحضرت دیکھتے کیا ہیں کہ اُس کے دونوں شانوں کے مابین یہ عبارت لکھی ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَخُو الصِّدِّيْقِ الْاَكْبَرِ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب محمود! یہ عبارت تمہارے شانوں کے مابین کب سے لکھی ہوئی ہے؟ محمود نے عرض کیا کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے بارہ ہزار برس پہلے سے۔

مالک جُہنی کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم نماز پڑھتے ہو۔ زکوٰۃ دیتے ہو۔ اپنی زبان اور آنکھوں کو حرام سے بچاتے ہو پس جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ اے مالک! اس دارِ دنیا میں جس جس گروہ نے جس جس شخص کو اپنا امام بنا لیا ہے قیامت کے دن اُن کی یہ حالت ہوگی کہ پیر تو اپنے مریدوں پر لعنت کرتا ہوا آئے گا۔ اور مُرید اُس پر لعنت کرتے ہوئے آئینگے۔ مگر تم لوگ اور جو تمہاری مانند ہوں اُن کا یہ حال نہ ہوگا۔ اے مالک! تم میں سے جو شخص اس امر (ہماری محبت) پر مرے گا وہ شہید ہوگا۔ گویا کہ وہ خدا کی راہ میں تلواریں مارتا ہوا قتل ہوا ہوگا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے اجدادِ طاہرین کے منقول ہے۔ کہ

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک دن اپنے اصحاب کو علم کے چار سو باب تعلیم فرمائے۔ منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھا کہ تم لوگ کمینوں اور نا اہلوں سے بچتے رہو کہ وہ لوگ خدا سے خوف نہیں کرتے۔ بعضے اُن میں انبیاء کے قاتل ہیں اور ہمارے دشمن بھی اُنہی میں ہیں (آگاہ ہو جاؤ!) خداوندِ عالم نے اہلِ زمین کی طرف توجہ فرمائی۔ اُن میں سے ہم کو منتخب کیا اور ہماری خاطر سے ہمارے شیعوں کو پسند فرمایا۔ جب ہی تو وہ ہماری نصرت کرتے ہیں اور ہماری خوشی سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ہمارے رنج سے وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ہماری راہ میں اور ہمارے واسطے وہ اپنے مال اور اپنی جانیں صرف کرتے ہیں۔ ہمارے شیعوں میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو کسی امر کا مرتکب ہو۔ جس سے ہم نے اُس کو منع کیا ہو۔ اور پھر وہ یونہی مرجائے جب تک کہ اُسے خدائے تعالےٰ کسی بلا میں مبتلا نہ کرے جس کے ذریعہ سے اُس کا وہ گناہ دُور ہو سکے یا تو وہ بلا اُس کے مال کے متعلق ہوگی یا اُس کی اولاد کے متعلق ہوگی یا اُس کی جان کے متعلق ہوگی۔ اب وہ ایسے حال میں خدائے تعالےٰ سے مُلاقات کرے گا کہ اُس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی گناہ باقی بھی رہ گیا تو موت کے وقت اُس پر سختی گزرے گی (جس سے وہ گناہ بھی دور ہو جائے گا)۔ ہمارے شیعوں میں سے جو مرجائے وہ صدیق و شہید ہے۔ اس لئے کہ اُس نے ہمارے امر کی تصدیق کی ہے اور جس سے دوستی کی تو ہماری وجہ سے کی اور جس سے دشمنی رکھی تو ہماری وجہ سے رکھی۔ دونوں صورتوں میں خدا کی خوشنودی مدِنظر رکھی۔ خدا و رسولؐ پر وہ ایمان لایا اسی لئے خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

نیز جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم اپنے اپنے گھروں میں استقلال سے رہو۔ بلاؤں پر صبر کرو۔ اپنے ہاتھوں اور تلواروں اور نیزوں کو حرکت نہ دو۔ اور جس چیز کو خدائے تعالےٰ تمہارے لئے جلد لانے والا ہے۔ تم اُس کے لئے جلدی نہ کرو۔ اس لئے کہ جو کوئی تم میں سے اپنے بستر پر بھی مرے گا اور وہ پروردگار کے حق کی اور جنابِ رسولِ خدا کے حق کی اور اہلِ بیتِ رسالت کے حق کی معرفت رکھتا ہوگا تو وہ شہید مرے گا اور اُس کا اجر خدا کے ذمہ رہا۔ جس عملِ خیر کی اُس نے نیت کی وہ اُس کی جزا کا مستحق ہو چکا۔ اور اسی نیت کے ذریعہ سے وہ راہِ خدا میں تلوار سے لڑنے کی منزلت پر فائز ہو جائے گا۔

بشارات الشیعہ میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجدادِ طاہرین علیہم السلام کے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ

قیامت کچھ لوگ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ چہرے اُن کے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ تمام اوّلین و آخرین اُن کے مرتبہ کو دیکھ کر غبطہ (آرزو) کریں گے۔ یہ فرما کے آنحضرتؐ خاموش ہو رہے۔ پھر تین بار یہی فرمایا۔ اِس پر عمر ابنِ خطاب کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں۔ کیا وہ لوگ شہیدانِ راہِ خدا ہوں گے؟ فرمایا شہید تو وہ ہوں گے مگر ایسے نہیں جیسے تم لوگ خیال کرتے ہو۔ اُس نے عرض کی کیا وہ انبیاءؑ ہوں گے؟ فرمایا جیسا تو سمجھ رہا ہے وہ انبیاء بھی نہ ہوں گے۔ اُس نے عرض کی کیا وہ اوصیاءؑ ہوں گے؟ فرمایا وہ ایسے اوصیاء بھی نہیں ہیں جیسا کہ تیرا گمان ہے۔ عرض کی آخر وہ ہیں کون؟ کیا آسمان کے رہنے والے ہیں یا زمین کے باشندے؟ فرمایا ہیں تو وہ سب زمین ہی کے رہنے والے۔ عرض کی مجھے بتا تو دیجئے وہ ہیں کون؟ پس آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے علی بن ابی طالب علیہ السّلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ یہ اور ان کے شیعہ۔ قریش میں سے جو علیؑ سے دشمنی کرے وہ حرامی ہے۔ انصار میں سے جو کوئی علیؑ سے عداوت رکھے۔ وہ یہودی ہے۔ سارے عرب میں سے جو کوئی علیؑ سے بُغض رکھے وہ زنازادہ ہے۔ تمام آدمیوں میں جو کوئی علیؑ کا دشمن ہو وہ شقی ہے۔ اے عمر بن خطاب! جو کوئی میری محبت کا دعوےٰ کرے اور علیؑ سے دشمنی رکھے وہ (ملعون) جھوٹا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۶۲

تفسیر قمّی میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب اعدائے دین جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام اور دخترانِ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو مقیّد کرکے مع سرِ مبارکِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام یزیدِ لعین کے سامنے لے گئے اور بیمارِ کربلا زنجیروں میں جکڑے ہوئے اُس ملعون کے دربارِ عام میں کھڑے تھے تو یزید پلید بولا کہ اے علیؑ ابن الحسینؑ میں خدا کی حمد بجالاتا ہوں کہ اُس نے تمہارے باپ کو قتل کیا۔ جنابِ امامؑ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اُس پر جس نے میرے پدرِ بزرگوار کو جھوٹ بول کر شہید کیا ہے۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ میں اپنے پروردگار کو بُرا کہوں گا؟ یہ سُنکر یزیدِ لعین غضبناک ہوا اور جنابِ بیمارِ کربلا کے گردن مارے جانے کا حکم دے دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا (اے یزید!) جس حال میں کہ تو مجھے قتل کرے گا تو جنابِ رسولِ خدا کی بہو بیٹیوں کو مدینہ منورہ اُن کے مکانوں تک کون پہنچائے گا۔ میرے سوا تو کوئی اُن کا محرم باقی نہیں رہا؟ یزید نے جواب دیا کہ ان کے گھروں تک تو آپ ہی اِن کو پہنچائیں گے۔ پھر یزید نے سوہن منگایا اور امامؑ کی گردن کا طوق اپنے ہاتھ سے ریتنے لگا۔ پھر یزید نے کہا اے علی ابن الحسینؑ آپ سمجھے بھی کہ میں اپنے ہاتھ سے کیوں یہ کام کر رہا ہوں؟

ارشاد فرمایا ہاں میں تیرا مطلب جانتا ہوں۔ تو یہ چاہتا ہے کہ سوائے میرے اور کسی کا احسان علیؑ بن الحسینؑ پر نہ ہو۔ یزید نے کہا خدا کی قسم یہی میں نے سوچا تھا۔ پھر یزید نے کہا اے علیؑ بن الحسینؑ! وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۷، سطر ۱) حضرتؑ نے فرمایا۔ اے یزید! خدا کی قسم یہ آیت ہرگز ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ ہماری شان میں تو یہ آیت آئی ہے۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ الخ۔ اے یزید! ہم وہ ہیں کہ دنیا کی جو چیز ہمارے ہاتھ سے نکل جائے ہم اُس پر افسوس نہیں کرتے اور دنیا کی جو چیز ہمیں ملے اُس پر ہم اِترا تے نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۸۶۳

کافی میں ابو وَلِیْم نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضرت موسےٰ نے یوشعؑ بن نون کو اپنا وصی بنایا اور یوشعؑ بن نون نے حضرت ہارونؑ کے فرزند کو اپنا وصی قرار دیا۔ اور اپنے بیٹے کو اپنا وصی نہیں بنایا نہ فرزندِ موسےٰ علیہ السّلام کو بنایا۔ اس لئے کہ انتخاب باختیارِ خدا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس عہدۂ جلیلہ کے لئے منتخب فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ بن نون نے نبوت جنابِ مسیحؑ کی بشارت دی۔ جب وہ جناب مبعوث بہ رسالت ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو خبر دی کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جن کا نام احمدؐ ہوگا اور وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونگے وہ میری اور تمہاری تصدیق کریں گے۔ میری اور تمہاری طرف سے معذرت بھی پیش کریں گے۔ یہ پیشین گوئی اُن جنابؑ کے حواریین میں جو یاد رکھنے والے تھے برابر چلی آئی۔ اُن لوگوں کا نام مستحفظین خدا نے اس لئے رکھا تھا کہ وہ اسم اکبر کے محافظ تھے۔ اسم اکبر سے مراد وہ کتاب ہے جس کے ذریعہ سے ہر چیز کا علم حاصل ہوسکتا ہے۔ اور اسم اکبر انبیاء کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ۔ اس آیت میں کتاب سے مراد اسم اکبر ہے۔ لفظ الکتاب سے (علی العموم) توریت و انجیل و قرآن مراد لی جاتی ہے۔ حالانکہ اُس میں کتابِ نوحؑ۔ کتابِ صالحؑ۔ کتابِ شعیبؑ اور کتابِ ابراہیمؑ بھی داخل ہیں۔ جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ یوں خبر دیتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۴۶ سطر ۸) اب حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کہاں ہیں۔ بلکہ صحفِ ابراہیمؑ سے وہی اسم اکبر مراد ہے۔ اسی طرح حضرت موسےٰ کے صحیفوں سے بھی مراد اسم اکبر ہے۔ پس ایک عالم دوسرے عالم کو برابر وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ وہ وصایا محمد مصطفےٰؐ کے پاس پہنچے۔ جب خدا نے آنحضرتؐ کو مبعوث برسالت کیا تو مستحفظین میں جو باقی رہ گئے تھے وہ اسلام لائے

اور بنی اسرائیل نے آنحضرتؐ کی تکذیب کی۔ آنحضرتؐ نے مخلوق کو دعوت اسلام بھی دی اور خدا کی راہ میں جہاد بھی کیا۔ پھر خدائے تعالےٰ نے اپنے رسول کے پاس یہ فرمان بھیجا کہ اپنے وصی کی فضیلت کھلم کھلا ظاہر کردو۔ جناب رسولؐ خدا نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ قوم عرب بڑی جفاکار ہے۔ نہ ان میں کوئی کتاب اتری ہے اور نہ ان میں خدا کا کوئی نبی آیا ہے۔ نہ یہ لوگ انبیاء کی نبوت کو پہچانتے ہیں اور نہ اُن کا مرتبہ جانتے ہیں۔ اگر میں اس قوم کو اپنے اہلبیتؑ کی بزرگی اور فضیلت سے آگاہ کروں گا۔ تو یہ مجھ پر ایمان نہ لائیگی۔ ارشادِ باری ہوا کہ اے رسولؐ! تم ان کے بارے میں افسوس نہ کرو۔ اور بہ نرمی کلام کرو کہ یہ آگے چل کر سب کچھ جان لینگے۔ پس آنحضرتؐ نے اپنے وصی کے کچھ فضائل بیان فرمائے۔ جس پر وہ لوگ وصیٔ رسولؐ خدا سے نفاق وعداوت رکھنے لگے۔ جناب رسولؐ خدا کو اُن کا نفاق اور اُن کی چہ میگوئیاں معلوم ہوگئیں۔ جناب باری نے فرمایا (اے رسولؐ!) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۳۵ سطر ۳)۔ نیز فرمایا قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۰۹ سطر ۱) جناب رسولؐ خدا کی عادت یہ تھی کہ وہ جنابؑ اُن لوگوں کو ملائے رکھتے تھے اور ایک کے برخلاف دوسرے سے مدد لیا کرتے تھے اور اپنے وصی کی فضیلت بھی کچھ کچھ اُن کو سُنا دیا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ سورہ نازل ہوا اور اُن پر حجت قائم ہوگئی۔ پھر جب خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو اُن کی موت کی اطلاع دی اور آگاہ کردیا کہ اب تمہاری وفات کا زمانہ قریب ہے تو اس پر یہ بھی فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۵۴ سطر ۶) جس کا یہ مطلب تھا کہ جب تم اپنے کارِ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوگئے تو اپنا عَلَم قائم کردو اور اپنے وصی کی فضیلت کا اعلان کردو۔ اور لوگوں کو اُن کی فضیلت کھول کر جتادو۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے (بمقامِ خمِّ غدیر) تین بار ارشاد فرمایا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (جن کا میں حاکم ہوں پس علیؑ بن ابی طالب بھی اُن کے حاکم ہیں۔ یا اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اُس سے دشمنی رکھے تو بھی اُس کا دشمن ہوجیو)۔ نیز (جنگِ خیبر میں) فرمایا تھا۔ میں کل ایسے شخص کو (میدانِ جنگ میں) بھیجوں گا جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ ہرگز بھاگنے والا نہیں ہے۔ اس کلام سے اُس شخص پر تعریض بھی منظور تھی جو اس طرح پلٹ کر آیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں پر بزدلی کا الزام لگاتا تھا۔ اور اُس کے ساتھی اُس کو بزدل بتلاتے تھے۔ اور نیز یہ بھی فرمایا

عَلِيٌّ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِيْنَ (علی بن ابی طالب تمام مؤمنوں کے سردار ہیں) نیز یہ بھی فرمایا تھا عَلِيٌّ عَمُوْدُ الدِّيْنِ (علی بن ابی طالب دین کے ستون ہیں) یہ بھی فرمایا تھا هٰذَا هُوَ الَّذِيْ يَضْرِبُ النَّاسَ بِالسَّيْفِ عَلَى الْحَقِّ بَعْدِيْ۔ یہی وہ شخص ہے جو میرے بعد ناکسوں سے حق پر لڑے گا) یہ بھی فرمایا تھا اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ اَيْنَمَا مَالَ (جس طرف علی بن ابی طالب جاتے ہیں حق اُن کے ساتھ ساتھ رہتا ہے) یہ بھی فرمایا تھا۔ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَهْلَبَيْتِيْ عِتْرَتِيْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا وَقَدْ بَلَّغْتُ اَنَّكُمْ سَتَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ فَاَسْئَلُكُمْ عَمَّا فَعَلْتُمْ فِي الثَّقَلَيْنِ الثَّقَلَانِ كِتَابُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَاَهْلَبَيْتِيْ فَلَا تَسْبِقُوْهُمْ فَتَهْلِكُوْا وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَعْلَمُ مِنْكُمْ (میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اُن دونوں کے مطیع رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب خدا قرآن مجید ہے دوسرے میری ذریت عترت ہے۔ ایہا الناس میری سنو۔ دیکھو میں نے حکم خداوند تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم لوگ میرے ہی حوض کوثر پر آؤ گے میں اُس وقت تم سے ضرور جواب طلب کروں گا کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ ثقلین سے مراد کتاب خدا ہے اور میرے اہلبیت۔ دیکھو تم لوگ میری عترت سے آگے نہ بڑھنا کہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اُن کے مقابلہ میں علم نہ جتانا کہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں) (امام فرماتے ہیں) اُن لوگوں پر ارشادِ نبوی سے بھی اور قرآن سے بھی جسے یہ لوگ پڑھتے ہیں حجت قائم ہو چکی۔ پس جناب رسولِ خدا برابر اپنے کلام سے اپنے اہلبیت کے فضائل جتلاتے رہے۔ اور قرآن مجید سے بھی کھول کھول کر بتلاتے رہے۔ مثل اِس قولِ خدا کے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (دیکھو صفحہ ۶۷۳ سطر ۱) کبھی یہ آیت تلاوت فرمائی وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى الخ (دیکھو صفحہ ۲۸۹ سطر ۱) کبھی یہ آیت سنائی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (دیکھو صفحہ ۶۵ سطر ۱) حضرت علیؑ جناب رسولِ خدا کے قرابتدار بھی تو تھے۔ وصی ہونا اُنہی کا حق تھا جبھی تو جناب رسولِ خدا نے اُن جناب کو وصی مقرر کیا تھا۔ اُنہی جناب کے پاس اسمِ اکبر اور میراثِ علم اور علمِ نبوت کے آثار موجود تھے۔ اور کبھی جناب رسولِ خدا نے یہ آیت پڑھی قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (دیکھو صفحہ ۵۰۷ سطر ۸) کبھی یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (دیکھو صفحہ ۹۳۶ سطر ۷)۔ (ایک قرأت کے بموجب اَلْمَوَدَّةُ ہے) مطلب یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ کہ میں تم سے قیامت کے دن اُس مودت کے بارے میں سوال کرونگا جس کے فرض ہونے کے متعلق میں حکم نازل کر چکا ہوں یعنی قرابت دارانِ رسولؐ کی مودت کا اور قاتلوں سے یہ جواب

طلب ہوگا کہ تم نے جنابِ رسولِ خدا کے قرابت داروں کو کس خطا پر قتل کیا تھا؟ کبھی فرمایا فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۲ سطر ۱) اس آیت میں ذکر سے قرآنِ مجید اور اہلِ ذکر سے آلِ محمد علیہم السّلام مراد ہیں۔ جبھی تو خدائے تعالےٰ نے اُن سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔ جاہلوں سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ذکر سے قرآن مراد ہے تو اس کا شاہد خدائے تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۲ سطر ۱۰) دوسری آیت میں فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (دیکھو صفحہ ۸۶ سطر ۱)۔ کبھی آنجنابؐ نے یہ آیت پڑھی اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر) کبھی یہ آیت پڑھی وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر) پس خدائے تعالےٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنے معاملات والیانِ امر کے سامنے جن کی اطاعت اُن پر واجب کی ہے پیش کیا کریں۔ پس جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوکے (بمقامِ خمِ غدیر) پہنچے تو جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر ۶) پس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کرا دی۔ سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ اس میدان سے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیا جائے (جب سارے امور طے ہو چکے تو) جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایہا النّاس! تمہارا حاکم اور تمہاری جانوں پر خود تم سے زیادہ اختیار رکھنے والا کون ہے؟ سب نے جواب دیا خدا اور خدا کا رسولؐ۔ تین مرتبہ یہی اقرار لیکر فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (جس کا میں حاکم ہوں پس علیؑ ابن ابی طالب بھی اُس کے حاکم ہیں۔ یا اللہ! جو علیؑ سے دوستی کرے تو اُس سے دوستی کیجیو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کیجیو) جنابِ رسولِ خدا کے اس قول سے منافقوں کے سینوں میں نفاق اور بڑھ گیا اور کہنے لگے یہ آیت اور حکم تو خدا نے ہرگز بھی محمدؐ پر نازل نہیں کیا ہے بلکہ یہ خود اپنے ابنِ عم کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ پس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آئے تو ایک جماعت انصار کی حاضرِ خدمت ہوکے عرض کرنے لگی کہ یا رسولؐ اللہ! خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے اور ہمارے ہاں قیام کرنے سے ہماری عزت بڑھائی۔ اُس پر یہ کرم فرمایا کہ ہمارے دوستوں کو خوش اور

ہمارے دشمنوں کو ذلیل کر دیا۔ حضور کی خدمت میں جا بجا سے مہمان حاضر ہوتے ہیں۔ اُن کے عطا کرنے کے لئے آپ کے پاس سامان نہیں ہے۔ اِس سے آپ کے دشمن ہنسی اُڑاتے ہیں۔ لہٰذا ہماری درخواست یہ ہے کہ ہمارا تہائی مال آپ لے لیں تاکہ مکّہ (وغیرہ) سے آنے والے مہمانوں کو اُس میں سے عطا فرما دیا کریں۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی درخواست کا کچھ جواب نہ دیا اور وحی کے منتظر رہے۔ پس جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (دیکھو صفحہ ۷۷۵ سطر ۸) (جناب امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ) جب آیتِ خمس نازل ہوئی تو منافقوں نے یوں کہا کہ اب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مال اور املاک بھی اپنے اہلبیتؑ کو دے دیں۔ پھر حضرت جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! خدائے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ نبوّت تم نے ادا کر دی۔ زندگانی تمہاری ختم ہو گئی۔ اب تم اسمِ اکبر اور میراثِ علم اور علمِ نبوّت کے آثار علیؑ بن ابی طالب کے سپرد کرو کہ میں نے زمین کو کبھی عالم سے جس کی وجہ سے میری طاعت اور میری ولایت کی معرفت حاصل ہو خالی نہیں چھوڑا۔ اور یہی دستور رکھا ہے کہ ہر نبی کی وفات کے بعد اپنی ایک حجّت دوسری حجّت کے پیدا ہونے تک ضرور باقی رکھتی ہے۔ پس جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو اسمِ اکبر بھی تعلیم کیا۔ میراثِ علم بھی سونپی۔ علمِ نبوّت کے آثار بھی سکھا دیئے اور ایک ہزار کلمے اور ایک ہزار باب تعلیم فرمائے کہ ہر کلمہ سے ایک ہزار کلمے اور ہر باب سے ایک ہزار باب اور مفتوح ہو گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۶۴

دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد شاہانِ جبّار ظاہر ہوئے جو گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر مؤمنین غضبناک ہو گئے اور جنگ کے لئے اُن ظالم بادشاہوں کے سامنے آ ڈٹے۔ پس تین مرتبہ باایمان لوگوں نے شکست کھائی۔ بہت تھوڑے سے آدمی اُن میں سے باقی رہ گئے تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم ان بادشاہوں پر ظاہر ہوں گے تو یہ ہم کو فنا کر دیں گے۔ پھر کوئی بھی دینِ حق کی طرف دعوت دینے والا باقی نہ رہے گا۔ آؤ زمین کے اطراف میں متفرق ہو جائیں۔ یہانتک کہ وہ نبیؐ مبعوث ہو جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ہم سے وعدہ کیا ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس وہ لوگ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پھیل گئے اور راہب بن گئے۔ بعضے تو اُن میں ایسے تھے جو اپنے دین پر قائم رہے اور بعضے کافر ہو گئے۔ پھر حضرتؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۶۴

جابرِ جعفی کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے اِس آیت کا مطلب دریافت

کیا۔ فرمایا کفلین سے مراد حسنؑ و حسینؑ اور نور سے مراد علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

حضرت جابرؓ ابن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ کِفْلَیْنِ مِنَ الرَّحْمَةِ حسنؑ و حسینؑ اور یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ میں نور سے مراد علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔

کعب بن عیاض کہتا ہے کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روبرو جنابِ علی بن ابیطالب علیہ السلام کو طعنہ دیا تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے میرے سینے پر گھونسا مارا اور فرمایا کہ خداوندِ عالم نے علیؑ بن ابیطالب کو دو نور عطا فرمائے ہیں۔ ایک نور آسمان میں ہے دوسرا زمین پر۔ جو شخص اُن کے نور سے متمسک رہیگا خدائے تعالےٰ اُس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور جو شخص اُسے چھوڑ دیگا تو خدائے تعالےٰ اُس کو دوزخ میں ڈالیگا۔ اے کعب! تو میری جانب سے لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خداوندِ عالم نے چہرۂ علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے ہیں جو اُن کے لئے اور اُن کے شیعوں کے لئے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست و ہشتم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۶

تفسیر قمی میں بروایت ابوبصیر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ منقول ہے کہ ایک رات جناب سیدہ صلوات اللہ وسلام علیہا نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہمراہ مجھے اور علیؑ اور حسنینؑ کو لئے ہوئے کہیں جانے کا قصد کرتے ہیں پس اسی ارادہ سے وہ جناب ہم سب کو ہمراہ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ کے مکانوں سے نکل گئے تو ایک دوراہہ ملا۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم داہنی طرف والے راستہ پر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ ایک باغ پر پہنچے۔ جس میں چشمہ بھی جاری تھا۔ وہاں آنحضرتؐ نے ایک بکری مول لی جس کے ایک کان پر سفید نقطے تھے۔ اُس کے ذبح کرنے کا آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ جب گوشت تیار ہوگیا تو سب نے مِل کر کھایا۔ اُس کے کھاتے ہی سب کے سب مرگئے۔ یہ حال دیکھ کر جناب سیدہ روتی ہوئی خوف زدہ خواب سے بیدار ہوئیں۔ اور جناب رسولؐ خدا سے اپنا خواب بیان نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو جناب رسولؐ خدا دراز گوش پر سوار خانۂ جناب سیدہؑ میں تشریف لائے۔ اور جناب سیدہؑ کو سوار کرلیا۔ پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام اور حسنین علیہما السلام سے فرمایا تم بھی چلو۔ پس جب یہ سب حضرات مدینہ سے نکلے تو ویسا ہی دوراہہ ملا جیسا کہ جناب معصومہؑ نے خواب میں دیکھا تھا پس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنا راستہ اختیار کیا جیسا کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام دیکھ چکی تھیں۔ پھر آنحضرتؐ ایک مقام پر پہنچے۔ جہاں خرمے کے درخت اور پانی کا چشمہ تھا تو آنحضرتؐ نے ایک بکری جس کے کان سفید تل تھے خرید فرمائی یہ بھی خواب کے مطابق ہوا۔ پھر اُس کے ذبح کا حکم دیا۔ پس وہ ذبح کی گئی۔ گوشت اُس کا بھونا گیا جیسے ہی اُن بزرگواروں نے نوش فرمانے کا قصد کیا۔ جناب سیدہؑ اٹھیں اور ایک طرف جاکر اس خوف سے رونے لگیں کہ اب یہ سب مرجائیں گے۔ پس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اٹھ کر اپنی پارۂ جگر کے پاس وہاں تشریف لے گئے جہاں وہ رو رہی تھیں۔ اور یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے لختِ جگر! تم روتی کیوں ہو؟ عرض کی بابا! میں نے

رات ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ سب کچھ ہو بہو آپ اس وقت تک کر چکے۔ پس میں اس لئے آپ کے پاس سے ہٹ گئی کہ میں آپ کو مرتے ہوئے نہ دیکھوں۔ یہ سن کر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد اس کے درگاہِ خدا میں مناجات کی۔ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! ایک شیطان ہے۔ نام اُس کا زہا ہے۔ اُس نے فاطمہؑ کو خواب میں یہ واقعہ دکھایا ہے۔ وہی مؤمنین کو اُن کے سوتے میں اذیت دیتا ہے۔ جس سے وہ مغموم و محزون ہو جاتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے جبرئیلؑ اُسے میرے پاس لاؤ۔ پس جبرئیلؑ گئے اور زہا کو پکڑ لائے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو نے ہی فاطمہؑ کو یہ خواب دکھایا تھا؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے اُس کے بدن پر تین بار تھوکا۔ جس سے اُس کے تین جگہ درد پیدا ہو گیا۔ پھر جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسول اللہ! فاطمہؑ سے کہہ دیجئے کہ اگر خواب میں کوئی خوفناک واقعہ دیکھا کریں۔ یا مؤمنین میں سے کوئی شخص بُرا خواب دیکھے تو یہ پڑھے اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلٰٓئِكَةُ اللّٰهِ الْمُقَرَّبُوْنَ وَاَنْبِيَآءُهُ الْمُرْسَلُوْنَ وَعِبَادُهُ الصّٰلِحُوْنَ مِنْ شَرِّ مَا رَاَيْتُ مِنْ رُّؤْيَايَ بعد اس کے سورۂ حمد و قُلْ اعوذ برب الفلق۔ قُلْ اعوذ برب الناس اور قُلْ ہو اللہ احد پڑھ کے اپنے بائیں جانب تھوک دے۔ پس وہ خواب اُسے ضرر نہ پہنچائے گا۔ اُس وقت خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ الخ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۷۰

قمی علیہ الرحمہ نے اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یوں لکھا ہے کہ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے رہتے تھے۔ ایک بنی نضیر دوسرا بنی قریظہ۔ تیسرا بنی قینقاع۔ ان تینوں کے اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین ایک مدت تک کے لئے عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ پس ان سب نے عہد توڑ دیا۔ اور عہد شکنی کے باعث بنی نضیر ہوئے تھے۔ قصہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے دو آدمیوں کو نادانستہ قتل کر دیا تھا (اُن دونوں کی دیت ادا کرنے کے لئے مال نہ تھا) آنحضرتؐ روپیہ قرض لینے کے لئے کعب بن اشرف کے پاس تشریف لے گئے تاکہ اُن دونوں مقتولوں کی دیت ادا کریں۔ جب اُس کے مکان پر پہنچے تو کعب نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور یہ ظاہر کر کے کہ میں حضور کے لئے کھانا تیار کراتا ہوں کھڑا ہو گیا اور دل میں آنحضرتؐ کے مار ڈالنے کی تدبیریں گانٹھنے لگا۔ اور اپنے یاروں کو تلاش کرنے لگا۔ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور کعب کے ارادہ سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ وہ جنابؐ مدینہ میں واپس تشریف لائے اور محمد بن مسلم انصاری

سے فرمایا تم بنی نضیر کے پاس جاؤ اور اُن سے کہدو کہ خدا نے تمہارے ارادہ اور عذر سے اپنے رسولؐ کو آگاہ کردیا ہے۔ اب تم یا تو ہمارا شہر چھوڑ دو یا لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ (محمد مسلم بنی نضیر کے پاس گئے اور فرمانِ نبوی کہہ سنایا) اُنہوں نے جواب دیا ہم آپ کی بستی سے نکلے جاتے ہیں لیکن عبداللہ بن اُبی نے بنی نضیر سے کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ نکلنا۔ اپنے مکانوں میں بیٹھے رہو اور محمدؐ سے لڑنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔ میری ساری قوم اور میرے ہم قسم تمہاری نصرت کے لئے تیار ہیں۔ اگر تم شہر چھوڑ دو گے تو میں بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑا ہونگا اور اگر تم لڑو گے تو میں بھی تمہارے ہمراہ جنگ کروں گا۔ پس وہ لوگ سب کے سب ٹھہر گئے اور اپنے قلعوں کی درستی کرنے لگے اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور جنابِ رسولِ خدا سے کہلا بھیجا کہ ہم تو نہیں نکلتے جو آپ کو کرنا ہو کر لیجئے۔ پس آنحضرتؐ تکبیر کہہ کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اصحاب نے بھی تکبیریں کہیں اور کھڑے ہو گئے۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علیؑ! تم بنی نضیر کے مقابلہ میں جاؤ۔ اُن جناب نے علم جنابِ رسولِ خدا دستِ مبارک میں لیا۔ اور بنی نضیر کی طرف بڑھے۔ جناب رسولِ خدا بھی اصحاب کو لئے ہوئے پہنچ گئے اور اُن کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ بن اُبی نے اُن لوگوں سے بے وفائی کی۔ جنابِ رسولِ خدا کے محاصرہ میں جو جو مکان آنحضرتؐ کے لشکر کے سامنے پڑتے تھے اُن کو اُنہوں نے توڑ پھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اُن میں سے ایک شخص کا مکان بہت ہی خوبصورت تھا وہ بھی اُنہوں نے توڑ دیا۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اُن کے خرمے کے درخت کاٹ ڈالے جائیں۔ جیسے ہی درخت کٹنے لگے تو وہ سب کے سب گھبرا گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ! کیا خدا نے آپ کو فساد کا حکم دیا ہے؟ اگر یہ درخت آپ کے ہیں تو آپ لے لیں اور اگر ہمارا مال ہے تو آپ قطع نہ کریں۔ جب گھرے ہوئے کئی روز گزر گئے تو بنی نضیر کہنے لگے اچھا! ہم آپ کی بستی چھوڑے دیتے ہیں۔ آپ ہم کو اجازت دے دیجئے کہ ہم اپنا مال اپنے ہمراہ لے جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے بیٹھے ہو ویسے ہی خالی ہاتھ نکل جاؤ۔ (خیر اسی میں ہے) خبردار! کوئی شخص اپنے ہمراہ کچھ بھی نہ لے جائے۔ ورنہ جس کے پاس ہم کچھ بھی پائیں گے اُسے قتل کر دینگے۔ پس وہ لوگ یوں ہی نکل پڑے۔ کچھ تو اُن میں سے فدک اور وادی القریٰ کو چلے گئے اور کچھ لوگ ملکِ شام کی طرف نکل گئے۔ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ سے فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ تک۔ اور خرمے کے کاٹنے پر جو اُنہوں نے جنابِ رسولِ خدا پر الزام لگایا تھا اُس کی رَد میں خدائے تعالےٰ نے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ سے

اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ تک اور عبداللہ بن اُبَی اور اُس کے ساتھیوں کی مذمت میں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا سے ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ تک آیتیں نازل فرمائیں۔ پھر فرمایا كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اِن لوگوں سے مراد بنی قینقاع ہیں۔ پھر خدائے تعالےٰ نے عبداللہ بن اُبَی اور بنی نضیر کی مثل بیان کی ہے۔ پس فرمایا كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اُكْفُرْ سے وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ تک۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۰۳

کے آخر میں جو قولِ مترجم ہے اُس میں صفحہ ۸۰۲ نوٹ ۲ کے ضمیمہ میں جو خطبہ اندراج سے رہ گیا ہے۔ اور جس کا حوالہ صفحہ ۸۰۳ نوٹ نمبر ۱ میں دیا گیا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت عبدالرحمٰن ابن کثیر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اُن حضرت کے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام صلح معاویہ پر راضی ہو گئے تو وہ حضرت کوفہ سے روانہ ہو کر اُس سے جا ملے اور جب دونوں ایک جگہ مجتمع ہوئے تو معاویہ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا۔ منبر پر چڑھ گیا اور جناب امام حسن علیہ السلام سے یہ خواہش کی کہ آپ اُس سے ایک درجہ نیچے کھڑے ہوں۔ پھر اُس نے کلام شروع کیا۔ اور کہا کہ لوگو! یہ حسنؑ فرزند علیؑ و فاطمہؑ ہم کو خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو اُس کا مستحق نہیں جانتے۔ اور یہ ہمارے پاس آئے اسی لئے ہیں کہ بخوشی و رغبت ہماری بیعت کریں۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ اے حسنؑ! اب آپ اُٹھ کے بیان فرمائیں۔ اُس پر جناب امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اُن حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُسْتَحْمَدِ بِالْاٰلَآءِ وَتَتَابُعِ النُّعْمَآءِ وَسَوَابِغِ الشَّدَآئِدِ وَالْبَلَآءِ عِنْدَ الْفَهْمَآءِ وَعَيْنَ الْفَهْمَآءِ الْمُذْعِنِيْنَ مِنْ عِبَادِهٖ لِامْتِنَاعِهٖ بِجَلَالِهٖ وَكِبْرِيَآئِهٖ وَعُلُوِّهٖ مِنْ خُلُوْقِ الْاَوْهَامِ بِبَقَآئِهٖ الْمُرْتَفِعِ عَنْ كُنْهِ ظَنَانَةِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنْ اَنْ تُحِيْطَ بِمَلَكُوْتِ

سب تعریف اُسی اللہ کے لئے زیبا ہے جو تمام عقلاء کے نزدیک اپنی نعمتوں کے سبب سے اور متواتر احسانات کے باعث سے اور تمام بلاؤں اور سختیوں کے دفع کرنے کی وجہ سے قابلِ تعریف ہے اور عقلاء سے مراد اُس کے بندوں میں سے ایسے یقین کرنے والے ہیں جو اُس کی ذات کو۔ اُس کی جلالت۔ اُس کی بزرگی اور اُس کی علوشان کے باعث اس بات سے اعلےٰ سمجھتے ہیں کہ اُس کی بقا کو اوہام سے متعلق سمجھیں۔ نیز اُس کی شان کو اس سے ارفع سمجھتے ہیں۔ کہ مخلوق کا گمان اُس تک پہنچ سکے۔ یا غور و فکر کرنے والوں کی عقلیں اُس کے اسرارِ غیبی کا احاطہ

عَيْنِهٖ رَوِيَّاتُ عُقُوْلِ الرَّائِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ فِيْ رُبُوْبِيَّتِهٖ وَ وَحْدَانِيَّتِهٖ صَمَدٌ لَّا شَرِيْكَ لَهٗ فَرْدٌ لَّا ظَهِيْرَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سِرَاجًا مُّنِيْرًا وَّلِلْعِبَادِ مِمَّا يَخَافُوْنَ نَذِيْرًا وَّبِمَا يَأْمُلُوْنَ بَشِيْرًا فَنَصَحَ لِلْاُمَّةِ وَصَدَعَ بِالرِّسَالَةِ وَاَبَانَ لَهُمْ دَرَجَاتِ الْعَمَالَةِ شَهَادَةً عَلَيْهَا اَمُوْتُ وَاُحْشَرُ وَبِهَا فِي الْاَجِلَّةِ اَقْرَبُ وَاَجْهَرُ وَاَقُوْلُ مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ فَاسْمَعُوْا وَلَكُمْ اَفْئِدَةٌ وَّ اسْمَعُوْا فَهُوَ اِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاخْتَارَنَا وَاصْطَفَانَا وَاجْتَبَانَا فَاَذْهَبَ عَنَّا الرِّجْسَ وَطَهَّرَنَا تَطْهِيْرًا وَّالرِّجْسُ هُوَ الشَّكُّ فَلَا نَشُكُّ فِي اللّٰهِ الْحَقِّ وَدِيْنِهٖ اَبَدًا وَّطَهَّرَنَا مِنْ كُلِّ اِفْنٍ وَّعَيْبَةٍ مُّخْلِصِيْنَ اِلٰى اٰدَمَ

کر سکیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ پروردگار ہونے میں یکتا ہے اور اپنی یکتائی میں بے نیاز ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں اور ایسا اکیلا ہے کہ اُس کا کوئی مددگار نہیں۔ اور میں اُس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ (جناب) محمد (مصطفٰے) صلے اللہ علیہ وآلہ اسکے بندہ اور اُس کے رسول ہیں جن کو اُس نے منتخب کر لیا اور اُن کو چھانٹ لیا اور اُن کو پسند کر لیا اور اُن کو حق کی طرف بُلانے والا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا۔ اور کُل بندوں کے لئے جس جس چیز سے وہ ڈرتے ہوں اُس سے ڈرانے والا اور جن جن چیزوں کی وہ اُمید رکھتے ہوں اُن کی خوشخبری سُنانے والا (مقرر فرما کر بھیجا) پس آنحضرتؐ نے اُمت کی خیرخواہی کی اور خدا کا پیغام پہنچایا اور عمل کرنے والوں کے درجے اُن کو کھول کر دکھلائے یہ ایسی شہادت ہے کہ اسی پر میں مروں گا اور اسی پر محشور کیا جاؤں گا اور اسی کے ذریعہ سے معیّن وقت پر تقربِ خدا حاصل کرونگا اور اسی کی پناہ پکڑوں گا۔ اے گروہِ مخلوق! جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے سنو! اور تمہارے دل اور کان ہیں تو یاد رکھو! ہم وہ اہلبیت ہیں جن کو خدائے تعالےٰ نے اسلام کے ذریعہ سے معزز کیا اور ہم کو چن لیا اور ہم کو برگزیدہ کیا اور ہم کو چھانٹ لیا اور ہم سے ہر طرح کے رِجس کو دُور رکھا اور ہم کو ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ اور رِجس سے مراد شک ہے۔ پس ہم خدا کے حق ہونے میں اور اُس کے دین کے حق ہونے میں کبھی شک ہی نہیں کرتے اور یہ اُس کا احسان ہے کہ ہم کو (اس وقت سے لیکے) آدم علیہ السّلام تک ہر نقص و عیب سے پاک اور بری رکھا ہے۔ جہاں کہیں بھی آدمیوں کے دو گروہ ہوئے خواہ کتنے ہی معاملے ہوئے اور خواہ کتنے ہی زمانے گزرے ہم کو اللہ نے بہتر سے بہتر ہی فرقہ میں قرار دیا تا آنکہ خدائے تعالےٰ

نِعْمَةً مِنْهُ لَمْ تَفْتَرِقِ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ إِلَّا جَعَلَنَا اللّٰهُ فِي خَيْرِهِمَا قَادَتِ الْأُمُورُ وَأَفْضَتِ الدُّهُورُ إِلَى أَنْ بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ النُّبُوَّةَ وَاخْتَارَهُ لِلرِّسَالَةِ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابَهُ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالدُّعَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوَّلَ مَنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ تَعَالَى وَلِرَسُولِهِ وَأَوَّلَ مَنْ آمَنَ وَصَدَّقَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْمُنْزَلِ عَلَى نَبِيِّهِ الْمُرْسَلِ أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ فَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الَّذِي عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَأَبِي الَّذِي يَتْلُوهُ وَهُوَ شَاهِدٌ مِنْهُ وَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَسِيرَ إِلَى مَكَّةَ وَالْمَوْسِمِ بِبَرَاءَةٍ أَمَرَ بِهَا يَا عَلِيُّ فَإِنِّي أُمِرْتُ أَنْ لَا يَسِيرَ بِهَا إِلَّا أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِنِّي وَأَنْتَ هُوَ فَعَلِيٌّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَسُولُ اللّٰهِ مِنْهُ وَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللّٰهِ حِينَ قَضَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ جَعْفَرِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَمَوْلَاهُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي ابْنَةِ حَمْزَةَ أَمَّا أَنْتَ يَا

نے (جناب) محمد (مصطفٰے) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے لئے مبعوث فرمایا اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے چھانٹ لیا اور اپنی کتاب اُن پر نازل فرمائی۔ پھر اُن کو حکم دیا کہ (لوگوں کو) خدائے عزوجل (کے دین) کی طرف بلائیں۔ پس میرے والدِ ماجد (اُن پر سلام خدا ہو) پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدائے تعالےٰ کی اور اُس کے رسولؐ کی دعوت قبول کی اور وہ پہلے شخص ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے خدا اور جناب رسولِ خدا کی تصدیق کی۔ اور خدائے تعالےٰ نے بھی اپنی اُس کتاب میں جو اُس نے اپنے نبیؐ مرسل پر نازل فرمائی (اُنہی کے بارے میں ارشاد فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (دیکھو صفحہ ۳۵۵ سطر ۳) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہ تھے جو اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر تھے۔ اور میرے والدِ ماجد وہ تھے جو اُن کے پیچھے پیچھے آئے اور وہ اُن کے گواہ بھی تھے اور اُن کا جزو بھی تھے اور جس وقت جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو یہ حکم دیا ہے کہ سورۂ برات کو لے کر مکہ جائیں اور موسم (حج) میں اُس کا اعلان کریں تو اُس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ! مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس سورہ کو لیکر کوئی اور نہ جائے سوائے اِسکے کہ میں خود جاؤں یا ایسا شخص جائے جو مجھ سے ہو اور وہ تم ہو۔ پس علیؑ جناب رسولِ خدا سے ہیں اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اُن سے۔ اور جس وقت جناب رسولِ خدا نے اُن کے مابین اور اُن کے بھائی جعفر ابنِ ابی طالب علیہما السلام کے مابین اور اپنے غلام زید بن حارثہ کے مابین حضرت حمزہؓ کی بیٹی کے بارے میں فیصلہ فرمایا تو اُن سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب رہے اے علیؑ! تم سو تم مجھ

عَلِيٌّ فَمِنِّيْ وَ اَنَا مِنْكَ وَ اَنْتَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِيْ فَصَدَّقَ اَبِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ سَابِقًا وَّ وَقَاهُ بِنَفْسِهٖ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ يُقَدِّمُهٗ وَ لِكُلِّ شَدِيْدَةٍ يَرْسِلُهٗ ثِقَةً مِّنْهُ بِهٖ وَطُمَانِيْنَةً اِلَيْهِ لِعِلْمِهٖ بِنَصِيْحَتِهٖ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فَكَانَ اَبِيْ سَابِقُ السَّابِقِيْنَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ اِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَقْرَبُ الْاَقْرَبِيْنَ وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً فَاَيُّ كَانَ اَوَّلَهُمْ اِسْلَامًا وَّ اِيْمَانًا وَّ اَوَّلَهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ هِجْرَةً وَّ لُحُوْقًا وَّ اَوَّلَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهٖ وَ وُسْعِهٖ نَفَقَةً۔ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا

سے ہوا اور میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد ہر مومن کے مالک و آقا ہو۔ سو میرے والد ماجد نے سب سے پہلے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصدیق فرمائی ہے اور اپنی جان کو خطرہ میں جھونک کر آنحضرتؐ کی حفاظت کی ہے۔ اُس وقت سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر موقع پر اُنہی کو مقدم رکھتے تھے۔ اور ہر سخت لڑائی کی فتح کے لئے اُنہی کو بھیجتے تھے اس لئے کہ اُن پر پورا بھروسہ اور کامل اطمینان تھا کیونکہ جانتے تھے کہ وہ خدائے عزّ و جلّ کے خیر خواہ ہیں اور خدائے تعالےٰ نے اُن کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (دیکھو صفحہ ۸۵۳ سطر ۷) اس طرح میرے والد ماجد خدا اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنے میں سب سبقت کرنے والوں سے سابق تھے اور سب تقرب رکھنے والوں سے زیادہ مقرب تھے۔ نیز خدائے تعالےٰ نے فرمایا لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً (دیکھو صفحہ ۸۵۹ سطر ۸) پس میرے والد ماجد اسلام لانے میں بھی سب سے اوّل ہیں۔ اور ایمان لانے میں بھی۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف ہجرت کرنے میں بھی، اور آنحضرتؐ سے جا ملنے میں بھی اور تنگی و فراخ دستی ہر حالت میں خرچ کرنے میں بھی سب سے اوّل ہیں۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (دیکھو صفحہ ۸۷۱ سطر اوّل) پس سلک و قوم کے آدمی میرے والد ماجد کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَالنَّاسُ مِنْ جَمِيْعِ الْاُمَمِ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ لِسَبْقِهٖ اِيَّاهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ بِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَمْ يَسْبِقْهُ اِلَى الْاِيْمَانِ اَحَدٌ وَّقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَ سَابِقُ جَمِيْعِ السَّابِقِيْنَ فَكَمَا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَضَّلَ السَّابِقِيْنَ عَلَى الْمُتَخَلِّفِيْنَ وَالْمُتَاَخِّرِيْنَ فَضَّلَ السَّابِقَ عَلَى السَّابِقِيْنَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط فَهُوَ الْمُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقًّا وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَكَانَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَمُّهٗ حَمْزَةُ وَجَعْفَرُ ابْنُ عَمِّهٖ فَقُتِلَا شَهِيْدَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قَتْلٰى كَثِيْرَةٍ مَّعَهُمَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ

اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے میں وہ اُن سب سے سابق رہے۔ اور ایک شخص بھی ایسا نہیں نکلا جو ایمان لانے میں اُن حضرتؐ سے سابق رہا ہو۔ اور اسی بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ فرمایا۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۳۲۱ سطر ۶) پس میرے والد تمام سبقت کرنے والوں سے سابق رہے۔ اور جس طرح خدائے تعالےٰ نے تمام سابقین کو پیچھے رہ جانے والوں اور تاخیر کرنے والوں پر فضیلت دی ہے ویسے ہی تمام سابقین پر اُس کو فضیلت دی ہے۔ جس نے سب سے پہلے سبقت کی۔ نیز فرمایا اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط (دیکھو صفحہ ۳۰۱ سطر ۹) پس وہی خدا پر سچے ایمان لانے والے ہیں اور وہی راہِ خدا میں برحق جہاد کرنے والے ہیں اور اُنہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور منجملہ اُن لوگوں کے جنہوں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کی۔ اُن کے چچا حمزہؓ اور اُن کے چچا زاد بھائی جعفرؓ بھی تھے۔ اور یہ دونوں حضرات قتل ہو کر شہید ہو گئے۔ اور اللہ اُن دونوں سے راضی ہوا۔ حالانکہ اُن دونوں کے ساتھ اصحابِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور بھی بہت سے قتل ہوئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے حمزہؓ کو اُن سب میں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ فَجَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَمْزَۃَ سَیِّدَ الشُّھَدَآءِ مِنْ بَیْنِھِمْ وَجَعَلَ لِجَعْفَرٍ جَنَاحَیْنِ یَطِیْرُ بِھِمَا مَعَ الْمَلٰٓئِکَۃِ کَیْفَ یَشَآءُ مِنْ بَیْنِھِمْ وَذٰلِکَ لِمَکَانِھِمَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَمَنْزِلَتِھِمَا وَقَرَابَتِھِمَا مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَلٰی حَمْزَۃَ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً مِّنْ بَیْنِ الشُّھَدَآءِ الَّذِیْنَ اسْتُشْھِدُوْا مَعَہٗ وَکَذٰلِکَ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنِسَآءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ لِلْمُحْسِنَۃِ مِنْھُنَّ اَجْرَیْنِ وَلِلْمُسِیْئَۃِ مِنْھُنَّ وِزْرَیْنِ ضِعْفَیْنِ لِمَکَانِھِنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَجَعَلَ الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِاَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْ سَآئِرِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا مَسْجِدَ الْحَرَامِ وَمَسْجِدَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمَکَّۃَ وَذٰلِکَ لِمَکَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَلٰی کَآفَّۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ فَقَالَ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا

سیدالشہداء قرار دیا۔ اور جعفرؑ کو اُنہی میں سے دو بازو ایسے عطا فرمائے جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ جہاں جہاں اُن کا جی چاہے اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ اِن دونوں کو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو قرابت اور جو منزلت اور جو درجہ حاصل تھا وہ کسی دُوسرے کو نہ تھا۔ اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ پر اُن کے جنازہ کی نماز میں ستّر تکبیریں فرمائیں اور ستّر مرتبہ دعا کی اور جو شہید اُن کے ساتھ ہوئے تھے اُن کے لئے ایسا نہیں کیا۔ اور اسی طرح خدائے تعالےٰ نے جنابِ رسولِ خدا کی ازواج کے لئے یہ قرار دیا کہ جو اُن میں سے نیکوکار ہو اُس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اُن میں سے بدکار ہو اُس کے لئے دوہرا وبال۔ وجہ یہ کہ اُن کو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربِ جسمانی حاصل تھا۔ اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا اور تمام مسجدوں کی ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا۔ سوائے مسجدِ حرام اور مسجدِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کے جو مکّہ میں ہے۔ اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ تمام مؤمنین کے مقابل جو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی منزلت ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ پس لوگوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ پر دُرود کیونکر بھیجی جائے؟ فرمایا یوں کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ! پس ہر اسلام لانے والے پر یہ ایک حق ہے کہ وہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْنَا مَعَ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَرِیْضَۃٌ وَّاجِبَۃٌ وَّاَحَلَّ اللّٰہُ تَعَالٰی خُمُسَ الْغَنِیْمَۃِ لِرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَوْحٰی فِیْ کِتَابِہٖ وَاَوْجَبَ لَنَا مِنْ ذٰلِکَ مَا اَوْجَبَ لَہٗ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الصَّدَقَۃَ مِنْہُ وَحَرَّمَھَا عَلَیْنَا مِنْہُ فَاَدْخَلَنَا فَلَہُ الْحَمْدُ فِیْمَا اَدْخَلَ فِیْہِ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَخْرَجَنَا وَنَزَّھَنَا مِمَّا اَخْرَجَہٗ مِنْہُ وَنَزَّھَہٗ کَرَامَۃً اَکْرَمَنَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بِھَا وَفَضِیْلَۃً فَضَّلَنَا بِھَا عَلٰی سَائِرِ الْعِبَادِ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ حِیْنَ جَحَدَہٗ کَفَرَۃُ اَھْلِ الْکِتَابِ وَحَاجُّوْہُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ فَاَخْرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مِنَ الْاَنْفُسِ مَعَہٗ اَبِیْ وَمِنَ الْبَنِیْنَ اَنَا وَاَخِیْ وَمِنَ النِّسَآءِ

پر درود بھیجنے کے ساتھ ہم پر بھی درود بھیجے کہ یہ فریضہ واجبہ ہے۔ اور خدائے تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ حلال قرار دیا۔ اور اپنی کتاب میں اُس کے بارے میں وحی فرمائی اور ہمارے لئے اُس میں سے وہی واجب قرار دیا جو آنحضرتؐ کے لئے واجب کیا تھا۔ اور آنحضرتؐ پر بھی صدقہ حرام کیا۔ اور ہم پر بھی صدقہ حرام کیا۔ پس اُس کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو اُسی میں داخل کیا جس میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داخل کیا اور اُس سے ہم کو علیحدہ کیا اور بری رکھا جس سے آنحضرتؐ کو علیحدہ کیا اور بری رکھا۔ یہ ایک کرامت ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے ہم کو مکرم فرمایا اور یہ ایک فضیلت ہے جو اُس نے ہم کو تمام بندوں کے مقابلہ میں عطا فرمائی۔ نیز خدائے تعالےٰ نے اپنے رسول محمد (مصطفےٰ) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُس وقت جبکہ اہلِ کتاب کے کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا اور آپ سے کٹ حجتی کی۔ یہ فرمایا فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۶) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَنْفُس میں تو اپنے ساتھ میرے والدِ ماجد کو لیا۔ اور اَبْنَآء میں مجھے اور میرے بھائی کو اور نِسَآء میں میری والدۂ ماجدہ فاطمہؑ (زہرا) کو اور سب آدمی مُنہ دیکھتے رہ گئے۔ پس ہم ہی آنحضرتؐ کے اہل ہیں اور ہم ہی آنحضرتؐ کا گوشت و خون اور جان ہیں۔ اور ہم

فَاطِمَةَ اُمِّيْ مِنَ النَّاسِ جَمِيْعًا فَنَحْنُ اَهْلُهٗ وَلَحْمُهٗ وَدَمُهٗ وَنَفْسُهٗ وَنَحْنُ مِنْهُ وَهُوَ مِنَّا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا فَلَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ التَّطْهِيْرِ جَمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَنَا وَاَخِيْ وَاُمِّيْ وَاَبِيْ فَجَعَلَنَا وَنَفْسَهٗ فِيْ كِسَاءٍ لِاُمِّ سَلَمَةَ خَيْبَرِيٍّ وَّذٰلِكَ فِيْ حُجْرَتِهَا وَفِيْ يَوْمِهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَهٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ وَعِتْرَتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ۝ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَا اَدْخُلُ مَعَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَرْحَمُكِ اللّٰهُ اَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ وَّاِلٰى خَيْرٍ وَّمَا اَرْضَانِيْ عَنْكِ وَلٰكِنَّهَا خَاصَّةٌ لِّيْ وَلَهُمْ ثُمَّ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بَعْدَ ذَالِكَ بَقِيَّةَ عُمُرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَاْتِيْنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَيَقُوْلُ

آنحضرتؐ سے ہیں اور آنحضرتؐ ہم سے۔ نیز خدائے تعالےٰ نے فرمایا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (دیکھو صفحہ ۶۷۳ سطر ۸) پس جس وقت یہ آیت تطہیر نازل ہوئی جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ہم سب کو جمع کیا۔ مجھے اور میرے بھائی کو اور میری والدۂ ماجدہ کو اور میرے والد ماجد کو۔ اور ہم سب کو اپنی ذات کے ساتھ حضرت اُمّ سلمہؓ کی کساء خیبری میں لے لیا اور یہ واقعہ اُنہی حضرتؓ کے حجرہ میں اور اُنہی کی باری کے دن کا ہے۔ پھر فرمایا یا اللہ! یہی میرے اہلِ بیت ہیں اور یہی میرے اہل ہیں اور یہی میری عترت ہیں۔ پس تو ان سے ہر طرح کے رجس کو دُور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دے جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ اُس وقت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! آیا میں بھی ان کے ساتھ داخل ہو جاؤں؟ تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے تم نیکی پر ہو اور تمہارا انجام بھی نیک ہوگا اور تم سے کوئی بات بھی ایسی نہ ہوگی جو میرے برخلاف ہو۔ لیکن یہ آیت تو خاص میرے لئے اور انہی کے لئے ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ساری عمر یعنی جب تک کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کو اپنی حضور میں نہ بُلا لیا روزانہ طلوعِ فجر کے وقت ہمارے دروازہ پر آتے اور یہ فرماتے تم پر خدا کی رحمت ہو نماز کا وقت آگیا۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

الصَّلٰوۃُ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ الشَّارِعَۃِ فِیْ مَسْجِدِہٖ غَیْرَ بَابِنَا فَکَلَّمُوْہُ فِیْ ذٰلِکَ فَقَالَ اَمَّا اِنِّیْ لَمْ اَسُدَّ اَبْوَابَکُمْ وَلَا فَتَحْتُ بَابَ عَلِیٍّ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِیْ وَلٰکِنْ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ وَاَنَّ اللّٰہَ اَمَرَ بِسَدِّھَا وَفَتْحِ بَابِہٖ فَلَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ تُصِیْبُہُ الْجَنَابَۃُ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَیُوْلَدُ فِیْہِ غَیْرُنَا اَوْ لَادُ غَیْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَبِیْ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ تَکْرِمَۃً مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَنَا وَتَفَضُّلًا اِخْتَصَّنَا بِہٖ عَلٰی جَمِیْعِ النَّاسِ وَھٰذَا بَابُ اَبِیْ قُرَیْنٍ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فِیْ مَسْجِدِہٖ وَمَنْزِلُنَا بَیْنَ مَنَازِلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَذٰلِکَ اَنَّ اللّٰہَ اَمَرَ نَبِیَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّبْنِیَ مَسْجِدَہٗ فَبَنٰی فِیْہِ عَشَرَۃَ اَبْیَاتٍ تِسْعَۃً لِّبَنِیْہِ وَاَزْوَاجِہٖ وَعَاشِرُھَا

اپنی مسجد میں سے کل دروازوں کو بند کرا دیا سوائے ہمارے دروازہ کے۔ اس کے بارے میں لوگوں نے باتیں بنائیں تو آنحضرت نے صاف فرمایا کہ میں نے اپنی طرف سے نہ تم لوگوں کے دروازے بند کئے ہیں۔ اور نہ علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا ہے بلکہ میں تو اُس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُن سب کے بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور علیؑ کے دروازہ کے کھلے رکھنے کا۔ اِس کے بعد سے کسی شخص کو مسجدِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حالتِ جنابت میں جانے کا حکم نہیں ملا۔ اور ہمارے سوا کسی اور کی اولاد مسجد میں پیدا نہیں ہوئی۔ یہ خصوصیت جنابِ رسولِ خدا کو تھی اور میرے والدِ ماجد کو۔ یہ خدائے تعالےٰ کی طرف سے ایک بزرگی تھی اور ایک فضیلت تھی جس سے خدائے تعالےٰ نے تمام آدمیوں کے مقابلہ میں ہم کو مخصوص فرمایا ہے۔ یہ میرے ہی والد کا دروازہ تھا جو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کے اندر اُن کے دروازہ سے بالکل ملا ہوا تھا اور یہ ہمارا ہی گھر تھا جو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں کے بیچ میں تھا اور صورت اُس کی یہ تھی کہ پروردگارِ عالم نے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ اپنی مسجد بنائیں اور اُس میں دس گھر بنائیں نو تو اپنے لئے اور اپنی ازواج کے لئے اور دسواں کہ وہ اُن سب کے بیچ میں تھا میرے والدِ ماجد کے لئے اور اُس کا نشان اب تک بھی موجود ہے۔ اور البیت سے مراد وہی مسجدِ پاکیزہ ہے اور اُسی سے نسبت دے کے

وَهُوَ مُتَوَسِّطُهَا لَا بِيْ فَهَا هُوَ لِسَبِيْلٍ مُقِيْمٍ وَ الْبَيْتُ هُوَ الْمَسْجِدُ الْمُطَهَّرُ
وَهُوَ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَهْلَ الْبَيْتِ وَنَحْنُ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنَّا
الرِّجْسَ وَطَهَّرَنَا تَطْهِيْرًا۔ اَيُّهَا النَّاسُ! لَوْ قُمْتُ حَوْلًا فَحَوْلًا اَذْكُرُ الَّذِيْ
اَعْطَانَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَخَصَّنَا بِهٖ مِنَ الْفَضْلِ فِيْ كِتَابِهٖ وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لَمْ اُحْصِهٖ وَاَنَا ابْنُ النَّذِيْرِ وَالْبَشِيْرِ وَالسِّرَاجِ
الْمُنِيْرِ الَّذِيْ جَعَلَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَاَبِيْ عَلِيٌّ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَشَبِيْهُ
هٰرُوْنَ وَاَنَّ مُعَاوِيَةَ ابْنَ صَخْرٍ زَعَمَ اَنِّيْ رَاَيْتُهٗ لِلْخِلَافَةِ اَهْلًا وَلَمْ اَرَ
نَفْسِيْ لَهَا اَهْلًا فَكَذَبَ مُعَاوِيَةُ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ فِيْ
كِتَابِ اللّٰهِ وَعَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ غَيْرَ اَنَّا لَمَّا نَزَلَ اَهْلُ
الْبَيْتِ مَخِيْفِيْنَ مَظْلُوْمِيْنَ مُضْطَهَدِيْنَ مُنْذُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ فَاللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَنْ ظَلَمَنَا حَقَّنَا وَنَزَلَ عَلٰى رِقَابِنَا وَحَمَلَ النَّاسَ

خدائے تعالےٰ نے ہم کو اہل البیت فرمایا۔ پس اہل البیت ہم ہیں اور ہم وہ ہیں جن سے خدا تعالےٰ نے ہر قسم کے رجس کو دُور رکھا اور ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ اے لوگو! اگر میں ایک سال تک کھڑا رہوں تو سال بھر تک اُن بزرگیوں کا ذکر کرتا رہوں جو خدائے عزّ وجلّ نے ہم کو عطا فرمائی ہیں اور جن سے اُس نے ہم کو اپنی کتاب میں خصوصیت بخشی ہے۔ اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر جاری فرمائی ہیں تو بھی میں اُن کا اِحصاء نہیں کر سکونگا حالانکہ میں ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے اور اُس روشنی پہنچانے والے چراغ کا بیٹا ہوں جسے خدائے تعالےٰ نے تمام عالموں کے لئے رحمت قرار دیا ہے۔ اور میرے والد ماجد علیؑ مرتضےٰ تمام مومنوں کے آقا اور ہارون علیہ السّلام کے مانند ہیں۔ معاویہ ابن صخر نے یہ گمان کیا کہ میں اُس کو خلافت کا اہل جانتا ہوں اور اپنی ذات کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا یہ معاویہ نے صریح جھوٹ بولا۔ خدا کی قسم! کتابِ خدا میں اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر جو کچھ جاری ہوا ہے اُس کے بموجب ہم آدمیوں میں کل آدمیوں سے اولےٰ اور افضل اور اُن پر ہر طرح کا اقتدار و اختیار رکھنے والے ہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے۔ کہ جس وقت سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ ہم اہلبیتؑ ڈرائے گئے۔ ستائے گئے۔ اور مظلوم رہے ہیں۔ پس خدائے تعالےٰ نے ہمارے مابین اور اُن لوگوں کے مابین جنہوں نے بروئے ظلم ہمارا حق لے لیا۔ اور ہماری گردنیں دبائیں اور لوگوں

عَلٰی اَکْتَافِنَا وَ مَنَعَنَا مَنْ هَمَمْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْفَیْءِ وَ الْغَنَائِمِ وَ مَنَعَ اُمَّنَا فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ اِرْثَهَا مِنْ اَبِیْهَا اِنَّا لَا نُسَمِّیْ اَحَدًا وَ لٰکِنْ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ قَسَمًا تَالِیًا تَوَ اَنَّ النَّاسَ سَمِعُوْا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ رَسُوْلِهٖ لَاَعْطَتْهُمُ السَّمَآءُ قَطْرَهَا وَ الْاَرْضُ بَرَکَتَهَا وَ لَمَا اخْتَلَفَ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَیْفَانِ وَ لَاَکَلُوْهَا خَضِرَآءَ خَضِیْرَةً اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِفًا وَ مَا طَمِعَتْ فِیْهَا یَا مُعَاوِیَةُ وَ اَصْحَابُکَ مِنْ بَعْدِکَ وَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ مَا وَلَّتْ اُمَّةٌ اَمْرَهَا رَجُلًا قَطُّ وَ فِیْهِمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا لَمْ یَزَلْ اَمْرُهُمْ سِفَالًا حَتّٰی یَرْجِعُوْا اِلٰی مَا تَرَکُوْا وَ قَدْ تَرَکَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ وَ کَانُوْا اَصْحَابَ مُوْسٰی هٰرُوْنَ اَخَاهُ وَ خَلِیْفَتَهٗ وَ وَزِیْرَهٗ وَ عَکَفُوْا عَلَی الْعِجْلِ وَ اَطَاعُوْا فِیْهِ سَامِرِیَّهُمْ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ خَلِیْفَةُ مُوْسٰی وَ قَدْ سَمِعَتْ هٰذِهِ الْاُمَّةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کو ہم پر مسلط کر دیا اور کتابِ خدا میں مالِ فَے اور مالِ غنیمت میں سے جو حصّہ ہمارا مقرر تھا اُسے ہم سے روک لیا اور ہماری والدہ (ماجدہ) علیہا السّلام کو اُن حضرتؐ کے والدِ ماجد کی وراثت نہ لینے دی۔ ہم اِس وقت کسی کا نام نہیں لیتے لیکن میں خدا کی متواتر قسمیں کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اگر اُن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسولؐ کا قول سُنا ہوتا تو آسمان سے ٹھیک ٹھیک مینہ برسا کرتا اور زمین اپنی برکتیں دیا کرتی اور اِس اُمّت میں دو تلواریں بھی ایک دُوسرے کے خلاف نہ کھینچتیں اور قیامت کے دن تک لوگ ہری بھری زمین کی برکتوں سے سیر و سیراب ہوتے رہتے۔ اور اے معاویہ! تو اور تیرے بعد تیرے عزیز اِس خلافت کی کوئی طمع نہ کر سکتے اور جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم یہ فرما چکے ہیں کہ جو اُمّت بھی اپنے امر کا والی کسی شخص کو بنائے گی جس حال میں کہ اُس سے زیادہ علم والا اُسی اُمّت میں موجود ہو تو اُن کا امر برابر پست ہوتا چلا جائیگا تا آنکہ وہ اُسی کی طرف رجوع کریں گے جس کو اُنہوں نے چھوڑ دیا ہو۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے جو اصحابِ موسےٰ علیہ السّلام تھے حضرت ہارون علیہ السّلام اُنکے بھائی اُن کے خلیفہ اور اُن کے وزیر کو تو چھوڑ دیا اور گوسالہ کی عبادت پر جھک پڑے اور اِس کے بارے میں سامری کی اطاعت کر لی باوجود اس کے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السّلام حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے خلیفہ ہیں۔ اِسی طرح اِس اُمّت نے بھی جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو میرے والدِ ماجد کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اِس کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السّلام کو حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے تھی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لِاَبِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَقَدْ رَاَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حِيْنَ نَصَبَهٗ لَهُمْ بِغَدِيْرِ خُمٍّ وَسَمِعُوْهُ وَنَادٰى لَهٗ بِالْوَلَايَةِ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّبَلِّغَ الشَّاهِدُ مِنْهُمُ الْغَائِبَ وَقَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حَدَّرًا مِّنْ قَوْمِهٖ اِلَى الْغَارِ لَمَّا اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّمْكُرُوْا بِهٖ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ لَمَّا لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا وَلَوْ وَجَدَ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا لَّجَاهَدَهُمْ وَقَدْ كَفَّ اَبِيْ يَدَهٗ وَنَاشَدَهُمْ وَاسْتَغَاثَ اَصْحَابَهٗ فَلَمْ يَغُثْ وَلَمْ يُنْصَرْ وَلَوْ وَجَدَ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا مَّا اَجَابَهُمْ وَقَدْ جُعِلَ فِيْ سَعَةٍ كَمَا جُعِلَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَعَةٍ وَقَدْ خَذَلَتْنِيْ لِاُمَّةٌ وَبَايَعَتْكَ يَا ابْنَ حَرْبٍ وَلَوْ وَجَدْتُ عَلَيْكَ اَعْوَانًا يُّخْلِصُوْنَ مَا بَايَعْتُكَ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰرُوْنَ فِيْ سَعَةٍ حِيْنَ اسْتَضْعَفَهٗ قَوْمُهٗ

فرق اتنا ہی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ کس طرح آنحضرتؐ نے غدیرِ خم میں اُن کو ولیعہد مقرر کیا۔ اور آنحضرتؐ کا خطبہ بھی سُنا کہ کس طرح اُن کی ولایتِ عہد کا اعلان فرمایا۔ پھر اُن سب کو حکم بھی دیا کہ جو اُن میں سے حاضر ہیں وہ غائب کو بھی یہ خبر پہنچا دیں۔ اور جب (شریر) لوگوں نے اس بات پر اجماع کر لیا۔ کہ آنحضرتؐ کو تکلیف پہنچائیں تو آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گھاٹی کی طرف اپنی قوم کے لوگوں سے پوری احتیاط کر کے کوچ فرمایا۔ اور موقعہ پر اُن کو نام لے لے کر پکارا۔ چونکہ اُن کے برخلاف آنحضرتؐ کو اعوان و انصار میسر نہ آئے اور اگر آنحضرتؐ کو اُن کے برخلاف مددگار ملتے تو آنحضرتؐ اُن سے ضرور جہاد کرتے۔ اور میرے والد ماجد نے بھی اُسی مصلحت سے اپنا ہاتھ روکا اور اُن کو قسمیں دے دے کر اپنی مصیبتوں کی گواہی چاہی اور پھر اصحاب سے باقاعدہ استغاثہ کیا مگر کسی نے آپ کے استغاثہ کا جواب نہیں دیا۔ اور کسی نے آپ کی مدد نہیں کی۔ اور وہ حضرتؑ بھی اُن لوگوں کے برخلاف مددگار پاتے تو ہرگز اُن کی بات نہ مانتے چونکہ اُمت نے اُن کو چھوڑ دیا تھا اس لئے خدائے تعالےٰ نے اُن کو ویسا ہی اختیار دے دیا تھا جیسا جناب رسولِ خدا کو۔ (صلح یا جنگ کا اختیار دے دیا تھا) اور اے حرب کے بیٹے میں نے اسی طرح تجھ سے مصالحت کی ہے۔ اگر مجھے تیرے برخلاف مددگار میسر آتے تو میں کبھی تجھ سے صلح نہ کرتا اور یہ اختیار تو خدا نے ہارون علیہ السلام کو بھی اُسی وقت عطا فرما دیا تھا جب کہ اُن کی قوم نے اُن کو کمزور کیا۔ اور اُن حضرتؑ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اسی طرح مجھے اور

وَعَادُوْهُ كَذٰلِكَ اَنَا وَاَبِيْ فِيْ سَعَةٍ مِّنَ اللّٰهِ حِيْنَ تَرَكَتْنَا الْاُمَّةُ وَتَابَعَتْ غَيْرَنَا وَلَمْ نَجِدْ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا وَّاِنَّمَا هِيَ السُّنَنُ وَالْاَمْثَالُ يَتَّبِعُ بَعْضُهَا بَعْضًا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَوِ الْتَمَسْتُمْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ رَجُلًا وَّلَدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَبُوْهُ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَمْ تَجِدُوْا غَيْرِيْ وَغَيْرَ اَخِيْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَضِلُّوْا بَعْدَ الْبَيَانِ وَكَيْفَ بِكُمْ وَاَنّٰى ذٰلِكَ لَكُمْ اَلَا وَاِنِّيْ قَدْ بَايَعْتُ هٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى مُعٰوِيَةَ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ لِّيْ حِيْنٍ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يُعَابُ اَحَدٌ بِتَرْكِ حَقِّهٖ وَاِنَّمَا يُعَابُ اَنْ يَّاْخُذَ مَا لَيْسَ لَهٗ وَكُلُّ صَوَابٍ نَّافِعٌ وَّكُلُّ خَطَاءٍ ضَارٌّ لِّاَهْلِهٖ وَقَدْ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ فَهِمَهَا سُلَيْمَانُ فَنَفَعَتْ سُلَيْمَانَ وَلَمْ تَضُرَّ دَاوٗدَ وَاَمَّا الْقَرَابَةُ فَقَدْ نَفَعَتِ الْمُشْرِكَ وَهِيَ وَاللّٰهِ لِلْمُؤْمِنِ اَنْفَعُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

میرے والدِ ماجد کو بھی منجانب اللہ یہ اختیار (صلح و جنگ) ملا ہوا ہے۔ جبکہ اُمت نے ہم کو چھوڑ دیا اور ہمارے غیر کی متابعت کر لی اور اُن اغیار کے برخلاف ہم کو اعوان و انصار میسر نہ آئے۔ یہ تو وہی دستور و قواعد ہیں جن کی ایک دوسرے پیروی کیا کرتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم مشرق و مغرب کے مابین کسی ایسے شخص کو ڈھونڈو گے جو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بیٹا ہو اور جس کے باپ جنابِ رسولِ خدا کے وصی ہوں تو تم میرے سوا اور میرے بھائی کے سوا اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ اب بھی اللہ سے ڈرو اور یہ سمجھ لینے کے بعد تو گمراہ نہ ہو۔ مگر تمہیں یہ بات کیسے میسر آئے گی۔ اور تمہیں یہ حصہ کہاں سے ملیگا (شیطان تو تم پر پورا مسلط ہو چکا ہے) خبردار ہو جاؤ۔ میں نے اُس شخص سے مصالحت کر لی ہے۔ اور اس وقت معاویہ کی طرف اشارہ فرمایا اور میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمہارے لئے آزمائش اور تھوڑے عرصہ کے لئے نفع ہے۔ لوگو! کسی شخص کو اس بات کا عیب نہیں لگایا جا سکتا کہ اُس نے اپنا حق کیوں چھوڑ دیا۔ ہاں اُس کا عیب ضرور لگایا جا سکتا ہے کہ جو اُس کا نہ ہو وہ لے لے۔ ہر ٹھیک بات اپنے کرنے والے کو نفع پہنچانے والی ہے اور ہر غلط بات اپنے مرتکب کو نقصان پہنچانے والی ہے اور اُس قضیہ کا معاملہ اور ہے جسے سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے تھے تو اُس نے سلیمان علیہ السلام کو نفع پہنچایا اور داؤد علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ (کیونکہ داؤد علیہ السلام کی تو کوئی خطا نہیں تھی۔) اب رہی قرابت وہ تو مشرک تک کو بھی نفع پہنچائے گی۔ اور خدا کی قسم! مومن کے لئے تو وہ بہت ہی زیادہ نفع پہنچانے والی

لِعَمِّهٖ اَبِیْ طَالِبٍ وَهُوَ فِی الْمَوْتِ قُلْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْفَعُ لَكَ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَمْ یَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ یَقُوْلُ وَیَعُدُّ اِلَّا مَا یَكُوْنُ مِنْهُ عَلٰی یَقِیْنٍ وَّلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ غَیْرَ شَیْخِنَا اَعْنِیْ اَبَا طَالِبٍ یَّقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا وَعُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَارْجِعُوْا وَهَیْهَاتَ مِنْكُمُ الرَّجْعَةُ اِلَی الْحَقِّ وَقَدْ صَارَ عَلَمُ النُّكُوْصِ وَخَامَرَكُمُ الطُّغْیَانُ وَالْجُحُوْدُ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

ہے جیسا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حقیقی چچا حضرت ابوطالب سے اُن کی موت کے وقت فرمایا کہ آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیں تو میں اسی کے ذریعہ سے قیامت کے دن حق کی شفاعت کروں گا۔ اور جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا نہ فرماتے اور ہرگز ایسی مستعدی ظاہر نہ کرتے اگر اُن کی طرف سے ایسا یقین نہ ہوتا اور یہ امر سوائے ہمارے بزرگ یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام کے آدمیوں میں سے کسی دوسرے کو میسّر ہی نہیں آیا۔ اس لئے کہ عام طور پر تو خدائے تعالےٰ یوں فرماتا ہے۔ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ (دیکھو صفحہ ۱۲۶ سطر ۹)

اے لوگو! سنو! یاد رکھو! اللہ سے ڈرو اور حق کی طرف پھر آؤ۔ لیکن تم سے حق کی طرف پھرنے کی اُمید نہیں ہے۔ اس لئے کہ اُلٹے پاؤں پھر جانے نے تمہاری عقلیں مار دیں اور سرکشی و انکار نے تم کو بے ہوش کر دیا ہے تو کیا ایمان کو ہم تمہارے گلے کا ہار بنا سکتے ہیں جب کہ تم خود اُس سے نفرت کرنے والے ہو اور جو شخص بھی ہدایت کی پیروی کرے سلام خدا اُسی پر ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ معاویہ نے یہ کہا کہ خدا کی قسم حسنؑ اُس وقت تک نہیں اُترے جب تک کہ دنیا کو میری نظر میں اندھیر نہ کر دیا۔ میں نے ارادہ تو یہ کیا تھا کہ اُنہیں اُٹھا کر دے ماروں مگر پھر یہ سوچا کہ اِس وقت چشم پوشی ہی میں عافیت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱۰۶ متعلق صفحہ ۸۸۴

التہذیب اور الفقیہ میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ نمازِ جمعہ کے لئے کتنے آدمیوں کا ہونا لازم ہے؟ فرمایا سات آدمی۔ اور پانچ سے کم میں جن میں امام بھی داخل ہے نمازِ جمعہ واجب نہ ہوگی۔ جبکہ سات آدمی جمع ہو جائیں اور کسی قسم کا خوف نہ ہو تو اُن میں سے ایک شخص امام بن جائے اور وہی خطبہ بھی پڑھے۔

ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں پر لازم ہے کہ شبِ جمعہ (کی نمازوں) میں سورۂ جمعہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ اور جمعہ کی ظہر میں سورۂ جمعہ اور منافقون پڑھیں (یعنی اگر جمعہ کی شرائط جمع نہ ہو سکیں اور ظہر کی نماز پڑھی جائے تو بھی یہی سورتیں پڑھی جائیں) اگر ایسا کرینگے تو گویا اُنہوں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساعمل کیا۔ اِس کی جزا میں خدائے تعالےٰ اُن کو جنت عطا فرمائیگا۔ اے پروردگارِ عالم! تو ہم سب کو اِس کی توفیق دے۔

تفسیر قمی میں بروایت ابوالجارود جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اِسْعَوْا بمعنی امضوا ہے یعنی نماز کے لئے جاؤ اور اعمالِ جمعہ بجا لاؤ جو یہ ہیں۔ لبیں کتروانا۔ بغلوں کے بال صاف کرانا۔ ناخن لوانا۔ غسلِ جمعہ کرنا۔ پاک و پاکیزہ لباس پہننا۔ عطر لگانا۔ اِسی کا نام سعی ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ (دیکھو صفحہ ۴۵۲ سطر آخر)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱۰۷ متعلق صفحہ ۸۸۶

تفسیر قمی میں اِس سورہ کا شانِ نزول یوں مروی ہے کہ ۶ ہجری میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی مصطلق سے لڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی میں ایک کنوئیں پر قیام فرمایا۔ پانی اُس میں بہت کم تھا۔ انس بن سیار انصار کا ہم قسم اور جہجاہ بن سعید الغفاری عمر بن الخطاب کا اجیر یہ دونوں کنوئیں پر پانی بھرنے کے لئے گئے جیسے ہی ان دونوں نے اپنا اپنا ڈول کھینچا تو ابنِ سیار کا ڈول جہجاہ کے ڈول میں

اُلجھ گیا (جب ایک ڈول اُوپر آیا تو) اُس نے کہا یہ میرا ڈول ہے۔ جہجاہ نے کہا یہ میرا ڈول ہے۔ پس ان دونوں میں چھینا جھپٹی ہونے لگی تو) جہجاہ نے اَنَس کے مُنہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ اُس کے مُنہ سے خون نکلنے لگا۔ اَنَس نے (اپنی مدد کے لئے) انصار کو پُکارا۔ جہجاہ نے (اپنی حمایت کے لئے) قریش کو آواز دی۔ یہ سب کے سب لے کر ہتھیار آموجود ہوئے۔ قریب تھا کہ تلوار چل جائے (مگر معاملہ رفع دفع ہوگیا) عبداللہ بن اُبَیّ نے جو یہ خبر سُنی تو کہنے لگا کیا بات تھی؟ لوگوں نے اُس سے سارا واقعہ بیان کیا تو وہ ملعون غصہ ہو کر کہنے لگا میں تو پہلے ہی سے اِس سفر سے نفرت کرتا تھا۔ میں بھی بڑا ذلیل آدمی ہوں کہ ان کے ساتھ آیا۔ مجھے تو یہ گمان تھا کہ میں ایسی خبریں سُننے کے لئے زندہ ہی نہ رہوں گا۔ کہ وہ مجھے عیب بھی نہ معلوم ہوں۔ پھر اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ سب کچھ تمہاری ہی کرتوت ہے کہ تم نے اِن مسلمانوں کو (اپنا مہمان بنایا) اپنے مکانوں میں جگہ دی۔ اپنے مالوں سے اِن کی مدد کی۔ اپنی جانوں سے اِن کی حفاظت کی۔ اپنے سینوں کو قتل ہونے کے لئے تم نے تان لیا۔ پس (نتیجہ تم کو یہ ملا کہ) اِس (محمدؐ) نے عورتوں کو تمہاری بیوہ اور بچوں کو تمہارے یتیم بنا دیا۔ کاش کہ تم اِن کو اپنی بستی سے نکال دیتے تو یہ کہیں اور جا پڑتے۔ اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو بڑی عزت والا زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا۔ اُس مجمع میں زید ابن ارقم بھی تھے۔ اُس زمانہ میں نوجوان تھے۔ ابھی ابھی بلوغ کو پہنچے تھے اور وہ وقت دوپہرہ کا تھا۔ اور آنحضرتؐ ایک درخت کے سایہ میں رونق افروز تھے۔ گرد و پیش مہاجرین و انصار کا جمگھٹ تھا کہ زید ابن ارقم حاضر خدمت ہوئے اور عبداللہ بن اُبَیّ نے جو کچھ کہا تھا اُس کی اطلاع دی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے لڑکے! شائد تجھے تو ہم ہوگیا ہو۔ اُس نے عرض کی خدا کی قسم وہم نہیں ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا شائد تو اُس پر غصہ ہوا ہو! اُنہوں نے عرض کی نہیں واللہ میں اُس پر غصہ بھی نہیں ہوا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا شاید تیری سمجھ میں نہ آیا ہو! اُنہوں نے عرض کی نہیں قسم بخدا ایسا نہیں ہے (اب) آنحضرتؐ نے اپنے غلام شقران کو سواری تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب سواری تیار ہوگئی تو اُس پر سوار ہوگئے۔ اصحاب میں اِس بات کا چرچا ہونے لگا۔ کہ جنابِ رسولِ خدا تو ایسے ناوقت کوچ نہ فرمایا کرتے تھے (آج کیا ہوگیا؟) یہ کہکر سب کوچ پر آمادہ ہوگئے۔ سعد بن عبادہ آنحضرتؐ سے جا ملے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ۔ سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور تو کبھی خلافِ وقت کوچ نہ فرماتے تھے۔ (آج کیا سبب ہوا؟) فرمایا شاید تم نے اپنے صاحب کا قول نہیں سُنا ہے۔ سعد نے عرض کی

حضور کے سوا اور ہمارا صاحب کون ہے؟ فرمایا عبداللہ بن اُبی! اُس کا یہ گھمنڈ ہے کہ جب وہ مدینہ واپس جائے گا تو جو زیادہ عزت دار ہوگا وہ زیادہ ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا۔ سعد نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ اور حضور کے اصحاب عزت والے ہیں۔ اور عبداللہ اور اُس کے ساتھی ذلیل ہیں۔ پس جناب رسولِ خدا تمام دن چلتے ہی رہے اور کوئی آنحضرتؐ سے بات نہیں کر سکا۔ بنی خزرج عبداللہ کو لعنت ملامت کرنے لگے۔ اُس نے قسم کھائی کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ وہ بولے اچھا تو تو ہمارے ساتھ چل۔ اور جناب رسولِ خدا سے معافی مانگ لے۔ اُس نے گردن ہلادی۔ جب رات ہو گئی تو آنحضرتؐ پھر چل کھڑے ہوئے۔ اور دن رات برابر چلتے ہی رہے۔ سوائے نماز کے اور کسی کام کے لئے نہ اُترے۔ جب دوسرا دن ہوا تو ایک مقام پر نزولِ اجلال فرمایا۔ اصحاب نے بھی ڈیرے ڈال دئے۔ راہ میں جاگتے جاگتے پریشان ہو گئے تھے۔ وہ تو سب کے سب سو گئے۔ جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں عبداللہ ابن اُبی حاضر ہوا اور کہنے لگا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں۔ اُسی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے وہ بات نہیں کی۔ زید نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے۔ آنحضرتؐ نے اُس کا عذر مان لیا۔ بنی خزرج زید کو بُرا کہنے لگے کہ تو نے عبداللہ بن اُبی ہمارے سردار کے خلاف کیوں جھوٹ بولا؟ زید ابن ارقم جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اور درگاہِ خدا میں عرض کرتے تھے۔ الٰہی تو خوب واقف ہے کہ میں نے عبداللہ ابنِ اُبی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ الغرض وہ لوگ تھوڑی ہی دُور چلے ہوں گے کہ آنحضرتؐ پر وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ شدت و سختی آنحضرتؐ پر طاری ہونے لگی۔ آنحضرتؐ کا جسمِ مبارک اِتنا ثقیل ہو گیا قریب تھا کہ وحی کے بوجھ سے ناقہ بیٹھ جائے۔ جب یہ حالت دُور ہو گئی تو آنحضرتؐ نے اپنی پیشانیٔ مبارک سے پسینہ صاف کیا۔ پھر زید ابنِ ارقم کا کان پکڑ کے اُن کو اُن کی سواری سے اُٹھا لیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے! تیری زبان سے بھی سچ نکلا ہے اور تیرے قلب نے بھی ٹھیک یاد رکھا۔ جو کچھ تو نے کہا تھا خدائے تعالےٰ نے اُسی کے موافق قرآنِ مجید نازل فرمایا ہے۔ پس جب آنحضرتؐ ایک منزل پر اُترے تو اصحاب کو جمع کر کے سورۂ منافقون سُنائی۔ اِس سورہ کے نازل ہونے سے عبداللہ ابن اُبی بڑا ذلیل و رُسوا ہوا۔ ممتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالےٰ نے منافقین کی شناخت اور اُن کی پہچان اپنے رسولؐ کو کرادی اور عبداللہ بن اُبی کے نفاق سے خبر دے دی تو اُن کا قبیلہ گروہِ منافقین کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ تمہارا جائے ستیاناس اب تو تم ذلیل و رُسوا ہو چکے۔ آؤ چلو جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں وہ جناب تمہارے لئے خدا سے استغفار کریں گے۔ پس اُنہوں نے سر پھرا لئے اور استغفار سے

منہ موڑ لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن اُبی کا بیٹا جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی اگر حضور نے میرے باپ کے قتل کا عزم بالجزم کر لیا ہے تو مجھ کو حکم دیجئے کہ میں اُس کا سر کاٹ لاؤں۔ خدا کی قسم قبیلۂ اَوس و خزرج اِس بات سے آگاہ ہے کہ جتنی نیکی اور احسان میں اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہوں ایسا کوئی بیٹا اپنے باپ کے ساتھ نہیں کرتا۔ اب اگر حضور نے کسی اور کو اُس کے قتل کا حکم دیا۔ اور اُس نے اُسے مار ڈالا تو میں ڈرتا ہوں (کہیں) ایسا نہ ہو کہ اپنے باپ کے قاتل کی طرف نظر کرنا میرے نفس کو اچھا نہ معلوم ہو اور میں ایک کافر کے بدلے ایک مؤمن کو قتل کر کے عذابِ دوزخ کا مستحق ہو جاؤں۔ (پس مناسب یہی ہے کہ میں ہی اپنے ہاتھ سے اُس کا سر اُتار دوں) آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے تم اُس کے ساتھ نیک ہی سلوک کرتے رہو۔

صفحہ ۸۹۲ کے حاشیہ کی سطر ۱۹ سے نوٹ نمبر ۲ شروع ہوتا ہے جس کا ہندسہ لکھنا رہ گیا ہے۔ ۱۲ منہ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۹۴

تفسیر مجمع البیان میں ہے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام کا مرتبہ تمام صحابہ کو دو مرتبہ جتلایا۔ ایک تو اُس موقعہ پر جبکہ فرمایا تھا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اور دوسری مرتبہ جبکہ یہ آیت نازل ہوئی فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ تو جنابِ رسولِ خدا نے اپنے دستِ مبارک سے جنابِ علیؑ ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا اَیُّھَا النَّاسُ ھٰذَا صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے گروہِ مردم! یہ ہے صالح المؤمنین)

اَسْمَاء بنتِ عُمَیس کہتی ہیں کہ میں نے خود جنابِ رسولِ خدا سے سُنا ہے کہ علی بن ابیطالب صالح المؤمنین ہیں۔

صاحبِ تفسیرِ صافی کہتے ہیں کہ فریقین خاصہ و عامہ کی بکثرت روایتیں اِس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صالح المؤمنین سے جنابِ علی بن ابی طالب علیہ السّلام مراد ہیں۔

عَوْن بن عبداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ جس دن جنابِ رسولِ خدا نے وفات پائی اُس دن آنحضرتؐ کو غش آیا۔ پھر افاقہ ہوا تو میں رو رہا تھا۔ اور آنحضرتؐ کے دستِ مبارک چوم رہا تھا۔ اور یہ عرض کر رہا تھا کہ یا رسولؐ اللہ! حضور کے بعد میری اور میرے بچوں کی سرپرستی کون کریگا؟ فرمایا میرے بعد خدائے تعالےٰ اور میرا وصی صالح المؤمنین علیؑ ابن ابیطالب تمہارا حامی و مددگار ہے۔

حضرت عمار یاسر کہتے ہیں کہ میرے سامنے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب کر کے ارشاد کیا کہ اے علی! کیا میں تم کو کوئی خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ضرور سنائیے۔ اور آپ تو ہمیشہ اچھی اچھی خبریں سناتے ہی رہا کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! بتحقیق خداوند عالم نے تمہاری شان میں ایک آیت قرآنی نازل فرمائی ہے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا خدا نے تم کو جبرئیلؑ کا قرین اور ساتھی بنا دیا۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ اے علیؑ! تم اور تمہاری اولاد کے مؤمنین (میں سے گیارہ امامؑ) صالحین ہیں۔

محمد حلبی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی (خلافت کے بارے میں) اصحاب کو دوبارہ شناخت کرائی۔ چنانچہ ایک دن آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا تم جانتے ہو کہ میرے بعد تمہارا والی کون ہے؟ سب نے عرض کی خدا و رسولؐ ہی خوب واقف ہیں۔ ارشاد کیا خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی صالح المؤمنین علیؑ بن ابیطالب ہیں۔ وہی میرے بعد تمہارے والی و حاکم ہیں۔ دوسری بار مقام خمِ غدیر میں پہچنوایا جبکہ فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

ابو صالح نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ اس آیت میں خاصکر صالح المؤمنین سے جناب علیؑ بن ابی طالب مراد ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے گروہِ مردم! خدا سے زیادہ کون اچھی بات کر سکتا ہے اور بات کہنے میں خدا سے زیادہ سچا کون ہے؟ اے گروہِ صحابہ! خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں علیؑ بن ابیطالب کو اپنا نشان اور اُمّت کا امام اور اپنا خلیفہ اور وصی قرار دوں اور اُن کو اپنا بھائی اور وزیر بناؤں۔ ایّہا الناس! آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ بن ابی طالب میرے بعد ہدایت کا باب۔ خدا کی طرف بلانے والا اور صالح المؤمنین ہے۔ جو شخص خدا کی طرف ہدایت کرے۔ عملِ صالح اُس سے صادر ہوتا ہو۔ اس پر اُس کا قول یہ ہو کہ میں تو ایک مسلمان ہوں اُس سے زیادہ اچھی بات کون کہے گا؟ اے گروہِ مردم! جان لو! کہ علیؑ بن ابیطالب مجھ سے ہیں۔ اُن کی اولاد میری اولاد ہے۔ وہ میری پارۂ جگر نورِ نظر کے شوہر ہیں۔ اُن کا حکم میرا حکم ہے۔ اُن کی ممانعت میری ممانعت ہے۔ ایّہا الناس! اُن کی اطاعت کرنا اور اُن کی نافرمانی سے بچنا تم پر لازم و واجب ہے۔ اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اُن کی نافرمانی

میری نافرمانی ہے۔ اے لوگو! علیؑ اس اُمت کے صدیق اور فاروق اور ہارونؑ اور یوشعؑ اور آصفؑ اور شمعونؑ ہیں۔ اور وہ اس اُمت کے لئے دروازۂ حطہ (جیسا کہ بنی اسرائیلؑ کی قبولِ دعا اور بخشش جرائم کے لئے قرار دیا گیا تھا) اور کشتیٔ نجات ہیں۔ اور وہ اس اُمت کے طالوت اور ذوالقرنین ہیں۔ اے گروہِ مردم! وہ خلق اللہ کے لئے ذریعۂ امتحان اور خدا کی حجتِ عظمےٰ اور آیتِ کبریٰ اور ہدایت کے امام اور عروۂ وثقےٰ ہیں۔ اے گروہِ صحابہ! علی بن ابی طالب دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ اُن کا دوست ہرگز دوزخ میں نہ جائیگا اور اُن کا دشمن اُس سے نجات نہ پائیگا۔ اور وہ جنت کے بھی تقسیم کرنے والے ہیں جس میں اُن کا دشمن ہرگز نہ جائیگا اور اُن کا دوست جنت سے کبھی نہ نکلے گا۔ اے میرے اصحاب! میں نے تم کو خالص نصیحت کی ہے اور اپنے پروردگار کا پیغام تمہارے پاس پہنچا دیا ہے۔ لیکن تم لوگ نصیحت کرنے والوں کو دوست نہیں جانتے۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ دیا۔ اب میں اپنے لئے اور تمہارے لئے خدا کی درگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۹۶

الخصال میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ زنانِ جنت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں۔ اوّل خدیجہ بنتِ خویلد۔ دوسری فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا بنتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ۔ تیسری مریمؑ بنتِ عمران۔ چوتھی آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون۔

تمام شد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ حالت متعلق پارۂ لبث و نہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۰

الاکمال میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تاویل دریافت کی گئی تو اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ جب تم اپنے امام کو اس طرح کھو بیٹھو گے کہ تم اُن کو دیکھ نہ سکو گے تو اُس وقت کیا کرو گے؟

نیز انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ یہ آیت امام قائمؑ (آل محمدؐ) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب تم سے تمہارا امام غائب ہو جائے گا اور تمہیں معلوم نہ ہوگا کہ وہ کہاں ہیں تو وہ کون ہے جو امام کو تمہارے لئے ظاہر کر دے گا کہ وہ تمہیں آسمانوں اور زمین کی بھی خبریں دے اور حلال و حرام کے احکام بھی پہنچائے؟ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم ابھی تک اس آیت کی تاویل ظاہر نہیں ہوئی لیکن آئندہ البتہ ظاہر ہوگی۔

حضرت عمارؓ یاسر فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر تھا۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُس لڑائی میں بہت سے علمدار قتل کئے اور اُن کی جماعت درہم و برہم کر دی۔ اور عمر بن عبداللہ مجمی اور شیبہ بن نافع کو بھی جہنم میں پہنچایا۔ میں جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! آج تو علیؑ بن ابی طالب نے راہِ خدا میں خوب جہاد کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ وہ میرے علم کے وارث ہیں۔ وہی میرا قرض ادا کریں گے۔ وہی میرے وعدے پورے کریں گے۔ وہی میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میرے بعد مومنِ خالص کی پہچان ہی نہ ہو سکتی۔ اُن کی لڑائی میری لڑائی ہے اور میری لڑائی خدا کی لڑائی ہے۔ اُن کی صلح میری صلح ہے اور میری صلح خدا کی صلح ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے فرزندوں (نواسوں) کے اور اُن ائمہؑ کے جو اُن فرزندوں کے صُلب سے ہونگے باپ ہیں۔ اُن کے صُلب سے خدائے تعالےٰ آئمہ راشدین کو جن میں اس اُمت کا مہدیؑ بھی ہے ظاہر فرمائے گا۔ عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں یہ مہدیؑ کون ہیں؟ فرمایا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے فرزند حسینؑ کی نسل سے نواں امام پیدا

کرے گا۔ اور نواں اُن میں کا نظرِ خلائق سے غائب ہو جائیگا۔ قولِ باری تعالےٰ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ۔ اِس پر دلالت کرتا ہے۔ اُس کی غیبت طولانی ہوگی۔ ایک قوم تو اُس سے پھر جائے گی۔ کچھ لوگ اُس پر قائم رہیں گے۔ جب آخر زمانہ آئے گا تو وہ ظہور کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے اُسی طرح بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور وہ تاویلِ قرآن پر ویسے ہی جہاد کرے گا جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن پر کیا ہے۔ وہ میرا ہمنام اور تمام آدمیوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا۔ اے عمارؓ! میرے بعد فوراً فتنۂ عظیم برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تم علیؑ بن ابی طالب کی متابعت کرنا اور اُنہی کا ساتھ دینا کہ وہ حق کے ساتھ ہیں۔ اور حق اُن کے ساتھ ہے۔ اے عمارؓ! عنقریب میرے بعد جنگِ صفین برپا ہوگی۔ اُس میں تم بھی علیؑ بن ابی طالب کے ہمراہ بیعت توڑنے والوں اور حق سے روگردانی کرنے والوں سے لڑو گے۔ پھر تم کو باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ عمارؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا میرا جہاد کرنا خداوندِ عالم کی اور حضور کی خوشنودی کا باعث نہ ہوگا؟ فرمایا ہاں۔ اے عمارؓ! میں بھی تم سے خوش ہونگا اور خداوندِ عالم بھی تم سے راضی ہوگا۔ اے عمارؓ! دنیا میں آخری رزق تمہارا دودھ ہوگا جو تم (اپنی شہادت سے پہلے) پیو گے۔ الغرض جب وہ دن آیا کہ معرکۂ صفین گرم ہوگیا تو حضرت عمارؓ یاسر پرے سے نکلے اور جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی اے رسول اللہ کے بھائی! مجھے بھی میدانِ جنگ کی اجازت دیجئے؟ فرمایا اے عمارؓ! خدا تم پر رحم فرمائے ابھی ٹھہر جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ عرض کی لیکن وہی جواب ملا۔ پھر تیسری بار اجازت مانگی! اس کے جواب میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام رونے لگے۔ عمارؓ نے یہ حال دیکھ کر عرض کی یا امیرالمؤمنین! یہ وہی دن ہے جس کی خبر جنابِ رسولِ خداؐ نے مجھے پہلے ہی دے دی ہے۔ پس جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام گھوڑے سے کود پڑے اور عمارؓ کو گلے لگا کے رخصت کیا۔ پھر فرمایا اے ابوالیقظان! خدا تم کو جنابِ رسولِ خداؐ کی طرف سے اور میری طرف سے جزائے خیر دے۔ تم میرے بہت اچھے بھائی تھے۔ تم میرے بہت اچھے دوست تھے۔ یہ فرما کے وہ جناب رونے لگے اور عمارؓ بھی خوب روئے۔ بعد اُس کے عمارؓ نے عرض کی یا امیرالمؤمنین! خدا کی قسم میں نے آپ کی اطمینانِ قلب اور یقینِ کامل کے ساتھ پیروی اختیار کی ہے۔ کیونکہ جنابِ رسولِ خدا نے جنگِ خیبر میں مجھ سے فرمادیا تھا کہ اے عمارؓ! میرے بعد بڑی شورش اور فتنۂ عظیم برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم علیؑ بن ابی طالب کی اور اُن کے گروہ کی پیروی کرنا کہ وہ حق کے ساتھ ہیں۔ اور حق اُن کی طرف ہے۔ اے عمارؓ! عنقریب تم میرے بعد عہد توڑنے والوں اور حق سے منحرف

ہونے والوں سے جنگ کروگے۔ یا امیر المومنین! خدائے تعالےٰ نے حضور کو اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے اسلام کا حق ادا کر دیا اور احکام کو بخلوصِ دل بندگانِ خدا تک پہنچا دیا اور حقِ نصیحت کو ادا کر دیا۔ یہ کہہ کر عمارؓ بھی سوار ہو گئے اور جناب امیر المومنین بھی۔ پس عمارؓ میدانِ جنگ میں آئے اور اپنے ہمراہیوں سے پانی طلب کیا۔ جواب دیا گیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور ایک پیالہ دودھ کا جلدی سے لایا۔ وہ عمارؓ نے نوش کر کے فرمایا یہی مجھے جنابِ رسولِ خدا نے خبر دی تھی کہ تمہارا آخری رزق دودھ ہوگا بعد اُس کے عمارؓ یاسر لشکرِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اٹھارہ خارجیوں کو جہنم کی راہ دکھائی۔ آخر الامر دو شامی مردک صحابی رسولؐ کے مقابل ہوئے اور دونوں نے یکبارگی نیزے مارے جس سے وہ جناب شہید ہو گئے۔ جب رات ہوئی تو جناب امیر المومنین علیہ السلام شہدا کی نعشوں میں پھرتے پھرتے پہنچے اور عمارؓ کو اُنہی مقتولین میں پڑا ہوا پایا۔ اُن حضرت نے اس شہیدِ راہِ خدا کا سر اپنے زانو پر رکھا اور رو رو کے یہ مرثیہ پڑھنے لگے ؎

أَلَا أَيُّهَا الْمَوْتُ الَّذِي لَيْسَ تَارِكِي ۔۔۔ أَرِحْنِي فَقَدْ أَفْنَيْتَ كُلَّ خَلِيلِي

(اے موت! جو مجھے بھی چھوڑنے والی نہیں ہے۔ اب تو مجھے راحت پہنچا دے کہ تو میرے ہر دوست کو فنا کر چکی۔

أَيَا مَوْتُ كَمْ هَذَا التَّفَرُّقُ عُنْوَةً ۔۔۔ فَلَسْتَ تُبْقِي خُلَّةً لِخَلِيلِ

(اے موت! قہر و غلبہ سے یہ تیری تفرقہ پردازی کب تک رہے گی! تُو تو کسی دوست کی دوستی باقی ہی نہ رکھے گی)

أَرَاكَ بَصِيرًا بِالَّذِينَ تُحِبُّهُمْ ۔۔۔ كَأَنَّكَ تَمْضِي نَحْوَهُمْ بِدَلِيلِ

(میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ تو نے اپنے دوستوں کو خوب دیکھ بھال لیا ہے۔ گویا کہ تیرا گزر اُن کی طرف کسی دلیل و رہبر کے ذریعہ سے ہوتا ہے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۰

سفیانؓ ابنِ سعید نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! لوح و قلم و مداد کا واقعہ مجھ سے بہ تفصیل بیان فرمائیے۔ اور جو کچھ حضور کو خدائے تعالےٰ نے تعلیم کیا ہے مجھے بھی سکھائیے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اے ابنِ سعید! اگر تم جواب کے اہل نہ ہوتے تو ہم تم کو جواب نہ دیتے۔ (لو سنو!) نون ایک فرشتہ ہے جو قلم کو خبریں دیتا ہے اور قلم بھی ایک فرشتہ ہے جو لوح تک حکم و احکام پہنچاتا ہے اور لوح بھی فرشتہ ہے جو پیام و سلام اسرافیلؑ کو دیتا ہے اور اسرافیلؑ میکائیلؑ کو اور میکائیلؑ جبرئیلؑ کو اور جبرئیلؑ نبیوں اور رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ پھر فرمایا اے سفیان!

کھڑے ہو جاؤ! مجھے تمہارے بارے میں دشمنوں سے اندیشہ ہے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نون ایک نہر تھی جنت میں، برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی۔ خدائے تعالےٰ نے اُسے حکم دیا کہ اے نہر تو روشنائی بن جا۔ وہ روشنائی ہو گئی۔ پھر اُس نے اپنے دست (قدرت) سے ایک درخت لگایا۔ لفظِ ید بمعنی قدرت ہے۔ ہاتھ کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ فرقۂ مشبہہ قائل ہو گیا ہے کہ خدا کے ہاتھ ہیں) پھر خدا نے درخت کو قلم بن جانے کا امر فرمایا۔ جب وہ قلم ہو گیا تو حکم دیا کہ لکھ دے۔ اُس نے عرض کی کہ پروردگارا! کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا کہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پس اُس نے لکھ دیا۔ بعد اُس کے خدا نے اُسی پر مُہر فرما دی۔ اور ارشاد کیا کہ اب سے قیامت تک کلام نہ کرنا۔

تفسیرِ قمی میں اُنہی جناب سے منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ نے پہلے قلم کو پیدا کر کے حکم دیا کہ لکھ دے۔ پس اُس نے گزشتہ اور آئندہ قیامت تک ہونے والی سب باتیں لکھ دیں۔

الخصال میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دس نام ہیں جن میں سے پانچ تو قرآن میں مذکور ہیں اور پانچ قرآن کریم میں نہیں ہیں۔ جو کہ قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ عبداللہ۔ یٰسٓ۔ نونؔ۔

تفسیرِ عیاشی میں بروایتِ محمد بن مروان جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ میں اپنے پدرِ بزرگوار صلوات اللہ علیہ کے ہمراہ طوافِ خانۂ کعبہ میں مشغول تھا کہ ایک شخص دراز قد۔ فربہ۔ سر پر عمامہ رکھے ہوئے اُن جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ! حضرتؑ نے جوابِ سلام دیا۔ اُس نے عرض کی مجھے حضور سے چند باتیں دریافت کرنی ہیں۔ اُن کا جاننے والا ایک یا دو شخصوں کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ پس اُس نے مسئلے پوچھے منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھا کہ نٓ۔ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ کا مطلب بیان کیجئے۔ حضرتؑ نے فرمایا نٓ جنت میں ایک نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ قلم نے خدا کے حکم سے مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ تحریر کیا۔ وہ نوشتہ قلم کے سامنے ہے۔ مشیتِ خدا کے بموجب کبھی اُس میں سے کچھ محو کر دیتا ہے کبھی کوئی چیز گھٹا دیتا ہے۔ کبھی بڑھا دیتا ہے۔ جو منظورِ خدا ہوتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور جو بات اُسے منظور نہیں ہوتی وہ نہیں ہوتی۔ سائل نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ اُس کی تصدیق کرنے سے اُن جناب کو بڑا تعجب ہوا۔ جب وہ چل دیا تو مجھ سے

فرمایا کہ اس شخص کو بلا لاؤ۔ میں اُس کے پیچھے گیا۔ مگر پتہ نہ لگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۰۱

معانی الاخبار میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کے معنی دریافت کئے گئے۔ حضرت نے فرمایا عُتُلٍّ پکے کافر کو کہتے ہیں۔ اور زَنِيْمٍ وہ ہے جس کا کفر طشت از بام ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عُتُلٌّ اور زَنِيْمٍ وہ ہے جو سخت مزاج۔ صحیح۔ تندرست اور بڑا کھاؤ ہو۔ جہاں سے کھانا پینا ہاتھ لگے فوراً ڈکار جائے۔ آدمیوں پر بڑا ظلم وستم کرنے والا ہو اور بڑا پیٹا ہو۔ اُنہی جناب نے فرمایا کہ جنت میں جَوَّاظٌ جَعْظَرِيٌّ۔ عُتُلٌّ اور زَنِيْمٌ نہ جائیں گے۔ کسی نے پوچھا جَوَّاظٌ کون ہے؟ فرمایا جو شخص مال زیادہ جمع کرے اور لوگوں کو راہِ خدا سے روکے۔ اُس نے دریافت کیا جُعْظَرِيٌّ کون ہے؟ فرمایا بدزبان۔ سنگدل۔ پوچھا عُتُلٌّ اور زَنِيْمٌ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا بڑی توند والا۔ بدخو۔ بڑا کھاؤ۔ بہت پینے والا۔ اوّل درجہ کا متکبر۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زَنِيْمٌ وہ ہے جس کی اصل ونسل کا پتہ نہ ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۲۴

ایک روایت میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے خرمہ کے درخت سینچنے کی مزدوری کی تھی (باغ والے نے معاملہ یوں کیا تھا کہ) رات بھر (آپ میرے) درختوں کو سینچیں۔ صبح کو اتنے جَو (آپ کو) ملینگے۔ غرض جب صبح ہوگئی اور جَو حضرت کو مل گئے تو اُس میں سے ایک تہائی جَو کا آٹا پیسا گیا اور حریرہ پکایا گیا اُس کا تیار ہونا تھا کہ ایک مسکین نے آوازدی۔ اُن حضرات نے وہ سب حریرہ اُس کو دے دیا۔ پھر ایک حصّہ اور پکنے کے واسطے چڑھایا تیار ہوتے ہی ایک یتیم آموجود ہوا۔ اِن بزرگواروں نے وہ اُسے کھلا دیا۔ پھر تیسرا حصّہ پکانے کے لئے درست کیا گیا۔ جب وہ پک چکا مشرکینِ عرب میں سے ایک قیدی نے سوال کیا۔ اِن معصومین نے یہ کھانا اُسے کھلا دیا۔ اور خود تمام دن بھوکے رہے۔

تفسیر قمی میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ سیدہ صلوات اللہ علیہا کے پاس تھوڑے سے جَو تھے۔ جنابِ معصومہ نے اُن کا دَلیا تیار کیا اور سب کے سامنے لاکر رکھ دیا کہ ایک مسکین آگیا اور اُس نے آوازدی کہ خدا آپ حضرات پر رحمت نازل کرے میں بھوکا ہوں جو کچھ خدا نے آپکو دیا ہے اُس میں سے مجھے بھی کھلائیے۔ یہ آواز سُنکر جنابِ

امیرالمؤمنین علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک تہائی دنیا اُسے دے دیا۔ پھر (اُس کے جاتے ہی) ایک یتیم آموجود ہوا اور عرض کی خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے (میں بھوکا ہوں) مجھے کچھ کھلایئے۔ حضرتؑ نے ایک تہائی اُس کو بھی دے دیا۔ بعد اُس کے ایک قیدی نے آکر سوال کیا۔ حضرتؑ نے مابقی اُس کے حوالہ کیا۔ اور ان حضرات میں سے کسی نے کچھ بھی نہ چکھا۔ پس خدائے تعالےٰ نے چند آیتیں ان حضرات کی شان میں نازل فرمائیں۔ اور جو کوئی مؤمن خوشنودیٔ خدا کے لئے (کسی یتیم۔ مسکین۔ قیدی کو) کھانا کھلائے (اور اپنے نفس پر اُس کو مقدم رکھے تو بنابر تاویل) اُس کے حق میں بھی یہ آیتیں جاری ہونگی۔ (قولِ مترجم۔ یہ روایتیں اُس قدر قوی نہیں ہیں جتنی وہ جو خود نوٹ میں درج کی گئی ہے)

المناقب میں جو روایت منقول ہے اُس کے آخر میں یہ ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے جب ان بزرگواروں کی بھوک ملاحظہ فرمائی تو جبرئیلؑ امین نازل ہوئے۔ اُن کے ہمراہ سونے کا طبق تھا۔ اُس طبق میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ وہ طبق آبِ گوشت میں بھیگی ہوئی روٹی سے لبریز تھا۔ مشک اور کافور کی خوشبو اُس سے آتی تھی۔ وہ کھانا سب نے ملکر خوب سیر ہو کے کھایا لیکن اُس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام دولتسرا سے برآمد ہوئے۔ اس طرح کہ اُس معصوم کے دستِ مبارک میں ایک پارچہ گوشت تھا۔ ایک یہودی کی لڑکی نے دیکھ کر آوازدی کہ اے اہلبیتِ رسالت میں بھوکی ہوں۔ یہ تمہیں کہاں سے ہاتھ لگا۔ اِس میں سے مجھے بھی کھلا دیجئے۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے اُس کو عطا فرمانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فوراً جبرئیلؑ امین آگئے اور اُن جنابؑ کے دست مبارک سے وہ پارچہ لے لیا۔ اور وہ طبق بھی آسمان کی طرف اُٹھ گیا۔ حضور سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرا نورِ نظر حسینؑ اُس یہودی بچی کو وہ پارچہ دینے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاتا تو یہ طبق میرے اہلبیت کے پاس ہمیشہ موجود رہتا قیامت تک وہ سب اِس میں سے کھاتے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ الخ (راہِ خدا میں صدقہ دینے کا رآخری) واقعہ ذی الحجہ کی پچیسویں شب میں ہوا تھا۔ اور سورۂ ہل اتےٰ پچیس کے دن میں نازل ہوئی۔

تمام شُد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات بابت پارۂ سوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۷

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی اور نافرمانی زیادہ کی تو خدائے تعالےٰ نے ارادہ فرمایا کہ اُن پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو اُن کو ذلیل بھی کرے اور قتل بھی کرے۔ پس حضرت ارمیا علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے ارمیا! یہ شہر کتنا بڑا ہے کہ جس کو میں نے اپنے شہروں سے منتخب کیا پھر اُس میں اچھے سے اچھا پودا لگایا اور وہ ایسا بُرا نکلا کہ اُس سے خرنوب پیدا ہوا۔" حضرت ارمیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو اس امر سے اطلاع دی تو انہوں نے عرض کی کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں پھر عرض کیجئے کہ ہم کو اس مثل کے معنی بتلائے۔ پس حضرت ارمیا علیہ السلام نے سات دن روزے رکھے (پھر عرض معروض کی) تو وحیِ الٰہی ہوئی کہ اے ارمیا! شہر سے مراد بیت المقدس ہے اور جو کچھ میں نے اس میں بویا ہے وہ بنی اسرائیل ہیں جن کو میں نے اُس شہر میں آباد کیا مگر وہ نافرمانی کو کام میں لائے۔ میرے قواعد کو اُنہوں نے بدل دیا۔ اور میری نعمت کا احسان ماننے کے بدلے کفر کیا پس میں نے اپنی ذاتِ مقدس کی قسم کھائی کہ میں سخت آزمائش سے اُن کو آزماؤں گا کہ بڑے بڑے دانا بھی اس میں حیران رہ جائیں اور اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو جس کی ولادت بھی بہت ہی بُرے طریقہ سے ہوئی ہو اور جس کا کھانا بھی بہت ہی بُرا اور ذلیل کھانا ہو اُن پر مسلط کردوں گا اور وہ جبراً اور قہراً ان کے اوپر غلبہ حاصل کرے گا پھر جو اُن میں سے لڑنے کے قابل ہوں گے اُن کو قتل کرے گا اور اُن کی عورتوں کو قید کرے گا اور اپنے جس بیت المقدس پر وہ نازاں ہیں اُس کو وہ برباد کردے گا۔ اور جس پتھر کی وجہ سے وہ تمام بنی نوع انسان پر اپنا فخر جتلاتے ہیں اُس کو وہ گھورے پر ڈال دیگا اور سو برس وہ وہیں پڑا رہیگا۔" ارمیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے عرض کی کہ آپ پھر اپنے پروردگار کے حضور میں رجوع کریں اور یہ عرض کریں کہ جو لوگ فقیر و مسکین و ضعیف ہیں اُن کا کیا قصور ہے (یہ تو گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پسا جاتا ہے) حضرت ارمیا نے پھر روزہ رکھا اس کے بعد شام کو کھانا کھایا تو کوئی وحی نہ ہوئی۔ پھر سات دن روزے رکھے (اور عرض معروض کی) تو اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ تم اس معاملہ میں سکوت اختیار کرو ورنہ میں تمہارے چہرے کو پشت کی طرف پھیر دوں گا۔ پھر وحی کی گئی کہ تم ان (مساکین و فقرا) سے کہدو کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے بدی کو دیکھا اور اُس سے روکا نہیں۔ ارمیا نے

عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے یہ تو جتلا دے کہ وہ شخص کون ہے؟ تاکہ میں اُس کے پاس جاؤں اور اپنی ذات کے لئے اور اپنے اہلبیت کے لئے اُس سے امان لے لوں۔ فرمایا کہ فلاں فلاں موقع پر جاؤ وہاں تم ایک لڑکے کو دیکھو گے کہ پرانی سے پرانی سخت بیماری اُس کو عارض ہے اور ولادت کی رُو سے بھی وہ بہت ہی خبیث ہوگا اور جسم میں سب سے زیادہ کمزور اور غذا بھی اس کی سب سے بدتر ہوگی پس وہی شخص ہے۔" حضرت ارمیا اس شہر میں پہنچے تو یکایک ایک لڑکے کو ایک پرانی سرائے کے بیچوں بیچ ایک مزبلے پر سخت پرانی بیماری کی حالت میں پڑے ہوئے دیکھا اور یکایک اس کی پالنے والی کو بھی دیکھا کہ ایک پیالے کے ٹھیکرے میں کچھ ٹکڑے ٹیرے اُس نے ڈال رکھے ہیں اور اُن کے اوپر مادۂ سور کا دودھ دوہ رہی ہے اس کے بعد اُسے وہ اُس لڑکے کے قریب لاتی ہے اور وہ اُسے کھا لیتا ہے۔" حضرت ارمیا علیہ السلام نے خیال کیا کہ جس شخص کی حالت خدا تعالےٰ نے بیان کی تھی ہو نہ ہو دنیا میں تو یہی ہو سکتا ہے چنانچہ اُس کے قریب آئے اور اُس سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ بُخت نصّر! (نام سُنکر) پہچان لیا کہ یہ وہی ہے۔ پھر اُس کا علاج کیا یہانتک کہ وہ اچھا ہو گیا۔ پھر اُس سے فرمایا کہ تو مجھے پہچانتا ہے؟ اُس نے کہا کہ جانتا تو نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپ بڑے نیک شخص ہیں۔ فرمایا کہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہوں اور ارمیا میرا نام ہے اللہ تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب وہ تجھ کو بنی اسرائیل پر مسلط فرمائے گا سو تو اُن کے مردوں کو قتل کرے گا اور جو کچھ بھی تجھے کرنا ہے اُن کے ساتھ بھی کچھ کر گزرے گا۔ امام فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ لڑکا یہ باتیں سُنکر اپنے دل میں حیران رہ گیا۔ پھر حضرت ارمیا نے فرمایا کہ تو اپنی طرف سے ایک نوشتہ میرے لئے امان کا لکھدے چنانچہ اُس نے ایک نوشتہ لکھدیا اور اب راتوں کو یہ لڑکا پہاڑوں میں جاتا اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاتا اور شہر میں لاکر ان کو بیچا کرتا آخر یہ نوبت پہنچی کہ لوگوں کو بنی اسرائیل سے لڑنے کے لئے بُلانے لگا۔ بنی اسرائیل کا صدر مقام اس وقت بیت المقدس تھا لوگ کثرت سے اِس کے بُلانے پر جمع ہو گئے اور بخت نصر اُن سب کو لیکر بیت المقدس کی طرف بڑھا جب حضرت ارمیا کو اُس کے بیت المقدس کی طرف آنے کی خبر ہوئی تو وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر اُس کے استقبال کے چلے اور بخت نصر نے جو امان نامہ اِن کو لکھ کر دیدیا تھا وہ ان کے پاس تھا مگر اُس کے لشکر اور مصاحبوں کی کثرت کے سبب حضرت ارمیا اُس تک نہ پہنچ سکے اس لئے انہوں نے وہ امان نامہ ایک لکڑی پر باندھکر اُسے بلند کیا بخت نصر نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ فرمایا میں وہی ارمیا نبی ہوں جس نے تجھے اس بات کی بشارت دی تھی کہ تو عنقریب بنی اسرائیل پر مسلط ہو جائے گا اور یہ تیرا امان نامہ ہے جو تو نے میرے لئے دیا تھا اُس نے کہا کہ بہت اچھا آپ کو تو میں نے امان بخشی! اب رہے آپ کے اہلبیت! تو میں اسی جگہ سے بیت المقدس کی طرف ایک تیر پھینکتا ہوں اگر میرا وہ تیر بیت المقدس تک پہنچ گیا تو میں اُن کو امان نہ دونگا اور اگر نہ پہنچا تو وہ سب مامون ہونگے۔ یہ کہتے ہی اُس نے کمان کھینچی اور بیت المقدس کی طرف ایک تیر سر کیا ہوا نے

اُس کا تیر بیت المقدس تک پہنچا دیا کہ وہ اُس کے پردہ میں جا لٹکا۔ بخت نصر نے کہا کہ اب میں اُن کو امان نہیں دے سکتا۔ ساتھ ہی اُس کی نظر مٹی کے ایک ٹیلے پر پڑی جو شہر کے بیچوں بیچ تھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ اُس کے بیچوں بیچ سے خون جوش مار مار کر نکل رہا ہے اور جتنی مٹی اُس پر ڈالی جاتی ہے خون اور زیادہ اُبلتا ہے بخت نصر نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کا ایک نبی تھا جس کو بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے قتل کر دیا۔ اُس کا خون اُبلتا ہے اور جتنا بھی ہم اس کے اُوپر مٹی ڈالتے ہیں وہ اور زیادہ جوش کھا کھا کر نکلتا ہے۔ بخت نصر نے کہا تو میں بھی بنی اسرائیل کو اُس وقت تک قتل کئے ہی جاؤں گا جب تک یہ خون نہ تھمے اور وہ خون حضرت یحییٰ ابن حضرت زکریا علیہما السلام کا تھا۔ ان حضرتؑ کے زمانہ میں ایک بڑا ظالم بادشاہ تھا جو بنی اسرائیل کی عورتوں سے زنا کیا کرتا تھا اور کبھی کبھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس سے بھی گزرا کرتا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اُس سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بادشاہ یہ فعل تیرے لئے جائز نہیں ہے اس سے پرہیز کر۔ ایک موقعہ پر ان عورتوں میں سے جن سے وہ زنا کرتا تھا ایک عورت نے نشہ کی حالت میں اُس سے کہدیا کہ اے بادشاہ یحییٰ کو قتل کر دے چنانچہ اُس نے حکم دے دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر اُس کے سامنے لایا جائے سو یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک طشت میں رکھ کر اُس کے سامنے لایا گیا۔ سامنے آتے ہی وہ سر اُس سے باتیں کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ اے شخص اللہ سے ڈر یہ فعل تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر خون اُس طشت سے اُبلا یہانتک کہ زمین پر پہنچا۔ پھر زمین سے اُبلا اور اُس وقت سے اب تک اُبلے جاتا ہے۔ ٹھہرتا ہی نہیں۔ حالانکہ یحییٰ علیہ السلام کے قتل اور بخت نصر کے خروج کے مابین سو برس کا زمانہ گزر چکا تھا۔ اب بخت نصر اُن کے قتل پر تُل پڑا گاؤں گاؤں میں جاتا تھا اور مردوں، عورتوں، بچوں اور اُن کے جانوروں تک کو قتل کرتا تھا لیکن وہ خون کسی طرح نہیں ٹھہرتا تھا یہانتک کہ جتنے بھی اس مُلک میں تھے اُس نے سب فنا کر دئے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ آیا اس ملک میں اب کوئی باقی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں فلاں موضع میں ایک بڑھیا باقی ہے کسی کو بھیجا اور اُس نے جا کر خود اُس خون کے اُوپر بڑھیا کی گردن کاٹ کر ڈالدی اُس وقت خون ٹھہرا۔ یہ بڑھیا باقی رہنے والوں میں سب سے زیادہ آفت تھی اس کے بعد بخت نصر ارض بابل میں آیا اور یہاں آکر اُس نے ایک شہر بنایا اُسی میں اقامت اختیار کی اور ایک کنواں کھدوایا جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کو ڈلوا دیا اور اُن کے ساتھ ایک شیرنی بھی اُسی میں ڈلوا دی یہ شیرنی تو کنوئیں کی مٹی کھاتی تھی اور حضرت دانیال اُس کا دُودھ پیتے تھے اسی طرح ایک مدت گزر گئی پھر اللہ تعالےٰ نے اُس نبی کو جو اُس وقت بیت المقدس میں تھے یہ وحی فرمائی کہ تم یہ کھانا اور پانی لے کر دانیالؑ کے پاس جاؤ اور اُن کو ہمارا سلام پہنچاؤ۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار وہ ہیں کہاں؟ ارشاد ہوا کہ فلاں فلاں موقع پر چاہ بابل میں ہیں امام جاتے ہیں کہ وہ نبی چاہ بابل پر آئے اور کنوئیں میں جھک کر آواز دی کہ اے دانیالؑ! حضرت دانیالؑ

نے جواب دیا لبیک! یہ آواز تو عجیب ہے۔ نبی نے کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کے لئے کھانا اور پانی بھیجا ہے پھر قحط کی طرح لٹکا کر وہ چیزیں انہیں پہنچائیں اس وقت حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَہٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یُخَیِّبُ مَنْ دَعَاہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنْ تَوَکَّلَ عَلَیْہِ کَفَاہُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنْ وَثِقَ بِہٖ لَمْ یَکِلْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالصَّبْرِ نَجَاۃً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَکْشِفُ ضُرَّنَا عِنْدَ کُرْبَتِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ ثِقَتُنَا حِیْنَ یَنْقَطِعُ الْحِیَلُ مِنَّا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ رَجَاؤُنَا حِیْنَ سَاءَ ظَنُّنَا بِاَعْمَالِنَا (ترجمہ) سب تعریف اُس خدا کے لئے زیبا ہے جو اپنے یاد کرنے والے کو ترک نہیں فرماتا۔ سب تعریف اُس خدا کے لئے زیبا ہے جو اپنے دعا مانگنے والے کو نا اُمید نہیں فرماتا۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو اُس شخص کے لئے کفایت فرماتا ہے جو اُس پر بھروسہ کرلے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو اپنے اوپر پختہ بھروسہ کرنے والے کو کسی غیر کے سپرد نہیں فرماتا۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو نیکی کا بدلہ نیک ہی دیتا ہے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو صبر کے لئے نجات دیتا ہے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لئے زیبا ہے جو ہماری تکلیف کے وقت ہماری مصیبت کو رفع کر دیتا ہے اور سب تعریف اُسی خدا کے لئے زیبا ہے جو ہماری تدبیریں قطع ہونے کے وقت ہمارا سہارا ہوتا ہے اور سب تعریف اُسی اللہ کے لئے زیبا ہے جو اُس وقت ہمارا اُمید گاہ ہوتا ہے جبکہ ہم اپنی بداعمالی کے سبب بدگمان ہوتے ہیں"۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُسی موقع پر خدائے تعالیٰ نے بخت نصر کو سوتے میں ایک خواب دکھلایا کہ اُس کا سر لوہے کا ہو گیا ہے اور اُس کے دونوں پاؤں تانبے کے اور اُس کا سینہ سونے کا حضرت فرماتے ہیں کہ اس نے منجموں کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ بتاؤ میں نے کیا خواب دیکھا؟ وہ بولے کہ ہم کیا جانیں حضور نے کیا دیکھا؟ ہاں جو کچھ حضور نے دیکھا ہو ارشاد فرمائیے (تو ہم کچھ تعبیر دے سکیں) بادشاہ نے (غصہ ہو کر) کہا کہ میں تمہیں اتنی مدت سے تنخواہیں یوں ہی دے رہا ہوں اور تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے۔ اُسی وقت حکم دیا گیا اور وہ سب قتل کئے گئے حضرت فرماتے ہیں اُس وقت کسی مصاحب نے یہ عرض کی اس خواب کو اگر کوئی بتا سکتا ہے تو وہ بتا سکتا ہے جو کنوئیں میں قید ہے اس لئے کہ (یہ معجزہ تو اُس کا ظاہر ہے کہ) آجتک شیر نے اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ خود مٹی کھاتی ہے اور اُسے دودھ پلاتی ہے۔ بادشاہ نے فوراً کسی کو بھیجکر حضرت دانیالؑ کو نکلوایا۔ اُن سے دریافت کیا کہ بتلائیے میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟ فرمایا اے بادشاہ تو نے خواب میں یہ دیکھا ہے۔ کہ تیرا سر فلاں چیز کا ہو گیا ہے اور پاؤں تیرے فلاں چیز کے ہو گئے ہیں اور سینہ تیرا فلاں چیز کا ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے یہی دیکھا ہے۔ اب بتلائیے اس کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا تیری سلطنت ختم ہو گئی تو تین دن میں قتل کر دیا جائے گا اور تجھ کو فارس کا ایک شخص

قتل کرے گا"۔ اُس نے کہا میرے گرد اگرد سات شہر ہیں اور ہر شہر کے دروازے پر نگہبان ہیں اور میں اتنے پر بھی مطمئن نہیں ہوا بلکہ ہر شہر کے دروازے پر تانبے کی ایک بطخ بنا کر رکھ دی ہے کہ جب کوئی پردیسی اِس دروازے میں گھستا ہے تو وہ چیختی ہے اور جب تک وہ پکڑ نہ لیا جائے وہ چیختی رہتی ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ ہونا تو وہی ہے جو کچھ میں کہہ چکا اسی وقت بخت نصر نے بہت سے سوار فصیل کے گرد اگرد پھیلا دئے اور یہ حکم دے دیا۔ کہ جو تمہیں ملے اُسے قتل کر دو وہ کوئی کیوں نہ ہو اور دانیال علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ تم اِن تین دن کہیں نہ جاؤ میرے ہی پاس بیٹھے رہو۔ اگر (پھر) تین دن (خیر سے) گزر گئے تو تمہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ جب تیسرے دن شام ہونے کو ہوئی تو بخت نصر کے دل پر ایک غم طاری ہو گیا۔ وہ مکان سے باہر نکلا اور اُسے ایک لڑکا ملا جو اہلِ فارس میں سے تھا اور اس کے بیٹے کی خدمتگاری کرتا تھا۔ مگر بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ وہ اہلِ فارس سے ہے۔ بادشاہ نے اپنی تلوار اُسے دی اور یہ کہا کہ اے لڑکے آج مخلوقِ خدا میں سے جو بھی تجھے ملے اُسے قتل کر دیجیو۔ اور اگر میں بھی تجھے مل جاؤں تو مجھے بھی قتل کر دیجیو۔ لڑکے نے تلوار لے لی اور فوراً بخت نصر کے ایک ضربت لگائی اور وہیں اُسے قتل کر دیا۔ اُس وقت حضرت ارمیا علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہوئے۔ اُن کے پاس کچھ انجیر بطور ناشتے کے تھے۔ اور کچھ شیرہ اُس وقت اُنہوں نے خشکی کے درندوں کو بھی دیکھا اور تری کے درندوں کو اور ہوا کے درندوں کو دیکھا کہ مُردار جسموں کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اُسی وقت ایک ساعت غور و فکر کی اور پھر اپنے دل میں یہ کہا کہ اللہ اِس کو دوبارہ کیونکر پیدا کریگا حالانکہ مختلف درندے اسے کھا گئے ہیں خدائے تعالےٰ نے فوراً اُسی جگہ اُن کو موت دے دی۔ اِسی کا ذکر خدائے تعالےٰ فرماتا ہے" اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ" (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۶)

ثُمَّ بَعَثَهٗ کے یہ معنی ہیں کہ اُن کو پھر زندہ کیا۔ پھر جب خدائے تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر رحم کیا اور بخت نصر کو ہلاک کر دیا تو مقتولین بنی اسرائیل کو پھر زندہ کر کے دنیا میں بھیجا اور بخت نصر کو جس وقت اللہ نے بنی اسرائیل پر مسلط کیا تھا اُس وقت حضرت عزیرؑ بھاگ کر ایک چشمہ میں چلے گئے تھے اور غائب ہو گئے تھے اور حضرت ارمیاؑ اس طرح سو برس تک مرے پڑے رہے تھے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو زندہ کیا تو سب سے پہلے اُن کی آنکھوں میں جان ڈالی۔ پتلیوں میں جان اسی طرح آئی جس طرح انڈے کی زردی میں ہوتی ہے۔ پھر بذریعہ وحی اُن سے دریافت کیا کہ لَبِثْتَ؟ اُنھوں نے عرض کی لَبِثْتُ يَوْمًا پھر سورج کی طرف نظر ڈالی اور دیکھا کہ اونچا ہو گیا ہے۔ تو عرض کی اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے فرمایا بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا

(دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۱۰) اب لگے وہ گلی ہوئی چوراچورا ہڈیوں کی طرف دیکھنے کہ وہ کیونکر جمع ہوتی جاتی ہیں اور وہ گوشت جسے درندے کھا گئے تھے کیونکر ہڈیوں پر چمٹتا جاتا ہے یہانتک کہ وہ خود بھی کھڑے ہو گئے اور گدھا بھی کھڑا ہو گیا۔ آخر بول اُٹھے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (دیکھو صفحہ ۶۸ سطر ۳)

تفسیر مجمع البیان میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت عزیر علیہ السّلام پچاس برس کی عمر میں اپنے اہل وعیال سے جدا ہو کر کہیں تشریف لے چلے۔ زوجہ اُن کی حاملہ تھیں (راستہ میں اُن پر ایسا ہی واقعہ گزرا جیسا اُوپر کی آیتوں میں بیان ہو چکا ہے) یعنی خدا تعالےٰ نے اُن کو سَو برس کے لئے موت دی۔ اِس کے بعد از سرِ نَو زندہ کیا تو وہ اپنے بال بچوں میں اس طرح پلٹ کر آئے کہ پچاس ہی برس کے تھے اور بیٹا اُن کا سَو برس کا تھا۔ اِس طرح اُن کا بیٹا اُن سے سن میں بڑا تھا۔ یہ خدا تعالےٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ ابن الکوّا نے جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے عرض کی کہ یا امیر المومنینؑ اہلِ دنیا میں کوئی بیٹا ایسا بھی ہوا ہے جو اپنے باپ سے سن میں بڑا ہو؟ فرمایا ہاں وہ حضرت عزیر علیہ السّلام کا بیٹا تھا۔ جبکہ اُن کا گزر ایک اُجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تھا۔ اور اسی موقعہ پر بیٹا بھی ایک عورت سے پیدا ہوا تھا۔ یہ اُس وقت گدھے پر سوار تھے ان کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں انجیر تھے اور ایک کوزہ تھا جس میں کچھ شیرہ بھرا ہوا تھا۔ اُس اُجڑی ہوئی بستی پر سے گزرے تو فرمایا اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ چنانچہ سَو برس کے لئے خدا نے خود انہیں موت دی یہاں اُن کا بیٹا بڑا ہوا اور اُس سے اَولاد پیدا ہوئی بلکہ اولاد در اولاد پھر خدا نے اُن کو زندہ کیا تو وہ پلٹ کر اپنے گھر آئے تو یہ وہ بیٹا تھا جو اپنے باپ سے سن میں بڑا تھا اور روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ جب وہ اپنے لوگوں کے پاس اپنے اُسی گدھے پر سوار ہوئے آئے اور یہ کہا کہ میں عزیر ہوں تو اُنہوں نے اُن کی تکذیب کی۔ تب اُنھوں نے ساری توریت حفظ سُنائی اور توریت کو حضرت عزیرؑ کے سوا اور کسی نے حفظ کیا ہی نہیں تھا۔ اسی سے لوگوں نے اُنہیں پہچان لیا اور بہت سے کہنے لگے کہ یہ ابن اللہ ہیں اور ایک قول کے بموجب جب وہ اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یہ خود تو جوان تھے اور اِن کے بیٹے پوتے بوڑھے۔ جب اُن سے کوئی بات کہتے تو وہ کہتے کہ یہ تو سَو برس کی بات ہے۔

قول صاحبِ تفسیر صافی۔ ظاہرا اِن روایتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ حضرت ارمیا علیہ السّلام کے لئے یہی قصّہ لکھا ہے اور دوسری جگہ حضرت عزیر علیہ السّلام کے لئے اور ایک جگہ حضرت عزیرؑ کے غائب ہونے کا حال لکھا ہے اور دُوسری جگہ موت کا۔ مگر یہ اختلاف اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السّلام کے لئے بھی ایسا واقعہ ہوا ہو اور حضرت عزیر علیہ السّلام کے لئے بھی۔ نیز کسی نے حضرت عزیر علیہ السّلام کا غائب ہونا خیال کیا ہو۔ اور اسی طرح

روایت کردی ہو اور بعد میں اُنہوں نے آکر اپنی موت کا اظہار کیا ہو۔ ایک یہ امر بھی خیال کے قابل ہے کہ تفسیر قمی میں بخت نصر کا بنی اسرائیل کو حضرت یحییٰ ابن زکریا کے خون پر قتل کرنا بیان کیا گیا ہے اور بعض روایتوں اور کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی ولادت بخت نصر کے واقعہ کے بعد ہوئی ہے۔ تو یہ تعجب بھی اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی یحییٰ ابن زکریا پہلے بھی گزرے ہوں وَ الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲۱ متعلق صفحہ ۷۲

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے الاختصاص میں اپنی اسناد سے روایت کی ہے۔ کہ جناب رسولِ خدا نے سوال کیا کہ یا علیؑ تم نے آج کی رات میں کوئی عمل کیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ حضرت یہ سوال کیوں فرماتے ہیں فرمایا تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے چار معنی نازل فرمائے ہیں عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میرے پاس چار درہم تھے۔ میں نے اُن میں سے ایک درہم رات کو خیرات کیا اور ایک دن میں اور ایک درہم چھپا کر دیا اور ایک ظاہر بظاہر۔ فرمایا اسی سبب سے خدائے تعالےٰ نے تمہارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۷۲ سطر ۷)

قولِ مترجم۔ ہمارے علماء میں سے صاحبِ تفسیر عیاشی و صاحبِ تفسیر مجمع البیان و علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں یہی مضمون نقل کیا ہے تو ہم اثنا عشریوں کے تو چار عالموں نے نقل کیا ہے اور چار یاریوں کے بارہ راوی ہیں انمیں جملہ اوّل ابو المؤید موفق ابن احمد دوسرے امام ثعلبی جنہوں نے ایک روایت ضحاک سے لی ہے اور دوسری مجاہد سے تو یہ کل تین ہوئے چوتھے ابراہیم ابن محمد الحموینی پانچویں صاحب فصول المہمہ مالکی۔ اُنہوں نے واحدی مفسر سے نقل کی ہے پھر چار روایتیں حافظ ابو نعیم اصفہانی کی ہیں پہلی عبدالوہاب ابن مجاہد سے دوسری سلمہ سے تیسری یحییٰ ابن الیمان سے چوتھی احمد ابن علی سے یہاں تک نو ہوئے۔ دسویں ابن مغازلی شافعی جنہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ گیارہویں علامہ ابن شہر آشوب جنہوں نے عبداللہ ابن عباس سدی۔ مجاہد۔ کلبی۔ ابو صالح۔ واحدی۔ طوسی۔ ثعلبی۔ طبری۔ ماوردی۔ قشیری۔ شمالی۔ نقاش۔ قتال عبداللہ ابن الحسین۔ علی ابن حرب طائی مفسرین سے روایت ہے کہ ان سب نے اپنی اپنی تفسیروں میں یہ مضمون لکھا ہے کہ جناب علی ابن ابی طالبؑ کے پاس چار درہم چاندی کے تھے۔ پس ایک اُن حضرتؑ نے رات میں خیرات کیا اور ایک دن میں اور ایک پوشیدہ خیرات کیا اور ایک ظاہر بظاہر پس اللہ تعالےٰ نے آیۃ الذین الخ مذکورۂ بالا نازل فرمایا اور ایک ایک درہم کو مال کے نام سے نامزد کیا اور آنحضرتؑ کو

اس خیرات کے قبل کرنے کی بشارت دی۔ علامہ نطنزی نے اپنی کتاب خصائص میں اس کا ذکر کیا ہے بارھویں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ہیں جو علمائے عامہ میں فرقۂ معتزلہ کے بہت بڑے عالم ہیں۔ اُنہوں نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اُستاد ابو جعفر اسکافی نے جاحظ کی رد میں فرمایا کہ تم خود دیکھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے آیۂ نجوٰی نازل فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۶۸ سطر ۲) تو اس پر سوائے علیؑ ابن ابیطالبؑ کے اور کسی نے بھی عمل نہیں کیا حالانکہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ فقیر تھے اور اُن کا ہاتھ خالی تھا۔ اور ابوبکر کے پاس وسعتِ مال کی وہ حالت تھی جس کا پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں مگر پھر بھی وہ صدقہ دینے کے خوف سے رازمیں باتیں کرنے سے باز رہا۔ پھر اِسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر عتاب فرمایا اور یوں ارشاد کیا ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۶۸ سطر ۸) ان آخری لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کے صدقہ دینے سے باز رہنے کو گناہ قرار دیا پھر ہم کیسے اس بات کو تسلیم کرلیں کہ ابوبکر نے کسی وقت میں بقول تمہارے چالیس ہزار درہم راہِ خدا میں خرچ کئے ہوں گے۔ جبکہ جنابِ رسولِ خدا سے بصیغۂ راز بات کرنے میں ایک دو درہم کے خرچ کرنے کے لئے بھی اپنے نفس کو راضی نہ کرسکا۔ رہے علی علیہ السلام اُن کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ کہ اُنہوں نے باوجود خواہش طعام ہونے کے اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو کھلا دیا۔ (اور ایسا ہی عمل اُن کی زوجہ اُن کے دو بیٹوں اور اُن کی لونڈی فضہ نے بھی کیا) جس کے سبب سے خدائے تعالےٰ نے خود اُن کی شان میں۔ اُن کی زوجۂ محترمہ کی شان میں اور اُن کے دونوں بیٹوں کی شان میں قرآنِ مجید کی ایک پوری سورت نازل فرمائی اور وہی ایسے ہیں کہ جن کے پاس کُل چار درہم تھے تو اُن میں سے ایک درہم پوشیدہ خیرات کیا اور ایک علانیہ پھر ایک دن میں خیرات کیا اور ایک رات میں جس کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے اُن کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ (دیکھو صفحہ ۷۲ سطر ۷) اور وہی ہیں کہ جنہوں نے رازمیں بات کرنے سے پہلے صدقہ پر صدقہ دیا جس حال میں کہ کُل مسلمانوں نے اس حکم کی تعمیل سے روگردانی کی اور وہی ہیں کہ جنہوں نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی خیرات میں دی جس کے سبب سے خدائے تعالےٰ نے اُن کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ (دیکھو صفحہ ۱۸۵ سطر ۵)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۷۶

احتجاجِ طبرسی میں جنابِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت اپنے آبائے کرام کے خود جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام

سے ایک حدیث منقول ہے جس میں جناب رسولِ خدا کے مناقب بیان کئے گئے ہیں از آنجملہ یہ ذکر بھی ہے کہ آنحضرتؐ کو شبِ معراج مسجد الحرام سے مسجد الاقصےٰ تک لے جایا گیا جو ایک مہینہ بھر میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور پھر وہاں سے آسمانی سلطنتوں کی سیر کرائی گئی جو پچاس ہزار برس میں طے ہونے کا فاصلہ ہے۔ مگر ایک تہائی رات سے کم میں آنحضرتؐ وہاں پہنچائے گئے یہاں تک کہ ساقِ عرش کے قریب پہنچے اور جھٹ سے رفرفِ سبز آپ کے قریب آگیا۔ اور نور نے بصارت پر احاطہ کرلیا۔ اُس وقت اپنے پروردگار کی عظمت کو آپ کی آنکھوں نے دیکھا اور ظاہری آنکھوں سے کچھ نہ دیکھا اور قرب کی یہ نوبت پہنچی جسے خود باریتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اور اُس وقت جو ارشادات ہوئے اُن کی نسبت فرماتا ہے فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى پس اُس وقت آنحضرتؐ کی طرف خدائے تعالےٰ نے جو وحی فرمائی تھی اُس میں سورۂ بقرہ کی یہ آیتیں بھی داخل تھیں جو ترتیبِ موجودہ میں اُس سورہ کا رکوعِ آخر ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (دیکھو صفحہ ۶۰ سطر ۴) یہ آیت آدم علیہ السلام سے لیکر اُس وقت تک کہ آنحضرتؐ مبعوث ہوئے ہر ہر نبی پر اور اُن کی اُمتوں پر پیش کی گئی تھی اور اُن سب نے اِس حکم کی سنگینی کے باعث اس کے قبول سے انکار کیا تھا اِلا جناب رسولِ خدا نے اِسے خود بھی قبول کرلیا اور جب اپنی اُمت پر اُسے پیش کیا تو اُمت نے بھی اُسے قبول کرلیا۔ جب خدائے تعالےٰ نے یہ دیکھا کہ باوجود برداشت کی طاقت کم ہونے کے اُنہوں نے اِسے قبول کرلیا ہے اور خود آنحضرتؐ ساقِ عرش تک پہنچے تو یہ کلام آنحضرتؐ پر دوبارہ بذریعہ وحی کے نازل فرمایا تاکہ اُس عالم میں بھی اچھی طرح سمجھ لیں۔ پس جب آنحضرتؐ نے وہاں بھی قبول فرمالیا تو منجانب جناب باری عزاسمہٗ ارشاد ہوا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ اُس وقت آنحضرتؐ نے خود اپنی طرف سے اور اپنی اُمت کی طرف سے جواباً عرض کیا۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ قف خدائے تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اُنکے اِس قبول کرنے پر اُن کے لئے مغفرت و جنت قرار دی گئی۔ آنحضرتؐ نے عرض کی چونکہ تو نے یہ عنایت فرمائی غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ مصیر کے یہ معنی ہیں کہ آخرت میں بھی تیری ہی حضور میں بازگشت ہوگی خدائے تعالےٰ کی طرف سے جواب آیا کہ ہم نے تمہارے لئے بھی منظور کیا اور تمہاری اُمت کے لئے بھی۔ پھر ارشاد ہوا کہ چونکہ تم نے آیتِ اوّل کو باوجود اس کی سختی اور عظمت کے قبول کرلیا حالانکہ ہم پہلی اُمتوں پر اس کو پیش کرچکے تھے اور اُنہوں نے اُس کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور تمہاری اُمت نے بھی قبول کرلیا۔ لہٰذا ہم پر حق ہے کہ ہم تمہاری اُمت کے لئے اس حکم میں تخفیف کردیں چنانچہ حکم تخفیف یوں ارشاد ہوا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ ۭ

یعنی نیکیوں میں سے وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ یعنی بدیوں میں سے۔ پس آنحضرتؐ نے جب یہ سُنا تو عرض کی کہ پروردگارا! جب تو نے میرے ساتھ اور میری اُمّت کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہے تو مجھے کچھ اور بھی عطا فرما۔ ارشاد ہوا مانگو آنحضرتؐ نے عرض کی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ بوجہ تمہاری عزت و کرامت کے میں تمہاری اُمّت سے بھول چوک کے معاملہ میں مواخذہ نہ کروں گا حالانکہ پہلی اُمّتوں کی یہ حالت تھی کہ اگر اُن باتوں کو جن کے بارے میں اُنکو نصیحت کی جاتی تھی وُہ بھول جاتے تو اُن پر عذاب کے دروازے کھول دئے جایا کرتے تھے۔ یہ بات میں نے تمہاری اُمّت سے ہٹالی۔ نیز پہلی اُمّتوں کے لوگ جب خطا بھی کرتے تھے تو اُس خطا کے بارے میں بھی ماخوذ کئے جاتے تھے اور اُن پر عذاب کیا جاتا تھا۔ تمہاری کرامت و عزت کے سبب یہ بات بھی میں نے تمہاری اُمّت سے دُور کردی۔ آنحضرتؐ نے عرض کی کہ بارالٰہا! جب تو نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے تو کچھ اور بھی بڑھا۔ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہوا مانگو عرض کی رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا اس میں اِصر سے مراد احکام کی سختیاں ہیں جو کہ پہلے لوگوں پر تھیں چنانچہ باریتعالےٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اچھا ہم نے تمہاری اُمّت پر سے وہ سب سختیاں دُور کیں جو پہلی اُمّتوں پر تھیں مثلاً میں اُن لوگوں کی نمازیں قبول نہ کرتا تھا سوائے اس صورت کے کہ زمین کے خاص خاص حصّوں میں جو میں اُن کے لئے پسند کر دیتا تھا پڑھا کریں گو (ان کے مکانوں سے) وہ کتنی ہی دُور ہوں۔ حالانکہ تمہاری اُمّت کے لئے میں نے تمام روئے زمین کو مسجد اور (پانی نہ ملنے کی حالت میں) پاک کرنے والا قرار دیا ہے۔ یہ منجملہ اُن سخت احکام کے ہے جو پہلی اُمّت پر تھے اور تمہاری اُمّت سے ہم نے رفع کر دئے۔ دوسرے پہلی اُمّتوں کے لئے یہ حکم تھا کہ جب نجاست اُن کے بدن پر کہیں لگ جائے تو اُس حصّۂ جسم کی وہ کھال قینچی سے کاٹ کر دور کر دیں اور تمہاری اُمّت کے لئے ہم نے پانی کو پاک کرنیوالا قرار دے دیا۔ لہٰذا یہ بھی منجملہ اُن سخت احکام کے جو اُن پر تھے ہم نے تمہاری اُمّت سے رفع کر دیا۔ نیز پہلی اُمّت کے لوگ اپنی اپنی قربانیاں اپنی گردن پر لاد کر بیت المقدس میں لایا کرتے تھے۔ پس اُن میں سے جس کو میں قبول کرتا تھا تو اس کے لئے ایک آگ بھیج دیتا تھا جو اُس قربانی کو کھا جایا کرتی تھی اور قربانی والا خوش خوش اپنے گھر لوٹ آیا کرتا تھا اور جس کی قربانی میں قبول نہ کرتا وہ روتا پیٹتا واپس آتا اور آپ کی اُمّت کی قربانی کو میں نے فقیروں اور مسکینوں کے پیٹ میں جگہ دی ہے پس جس کو میں ان میں سے قبول کرلوں گا اُس کے لئے تو چند در چند بڑھا دوں گا۔ اور جس کے لئے قبول نہ کروں گا اُس سے اُس کی دنیا کی مصیبتیں دفع کر دوں گا۔ بہرحال آپ کی اُمّت پر سے وہ سختی دُور کر دی گئی جو پہلی اُمّت پر تھی۔ نیز پہلی اُمّتوں کی واجب نمازیں رات کے گھُپ اندھیرے میں اور دن میں ٹھیک دوپہر کے وقت (تراقے کی گرمی تک میں) تھیں۔ یہ منجملہ اُن سخت احکام کے ہے جو میں نے آپ کی اُمّت پر

سے ہٹا دیا۔ اور اُن پر میں نے ایسی نمازیں واجب کی ہیں جو وہ اپنے آرام اور فرصت کے اوقات میں ادا کر سکتے ہیں یعنی رات کے بھی اطراف میں اور دن کے بھی اطراف میں۔ اور پہلی اُمتوں پر میں نے پچاس نمازیں پچاس وقتوں میں واجب کی تھیں۔ یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو میں نے آپ کی اُمت پر سے رفع کر دیں کہ میں نے اُن کے لئے صرف پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں مقرر کی ہیں جن کی (واجبات و نافلہ ملا کر) کُل اکیاون رکعتیں ہیں اور ان پانچ ہی نمازوں کے لئے پچاس نمازوں کا اجر مقرر کر دیا ہے نیز پہلی اُمتوں کے لئے یہ تھا کہ اُن کی ایک نیکی کے بدلے میں ایک نیکی اور ایک بدی کے بدلے میں ایک بدی ملتی تھی۔ یہ بھی ان سختیوں میں سے تھی جو میں نے آپ کی اُمت سے رفع کر دیں کہ آپ کی اُمت میں میں نے ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک بدی کا بدلہ ایک قرار دیا۔ پہلی اُمتوں میں یہ بھی تھا کہ جب اُن میں سے کوئی کسی نیکی کا ارادہ کرتا پھر اُسے بجا نہ لاتا تو اُس کے لئے کچھ نہ لکھا جاتا۔ اور اگر اُسے بجا لاتا تو اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی۔ اور آپ کی اُمت میں سے جب کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اُسے بجا نہیں لاتا تب بھی اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اُسے بجا لاتا ہے تو اُس کے لئے (کم از کم) دس لکھی جاتی ہیں۔ یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو پہلی اُمتوں پر تھیں اور آپ کی اُمت پر نہیں ہے۔ نیز پہلی اُمتوں میں سے جب کوئی شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا پھر اُس کا مرتکب نہ ہوتا تو اُس کے ذمہ کچھ نہ لکھا جاتا اور اگر اُس کا مرتکب ہو جاتا تو اُس کے لئے ایک بدی کا وبال لکھا جاتا اور آپ کی اُمت کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے جب کوئی شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا ہے پھر اس کا مرتکب نہیں ہوتا تو بھی اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی اُن سختیوں میں سے جو پہلی اُمتوں پر تھیں اور آپ کی اُمت سے ہم نے رفع کر دی۔ نیز پہلی اُمتوں کے لوگ جب گناہ کرتے تو میں اُن کے گناہ اُن کے دروازوں پر لکھ دیتا تھا اور گناہوں سے اُن کی توبہ یہ قرار دی تھی کہ جس کھانے کو وہ سب سے زیادہ پسند کرتے توبہ کے بعد میں اُسی کو اُن پر حرام کر دیتا۔ یہ بات میں نے تمہاری اُمت سے مرتفع کر دی ہے۔ اور اُن کے گناہوں کو اپنے اور اُن کے مابین قرار دیا ہے اور دُوسرے لوگوں سے گہری پردہ پوشی کی ہے اور اُن کی توبہ بغیر کسی عقوبت کے قبول کر لیتا ہوں یہ نہیں کرتا کہ عقوبت میں اُن کے پسندیدہ طعام کو اُن پر حرام کر دوں۔ پہلی اُمتوں کے لئے یہ بھی تھا کہ اُن میں کا ایک ایک شخص بعض اوقات ایک ایک گناہ کے عوض میں سو سو برس اسی اسی برس پچاس پچاس برس توبہ کرتا تھا۔ جب بھی میں اُس کی توبہ بغیر اس کے کہ میں دنیا میں اُسے کچھ عقوبت پہنچاؤں قبول کرتا تھا۔ یہ پہلی اُمتوں پر سختی تھی اور آپ کی اُمت سے میں نے اسے دُور کر دیا ہے اور آپ کی اُمت کا ایک ایک شخص بیس بیس برس تیس تیس برس چالیس چالیس برس سو سو برس گناہ کیے جائے پھر ایک پل بھر کے لئے خالص دل سے توبہ کرلے اور نادم ہو

جائے تو میں اُس کے کُل گناہ بخش دونگا۔ آنحضرتؐ نے عرض کی کہ الٰہ العالمین! جب تو نے اتنا کچھ مجھے عطا فرمایا ہے تو کچھ اَور بھی بڑھا۔ ارشاد ہوا کہ مانگو عرض کی رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ خدائے تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہم نے تمہارے بارے میں بھی اسے منظور کیا اور تمہاری اُمت کے بارے میں بھی اور ہم نے پہلی اُمتوں کی بڑی بڑی بلائیں تمہاری اُمت سے رفع کر دیں اور یہ حکم ہمارا تمام اُمتوں کے بارے میں رہا ہے کہ کسی مخلوق کو اُس کی طاقت سے زیادہ میں تکلیف نہیں دیتا۔ پھر آنحضرتؐ نے عرض کی وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا۔ خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی اُمت میں سے جو لوگ توبہ کرنے والے ہوں گے اُن سب کے بارے میں میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر آنحضرتؐ نے عرض کی فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝ خدائے جل اسمہٗ نے فرمایا کہ تمہاری امت روئے زمین پر ایسی ہوگی جیسے سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید داغ تاہم وہ غالب رہینگے قادر رہیں گے۔ دوسروں سے خدمت لیں گے اور اُن سے کوئی خدمت نہ لے سکے گا۔ اس وجہ سے کہ تمہاری عزت میری نظر میں ہے۔ اور میرے اوپر اس بات کا حق ہے کہ تمہارے دین کو تمام اَور ادیان پر غالب کر دوں گا یہاں تک کہ شرق وغرب میں سوائے تمہارے دین کے اور کوئی باقی نہ رہیگا۔ اور جو باقی رہا وہ تمہاری اُمت کو جزیہ دیتا رہیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۷۰

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالےٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ کسی ایسے نطفہ کو جس سے عہد وپیمان لے چکا تھا صُلبِ آدم سے پیدا کرے (خلقتِ تامہ عطا فرمائے) یا جو مصلحت ہو اور اُسے رحم میں جگہ دے تو خدائے تعالےٰ مرد کو جماع کے لئے حرکت دیتا ہے اور رحم کو وحی فرماتا ہے کہ تو اپنا دروازہ کھول دے کہ میری مخلوق تیرے اندر آئے اور میری قضاؤ قدر اُس کے بارے میں جاری ہو جائے (اس حکم کی تعمیل میں) رحم اپنا دروازہ کھول دیتا ہے اور نطفہ رحم میں پہونچ جاتا ہے۔ اور چالیس دن اُس میں اُلٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ پھر تھلتھل یا بستہ پانی سا ہو جاتا ہے۔ چالیس دن اسی حالت میں رہتا ہے پھر لوتھڑا بن جاتا ہے۔ چالیس دن اسی حالت میں رہتا ہے پھر گوشت بن جاتا ہے جس میں رگوں کا جال سا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ پھر خدائے تعالےٰ پیدائش کا کام انجام دینے والے دو فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ وہ خدائے تعالےٰ کی مشیت کے مطابق عورتوں کے رحم میں پیدائش ہی کا کام انجام دیا کرتے ہیں۔ یہ عورت کے منہ کی طرف سے اُس کے پیٹ میں جاتے ہیں اور رحم تک پہنچتے ہیں جس میں مردوں کے صُلب اور عورتوں کے رحم سے منتقل ہو کر آنے والی روحِ قدیمہ (یعنی نفسِ نباتیہ) پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ یہ دونوں اس میں بقاؤ زندگی کی رُوح پھونک دیتے ہیں اور کان آنکھ میں کُل اعضاء اُسی لوتھڑے میں سے (چیر پھاڑ کر) کھینچ تان کر حکمِ خدا سے بنا دیتے ہیں اور اسی طرح کُل

وہ اعضا جو پیٹ کے اندر ہیں پھر خدائے تعالےٰ اُن فرشتوں کو وحی فرماتا ہے کہ اس مخلوق کے بارے میں میری قضاؤ قدر اور میرا حکم جو نافذ ہونیوالا ہے لکھ دو اور جو کچھ تم لکھو اُس میں یہ شرط لکھدینا کہ جیسی مصلحت ہوگی کیا جائے گا۔ وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کیا لکھیں؟ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ اُن دونوں کو وحی کرتا ہے کہ تم دونوں اپنے اپنے سر اُٹھا کر اس کی ماں کے سر کی طرف دیکھو۔ وہ دونوں جب اپنے اپنے سر اُٹھاتے ہیں تو یکایک ایک لوح کو اُس کی ماں کی پیشانی سے ٹکراتا ہوا دیکھتے ہیں۔ جب اُس میں غور سے نظر کرتے ہیں تو اُس لوح میں اس بچہ کی صورت۔ اس کی زینت۔ اس کی مدت اور اس کا عہد اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید اور اسی طرح کل حال لکھا ہوا پاتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت ان دونوں فرشتوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو بتاتا جاتا ہے اور جو کچھ اُس لوح میں ہے وہ دونوں لکھتے جاتے ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اس میں بداء یعنی مصلحتِ خدا کی شرط لکھتے جاتے ہیں۔ پھر اس نوشتہ کو بند کرکے مُہر لگاتے ہیں اور اُسے اِس بچہ کی دونوں آنکھوں کے مابین رکھ دیتے ہیں۔ پھر اُس کو اُس کی ماں کے پیٹ میں سیدھا کھڑا کر دیتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بچہ سرکشی کرکے اُلٹا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا عموماً نہیں ہوتا سوائے کسی بڑے سرکش شریر کی حالت کے۔ پھر جب اس بچے کے نکلنے کا وقت پہنچتا ہے خواہ پورا نکلنے والا ہو خواہ ادھورا تو خدائے تعالےٰ رحم کو وحی فرماتا ہے کہ تو اپنا دروازہ کھول دے کہ میری یہ مخلوق میری زمین پر نکلے۔ اور اُس کے بارے میں میرا حکم جاری ہو کہ اس کے نکلنے کا وقت آن پہنچا ہے حضرت فرماتے ہیں کہ رحم ولادت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور خدائے تعالےٰ ایک فرشتے کو جس کا نام زاجر ہے بھیجدیتا ہے۔ یہ آتے ہی ایسی سخت جھڑکی دیتا ہے کہ بچہ اُس سے ڈر کر منقلب ہو جاتا ہے یعنی اُس کے پیر اوپر ہو جاتے ہیں۔ اور سر نیچے (مصلحت اس میں یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ عورت پر ولادت کو اور بچہ کے لئے نکل آنے کو آسان کردے) حضرت فرماتے ہیں کہ (منقلب ہونے کے بعد) بچہ پھر ٹھہر جاتا ہے تو وہ فرشتہ ایک ڈانٹ اور بتاتا ہے جس سے ڈر کر بچہ روتا ہوا زمین پر آپڑتا ہے

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۴۰

(بسلسلۂ قول مترجم) آیۂ مذکورہ سے منجانب اللہ دو شخصوں کی اصطفا کا اعلان ہونا پایا جاتا ہے اور دو گروہوں کے اصطفا کا۔ وہ دونوں شخص حضرت آدمؑ صفی اللہ اور حضرت نوحؑ نبی اللہ علیٰ نبینا و آلہ وعلیہما السلام ہیں اور دو گروہ آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمران ہیں۔ اصطفا کے لغوی معنی برگزیدہ کرلینا۔ چھانٹ لینا اور اصطلاحی معنی چند معلوم ہوتے ہیں۔ از آنجملہ ایک یہ خصوصیتِ خاصہ سے تمام نوع پر فضیلت دینا جو بات جناب رسولِ خدا کو حاصل تھی کہ نوعِ بشر میں ایسی خصوصیت و فضیلت خاص رکھتے ہیں کہ فعلِ اصطفا کسی نبی یا رسول کے نام کا جزو نہیں بنا آج تک کسی مسلمان نے نہ سنا ہوگا۔ کہ

عام طور سے آدمؑ مصطفےٰ کہا جائے یا نوحؑ مصطفےٰ یا ابراہیمؑ مصطفےٰ یا موسےٰ مصطفےٰ یا عیسےٰ مصطفےٰ مگر محمدؐ مصطفےٰ اس کثرت اور تواتر کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ خالی محمدؐ کہنے والا شاید ہزاروں میں کوئی ایک مسلمان ہو۔ دوسرے اصطلاحی معنی اصطفا کے یہ ہو سکتے ہیں کہ کسی خاص زمانہ اور خاص گروہ کی ہدایت کے لئے برگزیدہ کرنا اور کسی خاص واقعۂ ہدایت کا اُس سے متعلق ہونا اور کسی خاص زمانہ تک اُس کا عملدرآمد رہنا جیسا کہ اس آیت سے بھی پایا جاتا ہے۔ اصطفائے آدمؑ کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام جیسے اوّل بشر تھے ویسے ہی اوّل نبی اوّل رسول اور اوّل صاحبِ شریعت بھی تھے جن کی شریعت پر نوح علیہ السلام کے مبعوث ہونے تک پورا پورا عملدرآمد رہا۔ اصطفائے نوحؑ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوحؑ نے سوائے نوحؑ اور تابعینِ نوحؑ کے سب کو صاف کر دیا۔ اور بعد طوفانِ نوحؑ اولادِ نوحؑ کے سوا جتنے بھی ایسے ایمان لانے والے تھے وہ سب لاولد فوت ہو گئے۔ اور تمام عالم کی موجودہ آبادی حضرت نوحؑ کی نسل سے ہے جن کو اس حساب سے آدمِ ثانی کہنا زیبا ہے۔ بعثت نوحؑ سے لے کر بعثت ابراہیمؑ تک نوحؑ کی شریعت ہی پر عملدرآمد رہا۔ تو بڑا واقعہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام ہی کی اولاد باقی رہی اور نوح علیہ السلام ہی کی شریعت۔ تیسرے نمبر پر چاہیئے تھا کہ اصطفائے ابراہیم علیہ السلام کا اعلان کیا جاتا مگر نہ کیا گیا بلکہ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کا کیا گیا جس کی بابت تفحص کرنے سے کتبِ سماوی و سیر و تواریخ و احادیث سے یہ پتہ لگا کہ ابراہیم علیہ السلام سے خدا تعالےٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آئندہ نبوت و امامت تمہاری نسل میں محدود رہے گی۔ یہ مطلب موجودہ محرّفہ مترجمہ توریتِ مقدس میں بھی موجود ہے اور قرآن مجید میں بھی دیکھو صفحہ ۳۷ سطر ۶۔ اور صفحہ ۲۱۹ سطر ۹ و ۱۰۔ اور صفحہ ۲۹۷ سطر ۶ و ۷۔ اب موسےٰ علیہ السلام ہوں تو اور عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو۔ کہ اوّل الذکر عمران کے بیٹے ہیں اور آخر الذکر عمرانِ ثانی کے ظاہرانوا سے اور حکماً بیٹے اگر ان کے اصطفا کا اعلان ویسی ہی خصوصیت خاصہ اور فضیلت خاصہ کے باعث ہوتا جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا کا ہوا تو یہ بھی موسےٰ مصطفےٰ اور عیسےٰ مصطفےٰ کے ناموں سے موسوم ہوتے ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا تو سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ میں اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کی نسل میں جتنے نبی گزرے ہیں سب کے اصطفا کا اعلان عام ہے اسی لئے موسےٰ و عیسےٰ کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کے ترتیب دینے والوں نے وہ آیات جن میں حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور کفالت اور تربیت کی کیفیتیں درج ہیں سب اس سورہ میں لاکر جمع کر دی ہیں تاکہ یہ امر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ آلِ عمران سے مراد عمران بن ماثان کے بیٹے وغیرہ ہیں۔ لیکن جسے خدا نے نورِ ایمان عطا کیا ہو اُسے صاف نظر آئیگا کہ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کا جب عام اعلان ہو گیا تو آلِ عمران سے موسےٰ و عیسےٰ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ کوئی خصوصیت خاصہ اُن کی نہ دکھلائی جائے اور وہ خصوصیتِ خاصہ اور فضیلتِ خاصہ جناب محمدؐ مصطفےٰ کی اُن دونوں نبیوں سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالےٰ آلِ ابراہیمؑ

کے اصطفا کا عام اعلان کر کے موسیٰؑ یا عیسیٰؑ کے اصطفا کا خصوصیت کے ساتھ اعلان کرے اور جناب محمد مصطفےٰ کے اصطفا کا اعلان چھوڑ دے لہٰذا وہ دونوں عمران یہاں مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ کوئی تیسرے عمران ہیں جن کا پتہ کتبِ اسلام کے دیکھنے سے یہ لگا کہ وہ عمران جناب رسالت مآب کے بڑے چچا ہیں جن کی کنیت ابوطالب تھی اور جن کا نام عمران۔ اس مضمون کے سمجھ لینے میں عمران کے معنی صاف ہو گئے اور تفسیرِ قمی میں جو لفظ آلِ محمدؐ لکھا تھا اُس کا مطلب یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ آلِ عمران کی تفسیر ہے کیونکہ حضرت ابوطالب کی اولاد میں اصطفا کے لائق علیؑ اور آئمہ معصومین ہیں جو اولاد علی علیہ السلام سے ہیں اور یہی آلِ محمد علیہم السلام بھی ہیں۔ اور اُن کی خصوصیتِ خاصہ اور فضیلتِ خاصہ ظاہر و باہر ہے۔ تاہم معترضین کی تشفی کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ وہ اہم واقعہ کیا تھا جس نے باوجود آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کے عام اعلان ہو جانے کے ان کے خاص اصطفا کا اعلان کرایا وہ اہم واقعہ جناب محمدؐ مصطفےٰ پر نبوت کا ختم ہونا ہے۔ اور اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ مخلوقِ خدا نبوت ختم ہو جانے سے اس دھوکے میں نہ پڑے کہ ختمِ نبوت کے بعد ہدایت بھی ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی ہادی باقی نہیں ہے۔ بلکہ نبیٔ آخر الزمان کے ذریعہ سے پروردگارِ عالم نے ہدایت کو مکمل فرما دیا اور اپنی رضامندی کا ایسا جامع اور مانع قانون بھیج دیا جس میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اُمت کا ہر کس و ناکس اُس کی تفسیر و تشریح کبھی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ نبیٔ آخر الزمان کے مقرر کئے ہوئے مفسر سے حاصل نہ کرے لہٰذا وہ ہادی جس کو کتابِ خدا کی تفسیر سپرد کی گئی اور تمام اُمت کو اُن سے معنی اخذ کرنے کا اور اُن کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ آلِ عمران یا آلِ محمد ہیں جو کتابِ خدا کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں کہ حوضِ کوثر تک جُدا نہ ہوں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۹۰

روایت میں وارد ہے کہ جب نصارائے نجران کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا تو اُنھوں نے کہا ہمیں ذرا سوچ لینے دیجئے پھر غور و فکر کرنے کے بعد اُنھوں نے عاقب سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ یہ سب میں زیادہ عقیل و فہیم سمجھا جاتا تھا۔ اُس نے کہا کہ خدا کی قسم تم اِس شخص کی نبوت کو تو پہچان چکے اور تمہارے آقا (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں قولِ فیصل بیان کر چکا ہے۔ خدا کی قسم جس قوم نے نبی کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ضرور ہلاک ہو گئی۔ پس اگر تمہارے دین کی محبت تمہیں ہٹ دھرمی پر مجبور کرتی ہے تو اِس شخص سے مصالحت کر لو اور پلٹ چلو چنانچہ (یہ رائے مختتم کر کے) وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صُبح کا وقت تھا اور آنحضرتؐ اِس شان سے برآمد ہوئے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھے اور جناب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام اُن کے پیچھے پیچھے تھے اور آنحضرتؐ

ان سب بزرگواروں سے یہ فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کر چکوں تم سب آمین کہنا۔ اب (جب نصرانیوں نے اِن حضرات کو اِس شان سے دیکھا تو) اُن کے بڑے بڑے پادریوں نے اُن سے یہ کہا کہ اَے گروہِ نصاریٰ ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اُس جگہ سے ہٹا دینے کا بھی سوال کرینگے تو وہ ضرور اُس کو ہٹا دیگا۔ پس تم اُن سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اُنہوں نے آنحضرتؐ کی بزرگی تسلیم کی۔ اور دو ہزار سُرخ حلّے اور تیس فولادی زرہیں بطور جزیہ دینی قبول کرلیں اُس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر اور سُؤر بن جاتے اور اِن کا تمام میدان آگ سے بھر جاتا اور خدائے تعالےٰ نجران والوں کی بیخکنی کر دیتا یہاں تک کہ نجران کے درختوں کے بیٹھنے والے پرند بھی مر جاتے۔ یہ روایت اہلسنّت کی کتب سے لی گئی ہے۔ یہ آنحضرتؐ کی نبوت کی بھی دلیل ہے اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کے شرف وفضیلت کی بھی۔ اس لئے کہ اِس سے اہلبیتؑ کا ایسا شرف ثابت ہوا جس میں مخلوقِ خدا میں سے کوئی بڑھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اِس آیت میں علیؑ مرتضےٰ کو نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے۔ تفسیرِ قمّی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب نصارائے نجران کا گروہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے سردار اُہتم۔ عاقب اور سیّد تھے۔ اِن لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو لگے ناقوس بجانے اور نماز پڑھنے۔ تب اصحاب رسولؐ (بگڑے اور) عرض کرنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! یہ (بدعت اور) آپ کی مسجد میں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اِن سے کوئی غرض نہ رکھو (یہ میرے مہمان ہیں)۔ جب وہ لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ کے قریب آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ دعوت کس چیز کی دیتے ہیں؟ فرمایا کہ اِس گواہی کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور عیسےٰ علیہ السّلام اُن کے پیدا کئے ہوئے بندے تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے اور پانی بھی پیتے تھے اور اُن سے بول وبراز بھی صادر ہوتا تھا۔ اُن لوگوں نے عرض کی کہ اچھا بتلیئے کہ اُن کے والد کون تھے؟ آنحضرتؐ پر اُسی وقت وحی نازل ہوئی اور حکم آیا کہ تم یہ کہو کہ تم آدمؑ کے باب میں کیا کہتے ہو؟ آیا وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے بندے تھے کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے۔ اُن سے بول وبراز بھی صادر ہوتا تھا۔ اور وہ اپنی زوجہ سے ہم بستری بھی کرتے تھے یا نہیں؟ چنانچہ آنحضرتؐ نے اُن سے یہ سب سوال کئے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب صحیح ہے اور یہ سب کچھ ہوتا تھا فرمایا کہ اب بتاؤ آدم علیہ السّلام کے باپ کون تھے؟ اب جواب میں وہ مبہوت ہو کے رہ گئے۔ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ سے لیکر فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ تک آیتیں نازل فرمائیں (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۳ تا ۸) اُس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب تم مجھ سے مباہلہ کرلو۔ اگر میں چاہوں تو لعنت تم پر نازل کی جائیگی اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا ہوں تو مجھ پر نازل کی جائیگی۔ اُنہوں نے کہا

کہ ہاں یہ انصاف کی بات ہے پس وہ مباہلہ کے لئے آمادہ ہو گئے اور جب اپنے مقام پر پلٹ کر آئے تو اُن کے سرداروں نے یعنی سید و عاقب و اہتم نے کہا کہ اگر انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر ہم سے مباہلہ کیا تو تو ہم ان سے مباہلہ کریں گے (اور سمجھ لیں گے) کہ یہ نبی نہیں ہیں اور اگر یہ خاص اپنے اہلبیتؑ کو لے کر ہم سے مباہلہ کرنے چلے آئے تو ہم ان سے مباہلہ نہ کرینگے اس لئے کہ یہ اپنے اہلبیتؑ کو اُسی صورت میں لیکر آئینگے جبکہ وہ بالکل سچے ہوں۔ صبح ہوئی تو یہ سب لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ جناب امیر المومنینؑ حضرت فاطمہؑ زہرا اور جناب حسنین علیہما السلام تھے۔ نصرانیوں نے پوچھا کہ یہ کون کون ہیں؟ اُن سے جواب میں کہا گیا کہ یہ تو آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی اور آپ کے وصی اور داماد علیؑ ابن ابیطالب ہیں اور یہ آنحضرتؐ کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہؑ زہرا ہیں اور یہ دونوں آنحضرتؐ کے (فی الحقیقت نواسے اور حکماً) بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ یہ سنتے ہی نصرانی ہٹ گئے اور جناب رسولِ خدا سے صلح کے طالب ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمیں مباہلہ سے معاف کر دیجئے پس آنحضرتؐ نے اُن سے جزیہ پر صلح کر لی اور وہ اپنے اپنے مکان پر گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب اختصاص میں اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ محمد ابن المکندر بروایت اپنے باپ دادا کے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نجران کے دونوں پادری سید اور عاقب ستر سوار اپنے ساتھ لے کر جناب رسولِ خدا کی خدمت میں بطور ڈیپوٹیشن کے آئے تو میں بھی اُن کے ساتھ تھا اور آنحالیکہ کرز نامی جو اُن کی رسد کا منتظم تھا چلا آرہا تھا کہ اتنے میں اس کے خچر نے ٹھوکر کھائی۔ تو اُس نے کہا کہ وہ غارت ہو جس کے پاس تو آیا ہے۔ یہ سُنکر اُس کے ساتھی عاقب نے کہا کہ تو ہی غارت ہو۔ سید نے کہا تو ایسا کیوں کہتا ہے؟ کہا اس لئے کہ تو نے نبی امی احمدؐ کو کوسا۔ سید نے کہا کہ تجھے اُن کے نبی ہونے کا علم کہاں سے ہوا؟ کیا تو نے اُس وحی کی کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو ہوئی تھی مفتاح رابع نہیں پڑھی کہ اے مسیحؑ بنی اسرائیل سے کہدے کہ تم کتنے جاہل ہو کہ اپنے آپ کو خوشبوؤں سے معطر کرتے ہو تا دنیا میں اہلِ دنیا کے نزدیک اور اپنے بھائی بندوں کے نزدیک خوشبودار بن جاؤ۔ حالانکہ میرے نزدیک تمہارے بھائی بند اور تم مُردار کی بدبو سے بھی بدتر ہو۔ اے بنی اسرائیل! میرے رسولؐ نبی اُمی پر ایمان لاؤ جو آخری زمانہ میں ہوگا۔ اور اس کا چہرہ چاند سا روشن ہوگا۔ وہ سُرخ اونٹ پر سوار ہوتا ہوگا اور نور سے بھرا ہوا ہوگا۔ کپڑے اس کے موٹے جھوٹے ہوں گے اور نیت اُس کی بخیر ہوگی۔ میرے نزدیک وہ گزشتہ انبیاء کا سردار ہوگا اور جتنے آنے والے ہیں اُن سب میں اشرف ہوگا۔ میرے معاملہ میں صبر کرنے والا اور سنتوں کا جاری کرنے والا ہوگا اور میری خاطر مشرکوں سے اپنے ہاتھ سے لڑنے والا ہوگا۔ پس بنی اسرائیل کو اس کی خوشخبری پہنچا دو۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیدو کہ اُس کو قوت پہنچائیں اور اُس کو مدد دیں۔ عیسےٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے

قدوس اے قدوس یہ نیک بندہ کون ہے جس کی محبت میرے دل میں سما گئی حالانکہ میری آنکھ نے ابھی اسے نہیں دیکھا۔ فرمایا وہ تجھ سے ہے اور تو اُس سے ہے۔ تیری ماں (بہشت میں) اُس کی زوجہ ہوگی۔ اس کی اولاد کم ہوگی اور بیبیاں زیادہ ہوں گی۔ وہ مکہ میں سکونت رکھتا ہوگا اُسی مقام کے قریب جہاں ابراہیم علیہ السلام نے وطن بنانے کی نیت سے پہلی نیو رکھی تھی۔ اُس کی نسل ایک ایسی برکت والی عورت (خدیجہؓ) سے پھیلے گی جو جنت میں تمہاری ماں کی سوتن ہوگی۔ اُس نبی کی خاص خاص علامتیں یہ ہونگی کہ اُس کی دونوں آنکھیں سوتی ہوں گی تو بھی اس کا دل بیدار رہیگا۔ ہدیہ اور تحفہ کھائے گا صدقہ قبول نہ کرے گا۔ زمزم کے کنارے سے لیکر سورج کے غائب ہونے کی جگہ تک اُس کا ایک حوض ہوگا جس میں رحیق اور تسنیم کے دو پرنالے گرتے رہیں گے۔ اُس میں چھوٹے چھوٹے کوزے آسمان کے ستاروں کے ہم عدد ہوں گے جو ایک مرتبہ اس حوض میں سے پانی پی لیگا پھر کبھی اُس کو پیاس نہ لگے گی۔ یہ سب اس وجہ سے کہ میں نے اُس کو تمام رسولوں پر فضیلت دی ہے۔ اُس کا قول اُس کے فعل کے مطابق ہوگا۔ اور اُس کا ظاہر و باطن یکساں ہوگا۔ پس خوشا حال اُس کا اور خوشا حال اُس کی اُن اُمتوں کا جو اُسی کی ملت پر زندگی بسر کریں اُسی کے طریقہ پر مر جائیں۔ اور اُسی کے اہل بیت کی طرف پورے پورے مائل ہوں امن سے ہوں اور ایمان و اطمینان رکھتے ہوں وہ ایسا صاحب برکت ہوگا کہ خشک سالی کے زمانہ میں اُس کا ظہور ہوگا وہ مجھ سے دعا کریگا تو میں آسمان سے بارانِ رحمت اُس کے لئے نازل کرونگا تو اُس کی برکت کا اثر اطراف و اکناف میں دکھائی دیگا اور جس چیز پر وہ ہاتھ رکھدیگا میں اُس میں برکت دونگا۔ تب عیسےٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ کہ الٰہی! میری خاطر سے اُس کا نام بھی بتلا دے۔ خدا نے فرمایا اُس کا نام احمدؐ بھی ہوگا اور محمدؐ بھی وہ تمام مخلوقات کی طرف میرا رسول ہوگا اور منزلت میں سب سے زیادہ میرا مقرب ہوگا۔ اور میری حضور میں سب سے زیادہ شفاعت کرنے والا ہوگا۔ جن باتوں کو میں پسند کرتا ہوں وہ اُنہی کا حکم دیگا اور جو چیزیں مجھے ناپسند ہونگی وہ اُنہی سے منع کریگا۔ یہ سُنکر سید نے کہا کہ جس شخص کی یہ صفتیں ہوں ایسا شخص ہم نے کہاں پایا۔ عاقب نے کہا کہ ہم اُس کے حالات کے گواہ ہیں اور اس کے ایام کے منتظر ہیں۔ پس اگر یہ وہی ہے تو ہم اُس کی ایسی مدد کرینگے کہ اُسے کسی بات کی ضرورت ہی نہ رہے اور ہم اپنے اہل دین یعنی نصرانیوں سے بچانے کے لئے اپنے مال سے اُس کی کافی مدد کریں گے اور اس طرح سے کہ اُسے خبر بھی نہ ہوگی اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چونکہ خدا کے معاملہ میں جھوٹ بولا ہے تو ہم اُس کے جھوٹ کی سزا دینے کیلئے بھی کافی ہیں۔ عاقب نے کہا کہ جب تم نے علامتیں دیکھ لیں تو تم اُس کی پیروی کیوں نہیں کرتے؟ سید بولا کہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیسے کچھ سلوک کئے ہیں۔ ہماری تعظیم و تکریم یہ کرتے ہیں۔ مالدار انہوں نے ہم کو بنا رکھا ہے۔ فرمایا انہوں نے ہمارے لئے دیتے ہیں

اور غلو کے ساتھ یہ ہمارا ذکر کرتے رہتے ہیں پھر نفس ایسے دین میں داخل ہونا کیونکر پسند کرے جس میں شریف اور رذیل دونوں برابر ہو جائیں غرض ایسی ہی ایسی باتیں کرتے مدینہ پہنچے تو اصحاب جناب رسولِ خدا میں سے جو دیکھ چکے تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے عرب کے ڈیپوٹیشنوں میں سے آج تک ایسا ڈیپوٹیشن نہیں دیکھا۔ یہ خوبصورت بھی سب سے زیادہ ہے اور ان کا قبیلہ بھی بہت بڑا ہے اور لباس بھی وہ سب علماء کا پہنے ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ اس وقت مسجد سے الگ تھے۔ ان لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے مشرق کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے بعض لوگوں نے ان کو منع کرنا چاہا تو اسی وقت خود جناب رسولِ خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو۔ کوئی مزاحمت نہ کرو جب وہ اپنی نماز ختم کر چکے آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر بیٹھے اور آپ سے مناظرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم آپ ہم سے حضرت عیسےٰؑ کے بارے میں بحث کر لیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندے تھے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ جس کو اس نے مریمؑ کی طرف القا فرمایا تھا اور اس کی پیدا کی ہوئی روح تھی اس پر ان دونوں میں سے ایک بولا یوں نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک خدا کے بیٹے اور دو میں سے دوسرے تھے۔ دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تین میں سے تیسرے تھے یعنی باپ بیٹا روح القدس میں سے ایک تھے۔ اور قرآن مجید جو آپ پر نازل ہوا ہے اس میں بھی ہم نے سنا ہے کہ اس نے جمع کے صیغے استعمال کئے ہیں۔ جیسے فَعَلْنَا (ہم نے کیا) جَعَلْنَا (ہم نے رکھایا بنایا) خَلَقْنَا (ہم نے بالکل نیا پیدا کیا) اگر وہ اکیلا ہوتا تو یوں کہتا فَعَلْتُ (میں نے کیا) جَعَلْتُ (میں نے رکھایا بنایا) خَلَقْتُ (میں نے بالکل نیا بنایا) آنحضرتؐ پر اس وقت آثارِ وحی ظاہر ہوئے اور سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیتیں اس آیت تک نازل ہوئیں (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۵) فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ پس آنحضرتؐ نے ان کو یہ حصہ قرآن مجید سنایا تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ قسم بخدا تمہارے آقا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تفصیل وار خبر اس نوشتہ نے دیدی اور آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے تم سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ کل صبح ہم آپ سے مباہلہ کریں گے۔ اور آپس میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہمیں یہ دیکھنا منظور ہے کہ یہ ہم سے مباہلہ کس چیز کے ساتھ کریں گے آیا اپنے پیروؤں کی کثرت پر نازاں ہو کر اوباشوں اور اراذل کو ساتھ لیکر یا صاحبانِ عصمت وطہارت کے ایک چھوٹے سے گروہ کو ساتھ لے کر اس لئے کہ وہ انبیاء کی اصل ونسل ہیں اور وہی باعثِ قبولِ دعا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جب اگلی صبح ہوئی تو آنحضرتؐ اس صورت سے ظاہر ہوئے کہ دائیں پر حضرت علی علیہ السلام تھے اور بائیں پر حسنین علیہ السلام تھے اور آنکے

پیچھے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام۔ یہ سب حضرات ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور جناب رسولِ خدا کے دوشِ مبارک پر ایک دھاریدار کمل تھا جو نہ بہت موٹا تھا اور نہ مہین بلکہ متوسط درجہ کا کپڑا تھا۔ آنحضرتؐ نے دو درختوں کے مابین جھاڑو دینے کا حکم دیا چنانچہ جھاڑو دی گئی اور اُن دونوں کے اوپر وہ کمل پھیلا دیا گیا اور اُن سب حضرات کو اس کمل کے نیچے لے لیا گیا اور اپنا بایاں شانہ بھی اُسی کمل کے نیچے داخل کیا اور اپنی کمان پر تکیہ کر کے کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ مباہلہ کے لئے آسمان کی طرف اٹھایا لوگ دیکھ رہے تھے کہ سید اور عاقب کا رنگ زرد پڑ گیا اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ قریب تھا کہ انکی عقلیں جاتی رہیں اُس وقت ایک نے دوسرے سے کہا کیا تم اُن سے مباہلہ کرو گے؟ اُس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جس قوم نے نبی سے مباہلہ کیا پھر نہ اُن کا چھوٹا بچا اور نہ بڑا لیکن تم اپنا غیر متوجہ ہو اُن پر ظاہر کرو اور جس قدر وہ مال اور ہتھیار تم سے طلب کریں تم انہیں دیدو اس لئے کہ یہ شخص لڑائی کا آدمی ہے اور ان سے یہ کہدو کہ کیا آپ انہی اپنے چند عزیزوں کے ذریعہ سے ہم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ یہ تدبیر اس لئے ہے کہ وہ یہ نہ سمجھ جائیں کہ ہمیں اُنکی اور اُنکے اہلبیتؑ کی فضیلت پہلے سے معلوم ہو چکی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے مباہلہ کے لئے آسمان کیطرف ہاتھ اپنا اٹھایا تو ان پادریوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص سے (معاملہ) کو جلد طے کر لو۔ یہ کون سی دور اندیشی ہے (کہ سکوت میں پڑے ہو)؟ اگر اس شخص نے لعنت کا لفظ اپنی زبان پر جاری کیا تو ہم اپنے اہل و عیال تک لوٹ کر ہرگز نہ جا سکیں گے اب تو دونوں بولے۔ کہ اے ابوالقاسم کیا آپ ان (چند عزیزوں) کے ذریعہ سے ہم سے مباہلہ کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ روئے زمین پر میرے بعد خدا کے نزدیک ان سے زیادہ دوسرا کوئی روادار نہیں ہے اور نہ توسل کے لئے اس کی حضور میں ان سے زیادہ کوئی معزز ہے۔ اب تو دونوں پر پھر لرزہ طاری ہوا اور دونوں عرض کرنے لگے کہ اے ابوالقاسم! ہم آپ کو ایک ہزار تلواریں دیتے ہیں اور ایک ہزار زرہیں اور ایک ہزار ڈھالیں اور ایک ہزار اشرفی سالانہ اس شرط پر کہ یہ ہمارے ہتھیار آپکے پاس عاریت رہینگے جب تک کہ ہم اپنی قوم کے پاس جائیں اور آئیں جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے اُن سے بیان کریں تو معاملہ سب کی رائے سے طے ہو کر یا تو سب اسلام لائینگے یا جزیہ دیا کرینگے یا سال بسال کے لئے کوئی رقم طے ہو جائیگی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے لیکن اُسی کی قسم جس نے مجھے عزت و کرامت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر تم انکی معیت میں جو کساء کے نیچے ہیں میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو خدا تعالےٰ تمام میدان کو آگ سے بھر دیتا اور ایک پلک جھپکنے میں بھلکے وہ تم سب کا خاتمہ کر دیتی اُسی وقت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ خدا تعالےٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ جو کساء کے نیچے ہیں اگر آپ ان لوگوں کو ساتھ لیکر تمام اہل آسمان و زمین سے مباہلہ کرتے تو آسمان و زمین کے ٹکڑے اُڑ جاتے اور کہیں آسمان و زمین والوں کو ٹھکانا نہ ملتا اُسوقت آنحضرتؐ نے دستِ مبارک بلند کیا یہانتک کہ سفیدی زیرِ بغل نمایاں ہوئی اور یہ فرمایا کہ جو تمہارا حق بجور و ظلم لے لیگا یا میرے

اُس اجر میں کمی کریگا جو خدا تعالےٰ نے تمہارے بارے میں واجب فرمایا ہے اُس پر قیامت تک خدا تعالےٰ کی لعنت ہوتی رہیگی۔ المختصر اسلام کی نصرانیت کے مقابلہ میں یہ ایسی بیّن فتح ہوئی ہے کہ جس سے بڑھی ہوئی تلوار و توپ کی کوئی فتح نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہی واقعہ نصرانیوں کا زمین پر باقی رکھنے والا ہوگیا ورنہ آنحضرتؐ سے مباہلہ کرنیکے بعد ایک نصرانی کا بھی زمین پر زندہ رہنا محال و ناممکن ہوجاتا۔ پس اسلام کی کوئی عید عیدِ مباہلہ سے بڑی نہیں ہوسکتی جس میں اس طرح اسلام کی فضیلت غیر فرقہ کے علماء نے تسلیم کی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پنج تنِ پاک کی فضیلت اور اُن پانچ بزرگواروں کی خاص بزرگی عام طور سے اُسی دن سے ایسی شائع و ذائع ہوئی کہ مخالفین میں سے کوئی مفسر یا محدث یا مؤرخ اس میں اختلاف کی جرأت نہ کرسکا۔ کہ مباہلہ کے وقت جنابِ رسولِ خدا ان ہی چار بزرگوں کو ساتھ لے کر آئے تھے لفظ نسآءَنا سے جناب سیدہ ہی مراد تھیں حالانکہ نساء کے معنی ازواج کے بھی ہیں۔ مگر ایک درجن بھر ازواج میں سے کوئی ایک بھی اُس دن نہ لائی گئی اور نہ کوئی منہ بولی بیٹی آئی کیونکہ اللہ کے نزدیک کسی کی وجاہت وہ تھی ہی نہیں جو جناب سیدہؑ (حقیقی بیٹی) کی تھی۔ ابنآءَنا سے مراد بس حسنؑ و حسینؑ ہی تھے اور کسی کو ابنِ رسولؐ ہونے کی نہ لیاقت نہ قابلیت نہ جرأت اور یہ محض علیؑ ہی کی شان تھی کہ ان کو خود خدا تعالےٰ نے نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوجانے کے بعد غصبِ خلافت کرکے کئی سُسرے بزرگ بن بیٹھے مگر اُس دن کسی کسی کی نہ چلی کہ اپنے آپ کو نفسِ رسولؐ قرار دلوالیتا مگر جیسا کہ آپنے خاتمۂ روائت پر ملاحظہ فرمایا غصبِ حق کرنے والوں پر قیامت تک خدا کی لعنت اس طرح ہو رہی ہے کہ کوئی قوت آجتک نہ اُسے روک سکی ہے اور نہ روک سکے گی۔ واقعۂ مباہلہ اہل سنّت کی بیسیوں معتبر کتابوں میں باختلافِ الفاظ وارد کیا گیا ہے مگر ہم بخوفِ طوالت اُن سب کا ذکر چھوڑے دیتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۴

کتاب الواحدہ میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ واحد و تنہا اور یکتائی میں منفرد ہے اُس نے ایک کلمہ فرمایا جو نور ہوگیا پھر اُس نور سے اُس نے جنابِ محمد مصطفےٰ کو اور مجھے اور میری اولاد کو پیدا کیا۔ پھر اُس نے ایک کلمہ فرمایا جو رُوح بن گیا اور اُسی خدا تعالےٰ نے اُس نور میں اور اُس نور کو ہمارے جسموں میں جگہ دی پس ہم ہی روح اللہ ہیں اور ہم ہی کلمۃ اللہ ہیں، مخلوقِ خدا خدا کو نہیں دیکھ سکتی مگر ہماری وجہ سے اُسکی ذات صفات کو سمجھ سکتی ہے پس اُسوقت جبکہ نہ سورج تھا اور نہ چاند نہ رات تھی اور نہ دن اور نہ کوئی آنکھ تھی جو پلک جھپکاتی ہم ایک سبز سائبان کے نیچے خدا تعالےٰ کی عبادت اور اس کی تقدیس و تسبیح کیا کرتے تھے یہ اُس سے پہلے کا ذکر ہے کہ اُس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہوا اور (جب مخلوق کو پیدا کیا تو) اُس نے انبیاء سے ہم پر ایمان لانے کا اور ہماری نصرت کرنے کا پختہ عہد لے لیا تو خدائے تعالےٰ کے اس قول وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ

کِتَابٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۹۴ سطر ۹) سے ثابت ہے اس میں لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ سے مراد ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِمُحَمَّدٍ (یعنی تم سب محمد مصطفےٰ پر ضرور بالضرور ایمان لانا) اور لَتَنْصُرُنَّہٗ سے مراد ہے۔ لَتَنْصُرُنَّ وَصِیَّہٗ (یعنی تم سب وصی محمد مصطفےٰ کی مدد ضرور بالضرور کرنا) چنانچہ عنقریب وہ سب کے سب میری مدد ضرور کرینگے۔ اور خدائے تعالےٰ نے خود میرا عہد جناب محمد مصطفےٰ کے عہد کے ساتھ اس طرح لیا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔ چنانچہ میں نے آنحضرتؐ کی مدد کی اُن کی حضور میں جہاد کئے اُن کے دشمنوں کو قتل کیا اور میں نے خالصاً لوجہ اللہ اُس عہد و پیمان کو جو مجھ سے نصرتِ جناب رسولؐ خدا کے بارے میں لیا گیا تھا پورا کر دیا۔ مگر انبیاء اور رسولوں میں سے کسی کو یہ موقعہ نہیں ملا کہ وہ میری مدد کرتے اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کو میرے ظاہر ہونے سے پہلے اُٹھا لیا۔ لیکن عنقریب وہ میری مدد کرینگے اور مشرق سے لیکے مغرب تک میری حکومت ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام سے لیکے خاتم النبیین تک ہر نبی اور رسول کو مبعوث فرمائیگا اور میری مدد کرنے کے لئے کل جن اور آدمیوں کو خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہو چکے ہوں تو اُن کو حکم خدا سے زندہ کرکے اُن سب کو اپنی تلواروں سے ماریں گے۔ یہ کتنی تعجب کی بات ہوگی اور اُن مردوں سے تعجب کیوں نہ کیا جائے جن کو اللہ تعالےٰ زندہ کرکے اُٹھائے گا اور وہ گروہ کے گروہ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَا دَاعِیَ اللّٰہِ کہتے ہوئے آئینگے۔ کوفہ کے بازاروں میں یہ کثرت ہوگی کہ بازار پٹ جائینگے تلواریں اپنی کھینچے ہوئے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے کافروں کو اور ظالموں کو اور اوّل و آخر ظالموں کے پیروؤں کے سر اُنہی سے توڑتے ہونگے یہانتک کہ جو وعدہ خدا نے اُن سے اپنے اس قول وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ فِیْ شَیْئًا (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) میں فرمایا تھا اُسے پورا کرتے ہونگے یعنی وہ ایسے امن سے ہو جائینگے کہ صرف میری ہی عبادت کریں اور میری عبادت کرنے میں کسی سے بھی نہ ڈریں اور اُن کو تقیہ کی ضرورت نہ رہے۔ (پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا) میرے لئے ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ آنا اور ایک رجعت کے بعد دوسری رجعت ہے اور میں رجعتوں والا ہوں اور بار بار آنے والا و حملے کرنے والا اور دشمنوں سے بدلہ لینے والا اور عجیب و غریب انقلاب پیدا کرنے والا ہوں اور میں (وہ) لوہے کا میخ ہوں (جس کا ذکر پہلی کتابوں میں آچکا ہے) یہ حدیث طویل ہے صرف بقدرِ ضرورت لے لی گئی۔ فقط

تمام شُد ضمیمجات پارۂ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ سی ام

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۴۳

تفسیر قمی میں اصحاب اُخدود کا قصہ یوں لکھا ہے کہ ذونواس جو شاہانِ حمیر میں آخری بادشاہ تھا۔ اُس نے حبشیوں کو اہلِ یمن سے لڑنے پر اُبھارا تھا۔ اُس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ سارے حمیری اُس کے ساتھ یہودی ہو گئے اور اُس نے اپنا نام یوسف رکھا۔ ایک زمانہ تک وہ سلطنت کرتا رہا۔ پھر اُسے خبر پہنچی کہ نجران میں بہت سے آدمی دینِ نصرانی پر ابھی تک باقی ہیں۔ دینِ عیسوی اُن کا مسلک ہے۔ انجیل پر اُن کا عمل ہے۔ سردار اُن کا عبداللہ ابنِ ریاس ہے۔ پس یوسف کو اُس کے ہم مذہبوں نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نصارٰی نجران کے پاس جائے۔ اور اُن کو دینِ یہود پر لائے۔ پس یوسف نجران میں آیا اور وہاں کے نصرانیوں کو جمع کر کے دینِ یہود اُن کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اِس مذہب کو اختیار کرو۔ اُن لوگوں نے انکار کر دیا۔ پھر یوسف نے اُن سے مجادلہ کیا اور اُن کو یہودی بنانے کی پوری کوشش کر گزرا مگر وہ انکار ہی کرتے رہے۔ دینِ یہود اُن لوگوں نے اختیار نہ کیا۔ قتل ہونا اُن کو گوارا ہوا۔ یوسف نے ایک گڑھا کھدوایا۔ اور ایندھن اُس میں بھروا کے آگ لگا دی۔ پس بعضوں کو آگ میں جلا دیا اور بعض کو تلوار سے قتل کیا اور بعضوں کے جوڑ جوڑ بند بند جدا کر دیئے۔ ان سب مقتولین و محروقین کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اُن میں کا ایک شخص جس کا نام دوس ذو ثعلبان تھا گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کو ایڑ لگا کے چلدیا۔ ہر چند ذونواس کے سپاہیوں نے اُس کا تعاقب کیا مگر نہ پایا۔ ریگستان کی وجہ سے تھک کے رہ گئے۔ پھر ذونواس اپنے لشکر کو اپنے دارالسلطنت کی طرف واپس لایا۔ خداوندِ عالم نے (اپنے رسولؐ کو اس واقعہ سے اطلاع دی اور) فرمایا وَ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ الخ

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۵۲

تفسیر مجمع البیان میں ابنِ عباسؓ سے بھی یہی روایت مروی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جس شخص کا وہ درخت تھا۔ اُس درخت کی شاخیں ایک مرد فقیر عیالدار کے گھر میں تھیں جب اُس کا مالک آتا تو گھر میں جا کے خرمے توڑنے کے لئے درخت پر چڑھتا تھا۔ کبھی کبھی

اُس فقیر کے گھر میں بھی ٹوٹ کے جا پڑتے تھے۔ اُس فقیر کے بچے اُٹھا لیتے تھے۔ پس خرمہ کا مالک درخت سے اُترتا تھا اور اُن بچوں کے ہاتھوں میں سے خرمے چھین لیتا تھا۔ اور اگر کوئی بچہ اپنے مُنہ میں رکھ لیتا تھا تو یہ اُنگلی ڈال کے نکال لیتا تھا۔ (مردِ) فقیر نے جنابِ رسولؐ خدا سے اُس کی شکایت کی۔ اِس کے بعد مضمونِ حدیث وہی ہے (جو حاشیہ پر تحریر ہوا) پھر ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ ابو دحداح نے چالیسؔ درختوں کے عوض میں وہ درخت اُس شخص سے خرید لیا اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ درخت میں نے مول لے لیا۔ وہ میرا ہو گیا۔ میں اُسے حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آنحضرتؐ مکان والے کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ درخت میں نے تجھ کو اور تیرے عیال کو دیا۔ پس خداوندِ عالم نے سورۂ واللیل نازل فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۳

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام آپ کو خدائے تعالےٰ نے عطا فرمائے ہیں اور جن جن باتوں کے ذریعہ سے خدائے تعالےٰ نے آپ کو فضیلت دی ہے۔ اور جو چیزیں اُس نے آپ کو عنایت کی ہیں اور جو کچھ آپ پر احسان کیا ہے اور جو جو ہدایتیں فرمائی ہیں اُن سب کا ذکر کرتے رہیئے۔

المحاسن میں ہے کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو اس بات کا حکم دیا کہ دین کے متعلق جو نعمتیں خدا نے عطا فرمائی ہیں اُن کا ذکر کرتے رہیں۔

کافی میں ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے فرمایا (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ) خدا کے دین کا اور اُس کے عطیوں کا اور نعمتوں کا ذکر کیجیئے۔

نیز وہی جناب فرماتے ہیں کہ جس بندہ کو خدائے تعالےٰ کوئی نعمت عطا فرمائے اور اُس کا اثر اُس پر ظاہر ہو تو وہ حبیب اللہ کہلائے گا۔ اور نعمتِ خدا کا ذکر کرنے والا اور جب اللہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور اُس کا کوئی اثر اُس پر ظاہر نہ ہو تو وہ بغیض اللہ کہلائیگا یعنی نعمتِ خدا کا جھٹلانے والا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۴

جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کی تفسیر میں منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو علیؑ بن ابی طالب کو اپنا وصی مقرر کر دو۔

اُنہی جناب سے بروایت ابو جمیلہ مروی ہے۔ کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حج میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی فَاِذَا فَرَغْتَ مِنْ حِجَّتِكَ فَانْصِبْ عَلِيًّا لِلنَّاسِ یعنی جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو آدمیوں کی ہدایت کے لئے علیؑ بن ابی طالب کو اپنا خلیفہ مقرر کر دو۔ قولِ مترجم۔ مِنْ حِجَّتِكَ اور عَلِيًّا لِلنَّاسِ تفسیری الفاظ ہیں۔

اُنہی حضرتؑ سے بروایت ابو حاتم رازی اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ خدا تعالےٰ نے حکم بھیجا کہ اے ہمارے رسولؐ! جب تم شریعت کو کامل کر چکو تو علیؑ بن ابی طالب کو اپنی اُمت کا امام بنا دو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۶

تفسیر مجمع البیان میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جس نے راہِ خدا میں ایک ہزار مہینے اپنے کندھے پر تلوار اُٹھائی تھی۔ جس سے آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت تعجب کیا۔ اور یہ آرزو بھی کی کہ میری اُمت میں بھی ایسا کوئی ہوتا اور یہ عرض بھی کی کہ خداوندا! میری اُمت کو تو نے عمریں بھی کم دی ہیں اور اعمال بھی اُن کے تھوڑے ہی ہیں۔ پس خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو شبِ قدر عطا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر اُن ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جن میں اُس اسرائیلی نے راہِ خدا میں ہتھیار اُٹھائے تھے اور یہ مخصوص آپ کے لئے ہے اور آپ کے بعد آپ کی اُمت کے لئے قیامت تک ہر ماہِ مبارکِ رمضان میں ہوتی رہیگی۔

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالےٰ کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دیکھو صفحہ ۹۱ سطر ۴) کا مطلب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں یہی شبِ قدر ہے۔ اور یہ ہر برس ماہِ مبارکِ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید شبِ قدر ہی میں نازل ہوا ہے۔

نیز منقول ہے کہ کسی نے اُنہی حضرتؑ سے دریافت کیا تھا کہ شبِ قدر کس شب کو ہوتی ہے؟ تو فرمایا اُسے اکیسویں شب میں تلاش کرو یا تیئیسویں میں۔ اور ایک روایت کے بموجب یہ فرمایا کہ اُنیسویں۔ اکیسویں تیئیسویں۔ کسی نے عرض کی کہ اگر آدمی کو تکان عارض ہو جائے۔ یا بیمار ہو تو اِن شبوں میں سے سب سے زیادہ بھروسہ کس پر ہے؟ فرمایا تیئیسویں پر۔ اور جناب امام محمد باقرؑ یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہ بھی روایت ہے کہ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہوا خوشبودار ہو جاتی ہے اور موسم اگر سردی کا ہے تو وہ رات گرم ہو جاتی ہے اور اگر گرمی کا ہے تو سرد ہو جاتی ہے۔

کافی میں جناب امام علی نقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جس حال میں میرے والد ماجد کعبہ کا طواف فرما رہے تھے ایک شخص نقاب پوش آیا اور حضرتؑ کے قریب ہو کر آپ کو پورے سات چکر نہ کرنے دیئے اور آپ کو ایک مکان میں لے گیا جو کوہِ صفا کے پہلو میں ہے۔ مجھے بھی وہیں بُلا لیا اور یہ کہا کہ ابنِ رسولؐ اللہ کا آنا مبارک ہو۔ پھر اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور یہ کہا کہ اے وہ شخص! جو بعد اپنے آباؤ اجداد کے امینِ خدا ہے۔ خدا آپ کی نسل میں برکت دے۔ اے ابوجعفر! جی چاہے تم مجھے خبر دو۔ اور اگر چاہو تو میں تمہیں خبر دوں۔ اگر جی چاہے آپ مجھ سے کچھ سوال کریں اور اگر منظور ہو میں آپ سے کچھ سوال کروں۔ جی چاہے آپ میری تصدیق کیجئے اور منظور ہو تو میں آپ کی تصدیق کروں؟ حضرتؑ نے فرمایا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں۔ اُس شخص نے کہا تو ایسا نہو کہ میرے سوالات کے وقت آپ کی زبان سے کچھ اور نکلے اور دل میں میری نسبت کچھ اَور ہو؟ فرمایا ایسا تو وہ شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں دو علم ہوں (اَور) اُن میں سے ایک دوسرے کا مخالف ہو اور خدائے تعالےٰ نے اِس کو روا ہی نہیں رکھا کہ اُس کے علم میں اختلاف ہو۔ اُس شخص نے کہا کہ میرا سوال یہی ہے کہ جس کے ایک جزو کی تفصیل آپ خود ہی فرما گئے۔ مجھے اُسی علم کی خبر دیجئے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کہ اُس کا جاننے والا کون ہے؟ فرمایا سارا علم تو خدائے عزّوجلّ کے پاس ہے مگر اُتنا حصّہ جس کی چار و ناچار بندوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اوصیاء کے پاس ہے۔ یہ سُنکر اُس شخص نے اپنی نقاب اُلٹ دی، سیدھا ہو بیٹھا چہرہ اُس کا بشاش ہو گیا۔ اُس نے یہ کہا کہ یہی میری غرض ہے اور میں اِسی لئے آیا ہوں۔ آپ کا یہ گمان ہے کہ اُس علم کا ایک حصّہ جس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہوتا اوصیاء کے پاس ہے تو وہ اوصیاء کو حاصل کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا اُسی طرح جس طرح جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حاصل ہوتا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرشتوں کو دیکھتے تھے کہ وہ نبی تھے اور اوصیاء فقط آواز سُنتے ہیں اِس واسطے کہ یہ مُحدّث ہیں۔ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس وقت خدائے تعالےٰ کی جانب توجّہ کرتے تھے تو وحی سُن لیتے تھے اور یہ وحی نہیں سُنتے۔ اِن کو الہام ہو جاتا ہے۔ اُس شخص نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ مگر ایک سوال میرا اِس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بھلا مجھے یہ تو بتایئے کہ یہ علم اوصیاء سے اُسی طرح کیوں نہیں عام طور پر ظاہر ہوتا جیسا کہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ظاہر ہوتا تھا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد یہ سُنکر متبسّم ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کو یہ منظور نہیں ہے کہ سوائے اُن لوگوں کے جن کا امتحان ایمان کے ذریعے سے کر چُکا ہے کسی اَور کو اُس کی اطلاع ہو۔ جیسا کہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں یہ طے فرما دیا تھا کہ اپنی

قوم کی ایذا دہی پر صبر کیئے چلے جائیں اور جب تک حکم نہ ملے اُن سے جہاد نہ کریں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم چھپاتے رہے تا آنکہ یہ فرمایا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر) اور قسم بخدا اگر آنحضرت اس سے پہلے بھی ظاہر کرتے تو مامون رہتے۔ لیکن اُنہوں نے اطاعت کو مدِنظر رکھا اور خلاف کرنے سے خائف رہے۔ اِسی وجہ سے زبان کو روکا۔ اُسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ تم اِس اُمت کے مہدی کے منتظر رہو۔ جس کی نُصرت آسمان و زمین کے کُل فرشتے آلِ داؤد کی تلواروں کے ساتھ کرینگے۔ جو کافر مر گئے ہوں گے اُن کی رُوحوں کو عذاب دیں گے اور جو زندہ ہوں گے اُن کے جسموں سے رُوحیں نکال کر مردہ کافروں کی رُوحوں سے اُن کو ملا دیں گے۔ یہ سُنکر اُس شخص نے ایک تلوار نکالی اور کہا کہ آیا یہ بھی اُنہی میں سے ہے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے ارشاد فرمایا کہ اُسی کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام آدمیوں پر فضیلت دی ہے۔ بیشک یہ اُنہی تلواروں میں سے ہے۔ اُس شخص نے پھر نقاب اپنی اوڑھ لی اور کہا کہ میں الیاسؑ ہوں میں نے آپ سے آپ کے معاملہ میں جو کچھ دریافت کیا وہ از روئے جہالت نہیں دریافت کیا بلکہ میں نے یہ چاہا کہ اس حدیث سے آپ کے اصحاب کو قوت پہنچے۔ اور اب میں ایک آیت بتلاتا ہوں کہ آپ تو اُسے جانتے ہی ہیں مگر اگر آپ کے شیعہ اُس کے ذریعہ سے مخاصمہ کریں تو غالب آئینگے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ آپ کی مرضی ہو تو میں ہی وہ بتلا دوں؟ اُنہوں نے کہا بہتر۔ پھر میرے والد ماجد نے فرمایا کہ اگر ہمارے شیعہ ہمارے مخالفین سے یہ دریافت کریں کہ خدائے تعالیٰ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تو آیا علم میں سے کچھ ایسی باتیں بھی تھیں جن کو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُس رات تک نہیں جانتے تھے یا کچھ ایسی بھی تھیں جن کو جبرئیلؑ اُس رات کے سوائے بھی لائے تھے؟ تو وہ بھی کہیں گے کہ نہیں! اُس وقت اُن سے یہ کہو کہ آیا کوئی ایسا علم ہے جس کا اُس رات کو ظاہر کرنا ضروری تھا؟ اس پر کہینگے نہیں! تب اُن سے یہ کہو کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علمِ خدا سے جو کچھ بھی ظاہر کیا ہے اُس میں کچھ اختلاف ہے؟ اگر وہ کہیں نہیں ہے تو تم یہ کہو کہ جس نے خدا کا ایسا حکم پہنچایا جس میں اختلاف ہے ضرور جنابِ رسولِ خدا کا مخالف ہے۔ اُنہیں کہنا پڑے گا کہ ہاں ہے۔ اور اگر وہ نہیں کہدیں تو اُن کی پہلی بات کے برخلاف پڑے گا۔ تم اُن سے یہ کہو مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ سطر) پھر اگر وہ کہیں کہ علم میں مضبوط کون ہیں؟ تو تم کہہ دو کہ جن کے علم میں اختلاف نہیں ہوتا پھر بھی اگر دریافت کریں کہ آخر بتاؤ تو وہ کون ہیں؟ تو تم کہو کہ پہلے تو اُن میں سے جنابِ رسولِ خدا

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آیا اُنہوں نے پہنچا دیا یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ پہنچا دیا تو پھر دریافت کرو کہ آیا جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال بھی ہو گیا یا نہیں؟ اور جو خلیفہ آنحضرتؐ کے بعد ہے آیا اُس کو ایسا علم ہے جس میں اختلاف نہ ہو؟ اگر وہ کہیں نہیں ہے تو تم یہ کہو کہ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ تو مؤید من اللہ ہے اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور کو خلیفہ کریں گے نہیں سوائے اُس کے جو آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے بموجب تو فیصلہ کرے اور سوائے نبوت کے اور سب باتوں میں آنحضرتؐ کے مانند ہو۔ اور اگر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علم کے بارے میں کسی کو خلیفہ نہیں کیا تو اُمت کے جتنے لوگ بعد میں پیدا ہونے والے تھے، سب کو ضائع کر دیا۔ اور اگر تم سے وہ یہ کہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تو قرآن سے تھا۔ تو تم یہ کہو کہ قرآن مجید میں یہ بھی موجود ہے۔ حٰمٓ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۳) پھر اگر تم سے وہ یہ کہیں کہ اللہ تو نبی کے سوا کسی کے پاس بھیجا ہی نہیں کرتا تو تم جواب میں یہ کہو کہ یہ امرِ محکم جو الگ الگ کیا جاتا ہے یہ تو فرشتوں کی اور رُوح کی طرف سے ہوتا ہے (اور فرشتوں کا اور رُوح کا اُترنا ثابت ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ) تو آیا یہ فرشتے اور رُوح کسی ایک آسمان سے دُوسرے آسمان کی طرف اُتر کر آتے ہیں؟ اگر وہ یہ کہیں کہ آسمان سے آسمان کی طرف آتے ہیں تو تم یہ کہو کہ کسی آسمان میں تو کوئی ایسا ہے ہی نہیں جو خدا کی اطاعت چھوڑ کرنا فرمانی کرے۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ آسمان سے زمین کی طرف آتے ہیں اور زمین ہی کے رہنے والے تمام مخلوق سے زیادہ اس کے محتاج ہیں تو تم یہ کہو کہ اُن کو کسی سید و سردار کی ضرورت ہے جس کے پاس وہ اپنے جھگڑے قضیے فیصلہ کے لئے لے جائیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ خلیفہ جو بھی ہو وہ اُن کا حاکم ہے تو تم یہ کہو کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۶ سطر ۸) اس سے یہ معلوم ہوا کہ آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ولی خدا کا ایسا نہیں ہے جس کی تائید خود خدائے تعالےٰ نہ فرماتا ہو۔ اور جس کی تائید خدائے تعالےٰ فرمائیگا اُس سے کوئی خطا نہ ہو گی۔ اور زمین میں کوئی دشمن خدا کا ایسا نہیں ہے جو خدا کی نصرت سے محروم نہ ہو۔ اور جو

نصرتِ خدا سے محروم ہے اُس سے کسی صواب کی بات کی اُمید نہیں ہوسکتی۔ اب جیسا کہ یہ ضرور ہے کہ ہر امر آسمان سے اُترے گا جس کے مطابق زمین کے رہنے والے عملدرآمد کریں اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی صاحبِ امر ہو جس کے پاس وہ امر اُترے۔ اگر وہ کہیں کہ ہم تو ایسے کسی کو نہیں جانتے؟ تو تم یہ کہو کہ اب جو تمہارا جی چاہے کہو۔ خدائے تعالےٰ نے تو اس کو روا نہیں رکھا کہ بعد جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے اپنے بندوں کو بلا حجتِ خدا اور بلا ذی امر کے چھوڑ دے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اتنا ارشاد فرما کر میرے والدِ ماجد خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت الیاسؑ نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! یہاں ایک اٹکاؤ ہے۔ بھلا وہ اگر یہ کہیں کہ اللہ کی حجت قرآنِ مجید ہے؟ فرمایا اس صورت میں میں اُنہیں یہ جواب دونگا کہ قرآن تو بولنے والا نہیں ہے۔ کہ وہ کسی خاص چیز کا حکم دیتا ہو اور کسی بات سے منع کرتا ہو بلکہ قرآن کے کچھ اہل ہیں جو حکم بھی دیتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں۔ نیز یہ کہوں گا کہ زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کسی پر کوئی مصیبت ایسی آپڑتی ہے جو اُس سال کے لئے مخصوص ہوتی ہے اور ایسا حکم بھی اُن کو ملتا ہے جس میں اختلاف ہوتا ہے۔ اِن باتوں کا کوئی ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ کو یہ منظور نہیں ہے کہ اُس کے علم میں جو آزمائشیں ہیں وہ زمین میں عام طور پر ظاہر ہو جائیں اور اُس کے حکم میں اُن کا ردّ کرنے والا بھی کوئی نہیں اور نہ اہلِ زمین کی مصیبت کو دفع کرنے والی کوئی چیز ہے۔ تو اب کیا کہینگے؟ حضرت الیاسؑ نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! یہاں تو آکر بند ہو جائینگے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدائے عزّ وجلّ خوب جانتا ہے کہ مخلوق پر زمین میں کون کونسی مصیبتیں پڑنے والی ہیں اور دین کے بارے میں یا اور اور طرح خود اُن کی ذات پر کیا کیا مصیبتیں آنے والی ہیں۔ قرآنِ مجید کو تو صرف ایک راہبر بنا دیا ہے۔ پھر حضرت الیاسؑ نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! اگر کوئی کہے کہ قرآنِ مجید راہبر کس کا ہے؟ فرمایا ہاں اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس میں احکام اجمال کے ساتھ ہیں اور اُن کی تفسیر و تفصیل حاکم کے پاس ہے۔ اور خدائے تعالےٰ کو یہ کسی طرح منظور نہیں کہ اُس کے بندہ پر کوئی مصیبت اُس کے دین کے بارے میں واقع ہو یا اُس کی ذات کے بارے میں یا اُس کے مال کے بارے میں۔ اور زمین خدا پر کوئی حاکم اُس کی طرف سے مقرر نہ ہو جو اُس مصیبت میں صحیح فیصلہ دینے والا یا اُس کا سمجھا دینے والا ہو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر حضرت الیاسؑ نے فرمایا کہ اس بات میں بھی آپ نے ایسی حجت سے بند کیا کہ آپ کے دشمن کو خدا پر افترا کرنے کا اقرار کرنا پڑے اور یہ کہنا پڑے کہ اللہ کی کوئی حجت ہی نہیں۔ اب مجھے اِن دو آیتوں کی تفسیر اور بتا دیجئے۔ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ

(دیکھو صفحہ ۸۶۲ سطر آخر) فرمایا یہ تو حضرت علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے ساتھ مخصوص ہے (مطلب یہ ہے کہ اُن کو حکم ہے کہ تمہارے ہاتھ سے جو چیز نکل آئے اُس کا افسوس مت کرو)۔ (اور دُوسری آیت) وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ (دیکھو صفحہ ۸۶۳ سطر ۱) فرمایا یہ ابوبکر اور اُس کے اصحاب کے بارے میں ہے۔ مطلب اِس کا یہ ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اُس میں بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہاری ایک یہ آزمائش بھی ہے جو میں نے کی۔ حضرت الیاس نے یہ سُن کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ ہی ایسا حکم دے سکتے ہیں جس میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد وہ اُٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر میں نے اُنہیں نہ دیکھا۔

نیز حضرت ابوجعفر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اے گروہِ شیعہ! سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کے ساتھ مباحثہ کرو تو تم ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب آؤ گے۔ کیونکہ قسم بخدا بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مخلوقِ خدا پر یہ حُجّتِ خدا ہے اور یہ تمہارے دین کی سردار ہے اور یہ ہمارے علم کی اِنتہا ہے۔ اے گروہِ شیعہ! تم حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۷۹۱ سطر ۳) کے ذریعے سے مباحثہ کرو اس لئے کہ وہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صاحبانِ امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اے گروہِ شیعہ! خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (دیکھو صفحہ ۶۹۸ سطر ۱) کسی نے عرض کی کہ یا ابوجعفرؑ کیا اِس اُمّت کے ڈرانے والے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تھے؟ فرمایا ہاں! تو سچ کہتا ہے مگر کیا بعثت سے پہلے آنحضرتؐ اطرافِ عالم میں ڈرانے والے تھے؟ سائل نے عرض کی نہیں! حضرت ابوجعفر علیہ السّلام نے فرمایا کہ تیری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جیسا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے تعالےٰ نے نذیر بنا کر مبعوث کیا کوئی اور نذیر مبعوث نہ کیا ہوگا؟ عرض کی کیوں نہیں! مبعوث کیوں نہ کیا ہوگا؟ فرمایا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس نے اُٹھا لیا تو کوئی اور ڈرانے والا نہ بھیجا ہوگا؟ اگر تو کہے نہیں تو گویا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمّت کے اُن سب لوگوں کو ضائع کر دیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت باپ کے صُلب میں تھے یا ماں کے پیٹ اور گود میں۔ کسی نے عرض کی کیا قرآن مجید اُن کو کافی نہیں؟ فرمایا کافی ہے اگر اُس کے مفسّر کو پالیں۔ تب عرض کی کیا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی تفسیر نہیں کی؟ فرمایا پوری تو ایک شخص کے لئے کی اور باقی سب اُمّت کے

لئے اُس کی ضرورت کے موافق تفسیر کی اور وہ شخص خاص علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔ سائل نے عرض کی کہ یا ابو جعفرؑ! کیا یہ امر ایسا خاص ہے کہ عام لوگ اُس کے حامل نہیں ہو سکتے؟ فرمایا ضرور اسرار خدا خاص ہیں۔ دیکھ لے! خدا کو یہ تو کبھی بھی منظور نہیں تھا کہ باطل خداؤں کی پرستش کی جائے۔ مگر جس وقت تک دین کے ظاہر کرنے کا وقت معین نہ آگیا اُن کی پوجا ہوتی ہی رہی۔ اسی طرح جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امرِ اسلام کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا (اور علی مرتضےٰ علیہ السلام) پر ظاہر کر کے اوروں سے چھپاتے ہی رہے۔ جب تک کہ اعلان عام کرنے کا حکم نہ آگیا۔ سائل نے عرض کی تو دین کے حاکم کے لئے یہ چھپانا لازم ہوگا؟ فرمایا کیا علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام نے اُس دن سے جس دن سے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے اُس وقت تک نہیں چھپایا جب تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے امر کو ظاہر کیا؟ عرض کی ضرور ایسا ہوا۔ فرمایا بس اسی طرح ہم کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ اُس وقت تک چھپائیں جب تک کہ قدرت کا لکھا وقت پورا ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۵۶

کافی میں جناب امام محمد باقر ابو جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ نے خلقتِ دنیا کے وقت سب سے پہلے شب قدر کو پیدا کیا۔ اور اُسی میں اوّل نبی اور اوّل وصی کو پیدا کیا اور یہ بات طے فرما دی کہ یہ رات ہر برس میں ایک دفعہ ہوا کرے اور اس میں اُن امور کی تفصیل و تفسیر اُترا کرے جو آئندہ سال تک ہونے والے ہیں۔ پس جو شخص اس کا منکر ہے وہ خدائے تعالےٰ کے علم کا ردّ کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ جتنے انبیاء اور رسول اور محدّث ہیں اُن پر وہی چیز حجت ہوتی ہے جو اُس رات میں اُن کو اُس حجت کے ساتھ پہنچی ہے جو جبرئیلؑ لے کر آتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کیا محدّثوں کے پاس بھی جبرئیلؑ یا اور فرشتے آتے ہیں؟ فرمایا انبیاؤ رسل کے بارے میں تو کچھ شک ہی نہیں اور اُس دن سے لے کر جس دن سے زمین پیدا کی گئی آخر فنائے دنیا تک یہ بھی ضرور ہے کہ کچھ لوگ ایسے رہیں جن کے پاس اس رات میں تفصیلِ امور نازل ہوتی رہے اور وہ حجتِ خدا ہوں۔ خدا کی قسم جب تک آدمؑ زندہ رہے ہر شبِ قدر میں روح فرشتہ اور اور فرشتے اُن کے پاس امرِ خدا لاتے رہے اور واللہ آدمؑ نے اُس وقت تک انتقال نہیں کیا جب تک کہ اپنا وصی مقرر نہ کر لیا۔ اور ہر نبی جو آدمؑ کے بعد ہوا اُس کو بھی اس شب میں برابر امر پہنچتا رہا اور وہ اپنے بعد اپنا وصی مقرر کرتا رہا۔ اور خدا کی قسم آدمؑ سے

لے کر جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تک ہر نبی کو جو احکام اُس رات میں ملے ہیں اُن میں یہ حکم بھی ملتا تھا کہ اپنا وصی آیندہ فلاں شخص کو کر دینا اور جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تو جو اولی الامر ہونے والے تھے اُن کے لئے تو اپنی کتاب میں خاص کر یہ فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) گویا یہ فرماتا ہے کہ میں بعد تمہارے نبیؐ کے تم کو اپنے علم کے لئے اپنے دین کے لئے اور اپنی عبادت کے لئے خلیفہ مقرر کرونگا جیسے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بعد خلیفہ میرے حکم سے مقرر کئے تھے اور اسی طرح اور نبی کرتے آئے۔ پھر فرماتا ہے يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۹) مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ لوگ اس بات پر ایمان لائیں گے کہ جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ایمان لا کے میری عبادت کریں گے۔ پس جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھیں گے وہی نافرمان ہیں۔ خداوند عالم نے والیانِ امر کے علم کو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد پائدار بنا دیا۔ وہ صاحبانِ امر ہم ہیں۔ جو تمہارا جی چاہے ہم سے دریافت کرو۔ اگر ہم تم کو ٹھیک ٹھیک بتلائیں تو پڑھو۔ مگر تم ایسا کرنے والے نہیں ہو۔ اب رہا ہمارا علم وہ تو ظاہر ہے۔ اور رہا ہمارا وقت کہ جس وقت دین کے علوم ہم سے ظاہر ہوں گے کہ آدمیوں کے مابین کوئی اختلاف ہی نہ رہے تو بہت سے دن اور رات گزرنے کے بعد اُس کا وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا ظاہر ہو جائیگا اور معاملہ ایک ہی ہوگا۔ معاملہ تو طے کر دیا گیا ہے کہ مؤمنین میں اختلاف ہی نہ ہو۔ اور اسی لئے اُن لوگوں پر گواہ مقرر کر دیا ہے تاکہ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تو ہمارے اعمال و افعال کی اور ہمارے شیعوں کے اعمال و افعال کی گواہی دیں اور ہمارے شیعہ تمام لوگوں کے اعمال و افعال کی گواہی دیں اور اللہ کو اس کے سوا اور کچھ منظور ہی نہیں کہ اُس کے حکم میں کوئی اختلاف نہ ہو اور جو اُس کے علم کے اہل ہیں اُن کے مابین کوئی تناقض نہ ہو۔ پھر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس مومن کی فضیلت جو پوری سورہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ اور اُس کی تفسیر پر ایمان رکھتا ہو اُس مومن پر جس کا ایمان ویسا نہ ہو ایسی ہے جیسے انسان کی فضیلت بہائم پر۔ اور خدا تعالےٰ اُن لوگوں کے ذریعے سے جو اس سورت پر ایمان رکھتے ہیں اُن سے جو دنیا میں اس کے مُنکر ہیں بہت کچھ عذاب دفع کرتا رہتا ہے تاکہ اُن کا آخرت کا عذاب پورا ہو اور یہ ہوتا انہی کے لئے ہے جن کی بابت اُسے اس کا بھی علم ہو کہ اُن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ جہاد کرنے

والوں کے ذریعے سے گھر میں بیٹھے رہنے والوں کی بھی بلا دفع ہوتی رہتی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس زمانہ میں سوائے حج اور عمرہ کے اور پڑوسی کا حق ادا کرنے کے اور بھی کوئی جہاد ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ! آپ مجھ سے خفا نہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ اُس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے کچھ سوال کروں۔ فرمایا بیان کر۔ اُس نے کہا کہ آپ خفا تو نہونگے؟ فرمایا اچھا میں خفا نہیں ہوں گا۔ اُس نے عرض کی آپ ہی نے شبِ قدر کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ فرشتے اور رُوح اِس میں اُتر کر اوصیاء کے پاس ہر امر لیکر آتے ہیں۔ تو کیا جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ علم نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو کوئی علم بھی ایسا نہ تھا جس کے جنابِ امیر المؤمنین علی علیہ السّلام امین نہ بنا دئے گئے ہوں؟ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شخص! تجھے مجھ سے کیا غرض ہے اور تجھے یہاں لایا کون ہے؟ اُس نے کہا کہ یہاں تو مجھے قضاؤ قدرِ الٰہی نے پہنچایا ہے اور میں یہاں طلبِ دین کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا تو اچھا اب جو کہتا ہوں اُسے سمجھ لے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جب شبِ معراج میں گئے تو اُن کے لوٹنے سے پہلے پہلے خدائے تعالےٰ نے اُن کو گزشتہ واقعات کا بھی علم دے دیا اور آئندہ کا بھی۔ مگر اس علم کا بہت سا حصہ اجمالی تھا جس کی تفصیل و تفسیر شبہائے قدر میں آیا کرتی ہے۔ یہی حالت جنابِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کی بھی تھی کہ اُن حضرتؑ کا بہت سا علم اجمالی تھا اور معاملات کی تفسیر شبہائے قدر میں اُن حضرتؑ کو بھی اُسی طرح پہنچتی تھی جس طرح کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو۔ سائل نے پوچھا کہ اجمال کی تفسیر ساتھ ہی ساتھ نہیں تھی؟ فرمایا۔ ہاں نہیں تھی۔ بلکہ وہ شب ہائے قدر میں امرِ خدا سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اوصیاء کو پہنچا کرتی تھی کہ فلاں معاملہ میں یوں کرنا اور یوں کرنا۔ اُس معاملہ کو تو وہ حضراتؑ جانتے ہوتے تھے لیکن یہ حکم (اُس شب کو) دیا جاتا تھا کہ اُس میں عمل کیونکر (کیونکر) کریں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اِسے میرے لئے اور واضح کر دیجیئے؟ فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس وقت تک انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ تمام علم اور اُس کی تفسیر اُن حضرتؑ کے پاس محفوظ نہیں ہوگئی! میں نے کہا تو پھر وہ شب ہائے قدر میں جو آتا ہے وہ کس چیز کا علم ہوتا ہے۔ فرمایا وہ حکم ہوتا ہے اور جو چیز وہ جانتے ہوتے تھے اُس میں حکم داخل نہیں ہوتا تھا۔ سائل نے عرض کی اچھا تو اب شب ہائے قدر میں جو باتیں اُن سے کی جاتی ہیں تو جو کچھ وہ پہلے سے جانتے ہیں اُن کا علم اُس کے ماسوا ہوتا ہے؟ فرمایا یہ وہ ہوتا ہے جس کے

چھپانے کا انہیں حکم دیا گیا ہے (یہ تمہیں کیونکر بتایا جائے) اور تو جو کچھ دریافت کرتا ہے اُس کی اصلی غرض سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ سائل نے کہا کہ اچھا اوصیاء وہ کچھ جانتے ہیں جو کچھ انبیاء نہیں جانتے؟ فرمایا نہیں! وصی کے پاس اُس کے سوا جس کی اُسے وصیت کی گئی اور علم ہو کیونکر سکتا ہے؟ سائل نے عرض کی تو آیا ہمیں اس کا موقعہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اوصیا میں سے ایک وہ کچھ جانتا تھا جس کا دوسرے کو علم نہ تھا؟ فرمایا نہیں! کوئی نبی نہیں مرا مگر یہ کہ اُس کا علم اُس کے وصی کے سینے میں آگیا اور فرشتے اور رُوح فرشتہ شب قدر کو وہ حکم لیکر آتا ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کے مابین احکام جاری کریں۔ سائل نے کہا تو اچھا کم از کم اُس حکم کا تو اُن کو علم نہیں ہوتا؟ فرمایا اُس حکم کا بھی علم ہوتا تھا لیکن وہ متفرق طور سے اُس حکم کا اجراء نہیں کرتے تھے جب تک کہ شب ہائے قدر میں اس کا حکم نہ آجاتا کہ آئندہ سنہ میں وہ اس اس طرح عمل کریں۔ آخر سائل نے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ! اب مجھے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اس کا انکار کرے وہ ہمارے شیعوں میں سے خارج ہے۔ سائل نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! آیا یہ بات مجھ میں آتی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شب ہائے قدر میں کوئی ایسی چیز پہنچتی ہو جس کا اُن کے پاس علم نہ ہو؟ فرمایا ایسی بات کا پوچھنا تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ گزشتہ اور آئندہ واقعات کے علم کی بابت تو یہ طے ہو ہی چکا کہ کوئی نبی اور وصی اُس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک کہ اُس کے آئندہ وصی کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ اب یہ بات جو تو دریافت کرنا چاہتا ہے تو اس کے متعلق خدائے تعالےٰ کو منظور ہی نہیں ہے کہ اوصیاء اس کا علم سوائے اوصیاء کے کسی اور کو پہنچائیں۔ تو اب سائل نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اچھا تو یہ میں کیسے پہچانوں کہ شب قدر ہر برس ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو ہر شب سورۂ دخان کو سو دفعہ پڑھا کر۔ جب تیئیسویں شب آئے گی تو جو کچھ تو پوچھ رہا ہے۔ اُس کی تصدیق تجھے خود ہو جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ گمراہ کرنے والوں کے پاس شقاوت و بدبختی کے لئے شیاطین اور ارواحِ خبیثہ کی ٹولیاں کی ٹولیاں خدائے تعالےٰ بھیجتا ہے جو تعداد میں اُن فرشتوں سے بھی زیادہ ہوتی ہیں جن کو خلیفۂ خدا کے پاس اجر و ثواب کے واسطے بھیجتا ہے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ اے ابو جعفرؑ! فرشتوں سے تعداد میں وہ زیادہ کیونکر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا اسی طرح ہو سکتے ہیں جس طرح اللہ کو منظور ہو۔ تو سائل نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اگر میں یہ حدیث اپنے شیعہ دوستوں سے بیان کرونگا تو وہ اس کا انکار کرینگے۔ فرمایا وہ اس کا کیونکر انکار کرینگے؟ عرض کی اس بنا پر

کہ لوگ اِس بات کے قائل ہیں کہ فرشتے شیاطین سے تعداد میں کہیں زیادہ ہیں۔ فرمایا یہ تو سچ کہتا ہے مگر جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اُسے بھی تو خوب سمجھ لے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا اور کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ سارے (گمراہ) جن اور سب شیاطین ائمۂ ضلالت کے پاس نہ جاتے ہوں اور ائمۂ ہدیٰ کے پاس اُتنے ہی فرشتے آتے ہیں۔ یہانتک کہ جب شبِ قدر آتی ہے تو صاحب الامر کے پاس تو اُس رات میں فرشتے جنہیں خدائے تعالےٰ نے مقرر فرمادیا ہے آتے ہیں اور اُنہی کے ہم عدد شیاطین وغیرہ حاکمِ ضلالت کے پاس جاتے ہیں اور طرح طرح کا جھوٹ اور طوفان اُس کے پاس پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح کو جب آدمی اُٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے یوں دیکھا اور یوں دیکھا۔ اور اگر اُس کی بابت صاحبُ الامر سے دریافت کرتا تو وہ یہ فرماتے کہ تو نے شیطان کو دیکھا اور اُس نے تجھے یہ اور یہ خبر دی۔ یہانتک کہ وہ اُس کی پوری تفسیر بھی کر دیتے۔ اور اُس ضلالت کا علم بھی دے دیتے جس کے اُوپر وہ قائم ہے۔ اور خدا کی قسم جو شخص شبِ قدر کی تصدیق کرتا ہے وہ یہ بھی ضرور جانتا ہے کہ وہ خاص ہمارے ہی لئے ہوتی ہے جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو علیؑ مرتضےٰ کی نسبت فرمایا کہ یہ میرے بعد تم سب کا آقا ہے۔ اگر تم اِس کی اطاعت کرو گے تو مقصدِ اصلی حاصل کرو گے۔ لیکن جو شخص شبِ قدر پر ایمان نہیں لاتا وہ منکر ہے اور جو شبِ قدر پر اس طرح ایمان لاتا ہے جس طرح کہ ہم نے نہیں سمجھا تو گویا وہ اِس بات کو سچ نہیں جانتا کہ یہ کہے کہ وہ ہمارے ہی لئے ہے اور جو اِس کا قائل نہیں ہے وہ جھوٹا ہے۔ اِس لئے کہ خدائے عزّوجلّ کی یہ شان تو ہے ہی نہیں کہ امر کو رُوح اور ملائکہ کے ساتھ کسی کافر و فاسق کے پاس بھیجے۔ کیونکہ اگر کوئی اِس کا قائل ہو کہ وہ فرشتے اُس خلیفہ کے پاس اُتر کر آتے ہیں جو جھوٹی خلافت پر مسلّط ہے تو یہ قول تو اُن کا کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ اس کے قائل ہوں کہ فرشتے کسی کے پاس بھی نہیں اُترتے تو قولِ خدا بے معنی ہوا جاتا ہے کہ کوئی چیز تو لیکے اُترتے ہیں مگر کسی کے پاس نہیں۔ اور اگر اس کے قائل ہوں جیسا کہ عنقریب ہو جائیں گے کہ یہ کوئی چیز ہی نہیں ہے تو وہ گمراہی میں پورم پار ہو گئے۔

کافی میں حسّان ابنِ مہران سے منقول ہے کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے شبِ قدر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا اُسے اکیسویں یا تیئیسویں شب کو طلب کیجئو

اُسی کتاب میں ابوحمزۂ ثمالی سے منقول ہے کہ میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابوبصیر نے عرض کی میں حضور پر قربان ہو جاؤں۔ وہ رات جس میں جو کچھ بھی اُمید کی جاتی ہے۔ وہ کونسی ہے؟ فرمایا اکیسویں یا تیئیسویں۔ اُنہوں نے عرض کی اگر مجھے اِن دونوں راتوں میں جاگنے کی توفیق نہ ہو؟ فرمایا دونوں میں سے جس میں آسانی معلوم ہو اُس میں ہی

طلب کر لیجئو۔ اس پر میں (ابو حمزہ) نے عرض کی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں تو رویتِ ہلال اور تاریخ ہوئی ہو اور دوسرے مقامات سے اس کے خلاف خبر آئی ہو؟ تو فرمایا کہ اس صورت میں چار راتیں لے لو اور اُس میں سے جس میں آسانی جانو طلب کر لو۔ میں نے عرض کی میں حضور کے قربان ہو جاؤں۔ تیئیسویں شب تو شبِ جہنی مشہور ہے؟ فرمایا ہاں! یہ تو کہنے کی بات ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں قربان ہو جاؤں۔ سلیمان ابنِ خالد نے تو یہ روایت کی ہے کہ اُنیسویں شب میں تو حاجیوں کا گروہ لکھا جاتا ہے؟ فرمایا اے ابو محمد! حاجیوں کا گروہ شبِ قدر میں لکھا جاتا ہے اور جتنی موتیں ہونے والی ہیں۔ جتنی بلائیں آنے والی ہیں۔ جتنے رزق ملنے والے ہیں اور جو جو کچھ اُس رات سے لے کر آئندہ سال کی اُسی رات تک ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ پس تو شبِ قدر کی تلاش اکیسویں اور تیئیسویں میں کیا کر۔ اور ہر ایک میں سو رکعتیں پڑھا کر اور ہر ایک میں اگر تجھ سے ہو سکے تو صبح کے روشن ہو جانے تک جاگتا رہا کر اور دونوں میں غسل بھی کیا کر۔ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اگر میں کھڑے ہو کر یہ نمازیں نہ پڑھ سکوں؟ فرمایا تو بیٹھے ہی بیٹھے پڑھ لیا کر۔ میں نے عرض کی کہ اگر میں بیٹھے بیٹھے بھی نہ پڑھ سکوں؟ فرمایا تو لیٹے ہی لیٹے سہی۔ ہاں اس کا کچھ حرج نہیں ہے کہ اوّل رات میں تھوڑا سا سو بھی لے۔ اس لئے کہ ماہ مبارک رمضان میں آسمان کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ شیاطین قید کر لئے جاتے ہیں اور مؤمنین کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ بہت ہی اچھا ہے۔ وہ عہدِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں رزق دئے جانے کا مہینہ کہلاتا تھا۔

قولِ مترجم۔ اس روایت میں لفظ شبِ جہنی جو آیا ہے یہ ایک انصاری تھے جن کا نام عبداللہ بن انیس تھا۔ اُنہوں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ! میرا مکان مدینہ سے دُور ہے اس لئے مجھے ماہِ مبارک کی کوئی ایک شب بتا دیجئے جس میں میں حاضر ہوں اور بیدار رہوں۔ تو آنحضرتؐ نے اُن کو تیئیسویں شب بتلا دی تھی۔ اسی وجہ سے یہ رات شبِ جہنی مشہور ہو گئی ہے۔

اُسی کتاب میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ اُنہوں نے جنابِ امام محمد باقر یا جنابِ امام جعفر صادق علیہما السلام سے شبِ قدر کی علامت دریافت کی تو آنحضرتؑ نے فرمایا کہ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہوا اُس کی خوشبودار ہو جاتی ہے۔ اور اگر سردی کا موسم ہو تو گرمی ہو جاتی ہے اور اگر گرمی کا موسم ہو تو ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ مگر بہت ہی خوشگوار۔ پھر اُنہوں نے شبِ قدر کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ اُس میں فرشتے اور لکھنے والے آسمانِ دنیا پر اُتر کر آجاتے

ہیں اور آیندہ سال بھر میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندوں پر جو جو کچھ افتاد پڑنی ہوتی ہے وہ سب کچھ لکھ لیتے ہیں۔ مگر ہر امر مشیت پر موقوف رہتا ہے کہ جس کو چاہے مقدم کر دے۔ جس کو چاہے مؤخر کر دے۔ جس کو چاہے محو کر دے اور جس کو چاہے قائم کر دے۔ کیونکہ اصلی نوشتہ تو اُسی کے پاس ہے۔ **قولِ مترجم**۔ مخالفین کے ہاں بجائے تیئیس ۲۳ کے ستائیس ۲۷ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہیں تحقیق سے ثابت ہوئیں (۱) یہ کہ اہلبیت نے جو کچھ فرمایا ہو مذہب فاروق کو اُس کے خلاف ہونا لازم ہے۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک مرتبہ خلیفہ جی نے شبِ قدر کی تعیین دریافت کی تو اُنہوں نے بطور مزاح یہ کہدیا کہ "لیلۃ القدر" میں نو حرف ہیں۔ اور سورۂ قدر میں تین مرتبہ "لیلۃ القدر" آیا ہے۔ نو کو تین میں ضرب دو۔ ستائیس ۲۷ ہو گئے۔ لہذا قرینہ یہ ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ پس جو بات خلیفہ جی کے ذہن نشین ہو گئی وہی مُریدوں کی کھوپری میں بھی سما گئی۔ اس کا نکالنا اللہ کے زبردست جوتے کا کام ہوگا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ شبِ قدر ہزار مہینے سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ اس شب میں عمل کرنا ایسے ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شبِ قدر نہ ہو۔

اُنہی حضرت سے ابوبصیر نے یہ بھی روایت کی ہے کہ توریت ۶ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل ۱۲ رمضان کو اور زبور ۱۸ رمضان کو اور قرآنِ مجید شبِ قدر میں نازل ہوا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ حمران نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالے کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۴) کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا ہاں یہ شبِ قدر ہے کہ ہر سال ماہِ مبارکِ رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے۔ اور قرآنِ مجید شبِ قدر ہی میں نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالے فرماتا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۵) فرمایا شبِ قدر میں ہر چیز کا اندازہ کیا جاتا ہے جو اُس پورے برس میں آیندہ سال کی شبِ قدر تک ہونے والا ہے۔ خیر ہو یا شر۔ طاعت ہو یا معصیت۔ اولاد ہو یا اجل۔ یا رزق۔ غرض قضاؤ قدر خواہ مقدر ہو یا محتوم۔ مگر ہر امر میں مشیتِ پروردگارِ عالم مشروط ہے۔ حمران کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے خدائے تعالے نے کیا مُراد لی ہے؟ فرمایا جو عملِ صالح اُس میں کیا جائے۔ نماز، زکوٰۃ اور طرح طرح کے خیر و خیرات وہ ایسے ہزار مہینے کے عمل سے بہتر ہے۔ جن میں شبِ قدر نہ ہو۔ اور اگر خدائے تبارک و تعالے مؤمنین کے لئے اس

طرح ثواب نہ بڑھاتا تو وہ اُن درجوں کو نہ پہنچ سکتے لیکن وہ تو اُن کی نیکیوں کو بڑھاتا ہی رہتا ہے

اُسی کتاب میں یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے شبِ قدر کی بابت سوال کرتے سُنا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے اطلاع دیجئے کہ آیا شبِ قدر ہر سال ہوتی ہے؟ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر شبِ قدر اُٹھا لی جائے تو قرآن مجید بھی اُٹھا لیا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۵۶

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ تلاوت فرمائی اُس وقت اُن حضرتؑ کی خدمت میں حسنین علیہما السّلام حاضر تھے۔ امام حسین علیہ السّلام نے عرض کی بابا! آپ کے مُنہ سے یہ سورہ کس قدر شیریں معلوم ہوتا ہے! ارشاد فرمایا کہ اے نورِ نظر! اے فرزندِ رسولؐ! اِس سورہ کے متعلق جو باتیں میں جانتا ہوں اُن سے تم ابھی واقف نہیں ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو تمہارے جدِ بزرگوار جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو تم نے مجھے طلب فرمایا۔ جب میں حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے میرے سامنے یہ سورہ تلاوت فرمایا۔ پھر میرے دہنے کاندھے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بھائی! اور اے میرے وصی! اور اے میرے بعد میری اُمّت کے حاکم! اور میرے دشمنوں سے قیامت تک لڑنے والے! میرے بعد یہ سورہ تمہارے لئے ہے۔ اور تمہارے بعد تمہارے دونوں فرزندوں کے لئے۔ (اے علیؑ!) جبرئیلؑ فرشتوں میں سے میرا بھائی ہے اور سال بھر میں میری اُمّت سے جو جو کچھ ہوتا ہے وہ مجھے بتا دیا کرتا ہے۔ اور جیسا نبیوں کو بتا دیا کرتا تھا اُسی طرح آئندہ تمہیں بتایا کرے گا۔ اور اِس سورہ کا نور تمہارے دِل میں اور تمہارے اوصیاء کے دل میں ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ کی صبح طالع ہونے تک چمکتا رہیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۵۸

اخراج میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام کے سامنے جب یہ سورت پڑھی گئی تو اُن حضرتؑ نے فرمایا اے انسان میں ہوں اور مجھی سے زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی۔

علل الشرائع میں تمیم ابنِ حاتم سے روایت ہے کہ جب ہم بصرہ کی طرف چلے ہیں تو جنابِ امیر علیہ السّلام کے ساتھ تھے۔ راستہ میں یکایک زمین میں زلزلہ آیا تو اُن حضرتؑ نے اپنا دستِ مبارک اُس پر مارا (اور) یہ فرمایا کہ تجھے ہو کیا گیا ہے! پھر اپنا دستِ مبارک ہماری

طرف کرکے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جس کا ذکر خدائے تعالےٰ نے اپنی زبردست کتاب میں فرمایا ہے تو زمین مجھ کو جواب دیتی لیکن یہ وہ زلزلہ نہیں ہے۔

تفسیر برہان میں حسن ابن عبدالرحیم سے روایت ہے کہ میں کسی عالم کی صحبت سے اُٹھ کر آرہا تھا کہ میرا گذر سلمانِ شاد کوفی کے پاس سے ہوا۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ میں نے کہا کہ فلاں عالم مصنفِ کتابِ الوحدت کی صحبت سے آرہا ہوں۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اُس جلسہ میں اُنہوں نے کیا کیا باتیں کی تھیں؟ میں نے کہا کہ جنابِ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے کچھ فضائل بیان کئے تھے۔ فرمایا میں تمہیں ایسی فضیلت سُناتا ہوں جو چھ واسطوں سے مجھ تک پہنچی ہے۔ اور اُن میں سے ہر راوی قریشی ہے۔ پھر وہ فضیلت یوں سُنائی کہ عمر ابنِ خطاب کے زمانہ میں بقیع کے قبرستان میں زلزلہ آیا جس سے اہلِ مدینہ چیخ اُٹھے۔ عمر اور اور اصحاب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگنے کے لئے نکلے کہ زلزلہ ٹھہرے۔ مگر زلزلہ بڑھتا ہی چلا گیا یہانتک کہ فصیلِ مدینہ تک نوبت پہنچی اور شہر والوں نے ارادہ کرلیا کہ شہر سے نکل جائیں۔ اُس وقت عمر نے کہا کہ کوئی ذرا حضرت علیؑ کو میرے پاس بُلا لائے۔ حضرتؑ آئے تو عرض کرنے لگا کہ اے ابوالحسن! آپ گورستانِ بقیع اور اُس کے زلزلہ کو دیکھ رہے ہیں اب تو فصیلِ مدینہ تک نوبت آگئی اور اہلِ مدینہ کوچ پر بھی تیار ہوگئے۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اصحابِ رسولؐ میں سے جو بدری ہیں اُن میں سے سو کو میرے پاس بُلاؤ۔ جب حاضر ہوئے تو اُن میں سے دس کو چھانٹا اور اپنے پیچھے مقرر کیا۔ اور نوّے کو اُن کے پیچھے رکھا۔ اُس وقت مدینہ میں کوئی ایسا باقی نہیں رہا کیا کنواری کیا بیاہی کہ باہر نہ نکل آئی ہو۔ پھر ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ اور عمارؓ کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ تم میرے آگے آگے رہو جبتک کہ میں گورستانِ بقیع کے بیچوں بیچ نہ پہنچ لوں۔ لوگ حضرتؑ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ جب اُس جگہ پہنچے تو زمین پر اپنا پاؤں مارا۔ پھر تین دفعہ فرمایا تجھے ہوکیا گیا ہے؟ تجھے ہوکیا گیا ہے؟ تجھے ہوکیا گیا ہے؟ وہ ٹھہر گئی۔ تو پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے اس واقعہ کی بھی اطلاع دی تھی اور اس دن کی بھی اور اس ساعت کی بھی اور لوگوں کے اس طرح جمع ہونے کی بھی اور خدائے تعالےٰ بھی اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا۔ مگر یہ وہ زلزلہ نہ تھا اور نہ زمین اپنے تمام دفینے میرے سامنے نکال کر اُسی وقت ڈال دیتی جبکہ میں نے اُس سے یہ کہا تھا کہ تجھے ہوکیا گیا ہے؟ پھر وہ حضرتؑ اپنے دوسرا کو اور آؤ لوگ اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۵۹

تفسیر برہان میں ابوبصیر نے قولِ خدائے تعالےٰ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا کے متعلق جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا یہ سورت وادی یابس کے رہنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ مولا! اُن کا حال اور قصّہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اُن کے بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے تھے اور آپس میں پختہ طور پر یہ عہد و پیمان کر لیا تھا کہ نہ ایک شخص دوسرے سے خلاف وعدگی کرے گا۔ نہ ایک دوسرے کی نصرت چھوڑے گا۔ اور نہ ایک دُوسرے سے مُنہ موڑے گا۔ بلکہ سب کے سب اسی حلف پر ایک ہی جگہ مر جائینگے (اور) محمدؐ (مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علی (مرتضےٰ علیہ السّلام) کو قتل کر کے چھوڑینگے چنانچہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کو اُن کے اِس قصّہ کی اور اِس عہد و پیمان کی خبر پہنچائی۔ اور یہ حکم بھی پہنچایا کہ آپ ان کے مقابلہ میں ابوبکر کو مہاجرین و انصار کے چار ہزار سوار دے کر بھیجدیجئے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین و انصار! جبرئیلؑ امین نے مجھے خبر پہنچائی ہے کہ اہلِ وادی یابس بارہ ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے ہیں اور اُنہوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کر لیا ہے کہ اُن میں سے ایک دُوسرے کے ساتھ بیوفائی نہ کرے اور نہ ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگے اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے مُنہ موڑے۔ جہانتک کہ مجھے اور میرے بھائی علیؑ ابنِ ابی طالب کو قتل نہ کر ڈالیں۔ اور مجھے خدائے تعالےٰ کا یہ حکم پہنچا ہے۔ کہ میں اُن کی طرف ابوبکر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجوں۔ تم اپنے کاروبار کو ٹھیک کر لو اور دشمن پر چڑھائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور پیر کے دن برکت کی دعا کر کے اور خدا کا نام لیکر کوچ کر جاؤ۔ مسلمانوں نے اُسی وقت سے تیاری شروع کر دی اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو خاص احکام سُنا دئے۔ منجملہ اُن کے ایک حکم یہ بھی تھا کہ جسوقت تمہارے اُن کے مڈبھیڑ ہو تو پہلے اُن پر اسلام عرض کرنا۔ اگر وہ متابعت کر لیں فہوالمراد اور اگر متابعت نہ کریں تو اُن سے لڑنا۔ لڑنے والوں کو تو قتل کرنا اور اُن کے بال بچّوں کو اسیر کر لینا اور اُن کے مال پر قبضہ کر لینا اور اُن کی جائدادوں اور مکانات کو برباد کر دینا پس ابوبکر اور مہاجرین و انصار جو اُن کے ساتھ میں تھے خوب سج سجا کے (برات کی طرح) تھوڑا تھوڑا فاصلہ طے کرتے ہوئے آہستہ آہستہ وادی یابس تک پہنچے۔ جب اُن لوگوں کو اِن کے اُترنے کی خبر ملی کیونکہ ابوبکر اور اُن کے ساتھی اُن کے قریب ہی اُترے تھے تو اُس وقت وادی یابس کے باشندوں میں سے دو سو (۲۰۰) آدمی اپنے ہتھیار چھپائے ہوئے ان کے پاس آئے

اور آمنا سامنا ہوتے ہی اِن سے کہنے لگے کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ لازم ہے کہ تمہارا سردار ہمارے سامنے آوے کہ ہم اُس سے باتیں کریں؛ چنانچہ ابوبکر اپنے مسلمان ساتھیوں کے گروہ کو لیکر اُن کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ابوبکر میں ہی ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ تیرے یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ کہا مجھے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کروں اور یہ کہ تم بھی اُسی میں داخل ہو جاؤ جس میں کہ مسلمان داخل ہیں۔ اُن کے نفع کو تم اپنا نفع سمجھو اور اُن کے نقصان کو نقصان۔ ورنہ پھر ہمارے اور تمہارے مابین لڑائی ہوگی۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ لات و عزّٰے کی قسم اگر ہمارے اور تیرے مابین قریب کا رشتہ نہ ہوتا تو ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اِس طرح قتل کرتے کہ تم بعد میں آنے والوں کے لئے افسانہ بن جاتے۔ اب تو اور تیرے ساتھی خیر سے چلے جاؤ اور اپنی خیر مناؤ کیونکہ ہم تو تمہارے سردار اور اُن کے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کی جان کے خواہاں ہیں (تم سے کوئی غرض نہیں رکھتے) اب ابوبکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یارو تعداد میں یہ تم سے زیادہ اور تیاری سامان میں تم سے کہیں بڑھے ہوئے اور تمہارے گھر تمہارے مسلمان بھائیوں سے کہیں زیادہ دُور ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ صلاح ہے کہ پھر چلو کہ ہم جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِن کے حال سے اطلاع دیدیں۔ سب نے یک زبان یہ کہا کہ اے ابوبکر! تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو حکم آنحضرتؐ نے دیا ہے اُس کی مخالفت کرتا ہے! تو اللہ سے ڈر اور اِن لوگوں سے لڑ اور قولِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت نہ کر! ابوبکر نے کہا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور حاضر کو وہ چیز سوجھتی ہے جو غائب کو نظر نہیں آتی۔ تب وہ وہاں سے چلدیا۔ اور سب لوگ بھی چل دیئے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن باتوں کی بھی خبر پہنچی جو اُن لوگوں نے کہی تھیں اور جو جواب ابوبکر نے دیا تھا اُس کی بھی خبر پہنچی پس آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تو نے ہمارے حکم کی مخالفت کی اور جو حکم میں نے تجھ کو دیا تھا اُس کو بجا نہ لایا۔ پس خدا کی قسم تو میرے حکم کے بجا نہ لانے کا گنہگار ہُوا۔ اُس کے بعد آنحضرتؐ اُٹھے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ اے گروہِ مسلمین! میں نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ اہلِ وادی یابس کی طرف جائے اور اُن کے سامنے اسلام پیش کرے اور اُن کو اللہ کے دین کی طرف بُلائے۔ اگر وہ قبول کریں تو بہتر ورنہ اُن سے لڑے۔ ابوبکر اُن کی طرف گیا تو مگر اُن میں سے صرف دو سو آدمی نکل کر اُس کی طرف آئے تھے اُن کا محض کلام ہی سُنا تھا نہ مقابلہ کی نوبت آئی اور نہ کوئی ہتھیار کھایا۔ باتیں ہی باتیں سُن کے

چھاتی پھٹ گئی اور دل میں اُن کا رُعب بیٹھ گیا۔ میرے قول کو ترک کیا اور میرے حکم کی اطاعت نہ کی۔ (خائب و خاسر واپس آگیا) اب جبرئیلؑ میرے پاس منجانب اللہ یہ حکم لائے ہیں کہ بجائے ابوبکر کے عمر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اُن کی طرف بھیجوں۔ پس اے عمر! اللہ کا نام لیکے روانہ ہوجا اور وہ کرتوت نہ کیجیو جو تیرے بھائی ابوبکر نے کی! اِس لئے کہ اُس نے یقیناً اللہ کی بھی نافرمانی کی اور میری بھی نافرمانی کی۔ غرض عمر کو بھی وہی احکام دئے جو ابوبکر کو دئے تھے۔ اب عمر اور وہی مہاجر و انصار جو ابوبکر کے ساتھ تھے روانہ ہوئے۔ مگر مسافت آہستہ آہستہ طے کی تا آنکہ اُن لوگوں کے سر پر جا پہنچے اور اتنے قریب ہوگئے کہ یہ اُن کو دیکھتے تھے اور وہ اِن کو۔ اُن میں سے دو سو آدمی نکل کر اِن کی طرف بھی آئے اور عمر سے اور اُس کے ساتھیوں سے ویسی ہی باتیں کیں جیسی ابوبکر سے کی تھیں۔ عمر نے جو اُن لوگوں کے ساز و سامان اور اُنکی جمعیت دیکھی تو اُس کے اوسان خطا اور حواس باختہ ہوگئے۔ بچہ وہاں سے پلٹ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔ اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عمر کی کرتوت سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مطلع کیا۔ اور اِس بات سے کہ وہ خود بھی وہاں سے چلدیا اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا ادا فرمائی۔ اور لوگوں کو عمر کی کرتوت سے اطلاع دی۔ اور یہ بھی جتلایا کہ میرے حکم کے خلاف اور میرے قول کی نافرمانی کرکے خود بھی وہ وہاں سے چلا آیا اور مسلمان بھی اُس کے ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ اب عمر بھی آپہنچا اور اُس نے اپنی کتھا ویسی ہی سُنائی جیسی اُس کے یار پہلے سُنا چکے تھے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اے عمر! تونے مالکِ عرش و کرسی خدائے تعالےٰ کی بھی نافرمانی کی اور میری بھی نافرمانی کی۔ میرے قول کے مخالف اور اپنی رائے کے موافق تونے عمل کیا۔ خدا کرے ہمیشہ تیری رائے حق کے خلاف ہی رہے۔ اب جبرئیلؑ امین نے مجھے حکم پہنچایا ہے کہ میں اِن مسلمانوں کا سرگروہ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو بنا کر بھیجوں اور مجھے یہ بھی خبر پہنچائی ہے کہ خدائے تعالےٰ علیؑ اور اُن کے ساتھیوں کے ہاتھوں پر اِس مہم کو فتح فرمائیگا۔ پس علی علیہ السلام کو بُلایا اور ہدایتیں ویسی ہی فرمائیں جیسی ابوبکر و عمر اور اُن کے چار چار ہزار ساتھیوں کو فرمائی تھیں۔ اور اُن کو یہ خبر بھی دے دی کہ فتح عنقریب تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ پس علی علیہ السلام مع مہاجرین و انصار کے روانہ ہوگئے۔ مگر اُس رفتار سے نہیں چلے جس طرح ابوبکر و عمر گئے تھے بلکہ یلغار کرتے ہوئے گئے جس سے ساتھی پریشان ہوگئے کہ کہیں تکان ہمارا خاتمہ نہ کردے اور ہمارے گھوڑے بیکار نہ ہوجائیں۔ جنابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا ذرا نہ

ڈرو اور ذرا نہ گھبراؤ اس لئے کہ حکم تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے اور خبر خدائے تعالےٰ نے پہنچائی ہے کہ خدائے تعالےٰ میرے اور تمہارے ہاتھوں پر فتح فرمائے گا۔ لہذا کچھ بھی ہو تم خدا کی راہ میں تعب اُٹھاؤ کہ تم خود خیر پر ہو اور خیر کی طرف چلے جا رہے ہو۔ یہ خوشخبری سُن کر اُن کے دل خوش ہو گئے اور نفوس میں بھی اتنی قوت آگئی کہ وہ کئی منزلیں دو منزلہ منزلہ کر کے طے کر گئے جب اُن لوگوں سے اتنے قریب پہنچے کہ یہ اُن کو اور وہ انکو دیکھ سکتے تھے تو حضرتؑ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اُتر پڑو۔ اہلِ وادیٔ یابس نے بھی علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے اور اُنکے اصحاب کے آنیکی خبر سُنی تو اُن کے ۲۰۰ دو سو آدمی پورے پورے مسلح ہو کر حضرتؑ کی طرف آئے۔ حضرتؑ بھی گنتی کے آدمی ساتھ لے کر اُن سے باتیں کرتے نکل کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آتے ہو۔ کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میں علیؑ بن ابیطالب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچیرا بھائی اور اُن کا دینی بھائی ہوں اور تمہاری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر ہو کر آیا ہوں۔ تاکہ تم کو اس بات کی شہادت دینے کی دعوت دوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور اگر تم ایمان لے آئے تو نفع و نقصان میں تمام مسلمان تمہارے شریک ہیں اور تم تمام مسلمانوں کے شریک ہو۔ اُنہوں نے سُنکر کہا کہ ہمارا مطلب تم ہی سے تھا۔ ہم نے تمہاری باتیں سُن لیں۔ اب تم اچھی طرح ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی آمادۂ پیکار کر لو۔ اور سمجھ لو کہ ہم تم سے اور تمہارے اصحاب سے ضرور لڑینگے اور کل صبح ہماری تمہاری لڑائی ہے۔ کسی عذر و حیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ وائے ہو تم پر۔ تم کثرت اور جمعیت سے مجھے ڈراتے ہو حالانکہ میری مدد پر اللہ اور اُس کے فرشتے اور کُل مسلمان ہیں۔ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی میں کوئی قوت اور قدرت نہیں ہے وہ لوگ تو اپنے مقام کو واپس گئے اور حضرتؑ اپنے پڑاؤ پر پلٹ کر آ گئے۔ اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے جانوروں کی اچھی طرح خدمت کریں۔ اور خوب گھانس دانہ کھلا کر اچھی طرح چاق و چوبند کر لیں اور صبح ہونے سے پہلے پہلے زین کاٹھی کس کسا کر کیل کانٹے سے لیس کر رکھیں۔ جیسے ہی پَو پھٹی حضرتؑ نے اندھیرے ہی اندھیرے نمازِ جماعت پڑھا اپنے اصحاب سمیت اُن لوگوں پر چھاپا مارا اور جب تک کہ حضرتؑ کے گھوڑوں سے کچلے نہ گئے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور حضرتؑ کے ساتھیوں میں سے جو سب سے پیچھے تھے اُنکو ابھی خبر بھی نہ ہونے پائی کہ یہاں لڑنے والوں کو قتل بھی کر دیا اور اُن کے اہل و عیال کو اسیر بھی کر لیا۔ مال اُن کے لُوٹ لئے۔ مکانات اُن کے منہدم کر دئے۔ قیدی اور مال لیکر حضرتؑ مدینہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جبرئیل امین نے نازل ہو کر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح کی خبر پہنچائی جو کہ خدائے تعالےٰ نے علی مرتضےٰ علیہ السّلام

اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائتعالےٰ کی حمد وثنا فرمائی اور لوگوں کو اُس فتح کی خبر سُنائی جو مسلمانوں کو میسّر آئی تھی اور یہ بھی اطلاع دیدی کہ مسلمانوں میں سے دو سے زیادہ شہید بھی نہیں ہوئے۔ اور منبر سے اُتر آئے۔ پھر موقعۂ مناسب پر مدینہ کے تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے استقبال کو نکلے اور تین میل آگے بڑھ کر ملے۔ جب جنابِ علی مرتضےٰ علیہ السّلام کی نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی فوراً اپنی سواری سے اُتر پڑے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُنکو دیکھکر اُتر پڑے اور بڑھ کر نہایت محبت سے اپنی چھاتی سے لگالیا اور دونوں آنکھوں کے مابین بوسہ دیا مسلمانوں کا سارا گروہ علی مرتضےٰ کی تعظیم کرنیکے لئے نیچے اُتر پڑا۔ جہاں سے جنابِ رسولِ خدا اُترے تھے۔ جنابِ امیر علیہ السّلام نے تمام مالِ غنیمت اور قیدی اور جو کچھ اہلِ وادیٔ یابس کے ہاں سے خدائتعالےٰ نے دلوایا تھا وہ سب پیشکش کر دیا۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو سوائے روزِ فتح خیبر کے کبھی اتنا مالِ غنیمت نہ ملا تھا۔ اس لئے کہ اہلِ وادیٔ یابس کا ساز و سامان اہلِ خیبر کی مانند تھا۔ یہ سورۂ وَالْعٰدِیٰتِ خدائتعالےٰ نے جنابِ امیر علیہ السّلام کی اُسی فتح نمایاں کے بارے میں نازل فرمائی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۹ متعلق صفحہ ۹۵۹

کافی میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ عیسےٰ ابنِ مریم علیہ السّلام کا ایک ایسی بستی پر گزر ہوا جس کے باشندے اور چرندے اور پرندے سب مر گئے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ غضبِ الٰہی سے یہ سب ایک ہی وقت میں مر گئے ہیں۔ اگر متفرق اوقات میں مرے ہوتے تو انہوں نے ایک دوسرے کو دفن کیا ہوتا۔ حواریوں نے عرض کی کہ یا رُوح اللہ! اور اے کلمۃ اللہ! آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ ان کو ہماری خاطر سے زندہ کر دے تاکہ یہ ہم کو اپنے اعمال کی اطلاع دیں کہ ہم ویسے اعمال سے اجتناب کریں۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی تو اُن کو مابین زمین و آسمان سے یہ آواز آئی۔ کہ تم اُن کو آواز دو۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام رات کے وقت زمین کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اس بستی کے باشندو! اُن میں سے ایک جواب دینے والے نے جواب دیا کہ اے رُوح اللہ! اور اے کلمۃ اللہ! لبیک! (میں حاضر ہوں) حضرتؑ نے فرمایا وائے ہو تم پر۔ تمہارے اعمال کیسے تھے؟ اُس نے عرض کی طاغوت کی عبادت۔ دنیا کی محبت۔ خوف بہت کم کرنا۔ امیدیں بڑی بڑی باندھنا۔ اور لہو و لعب سے غفلت میں پڑے رہنا۔ فرمایا کہ دنیا کی محبت کیسی تھی؟ اُس نے عرض کی جیسے بچہ کو اپنی ماں سے ہوتی ہے کہ جب اُس کا رُخ ہماری طرف ہوتا تھا تو ہم کو بہت فرحت اور مسرت ہوتی تھی اور بڑی خوشی مناتے تھے! اور جب ہماری طرف سے مُنہ پھیر لیتی تھی تو ہم کو بہت رنج و الم ہوتا تھا اور ہم بہت

روتے پیٹتے تھے۔ فرمایا کہ طاغوت کی عبادت تمہاری کیسی تھی؟ اُس نے عرض کی کہ گنہگاروں کی ہم اطاعت کیا کرتے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا پھر تمہارا انجام کیا ہوا؟ اُس نے عرض کی کہ رات کو ہم بھلے چنگے سوئے اور صبح کو ہم نے اپنے تئیں ہاویہ میں پایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ اُس نے عرض کی کہ سجّین۔ فرمایا سجّین کیا ہے۔ اُس نے عرض کی پہاڑ ہیں جن کے پتھر قیامت کے دن تک ہمارے لئے شعلہ ور رہیں گے۔ فرمایا کہ جب تم ہاویہ میں پہنچے تو تم نے کیا کہا اور تم کو کیا جواب ملا؟ عرض کی ہم نے یہ کہا کہ ہم کو پھر دنیا میں بھیج دیا جائے ہم زہد اختیار کریں گے۔ جواب ملا کہ تم جھوٹے ہو۔ فرمایا وائے ہو تم پر تیرے سوائے ان میں سے اور کوئی مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ عرض کی اے رُوح اللہ! ان سب کے دہانوں پر آتشیں لگامیں چڑھی ہوئی ہیں اور وہ نہایت سخت گیر اور غصہ ور فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں اور میں تو ان لوگوں میں رہتا تھا اصلاً ان میں سے نہ تھا۔ جب عذاب نازل ہوا تو ان کے ساتھ میں بھی لپیٹ لیا گیا۔ (گویا وہی مثل ہوئی کہ گیہوں کے ساتھ گھُن بھی پس گیا) اس وقت میری یہ حالت ہے کہ میں کنارۂ جہنم کے ایک بال کے ذریعے سے لٹکا ہوا ہوں۔ یہ میں نہیں جانتا کہ میں اوندھے مُنہ اُس میں گرا دیا جاؤں گا یا نجات پا جاؤنگا۔ اُس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السّلام حواریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے دوستان خدا! دنیا و آخرت کی عافیت کے ساتھ اگر سوکھی روٹی نمک کے ساتھ ملے تو وہ بہت ہی اچھی ہے (بہ نسبت اس کے کہ طرح بطرح کی نعمتیں کھانے پینے اور پہننے کو ملیں اور انجام ایسا ہو جیسا کہ اس بستی والوں کا ہوا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۰

روضۃ الواعظین میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا تکاثر سے مراد ہے مال کا زیادہ ہونا اس طرح کہ بطریقِ ناحق حاصل کر کے جمع کیا ہو۔ یا حقدار کا حق روک کر اکٹھا کیا ہو اور برتنوں میں اُس وقت تک روک روک کے رکھا ہو جب تک کہ موت نہ آگئی ہو۔

نیز تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی سورت پڑھی پھر ارشاد فرمایا کہ فرزندِ آدمؑ یہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے حالانکہ اس مال میں سے تیرا مال صرف اتنا ہی ہے جتنا تو کھا کر ہضم کر لے یا پہن کر پھاڑ دے یا خیرات کر کے اپنے ساتھ لیتا جائے۔

تفسیر اہلبیت علیہم السّلام میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کے دو مرتبہ ہونے کی وجہ یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ زمانۂ رجعت میں تم کو علم حاصل ہوگا اور دوسری مرتبہ قیامت میں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۰

تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ القمی سے روایت ہے کہ ابراہیم ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی حضور میں حاضر تھے۔ ہم نے یہ کہا کہ دنیا میں نعیم حقیقی تو موجود نہیں ہے۔ اُن لوگوں میں سے جو حضرتؑ کی حضور میں تھے ایک عالم نے خدا تعالےٰ کا یہ قول پڑھ دیا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ پھر یہ کہا کہ یہ نعیم تو دنیا میں موجود ہے اور اُس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ اس پر جناب امام رضا علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا کہ تم اس کی یہی تفسیر کرتے ہو حالانکہ تم لوگوں نے اسکی کئی تفسیریں کر دی ہیں۔ ایک گروہ تو ٹھنڈا پانی بتلاتا ہے اور دوسرا نفیس کھانا اور تیسرا میٹھی نیند۔ حالانکہ میرے والد ماجد نے میرے جدِ امجد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی کہ اُن حضرتؑ کے روبرو تم لوگوں نے یہی اقوال خدا تعالےٰ کے اسی قول ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ کے بارے میں بیان کئے تھے تو حضرتؑ غضبناک ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ خدائے تعالےٰ اپنے بندوں سے اُن چیزوں کی بابت ہرگز سوال نہ فرمائیگا جو اُس نے بطور فضل و کرم و احسان کے اُن کو عطا فرمائی ہیں۔ احسان جتلانا تو مخلوق کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ بلکہ نعیم ہم اہلبیتؑ کی محبت و موالات ہے۔ جس کی نسبت خود خدا تعالےٰ بعد توحید و نبوت کے سوالات کے ہر بندہ سے سوال کریگا۔ اگر بندہ نے اُسے پورا کیا ہوگا تو اُسے اُس جنت کی نعیم تک پہنچا دیگا جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ نیز میرے والد ماجد نے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے خود جناب امیر علیہ السلام کی یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی۔ کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا علیؑ! بندہ سے اُس کی موت کے بعد اوّل چیز جو دریافت کی جائے گی وہ شہادت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور یہ کہ تم کل مؤمنین کے ولی و مولا اُسی شان سے ہو جس شان سے خدا نے اور میں نے تم کو مقرر کیا ہے۔ پس جو شخص اس کا اقرار کریگا اور اس کا اعتقاد بھی رکھتا ہوگا وہ اُس نعیم تک پہنچ جائیگا۔ جس کے لئے کوئی زوال نہیں۔

نیز اُسی کتاب میں جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام عراق میں تشریف لائے۔ حیرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ تو ابو حنیفہ بھی حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرتؑ سے اُس نے بہت سے مسئلے دریافت کئے۔ از آنجملہ یہ بھی تھا کہ میں قربان ہو جاؤں امر بالمعروف سے کیا مراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ! اَلْمَعْرُوْفُ وہ ہے جسے آسمان والے بھی پہچانتے ہوں اور زمین والے بھی۔ اس سے مراد جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔ اور امر بالمعروف سے مُراد اُن حضرتؑ کی پیروی و تمسک کا

حکم دیتا ہے) پھر اُس نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں اَلْمُنْکَرُ کیا ہے؟ فرمایا وہی دونوں جنہوں نے اُن حضرتؑ کے حق کو دبا لیا۔ اُن حضرتؑ کے معاملہ کو خراب کیا۔ اور لوگوں کو اُن حضرتؑ کے برخلاف اُبھار دیا۔ (اور نہی عن المنکر سے مراد ہے لوگوں کو اُن دونوں کی اطاعت سے باز رکھنا) ابوحنیفہ نے عرض کی کہ اگر کسی شخص کو خدا کی نافرمانی کرتے دیکھیں اور اُس سے اُسے باز رکھیں تو آیا یہ نہی عن المنکر نہیں ہے؟ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہ نہی عن المنکر ہے اور نہ امر بالمعروف بلکہ یہ تو ایک نیکی ہے جو بندہ نے اپنے لئے کی۔ ابوحنیفہ نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں۔ مجھے خدائے تعالےٰ کے اس قول ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ کا مطلب بھی سمجھا دیجئے؟ فرمایا اے ابوحنیفہ! اب تک تو کیا سمجھا ہوا ہے پہلے یہ بتا؟ اُس نے کہا۔ میں تو یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ جان امان و امن میں ہو۔ جسمانی صحت حاصل ہو اور کھانے کو ملتا ہو۔ فرمایا اے ابوحنیفہ! اگر خدائے تعالےٰ یہ سب چیزیں تجھے عطا فرما دے اور قیامت کے دن تجھے کھڑا کر کے ایک ایک لقمہ کا حساب لے جو تو نے کھایا ہو اور ایک ایک گھونٹ کی باز پرس کرے جو تو نے پی ہو تو تیرا کھڑا ہونا بہت طولانی ہوگا اور اس حساب سے کل بندے کتنے عرصے میں حساب دیں گے؟) ابوحنیفہ نے گھبرا کے اس طرح عرض کی۔ تو حضور میں قربان ہو جاؤں۔ نعیم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا نعیم سے ہم اہلبیتؑ مراد ہیں کہ ہمارے ذریعے سے خدا نے آدمیوں کو گمراہی سے نکالا ہمارے ذریعے سے اندھے پن سے نکال کر بصیرت عطا فرمائی۔ ہمارے ذریعے سے تعلیم دے کر جہالت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ ابوحنیفہ نے عرض کی قربان ہو جاؤں قرآنِ مجید ہمیشہ نیا کیونکر رہیگا؟ فرمایا قرآن مجید کسی ایک زمانہ کے لئے مقرر نہیں کیا گیا ہے کہ دوسرے زمانہ کے لئے نہ ہو اور بہت سے دنوں کا گزر جانا اُس کو پرانا کر دے اور اگر ایسا ہوتا تو دنیا کے فنا ہونے سے قرآن مجید کہیں پہلے فنا ہو جاتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۱

امالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اَبرہہ ابنِ صباح بادشاہِ حبشہ نے یہ ارادہ کیا کہ بیت اللہ کو منہدم کر دے تو حبشیوں کا لشکر بہت ہی جلدی کر کے آیا اور لوٹ مار شروع کر دی چنانچہ حضرت عبدالمطلب ابنِ ہاشم کا گلہ بھی لوٹ کر لے آئے تو حضرت عبدالمطلب بادشاہ کے پاس آئے۔ اُس کی حضور میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ اجازت دی گئی۔ پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک تخت پر بیٹھا ہے جس کے اوپر چھوٹا سا دیبا کا شامیانہ کھنچا ہوا ہے۔ حضرت (عبدالمطلب) نے اُسے سلام کیا۔ اُبرہہ نے جواب سلام دیا اور چہرۂ مبارک کی طرف دیکھنے لگا کہ آپ کا حسن و جمال اور ہیئت و شمائل دیکھنے کی چیز تھی۔ دریافت کرنے لگا کہ آیا آپ کے

آباؤ اجداد کا حُسن و جمال بھی ایسا ہی تھا؟ فرمایا کہ ہاں اے بادشاہ! میرے آباؤ اجداد میں سے ہر ایک کو ایسا ہی حُسن و جمال اور ایسا ہی نور بے مثال عطا کیا گیا تھا۔ اُبرہہ بولا کہ آپ کا فخر و شرف بجا ہے اور آپ ہی کے لئے زیبا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ پھر حضرت عبدالمطلب کو تخت پر اپنی برابر جگہ دی اور اپنے سب سے بڑے ہاتھی کے ہاتھی بان سے کہا کہ اُس کو ہماری حضور میں لاؤ۔ یہ ہاتھی رنگ میں سفید تھا۔ جثہ میں بہت بڑا تھا۔ اور اِس کے دو بڑے بڑے دانت تھے جن کو طرح طرح کے جواہرات اور موتیوں سے سجا رکھا تھا۔ اور یہ بادشاہ اُس کی وجہ سے باشاہانِ روئے زمین کے مقابل فخر کیا کرتا تھا۔ اُس وقت مہاوت اُسے طرح طرح کی زینتوں سے مزیّن کر کے سامنے لایا۔ جیسے ہی وہ حضرت عبدالمطلب کے سامنے آیا اُس نے حضرت کو سجدہ کیا حالانکہ اُس نے کبھی اپنے بادشاہ کو بھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ خدائے تعالےٰ نے اُس کی زبان کھولدی۔ وہ صاف عربی بولنے لگا۔ اُس نے حضرت عبدالمطلب کو سلام کیا۔ بادشاہ نے جو یہ حال دیکھا کانپ اُٹھا اور گمان کرنے لگا کہ ہو نہو یہ جادو ہے۔ حکم دیا کہ ہاتھی کو تو تھان پر واپس لے جاؤ اور حضرت عبدالمطلب سے مخاطب ہو کر یہ دریافت کیا کہ آپ کا تشریف لانا کیونکر ہوا؟ آپ کے فضل و کرم جود و سخا کے حالات میں پہلے سُن چکا ہوں اور ہیئت و صورت اور آپ کا جلال و جمال اب میں نے دیکھ لیا۔ اِن سب کا مقتضا یہ ہے کہ میں آپ کی درخواست کو نہ ٹالوں۔ جہاں تک بن پڑے اُسے پورا کروں۔ اب جو آپ کی حاجت ہو وہ مجھ سے بیان فرمایئے؟ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اِن کی خواہش یہ ہوگی کہ میں مکّہ پر حملہ نہ کروں۔ اور یونہی چلا جاؤں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ تیرے ملازم میرا گلّہ لوٹ کر لے آئے ہیں۔ اُن کو حکم دیدے کہ وہ مجھے واپس دے دیں۔ حبشی بادشاہ کو یہ سُنکر بڑا ہی غصہ آیا۔ حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا کہ آپ کا وقار میری نظروں سے گر گیا کہ آپ اپنے گلّے کی سفارش کرنے میرے پاس آئے حالانکہ میں اُس چیز کو منہدم کرنے آیا ہوں جو آپ کے اور آپ کی قوم کے شرف کا باعث ہے اور وہی اُس عزّت کا باعث ہے جس کے سبب سے آپ لوگ ہر قبیلۂ عرب سے ممتاز ہیں۔ اور وہی وہ گھر ہے کہ زمین کی ہر پستی و بلندی سے لوگ اُس کے حج کے لئے چلے آتے ہیں۔ آپ نے اُس کے بارے میں تو مجھ سے کوئی درخواست نہ کی اور درخواست کی تو اپنے گلّے کے بارے میں واہ واہ! حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ جس گھر کا آپ ارادہ کر کے آئے ہیں اور جس کا گرانا آپ کے خیال میں ہے میں اُس کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو اُس گلّہ ہی کا مالک ہوں جس کو آپ کے ملازم پکڑ لائے ہیں۔ لہذا میں درخواست بھی اُسی چیز کی کر سکتا ہوں جس کا خود مالک ہوں۔ رہا اُس گھر کا مالک وہ تمام مخلوق سے اُس کو بچانے کی زیادہ قدرت بھی

رکھتا ہے اور اُس کی حمایت کا زیادہ مستحق بھی وہی ہے۔ بادشاہ نے کہا ان کا گلہ واپس دے دو۔ گلہ واپس دیدیا گیا۔ جس کو یہ لیکر مکہ میں لوٹ آئے۔ اور بادشاہ نے بھی اُن کے پیچھے ہی پیچھے مع سارے لشکر اور بڑے ہاتھی کے بیت اللہ کے منہدم کرنے کے خیال سے تعاقب کیا۔ اس بڑے ہاتھی کو جب ریلتے تھے کہ حرم میں جا گھسے تب تو اڑیل بن جاتا تھا اور جب چھوڑتے تھے تو منہ پھیر کر بھاگتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ذرا میرے بیٹے کو تو بُلا لاؤ! وہ حضرت عباسؑ کو بُلا لائے۔ فرمایا ان سے میرا مطلب نہیں ہے۔ میرے بیٹے کو بلاؤ۔ وہ حضرت ابوطالب کو لے آئے۔ فرمایا میں ان کو بھی نہیں چاہتا۔ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔ اُس وقت وہ حضرت عبداللہ والدِ ماجدِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لائے جب یہ سامنے آئے۔ فرمایا پیارے بیٹے! جاؤ کوہِ ابوقبیس پر چڑھ جاؤ۔ سمندر کی طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ اُدھر سے کوئی چیز آ رہی ہے تو اُس کی مجھے خبر پہنچاؤ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ کوہِ ابوقبیس پر جا چڑھے۔ زیادہ دیر نہ لگی تھی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ اس طرح چڑھے چلے آ رہے ہیں جیسے بلندی کی طرف سے پانی کی رَو (آیا کرتی ہے) اور رات کی اندھیری آتی معلوم ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو یہ کوہِ ابوقبیس پر آ کر چھا گئے۔ پھر بیت اللہ کی طرف بڑھے۔ سات مرتبہ اُس کا طواف کیا۔ پس صفا و مروہ کی طرف گئے اور سات ہی مرتبہ اُن کا طواف کیا۔ اس اثناء میں حضرت عبداللہ اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں پہنچ گئے اور اُن کو اطلاع دے دی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! دیکھتے رہو۔ اس معاملہ کی انتہا کیا ہوتی ہے۔ پھر مجھے اس کی بھی اطلاع دینا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ دیکھتے رہے کہ ابابیلوں نے دیکھا یک حبشہ کے لشکر کو گھیر لیا۔ اُس وقت حضرت عبدالمطلب کو خبر کی۔ حضرت عبدالمطلب یہ کہتے ہوئے برآمد ہوئے کہ اے اہلِ مکہ! اب لشکر کی طرف جاؤ اور اُن کا مالِ غنیمت سب لوٹ لو۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سب لشکر کی طرف گئے تو اہلِ لشکر کو گھُنی ہوئی لکڑی کے مانند پایا۔ ہر پرندہ کے ساتھ تین تین کنکریاں تھیں۔ ایک ایک تو چونچ میں اور دو دو دونوں پنجوں میں اور ایک ایک کنکری سے ایک ایک ملعون کو ہلاک کر دیا۔ جب سب کا خاتمہ کر چکے تو وہ سب پرند وہاں سے چل دیئے۔ نہ اس سے پہلے اُن کو کسی نے دیکھا تھا نہ بعد میں دکھائی دیئے۔ جب اس سارے لشکر کا خاتمہ ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب بیت اللہ میں آئے اور اُس کا پردہ پکڑ کر یہ شعر فرمائے۔

يَا حَابِسَ الْفِيلِ بِذِي الْخَمْسِ حَبَسْتَهُ كَأَنَّهُ مُكَرْكَسُ
فِي مَجْلِسٍ تَزْهَقُ فِيهِ الْأَنْفُسُ

اے ہاتھیوں کو روکنے والے! جو لشکر کثیر کے ساتھ تھے تو نے اُن کو قیدی اونٹوں کی طرح سے ایسے موقع پر کہ جانیں نکلی جا رہی تھیں روک دیا)

اور جب بیت اللہ سے ٹوٹنے لگے تو قریش کے بھاگ جانے اور حبشہ والوں سے ڈر جانے کے بارے میں یہ شعر فرمائے۔

طَارَتْ قُرَیْشٌ اِذْ رَاَتْ خَمِیْسًا فَظَلَّتْ فَرْدًا اَلَّا اَرَای اَنِیْسًا
وَلَا اُحِسُّ مِنْهُمْ حَسِیْسًا اِلَّا اَحَادِیْ مَاجِدًا نَفِیْسًا
مُسَوَّدًا فِیْ اَهْلِهٖ رَئِیْسًا

{جس وقت قریش نے ایک بڑے لشکر کو دیکھا تو بھاگ گئے اور میں اس طرح اکیلا رہ گیا کہ کوئی مددگار نہیں دیکھتا تھا۔ نہ اُن قریش کی آہٹ ہی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن ہاں ایک میرا بھائی جو بزرگ اور خوش خُو اور اپنے گروہ میں سردار و رئیس ہے (صرف وہ باقی تھا)}

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۳

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلْمَاعُوْنَ سے مراد وہ قرض بھی ہے جو تم لوگوں کو دیتے رہتے ہو اور وہ نیکی بھی ہے جو اوروں کے ساتھ کرتے رہتے ہو۔ اور اسباب خانہ داری بھی ہے جو مستعار دے دیا کرتے ہو اور زکوٰۃ بھی اَلْمَاعُوْنَ میں داخل ہے کسی نے عرض کی کہ ہمارے پڑوسی ایسے بے احتیاط ہیں کہ جب ہم اُن کو برتنے کی چیزیں مستعار دیتے ہیں تو وہ اُن کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ پھاڑ چیر ڈالتے ہیں اور طرح طرح سے خراب کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ہم اُن کو نہ دیں تو ہم پر کوئی الزام تو نہیں؟ فرمایا جب یہ حالت ہے تو ایسوں کو نہ دینے میں تم پر کچھ بھی الزام نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۳

امالی میں حضرت عبداللہؓ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب سورت اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ نازل ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ کوثر کیا چیز ہے؟ فرمایا کوثر ایک نہر ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالےٰ نے مجھے بزرگی بخشی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! اس نہر شریف کے اوصاف بیان کیجئے؟ فرمایا کہ اے علیؑ! کوثر ایک نہر ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوئی ہے۔ پانی اُس کا دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ مسکہ سے زیادہ نرم ہے۔ سنگریزے اُس کے زبرجد و یاقوت و مرجان ہیں۔ گھاس اُس کی زعفران ہے مٹی اُس کی مشک اذفر ہے۔ چشمے اُس کے عرشِ خدا کے نیچے ہیں۔ پھر میرے پہلو پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے علیؑ وہ نہر میرے لئے اور تمہارے لئے اور تمہارے اُن دوستوں کے لئے

ہے جو میرے بعد بھی تم سے محبت رکھیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوثر کے متعلق سوال کیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ ایک نہر ہے جس میں خیر کثیر کا پروردگارِ عالم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ میرا حوض ہے۔ اُس پر قیامت کے دن میری تمام اُمت وارد ہوگی۔ ستارہائے آسمانی کے ہم عدد اُس پر پیالے رکھے ہوئے ہوں گے۔ میری اُمت کا ایک بہت بڑا گروہ اُس کے کنارے سے ہٹا دیا جائیگا۔ میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار! یہ تو میری اُمت میں سے ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ اے رسولؐ! تم کو خبر نہیں ہے کہ اِن لوگوں نے تمہارے بعد کیسے کیسے حادثے برپا کئے ہیں۔

الخصال میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا (روزِ قیامت) میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حوضِ کوثر پر ہوں گا اور میری عترت میرے ساتھ ہوگی۔ پس جو کوئی ہمارے ساتھ رہنا چاہے اُس کو لازم ہے کہ ہماری بات مانے اور ہمارے عمل کے موافق عمل کرے۔ کیونکہ ہر گروہ کا ایک سردار ہوتا ہے اور ہمارا بھی ایک سردار ہوگا۔ ہمیں شفاعت کرنے کا حق دیا ہے اور ہمارے دوستوں کو بھی شفاعت کرنے کا حق دیا ہے۔ تم سب کو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ حوضِ کوثر پر ہونے کی خواہش کرو۔ اس لئے کہ ہم اُس کے کنارے سے اپنے دشمنوں کو ہٹا دیں گے اور اپنے محبوں اور دوستوں کو اُس کا پانی پلائیں گے۔ جو کوئی ایک دفعہ بھی اُس کا پانی پی لیگا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اُس نہر کی دو شاخیں ہیں جو جنت سے نکلی ہیں۔ ایک تو تسنیم سے نکلی ہے۔ دوسری مُعین سے۔ اُس کے کنارے پر زعفران ہے اور سنگریزے اُس کے موتی ہیں۔ اُسی کا نام کوثر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خدائے تعالےٰ نے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں اور پانچ ہی علیؑ ابن ابی طالب کو عنایت کی ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے مجھ کو جوامع الکلم (قرآن مجید) عطا کیا ہے اور علیؑ کو جوامع العلم دیا ہے۔ مجھے نبی مقرر کیا ہے تو علیؑ کو میرا وصی۔ مجھے کوثر مرحمت فرمایا ہے تو علیؑ کو سلسبیل۔ مجھے وحی عطا فرمائی ہے تو علیؑ کو الہام۔ مجھے شبِ معراج آسمان پر بلایا تو علیؑ کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے۔ اور حجاب اُٹھا دئے تاکہ میں اُن کی جانب دیکھوں اور وہ میری طرف دیکھیں یہ فرما کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار ہو جائیں۔ اس وقت رونے کا سبب کیا ہوا؟ فرمایا اے ابن عباسؓ! (عرشِ بریں پر) سب سے پہلے مجھے یہ حکم ہوا کہ اپنے نیچے کی سمت نظر کرو

جونہی نظر کی تو دیکھا کہ پردے ہٹا دئے گئے ہیں اور آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اور علی بن ابیطالب علیہ السلام سر اُٹھائے ہوئے میری جانب دیکھ رہے ہیں۔ پس علیؑ نے بھی مجھ سے کلام کیا اور میرے پروردگار نے بھی مجھ سے کلام کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! خدائے تعالےٰ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) میں نے علیؑ کو تمہارا وصی اور وزیر اور تمہارے بعد خلیفہ قرار دے دیا۔ یہ خوشخبری علیؑ کو دے دو۔ کہ وہ تمہاری باتیں سُن رہے ہیں۔ پس میں نے علیؑ کو خبر دے دی حالانکہ میں اپنے پروردگار (کے حجابِ قدرت) کے پاس تھا۔ علیؑ نے جواب دیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں نے قبول کیا اور میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ پس خدائے تعالےٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم سب کے سب علیؑ پر سلام کرو۔ اُن سب نے سلام کیا اور علیؑ نے اُن سب کو جواب سلام دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ فرشتے آپس میں اس کی بابت ایک دوسرے کو بشارت و مبارکباد دے رہے ہیں۔ اور جس کسی فرشتہ کی طرف سے میرا گزر ہوتا تھا وہی مجھ کو مبارکباد دیتا تھا۔ اور وہ فرشتے کہتے تھے کہ یا رسولؐ اللہ! قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو مبعوث بہ رسالت کیا۔ اس بات کی ہم گروہِ ملائکہ کو بیحد خوشی ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی کو خدائے تعالےٰ نے آپ کا خلیفہ قرار دیا۔ اور میں نے حاملانِ عرش کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے ہوئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ! حاملانِ عرش کے سر جھکانے کا سبب کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! کوئی فرشتہ ایسا نہیں ہے جس نے خوش ہو کے چہرۂ علی بن ابیطالب علیہ السلام کی طرف نظر نہ کی ہو۔ مگر حاملانِ عرش نے ابھی ابھی خدائے تعالےٰ سے اجازت حاصل کی ہے اب وہ علیؑ بن ابی طالب کی طرف نظر کر رہے ہیں۔ (اے ابن عباسؓ) جب میں زمین پر آیا تو میں ان واقعات کی اطلاع علی بن ابی طالب علیہ السلام کو دیتا تھا اور وہ سب باتوں کی خبر مجھے سُناتے تھے جس سے میں نے معلوم کر لیا کہ کوئی مقام ایسا نہیں رہا جہاں میں نے قدم رکھا ہو اور علیؑ پر وہ نہ کھُل گیا ہو۔ یعنی اُنہوں نے اُسے آنکھوں نہ دیکھ لیا ہو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے کوئی نصیحت کیجئے؟ فرمایا کہ اے ابنِ عباسؓ! تم پر علیؑ بن ابیطالب کی مودّت واجب ہے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے برحق رسول بنا کر بھیجا ہے ہر شخص کی کوئی نیکی اُس وقت قبول نہ ہوگی جب تک کہ اُس سے محبّتِ علیؑ بن ابیطالب کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ حالانکہ خدائے تعالےٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ پس اگر بندہ علیؑ کی ولایت لیکر آیا تو تو اُس کا عمل جیسا کچھ بھی ہوگا قبول ہو جائے گا۔ اور اگر اُن کی ولایت لیکر نہیں آیا تو اور کوئی عمل پوچھا ہی نہ جائے گا۔ اور یہ حکم ہو جائے گا کہ اسے سیدھا جہنم میں پہنچا دو۔ اے

ابن عباسؓ! اُسی کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوزخ کی آگ بہ نسبت اُن لوگوں کے کہ جو خدا کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں اُن لوگوں پر زیادہ غضبناک ہوگی جو علیؑ سے دشمنی رکھتے ہوں گے۔ اے ابن عباسؓ! اگر تمام ملائکہ اور سارے انبیاء (بفرضِ محال) علیؑ کی عداوت پر متفق ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ ضرور اُن کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ مگر وہ لوگ علیؑ سے ہرگز دشمنی نہ کریں گے۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی کوئی ہوگا جو علیؑ سے عداوت رکھے گا؟ فرمایا ہاں! اے ابن عباسؓ! بہت سے لوگ ہوں گے جو میری اُمّت میں ہونے کا دعوےٰ کریں گے مگر اسلام سے اُن کو کچھ بھی تعلق نہ ہوگا۔ اے ابن عباسؓ! اُن کی علامت ایک یہ بھی ہے کہ وہ علیؑ پر ایسے شخص کو فضیلت دیں گے جو اُن سے کہیں پست درجہ ہوگا۔ اُسی کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اُس کی نظر میں مجھ سے زیادہ معزز ہو۔ نہ کوئی وصی ایسا بھیجا جس کی عزت اُس کے نزدیک میرے وصی سے زیادہ ہو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت اور حکم کے بموجب علی بن ابیطالب علیہ السّلام سے محبت کرتا رہا اور یہ کہ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی عمل ہی نہ تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو مدتیں گزر گئیں اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب آگیا۔ ایک دن میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور کے قدموں پر فدا ہو جائیں۔ آپ کی رحلت کا زمانہ بہت نزدیک رہ گیا ہے۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اے ابن عباسؓ! علیؑ بن ابی طالب کے مخالفوں کی تم مخالفت کرنا اور ہرگز علیؑ کے مخالفوں کی مدد اور نصرت نہ کرنا۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! لوگوں کو آپ کیوں نہیں حکم دے دیتے کہ علیؑ کی مخالفت نہ کریں؟ یہ سُنکر آنحضرتؐ اِتنا روئے اِتنا روئے کہ غش کر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا اے ابن عباسؓ! علمِ خدا میں یہ پہلے ہی گزر چکا ہے۔ خدا کی قسم علیؑ بن ابیطالب کا کوئی مخالف اور منکر دنیا سے نہ اُٹھیگا مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ اُس کی نعمتوں کو متغیر کر دیگا۔ اے ابن عباسؓ! اگر تم خدا سے ایسے حال میں ملاقات کرنی چاہتے ہو کہ وہ تم سے راضی ہو تو تم علیؑ بن ابی طالب کی راہ پر چلتے رہنا۔ اور جس طرف کو تم اُن کا میلان دیکھو اُسی طرف تم بھی مائل ہو جانا۔ اور اپنی اولاد کو اُن کی امامت کی وصیت کرتے جانا اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا اور اُن کے دوستوں کے دوست بننا۔ اے ابن عباسؓ! تم ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں علیؑ کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی مخالف بات آجائے۔ کیونکہ علیؑ کے بارے میں شک کرنا خدائے تعالےٰ کی جناب میں کفر کرنے کے برابر ہے۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے بروایت اپنے پدرِ بزرگوار اور جدِ نامدار کے جنابِ امیر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُعطیتُ جَوَامِعَ الکَلِمِ (مجھے جوامع الکلم عطا ہُوا ہے) عطاء بن سائب نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! جوامع الکلم کیا چیز ہے؟ فرمایا قرآنِ مجید۔

عکرمہ سے بروایتِ ابن عباسؓ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کی تفسیر میں مروی ہے کہ کوثر ایک نہر ہے جس کی گہرائی ستّر ہزار فرسخ ہے۔ پانی اُس کا دُودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ دونوں کنارے اُس کے موتی اور یاقوت اور زبرجد کے ہیں۔ خدائے منّان نے اپنے پیغمبر آخرالزّمان اور اُن کے اہلبیت علیہم السّلام کو خاص طور سے عطا فرمائی ہے۔ اور انبیاء کا اُس میں کوئی اختیار نہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں شبِ معراج ساتویں آسمان پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا یا رسولؐ اللہ! آپ آگے جائیے اور جبرئیلؑ نے مجھے کوثر دکھا کے بیان کیا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ کوثر صرف آپ ہی کا حق ہے اس میں اور نبیوں کا کوئی اختیار نہیں۔ پس میں نے اُس کے کنارے بہت سے مکان موتی کے اور یاقوت کے اور جواہرات کے دیکھے۔ جبرئیلؑ نے مجھے بتلایا کہ یہ آپ کے اور آپ کے وزیر و وصی علیؑ بن ابیطالب کے اور اُن کی ذرّیّتِ طاہرہ کے مکانات ہیں۔ میں نے اُس نہر کی مٹّی ہاتھ میں لے کر سُونگھی تو وہ مشک تھی۔ اور اُس کے کنارے میں نے مکانات دیکھے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک روز جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد جناب امیر علیہ السّلام کی طرف متوجّہ ہوئے۔ اور فرمایا یا علیؑ! یہ نور کیسا ہے جو تم پر چھایا ہُوا ہے؟ عرض کی یا رسولؐ اللہ! آج شب کو مجھے جنابت عارض ہوئی۔ پس میں اس جنگل میں پانی کی تلاش کو گیا مگر کہیں نہ ملا۔ جب میں واپس آیا تو ایک منادی نے مجھے آواز دی۔ یا امیر المؤمنین! اب جو میں نے پلٹ کے دیکھا تو ایک شخص کو پایا کہ ایک لوٹا اور ایک سونے کا طاس پانی سے بھرا ہُوا لئے ہوئے تھا۔ اُس سے میں نے غسل کیا۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا وہ آواز دینے والے جبرئیلؑ تھے اور وہ پانی ایک نہر کا تھا جس کا نام کوثر ہے۔ اُس کے کنارے بارہ ہزار درخت ہیں۔ ہر درخت میں تین سَو ساٹھ گدّے ہیں۔ جب اہلِ جنّت کا دل بہلانے کو جی چاہیگا تو ایک ہوا چلا کرے گی تو اُن میں سے کوئی درخت اور کوئی گدّا ایسا نہیں رہیگا جس سے طرح طرح کی آوازیں پیدا نہ ہوں کہ ایک سے دوسری

بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ اور اگر خدائے تعالےٰ نے یہ طے نہ فرمادیا ہوتا کہ اہل جنت مریں گے نہیں تو اُن آوازوں کے لطف سے وہ ایسے مست ہو جاتے کہ مارے خوشی کے اُن کی جان نکل جاتی۔ یہ نہر جنّتِ عدن میں ہے اور میرے لئے اور تمہارے لئے اور فاطمہؑ اور حسنینؑ کے لئے (خدائے تعالےٰ نے پیدا کی) ہے کسی اور کا اس میں بالکل حصّہ نہیں ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر وعمر سے فرمایا کہ تم دونوں علیؑ بن ابی طالب کی خدمت میں جاؤ تاکہ وہ شب کا واقعہ تم سے بیان کریں اور میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ پس وہ دونوں دولتسرائے مرتضوی پر حاضر ہوئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ امیرالمؤمنین علیہ السّلام خود باہر آگئے۔ اور فرمایا کیا کوئی حادثہ برپا ہوگیا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں تو بلکہ ہمیں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہے کہ علیؑ کے پاس جاؤ تاکہ وہ تم سے شب کا قصّہ بیان کریں۔ (ہم لوگ یہ عرض ہی کر رہے تھے کہ) اتنے میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! رات کی سرگذشت اِن دونوں کو سُنادو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے تو شرم آتی ہے۔ فرمایا بیان بھی کرو۔ حق بیان کرنے سے تو خدا بھی نہیں شرماتا۔ اُس وقت علی مرتضےٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ شبِ گذشتہ میں نے طہارت وغسل کے لئے پانی تلاش کیا مگر نہ ملا۔ صبح نمودار ہوچکی تھی۔ مجھے خوف ہوا کہ میری نماز قضا نہ ہو جائے۔ پس میں نے ایک طرف حسنؑ کو اور دوسری طرف حسینؑ کو پانی کی تلاش میں روانہ کیا۔ ان دونوں کی واپسی میں دیر ہوئی۔ جس سے میرے دِل کا رنج اور بڑھ گیا۔ میں اُسی بے چینی میں تھا کہ یکایک مکان کی چھت شگافتہ ہوگئی اور ایک طاس رومال سے ڈھکا ہوا اُترنا شروع ہوا۔ جب وہ زمین پر آگیا میں نے اُس پر سے رومال ہٹایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ اُس میں پانی ہے اُس سے میں نے طہارت بھی کی اور غسل بھی کرلیا اور نماز صبح ادا کی۔ پھر وہ طاس اور رومال اُٹھ گیا اور آسمان برابر ہوگئی۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے اور اُن دونوں سے فرمایا کہ وہ طاس جنّت کا تھا۔ وہ پانی کوثر کا اور وہ رومال بہشتی استبرق کا تھا۔ اے علیؑ! تمہاری مانند کون ہے کہ اس شب میں جبرئیلؑ نے تمہاری خدمت کی۔

احتجاج میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے وہ حدیث لکھی ہے جو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہود کے ساتھ گزری۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہود نے کہا کہ حضرت نوحؑ آپ سے افضل ہیں۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیوں؟ یہود نے جواب دیا۔ اس لئے کہ وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ کشتی (طوفان سے محفوظ رہی اور) کوہِ جودی پر جا کر ٹھہری۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُس کشتی سے افضل اور بہتر چیز خدائے تعالےٰ نے دی ہے۔ یہود نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا خدائے تعالےٰ نے جنت میں مجھے ایک نہر عطا فرمائی ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوئی ہے۔ اُس کے کنارہ پر لاکھوں قصر ہیں۔ جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔ اُس نہر کی گھانس زعفران ہے بنگریزے اُس کے موتی اور یاقوت ہیں۔ زمین اُس کی سفید مُشک کی ہے۔ یہ میرے لئے اور میری اُمت کے لئے (کشتی نوحؑ سے) کہیں بہتر ہے۔ قولِ باری تعالےٰ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کا یہی مطلب ہے۔ یہود نے عرض کی اے محمدؐ! (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔ توریت میں یونہی لکھا ہے کہ یہ نہر کوثر کشتیٔ نوحؑ سے کہیں بہتر ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۳

امالی میں بروایتِ جنابِ امیر علیہ السلام اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلِ امین! یہ کونسی قربانی ہے؟ جس کا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! یہ کوئی قربانی نہیں ہے بلکہ اِس سے مراد ہے نماز میں ہاتھوں کا (کانوں تک) اُٹھانا۔ احتجاج طبرسی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جبرئیلِ امین نے یہ عرض کی کہ خدائے تعالےٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے تکبیرۃ الاحرام کہیں تب بھی اپنے دونوں ہاتھ بلند کریں۔ اور جس وقت مابین نماز لفظِ اللہ اکبر زبان پر جاری کریں اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے سر اُٹھائیں اور جب سجدہ کریں تو ہر موقع پر رفع یدین کیا کریں اس لئے کہ ہماری نماز اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی نماز اسی صورت کی ہوتی ہے۔ اور یا رسول اللہ! (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہر چیز کے لئے ایک زینت ہوتی ہے۔ نماز کی زینت یہی ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے جائیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۶۳

اور بعض نے آیہ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ کے مکرر ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ پہلی آیت میں (صیغۂ اسم فاعل) عَابِدُوْنَ فعلِ مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ لائے نفی (بنا بر وضع) فعل مستقبل پر داخل ہوتا ہے اور دوسری آیت میں عَابِدُوْنَ فعل حال یا فعل ماضی کے معنی میں ہے (اور لائے نفی کثرتِ استعمال کی وجہ سے اُس پر لایا گیا ہے)

قولِ مترجم - اِس آیت کے مکرر لانے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہو گیا کہ قریش کے قول اور استدعا کا رد تینوں زمانوں کے متعلق ہو گیا۔ زمانۂ مستقبل کی بابت تو پہلی آیت سے اور ماضی اور حال کی بابت دوسری آیت سے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ نہ تو زمانۂ ماضی میں اُس کی

عبادت کرتے تھے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ زمانہ حال میں عبادت کرتے ہوا ور نہ بعد میں عبادت کروگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۹۶۴

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! وہ فتنہ کونسا ہے جس میں خدا نے ہم پر جہاد واجب کیا ہے؟ فرمایا وہ فتنہ اُس قوم کا ہوگا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو کہتی ہوگی۔ وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کی بھی گواہی دیتی ہوگی۔ حالانکہ وہ لوگ میری شریعت کے مخالف ہوں گے اور میرے دین میں زبانِ طعن دراز کرتے ہوں گے۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! پھر کس سبب سے میں اُن لوگوں کو قتل کروں گا جبکہ وہ توحید کے قائل ہوں گے اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہونگے؟ فرمایا اِس لئے کہ وہ لوگ دین میں احداث کریں گے اور میرے حکم کے مخالف ہونگے اور میری عترت کی خونریزی کو حلال سمجھیں گے۔ عرض کی یارسولؐ اللہ! حضور نے مجھے شہادت کی خوشخبری دی ہے تو اب خدا سے دعا بھی کیجئے کہ جلد مجھے اس درجہ پر فائز فرمائے۔ آنحضرتؐ نے میرے سر اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے علیؑ! وعدہ تو میں نے کیا ہے مگر اُس وقت جبکہ اِس (سر) کے خون سے یہ (ڈاڑھی) رنگین ہوگی تمہارا صبر کیسا ہوگا؟ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! جبکہ شہادت میرے لئے مقرر ہوچکی ہے تو یہ موقع صبر ہی کا نہیں بلکہ خوش ہونے اور شکرِ خدا بجا لانے کا ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ اے علیؑ! اب تم مخاصمت کے لئے تیار رہو کہ میرے بعد میری اُمت کے لوگ تم سے جھگڑا کریں گے۔ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! ایسی راہ بتائیے کہ مجھے کامیابی حاصل ہو۔ فرمایا جب تم اپنی قوم کو دیکھو کہ ہدایت سے ہٹکر گمراہی میں جا پڑی تو تم اُن سے جھگڑا کرنا اس لئے کہ ہدایت خدا کی طرف سے ہے اور ضلالت و گمراہی شیطان کی جانب سے۔ اے علیؑ! امرِ خدا کی اطاعت کا نام ہدایت ہے خواہشِ نفسانی اور اپنی رائے کی پیروی کرنا ضلالت ہے۔ اے علیؑ! گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسی قوم میں پھنس گئے ہو کہ جو قرآن مجید کے معنے تو اپنے مطلب کے موافق نکالتے ہیں اور محکم کو چھوڑ کر متشابہات پر عمل کرتے ہیں۔ نبیذ کے ذریعے سے شراب کو حلال قرار دیتے ہیں جو کسی قسم کا نقصان ہوجائے تو اُسے زکوٰۃ میں شمار کرلیتے ہیں۔ اور رشوت وغیرہ کا نام ہدیہ رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! جب وہ لوگ ایسے ایسے افعال کے مرتکب ہونگے تو آیا اہلِ فتنہ ہوں گے یا مرتد ہوجائیں گے؟ فرمایا وہ اہلِ فتنہ ہونگے۔ اور برابر سرگردان رہیں گے یہاں تک کہ (سلطانِ) عادل اُنہیں مغلوب کرے۔ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! وہ عادل ہم میں سے ہوگا یا کسی دوسرے خاندان میں سے؟ فرمایا ہم میں سے ہوگا۔ ہم ہی سے خدا تعالےٰ

نے ابتدا کی اور ہم ہی پر ختم کرے گا۔ ہمارے ہی ذریعے سے خدائے تعالےٰ نے شرک (کا تسلط) دُور ہو جانے کے بعد لوگوں کے دِلوں میں الفت پیدا کی تھی اور ہمارے ہی سبب سے اِس فتنہ کے دُور ہو جانے کے بعد بھی دلوں میں الفت پیدا کریگا۔ میں نے عرض کی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا وَھَبَ لَنَا مِنْ فَضْلِہٖ (خدا ہی کے لئے حمد و تعریف زیبا ہے کہ اُس نے اپنے فضل سے ہم کو ایسا کچھ عطا فرمایا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۴

تفسیر برہان میں جتنی مختلف روایتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اوّل و دوم کے متعلق درج ہیں اُن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب کی اولاد کو دوبار جمع فرمایا اور اُن کو کھلا پلا کر سیر و سیراب فرما کر اِس طرح مخاطب کیا کہ اے اولادِ عبدالمطلب! تم میری اطاعت کرو کہ تم زمین کے بادشاہ اور حاکم ہو جاؤ گے اور اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ ایک شخص کو اُس کا وصی اور وزیر اور بھائی نہ مقرر کیا ہو پس تم میں سے میرا بھائی میرا وزیر۔ میرا وصی۔ میرا وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا کون ہونا چاہتا ہے؟ سب خاموش رہے۔ صرف جناب علیؑ مرتضےٰ علیہ السلام نے جو سب سے کم سن تھے اپنی مستعدی ظاہر کی۔ تین مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت کے سامنے پیش کی مگر جناب امیر علیہ السلام ہر دفعہ آمادۂ نصرت ہوئے۔ بارِ آخر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاس بُلا کر چھاتی سے لگا کر یا گردن پر ہاتھ رکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دیکھو میرا بھائی ہے۔ میرا وصی ہے اور یہ تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے۔ پس اِس کی بات سُنو اور مانو۔ کسی شخص نے جناب امیرؑ سے کہا تھا کیا وجہ ہے کہ آپ تو چچا زاد بھائی کے وارث ہو گئے اور چچا رہ گئے! تو ان حضرتؑ نے حدیثِ دعوت کا ذکر فرمایا ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا جواب دینے ایک بھی نہیں اُٹھا۔ صرف میں اُٹھا جو سب میں چھوٹا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ ہر دفعہ مجھے بیٹھنے کا حکم دے دیتے تھے۔ تا آنکہ آخری مرتبہ میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر معاہدہ واثق فرما دیا۔ یہ وجہ ہے کہ بس اپنے ابنِ عم کا وارث ہوا ہوں اور اُن کے چچا نہیں ہوئے۔

کافی میں ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تو اُنہوں نے کہا کہ ابولہب کے بارے میں کیا کریں؟ اُمِّ جمیل اُس کی زوجہ نے کہا کہ اُس کے لئے میں کافی ہوں۔ اُس سے میں کہہ دوں گی کہ آج تو مجھے یہی پسند ہے کہ تم گھر بیٹھے شراب پیتے رہو۔ جب دوسرا دن ہوا اور مشرکین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے

ہوئے۔ تو ابولہب اور اُس کی زوجہ اُمّ جمیل شراب ہی پیا کئے۔ حضرت ابوطالب نے جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو بُلا کر فرمایا کہ بیٹا! تم اپنے چچا ابولہب کے پاس تو جاؤ اور اُن کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اگر وہ کھول دیں تو اندر چلے جانا اور اگر نہ کھولیں تو اُن کے دروازہ پر حملہ کر کے توڑ دینا اور اندر جا کر یہ کہنا کہ کسی شخص کا چچا اُس کی قوم میں ذلیل نہیں ہو سکتا۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے تعمیلِ حکم کی۔ جب ابولہب نے حضرتؑ کو دیکھا تو پوچھا بھتیجے! کیسے آئے؟ فرمایا کہ میرے والد ماجد نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ ابولہب نے کہا کہ تمہارے والد نے سچ فرمایا ہے بتاؤ تو معاملہ کیا ہوا؟ فرمایا تمہارے بھتیجے کے قتل کی تدبیر کی جا رہی ہے اور تم بیفکری سے بیٹھے کھانے پینے میں مصروف ہو۔ یہ سُنتے ہی جھپٹ کے کھڑا ہو گیا۔ تلوار لے لی۔ اُمّ جمیل اُس سے چمٹ گئی۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اِس زور سے اُس ایک کے طمانچہ مارا کہ اُس کی ایک آنکھ نکل گئی۔ اور وہ مرتے دم تک کانڑی رہی۔ اور ابولہب تلوار لئے ہوئے نکل آیا۔ قریش نے جب اُس کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو دریافت کرنے لگے کہ ابولہب یہ کیا؟ کہا کہ میں تو اپنے بھتیجے کے برخلاف تم سے عہد و پیمان کر چکا ہوں اور تم ہو کہ اُس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ لات و عزےٰ کی قسم میں تو یہ ارادہ کر چکا تھا کہ اسلام لے آؤں۔ پھر تم دیکھتے کہ میں کیا کرتا؟ اُس وقت قریش نے عذر و معذرت کی اور یہ واپس چلا آیا۔ (اس سورہ کے نازل ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بنی عبدالمطلب میں ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمیشہ برخلاف رہنے کے لئے کفارِ قریش کے ساتھ معاہدہ اور محالفہ کر چکا تھا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۵

اور ارشاد فرمایا۔ قُلْ هُوَ (کہدو کہ وہ) اِس میں "کہ" تو اُس وجود کو ثابت کرتی ہے جو ثابت و قائم ہے۔ اور "وہ" ایسے غائب کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نہ آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہو اور نہ کسی اور حس سے محسوس کرنے کی۔ وہ اِن سب سے اعلےٰ اور بالا ہے۔ بلکہ بینائی کا اور ادراک کرنے والا اور حواس کا ایجاد کرنے والا ہے۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ آگے خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے اَللّٰہ جس کے معنی ہیں ایسا معبود کہ مخلوق اُس کی ماہیت دریافت کرنے سے اور اُس کی کیفیت کے سمجھ لینے سے عاجز و پریشان ہے۔ اور عرب کا دستور ہے کہ جب کسی معاملے میں متحیر ہو جائیں اور عقل و علم سے اُس پر احاطہ نہ کر سکیں تو کہا کرتے ہیں اَلَّھَ الرَّجُلُ (یہ شخص اِس میں حیران رہ گیا) اور جب کسی ایسی چیز کی طرف متوجہ ہوں جس سے ڈرتے بھی ہوں اور بچنا بھی چاہتے ہوں تو وَلَھًا کا لفظ بولتے ہیں اور اِلٰہٌ کے معنی ہیں ایسا پوشیدہ جسے مخلوق کے حواس نہ پا سکیں۔ پھر فرمایا اَحَدٌ کے معنی ہیں ذاتِ یکتا۔ اور اَحَدٌ اور وَاحِدٌ کے معنی تو ایک

ہیں مگر اَحَدٌ ایسے یکتا کو کہتے ہیں جس کی نظیر ہی نہ ہو۔ اور توحید کے معنی ہیں یکتائی کا اقرار کرنا اور وَاحِدٌ ایسا منفرد و یکتا ہے کہ نہ اور کوئی چیز اُس سے نکلتی ہے اور نہ وہ کسی چیز سے متحد ہو سکتا ہے۔ اسی سے کہنے والوں نے کہا ہے کہ عدد کی بنا تو واحد پر ہے مگر خود واحد عدد نہیں ہے۔ اس لئے کہ لفظ عدد یعنی "گنتی" ایک کے لئے موزوں ہی نہیں ہے (یعنی ایک تو ایک ہے ہی اُس کو کوئی گننے کا کیا) بلکہ گنتی دو یا دو سے زیادہ پر راست آتی ہے۔ لہٰذا خدائے تعالےٰ کے اس قول اَللّٰہُ اَحَدٌ کے یہ معنی ہوئے کہ وہ ایسا معبود ہے کہ جس کی ذات کے سمجھ لینے میں اور کیفیات کے احاطہ کرنے میں مخلوق متحیر و پریشان ہے۔ وہ اپنی الٰہیت یعنی معبود ہونے میں یکتا ہے۔ اور اپنی مخلوق کی صفتوں سے کہیں برتر ہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے والدِ ماجد جناب علی ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام نے اپنے پدرِ بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے کہ صَمَدٌ کے معنی ہیں ایسا ٹھوس جس میں کھوکھلاپن نہ ہو۔ مراد اس سے جسم نہیں ہے کیونکہ خدائے تعالےٰ جسم و جسمانیت سے بری ہے۔ بلکہ جیسے ٹھوس چیز میں کسی چیز کے داخل کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح کنہ ذات و صفات کے سمجھنے میں کسی کی عقل کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ اور صَمَدٌ اُس کو بھی کہتے ہیں جس پر سرداری ختم ہو جائے۔ اُس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ اور صَمَدٌ وہ بھی ہے جو نہ کھائے اور نہ پیئے۔ اور صَمَدٌ وہ ہے جو سوئے بھی نہیں۔ اور صَمَدٌ ایسا ہمیشہ رہنے والا ہے جو نہ کبھی زائل ہوا اور نہ ہو۔ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ محمدؐ ابن الحنفیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ صَمَدٌ اُس کو کہتے ہیں جو اپنی ذات سے قائم ہو اور اپنے غیر سے مستغنی۔ نیز فرماتے تھے کہ صَمَدٌ کون و فساد سے برتر ہے۔ (یعنی یہ نہیں کہ اُس کا جسم کچھ بڑھتا رہے اور کچھ گھٹتا رہے جیسے انسان کی حالت ہوتی ہے کہ غذا کے ہضم ہونے کے بعد نئے اجزاء پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پرانے مضمحل اور مُردہ ہو کر جسم سے الگ ہوتے رہتے ہیں) اور صَمَدٌ ایسی ذات ہے جس میں تغیرات راہ نہیں پاتے۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ صَمَدٌ ایسے آقا اور سردار کو بھی کہتے ہیں جس سے بالاتر نہ کوئی حکم دینے والا ہو اور نہ منع کرنے والا۔ پھر حضرتؑ فرماتے ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے کسی نے اَلصَّمَدُ کے معنی دریافت کئے تو اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ اَلصَّمَدُ وہ ہے جس کا کوئی شریک نہ ہو اور نہ کسی چیز کی حفاظت اُس کو تھکائے اور نہ کوئی اُس کے احاطۂ علم سے خارج ہو۔ اس حدیث کا راوی وہبؔ ابن وہب قرشی بیان کرتا ہے کہ حضرت زید ابن علیؑ نے فرمایا کہ صَمَدٌ وہ ہے کہ جس وقت وہ کسی چیز کا ارادہ کرے اور اُس کے لئے فرمائے کہ ہو تو وہ فوراً ہو جائے۔ اور صَمَدٌ وہ ہے کہ اُس نے چیزوں کی ابتداء کی۔ پھر اُن کو اس شان سے پیدا کیا کہ ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں اور ایک دوسرے کی

جوڑ بھی۔ اور شکلیں مختلف بھی ہیں اور ملتی جلتی بھی اور خود اپنی ذات میں ایسا یکتا ہے کہ نہ اُس کی کوئی ضِد ہے اور نہ مثل اور نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی ہمشکل۔

یہی وہب ابن وہب قرشی بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام اُن کے والدِ ماجد جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کرتا ہے کہ اہلِ بصرہ نے جناب امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اَلصَّمَدُ کے معنی دریافت کئے تو اُن حضرتؑ نے اُن کو یہ جواب لکھا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اما بعد قرآنِ مجید کے بارے میں بغیر علم کے نہ تو باتیں بناؤ۔ نہ غور و خوض کرو۔ نہ کسی سے لڑو جھگڑو۔ اور نہ بغیر علم کے اُس میں کلام کرو۔ کیونکہ میں نے اپنے جدِّ امجد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص قرآنِ مجید کے بارے میں بغیر علم کے کچھ کہے تو اُسے لازم ہے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کو سمجھے اور اَلصَّمَدُ کی تفسیر تو خدائے تعالےٰ نے خود فرما دی ہے۔ جہاں یہ ارشاد فرمایا۔ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ وہاں تفسیراً یہ بھی فرمایا لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اُس سے کوئی کثیف چیز نکلی ہے جیسے کہ بچہ ہوتا ہے اور اَور کثافتیں ہوتی ہیں جو مخلوق سے نکلتی رہتی ہیں اور نہ اُس سے کوئی لطیف چیز نکلی ہے جیسے سانس ہوتی ہے۔ اور نہ اُسے اَور چیزیں عارض ہوتی ہیں جیسے اُونگھ اور نیند اور خطرہ اور ہم و غم اور خوشی اور ہنسی اور رونا اور بیم و اُمید اور رغبت و نفرت اور بھوک اور سیری خدائے تعالےٰ اس سے برتر ہے کہ ایسی چیزیں اُس سے صادر ہوں۔ اور کوئی کثیف یا لطیف چیز اُس سے پیدا ہو۔ وَلَمْ يُوْلَدْ کا یہ مطلب ہے کہ وہ خود بھی کسی چیز سے نہیں پیدا ہوا اور نہ کسی چیز سے اس طرح نکل آیا جیسے کہ عناصر سے لطیف چیزیں نکلا کرتی ہیں۔ اور ایک چیز سے دوسری چیز اور ایک چوپایہ سے دوسرا چوپایہ اور زمین سے نباتات اور چشموں سے پانی اور درختوں سے پھل نکلا کرتے ہیں۔ اور نہ اس طرح نکل آیا ہے جیسے کہ لطیف چیزیں اپنے اپنے مرکز سے نکلتی ہیں۔ جیسے آنکھ سے بینائی اور کان سے شنوائی اور ناک سے سُونگھنے کی قوت اور مُنہ سے چکھنے کی قوت۔ زبان سے کلام اور دِل سے معرفت اور تمیز اور پتھر سے آگ۔ ان میں سے کسی کی مانند نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تو ایسا صَمَدٌ ہے کہ نہ کسی چیز سے بنا۔ نہ کسی چیز میں داخل ہے۔ نہ کسی چیز پر قائم ہے۔ تمام چیزوں کا ایجاد کرنے والا اور اُن کا اپنی قدرت سے پیدا کرنے والا وہی ہے جس چیز کو فنا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اُس کو فنا کر دیگا اور اپنے علم سے جن چیزوں کو باقی رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے انکو باقی رکھیگا

بس یہ اللہ وہ صَمَدٌ ہے جس کی تعریف میں آیا ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝

وہب ابنِ وہب قرشی کا بیان ہے کہ میں نے جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ فلسطین کا ایک نیا بتی گروہ میرے والدِ ماجد جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور اُس نے بہت سے مسئلے دریافت کئے جن کا اُن حضرتؑ نے جواب دیا۔ پھر اُن لوگوں نے اَلصَّمَدُ کی تفسیر دریافت کی تو اُن حضرتؑ نے اُس کی تفسیر یوں فرمائی کہ اَلصَّمَدُ کے بظاہر پانچ حرف ہیں۔ از آنجملہ الف دلیلِ انیّت ہے (انیّت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو جتلانا کہ میں ہوں) یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول کے مطابق ہے۔ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (دیکھو صفحہ ۸۰ سطر ۱۱) یہ تنبیہ اور اشارہ ایسے غائب کی طرف ہے جو حواس سے محسوس نہیں ہوتا۔ دوسرا حرف لام اُس کی الٰہیّت پر دلیل ہے۔ یعنی یہ کہ وہی اللہ ہے اور لام اور الف دونوں مدغم ہیں۔ نہ یہ دونوں زبان پر جاری ہوتے ہیں اور نہ کان ہی میں پڑتے ہیں۔ ہاں کتابت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اُس کی الٰہیّت ایسے پوشیدہ لطف کے ساتھ قائم ہے جو نہ حواس سے محسوس کرنے کی چیز ہے نہ کسی بیان کرنے والے کی زبان پر جاری ہوتی ہے اور نہ کسی سُننے والے کے کان میں پڑتی ہے۔ اس لئے اِلٰہٌ کی تفسیر ہی یہ ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنی کیفیّت اور ماہیّت سمجھنے میں خواہ وہ حس کے ذریعے سے ہو یا وہم کے ذریعے سے مخلوق کو متحیّر کر دیا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کل اوہام کا موجد بھی وہی ہے اور حواس کا خالق بھی وہی ہے۔ اور لکھنے میں اس بات کی دلیل بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ خدائے تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے وقت اور اُن کی لطیف رُوحوں کو اُن کے کثیف جسموں کے ساتھ ترکیب دینے کے وقت اپنے رب ہونیکا اظہار فرما دیا۔ جب بندہ اپنے نفس کی طرف نظر ڈالے اور اپنی رُوح کو نہ دیکھے تو سمجھ لے کہ اس کی ایسی حالت ہے جیسے اَلصَّمَدُ کا لام۔ کہ وہ ظاہر نہیں کیا جاتا لہٰذا حواسِ خمسہ میں سے کسی حاسّہ میں داخل نہیں۔ ہاں کتابت کی طرف دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا کا لطفِ خفی ظاہر ہے۔ پس جب بندہ اُس کی ماہیت اور کیفیت میں فکر کرتا ہے تو اُس کے بارے میں واللہ وہ حیران رہ جاتا ہے اور اُس کی فکر کسی ایسی چیز کے ذریعے سے جو تصوّر میں آسکے احاطہ ہی نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ تو صورت و تصوّر سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب بندہ اُس کی مخلوق کی طرف نظر کریگا تو اُس کو یہ ثابت ہوتا چلا جائیگا کہ خدائے عزّ و جلّ اُن کا خالق اور اُن کی رُوحوں کا اُن کے جسموں میں ترکیب دینے والا ہے۔ اب رہا صَ یہ اُس کے صادق ہونے کی دلیل ہے یعنی اُس کا قول بھی صدق ہے اور اُس کا کلام بھی صدق ہے اور

اُس نے اپنے بندوں کو سچائی کے ساتھ پیروی کرنے کی دعوت دی ہے اور راستی کے گھر کا سچا سچا وعدہ فرمایا ہے۔ اب رہا یہ اُسکی ملک و ملکیت کی دلیل ہے اور یہ کہ وہ بادشاہِ برحق ہے۔ نہ کبھی زائل ہُوا۔ نہ کبھی زائل ہوگا۔ نہ اُس کی سلطنت زائل ہوگی۔ رہی تو وہ اُسکی سلطنت کے دوام پر دلالت کرنیوالی ہے۔ اور اس بات پر کہ اُسکی ذات بھی دائم ہے۔ اور اِس بات سے کہیں برتر ہے کہ کون و فساد اُس میں راہ پائے۔ بلکہ خدائے عزوجل تمام کائنات کی تکوین کرنیوالا ہے۔ یعنی جو ہونیوالی مخلوق ہوتی ہے اُسی کے خلق کرنے سے ہوتی ہے۔ یہانتک پہنچکر جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اگر مجھے ایسے لوگ ملتے جو اُسکی برداشت کی قابلیت رکھتے تو میں ایک لفظ اَلصَّمَدُ سے توحید و اسلام و ایمان و دین و احکامِ شرعیہ کو ثابت کرکے اور پھیلا کے دکھلا دیتا اور میری یہ حالت کیوں نہو جبکہ میرے جدِّ امجد جنابِ امیر علیہ السّلام کو اپنے علم کے حاملین نہ ملے یہانتک کہ وہ حضرت ٹھنڈی سانسیں بھرتے تھے اور منبر پر یہ فرماتے تھے کہ لوگو! قبل اس کے کہ تم مجھے گم کر بیٹھو مجھ سے پوچھ لو۔ اس لئے کہ میری پسلیوں کے مابین بڑا علم جمع ہے۔ مگر افسوس میں کسی کو اس قابل نہیں پاتا کہ اُسکی برداشت کرسکے۔ خبردار ہوجاؤ! میں تم پر خدائتعالےٰ کی طرف سے حجتِ بالغہ ہوں۔ تم ایسے لوگوں کے دوست نہ بنو جن پر اللہ کا غضب نازل ہُوا ہے اور جو آخرت کی طرف سے ایسے ہی مایوس ہوگئے ہوں جیسے کہ کافر مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے۔ پھر جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب تعریف اُس خدائتعالیٰ کیلئے زیبا ہے جس نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو ایسی یکتا اور بے نیاز ذات کی عبادت کرنیکی توفیق عطا فرمائی جس سے نہ کوئی بیٹا پیدا ہُوا اور نہ وہ خود کسی کا بیٹا ہے۔ اور جس کا سہیم و شریک و مانند کوئی بھی نہیں اور ہم کو بُتوں کی عبادت سے بچایا۔ لہذا اُسکے لئے حمد وافی ہے اور شکر واجب و لازم اور اُس کے قول لَمْ یَلِدْ کا یہ مطلب ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا نہیں ہے کہ اُسکی سلطنت کا وارث ہوسکے اور وَلَمْ یُوْلَدْ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا کوئی باپ نہیں ہے جو پروردگار ہونے میں اور ملک و سلطنت میں اُس کا شریک ہوتا۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ سے یہ غرض ہے کہ اُس کا ہمتا و ہمسر کوئی نہیں کہ اُسکی سلطنت میں اُس سے نزاع و فساد کرسکے۔

تفسیر قمی میں اِس سورت کے معنی میں یہ منقول ہے کہ اسکی شانِ نزول یہ ہے کہ یہودی جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضور میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ کے پروردگار کی نسبت کیا ہے؟ خدائتعالےٰ نے یہ سورہ نازل فرمایا۔ اِس میں اَحَدٌ کے معنی ہیں صفات میں یکتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسا نور ہے جس میں کوئی ظلمت نہیں اور ایسا علم ہے جس میں کوئی جہالت نہیں۔ اور اَلصَّمَدُ کے یہ معنی ارشاد فرمائے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کے سمجھنے کی کوئی راہ نہیں۔ لَمْ یَلِدْ کے یہ معنی ہیں کہ ذات کے متعلق کوئی چیز حادث نہیں ہوئی۔ اور وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کے متعلق یہ فرمایا کہ نہ اُس کا کوئی ہمسر ہے۔ نہ ہمتا۔ نہ شریک۔ نہ پشت و پناہ۔ نہ مددگار۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں قریش نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ استدعا کی کہ اپنے پروردگار کی صفت ہمارے لئے بیان کیجئے تاکہ ہم اُس کو پہچان لیں اور اُس کی عبادت کریں پس خدائے تعالےٰ نے اپنے نبیؐ پر سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نازل فرمایا۔ اَحَدٌ کے یہ معنی ہیں کہ اُسکے حصّے اور اجزا نہیں ہوسکتے۔ اور نہ اُس میں کوئی کیفیت پائی جاتی ہے اور نہ اُس پر گنتی راست آسکتی ہے۔ اور نہ اُس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا اَللّٰهُ الصَّمَدُ کا مطلب یہ ہے کہ سرداری اُسی پر ختم ہے۔ اور کُل آسمانوں کے اور زمین کے رہنے والے اپنی اپنی حاجتوں کے سبب اُسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا لَمْ يَلِدْ کا یہ مطلب ہے کہ نہ تو عزیرؑ اُس سے پیدا ہوئے جیسا کہ ملعون یہودی کہتے ہیں اور نہ مسیحؑ اُس سے پیدا ہوئے جیسا کہ نصارےٰ کہتے ہیں۔ خدا اُن پر غضب نازل کرے۔ اور نہ سورج، چاند اور ستارے اُس کی ذات سے نکلے جیسا کہ مجوسیوں کا قول ہے۔ خدا اُن پر لعنت کرے۔ اور نہ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ مشرکین عرب بکا کرتے تھے وَلَمْ يُوْلَدْ کا یہ مطلب ہے کہ نہ اُس کا کوئی شبیہ ہے اور نہ نظیر اور نہ برابر والا۔ اور جو کچھ اُس نے اپنے فضل سے تم کو عطا کیا ہے اُس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ویسا نہیں دے سکتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۵

معانی الاخبار میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ الفلق کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آتشِ جہنّم میں ایک دراڑ ہے جس میں ستر ہزار میدان ہیں اور ہر میدان میں ستر ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر ستر ہزار کالے ناگ ہیں۔ اور ہر ناگ کے اندر اتنا اتنا زہر ہے کہ ستر ستر ہزار مکّے ایک ایک کے زہر سے بھر جائیں۔ اور تمام دوزخیوں کو جبرًا و قہرًا اس فلق پر سے گزرنا پڑیگا۔

تفسیر قمّی میں ہے کہ فلق جہنّم کی ایک گہران ہے جس کی حرارت کی شدّت سے اہلِ جہنّم بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اس فلق نے ایک دفعہ خدا تعالےٰ سے دم کشی کی اجازت مانگی تھی۔ اجازت ملنے پر جب دم کھینچا تو تمام جہنّم بھڑک اُٹھا۔ اور اُس گہران میں آگ کا ایک صندوق ہے جس کی حرارت سے اُس گہران میں رہنے والے بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اس صندوق میں چھ پہلوں میں سے ہونگے اور چھ پچھلوں میں سے۔ اوّل کے چھ یہ ہیں۔ آدمؑ کا وہ بیٹا جس نے اپنے بھائی کو سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ نمرودؔ جس نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ وہ فرعونؔ جس نے موسےٰؑ سے مقابلہ کیا تھا۔ سامریؔ جس نے سب سے پہلے گوسالہ پرستی سکھائی تھی۔ وہ شخص جس نے یہودیوں کو یہودی بنایا (یعنی اُن سے عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہلوا دیا) وہ شخص جس نے نصرانیوں کو نصرانی بنا دیا (یعنی تثلیث کو اُن کے عقیدہ میں داخل کر دیا اور حضرت عیسےٰؑ کو اُن سے خدا کا بیٹا کہلوا دیا) اور پچھلوں میں سے چھ یہ ہونگے

حضرتؑ اوّل۔ جنابؑ ثانی۔ مسٹر ثالثؑ۔ جس کو نواصب نے چہارم مانا۔ اور صفین کی لڑائی کے بعد سے اپنا خلیفہ تسلیم کیا حالانکہ خود اپنے ہاں کی احادیث میں مَلِکِ عَضُوض (کٹکھنا بادشاہ) تسلیم کرتے ہیں وہ شخص جس نے گروہِ خوارج کی بُنیاد ڈالی۔ ابنِ ملجم۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۶۵

جنابِ امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس کام کو چلا اور زوزان کے کنوئیں میں جاکر اُتر گیا تو اُس کا پانی جادو کے سبب سے ایسا ہوگیا تھا جیسے منہدی کا پانی۔ میں نے جلدی جلدی ڈھونڈا یہانتک کہ کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا۔ مگر اُسکے پا لینے میں کامیاب نہیں ہوا۔ پھر جو لوگ میرے ساتھ آئے تھے اُنہوں نے کہا کہ اس میں کچھ نہیں ہے۔ اب نکلئے اور چلیئے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا واللہ نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے غلط فرمایا ہے اور قولِ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نسبت میرے نفس کی حالت تم لوگوں کے نفس کی سی نہیں ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سیج سیج تلاش کیا تو ایک ڈبہ نکالا جسے آنحضرتؐ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پہنچایا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اِسے کھولو۔ جب کھولا تو اُس میں کھجور کی چھال کا ایک ٹکڑا تھا۔ اُس کے بیچ میں ایک لمبا ریشہ تھا جس میں گیارہ گرہیں دی ہوئی تھیں۔ اور جبرئیلؑ امین یہ دونوں سورتیں یعنی مُعَوِّذَتَیْن لا چکے تھے۔ پس آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ یا علیؑ! تم اِن سورتوں کو اِس ریشہ پر پڑھو۔ پس جنابِ امیر علیہ السّلام نے شروع کیا۔ جیسے ہی ایک آیت پڑھتے تھے ویسے ہی ایک گرہ کھُل جاتی تھی۔ جب اِن دونوں سورتوں کے پڑھنے سے فارغ ہوئے۔ خدائے تعالےٰ نے سحر کے اثر کو دفع فرمادیا اور اپنے نبیؐ کو عافیت عطا فرمائی۔

دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ دونوں آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئے۔ ایک تو آنحضرتؐ کے داہنی طرف بیٹھ گئے اور دوسرے بائیں طرف تو جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مرض کیا ہے؟ میکائیلؑ نے جواب دیا کہ اِن پر سحر کیا گیا ہے۔ جبرئیلؑ نے دریافت کیا کہ اِن پر سحر کیا کس نے ہے؟ میکائیلؑ نے کہا کہ لبیدؔ ابنِ عاصم یہودی نے باقی روایت وہی ہے جو اُوپر بیان ہوئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۵

اِس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ تو جانتا بھی ہے کہ مُعَوِّذَتَیْن کے معنی کیا ہیں اور وہ نازل کس بارے میں ہوئی ہیں۔ یہ سمجھ لے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر لبیدؔ ابنِ عاصم یہودی نے سحر کیا تھا۔ ابولبیبہ نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر بھی سحر کا اثر ہوا؟ اور ہوا تو کس

حد تک ہوا؟ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہاں! ہوا اور اس حد تک ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مباشرت فرما رہے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسا نہ ہوتا تھا۔ نیز دروازہ کا ارادہ کرتے تو وہ نظر نہ آتا۔ تا آنکہ ہاتھ سے ٹٹول کر محسوس کرتے۔ سحر برحق ہے۔ اور سحر سوائے آنکھوں کے اور اعضائے تناسل کے اور کسی چیز پر مسلط نہیں ہوتا۔ پس جبرئیل امین نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو بلا کر بھیجا کہ قبیلہ زُرَیق کے کنوئیں سے اُسے نکال لاؤ۔ (مابقی روایت اوپر کے ضمیمہ میں بیان ہو چکی) عوام النّاس کی روایت بھی اسی کے قریب قریب ہے۔

کافی میں جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نمازِ مغرب میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی اقتدا کی تو اُن حضرت نے بعدِ حمد مُعَوَّذَتَین کی قرأت فرمائی۔ اور بعدِ نماز یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دونو سورتیں داخلِ قرآنِ مجید ہیں۔

قولِ مترجم۔ حضرت عبداللہؓ ابنِ مسعود صحابیٔ رسولِ خدا جو منجملہ اُن لوگوں کے ہیں جنہوں نے عہدِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآنِ مجید جمع کیا تھا اور آنحضرتؐ سے وقتاً فوقتاً دریافت کر کر کے بہت کچھ تفسیری فوائد بھی اپنے اپنے قرآنِ مجید میں لکھے تھے۔ اور عہدِ خلیفۂ ثالث سیٹھ عثمان میں اپنا قرآن مجید اُن کے مانگنے پر نہ دینے کی بدولت بازار کے بھاؤ پٹے بھی تھے۔ اور وہ قرآنِ مجید بھی جبراً قہراً جلا دیا گیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ مُعَوَّذَتَین داخلِ قرآنِ مجید نہیں ہیں۔ جنابِ امامِ جعفرِ صادق علیہ السّلام نے اُن کا یہ خیال رَد فرما دیا ہے۔ وَالسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وَجنب الرّدیٰ۔

عبدہ السیّد مقبول احمدؐ عفےٰ عنہ دہلوی
خادم الثقلین و مترجم القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات پارۂ چہارم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۷

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور من لایحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ جب اللہ تعالےٰ نے یہ چاہا کہ زمین کو پیدا کرے تو اُس نے ہواؤں کو حکم دیا اور ہوا نے پانی کو خوب ٹکرایا جس سے موج پیدا ہو گئی پھر جھاگ بنے پھر جھاگ مل کر اکٹھے ہوئے پھر ان سب کو اس جگہ جمع کر دیا جہاں بیت اللہ ہے پھر اُنہی جھاگوں سے ایک پہاڑ بنا دیا۔ پھر اُسی کے نیچے سے زمین پھیلا دی اور خدائے تعالےٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۹) اور من لایحضرہ الفقیہ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ زمین میں پہلی جگہ جو خدا تعالےٰ نے پیدا کی وہ کعبہ ہے۔ پھر اُس سے اور زمین پھیلائی گئی اور اُس کتاب میں یہ بھی ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر چیز میں سے ایک چیز کو پسند فرمایا ہے چنانچہ ساری زمین میں سے کعبہ کی جگہ کو پسند فرمایا ہے۔ علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکّہ کا نام بکّہ اس لئے رکھا گیا کہ مرد بھی اس میں روتے ہیں اور عورتیں بھی۔ اور عورت وہاں تمہارے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اور ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے اور اس کا کچھ بھی مضائقہ نہیں حالانکہ عورت کا اس طرح نماز پڑھنا اور تمام ملکوں میں مکروہ ہے۔ الخصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکّہ کے پانچ نام ہیں اُمّ القریٰ۔ مکّہ۔ بکّہ۔ بساسہ (اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اس میں رہکر ظلم کرتا ہے اُسے یا تو خارج کر دیتا ہے یا ہلاک) اور اُمّ رحم (اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اُس میں آ رہے ہیں اُن پر خدا رحم کرتا ہے) اسی کے ہم معنی ایک حدیث من لایحضرہ الفقیہ میں منقول ہے نیز اُسی کتاب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکانِ کعبہ کو پروردگارِ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی خاطر جنت سے اُتارا تھا اُس وقت وہ ایک سفید موتی تھا پھر اُسے اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اُٹھا لیا فقط اُس کی بنیاد باقی رہ گئی اور وہ موجودہ بیت اللہ کے گرداگرد ہے۔ اور ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے حکمِ خدا سے آتے ہیں جو پھر دوبارہ نہیں آ سکتے۔ پس خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ اُنہی بنیادوں پر اس مکان کو بنائیں۔ من لایحضرہ الفقیہ اور کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کعبہ کی زمین کل روئے زمین پر ایک بلند ٹیلا تھا جو سورج اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ صلات اُس وقت تک رہی جب تک کہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل نہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ

سیاہ ہوگئی۔ پھر جب آدم علیہ السلام آئے تو خدا تعالےٰ نے اس زمین کو اُنکی خاطر سے کُل زمین سے اُونچا کیا کہ اُنہوں نے اُسے دیکھ لیا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ سب تیرے لئے ہے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ پروردگارا یہ زیادہ چمکتی ہوئی زمین کیا ہے؟ ارشاد ہُوا کہ اس زمین میں میرا حرم ہے اور اے آدمؑ! تمہارے ذمہ میں نے یہ واجب کر دیا کہ ہر روز سات سَو مرتبہ طواف اس مقام کا بجالاؤ۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک پتھر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا کہ میں خدا خدائے یکتا ہوں بکّہ کا مالک ہوں۔ میں نے اس کو اُس دن پیدا کیا ہے جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور جس دن سورج اور چاند کو پیدا کیا اور اُس کے گرد اگرد سات فرشتے مقرر کر دیے۔ اس میں رہنے والے برکت دیے جائینگے۔ ان کو نہ پانی کی کمی ہوگی اور نہ دُودھ کی اور اُنکا رزق اُن کو تین طریقوں سے پہنچیگا۔ اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے اور گھاٹیوں میں سے

قول صاحب تفسیر صافی مقام ابراہیمؑ کا آیات اللہ ہونا اس سے ثابت ہے کہ وہ حسب خواہش ابراہیم علیہ السلام بلند ہو جاتا تھا یہاں تک کہ پہاڑوں سے بھی اُونچا ہو گیا تھا جس کا ذکر انشاء اللہ سورۂ حج میں آئیگا۔ اب رہا حجرِ اسود اس کا آیت اللہ ہونا اس سے ثابت ہے کہ انبیاء و اوصیاء کے لئے اُس سے عجائبات ظہور میں آتے رہے ہیں اُسوقت بھی جبکہ وہ ایک جوہر تھا اور آدم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت میں رکھا تھا اور اُس وقت بھی جبکہ وہ بڑے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا اور خدا تعالےٰ نے آدمیوں سے جو عہد و پیمان لیا تھا اس کی بابت اُسے حکم دیا تھا کہ اُسے بطور لقمہ نگل جائے اور اپنے پاس امانت رکھے نیز اس حیثیت سے بھی آیت ہے کہ قیامت کے دن وہ اس شان سے حاضر ہوگا کہ اُسکی ایک زبان بڑی بولنے والی ہوگی اور دو آنکھیں ہونگی جن سے کُل مخلوق کو پہچانیگا اُنکی گواہی بھی دیگا جنہوں نے اس عہد کو پورا ادا کیا ہے اور میثاق جو اس کے پاس ہے اُس کے مطابق عمل کیا ہے اور ہر اُس شخص کے برخلاف گواہی دیگا جس نے انکار وغیرہ کیا ہے جیسا کہ اخبار ائمہ علیہم السلام سے ثابت ہے۔ نیز اس کا آیت اللہ ہونا اس حیثیت سے بھی ثابت ہے کہ بعض ائمہ علیہم السلام کے لئے اُس نے بات کی ہے جیسے کہ جناب امام زین العابدینؑ کے لئے اُس وقت جبکہ اُن کے چچا جناب محمد حنفیہ نے امر امامت میں اُن سے جھگڑا کیا تھا اور یہ دعوےٰ کیا تھا کہ بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے امام میں ہوں اور حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ چچا جان! امام وہ ہوتا ہے جس کی کُل مخلوق گواہی دے سکے۔ چنانچہ طرفین کی رضامندی سے حجرِ اسود حکم بنایا گیا جس نے محمد حنفیہ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے جواب میں اس فصاحت سے آپ کے امام ہونے کی گواہی دی کہ موافق و مخالف سب قائل امامت ہو گئے۔ نیز اس حیثیت سے بھی حجرِ اسود کا آیت اللہ ہونا ثابت ہے کہ جب اُس کو اُس کے موقعہ پر نصب کرنا چاہا ہے تو اُس نے بھی غیر معصوم کی اطاعت نہیں کی جیسا کہ بارہا تجربہ ہو چکا۔ اب رہا منزلِ اسمٰعیل علیہ السلام کا آیت اللہ ہونا تو منازل تو خشک ہو گیا تھا مگر اُس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے وقتاً فوقتاً پانی جاری ہوتا رہا اور مقام ابراہیمؑ کا

خصوصیت سے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔ اور چیزوں کا ذکر وضاحت کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ کل آدمیوں کے لئے کوئی نشان مقام ابراہیمؑ سے زیادہ ظاہر نہیں ہے اور اُس پر جو نشانِ قدم بنے ہوئے ہیں اُن کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ جب کعبہ کی دیواریں بلند ہوگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ دیواروں کے پتھر اوپر پہنچانے ممکن ہوں پس دونوں قدموں کے نشان اُن پر بن گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب شام سے مکۂ معظمہ کی زیارت کو آئے تو زوجۂ اسمٰعیلؑ نے عرض کی کہ آپ اُتریئے اور سر دھوڈالیئے مگر آپ نہیں اُترے تو وہ اس پتھر کو اٹھالائیں اور آپ کی سواری کے داہنی طرف رکھ دیا حضرتؑ نے اپنا داہنا پاؤں اُس پر رکھا اور زوجۂ اسمٰعیلؑ علیہ السلام نے آپ کے سرِ مبارک کا داہنا حصّہ دھویا۔ پھر پتھر کو اٹھا کے بائیں طرف رکھ دیا۔ اور حضرتؑ نے اپنا بایاں پاؤں اُس پر رکھا اور زوجۂ اسمٰعیلؑ نے بائیں طرف کا حصّہ دھویا اس طرح دونوں قدموں کا نشان اُس پتھر پر بن گیا۔

قول مترجم۔ اُوپر کے دونوں قولوں میں سے کونسا صحیح ہے اس کی تصدیق مشاہدہ پر موقوف ہے اگر دونوں قدموں کے نشان باقاعدہ بنے ہوئے ہیں۔ یعنی داہنے پاؤں کا دائیں طرف اور بائیں پاؤں کا بائیں طرف تو قولِ اوّل صحیح ہے اور اگر نشان اس کے خلاف بنے ہوئے ہیں یعنی بائیں طرف داہنے پاؤں کا نشان ہے اور داہنی طرف بائیں پاؤں کا نشان ہے تو قول ثانی صحیح ہوگا۔

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اُس مقامِ ابراہیمؑ کی جگہ جسے ابراہیم علیہ السلام نے خود رکھا تھا بیت اللہ کی دیوار سے متصل تھی اور وہ برابر وہیں رہا تا آنکہ زمانۂ جاہلیت میں کفار نے اُسے اُس مقام تک ہٹا دیا جہاں آج تک ہے۔ پھر جب آنحضرتؐ نے مکۂ معظمہ کو فتح کیا تو اُسے اٹھا کر اُسی مقام پر واپس پہنچا دیا جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اُسے رکھا تھا۔ پس یہ برابر وہیں رہا تا آنکہ عمر ابن الخطاب حاکم ہوا۔ اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو اُس جگہ کو بتا سکے جہاں مقامِ ابراہیمؑ زمانۂ جاہلیت میں تھا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اُس کے فاصلہ کو اُس وقت ناپ لیا تھا۔ اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ عمر نے کہا کہ ہمارے پاس لے آ۔ وہ شخص لے آیا۔ عمر نے خود اُسے جانچا۔ پھر مقامِ ابراہیمؑ کو بیت اللہ کے پاس سے ہٹا کر اُس جگہ کر دیا جہاں کفار نے زمانۂ جاہلیت میں قائم کیا تھا۔

قول مترجم۔ اس بدعت کا موقوف کرنا بھی جناب صاحب الامر علیہ السلام کے حقوق میں داخل ہے

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۷

علل الشرائع میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ خدا تعالےٰ کے اِس قول وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۱۱) کا مطلب مجھے سمجھا کہ یہ مقام زمین پر کس جگہ واقع ہے اُس نے عرض کی یہ کعبۃ اللہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ حجّاج ابنِ یوسف نے جب کعبۃ اللہ کا محاصرہ کر کے عبد اللہ ابنِ زبیر کے مغلوب کرنے کے لئے منجنیق قائم کئے اور پھر ابنِ زبیر کو قتل بھی کیا تو آیا

عبداللہ کعبہ میں مامون ہوا یعنی امن سے تھا؛ یہ سُنکر ابوحنیفہ چُپ رہ گیا۔ پھر حضرتؑ سے جواب کا طالب ہوا۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام کی بیعت کریگا اور اُن حضرت علیہ السلام کی اطاعت میں داخل ہوگا اور اُن حضرتؑ کے دستِ مبارک کو مَس کریگا اور اُن کے اصحاب کے گروہ میں داخل ہوگا وہ ضرور امن پائیگا۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس گھر (یعنی بیت اللہ) کا ارادہ کرکے آئے اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ خانۂ خدا یہی ہے جس کے حج کا خدائتعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے اور وہ ہم اہلبیتؑ کے حق کو ایسے ہی پہچانتا ہو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں امن سے رہیگا۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں اس شان سے داخل ہو کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ اُس پر واجب کیا ہے اُس سب کا شناسا ہو تو آخرت میں دائمی عذاب سے مامون و محفوظ رہیگا۔ کافی میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اُن دعاؤں میں (جو کہ بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت پڑھنی چاہئیں) یہ فقرہ بھی منقول ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا فَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ (یا اللہ! تو نے یہ فرمایا ہے" اور جو اس میں داخل ہوا وہ مامون ہوگیا" پس مجھے عذابِ دوزخ سے مامون فرما دے۔ نیز کافی اور تفسیر عیاشی میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ آدمیوں میں سے جو شخص حرم مکّہ میں داخل ہو جائے اور خدا کی پناہ پکڑ لے وہ عذابِ خدا سے اُس میں مامون ہو جاتا ہے اور جو چوپاؤں یا پرندوں میں سے اس میں آجائے وہ جب تک حرم سے باہر نہ نکل جائے اس بات سے مامون ہے کہ کوئی اُسے ستائے یا بھڑکائے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب بندہ نے حرم سے باہر کوئی قصور کیا پھر وہ بھاگ کر حرم میں آگیا تو کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اُسے حرم کے اندر گرفتار کرے لیکن بازار میں اُس سے لین دین بند کر دیا جائے اور کھانا پینا اُسے نہ دیا جائے اور کوئی شخص اُس سے بات بھی نہ کرے کہ ایسا کرنے سے اُمید ہے کہ وہ باہر نکلے گا اُس وقت وہ گرفتار کیا جائے اور اگر کسی نے حرم کے اندر ارتکابِ جُرم کیا ہو تو اُس پر حرم کے اندر ہی حد جاری کی جائے گی۔ اور کافی میں اتنی عبارت اور زیادہ ہے کہ یہ اس سبب سے کہ اُس نے حرمِ خدا کی حرمت کی رعایت نہیں کی۔ نیز کافی میں منقول ہے کہ سمّار نے اُن حضرت سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے ذمہ میرا مال ہو اور وہ عرصہ تک غائب رہے اور پھر میں اُس کو کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرتے دیکھوں تو آیا جائز ہے کہ میں اپنے مال کا تقاضا اُس سے کروں۔ فرمایا نہیں۔ نہ تو اُس کو سلام کرو اور نہ اُسے کسی طرح ڈراؤ نہ دھمکاؤ جب تک وہ حرم سے باہر نہ آجائے۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے کہ جو شخص حرمِ خدا یا حرمِ رسولؐ میں مرجائے گا خدا اُس کو امن پانے والوں میں مبعوث کریگا۔ اور جو شخص دونوں حرموں کے مابین مرجائیگا تو اُس سے حساب نہ لیا جائیگا اور جو شخص حرم

خدا میں دفن ہو جائیگا وہ قیامت کے بڑے خوف سے مامون رہیگا۔

قول مترجم۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حرم میں دفن ہونے کے قابل نہ ہو نقل کرنے والے ملائکہ جو خدا کی طرف سے مقرر ہیں اُسے اُس مقام محترم سے منتقل کر کے ایسی جگہ پہنچا دیتے ہیں جہاں کے وہ لائق ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۸

کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اس آیت میں جو خدا نے لفظ سبیل فرمایا ہے تو سبیل سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا اُس کے پاس اتنا ہو جس سے حج بجا لائے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ عرض کی۔ اگر کسی کے سامنے اتنا پیش کیا جائے جس سے وہ حج بجا لا سکے پھر وہ اُس کے لینے سے حیا کرے تو آیا وہ بھی مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۹۸ سطر ۱) کی حد میں آجائے گا؟ فرمایا۔ ہاں ضرور آجائے گا کیا وجہ ہے کہ وہ حیا کرے گو اُسے ایسے گدھے پر سوار ہو کر بھی جانے کا موقعہ ملے جس کی ناک بھی کٹی ہو اور دُم بھی۔ اور اگر کسی میں اس بات کی طاقت ہو کہ کچھ راستہ پیدل چل سکے اور کچھ سوار ہو کر تو بھی اُسے حج بجا لانا چاہیئے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کسی کے پاس سواری کے لئے نہ ہو تو بھی نکل کھڑا ہو اور پیدل چلے۔ اس پر کسی نے عرض کی اگر چلنے کی بھی قوت نہ رکھتا ہو؟ فرمایا کچھ پیدل چلے اور کچھ سوار ہو کر۔ عرض کی گئی کہ اس کا مقدور نہیں رکھتا کہ سوار ہو۔ فرمایا اس صورت میں بعض لوگوں کی خدمت یا نوکری اختیار کرلے اور اُن کے ساتھ جائے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اُن حضرتؑ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جسمانی طور سے صحیح ہو اور راستہ بھی صاف ہو اور اُس کے پاس زادِ راہ اور سواری ہو تو وہ اُن لوگوں میں سے ہوا جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اس روایت کا راوی یہ بھی کہتا ہے یا یہ فرمایا کہ اُس کے پاس مال ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اُن حضرتؑ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو حضرتؑ نے دریافت کیا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ عرض کی گئی لوگ تو زادِ راہ اور سواری کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو اُن حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ اس صورت میں تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے کہ اگر ایک شخص کے پاس زادِ راہ اور سواری ہو یعنی اتنا کہ اپنے بال بچوں کی خبر گیری کر سکے اور اُس کے سبب سے لوگوں سے مستغنی ہو تو اگر اُسے حج میں صرف کر دے تو کیا بال بچوں کے قوت کے لئے لوگوں سے جا کے بھیک مانگے اور اس طرح وہ سب مارے پڑے اس پر عرض کی گئی کہ پھر سبیل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وسعتِ مال کہ اُس کے ایک حصہ سے حج کرے اور اُس کا ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے باقی رکھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا تعالےٰ نے زکوٰۃ کو واجب کیا ہے اُن لوگوں پر جن کے پاس کم از کم دو سو درہم ہوں۔

قول صاحب تفسیر صافی۔ آخری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا ہی مال ہو جس سے وہ اپنے بچوں کی خبر گیری کر سکتے ہیں اگر اُن پر یہ واجب کیا جاتا کہ اس مال کو وہ زادِ راہ اور سواری میں اُٹھا دیں پھر وہ اپنے اہل و عیال کے قوت کے لئے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تو یہ صورت لوگوں کی بربادی کا موجب ہوتی اور اُوپر کی روایتیں بتلاتی ہیں کہ جس کے پاس تھوڑا سا بھی ہو۔ اُسے حج کو جانا چاہیئے۔ ان روایتوں کے اختلاف کی وجہ لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا ہے۔ معذور ہونے کی حیثیت سے ہو۔ توکّل کی حیثیت سے ہو۔ اور قوت و ضعفِ جسمانی سے ہو تو اس کا مختصر فیصلہ خداوند عالم یوں فرماتا ہے۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ (دیکھو صفحہ ۹۲۲ سطر ۵)

قول مترجم۔ حج کے مفصّل احکام و شرائط کتب فقہیہ میں دیکھو۔ اور اجتہاد یا تقلید کے موافق عمل کرنا چاہیئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۹

تفسیر برہان میں بروایت جابر ابنِ عبداللہ انصاری منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک گروہ بطور مہمان وارد ہوا آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تمہارے پاس اہلِ یمن آتے ہیں جو بہت ہی باریک بین ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تب فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل نرم ہیں اور جن کے ایمان مضبوط ہیں۔ منصور انہی میں سے ہوگا جو میرے برحق خلیفہ کی ستر ہزار آدمیوں سے نصرت کریگا اور اسی طرح میرے وصی کے بیٹے کی۔ وہ سب اپنی تلواریں حمائل کئے ہونگے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا وہ ہے جس کی پیروی کرنے کا خدا تعالےٰ نے تم سب کو حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۳) لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے لئے اسے کھول کر بیان کیجئے کہ یہ حبل کیا ہے؟ فرمایا خدائے تعالےٰ کا یہ قول دیکھو اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۱ سطر ۲) پس حَبْلٌ مِّنَ اللّٰہِ خدا کی کتاب ہے اور حَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ میرا وصی۔ لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کے وصی ہیں کونسے؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ (دیکھو صفحہ ۱۷۴ سطر ۴) لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! اس جنب اللہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا۔ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (دیکھو صفحہ ۵۷۰ سطر ۹) وہی میرا وصی ہے جو میرے بعد مجھ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق بنا کر بھیجا ہے ہمیں اُسے دکھا دیجئے کہ ہم اُس کے بہت ہی مشتاق ہو گئے۔ فرمایا وہ وہی ہے جس کو خدا تعالےٰ نے سمجھنے والوں کے لئے نشانی بنا دیا ہے۔ پس اگر تم اُس کو اُس نظر سے دیکھو گے

جس نظر سے وہ شخص دیکھے جس کی تعریف میں خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ (دیکھو صفحہ ۳۰ سطر ۱) تو تم اُسے پہچان لوگے کہ وہی میرا وصی ہے جیسا کہ تم نے مجھے پہچان لیا کہ میں تمہارا نبی ہوں۔ اب تم صفوں میں سے گزرو اور چہروں کو غور سے دیکھو تو جسکی طرف تمہارے دل مائل ہو جائیں تو بلاشک وہی میرا وصی ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں اس کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا یوں نقل فرماتا ہے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر ۲) جس سے مراد ہے اُس کی طرف اور اُس کی اولاد کی طرف۔ جابر کہتے ہیں کہ اس پر ابو عامرہ اشعری قبیلۂ اشعر میں سے اور ابو عزۃ الخولانی قبیلۂ خولانیین میں سے ہے اور عثمان ابن قیس اور عزۃ دوسی قبیلۂ دوسیین میں سے اور لاحق ابن علاقہ کھڑے ہوئے صفوں میں گئے۔ چہروں کو غور سے دیکھا اور اُس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا جس کی پیشانی کے بال اُڑے ہوئے اور پیٹ بڑھا ہوا تھا۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہمارے دل تو اس کے گرویدہ ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جبکہ تم نے وصی رسولِ خدا کو قبل اس کے کہ تم اُنہیں پہچانتے ہو اس طرح شناخت کر لیا تم خود برگزیدۂ خدا ہوگئے اچھا اب یہ تو بتاؤ تم نے شناخت کیونکر کیا کہ یہ وہی ہے؟ جناب رسولِ خدا کی زبان سے اپنی تعریف سُنکر یہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے۔ اور عرض کرنے لگے کہ اے رسول اللہ! ہم نے اور لوگوں کی طرف دیکھا تو ہم اُن سے ذرا بھی نہ ڈرے اور جب ہم نے اس بزرگوار کی طرف دیکھا تو ہمارے دل کانپ گئے پھر ہمارے نفس مشتاق ہوئے اور ہمارے دل تھرا گئے اور ہماری آنکھیں بھر آئیں اور ہمارے سینے نورانی ہوگئے۔ گویا یہ ہمارا باپ ہے اور ہم اس کے بیٹے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۸۰ سطر ۷) تم اُن لوگوں کی منزلت میں آگئے جن کی تعریف میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (دیکھو صفحہ ۵۲۰ سطر ۱۱) اور تم آتشِ جہنم سے دُور ہوگئے۔ جابر ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ یہ سب بزرگوار جن کے نام لئے گئے اُس وقت تک زندہ رہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے اور بالآخر صفین میں شہید ہوگئے۔ خدائے تعالےٰ اُن پر رحمت نازل کرے۔ آنحضرتؐ اُن کو جنت کی بشارت دیا کرتے تھے اور اس بات کی خبر کہ تم علی ابن ابیطالبؑ علیہ السلام کے ساتھ شہید ہو جاؤ گے اُسی کتاب میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسولِ خدا مع اپنے اصحاب کے مسجد میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمانے لگے۔ کہ ابھی تھوڑی دیر میں اس دروازہ سے ایک جنتی آئے گا اور جو مطلب اُسے پوچھنا ہے دریافت کریگا۔ چنانچہ ایک طویل القامت آدمی مصر کے لوگوں سے مشابہ آیا آگے بڑھ کے آنحضرتؐ کو اُس نے سلام کیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ یا رسولؐ اللہ! میں نے سُنا ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنے کلامِ پاک میں یہ بھی فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا

تَفَرَّقُوْا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۲) پس یہ حبل کونسی ہے جس کو چنگل مار کے خدائے تعالےٰ نے ہم کو پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ اُس سے کبھی جُدا نہ ہوں۔ یہ سوال سُنکر آنحضرتؐ نے سر مبارک جُھکا لیا۔ پھر بلند کر کے ہاتھ سے علی مرتضےٰ علیہ السّلام کی طرف اشارہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کی رسّی یہ ہے جو اس سے متمسک ہوگا دنیا میں بھی اس کے ذریعہ سے محفوظ رہے گا اور اس کی آخرت بھی اُس کے ہاتھ سے نہ جانے پائیگی۔ پس وہ شخص جھپٹ کر اُٹھا اور علیؑ مرتضےٰ کے پس پشت جا کر حضرتؐ سے چمٹ گیا اور یہ عرض کرتا جاتا تھا۔ کہ میں اللہ کی رسّی سے متمسک ہو گیا۔ پھر اُٹھا اور منہ پھیرا کر مسجد سے چلدیا۔ اس اثناء میں لوگوں میں سے ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں اس شخص سے ملاقات کروں اور کہوں کہ میری مغفرت کی خدا سے دعا کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اگر تجھے اس کی توفیق ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے؟ چنانچہ یہ شخص بھی نکل کر اُس سے جا ملا اور اُس سے درخواست کی کہ میرے لئے دعائے مغفرت کر۔ شخص اوّل نے کہا تو یہ بھی سمجھا کہ حضرتؐ نے مجھ سے کیا فرمایا اور میں نے آنحضرتؐ سے کیا عرض کیا؟ اُس نے کہا کہ ہاں سمجھا۔ شخص اوّل نے کہا کہ پس اگر تم ان بزرگوار سے متمسک ہو جو حبل اللہ ہیں تو اللہ تمہارے سب گناہ بخشدے اور اگر تم اُن سے متمسک نہیں ہو تو خدا تمہیں کبھی نہ بخشے۔ کتاب المناقب میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ ہم جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کرنے لگا یا حضرت! میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ فرماتے ہیں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا تو وہ حبل اللہ کیا ہے جسے ہم چنگل مار کر پکڑیں پس آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک علیؑ مرتضےٰ کے ہاتھ پر مار کر فرمایا۔ اس سے متمسک ہو کہ وہ حبل المتین یہی ہے مناقب ابن شہر آشوب میں ہے۔ کہ ایک اعرابی جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آنحضرتؐ سے اِس آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کے معنی دریافت کئے تو جناب رسولؐ خدا نے علیؑ مرتضےٰ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے اعرابی حبل اللہ یہ ہے اس سے متمسک ہو جا۔ وہ اعرابی پھر کر جناب امیر المومنین علیہ السّلام کے پیچھے آیا اور حضرتؑ کو آغوش میں لے کر کہنے لگا کہ یا اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تیری رسّی کو تھام لیا تو جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ ایک جنتی شخص کی طرف نظر کرے تو اُسے چاہیئے کہ اس اعرابی کو دیکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۹

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اس آیت میں نعمت اللہ سے مراد جناب رسولؐ خدا۔ جناب علیؑ مرتضےٰ اور ائمہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔ ثبوت ہر ایک کا حسب ذیل ہے:۔

(۱) تفسیر برہان میں ہے کہ یہ آیت وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۳) بنی اوس اور بنی خزرج

کے بارے میں نازل ہوئی جن میں ایک سو برس تک برابر لڑائی رہی نہ رات کو ہتھیار اتارتے نہ دن کو۔ اسی حالت پر انکی اولاد پیدا ہوتی رہی جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو حضرتؐ نے اُن میں صلح کرا دی اور یہ لوگ اسلام لائے حضرتؐ کی وجہ سے وہ عداوت اُن کے دلوں سے دُور ہوگئی اور وہ لوگ بالکل بھائی بھائی ہو گئے۔

قول مترجم۔ اس صورت میں آنحضرتؐ کی ذات نعمتِ خدا ہوئی اور آنحضرتؐ کا ذکر کرنا امرِ خدا کی تعمیل یعنی عبادت ہوئی۔

(۲) جناب رسولِ خدا حج آخر سے فارغ ہو کر مکۂ معظمہ سے مدینہ منورہ کو چلے اور راستہ میں جحفہ کے قریب مقام خمِ غدیر پر بہ تعمیلِ امرِ الٰہی جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا تو منجانب خدا یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹) جس سے معلوم ہوا کہ خدائتعالےٰ نے علیؑ مرتضےٰ کو اور اُنکی ولایت یا امامت کو اپنی نعمت سے تعبیر فرمایا۔ پس علیؑ مرتضےٰ اور ائمہ علیہم السلام خدا کی نعمت ہوئے اور چونکہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے) اور آنحضرتؐ کی حدیث کے صحیح ہونے کی جانچ یہ ہے کہ اس کا مضمون کتابِ خدا کے مضمون سے موافق ہے چنانچہ اس حدیث کا مضمون وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ سے مطابق و موافق ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے اور علیؑ مرتضےٰ کی ذات اور اُن کی ولایت دونوں نعمتِ خدا ہیں۔

(۳) تفسیر برہان میں ابراہیم ابن العباس سولی الکاتب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب امام علیؑ ابن موسےٰ الرضا علیہما السلام کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرتؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں کوئی حقیقی نعمت نہیں ہے۔ حضرتؑ کی حضور میں جو لوگ حاضر تھے اُن میں سے ایک عالم نے یہ کہا کہ خدائتعالےٰ جو فرماتا ہے لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (دیکھو صفحہ ۹۶۰ سطر ۶) یہ نعیم تو دنیا ہی میں ہے اور اس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ جناب امام رضا علیہ السلام نے اُس سے فرمایا اور اس فرمانے میں حضرتؑ کی آواز بھی بلند ہوگئی کہ تم نے اس کی ایسی ہی تفسیر کی ہے بلکہ اس کی تفسیر کئی طرح سے کی ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ دوسرا عمدہ کھانا کہتا ہے۔ تیسرا میٹھی نیند مراد لیتا ہے۔ حالانکہ میرے والدِ ماجد نے اپنے والدِ ماجد جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خدائتعالےٰ کے اسی قول کے بارے میں لوگوں کے یہ اقوال اُن حضرتؑ کے سامنے بیان ہوئے تو آپ کو غصہ آیا، اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بندوں کو جو چیزیں عطا فرما چکا ہے اُن کے بارے میں اُن سے ہرگز سوال نہ کریگا اور نہ اُن پر احسان جتائے گا جبکہ احسان جتانا اس کی مخلوق کے لئے بھی بدنما ہے۔ تو پھر ایسی چیز کی نسبت خالق کی طرف کیسے دی جاسکتی ہے جو مخلوق کے لئے بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس آیت میں اَلنَّعِیْمُ سے مراد ہم اہلبیتؑ کی محبت و ولایت ہے جس کے بارے میں خدائتعالےٰ بندہ سے بعد توحید و نبوت کے سوال کریگا اور جو

بندہ اس امتحان میں پورا اُتر جائے گا۔ اُسے نعیم جنت تک پہنچا دیگا جو کبھی زائل ہونیوالی نہیں ہے۔
قول مترجم۔ اس سے ثابت ہوا کہ ائمہ اہلبیتؑ اور اُن کی ولائیت خدا کی نعمت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۹

یعنی خدا تعالےٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام کی ساری اُمت کے ذمہ حق کی ہدایت کرنا لازم تھا اور نہ یوں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام کی ہر ہر قوم کے ذمہ ہدایت کرنا ضروری تھا حالانکہ اُس زمانہ میں اُس قوم میں مختلف گروہ بنے ہوئے تھے بلکہ یوں فرمایا کہ قوم موسےٰ میں سے ایک اُمت ایسی ہو جو حق کی ہدایت کیا کرے اور خود بھی اُسی راستہ پر چلے اور لفظ اُمت جو اس آیت میں فرمایا تو امت کا اطلاق ایک شخص پر بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا۔ (دیکھو صفحہ ۴۴۷ سطر ۳) مطلب یہ ہے کہ اُس وقت ابراہیم علیہ السلام ہی اکیلے خدا کے مطیع تھے اور اس وقت میں بھی اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ نیکی بدی کا علم تو ہو مگر نہ تو اُسے قوت و قدرت ہو اور نہ اس کا کوئی جتھا یا گروہ ہو اور نہ اس کی بات مانی جاتی ہو تو اُس کے ذمہ کوئی الزام نہیں ہے۔ اُنہیں حضرتؑ سے یہ دریافت کیا گیا جناب رسولِ خدا کی جو یہ حدیث ہے کہ ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی ایک بات کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ اُس شخص کے ذمہ ہے جو امر بالمعروف کرنے سے پہلے اُس کی پوری معرفت بھی رکھتا ہو۔ (یعنی حقیقت امر کو بھی پہچانتا ہو اور اُس شخص کے بھی عادات و اطوار سے واقف ہو) اور اس کا یقین بھی رکھتا ہو کہ اُس کی بات قبول کی جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کے ذمہ لازم نہیں ہے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا تو مؤمن کے حق میں ہونا چاہیئے کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا جاہل کے حق میں ہونا چاہیئے کہ وہ علم حاصل کرے۔ اب رہے ذی اختیار ظالم حاکم اُن سے چشم پوشی بہتر ہے (کہ وہ بجائے نیک بات ماننے کے تمہاری جان و عزت و آبرو کے درپے ہو جائیں گے) تفسیرِ قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی آیت کے بارے میں منقول ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ اور اُن کے تابعین سے مخصوص ہے کہ وہ امور خیر کی طرف بُلاتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے باز رکھنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں جناب امام المتقین امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ بدی سے لوگوں کو منع کرو اور خود بھی اُس سے باز رہو اس لئے کہ منع کرنیکا حکم تمکو اُسی حالت میں دیا گیا ہے۔ جبکہ تم خود بھی باز رہتے ہو۔ اُنہی حضرتؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ ایسے نیکی کا حکم کرنے والوں پر لعنت کرے جو خود اُس نیکی پر عمل نہ کرتے ہوں اور ایسی بدی سے منع کرنے والوں پر لعنت کرے جو خود اُسی بدی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر خدا تعالےٰ کی مخلوق میں سے دو مخلوق ہیں۔ پس جو ان دونوں کی نصرت کریگا خدا تعالےٰ اُس کو عزت دیگا۔ اور جو اِن دونوں کی نصرت چھوڑ دیگا۔ خدا تعالےٰ اُس کی نصرت چھوڑ دیگا۔ (یعنی اُس کو ذلت دیگا)

تہذیب الاحکام میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب تک لوگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں گے تب تک وہ برابر خیر وخوبی میں رہیں گے اور جب ایسا نہ کرینگے تو برکتیں اُن سے سلب ہوجائیں گی۔ وہ ایک دوسرے پر مسلط ہو جائیں گے۔ اور اُن کا کوئی مددگار نہ زمین میں رہے گا اور نہ آسمان میں۔ کافی اور تہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دکھاوے کی پیروی کرتے ہوں گے۔ قرآن مجید پڑھتے ہوں گے اور اُلٹی چال چلتے ہوں گے۔ نئی نئی باتیں نکالنے والے کم عقل نہ امر بالمعروف کو واجب جانتے ہوں گے اور نہ نہی عن المنکر کو سوائے اس صورت کے کہ جب کسی ضرر سے بچنے کا موقعہ ہو وہ اپنی ذات کے لئے آسانیاں اور بہلنے ڈھونڈتے رہیں گے۔ عالموں کی غلطیوں کی پیروی اور اُن کے علم کے نقص کی تقلید کرتے رہیں گے۔ نماز اور روزہ یعنی ایسی چیزیں جو اُن کے جان ومال کو ضرر نہ پہنچائیں بجالاتے رہیں گے اور اگر نماز یا اُس کے افعال اُن کے مالوں اور جسموں کو ضرر پہنچاتے تو وہ اُسے بھی چھوڑ بیٹھتے جیسا کہ اُنہوں نے اعلےٰ اور اشرف فریضہ کو چھوڑ دیا ہے (یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو) بیشک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت ہی بڑے واجب امر ہیں جن کے ذریعہ سے روزہ ونماز وواجبات قائم ہوتے ہیں۔ ان سے چشم پوشی کے سبب خدا تعالےٰ کا غضب اُن پر پورا ہوگا) اور عقاب خدا عام طور سے اُن کو آن گھیریگا۔ پس اُس وقت بدوں کے گھروں میں نیک لوگ بھی ہلاک ہوجائینگے اور بڑوں کے ساتھ چھوٹے بھی۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بجالانا نبیوں کا طریقہ اور نیک لوگوں کا راستہ ہے۔ اور بہت بڑا فریضہ ہے جس کے ذریعہ سے اور فرائض قائم ہوتے ہیں۔ اصل مذہب مامون ومحفوظ رہتا ہے اور حلال روزی کمائی جاسکتی ہے اور کسی پر ظلم ہوگیا ہو تو اس کا معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔ ملک اُس سے آباد ہوتا ہے اور دشمنوں سے انتقام لیا جاسکتا ہے اور تمام معاملات ٹھیک ٹھاک ہوسکتے ہیں۔ پس تم بدیوں کو دل سے بُرا جانو اور پھر زبان سے بُرا کہو اور اس کی وجہ سے لوگوں کے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ پس اگر کچھ لوگ مان جائیں۔ اور حق کی طرف پھر آئیں تو پھر اُن کو نہ ستاؤ۔ ستانا تو اُن لوگوں کو چاہیئے جو اور لوگوں پر ظلم کرتے اور ناحق ناحق ملک میں زیادتی کرتے ہیں۔ اُن کے لئے وہاں بھی دردناک عذاب ہے۔ پس جو ایسے ہوں اُن سے اپنی جسمانی کوشش سے بھی لڑو اور دل سے بھی اُن سے بغض رکھو مگر تمہارا مطلب نہ قبضہ پالینا ہو نہ مال دبا لینا اور نہ ظلم کے ذریعے سے قابو یافتہ ہوجانا۔ ایسی کوشش اُس وقت تک جاری رہنی چاہیئے کہ وہ امرِ خدا کی طرف پھر آئیں اور حق کی طرف رجوع کریں۔ اور خدائے تعالےٰ کی اطاعت کرنے لگیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں تمہاری اُمت کے ایک لاکھ چالیس ہزار بدکاروں کو عذاب دونگا اور ساٹھ ہزار نیکوکاروں کو۔ اُنہوں نے

غرض کی کہ پروردگارا! بدکار تو اپنی بدی کے سبب عذاب پائیں گے۔ یہ نیکوکار کیوں عذاب دیئے جائیں گے، ارشاد ہوا کہ اس سبب سے کہ بدکاروں کی بدیوں سے چشم پوشی کیا کرتے تھے۔ اور میرے ناراض ہونے پر بھی اُن سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۹

اُن پانچ جھنڈوں میں سے پہلا جھنڈا اس اُمت کے گوسالہ (ابوبکر) کا ہوگا۔ اس میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے سوال کرونگا کہ تم نے میرے بعد اُن دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ جو میں تم میں چھوڑ آیا تھا کیا برتاؤ کیا؟ وہ جواب دیں گے کہ ثقلِ اکبر (یعنی کتاب خدا) میں تو ہم نے تحریف کی اور اُسے پس پشت ڈالدیا اور رہا ثقلِ اصغر (یعنی اہلبیتِ رسولؐ) اُن سے ہم نے عداوت اور بغض رکھا اور ظلم کیا آنحضرتؐ فرماتے ہیں میں اُن سے یہ کہوں گا کہ تمہارے کالے مُنہ ہوں تم جہنم میں بھوکے پیاسے چلے جاؤ۔ پھر دوسرا جھنڈا اس اُمت کے فرعون (عمر) کا میرے پاس آئیگا اور میں اُن سے سوال کرونگا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ جواب دیں گے ثقلِ اکبر میں تو ہم نے تحریف کی اور اُسے پھاڑ ڈالا اور اُس کی مخالفت کی۔ اب رہا ثقلِ اصغر اُن سے ہم نے دشمنی کی اور اُن سے لڑے تو میں اُن سے کہونگا کہ تمہارا بھی کالا مُنہ ہو تم بھی جہنم میں پیاسے چلے جاؤ۔ اس کے بعد تیسرا جھنڈا اس اُمت کے سامری (عثمان) کا آئے گا۔ اُن سے بھی میں یہی سوال کرونگا کہ تم نے میرے بعد میرے متعلقین کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ جواب دینگے ثقلِ اکبر کی ہم نے نافرمانی کی اور اُسے چھوڑ دیا اور ثقلِ اصغر کی ہم نے ہم نے نصرت چھوڑ دی اور ان کو ضائع کر دیا تو میں اُن سے کہوں گا کہ تمہارا بھی مُنہ کالا ہو جہنم میں پیاسے چلے جاؤ۔ اس کے بعد چوتھا جھنڈا ذوالثدیہ کا جس کے ساتھ اول سے آخر تک کل خوارج ہونگے آئیگا میں اُن سے بھی یہ سوال کرونگا کہ میرے بعد ثقلین کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ وہ یہ کہیں گے کہ ثقلِ اکبر تو ہم نے پھاڑ ڈالا اور اُس سے علیحدہ رہے اور ثقلِ اصغر کے ساتھ ہم لڑے اور اُن کو قتل کیا میں اُن سے کہونگا جاؤ جہنم میں پیاسے چلے جاؤ۔ پھر پانچواں جھنڈا امام المتقین سیدالوصیین قائدالغرالمحجلین وصی رسول رب العلمین کا میرے پاس وارد ہوگا۔ میں اُن سے دریافت کرونگا کہ تم میرے بعد ثقلین کے ساتھ کس کس طرح پیش آئے؟ وہ جواب میں عرض کرینگے کہ ثقلِ اکبر کی ہم نے پیروی اور اطاعت کی اور ثقلِ اصغر سے ہم نے محبت و موالات کی اور اُن کو یہانتک مدد دی کہ اُن کے بارے میں ہمارے خون تک بہا دیئے گئے۔ پس اُن سے میں کہونگا کہ تم سیر و سیراب ہو کر سفید رو بنکر جنت میں چلے جاؤ۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں جو یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ سے هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ تک ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۱۱ و صفحہ ۱۰۰ سطر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۰۳

تفسیرِ قمی میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے غزوۂ احد

کا اصلی سبب یہ منقول ہے کہ کفارِ قریش جب بدر کی لڑائی سے پلٹ کر مکہ معظمہ میں آئے اور اُس ذلت پر خیال کرنے لگے جو بدر کی لڑائی میں قتل و قید سے اُن کو پہنچی تھی اس لئے کہ ستر ہی تو قتل کئے گئے تھے اور ستر ہی قید کئے گئے تھے اور ابوسفیان نے کہا کہ اے گروہِ قریش! تم اپنی عورتوں کو اپنے مقتولوں پر رونے نہ دو اس لئے کہ جب آنسو نکل جائیگا تو وہ رنج کو اور محمدؐ کی عداوت کو دُور کر دیگا چنانچہ اُحد کی لڑائی میں جب آنحضرتؐ سے یہ لوگ لڑنے آئے ہیں اُس دن انہوں نے اپنی عورتوں کو رونے پیٹنے کی اجازت دی (تاغصہ بھڑک جائے اور جوش بڑھ جائے) اور مکہ معظمہ سے تین ہزار سوار اور دو ہزار پیدل نکلے اور عورتوں کو بھی اپنے ساتھ نکال لائے جناب رسول خداؐ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور اُن کو جہاد کی ترغیب دی تو عبداللہ ابن اُبی (مشہور منافق) نے یہ عرض کی "یا رسول اللہ! مدینہ سے نہ نکلئے تاکہ ہم ان سے کوچوں میں لڑ سکیں۔ اس صورت میں گلی کوچوں کے ناکوں پر اور چھتوں پر سے بڈھے آدمی غلام اور عورتیں تک لڑ سکینگی اور ابتک کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی قوم ہم پر چڑھکر آئی اور ہم اپنے قلعوں میں اور گھروں میں بیٹھے رہے تو وہ ہم پر کبھی غالب نہیں ہوئی۔ اور جب کبھی ہم دشمن کے مقابل نکلے تو ہمیشہ اُنہی کو ہمارے برخلاف غلبہ رہا۔ اس پر سعدؓ ابن معاذ انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ "یا رسول اللہ! جس حال میں کہ ہم مشرک اور بُت پرست تھے تب تو کسی عرب کی ہمارے برخلاف چلی ہی نہیں۔ اب ہم پر کیا غالب آئیں گے جس حال میں کہ حضور یہاں موجود ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم تو ان سے نکل کر لڑینگے کہ جو ہم میں قتل ہو جائیگا شہید ہوگا۔ اور جو ہم میں سے باقی رہیگا وہ راہِ خدا میں جہاد کرنیوالا شمار ہوگا" پس آنحضرتؐ نے اُنہی کی رائے مان لی اور اپنے اصحاب کے ایک گروہ کو لے کر شب کے وقت لڑائی کی جگہ جا رہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۰۳ سطر ۵) اور عبداللہ ابن اُبی آنحضرتؐ کی نصرت چھوڑ کر مدینہ منورہ میں رہ گیا اور خزرج کے ایک گروہ نے اُس کی رائے مان لی۔ قریش اُحد کے پاس آپہنچے اور آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو جن کی تعداد سات سو تھی سلاحِ جنگ سے آراستہ کیا پس عبداللہ ابن جُبیر کو پچاس تیراندازوں سمیت اُس گھاٹی کے دروازہ پر مقرر فرمایا جو لشکر کے پسِ پشت تھی اور یہ خوف تھا کہ اسی طرف سے دشمن جو کمیں گاہ میں ہیں اُن پر آپڑیں گے لہٰذا عبداللہ ابن جبیر اور اُس کے ساتھیوں کو یہ ہدایت فرمائی۔ کہ "اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے قریش کو ایسی شکست دی جو کہ اُن کو مکہ پہنچا دے تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ اور اگر تم یہ دیکھو کہ اُنہوں نے ہم کو شکست دی یہاں تک کہ ہم مدینہ میں جا گھسے تب بھی تم یہاں سے نہ ٹلنا اور اپنے اپنے مقام پر جمے رہنا" اُدھر ابوسفیان نے خالد ابن ولید کو نو سو سواروں کے ساتھ گھات میں بٹھا دیا تھا اور یہ کہدیا تھا کہ جب تم یہ دیکھو کہ ہم باہم مل گئے تو تم اس گھاٹی کے راستہ سے اُن پر حملہ کر بیٹھنا تا آنکہ اُن کے پیچھے پہنچ جاؤ۔ اِدھر جناب رسولِ خداؐ نے اپنے اصحاب کو مرتب کیا۔ اور اپنا رایت جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے سپرد فرمایا۔ اُس وقت انصار نے

مشرکین قریش پر ایک حملہ کر دیا اور اُن کو بڑی سخت شکست دی۔ اور پھر اصحاب جناب رسولؐ خدا اُن کے گروہوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور خالد ابن ولید دو سو سواروں سمیت عبداللہ ابن جُبیر پر آیا تو اُن لوگوں نے تیروں سے جواب دیا۔ وہ پلٹ گیا۔ ادھر عبداللہ ابن جبیر کے ساتھیوں نے اصحاب رسولؐ خدا پر نظر ڈالی تو وہ قریش کا مال لوٹتے ہوئے دکھائی دئے۔ پس اُنہوں نے عبداللہ ابن جُبیر سے کہا کہ "ہمارے ساتھیوں نے تو مالِ غنیمت لے لیا اور ہم یونہی بلا غنیمت رہ گئے"۔ عبداللہ نے اُن سے کہا کہ "اللہ سے ڈرو اس لئے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ اپنی جگہ نہ چھوڑیں"۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا اور ایک ایک شخص کر کے نکلنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنے مقامات خالی کر دئے۔ اور عبداللہ ابن جبیر صرف بارہ آدمیوں سے جمے رہے۔ اُس دن قریش کا علَم طلحہ ابن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا جو قبیلۂ عبدالدار کا ایک نامی جوان تھا۔ اسے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے قتل کیا تو علم کو سعید ابن ابی طلحہ نے لے لیا۔ اُسے بھی جناب علیؑ مرتضےٰ نے قتل کیا تا آنکہ قبیلۂ عبدالدار کے یکے بعد دیگرے نو جوان قتل کئے۔ نوبت یہ پہنچی کہ مشرکوں کا علم اُسی قبیلہ کے ایک حبشی غلام کے ہاتھ پڑا جس کا نام صواب تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے قریب پہنچکر اس کا داہنا ہاتھ اُڑا دیا تو اُس نے علَم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور جب حضرتؑ نے اس کا بایاں ہاتھ بھی قلم کر دیا تو اُس نے کٹے ہوئے ہاتھوں سے علَم کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا۔ پھر ابوسفیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ "تو نے دیکھا کہ قبیلہ بنی عبدالدار نے آج علَم کی کیسی عزت رکھی ہے"؟ اس عرصہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اُسکے سر پر ایسی ضربت لگائی کہ وہ تو قتل ہو گیا اور علَم گر گیا۔ جسے عمرہ بنت علقمہ کنانیہ نے آکر اُٹھا لیا۔ اتنے میں خالد ابن ولید عبداللہ ابن جُبیر پر جس کے ساتھی بھاگ چکے تھے اور گنتی کے آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا نو سو سواروں سمیت ٹوٹ پڑا اور اُن کو گھاٹی کے دروازہ پر قتل کر کے مسلمانوں کا پیچھا آ لیا۔ اور قریش نے دیکھا کہ اُن کا علَم گر کر پھر کھڑا ہو گیا تو وہ اپنے علَم کی طرف جھپٹ کر آئے اور جناب رسولؐ خدا کے اصحاب نے بڑی شکست کھائی۔ اور وہ اِدھر اُدھر پہاڑوں پر چڑھنے اور گھاٹیوں میں گھومنے لگے۔ جب آنحضرتؐ نے اُن کی شکست کی حالت دیکھی تو اپنے سر مبارک پر سے خود ہٹا دیا اور خود آواز دینی شروع کی۔ فرمایا کہ لوگو! میری طرف آؤ میں اللہ کا رسولؐ یہاں موجود ہوں۔ تم خدا کے رسولؐ کو چھوڑ کر کدھر بھاگے جاتے ہو؟ اُس وقت ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان لشکر کے بیچوں بیچ موجود تھی۔ گروہ قریش میں سے جو شخص بھاگنا چاہتا تھا اُس کو سُرمہ دانی اور سلائی دیکر یہ کہتی کہ "تو اب مرد نہیں رہا۔ لے یہ سرمہ تو لگا لے" (اس طرح شرم دلا دلا کر وہ کفار کو بھاگنے سے روکتی تھی) اُس وقت حضرت حمزہ بن حضرت عبدالمطلب گروہ قریش پر حملہ کر رہے تھے جب انہوں نے یہ دیکھا کہ کفار بھاگے اور اُنکے سامنے کوئی جم کر نہیں لڑتا اور پھر دیکھا کہ پلٹ آئے تو اُنہوں نے عام حملہ شروع کر دیا) ہندہ بنت عتبہ وحشی نام غلام سے یہ عہد کر چکی تھی کہ اگر تو نے محمدؐ یا علیؑ یا حمزہؓ کو قتل کر دیا تو تجھے اتنا اتنا دیا جائیگا۔ یہ وحشی جبیر ابن مُطعم کا حبشی غلام تھا۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ محمدؐ پر تو قابو نہ پا سکونگا رہے علیؑ۔ وہ بڑے ہوشیار ہیں اور ہر طرف نظر رکھتے ہیں۔ لہٰذا اُن پر بھی داؤں گھات نہیں چل سکتا۔ پس وہ

حضرت حمزہؓ کیلئے گھات میں بیٹھ گیا۔ اس لئے کہ اس نے اُن حضرتؐ کو جوش میں لوگوں پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ حضرتؐ میرے پاس سے گذرے اور ایک نالے کے کنارے ٹھٹکے تو میں نے اپنے نیزہ کو خم دے کر اس طرح لگایا کہ اُن حضرتؐ کے کولھے سے اُوپر لگ کر دوسری طرف نکل گیا اور حضرت حمزہؓ گر گئے۔ وحشی کا بیان ہے کہ میں نے قریب پہنچ کر آپ کے شکم مبارک کو چاک کیا اور اُن کا کلیجہ نکالکر ہندہ کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ حمزہؓ کا کلیجہ ہے۔ اس ملعونہ نے کلیجہ اپنے مُنہ میں ڈال لیا۔ چبایا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُسے اُس کے مُنہ میں ایسا سخت کر دیا۔ جیسے کہ گھٹنے کی ہڈی ہوتی ہے۔ اُس نے اُسے اپنے مُنہ سے نکالکر پھینکدیا۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے ایک فرشتہ کو مامور کیا کہ اُس نے اُس کلیجہ کو اُٹھا کر اُس کے مقام پر پہنچا دیا۔ پھر ہندہ حضرت حمزہؓ کی لاش پر آئی اور آپکے عضوِ تناسل کو اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ کر لے گئی۔ (تاریخ گواہی دیتی ہے کہ ان سب کا ہار بنا کر پہنا) اور جناب رسولِ خداؐ کے پاس سوائے ابودجانہ کے جن کا نام سماک ابن خرشہ تھا اور سوائے جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے اور کوئی بھی باقی نہ رہا پس جب کوئی گروہ آنحضرتؐ پر حملہ کرتا تھا جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام مقابلہ کر کے اُن سب کو دفع کرتے تھے یہانتک کہ اُنکی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے اپنی تلوار ذوالفقار اُن کو عنایت فرمائی۔ اور آنحضرتؐ کوہِ اُحد کے ایک گوشہ میں جاگزیں ہو کر ٹھیر گئے۔ اس لئے لڑائی چوطرفہ ہونے کے بدلے ایک ہی طرف رہی اور علیؑ مرتضےٰ دشمنوں سے یہاں تک لڑتے رہے کہ سارا میدان اُن سے خالی کرا لیا۔ اور اُن حضرت علیہ السلام کے چہرۂ مبارک و سرِ مبارک پر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں پر ستر زخم لگے تھے اسحالت میں جبرئیل امین علیہ السلام یہ کہتے تھے۔ یا رسول اللہ! مواسات اسکو کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے جبرئیل امین کو آسمان و زمین کے مابین سونے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور یہ کہتے ہوئے سُنا تھا لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ (یعنی ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے اور علیؑ کے سوا کوئی جوانمرد نہیں ہے) روایت میں وارد ہوا ہے کہ مسلمانوں کے شکست کھانے کا اصلی سبب یہ تھا کہ ابلیس نے اُن کے مابین ایک آواز لگا دی تھی کہ محمدؐ قتل ہو گئے اور آنحضرتؐ اُسوقت لوگوں کے اژدحام میں تھے اور لوگ اُنہیں دیکھ نہیں رہے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۱۰۵

المجالس میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیس ایک پہاڑ پر جا چڑھا اور بڑے زور سے چیخ کر اُس نے اپنے شیاطین کو بُلایا۔ وہ سب اُسکے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے سیّد و سردار آپ نے ہمیں کیوں یاد فرمایا ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تم میں سے اس کے اثر کا باطل کرنے والا کون ہے؟ شیاطین میں سے ایک اُٹھا اور کہنے لگا اس کا اثر باطل کرنے کو میں موجود ہوں اور اس طرح اِسے باطل کر دونگا۔ ابلیس نے کہا نہیں تو اس کے لائق نہیں ہے تو دوسرا اُٹھا اُس

نے بھی ویسی ہی باتیں کیں۔ ابلیس بولا کہ نہیں تو بھی اس کے لائق نہیں ہے۔ اس کے بعد وسواس الخناس نے کہا کہ میں اس کام کیلئے موجود ہوں ابلیس نے دریافت کیا بھلا کس تدبیر سے؟ وسواس الخناس بولا کہ میں ان سے وعدہ کرونگا اور انکو تمناؤں اور آرزوؤں میں ڈالدونگا تا آنکہ گناہِ خدا کے مرتکب ہوں اور جب گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے تو انکو استغفار بھلا دونگا۔ ابلیس نے کہا بیشک تو اس کیلئے موزوں ہے چنانچہ قیامت تک کیلئے یہ کام اسکے سپرد کر دیا اور عبدالرحمن ابن غنم الاشعری سے روایت ہے کہ معاذ ابن جبل روتے ہوئے جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آئے اور سلام عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیکر ارشاد فرمایا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! دروازہ پر ایک نوجوان ہٹا کٹا گلرنگ خوبصورت اپنی جوانی پر اس طرح رو رہا ہے جیسے پسر مردہ عورت اپنے بچے کیلئے روتی ہو اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ اس جوان کو میرے پاس لے آؤ۔ معاذ اس کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تو اس نے سلام عرض کیا اور آنحضرتؐ نے جواب سلام بھی دیا پھر دریافت فرمایا کہ اے جوان! تیرے رونے کا باعث کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں کیسے نہ روؤں حالانکہ میں ایسے گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں کہ اگر خدا تعالےٰ مجھ سے اسکے ایک حصہ کا بھی مواخذہ کرے تو مجھے آتشِ جہنم میں پہنچا دیگا اور مجھے سوائے اسکے اور کچھ نہیں سوجھتا کہ عنقریب وہ اس کا مجھ سے مواخذہ کریگا اور مجھے ہرگز نہ بخشیگا۔ جناب رسولِ خدا نے یہ سنکر دریافت کیا کہ آیا تو نے کسی چیز کو خدا تعالےٰ کا شریک ٹھیرایا ہے؟ اس جوان نے عرض کی کہ اس سے تو میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ کسی چیز کو خدا تعالےٰ کا شریک ٹھیراؤں۔ فرمایا تو آیا تو نے کسی ایسے نفس کو قتل کر دیا جس کا قتل خدا نے حرام کر دیا ہو اس نے عرض کی کہ نہیں ایسا بھی نہیں ہوا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ تو خدائے تعالےٰ تیرے گناہ بخشدیگا۔ گو وہ بڑے سے بڑے گناہوں کے مانند ہوں۔ اس جوان نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میرا گناہ تو بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ تیرے گناہوں کو بخشدیگا۔ گو وہ مثل ساتوں زمینوں کے اور انکے تمام سمندروں کے اور انکے تمام ریگستانوں کے اور اسکے تمام درختوں کے اور جتنی مخلوق ان میں ہے۔ ان سب کی برابر ہوں اس جوان نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میرا گناہ تو ساتوں زمینوں اور ان کے تمام سمندروں اور انکے تمام ریگستانوں اور انکے تمام درختوں اور جتنی مخلوق ان میں ہے ان سب سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ یہ سنکر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ تیرے گناہوں کو بخشدیگا گو وہ تمام آسمانوں اور اس کے ستاروں اور عرش و کرسی کے برابر ہوں۔ اس جوان نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میرا گناہ تو ان سے بھی بڑھا ہوا ہے راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر آنحضرتؐ نے اس کی طرف ایسی نظر ڈالی جیسے کوئی شخص غصہ میں بھرا ہوا دیکھتا ہے اور فرمایا کہ وائے ہو تجھ پر اے جوان! آیا تیرا گناہ بڑھا ہوا ہے یا تیرا پروردگار؟ یہ سنکر وہ جوان منہ کے بل سجدہ میں گر پڑا اور عرض کی۔ میرا پروردگار پاک و پاکیزہ ہے۔ اس سے بڑی کوئی شے نہیں ہے۔ یا نبیؐ اللہ! ہر بڑی سے بڑی چیز سے بھی میرا پروردگار ہی بڑا ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ عظمت والے پروردگار کے سوا ایسے عظیم الشان گناہوں کو اور

کون بخشیگا؟ اُس جوان نے عرض کی یارسولؐ اللہ! نہیں قسم بخدا سوائے اُس کے اور کوئی بخشنے والا نہیں ہے۔ پھر وہ جوان خاموش ہو رہا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے جوان! کیا تو اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ سے بھی مجھے مطلع نہ کریگا؟ اُس نے عرض کی یارسولؐ اللہ! ضرور مطلع کرونگا۔ میں سات برس سے قبروں کو کھود ڈالا کرتا تھا اور مُردوں کو نکالکر اُنکے کفن کھسوٹ لیا کرتا تھا۔ انصار کی لڑکیوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا۔ اُس کی نعش قبر پر لے گئے اور دفن کردی۔ جب اُس کے کنبہ والے چلے گئے اور رات ہوگئی تو میں قبر پر آیا اور اُسے کھود کر نعش نکالی پارچۂ کفن جو کچھ بھی اُس کے جسم پر تھا سب الگ کرلیا اور اُسے قبر کے کنارے پر ننگا چھوڑ دیا اور اپنے کام کو چل دیا۔ اس میں شیطان میرے پاس آیا اور اُسکی ایک ایک چیز کو میری نظروں میں زینت دینے لگا کبھی تو کہتا تھا کہ اس کا پیٹ اور سفیدی اُس کی نہیں دیکھتا کبھی کہتا تھا کہ اُس کے کولوں پر نظر نہیں کرتا غرضیکہ اسی طرح مجھ سے کہتا رہا تا آنکہ میں پھر پلٹ کر اُسکے پاس آیا اور اپنے آپے سے باہر ہو گیا حتےٰ کہ اُس سے مجامعت کی اور اُسے وہیں چھوڑ دیا۔ یکایک میں نے ایک آواز کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سُنا کہ اے جوان! قیامت کے دن فیصلہ کرنے والے کی طرف سے تیرے لئے ویل ہو جس دن وہ فیصلہ کریگا اُس دن سے ڈر جیسا کہ تو نے مجھ کو مُردوں کے لشکر میں ننگا چھوڑا ہے اور قبر کھود کر باہر نکالا ہے اور میرا کفن چھین لیا ہے اور مجھے ایسی حالت میں چھوڑے جاتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے روبرو حساب دینے کے واسطے جنابت کی حالت میں کھڑی ہونگی اسی طرح تو بھی بایں رعنائی وجوانی آتشِ جہنم میں جائے۔ یا رسولؐ اللہ! یہ باتیں سُنکر مجھے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کبھی جنت کی خوشبو سونگھ سکوں۔ اب حضور میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے فاسق! میرے پاس سے دُور ہو۔ اندیشہ ہے کہ تیری آگ میں اور نہ جل جائیں تو آتشِ جہنم سے کس قدر قریب ہوچکا ہے پھر آنحضرتؐ ایسا ہی فرماتے رہے اور اُس کی طرف اشارہ کرتے رہے یہانتک کہ اُسے اپنے سامنے سے دُور کردیا۔ وہ شخص حضرتؐ کے پاس سے نکل کر شہر میں آیا۔ کچھ توشہ ہمراہ پہنچایا پھر کسی پہاڑ میں چلا گیا وہیں عبادت کرنے لگا۔ کمل کے کپڑے پہن لئے اور اپنے دونو ہاتھ اپنی گردن میں باندھ لئے اور عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار! یہ تیرا بندہ بہلول تیری حضور میں بندھا کھڑا ہے۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے بھی پہچانتا ہے اور اے میرے سید و سردار! میری اس ذلت و رسوائی سے بھی تو آگاہ ہے۔ اے میرے پروردگار! میں نادم ہوا اور تائب ہو کر تیرے نبیؐ کی حضور میں گیا تو اُنہوں نے اپنی حضور سے نکال دیا اور میرا خوف بڑھا دیا۔ پس اب میں تیرے نام کا واسطہ دے کر اور تیری عزت و جلال کا واسطہ دے کر اور تیری سلطنت و عظمت کا واسطہ دیکر تجھی سے سوال کرتا ہوں کہ اے میرے سید و سردار مجھے نا اُمید مت کر اور میری دعا کو بیکار قرار نہ دے اور مجھے اپنی رحمت سے نا اُمید مت کر۔ چالیس دن اور چالیس رات وہ اسی طرح برابر عرض کرتا رہا اور روتا رہا کہ اس کے رونے سے پرندے اور چرندے بھی رو پڑے اور جب چالیس دن اور چالیس راتیں پوری ہوچکیں تو اُس نے دونوں ہاتھ

آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کی یا اللہ! تو نے میری حاجت کے بارے میں کیا کیا؟ اگر تو نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور میری خطا بخشدی ہے تو تو اپنے نبی محترم کو وحی فرما اور اگر تو نے میری دعا قبول نہیں کی ہے اور میری خطا نہیں بخشی ہے اور مجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو جلد مجھ پر آگ برسا کہ مجھے ابھی جلا دے یا اور کوئی دنیاوی عذاب نازل کر کہ وہ مجھے ہلاک کر دے اور مجھے قیامت کے دن کی فضیحت سے محفوظ رکھ پس خدا تعالےٰ نے اپنے نبیؐ محترم کو یہ وحی فرمائی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً یہاں فَاحِشَۃً سے مراد زنا ہے اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ کے ارتکاب سے جو زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے نبشِ قبر سے بھی بڑھا ہوا ہے اور کفن کھسوٹ لینے سے بھی زیادہ ہے ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور توبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ گویا خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ! میرا بندہ تائب ہو کر تمہارے پاس آیا مگر تم نے اُسے نکال دیا تو وہ کہاں جائے کس کی طرف رُخ کرے اور کس سے سوال کرے اور سوائے میرے اپنے گناہوں کی مغفرت کس سے مانگے۔ پھر فرماتا ہے وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ جس کا مطلب یہ ہے کہ تنبیہ کئے جانے کے بعد زنا پر، نبشِ قبر پر اور کفن چھین لینے پر وہ لوگ اصرار نہیں کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (دیکھو صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶ سطر ۱۱ و ۲) پس جب یہ آیت جناب رسولِ خدا پر نازل ہوئی آنحضرتؐ باہر نکلے۔ اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے اور تبسم کرتے جاتے تھے۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس تائب نوجوان تک مجھے کون پہنچا سکیگا۔ معاذ ابن جبل نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہمیں خبر پہنچی ہے کہ وہ فلاں فلاں جگہ ہے۔ جنابِ رسولِ خدا اصحاب کو ساتھ لیکر چلے اتنے کہ اُس پہاڑ تک پہنچے۔ پھر نوجوان تائب کی تلاش میں اُوپر چڑھ کر دیکھا تو دو چٹانوں کے بیچ میں کھڑا ہے اور دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہیں چہرہ سیاہ ہو گیا ہے۔ روتے روتے دونوں آنکھوں کی پلکیں جھڑ گئی ہیں اور یہ عرض کرتا ہے۔ اے میرے سیّد و سردار تو نے میری پیدائش بہت اچھی کی اور صورت بھی اچھی بنائی کاش مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ تیرا ارادہ میری نسبت کیا ہے۔ آیا آتشِ جہنم میں جلائیگا یا اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیگا۔ یا اللہ! یقیناً تو نے مجھ پر بہت کچھ احسان کیا ہے اور برابر انعام فرمایا ہے۔ کاش مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ انجام میرا کیا ہوگا۔ آیا تو مجھے جنت میں بعزت داخل فرمائیگا یا بہ ذلت و خواری جہنم کی طرف ہنکا دیگا؟ میرے اللہ! میرا گناہ آسمانوں سے اور زمین سے بلکہ تیری وسیع کرسی اور عظیم الشان عرش سے بھی بڑا ہے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو میری خطا بخشیگا یا قیامت کے دن مجھے فضیحت فرمائیگا۔ برابر اسی قسم کی باتیں کہتا تھا اور روتا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈالتا جاتا تھا درندے اُس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور پرندوں نے اُس پر پرا باندھ رکھا تھا اور یہ سب اُس کی گریہ و بکا کے سبب رو رہے تھے جنابِ رسولِ خدا اُس کے قریب آئے اُس کی گردن سے

دونوں ہاتھ کھول دئے اور سر پر سے مٹی جھاڑ کر ارشاد فرمایا کہ اے بہلول تجھے بشارت ہو اللہ تعالےٰ نے تجھے جہنم سے آزاد کر دیا۔ پھر اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے اپنے گناہوں کا اسی طرح تدارک کرو جیسا کہ بہلول نے اپنے گناہوں کا تدارک کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو آیتیں نازل فرمائی تھیں وہ اُسے پڑھکر سنائیں اور اُسے جنت کی بشارت دی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۱۴

تفسیر برہان میں ابو رافع سے منقول ہے کہ جب مشرک روز احد چل دئے تو وہ مقام روحا پر پہنچے تو کہنے لگے نہ تو تم کم سن عورتوں ہی کو لائے اور نہ تم نے محمدؐ ہی کو قتل کیا۔ یہ خبر جناب رسولِ خداؐ کو پہنچی تو حضرتؐ نے علی مرتضےٰ علیہ السلام کو بنی خزرج کے ساتھ اُن مشرکوں کے تعاقب میں بھیجدیا جس مقام سے مشرک کوچ کرتے تھے جناب امیر علیہ السلام وہیں جا اُترتے تھے خدا تعالےٰ نے اُنکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ابنی ابو رافع سے ایک حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا نے علی مرتضےٰ علیہ السلام کے زخموں پر لعاب دہن لگا دیا اور اُن کے حق میں دعا کی اور اُن کو مشرکوں کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کر دیا ابنی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ اسی تفسیر میں بطریق جمہوریوں روایت کی گئی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے علی مرتضےٰ علیہ السلام کو کچھ لوگ ساتھ کر کے ابوسفیان کے تعاقب میں بھیجا تو حضرت کو بنی خزاعہ میں سے ایک اعرابی ملا اور اُس نے یہ کہا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۱۴ سطر ۷) اس سے اُس کی مراد ابوسفیان اور اُس کے ساتھی تھے۔ پس جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اسی پر یہ آیتیں ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ تک نازل ہوئیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۲۱

تفسیر برہان و علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اولادِ آدمؑ کی نسل ابتداءً کیونکر پھیلی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو وحی فرمائی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی اپنے بیٹوں سے کر دیں اور یہ تمام موجودہ مخلوق بھائیوں اور بہنوں کے میل سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سبحان اللہ خدا تعالےٰ کی شان اس سے کہیں ارفع و اقدس ہے کہ وہ ایسا حکم دے جو شخص اس بات کا قائل ہے وہ گویا اس کا بھی قائل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق سے برگزیدہ لوگوں کو یعنی اپنے دوستوں کو نبیوں کو اور رسولوں کو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو اور احکام کے ماننے والے مرد اور عورتوں کو معاذ اللہ حرام سے پیدا کیا اور اُس میں اس بات کی قدرت نہ تھی کہ ان سب کو حلال سے پیدا کرتا۔ حالانکہ اُن سے اس بات کا پختہ عہد لے لیا تھا کہ وہ حلال پر اور پاکی و پاکیزگی پر قائم رہیں اور حرام اور ناپاک چیزوں کے پاس بھی نہ پھٹکیں اور مجھے تو یہانتک تحقیق خبر ملی ہے کہ کسی چوپایہ کو دھوکا دیا گیا تھا کہ اُس کی بہن پہچان میں نہ آئی جب وہ

اُس سے جفتی کھا کر اُترا تو اصلی حالت اُس پر ظاہر کی گئی اور اُس نے جان لیا کہ اُس کی بہن ہے تو اُس نے اُسی وقت اپنا عضو تناسل نکالا پھر دانتوں سے اُسے پکڑ کر کاٹ ڈالا اور گر کر فوراً مر گیا۔ ایک اور چوپایہ کو بعینہٖ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ اُس کی ماں پہچان میں نہیں آئی تھی اور وہ اسی طرح مر گیا تھا۔ تو کیا انسان باوجود اپنے علم و فضل کے حیوانات سے بھی گیا گزرا ہوگا۔ ہاں بات یہ ہے کہ اس مخلوق سے جس کو تم دیکھ رہے ہو ایک گروہ نے خاندانِ انبیاء کے علم سے مُنہ پھیر لیا اور جہاں سے لینے کا حکم نہ تھا وہاں سے علم لیا اِس کا نتیجہ وہ جہالت اور ضلالت ہوئی جسے تم دیکھتے ہو پھر فرمایا وائے ہو اُن لوگوں پر کدھر چلے گئے۔ اُس قول سے جس میں نہ فقہائے حجاز نے اختلاف کیا ہے اور نہ فقہائے عراق نے خدائے عزّوجلّ نے قلم کو حکم دیا اور اس نے قیامت تک کے احکام لوحِ محفوظ پر آدم علیہ السّلام کی پیدائش ہونے سے دو ہزار برس پہلے لکھ دئے اور جتنی کتابیں قلم نے بحکمِ خدا لکھی ہیں اُن سب میں بھائیوں کا بہنوں پر حرام ہونا درج ہے اور اُن چاروں کتابوں میں جو تمام عالم میں مشہور ہیں یہی مضمون ہم نے دیکھا ہے اُن میں سے کسی کتاب میں بھائیوں کا بہنوں پر حلال ہونا ثابت نہیں ہے۔ میں تم سے حق بات کہتا ہوں کہ جو ایسی ایسی باتوں کا قائل ہے وہ مجوسیوں کی حجّت کو قوی کرتا ہے انہیں کیا ہو گیا ہے خدا ان پر لعنت کرے پھر جناب امام علیہ السّلام نے حضرت آدم علیہ السّلام اور اُن کی ذرّیت کی ترقیِ نسل کا بیان شروع کیا۔ پس فرمایا۔ کہ آدم علیہ السّلام کے ہاں ستر ولادتیں ہوئیں۔ ہر ولادت میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ جب ہابیل قتل ہو گئے تو آدم علیہ السّلام کو بیحد صدمہ ہوا کہ عورت کے پاس کا بھی آنا جانا چھوڑ دیا اور پانچ سو برس تک حضرت حوّا علیہا السّلام سے ہم بستری نہیں کی۔ پھر خدائے تعالےٰ نے اُن کے غم کو دُور کیا تا آنکہ وہ حضرت حوّا علیہا السّلام کے پاس گئے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس ولادت میں صرف ایک بیٹا شیثؑ نام عطا فرمایا جن کے ساتھ توام کوئی نہ تھا یعنی لڑکی پیدا نہ ہوئی تھی انہی شیثؑ کا نام ہبۃ اللہ بھی ہے یہ روئے زمین پر پہلے وصی ہیں جنہیں اولادِ آدمؑ میں سے خدائے تعالےٰ نے نیابت کیلئے منتخب فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السّلام کے شیث علیہ السّلام کے بعد دُوسرا بیٹا یافث پھر پیدا ہوا اُن کے ساتھ بھی کوئی دُوسرا نہ تھا اور جب یہ دونوں بیٹے بالغ ہوئے اور اللہ تعالےٰ کو منظور تھا ان کی نسل پھیلے جیسا کہ تم اُسے دیکھتے ہو اور ساتھ یہ بھی منظور تھا کہ لوح و قلم کے ذریعہ سے جن چیزوں کو حرام قرار دے چکا وہ حرام ہی رہیں۔ جیسے بہنوں کا بھائیوں سے نکاح ہونا لہٰذا جمعرات کے دن بعدِ عصر جنّت سے ایک حور کو نازل کیا جس کا نام نزلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے شیثؑ کی اس سے شادی کر دو چنانچہ حضرتؑ نے اس حکم کی تعمیل کی پھر دوسرے دن عصر کے بعد ایک اور حور جنّت سے نازل کی جس کا نام منزلہ تھا اور خدائے تعالےٰ نے اس کی نسبت حکم دیا کہ اس کی شادی یافث سے کر دو۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے اِس حکم کی تعمیل کی شیثؑ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ہاں لڑکی اور جب یہ دونوں بچے بالغ ہو گئے تو

شیثؑ کا بیٹا یافث کی بیٹی سے بیاہا گیا تمام انبیاء مرسلین علیہم السّلام اور برگزیدہ بندے اِنہی دونوں کی نسل سے ہیں اور جیسا کہ عوام النّاس قائل ہوئے ہیں ہرگز ایسا نہیں ہے کہ بہنوں کی شادی بھائیوں سے ہوتی تھی من لایحضرہ الفقیہ میں بھی قریب قریب یہی مضمون منقول ہے کافی اور تفسیر عیاشی میں کئی حدیثیں اس مضمون کی منقول ہیں کہ سلسلۂ نسل کیونکر چلا خلاصہ اُن سب کا یہ ہے کہ حضرت شیث علیہ السّلام کے چند بیٹے یا پوتے پیدا ہوئے اور وہ ایک جن کی بیٹیوں سے بیاہے گئے لہذا آدمیوں میں حُسن وخلق و خوبصورتی وحلم وغیرہ جو اچھی اچھی صفتیں ہیں وہ تو حور کی طرف سے درافتاکی ہیں اور تیز مزاجی وغصہ و جہالت اور حماقت وبدصورتی یہ اُس جن کی بیٹیوں کی طرف سے ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۱۲۴

قول مترجم جب کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے تو اُس کے ذمہ جو قرض ہو اُس کا ادا کرنا سب سے پہلے لازم ہے پھر اگر اُس نے کوئی وصیت کی ہو تو باقی مال کی ایک تہائی تک اُس کی وصیت کے بموجب صرف ہونا چاہیئے اس کے بعد جو بچے وہ وارثوں کا حق ہے وارث دو وجہ سے بن سکتے ہیں ایک نسب کے باعث دُوسرے سبب کے بموجب۔

نسب کا بیان

وارثانِ نسبی کے تین طبقے ہیں۔ اوّل طبقہ میں ماں باپ اور اولاد ہے۔ دُوسرے طبقہ میں دادا دادی نانا نانی بھائی بہن اور اُن کی اولادیں۔ تیسرے طبقہ میں چچا۔ پھوپھی۔ ماموں۔ خالہ اور اُنکی اولاد ہے۔

تنبیہ

واضح ہو کہ اگر پہلے طبقہ کے لوگ موجود ہوں تو دُوسرے اور تیسرے طبقہ کے لوگ میراث سے محروم رہینگے اور دُوسرے طبقہ والوں کی موجودگی میں تیسرے طبقہ والے لوگ میراث نہ پائینگے۔ شوہر اور زوجہ ہر طبقہ کے ساتھ اپنا حق لے سکتے ہیں اور عینی بھائی بہن کے ہوتے پدری بھائی بہن کو کچھ نہ ملیگا۔

صاحبانِ فروض و قرابت کا بیان

صاحبِ فرض وہ شخص ہے جس کا حصّہ وراثت صراحتاً قرآن مجید میں مذکور ہے وہ دس ہیں۔ ماں۔ باپ۔ بیٹے۔ چند بیٹیاں۔ بہن۔ چند بہنیں۔ عینی یا پدری۔ مادری بہن بھائی۔ شوہر۔ زوجہ۔ صاحبِ قرابت وہ شخص ہے جس کا سہم وراثت صراحتاً کلام مجید میں مذکور نہیں بلکہ تفسیر میں آنحضرتؐ نے ایک عام قاعدہ بتا دیا ہے جس سے اُس شخص کا حصّہ معلوم ہو جاتا ہے وہ دس ہیں۔ دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی۔ چچا۔

پھوپھی۔ اور اُن کی اولاد۔ خالہ۔ ماموں۔ اور اُن کی اولاد ہیں۔

سہام و فروض کا بیان

حدیث و قرآن کی رو سے جس قدر مال پانے کا وارث مستحق ہوتا ہے اُتنے مال کو سہم کہتے ہیں۔ سہام چھ ہیں۔ نصف ۔ ثلث ۔ ثلثین ۔ ربع ۔ سدس ۔ ثمن ۔

نصف ۔ یعنی آدھا ترکہ پانے کے تین شخص مستحق ہیں۔ اوّل شوہر جبکہ زوجہ اپنے بطن سے اولاد یا اولاد کی اولاد نہ چھوڑے۔ دوسرے صرف ایک بیٹی۔ تیسرے صرف ایک بہن خواہ عینی ہو یا پدری۔

ثلث ۔ یعنی ایک تہائی ترکہ پانے کے دو شخص مستحق ہیں۔ اوّل میت کی ماں جبکہ میت کی اولاد یا اولاد کی اولاد اور دو یا زیادہ بھائی عینی یا پدری نہ ہوں۔ دوسرے دو یا دو سے زیادہ مادری بہن بھائی یا اُن کی اولاد

ثلثین ۔ یعنی دو تہائی ترکہ دو قسم کے لوگ پا سکتے ہیں۔ اوّل صرف بیٹیاں جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ دوسرے صرف بہنیں خواہ عینی ہوں یا پدری۔

ربع ۔ یعنی چوتھائی مال میت دو قسم کے آدمی پائینگے۔ اوّل شوہر جبکہ زوجہ اپنی نسل سے اولاد چھوڑے دوسرے زوجہ اپنے شوہر کے متروکہ میں سے جبکہ شوہر اولاد نہ چھوڑے خواہ اُسی زوجہ کے بطن سے ہو یا کسی دوسری کے۔

سدس :۔ یعنی چھٹا حصہ یہ سہم تین وارثوں کا ہے۔ اوّل ماں۔ باپ جبکہ میت نے اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑی ہو۔ دوسرے ماں جبکہ میت دو بھائی یا زیادہ۔ یا ایک بھائی اور دو بہنیں اور چار بہنیں چھوڑے اور میت کا باپ موجود نہ ہو۔ تیسرے ایک مادری بہن یا بھائی۔

ثمن ۔ یعنی آٹھواں حصہ یہ سہم زوجہ کا ہے۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ جبکہ میت اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑے۔ خواہ وہ اولاد موجودہ زوجہ کی نسل اور بطن سے ہو یا اور کسی زوجہ سے۔

میراث پانے والوں کا جو حق قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے ثابت ہے اُس کا مختصر ذکر یہ ہو چکا اس سے زیادہ تفصیل احکام اور تقسیم میراث کے طریقے جن کو دیکھنے منظور ہوں وہ ہماری کتاب تحفۃ المقبول میں ملاحظہ فرمالیں۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۲۶ نوٹ نمبر ۴

تفسیر صافی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جناب رسول خدا نے اپنے آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرلے گا خدا تعالےٰ اُس کی توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک سال تو بہت ہے پس جو شخص اپنے مرنے کے ایک مہینہ پہلے بھی توبہ کریگا اللہ تعالےٰ اُس کی

توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ بھی بہت ہوتا ہے جو شخص اپنے مرنے سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرلیگا اللہ تعالیٰ اُسکی بھی دُعا توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر فرمایا کہ ایک دن بھی بہت ہے جو شخص اپنے مرنے سے ایک ساعت پہلے بھی توبہ کرلیگا تو خدائے تعالےٰ اُس کی بھی توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے جو شخص اُس وقت بھی توبہ کرلیگا جبکہ اُس کا دم یہانتک پہنچا ہوگا (اُس وقت اپنے دستِ مبارک سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) اُس وقت بھی خدائتعالےٰ اُس کی توبہ قبول فرمالیگا۔

کافی اور تفسیر عیاشی میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے اور آخر میں اتنا اور زیادہ ہے۔ کہ جو شخص ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے بھی توبہ کرلیگا اللہ تعالیٰ اُسکی بھی توبہ قبول فرمائیگا۔ اور ایک روائت میں یہ وارد ہے کہ جب ابلیس راندۂ درگاہ کیا گیا ہے تو اُس نے عرض کی کہ تیری ہی عزت اور عظمت کی قسم میں فرزندِ آدم کو اُسوقت تک نہ چھوڑونگا۔ جبتک کہ روح اس کے جسم سے مفارقت نہ کر جائے۔ پروردگار عالم سبحانہٗ تبارک و تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت و عظمت کی قسم میں بھی اپنے بندہ سے اُسوقت تک توبہ کو باز نہ رکھونگا جب تک کہ اُسکی سانس اُلٹی نہ چلنے لگے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سانس یہانتک پہنچ جاتی ہے (اُس وقت حضرتؑ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ فرمایا) اُس وقت عالم کیلئے تو توبہ نہیں ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہ ہی حدیث منقول ہے مگر اُس کے آخر میں اتنا اور زیادہ ہے مگر جاہل کی توبہ اُس وقت بھی قبول ہو جائے گی

قول صاحب تفسیر صافی ۔ اُس وقت عالم کی توبہ قبول نہ ہونیکا سبب غالبًا یہ ہو کہ موت کی علامتیں دیکھ کر اُس کو زندگی سے مایوسی ہو ہی جاتی ہے برخلاف جاہل کے کہ اُس کو جب تک غیب کی چیزیں نظر نہ آئیں اُس وقت تک بھی مایوسی نہیں ہوتی منجملہ ان الطاف کے جو خدائے تعالےٰ نے مبذول فرمائے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ رُوح قبض کرنے والے فرشتہ کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ شروع پاؤں کی اُنگلیوں سے کرے پھر سبج سبج اُوپر کو چڑھتا جائے پھر صدر تک پہنچے اور آخر میں حلق تک تاکہ مرنے والے کو اس بات کی مہلت ملے کہ اپنا دل خدا کی طرف متوجہ کرے اور وصیت کرسکے اور فرشتہ کو دیکھنے سے پہلے ہی توبہ کرلے اور صاحبانِ حقوق سے حقوق بخشوا سکے۔ اور خدا تعالےٰ کو یاد کرسکے۔ اور دم نکلتے نکلتے اُس کی زبان پر ذکرِ خدا رہے کہ اس صورت میں خاتمہ بالخیر ہونے کی اُمید ہے۔ خدائے تعالےٰ اپنے لطف و کرم سے سب مومنوں کو ایسی ہی موت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین

تمام شد ضمیمجات پارۂ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات پارۂ پنجم (۵)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۲۹

کافی میں ہے کہ ابوحنیفہ سنّیوں کے امام اعظم نے ابوجعفر محمد نعمان سے (جو مومن طاق کے نام سے مشہور تھے اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص صحابی تھے) دریافت کیا کہ آپ متعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آیا آپ اس کو حلال جانتے ہیں؟ مومنِ طاق نے کہا کہ ہاں۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ پھر اس سے آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کو حکم دیں کہ وہ متعہ کیا کریں اور آپ کے لئے روپیہ کمایا کریں؟ مومنِ طاق نے فرمایا کہ جو افعال اور پیشے حلال ہوں یہ ضرور نہیں ہے کہ آدمی ان سب کو کرے بھی اور ہر شخص کا ایک مرتبہ اور اس کی ایک قدر و منزلت ہے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اپنی قدر و منزلت کو بڑھائیں (نہ یہ کہ اپنی منزلت گھٹائیں) مگر ہاں ابوحنیفہ صاحب! ذرا یہ تو بتایئے کہ آپ کا قول نبیذ (شرابِ خرما) کے بارے میں کیا ہے؟ آیا آپ کے خیال میں وہ حلال ہے؟ ابوحنیفہ نے کہا جی ہاں حلال ہے۔ مومن طاق نے فرمایا پھر آپ کے لئے کیا چیز مانع ہے آپ اپنی جوروؤں اور بیٹیوں کو دوکانوں میں بٹھائیں اور ان سے نبیذ بکوائیں کہ وہ چھنا چھن آپ کے لئے روپیہ پیدا کیا کریں؟ ابوحنیفہ بولا یہ تو ترکی بترکی جواب دیا بلکہ آپ کا ہی تیر زیادہ نشانہ پر بیٹھا۔ پھر بولا کہ اے ابوجعفر سورۃ المعارج کی آیتیں متعہ کے حرام ہونے پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں۔ (ان آیتوں کے لئے دیکھئے صفحہ ۹۰۹ سطر ۲ تا ۵) اور جناب رسول خداؐ سے بھی متعہ کے منسوخ فرما دینے کی روایت آئی ہے۔ یہ سُنکر ابوجعفر یعنی مومنِ طاق نے فرمایا اے ابوحنیفہ (دروغگو را حافظہ نباشد) سورۃ المعارج مکّی ہے (یعنی اس زمانہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ جناب رسولِ خدا مکّۂ معظمہ میں تشریف فرما تھے) اور آیۂ متعہ مدنی ہے (یعنی اس زمانہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ آنحضرتؐ مکّۂ معظمہ سے ہجرت فرما کے مدینۂ منوّرہ میں آ بسے تھے تو بھلا بعد کی آیت کو پہلے والی آیت منسوخ کیونکر کر سکتی ہے) اور تمہاری روائیت شاذّہ دردیہ یعنی خراب ہے (جس کا راوی کوئی ایک آدمی مجہول الحال شخص ہو) اب ابوحنیفہ (چڑ کے) بولا کہ آیتِ میراث بھی تو متعہ کو منسوخ کرتی ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجۂ منکوحہ میراث پاتی ہے اور ممتوعہ کو میراث نہیں ملتی تو گویا وہ زوجہ ہی نہیں) مومنِ طاق نے فرمایا کہ نکاح کا ہونا بغیر میراث کے یقیناً ثابت ہے۔ ابوحنیفہ بولا بھلا یہ آپ کہاں سے کہتے ہیں؟ مومنِ طاق نے فرمایا بھلا اگر کوئی مسلمان کسی یہودی یا نصرانی عورت سے عقد کرے پھر وہ مرد مر جائے تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو (آیا وہ عورت میراث پائیگی؟) ابوحنیفہ نے کہا۔ کہ وہ عورت تو اس کی میراث نہیں پائے گی۔ مومنِ طاق نے فرمایا کہ دیکھو (تمہارے ہی قول سے) نکاح بغیر

میراث کے ثابت ہے (یعنی آیتِ میراث متعہ کو منسوخ نہیں کرسکتی) اتنی باتیں کرکے دونوں اپنی اپنی طرف چلے گئے۔ کافی میں ہے کہ عبداللہ ابنِ عمر لیثی جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت متعۃ النساء کے بارے میں کیا فرماتے ہیں امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اپنے نبیؐ کی زبان سے اُس کا اعلان کرا دیا ہے پس وہ قیامت تک کے لئے حلال ہے۔ یہ سُن کر عبداللہ بولا کہ یا حضرتؑ آپ جیسا شخص یہ فرمائے حالانکہ عمر (ابن الخطاب) نے اس کو حرام کر دیا اور اس سے ممانعت کر دی۔ حضرتؑ نے فرمایا گو اُس نے ایسا ہی کیا ہو عبداللہ بولا۔ معاذ اللہ آپ اُس چیز کو حلال قرار دیں جسے عمر نے حرام قرار دیا ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں تو اپنے صاحب عمر کے قول پر ہے اور میں جناب رسولِ خدا کے حکم کا قائل ہوں آؤ اس بات پر ہم اور تم مباہلہ کرلیں کہ جو کچھ جناب رسولِ خدا نے فرمایا وہ حق ہے اور جو کچھ تیرے صاحب نے بکا وہ باطل۔ راوی کہتا ہے کہ عبداللہ ابنِ عمر نے اسے قبول نہیں کیا بھاگ گیا۔ اسی کتاب میں ہے کہ ابوحنیفہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں سوال کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ متعہ دو ہیں تو کون سے کی بابت سوال کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں متعۃ الحج کے بارے میں تو حضرت سے پہلے سوال کر چکا ہوں۔ اب متعۃ النساء کے بارے میں یہ فرمایئے کہ آیا یہ حق ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سُبحان اللہ کیا تو کتابِ خدا نہیں پڑھتا کہ وہ فرماتا ہے:۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۲۹ سطر ۴) ابوحنیفہ کہتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ واللہ گویا میں نے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہ تھی۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارے دُنیا میں دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مضمون رجعت کے لئے دیکھو ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۹۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۳۸

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ یہ آیت امیر المومنین علی ابنِ ابیطالبؑ اور حسنین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کو ہو کیا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں نہ تو علیؑ کا نام لیا اور نہ اہلبیتؑ کا ذکر فرمایا۔ فرمایا تم اُن سے یہ کہدو کہ خدا کی عادت ہی یہی ہے کہ نماز کا حکم تو نازل کیا مگر کہیں خدا نے دو یا تین یا چار رکعتوں کا نام ہی نہیں لیا۔ یہ جناب رسولِ خداؐ کا کام تھا کہ اُنہوں نے تفسیر کرکے لوگوں کو سمجھا دیا۔ اسی طرح حکمِ زکوٰۃ تو نازل فرمایا مگر خدا تعالےٰ نے کسی جگہ اس کا نام نہیں لیا کہ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم دینا یہ جناب رسولِ خدا کا کام تھا کہ اُنہوں نے تفسیر کرکے لوگوں کو سمجھا دیا۔ اسی طرح حج کا حکم تو نازل فرمایا مگر یہ کہیں نہیں فرمایا کہ طواف سات مرتبہ کرنا یہانتک کہ جناب رسولِ خدا نے خود تفسیر فرما کے لوگوں کو سمجھا دیا۔ اسی طرح آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ

اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ نازل ہوئی اور یہ جناب علی مرتضےٰ اور حسنین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو جناب رسولِ خدا نے علی مرتضےٰ کے بارے میں فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ (جس کا میں آقا اور مالک ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا آقا و مالک ہے) نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے میرے صحابیو! اور اے میرے اُمتیو!) میں تم سب کو خدا کی کتاب اور اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ میں نے خدائے تعالےٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ان دونوں میں جُدائی نہ ڈالیو جب تک کہ انہیں حوضِ کوثر تک نہ پہنچا دے پس خدا تعالےٰ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! تم میرے اہلبیتؑ کو تعلیم نہ دو اس لئے کہ وہ تم سے کہیں زیادہ عالم ہیں۔ نیز فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ تم لوگوں کو بابِ ہدایت سے کبھی ہرگز ہرگز باہر نہ کریں گے اور بابِ ضلالت میں کبھی داخل نہ کریں گے۔ اگر جناب رسولؐ خدا خاموش رہے ہوتے اور یہ نہ بتاتے کہ اُن کے اہلبیتؑ کون ہیں تو اُس وقت مناسب تھا کہ آلِ فلاں اور آلِ فلاں یہ دعوے اپنے لئے پیش کرتے اور بروایتِ عیاشی آلِ فلاں سے پہلے آلِ عباس اور آلِ عقیل زیادہ ہے۔ مگر اللہ نے تو اپنے نبی کی تصدیق کے لئے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرما دی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۷۳ سطر ۸) اس وقت علی مرتضےٰ حسن مجتبےٰ حسین سید الشہداء اور فاطمہ زہرا یہ سب حضرات صلوات اللہ علیہم اجمعین جناب اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر میں موجود تھے۔ جناب رسولِ خدا نے ان سب کو اپنی چادر کے نیچے لے لیا۔ اور پھر فرمایا کہ یا اللہ ہر نبی کے کچھ اہلبیت اور گرامی منزلت لوگ ہوا کرتے ہیں اور میرے اہلبیتؑ اور گرامی قدر یہ ہیں حضرت اُمِ سلمہؓ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ کیا میں آپ کے اہلِ بیتؑ سے نہیں ہوں فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن میرے اہلبیتؑ ہیں تو اور گرامی قدر ہیں تو یہی ہیں۔ (یہ حدیث طویل ہے لیکن بقدرِ ضرورت لے لی گئی ہے) نیز منقول ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ کہ اسلام کی بنیاد کن کن چیزوں پر قائم ہے کہ جب اُن کو حاصل کر لیا جائے تو معاملہ ایسا صاف ہو جائے کہ اس کے بعد جن چیزوں کو نہ جانتے ہوں اُن کو نہ جاننا کچھ ضرر نہ پہنچا سکے۔ تو اُن حضرتؑ نے یہ فرمایا کہ پہلے تو اس بات کی شہادت کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اُس کے رسولؐ ہیں پھر جو کچھ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں اُس کا اقرار کرنا اور مال میں سے زکوٰۃ واجب نکالنا اور اُس ولایت کا قبول کرنا جس کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے یعنی ولایتِ آلِ محمدؐ کا قبول کرنا اس لئے کہ جنابِ رسولِ خدا نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو مر جائیگا اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہوگا وہ کفر کی موت مریگا۔ نیز خدائے تعالےٰ نے فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ تو پہلے اولی الامر جناب علی مرتضےٰ تھے پھر اُن کے بعد جناب حسن مجتبےٰ علیہ السلام ہوگئے۔ پھر اُن کے بعد جناب حسین شہید کربلا علیہ السلام ہوئے پھر جناب علی ابن الحسینؑ پھر جناب محمد ابن علی علیہما السلام ہوئے (پھر میں ہوں) پھر اسی طرح یہ سلسلہ

برابر چلا جائیگا۔ اس لئے کہ زمین کی صلاحیت بغیر امام کے ہو نہیں سکتی (یہ حدیث طویل ہے بقدر ضرورت لی گئی)
معانی الاخبار میں بروایت سلیم ابن قیس الہلالی منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت
کیا کہ کم سے کم وہ بات جس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے؟ فرمایا اس بات کا نہ جاننا کہ اللہ تعالےٰ نے اس
کو کسی شخص کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر کس شخص کی ولایت فرض فرمائی ہے اور اپنی زمین میں اپنی
حجت اور اپنی مخلوق کے نیک و بد اعمال کا گواہ کس کو مقرر کیا ہے۔ سائل نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین وہ کون ہیں؟
فرمایا وہ ہیں جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات اور اپنے نبی کے ساتھ ملا دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (ترجمہ کے لئے صفحہ
۱۳۸ سطر ۸ دیکھو) راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن حضرتؑ کے سر مبارک کو چوم لیا اور یہ عرض کی کہ آپ نے
میرے لئے راہِ حق کو واضح کر دیا۔ میری فکر کو دُور کر دیا۔ اور ہر قسم کا شک جو میرے دل میں تھا اُسے دفع
فرما دیا۔ الاکمال میں جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض
کی یا رسولؐ اللہ البتہ میں نے اللہ اور اُس کے رسُول کو تو پہچان لیا یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کو
اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ! وہ میرے بعد خلیفہ
ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں کہ اول ان میں سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر
علیؑ ابن الحسینؑ پھر محمدؐ ابن علیؑ جو توریت میں باقر کے نام سے مشہور ہیں علیہم السلام اور اے جابرؓ! تم عنقریب
اُن کو پاؤ گے۔ پس جب تمہاری اُن سے ملاقات ہو تو میرا اسلام کہدینا۔ اُن کے بعد جعفر ابن محمد الصادق
علیہ السلام ہوں گے۔ پھر موسےٰ ابن جعفر پھر علی ابن موسےٰ پھر محمد ابن علیؑ پھر علیؑ ابن محمدؐ پھر حسن ابن علی
علیہم السلام ہیں۔ پھر میرا ہمنام اور ہم کنیت اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت اور اللہ کے بندوں میں اللہ کا
بقیہ محمدؐ ابن الحسنؑ المہدی ہوں گے۔ یہ ابن الحسنؑ ابن علیؑ ہی وہ شخص ہونگے جن کے ہاتھوں پر خدائتعالےٰ
اس زمین کے مشرق و مغرب کو فتح فرمادیگا۔ اور یہی وہ ہیں جو اپنے شیعوں اور اپنے دوستوں سے اتنی
مدت تک غائب رہیں گے کہ ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت کا قائل سوائے اُس شخص کے اور
کوئی نہ رہیگا جس کے قلب کا خدائے تعالےٰ امتحان لے چکا ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا
رسولؐ اللہ! آیا اُن کے شیعہ غیبت میں بھی کچھ ان سے منتفع ہوں گے؟ فرمایا ہاں اُس کی قسم جس نے
مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ وہ لوگ اُن کی غیبت کے زمانے میں اُن کے نور سے روشنی حاصل
کریں گے اور اُن کی ولایت سے نفع اٹھائینگے اسیطرح جس طرح آدمی سورج سے نفع اٹھایا کرتے ہیں۔ اگرچہ
بادلوں نے اُس کو ڈھانپ رکھا ہو۔ اے جابرؓ! یہ خدائتعالےٰ کے اسرار مکنونہ اور علوم مخزونہ میں سے ہے
پس تم بھی اس کو پوشیدہ رکھنا سوائے ان لوگوں کے جو اس کے اہل ہوں۔ کتب متداولۂ معتبرہ میں اس
معنی کی حدیثیں اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصا نہیں ہو سکتا۔ التوحید میں جناب امیر المؤمنینؑ سے

منقول ہے کہ۔ اللہ کو اللہ ہی کے ذریعہ سے پہچانو اور رسولؐ کو رسالت کے ذریعہ سے اور اولی الامر کو امر بالمعروف اور عدل و احسان کے ذریعے سے۔ نیز علل الشرائع میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اُسکی اطاعت نہ ہونی چاہیئے اطاعت تو صرف اللہ کی ہو اور اُس کے رسولؐ کی اور والیانِ امر کی۔ اللہ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لئے دیا کہ وہ معصوم و مطہر ہیں وہ خدا کی نافرمانی کا حکم ہی نہ دینگے اور والیانِ امر کی اطاعت کا حکم اس لئے دیا کہ وہ بھی مثل رسولؐ معصوم و مطہر ہیں۔ وہ کبھی خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۳۸

نہج البلاغہ میں خوارج کے ذکر میں ہے کہ جس وقت انہوں نے آدمیوں کے فیصلے سے انکار کیا تو یہ لفظ کہے کہ ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا تھا حالانکہ یہ قرآن سطروں میں لکھا ہوا ایک خط ہے جو دو دفتیوں کے مابین ہے اس کی کوئی زبان نہیں جو بولے۔ پس لابد ہے کہ کوئی اس کا مطلب بیان کرنے والا ہو اور وہ مطلب بیان کرنے والے ہوں نہوں آدمی ہی ہونگے اور جب مخالف لوگوں نے ہم کو اس بات کی دعوت دی کہ ہم اپنے مابین قرآن کو حکم قرار دیں تو ہم ایسا گروہ تو تھے نہیں کہ جو کتابِ خدا سے روگرداں ہوں حالانکہ خدائے سبحانہٗ وتعالےٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۱) پس اللہ کی طرف رد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اُس کتاب سے فیصلہ چاہیں اور رسولؐ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی سُنّت پر عمل کریں۔ پس جب کتابِ خدا سے سچا سچا فیصلہ کیا جائے تو کتابِ خدا کے سمجھنے اور سمجھانے والے سب آدمیوں سے بہتر ہم ہیں اور جب سنّتِ رسولؐ اللہ سے فیصلہ کیا جائے تو آنحضرتؐ سے بھی سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہم ہی ہیں۔ نیز جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے عہد میں مالکِ اشتر سے فرمایا کہ جب معاملات تجھ پر مشتبہ ہوں اور طرفین کے بیان تجھے دقت میں ڈالیں تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف رجوع کیجیو۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے جن لوگوں کی ہدایت و ارشاد کو پسند فرمایا۔ اُنہیں یہ حکم دیا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ پس اللہ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس کی کتاب کے محکم حصّے سے نتیجہ اخذ کیا جائے اور رسول کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اُن حضرتؐ کی ایسی سنّت سے نتیجہ اخذ کیا جائے جو جامعہ ہو متفرق کرنے والی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ متفق علیہ ہو اختلاف کی اُس میں گنجائش نہ ہو۔ احتجاج طبرسی میں جناب امام حسین علیہ السلام کا ایک خطبہ ہے جس میں اُن حضرتؑ کے یہ الفاظ ہیں کہ تم لوگ ہماری اطاعت کرو۔ کہ ہماری اطاعت واجب ہے کہ وہ خدا و رسولؐ خدا کی اطاعت سے ملا دی گئی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ نیز فرماتا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا (دیکھو صفحہ ۱۳۴ سطر ۱)

مگر جب تک تم میں وہ صفت نہ ہو جس کا ذکر اس طرح فرماتا ہے اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۱۱) اُس وقت تک تم سے اِن احکام کی تعمیل نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ایمان ہی وہ چیز ہے جو اِن احکام کی تعمیل کراتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۴۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کسی گروہ میں سے ایک شخص سلام کرے تو وہ سب کی طرف سے سمجھا جائیگا اور اسی طرح ایک کا جواب دینا بھی سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ چھوٹے مجمع کو بڑے مجمع کے مقابل سلام کی ابتدا کرنی چاہیئے اور سوار کو پہل کر کے پیادہ کو سلام کرنا چاہیئے اور جو لوگ خچر پر سوار ہوں اُنہیں لازم ہے کہ خر سواروں پر سلام کرنے میں سبقت کریں اور اسی طرح جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہوں اُنہیں لازم ہے کہ خچر سواروں کو سلام کرنے میں ابتدا کریں۔ ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ کم سن کو کبیر السن پر اور راستہ چلنے والے کو بیٹھے ہوئے پر سلام کرنا چاہیئے ایک روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ جب ایک گروہ دوسرے گروہ سے ملے تو کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں پر سلام بھیجیں اور جب ایک شخص تنہا کسی گروہ سے ملے تو وہ اکیلا اُس گروہ کو سلام کرے نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ تواضع یہ ہے کہ جو شخص تم سے ملے تم اُسے سلام کرو۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بخیل وہی ہے جو سلام کرنے میں بھی بخل کرے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ اُس شخص کو زیادہ دوست رکھتے ہیں جو سلام کرنے میں ابتدا کرے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ سلام میں افشار کرنے کو دوست رکھتا ہے۔ (یعنی باآوازِ بلند سلام کرنے کو)

قول صاحبِ تفسیر صافی۔ اِس حدیث میں لفظ افشار کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھی تم سے ملے تم اُسے سلام کرو۔ خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین موقعے ایسے ہیں کہ اُن میں جمع کے صیغے سے جواب دینا چاہیئے گو مخاطب ایک ہی ہو۔ ایک تو چھینک کے موقعہ پر کہنا چاہیئے یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ (خدا تم پر رحم فرمائے) گو چھینکنے والے کے ساتھ کوئی اور نہ ہو۔ دوسرے جب ایک شخص دوسرے کو سلام کرے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔ تیسرے جب کوئی شخص کسی شخص کے لئے دعا مانگے تو بھی جمع ہی کے صیغے بولے مثلاً عَافَاكُمُ اللّٰهُ (اللہ تمہیں عافیت عطا فرمائے) گو وہ شخص اکیلا ہی ہو اُس کے ساتھ ظاہرا کوئی اور نہ ہو اس لئے کہ ہر شخص کے ساتھ اور بھی ہوا کرتے ہیں۔ تصریح اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ ہر شخص کے ساتھ اُس کی حفاظت کرنے والے اور اُس کے اعمال نیک و بد لکھنے والے فرشتے موجود رہتے ہیں۔ اور سلام کا جواب بطریقِ احسن دینا یہ ہے کہ لفظ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

جواب میں بڑھاوے اور اگر خود سلام کرنے والے ہی نے وَرَحْمَةُ اللّٰہ بڑھادیا ہو تو جواب دینے والا وَبَرَکَاتُہٗ اور بڑھادے۔ اور یہ انتہا ہے یعنی اگر سلام کرنے والے نے وَبَرَکَاتُہٗ بھی کہا ہو تو جواب اُتنا ہی دیا جائے۔ زیادہ نہ کہا جائے اس لئے کہ کافی میں بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام ایک گروہ کے پاس سے گزرے اُن لوگوں کو حضرتؑ نے سلام کیا۔ تو اُنہوں نے جواب میں عرض کیا علیک السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ وَرِضْوَانُہٗ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ ہمارے حق میں اُس سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ جتنا فرشتے ہمارے جد ابراہیم علیہ السلام کے لئے کہہ چکے ہیں اُنہوں نے اتنا ہی تو کہا تھا رَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (دیکھو صفحہ ۳۶۶ سطر ۱ و ۲) روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے جناب رسولِ خدا سے عرض کی السلام علیک حضرتؐ نے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ایک اور شخص نے عرض کی السلام علیک ورحمۃ اللہ اُس کے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ایک تیسرے شخص نے عرض کی السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اُس کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا وَعَلَیْکَ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو آپ نے نقصان ہی میں رکھا۔ خدائے تعالےٰ نے جو فرمایا ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا (دیکھو صفحہ ۱۴۵ سطر ۴) اس کی تعمیل کہاں ہوئی؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے میرے لئے بڑھانے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی لہذا میں نے دوسرے حکم کی تعمیل کی جو اس کے آگے لکھا ہے اَوْ رُدُّوْھَا اس کا مطلب یہ ہے یا ویسا ہی جواب دیدو چنانچہ میں نے ویسا ہی جواب دے دیا۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص السلام علیکم کہے تو اُس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص کہے سلامٌ علیکم ورحمۃ اللہ تو یہ بیس نیکیاں ہوئیں اور جو شخص سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے تو یہ تیس ۳۰ نیکیاں ہوئیں۔ نیز اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ مقیم کے لئے سلام کا خاتمہ مصافحہ پر ہونا چاہیئے اور مسافر کے لئے معانقہ پر۔ بروایت اُنہی حضرتؑ کے جناب امیر المؤمنینؑ سے منقول ہے کہ اہلِ کتاب کو سلام کرنے میں تم ابتدا مت کرو اور جب وہ تم کو سلام کریں تو جواب میں اتنا کہہ دو وَعَلَیْکُمْ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین قسم کے آدمی سلام نہ کریں۔ ایک وہ جو جنازہ کے ساتھ جا رہا ہو۔ دوسرا وہ شخص جو نمازِ جمعہ کو جا رہا ہو۔ تیسرا وہ جو حمام میں ہو۔ الخصال میں بروایت اُنہی حضرتؑ کے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ نہ یہود کو سلام کرو۔ اور نہ نصارےٰ کو نہ مجوس کو نہ بت پرست کو اور نہ اُس کو جو شراب سامنے لئے بیٹھا ہو اور نہ اُسے جو شطرنج اور چوسر لئے بیٹھا ہو نہ ہیجڑے کو نہ ایسے شاعر کو جو پاکدامن عورتوں پر بہتان باندھے یا عیب لگائے اور نہ نماز پڑھنے والے کو اس لئے کہ نماز پڑھنے والا حسبِ منشائے آیت جوابِ سلام نہیں دے سکتا حالانکہ سوال کرنے والے کی طرف سے سلام کی ابتدا ہونا سُنّت ہے اور جواب دینے والے

کی طرف سے اُس کا جواب دینا واجب ہے۔ اسی طرح مسلمانوں سے سود لینے والوں پر سلام نہ کرو اور نہ اُس شخص پر جو پاخانہ میں بیٹھا ہو اور نہ اُس پر جو حمام میں ہو اور نہ اُس بدکار پر جو کھلے خزانہ بدی کرتا ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۵۰

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ جناب رسولؐ خدا مکہ معظمہ جانے کے ارادے سے مقام حدیبیہ تک تشریف لے گئے۔ جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو اُنہوں نے خالد ابن ولید کو نوسو سوار دے کر آنحضرتؐ کے مقابلہ کے لئے بھیجدیا۔ یہ حضرتؐ سے آگے آگے رہتا تھا اور جہاں حضرتؐ مقام فرماتے وہاں یہ مقابلہ میں پہاڑ پر ٹھہرتا تھا۔ ایک دن راستہ میں کسی جگہ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ بلالؓ نے اذان کہی اور جناب رسولؐ خدا نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اُس وقت خالد ابن ولید نے یہ کہا کہ جب یہ نماز پڑھ رہے ہوں۔ اگر اُس وقت ہم اُن پر حملہ کردیں تو ہم حسب دلخواہ ان کو قتل و قید کرلیں گے۔ اس لئے کہ یہ لوگ نماز کو قطع نہیں کیا کرتے اور تھوڑی دیر میں ان کی دوسری نماز کا وقت آیا چاہتا ہے جو ان کو اپنی آنکھوں کی روشنی سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ پس جب اُس نماز کو شروع کرینگے ہم اُن پر حملہ کردینگے۔ اُسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے جس میں صلوٰت الخوف کا حکم ہے۔ پس جناب رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب کے دو گروہ کردیئے کہ ایک تو مسلح ہو کر رُخ کرکے دشمن کی طرف کھڑا ہوگیا اور دوسرے نے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی اور چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہ جا ڈٹے اور وہ لوگ جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی وہ ادھر آئے اور جناب رسولؐ خدا کے ساتھ دوسری رکعت اُنہوں نے پڑھی جس کو اپنی اول رکعت قرار دیا اور جب جناب رسولؐ خدا تشہد کیلئے بیٹھے تو ان اصحاب نے کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لی پھر تشہد اور سلام کے بعد نماز کو ختم کیا۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے غزوۂ ذات الرقاع میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی اور وہ اس طرح کہ اپنے اصحاب کو دو فرقوں میں بانٹ دیا۔ ایک فرقہ تو دشمن کے مقابل میں ڈٹا رہا۔ اور ایک گروہ آنحضرتؐ کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ جب آنحضرتؐ نے تکبیر کہی تو اُنہوں نے بھی تکبیر کہی۔ آنحضرتؐ نے جب الحمد اور سورہ قرأت کیا تو وہ چپکے سنتے رہے پھر آنحضرتؐ نے جب سجدہ کیا تو اُنہوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر آنحضرتؐ تو باقاعدہ اپنی دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں نے اپنی دوسری رکعت الگ پڑھ لی اور جلدی سے سلام پھیرا اور اپنے ساتھیوں کے پاس دشمن کے مقابلہ میں جا ڈٹے۔ اور اُن کے ساتھی آکر جناب رسولؐ خدا کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ پھر حضرتؐ نے وہ رکعت اُن کے ساتھ پڑھی پھر حضرتؐ نے تو تشہد پڑھا اور سلام پھیرا اور ان لوگوں نے کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لی۔ پھر ایک نے دوسرے کو سلام کرکے اپنا اپنا راستہ لیا۔ یہ بھی منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے نماز خوف کی ترکیب دریافت کی گئی تھی تو فرمایا کہ امام نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اور اُس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ آکر اُس کے

پیچھے کھڑا ہو جائے اور ایک گروہ اُسکے دشمن کے مقابل رہے۔ امام اُن لوگوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر کھڑا ہو جائے اور یہ بھی کھڑے ہو جائیں۔ ابھی امام تو حالتِ قیام ہی میں رہے کہ یہ جلدی سے اپنی دوسری رکعت ختم کر کے سلام پھیر کر چلے جائیں۔ اور دشمن کے مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کی جگہ جائیں اور وہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ دُوسری رکعت میں شریک ہو جائیں جسے پڑھ کر امام تو بیٹھ جائے اور یہ لوگ کھڑے ہو کر اپنی دُوسری رکعت ختم کریں پھر سلام کے بعد متفرق ہو جائیں۔

قول مترجم۔ چونکہ حالتِ سفر میں چار نمازیں تو دو رکعتی ہیں ان کا حکم تو آپ نے سن لیا اور مغرب کی نماز تین رکعتی ہے۔ اُس کا حکم یہ ہے کہ پہلا گروہ رکعت اولیٰ میں شرکت کرے اور دو رکعتیں جلدی سے پڑھ کر ختم کر دے اور دُوسرے گروہ کی جگہ جا لے۔ اور دُوسرا گروہ اُدھر آکر دو رکعتیں امام کے پیچھے پڑھ لے اور ایک رکعت آخر کی اپنے طور پر ختم کرے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۵۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام بڑے ہی مہمان نواز تھے اور اگر ایسا اتفاق ہوتا کہ جب اُن کے ہاں مہمان نہ آتے تو وہ اپنا دروازہ بند کر کے کنجیاں ساتھ لے کر مہمانوں کی تلاش میں دُور دُور نکل جاتے۔ ایک دن وہ جو اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ مرد کی صورت کا ایک شخص گھر میں موجود ہے۔ اُس سے دریافت فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو اس گھر میں کس کی اجازت سے آیا؟ اُس نے تین مرتبہ جواب دیا کہ میں اس گھر میں اس کے حقیقی مالک کی اجازت سے آیا۔ اُس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام نے پہچانا کہ وہ جبرئیل امین علیہ السلام ہیں۔ پس وہ اپنے پروردگارِ عالم کی حمد بجا لائے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کے پروردگار نے اپنے بندوں میں سے ایک ایسے آدمی کے پاس مجھے بھیجا ہے جسے اُس نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تم مجھے اُسے بتا دو گے کہ وہ کون ہے؟ تاکہ میں بھی مرتے دم تک اُس کی خدمت کرتا رہوں حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی کہ وہ آپ ہی ہیں۔ فرمانے لگے کہ یہ کیوں کس وجہ سے ایسا ہوا؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی اس وجہ سے کہ آپ نے خود تو کوئی چیز کسی سے مانگی نہیں۔ اور جب کسی نے آپ سے کوئی چیز مانگی تو آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ تفسیر قمی میں روایت اُنہی حضرتؑ کے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کے لئے ریگ بدلکر آٹا ہو گیا تھا۔ اور واقعہ اس کا یہ ہوا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے ایک دوست کے پاس جو مصر میں تھا آٹا قرض لینے گئے تھے وہ اپنے مکان پر نہ ملا اور انہیں یہ کچھ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اپنے گدھے کو خالی لئے چلے آئیں۔ اس لئے اُس کی گونوں میں ریت بھر لیا اور جب اُسے گھر میں لے آئے تو شرم کے مارے گدھے کو حضرت سارہؑ کے پاس چھوڑا اور آپ اپنے حجرے میں جا کر سو رہے۔ حضرت سارہؑ نے جو کھول کر دیکھا تو گونوں میں ایسا عمدہ آٹا پایا جیسا اچھے سے اچھا ہو سکتا

ہے کہ پس انہوں نے روٹی پکائی اور کھانا حضرتؑ کے سامنے لاکر رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم نے یہ روٹیاں کہاں سے بہم پہنچائیں۔ انہوں نے عرض کی اسی آٹے سے پکائی ہیں کہ جو آپ اپنے مصری دوست کے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنکر فرمانے لگے کہ ہاں دوست کے ہاں سے تو ہے مگر یہ وہ مصری نہیں ہے اسی پر خدائے تعالےٰ نے اُن کو خلیل ہونیکا رتبہ عطا فرمایا۔ جس پر وہ خدائتعالےٰ کی حمد وثنا بجالائے اور وہ کھانا کھایا۔ احتجاج طبرسی میں جناب رسولخداؐ سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ تو لفظ خلیل خلّت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں فقر و فاقہ تو مطلب یہ ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام فقط اپنے پروردگار ہی سے حاجت رکھنے والے تھے سوائے اُس کے کسی سے کوئی حاجت نہ رکھتے تھے بلکہ اُس کے غیر سے مستغنی اور بے پرواہ و روگرداں رہتے تھے۔ اس کا پورا ثبوت اُس وقت ملا جبکہ اُن کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا گیا اور اسی غرض سے منجنیق میں ڈالے گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ امین کو حکم دیا کہ جلد میرے بندے کی خبر لے۔ جبرئیل امینؑ آئے اور ہوا میں حضرت ابراہیمؑ سے ملے اور کہا کہ جو آپ کی ضرورت ہو وہ کام مجھ سے لیجئے۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ نے مجھے آپ ہی کی نصرت کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بَلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (بلکہ اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے) میں اُس کے غیر سے کچھ نہیں چاہتا اور سوائے اُس کے اور کسی سے میری کوئی حاجت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اللہ نے اُن کا نام خلیل اللہ قرار دیا جس کے معنی ہیں۔ اللہ کا فقیر۔ اللہ کا محتاج اور اللہ کے سوائے کسی دوسرے سے غرض نہ رکھنے والا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جب اس کے معنی خلّت سے لئے جائیں تو خلیل وہ ہوا جو معنی و مقصود بطون سے واقف اور اسرار پر ایسا مطلع ہو کہ دوسرا ویسا مطلع نہ ہو تو اب اس کے معنی ہوں گے اُس شخص سے بھی واقف اور اس کے معاملات سے بھی آگاہ اور اس سے خدا کی تشبیہ اُس کی مخلوق سے لازم نہیں آتی (اس لئے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو اپنے اُمور و معاملات سے مطلع کرتا رہتا ہے جیسے کہ دوست اپنے دوست کو آگاہ کر دیا کرتا ہے) کیا تم نہیں سمجھے کہ دونوں معنی راست آتے ہیں یعنی اگر پورا پورا اُسی کی طرف متوجہ نہو تب بھی اُس کا خلیل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک وہ اپنے اسرار پر کسی کو مطلع نہ کرے تب تک بھی وہ اُسکا خلیل نہیں ہو سکتا۔ عیون اخبار الرضا میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس لئے اپنا خلیل مقرر کیا کہ اُنہوں نے اور کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ اور سوائے اللہ کے کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ علل الشرائع میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے کہ زمین پر زیادہ سجدے کرنے کی وجہ سے خلیل اللہ کا خطاب پایا اور جناب امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب محمد مصطفےٰؐ اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ پر زیادہ درود بھیجنے کے سبب سے یہ خطاب پایا۔ اور جناب رسولؐ خدا سے مروی ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلانے کے سبب سے اور راتوں کو ایسے وقت نماز پڑھنے سے جبکہ اور لوگ سوتے ہوں یہ خطاب

پایا۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس معنی میں سب مشترک ہیں کہ وہ خدا کی رضا کے جویا تھے۔ اُس کے سوا کسی دُوسرے سے غرض نہیں رکھتے تھے۔ اور اُس کے ماسوا جو کچھ ہے اس سے مستغنی تھے، یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو اپنا خلیل قرار دیا۔ اور ایک روائت میں خلیل اللہ مقرر ہونے کی وجہ یہ وارد ہوئی ہے کہ ایک موقعہ پر فرشتوں میں آپس میں باتیں ہوئیں۔ ایک نے دُوسرے سے کہا یہ بات ہی کیا ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے تو اُن کو ماں کے پیٹ ہی سے خلیل قرار دے دیا تھا اور ملک عظیم وجزیل عطا کرنا (یعنی نبی اور رسول قرار دینا) ٹھان لیا تھا۔ خدائے تعالےٰ نے اُن فرشتوں کو وحی فرمائی کہ تم فرشتوں میں سے جو سب سے زیادہ زاہد اور تم میں سردار ہوں اُن کو اپنا معتمد علیہ قرار دے لو (کہ وہ جاکر ہمارے خلیل کا امتحان لیں کہ آیا ہم نے اُسے یوں ہی خلیل قرار دیا ہے یا اُس میں کوئی خاص بات بھی ہے) فرشتوں نے باہمی اتفاق سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو منتخب کیا۔ یہ دونوں ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایسے دن آئے جس دن ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ریوڑ سب جمع کئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں چار ہزار تو چرواہے تھے اور چار ہزار کتے جن میں سے ہر ایک کے گلے میں کندن کا ایک ایک بھاری طوق پڑا ہوا تھا۔ اور چالیس ہزار بھیڑ بکریاں فقط دُودھ دینے والی تھیں۔ اور گھوڑے اور اُونٹ اتنے تھے کہ اُن کا علم خدا ہی کو ہے۔ پس یہ دونوں فرشتے اس مجمع کے اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے اور ایک نے بہت ہی دِل لبھانے والی آواز سے یہ لفظ اپنے مُنہ سے نِکالے۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ دُوسرے نے اُس کے جواب میں کہا رَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوحِ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں اِن کلمات کو پھر دوہراؤ اور میرا آدھا مال لے لو۔ اُنہوں نے دوہرایا تو حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ تم دونوں ان کلمات کو پھر ادا کرو اور تم دونوں میرا مال بھی لے لو۔

اور میری اَولاد بھی لے لو۔ اور میرا جسم بھی تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہے۔

اُس وقت کُل آسمانوں کے فرشتے ایک زبان بول اُٹھے

کرم اسی کا نام ہے۔ کرم اسی کا نام ہے۔ اور

اُسی وقت ایک منادی کو عرش کی

طرف سے یہ کہتے سُنا کہ خلیل

وہی ہے جو اپنے خلیل

سے اس طرح

موافقت

رکھتے +

تمام شُد ضمیمہ جات پارۂ پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات پارۂ ششم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۷۱

سوتے سے اٹھنے کے علاوہ اور نواقض یعنی وضو توڑنے والی چیزوں کے صدور کے بعد وضو کرنے کا واجب ہونا

احادیث سے ویسے ہی ثابت ہے جیسے کہ جنابت کے علاوہ اور صورتوں میں غسل کا واجب ہونا دوسرے مقام سے ثابت ہوا ہے اور قرآن مجید کی کل مجمل باتوں کی تفسیر اہل بیت علیہم السلام ہی نے کی ہے اور وہ حضرات (اہلبیت علیہم السلام) اوروں کی بہ نسبت اس سے خوب واقف ہیں، جو کچھ کہ آیت میں نازل ہوا۔ چنانچہ خزینۃ الاحکام میں مروی ہے کہ وجہ (چہرہ) وہ ہے جو سامنے نظر آتا ہے۔ پس اگر کسی کی ڈاڑھی کے بال گھنے ہوں یعنی خضاب کرنیکے وقت اُن (بالوں) کے اندر کی جلد نظر نہ آتی ہو تو اُن (بالوں) کو حرکت دینا واجب نہ ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں فقط بالوں کا سامنا ہوتا ہے اور اس جلد کا سامنا نہیں ہوتا۔ جو اُن بالوں کے نیچے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تہذیب میں منقول ہوا ہے کہ چہرہ کے جن حصّوں کو بالوں نے گھیر لیا ہو اُن (حصّوں) کا بندوں پر طلب کرنا اور اُن پر پانی جاری کرنا واجب نہیں ہے بلکہ فقط بالوں پر پانی جاری کرنا چاہیئے۔ تہذیب اور کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ کہ ایک شخص وضو کرتا ہے کیا وہ اپنی ڈاڑھی کے نیچے بھی پانی پہونچائے؟ فرمایا کہ نہیں۔ اب رہی چہرہ کی حد تو من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ وہ چہرہ جس کے دھونے کا خدا نے حکم دیا ہے اور کسی شخص کے لئے سزاوار نہیں ہے کہ اُس پر زیادتی کرے یا اس کو کم کرے اور یہ کہ اگر اُس پر زیادتی کرے تو ثواب کا مستحق نہ ہو اور اگر اُس سے کم کرے تو گنہگار ہو۔ اُس (چہرہ) کی حد یہ ہے کہ بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھا سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی تک اُس کو گھیر لے۔ اور چہرہ کے جن حصّوں پر کہ دورہ کرنے کی حالت میں دونوں اُنگلیاں جاری ہو جائیں پس وہ (حصّے) چہرے میں داخل ہیں۔ اور اس کے علاوہ کوئی حصّہ چہرہ کی حد میں داخل نہیں ہے۔ کسی نے عرض کی کہ کنپٹیاں وجہ میں داخل ہیں؟ فرمایا نہیں۔ اور باقی اعضاء میں پانی اور تری کا جلد تک پہنچانا اور جو چیز کہ اُس پانی (یا تری) کے پہنچنے سے مانع ہو اُس (چیز) کا حرکت دینا واجب ہے۔ جیسا کہ غسل اور مسح کے حکم کا مقتضاء ہے۔ پس سر کا مسح ٹوپی پر اور پاؤں کا مسح موزوں پر کافی نہ ہوگا۔ التہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ عمر ابن الخطاب نے جناب رسول خدا کے اصحاب کو جمع کیا۔ اور اُن میں جناب امیر المومنین علی مرتضےٰ علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اور سب سے پوچھنے لگا کہ آپ لوگ

موزوں پر مسح کر لینے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ مغیرہ بن شعبہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں نے جناب رسولِ خدا کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے دریافت کیا کہ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے یا اُس کے بعد۔ مغیرہ بولا کہ یہ تو میں نہیں جانتا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ موزوں پر کتابِ خدا سابق ہو چکی ہے۔ سورۂ مائدہ آنحضرتؐ کی وفات سے دو یا تین مہینے پہلے نازل ہوئی ہے۔

قول صاحب تفسیر صافی ۔ یہ مغیرہ بن شعبہ منافقوں کے سرگروہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے مقام عقبہ پر جناب رسولِ خدا کی ہلاکت کی تجویزیں کیں اور مقام سقیفہ پر علیؑ مرتضےٰ کے حقوق غصب کرنے کی تدبیریں کیں۔ خدائے تعالےٰ ان سب کو اپنی رحمت سے دور کرے من لا یحضرہ الفقیہ میں عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے یہ فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت اُس شخص کو ہوگی جس نے اپنا وضو دوسرے کی جلد پر کرنا مناسب سمجھا ہو۔ نیز عائشہ ہی سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ موزے پر مسح کرنے سے تو میں اسے اچھا سمجھتی ہوں کہ جنگل میں جو اونٹ پھر رہے ہوں اُن کی پیٹھ پر مسح کر لو۔ اور جناب رسول خدا کے پاس کبھی موزے کا ہونا نہیں پایا جاتا سوائے ایک جوڑی موزے کے جو نجاشی بادشاہ حبشہ نے ایک مرتبہ بطور تحفہ کے بھیجے تھے۔ تو یہ پاؤں کی پشت کی طرف سے کھلے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنے پاہائے مبارک میں اُن کو پہنے ہوئے ان پر مسح کیا۔ تو لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرتؐ نے اپنے موزوں پر مسح کیا۔ حالانکہ یہ حدیث بھی صحیح سندوں سے نہیں پہنچی۔ من لا یحضرہ الفقیہ کی عبارت یہاں تمام ہو چکی اب چونکہ ہاتھ کا اطلاق پہنچے سے نیچے نیچے جتنا ہے اُتنے پر بھی ہو سکتا ہے اور کہنی سے نیچے نیچے جتنا ہے اس پر بھی اور مونڈھے سے نیچے نیچے جتنا ہے اُس پر بھی۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے جتنا اُس میں سے دھونا چاہیئے اُس کی انتہا صاف صاف بیان فرما دی۔ جیسے تم کسی لڑکی سے کہدو کہ تو پہنچے تک مہندی لگالے۔ یا تلوار کے بارے میں کہدو کہ قبضہ تک صیقل کی جائے۔ آیت کے لفظوں میں کوئی دلالت اس بات کی نہیں ہے کہ ہاتھ کا دھونا انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک پہنچایا جائے جیسا کہ اُن دونوں عبارتوں سے خضاب لگانے میں ہاتھ کی انگلیوں سے ابتدا کرنا اور صیقل کرنے میں تلوار کے سرے سے ابتدا کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہذا آیت اس معنی میں مجمل اور اہل بیت علیہم السلام کی تشریح اور تفسیر کی محتاج رہی۔ اب مرفق یا مرفق وہ جگہ ہے جہاں بازو کی اور کلائیوں کی ہڈیاں آکر مل گئی ہیں اور ظاہر آیت میں کوئی دلالت اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ ہاتھ کے دھونے میں مرفق کو بھی داخل کیا جائے اور نہ اس بات کی دلالت ہے کہ پاؤں کے مسح کرنے میں ٹخنے کو بھی شامل کیا جائے اس لئے کہ انتہا جس جگہ پر ہوتی ہے کبھی وہ داخل سمجھی جاتی ہے اور کبھی خارج۔ لہذا اس معنی میں بھی آیت مجمل رہی اور حضرات ائمہ علیہم السلام کی تفسیر کی محتاج اور کسی چیز کا غسل دو طرح سے ثابت ہو سکتا ہے یا تو اُس عضو پر پانی بہا

دینے سے یا اسی عضو کو پانی میں ڈبو دینے سے اگرچہ ملا دلا نہ جائے اور بِرُءُوْسِكُمْ میں جو (ب) آئی ہے یہ تبعیض کے لئے ہے جیسا کہ آیتِ تیمم میں بِوُجُوْهِكُمْ کی (ب) تبعیضیہ ہے۔ اور یہی حالت اَرْجُلَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ کی بھی ہے جو بِرُءُوْسِكُمْ اور بِوُجُوْهِكُمْ پر معطوف ہیں اور کعب یعنی ٹخنہ اس ہڈی کو کہتے ہیں جو گولائی لئے ہوئے ہے اور اس جگہ واقع ہوئی ہے جہاں پنڈلی اور پاؤں دونوں ملے ہوئے ہیں یہ پاؤں کی پشت کی طرف سے آئی ہے اور اس کا ایک سرا پنڈلی کے سرے میں جوڑ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ گائے اور بھیڑ بکری کے پاؤں میں بھی ہوتا ہے جس سے اکثر بچے کھیلا کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی جوڑ کی جگہ کو بھی قریب ہونیکی وجہ سے کعب یعنی ٹخنہ کہہ دیتے ہیں۔ چونکہ لوگوں نے صاحبانِ لغت اور صاحبانِ تشریح کے کلام میں تو غور نہیں کیا اور معصومینؑ کی احادیث میں تامل کرنے سے روگرداں ہیں۔ اس لئے کعب کے سمجھنے میں بھی انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اب چونکہ رِجل کا اطلاق قدم پر بھی ہوسکتا ہے اور گھٹنے کے نیچے نیچے جتنا ہے اس پر بھی اور کولے کے نیچے جتنا ہے اس پر بھی لہذا خدائے تعالےٰ نے جتنے پر مسح کیا جائیگا اتنے کی حد بیان فرمادی۔ اب رہی آیت کی دلالت اس بات میں کہ دونوں پاؤں پر مسح کرنا چاہیئے وہ اس سے بھی زیادہ روشن ہے جتنا کہ آفتاب نصف النہار پر روشن ہوتا ہے۔ خاصکر اس وقت جبکہ اَرْجُلِكُمْ لام کے زیر کے ساتھ پڑھا جائے اور جو لوگ غسلِ رِجلین کے قائل ہیں ان میں سے بھی بہت سے اس بات کے معترف ہیں کہ قاعدہ سے مسح ہی ہونا چاہیئے اور اَرْجُلِكُمْ بھی زیر ہی سے ہونا چاہیئے **التہذیب** میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالےٰ کے اس قول وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ کی نسبت دریافت کیا گیا کہ اَرْجُلِكُمْ کے لام پر زیر ہے یا زبر؟ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ زیر ہے۔ صاحبِ تفسیرِ صافی فرماتے ہیں کہ زبر پڑھنے کی صورت میں بھی معنی مسح ہی کے رہینگے اس لئے کہ عطف اس کا رؤس کے محل پر ہے جیسے کہ عرب کی زبان میں رائج ہے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَّعَمْرٍو کی جگہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَّعَمْرًا بول دیتے ہیں اس لئے کہ اس کا عطف وجوہ پر کرنا نہ فقط قانونِ فصاحت سے خارج ہے بلکہ اسلوبِ زبان عربیت سے بھی خارج ہے۔ عامۂ (مخالفین) نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے وضو فرمایا اور عربی نعلین پہنے ہوئے پائے مبارک پر مسح کیا

قول مترجم:۔ عربی نعلین کی تشریح اصل نوٹ میں حاشیۂ قرآن مجید پر موجود ہے۔ نیز عامہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدائے تعالےٰ نے تو مسحِ رجلین کا حکم دیا مگر لوگوں نے نہ مانا زبردستی غسل شروع کردیا۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ وضو میں دو غسل ہیں اور دو مسحے ہیں۔ اس میں جو مجھ سے مباہلہ کرنا چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ نیز انہوں نے آنحضرتؐ کا وضو کرکے دکھلایا تو اپنے دونوں پاؤں پر مسح کیا۔ **التہذیب** میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے پاؤں پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جبرئیلِ امین تو یہی حکم لے کر آئے تھے۔ کافی میں ہے کہ جناب

علہ یعنی سروں اور چہروں کے بعض مقامات مراد لئے گئے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض بعض آدمیوں کو ساٹھ ساٹھ ستر ستر برس گزر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کی ایک نماز بھی قبول نہیں کرتا عرض کیا گیا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرمایا اس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ مسح کا حکم دیا اُسے وہ تارہے من لا یحضرہ الفقیہ میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص چالیس برس تک خدا کی عبادت کرتا رہیگا مگر وضو میں حکم خدا کی اطاعت نہ کرنے کے سبب سب برباد ہو جائیگی کیونکہ خدا نے جس کے مسح کا حکم دیا تھا یہ اُس کا غسل کرتا رہا۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں یہ جو منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب رسول خدا کے وضو کی نقل کر کے دکھلائی جس کا ذکر ہم نوٹ میں کر چکے ہیں تو اُس کے بعد یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ (دیکھو سطر ۱ صفحہ ۱۶۱) پس کسی بندہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ چہرے کے کسی حصہ کو بغیر غسل کے چھوڑ دے اور چونکہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کا حکم ہے بندہ کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ کہنیوں سے لیکر انگلیوں تک کوئی حصہ بھی بغیر دھلا چھوڑ دے اس لئے کہ خدا کے حکم اِغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ کی پوری تعمیل اسی سے ہوگی پھر فرمایا۔ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (دیکھو سطر ۲ صفحہ ۱۶۱) پس جب بندے نے اپنے سر کے کچھ حصہ کا مسح کر لیا اور اپنے دونوں پاؤں کے کسی حصہ کا انگلیوں کے سرے سے لیکر کعبین تک کے مابین مسح کر لیا وہ اُس کے لئے کافی ہو گیا۔ کسی نے عرض کی کعبین کہاں ہے؟ فرمایا یہ ہے یعنی وہ جوڑ بتلایا جو پنڈلی کی ہڈی سے نیچے نیچے ہے۔ اس پر کسی نے پنڈلی کی ہڈی کے دونوں طرف جو گٹھیاں سی نکلی ہوئی ہیں اُن پر ہاتھ رکھکر کہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ پنڈلی کی ہڈی کا جزو ہے اور کعب قدم کا وہ حصہ ہے جو اُن دونوں کے بیچ تک پہنچتا ہے اور ان سے نیچا ہے۔ کسی نے عرض کی خدا آپکو خیر و خوبی عطا فرمائے آیا ایک ایک چلو منہ دھونے کے اور کلائیوں کے لئے کافی ہے؟ فرمایا ہاں کافی ہے جبکہ تم پانی کے پہنچانے کی کوشش کرو اور رگڑو ڈالو تو پانی اچھی طرح رواں ہو ہی جائیگا۔ من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں زرارہ بن اعین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا آپ مجھے مطلع نہ فرمائیں گے۔ یہ آپ نے کہاں سے جانا اور کہاں سے فرمایا کہ سر کے بھی بعض حصہ کا مسح چاہیئے اور دونوں پاؤں کے بعض حصہ کا؟ حضرت متبسم ہوئے پھر ارشاد فرمایا کہ اے زرارہ یہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کتاب بھی اسی کے موافق نازل ہوئی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ اس سے ہم نے سمجھا کہ چہرہ کُل کا کُل دھویا جانا چاہیئے پھر فرمایا وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ یعنی کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو مُنہ کے ساتھ ملایا جس سے ہم یہ سمجھے کہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو بھی دھونا چاہیئے۔ پھر اُس نے اپنے کلام میں خود ہی فصل کر دیا۔ اور یہ فرمایا وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ پس اس لفظ بِرُءُوْسِکُمْ سے ہم سمجھے کہ سر کے بعض حصہ کا مسح مقصود ہے جس پر کلمہ با دلالت کرتا ہے۔ پھر دونوں پاؤں کا ذکر سر کے ذکر کے بعد کیا جیسا کہ دونوں ہاتھوں کا ذکر منہ کے ذکر کے بعد فرمایا تھا اور یوں ارشاد

فرمایا۔ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اسے ملانے سے ہم سمجھے کہ سر کے بعض حصّہ کا مسح مقصود ہے۔ اس کے بعد خود جناب رسولخداؐ نے اپنے عمل سے اس کی تفسیر کر کے لوگوں کو سمجھا دیا۔ مگر پھر بھی لوگوں نے خدا کے حکم اور رسولؐ کے حکم و عمل کو ضائع کر دیا۔ اس حدیث کے آخر میں تیمّم کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ اس کا خلاصہ نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۱۷۱ میں لکھا گیا ہے)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۷۱

التہذیب میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے غسل جنابت کی ترکیب دریافت کی حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھو ڈالو۔ پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے جاؤ اور اپنی شرمگاہ کو دھو ڈالو پھر کہنیوں سمیت اپنے ہاتھ دھو ڈالو پھر کلّی کرو اور ناک میں پانی ڈالو۔ پھر اپنے تمام سر کو سر سے لیکر پاؤں تک بہ ترتیب دھو ڈالو ورنہ اس سے پہلے ہو نہ اس کے بعد جس جس حصّہ جسم پر وہ پانی پہنچتا جائیگا وہی پاک و صاف ہوتا جائیگا۔ اور اگر کوئی شخص آبِ کثیر میں ایک ہی غوطہ لگائے تو اس کے لئے وہ ایک ہی غوطہ کافی ہے۔ گو اپنے جسم کو ملے دلے بھی نہیں۔

کافی میں ایک ایسی روایت ہے جس کی سند مقطوع ہے۔ یوں منقول ہے کہ اگر ہاتھ میں کوئی چیز نہ لگی ہو تو بھی اُسے پانی میں غوطہ دے لے پھر ابتدا اس سے کرے کہ اپنے ستر کو تین چلّوؤں سے پاک کرے۔ پھر تین چلّو بھر بھر کے اپنے سر پر ڈال لے پھر دو مرتبہ اپنے دائیں شانے پر پانی بہالے اور دو مرتبہ بائیں شانے پر تو جس جس حصّہ پر پانی بہتا جائے گا۔ اُسی کے لئے کافی ہوتا جائے گا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۷۷

تفسیر عیاشی میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ زمینوں میں سب سے اچھی زمین شام کی ہے اور باشندوں میں سب سے بدتر اُس کے باشندے ہیں اور ملکوں میں سب سے بدتر ملک مصر ہے کہ وہ اُن لوگوں کا جن سے خدا ناراض ہے جیلخانہ ہے۔ اور بنی اسرائیل کا اُس میں پہنچنا اسی وجہ سے تھا کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی تھی۔ اس لئے جب اُن کو وہاں سے رہائی دی تب فرمایا اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۷۵ سطر ۱۱) اس میں ارض مقدسہ سے مراد شام کا ملک تھا پس اُنہوں نے اُس میں جانے سے انکار کیا تو چالیس برس تک مصر اور اس کے بیابانوں میں سرگرداں پھرتے رہے پھر چالیس برس کے بعد شام میں پہنچے اور اُنکا مصر سے نکلنا اور شام میں پہنچنا توبہ قبول ہونے کے بعد اور اُس کی رضامندی حاصل ہونے کے بعد ہوا۔ یہ بھی فرمایا کہ میں اُس چیز کا کھانا بھی مکروہ جانتا ہوں جو مصر کی مٹی کے برتن میں پکا ہو اور میں مصری مٹی سے سر دھونا بھی پسند نہیں کرتا اس خوف سے کہ اُس کی مٹی ذلّت پہونچاتی ہے اور عزّت کھو دیتی ہے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُن حضرتؑ نے موسےٰ علیہ السّلام کا ذکر کیا اور اُنکی اُمّت کے اس قول کا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا

هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (دیکھو صفحہ ۱۶۶ سطر ۸) پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر زمینِ مقدس کو چالیس برس تک کے لئے حرام کر دیا اور اُن کو خوب سرگردان پھرایا چنانچہ جب عشا کا وقت ہوتا اور وہ کوچ بولتے تو اُن کے قافلہ سالار یہ آوازیں نکالتے اَلرَّحِیْل۔ اَلرَّحِیْل۔ اَلْوَحَا۔ اَلْوَحَا اور وہ برابر چلے جاتے یہاں تک کہ شام ہو جاتی تا اینکہ وہ کوچ کرتے اور زمین اُن کو سیدھی راہ پر لے چلتی تو حق تعالےٰ زمین سے خطاب فرماتا کہ تو اُن کو چکر دیدے پس وہ برابر چلتے رہتے تا اینکہ جب وقت سحر ہوتا اور صبح قریب آتی تو کہنے لگتے کہ یہ پانی ہے جس کے پاس تم پہنچ گئے ہو پس تم اُتر پڑو۔ پس جب صبح ہو جاتی تو وہ اپنی اُسی تیہ اور منزلوں میں موجود ہوتے جنہیں وہ ایک روز قبل تھے۔ اسکے بعد وہ ایک دوسرے سے کہتے کہ تم راستہ بھول گئے اور سخت غلطی کی۔ غرض جب تک خدا کا حکم نہ ہوا ایسے ہی ہیر پھیر میں پڑے رہے۔ پھر ارض مقدس میں پہنچے۔ جس کو حق تعالےٰ اُن کے لئے مقرر کر چکا تھا۔ کافی میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرت موسےٰ کلیم اللہ اُسی زمانے میں جبکہ بنی اسرائیل سرگردانی کی حالت میں تھے انتقال فرما گئے اور ایک منادی کرنے والے نے آسمان سے ندا دی کہ موسےٰ انتقال فرما گئے اور ایسا نفس کون سا ہے جو نہ مریگا۔ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے قبل انتقال فرما گئے تھے اور دونوں کا انتقال اسی صحراؤ سرگردانی میں ہوا تھا۔ تفسیر قمی میں ہے کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اُن کو چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے تو سب گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اگر موسےٰ ہم میں سے نکل گئے تو یقیناً ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ پس روتے ہوئے آنحضرتؑ کے پاس گئے اور اُن سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں اور خدا تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ ہماری توبہ قبول کرلے۔ تفسیر برہان میں ہے کہ عمارہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے وفات موسیٰ ابن عمران کا واقعہ سنا دیجئے حضرتؑ نے فرمایا کہ جب اُن کی اجل آگئی اور جب اُن کی مدت پوری ہو گئی اور کھانا بھی اُن کا چھوٹ گیا تو ملک الموت انکی خدمت میں آئے اور عرض کی السلام علیک یا کلیم اللہ موسےٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا علیک السلام تم کون ہو؟ اُنھوں نے عرض کی میں ملک الموت ہوں فرمایا کس ضرورت سے آئے؟ عرض کی اس لئے آیا کہ آپ کی رُوح قبض کروں۔ موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری رُوح کہاں سے قبض کروگے؟ اُنھوں نے عرض کی مُنھ سے۔ موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیونکر ہوگا اس لئے کہ میں نے اسی مُنھ سے اپنے پروردگار جل جلالہ سے باتیں کی ہیں۔ اُنھوں نے عرض کی تو اچھا ہاتھ کی طرف سے؟ فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ ہاتھ سے میں نے توریت اُٹھائی ہے۔ اُنھوں نے عرض کی تو اچھا پھر دونوں پاؤں کی طرف سے؟ فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے اُن سے تو میں طورِ سینا پر چلا پھرا ہوں۔ عرض کی تو اچھا تو دونوں آنکھوں کی طرف سے؟ فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ یہ امیدِ لقا میں عرصہ تک کھلی رہی ہیں۔ عرض کی تو اچھا دونوں کانوں کی طرف سے؟ فرمایا (واہ) یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ان سے تو میں نے اپنے پروردگار کا کلام سنا ہے۔ اس اثنا میں ملک الموت کو اپنے پروردگا

کی طرف سے وحی ہوئی کہ تم اس وقت تک انکی روح قبض نہ کرو جبتک کہ یہ خود ارادہ نہ کریں چنانچہ ملک الموت نکل آئے اور موسےٰ علیہ السلام اتنی دیر جب تک کہ خدا کو منظور تھا زندہ رہے۔ پھر یوشع ابن نون کو بلا کر اپنا وصی کیا اور ان کو حکم دیا کہ اصل امر کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھیں اور اپنے بعد اپنے والی امر کو وصیت کر دیں۔ اور پھر موسےٰ اپنی قوم سے غایب ہو گئے اور اسی حالتِ غیبت میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو قبر کھود رہا تھا۔ اُس سے فرمایا کہ کیا اس قبر کے کھودنے میں مَیں تیرا مددگار بنوں؟ اُس نے عرض کی ضرور مدد کیجیئے۔ چنانچہ اس کی مدد کی یہاں تک کہ قبر کھُد گئی اور اندر کا کوہ بھی صاف ہو گیا۔ پھر موسےٰ علیہ السلام اس میں جا لیٹے تاکہ دیکھیں کہ کیفیت کیا ہوتی ہے تو پردہ آپ کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا گیا۔ تب اُنہوں نے جنّت میں اپنی جگہ دیکھی اور عرض کرنے لگے کہ پروردگارا! اب میری رُوح قبض کر لے۔ اُس وقت ملک الموت نے بحکمِ خدا اُن کی روح قبض کر لی اور اُسی قبر میں ان کو دفن کر دیا اور مٹی ڈالکر برابر کر دی اور وہ جو آدمی کی صورت میں قبر کھود رہا تھا وہ فرشتہ تھا۔ اور یہ واقعہ صحرائے تیہ میں گزرا۔ اُس وقت آسمان سے ایک منادی نے ندا دی کہ کلیم اللہ کا انتقال ہو گیا اور وہ نفس کونسا ہے جو زندہ رہیگا۔ پھر فرمایا کہ میرے والد ماجد نے بروایت میرے جدِ امجد کے اور اُنہوں نے بروایت اپنے والد کے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ جناب رسولِ خدا سے دریافت کیا گیا تھا کہ موسےٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ فرمایا سُرخ ٹیلے کے پاس اُس شارع عام پر جو مصر سے شام کو آتا ہے تفسیر قمّی میں ہے کہ محمد ابن مسلم نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ دریافت کیا آیا ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بھائی تھے فرمایا ہاں! کیا تو حضرت ہارونؑ کا یہ قول نہیں دیکھتا جس کو خدا نے نقل فرمایا ہے یَابْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي؟ (دیکھو صفحہ ۵۰ سطر ۱) وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی ان دونوں میں سن میں بڑا کون تھا فرمایا حضرت ہارونؑ میں نے عرض کی وحی دونوں پر ایک ساتھ آتی تھی؟ فرمایا وحی صرف حضرت موسےٰؑ پر آتی تھی اور حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت ہارونؑ کو خبر دیا کرتے تھے۔ پھر میں نے عرض کی کہ احکام اور فیصلے اور امر اور نہی وغیرہ دونوں کی طرف سے ایک ساتھ ہوتے تھے فرمایا نہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام تھے جو اپنے پروردگار سے مناجات کرتے تھے علوم لکھتے تھے اور بنی اسرائیل کے مابین فیصلے کرتے تھے اور جب یہ مناجات کرنے چلے جاتے اور لوگوں میں نہ ہوتے تو حضرت ہارونؑ اُن کے خلیفہ اور قائم مقام ہوتے تھے۔ مَیں نے عرض کی ان دونوں میں سے پہلے کس کا انتقال ہوا؟ فرمایا حضرت ہارونؑ کا۔ مگر دونوں کا انتقال وادیٔ تیہ (بنی اسرائیل کی سرگشتگی کے جنگل) میں ہوا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے کوئی اولاد تھی؟ فرمایا نہیں۔ اولاد ہارون علیہ السلام کے تھی اور نسل اُنہی سے چلی۔ تفسیر برہان میں ہے۔ علی ابن اسباط کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ اہل مصر تو یہ گمان کرتے ہیں کہ اُن کا ملک بہت ہی مقدس ہے۔ فرمایا بھلا یہ کیونکر؟ مَیں نے عرض کی وہ یہ کہتے ہیں کہ اُن کے وادی کے ستر ہزار آدمی تو بلا حساب کے ہی داخلِ جنّت ہوں گے فرمایا میری جان کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ بنی اسرائیل

سے جب ناراض ہوا تب تو اُن کو مصر میں داخل کیا۔ اور جب اُن سے رضامند ہو گیا تو اُن کو مصر سے نکالکر اور ملک میں لے گیا اور اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس ملک سے یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں بھی نکالکر لیجاؤ تو اس وقت موسےٰ علیہ السلام نے اُس شخص کو ڈھونڈنا شروع کیا جو اُس قبر کی جگہ پہچانتا ہو تو ان کو ایک اندھی یا بیچ بڑھیا بتلائی گئی کہ یہ قبر سے واقف ہے۔ موسےٰ علیہ السلام نے اُس سے درخواست کی۔ کہ وہ قبر مجھے بتلاوے تو اُس نے انکار کیا کہ جب تک دو باتیں میرے لئے نہ کرو نہیں بتلاؤں گی۔ ایک تو اللہ سے دُعا کرو کہ میری بیماری کھودے اور دُوسرے مجھے جنت میں اُسی درجے میں پہنچادے جس میں خود آپ ہونگے پس حضرت موسےٰ علیہ السلام نے (اُس کے) اِس سوال کو عظیم سمجھا خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ اے موسےٰ تم کیوں تردد کرتے ہو جو کچھ بھی یہ مانگتی ہے دے دو چنانچہ موسےٰ علیہ السلام نے دعا کردی اور اُس عورت نے یہ وعدہ کیا کہ جس وقت چاند نکلے گا اُس وقت بتلاؤں گی۔ چنانچہ خدائتعالےٰ نے چاند کے نکلنے کو اُس وقت تک موقوف رکھا جس وقت تک کہ موسےٰ علیہ السلام اپنے وعدے کی جگہ نہ پہنچ گئے۔ اُس وقت اُس نے بتلایا۔ پس بڑھیا نے اُن (استخوانہائے حضرت یوسفؑ) کو رود نیل سے ایک چینی کے صندوق میں نکالا اور حضرت موسےٰ اُسے اُٹھا کر لے گئے۔ یہ ذکر فرما کے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مصر کی مٹی کے برتن میں کھانا نہ کھاؤ۔ اور اس کی مٹی سے اپنے سر نہ دھوؤ کہ اُس سے ذلت پہنچے گی اور عزت جاتی رہے گی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۷۷

سلیمان ابن خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں۔ پھر یہ اولادِ آدمؑ کی نسل کیونکر چلی؟ کیا حواؑ کے سوا کوئی اور عورت تھی یا آدمؑ کے سوا کوئی اور مرد تھا؟ فرمایا کہ اے سلیمان! خدائتعالےٰ نے آدمؑ کو بطنِ حواؑ سے پہلے تو قابیلؑ عطا فرمایا اور پھر ہابیلؑ۔ جب قابیل جوان ہو گیا تو اس کیلئے خدائتعالےٰ نے ایک جنیہ کو بھیجا اور آدمؑ کو وحی فرمائی کہ قابیل کی اس سے شادی کردو چنانچہ آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور قابیل کو اس کے ساتھ نیک سلوک کرنیکا حکم بھی دیا۔ پھر ہابیلؑ بالغ ہو گئے تو اُنکے لئے خدائتعالےٰ نے ایک حوریہ کو بھیجا۔ اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہابیلؑ کی اس سے شادی کردو۔ آدم علیہ السلام نے اِس حکم کی تعمیل کی۔ اب ہابیلؑ جب قابیل کے ہاتھ سے قتل کئے گئے تو وہ حور حاملہ تھی۔ اُس سے بعد میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آدم علیہ السلام نے ہبتہ اللہ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ وصیت اور اسمِ اعظم اس کے سپرد کردو۔ پھر حضرت حواؑ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت آدمؑ نے شیثؑ رکھا جب شیث بالغ ہو گئے تو خدائتعالےٰ نے ایک حوریہ نازل فرمائی اور آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ شیثؑ کی شادی اس سے کردو۔ اسکی تعمیل ہوئی اور اس حوریہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام آدم علیہ السلام نے حورہ رکھا۔ اور جب یہ لڑکی بالغ ہو گئی تو آدم علیہ السلام نے ہبتہ اللہ سے اس کا عقد کیا پھر آدم علیہ السلام کی نسل ان دونوں سے چلی۔ پھر ہبتہ اللہ ابن ہابیلؑ کا بھی انتقال ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اب وصیت اور اسمِ اعظم اور علمِ نبوت جو میں نے تم پر ظاہر کیا ہے اور علم الاشیاء

جو میں نے تم کو تعلیم کیا ہے یہ سب شیثؑ کے حوالہ کردو۔ پس اے سلیمان اصل واقعہ یہ ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت ابو حمزہ ثمالی جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا اور ان کے دن پورے ہو گئے تو اللہ تعالے نے انکو وحی فرمائی کہ اے آدمؑ اب تمہاری نبوت ختم ہوئی اور تمہارے دن پورے ہوئے تو اب جو علم تمہارے پاس ہے وہ اور ایمان اور اسم اعظم اور میراث علم اور آثارِ علم نبوت اپنی اولاد میں باقی رہنے کے لئے اپنے بیٹے ہبۃ اللہ کے حوالے کردو کیونکہ میں قیامت تک ان چیزوں کو تمہاری نسل سے خارج نہ کرونگا اور زمین کو بھی ایسے عالم سے خالی نہ رکھوں گا جس کے ذریعے سے میرا دین مشہور ہو اور میری اطاعت پہچانی جائے اور جو تمہارے اور نوح علیہ السلام کے مابین لوگ پیدا ہوں۔ اُن سب کے لئے باعث نجات ہو اور آدم علیہ السلام نے نوحؑ کی بھی خوشخبری دی کہ اللہ ایک ایسے نبیؑ کو مبعوث کرنے والا ہے جس کا نام نوحؑ ہوگا۔ وہ خدا کی طرف بلاتا ہوگا اور اُس کی قوم کے لوگ اُس کی تکذیب کریں گے تو اللہ اُن سب لوگوں کو طوفان سے ہلاک کردے گا۔ اور حضرت آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان دس پشت کا فصل ہے۔ یہ سب کے سب نبیؑ ہوئے ہیں اور آدمؑ نے ہبۃ اللہ کو یہ وصیت فرمائی کہ تم اپنی اولاد کو برابر وصیت کرتے جانا کہ تم میں سے جو شخص نوح علیہ السلام کو پائے اُس پر لازم ہے کہ اُس پر ایمان لائے اور اُن کی پیروی کرے اور اُن کی تصدیق کرے۔ تاکہ غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ پھر آدم علیہ السلام اُس مرض میں بیمار ہوئے جس میں کہ انتقال فرمایا۔ تو ہبۃ اللہ کو بھیجا اور یہ فرمایا کہ جبرئیلؑ سے اور اور فرشتوں سے ملاقات ہو جائے تو اُن سے میرا اسلام کہدینا اور یہ کہنا کہ اے جبرئیلؑ میرے والد یہ چاہتے ہیں کہ جنت کے کچھ پھل اُن کے لئے بطور ہدیہ کے لاؤ۔ چنانچہ یہ ملے تو جبرئیلؑ امین نے کہا کہ اے ہبۃ اللہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور ہم اُن پر نماز ہی پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ اب آپ چلئے چنانچہ یہ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ واقعاً آدم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے پس جبرئیلؑ امین نے غسل دینے کی ترکیب بتلائی۔ چنانچہ اُن کو غسل دیا گیا۔ جب نماز کی نوبت آئی تو ہبۃ اللہ نے کہا۔ کہ اے جبرئیلؑ اب تم آگے کھڑے ہو کر حضرت آدمؑ پر نماز پڑھو۔ پس جبرئیلؑ نے کہا۔ کہ ہم لوگوں کو تو خدائے تعالے نے آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ جنت میں تھے۔ پس ہمارے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہم ان کے کسی بیٹے کے امام بن کر کھڑے ہو جائیں۔ پس ہبۃ اللہ آگے ہوئے اور جبرئیلؑ اور فرشتوں کے لشکر کے لشکر اُن کے پیچھے۔ پس ہبۃ اللہ نے اپنے والد آدم علیہ السلام پر سلام بھیجا اور اُن پر بتدریج تیس ۳۰ تکبیریں کہیں۔ پھر جبرئیلؑ امین نے اُن سے کہا کہ پچیس ۲۵ تکبیریں موقوف کردو۔ پس آج تک ہم میں سنت پانچ تکبیریں رہیں اور اہل بدر پر جناب رسولِ خدا نے سات ۷ اور نو بھی پڑھیں۔ پھر جب ہبۃ اللہ آدم علیہ السلام کو دفن کر چکے تو قابیل اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ہبۃ اللہ میں نے دیکھا کہ میرے والد آدمؑ نے تمہیں ایسے ایسے علم سے مخصوص کردیا ہے کہ ویسے علم سے مجھے مخصوص نہیں کیا اور وہ ایسا علم ہے کہ جس

کے ذریعے سے تمہارے بھائی ہابیل نے دعا کی تو اُن کی قربانی قبول ہوگئی اور میں نے اُنہیں قتل کر دیا تاکہ اُن کی اولاد میری اولاد پر یہ کہکر فخر نہ جتایا کرے کہ ہم اُس کے بیٹے ہیں جس کی قربانی قبول ہوگئی تھی۔ اور تم اُس کے بیٹے ہو جس کی قربانی مسترد کر دی گئی تھی۔ اب اگر تم نے اُس علم کا اظہار کیا جس سے تمھیں تمہارے باپ نے مخصوص کر دیا ہے تو میں تمہیں بھی اُسی طرح قتل کر دوں گا جس طرح میں نے تمہارے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ پس ہبتہ اللہ اور ان کی اولاد اس علم اور ایمان اور اسم اعظم اور میراثِ علم اور آثارِ علم نبوت کو جو ان کے پاس تھا چھپاتے ہی رہے تا آنکہ خدا تعالےٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا اور اُس وقت ہبتہ اللہ کی وصیت اُن کی اولاد میں ظاہر ہوئی۔ جب اُنہوں نے وصیتِ آدم علیہ السلام پر گہری نظر ڈالی تو اُنہوں نے نوح علیہ السلام کو ایسا نبی پایا جس کے بارے میں اُن کے باپ آدم علیہ السلام بشارت دے گئے تھے۔ پس وہ نوح علیہ السلام پر ایمان لائے اور اُن کا اتباع کیا اور اُن کی تصدیق کی اور حضرت آدم علیہ السلام نے ہبتہ اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ ان کی یہ وصیت سال کے پہلے دن دیکھ لی جایا کرے اور وہ دن اُن کی عید کا ہوتا تھا۔ پس وہ اس دن نوح علیہ السلام کی بعثت کا اور اس زمانہ کا جس میں وہ ظاہر ہونگے آپس میں ذکر اور معاہدہ کر لیا کرتے تھے اور یہی حالت آئندہ ہر نبی کی وصیت کی رہی ہے تا آنکہ خدا تعالےٰ نے آخری نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

ہشام ابن حکم کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ ہبتہ اللہ کو وصیت کر دے تو اس کے ساتھ ہی اُن کو یہ حکم بھی تھا کہ ان وصایا کو چھپائیں پس سنت یہی جاری ہو گئی کہ ہر وصی اپنے ماقبل کے اسرار کو چھپاتا رہے۔

قولِ مترجم: ہبتہ اللہ حضرت ہابیل کے بیٹے کا نام ہے اور حضرت شیث ابن آدم کا لقب ہے جو بعد وفاتِ فرزند ہابیل ان کو عطا کیا گیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۷۸

دفن کرنے کے بعد قابیل اپنے والد ماجد کے پاس پلٹ کر آیا اور اُنہوں نے ہابیل کو اُس کے ساتھ نہ دیکھا تو اُس سے دریافت فرمایا کہ تو میرے بیٹے کو کہاں چھوڑ آیا اس پر قابیل نے کہا کہ آپ نے کوئی مجھے ان کا نگراں بنا کر تھوڑا ہی بھیجا تھا۔ اس پر آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ قربانی کے مقام تک چل۔ قابیل کے فعل کا کھٹکا آدم علیہ السلام کے دل میں ہو چکا تھا۔ جب قربانی کے مقام پر پہنچے تو قابیل کا قتل کرنا ظاہر ہوا۔ آدم علیہ السلام نے اُس زمین پر لعنت کی جس نے ہابیل کا خون قبول کر لیا تھا۔ اور آدم علیہ السلام کو حکم آیا کہ وہ قابیل پر بھی لعنت کریں اور آسمان کی طرف سے قابیل کو ندا دی گئی کہ جس طرح تو نے اپنے بھائی کو قتل کیا اسی طرح تجھ پر لعنت کی گئی۔ اور اُسی وقت سے حکم دیا گیا کہ زمین آئندہ خون نہ پیا کرے۔ پس آدم علیہ السلام وہاں سے چلے آئے اور چالیس شب و روز ہابیل کے لئے روتے رہے۔

قولِ مترجم۔ شاید کہ شہداء اور اموات کے لئے چہلم تک سوگ رکھنے کی سنت یہاں سے پیدا ہوئی ہو جب حضرتؑ کا رنج وغم زیادہ ہوا تو خدا تعالےٰ سے اس کی شکایت کی۔ اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ میں تم کو ایک فرزند ایسا دینے والا ہوں جو ہابیلؑ کا قائم مقام ہوگا۔ چنانچہ حضرت حوّا کے ہاں ایک پاک طینت ومبارک لڑکا پیدا ہوا اور جب ساتواں دن ہوا اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ اے آدمؑ یہ بچہ ہماری طرف سے تم کو عطا کیا گیا ہے سو تم اس کا نام ہبۃ اللہ رکھنا۔

قولِ مترجم۔ شاید کہ مولود کے ساتویں دن نام رکھنے کا استحباب اُسی وقت سے ثابت ہوا ہو۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قابیل ابن آدمؑ سورج میں اپنے بالوں کے بل لٹکا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ پھرتا رہتا ہے۔ وہ کرۂ زہریہ سے گزرے تو اور کرۂ حمیم سے گزرے تو وہ قیامت تک اسی طرح پھرتا رہیگا۔ اور جب قیامت ہوگی تو خدا تعالےٰ اُس کو جہنم میں بھیجدیگا

احتجاج طبرسی میں ہے کہ طاؤس یمانی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور وہ دن کونسا تھا کہ جس دن ایک تہائی آدمی مرگئے تھے؟ فرمایا کہ اے بندۂ خدا تہائی آدمی تو کبھی نہیں مرے۔ شاید تیرا مطلب یہ ہے کہ چوتھائی آدمی کب مرگئے تھے؟ اس نے عرض کی یہ کیونکر؟ فرمایا کہ ایک وقت آدمؑ وحوّا۔ اور قابیل وہابیلؑ چار تھے۔ پس ہابیلؑ کے شہید ہوجانے سے چوتھائی آدمی مرگئے تھے۔ طاؤس نے عرض کی کہ بجا ارشاد ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تجھے یہ بھی خبر ہے کہ قابیل کی کیا گت بنائی گئی۔ عرض کی۔ نہیں۔ فرمایا کہ وہ سورج میں لٹکا دیا گیا اور قیامت قائم ہونے تک وہ سخت گرم پانی میں برابر پکایا جاتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۱۷۸

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اسی آیت کی تفسیر میں ہے کہ جلنے سے بچایا ہو یا ڈوبنے سے کسی نے عرض کی۔ اور اگر کسی کو ضلالت سے نکال کر ہدایت تک پہنچا دیا ہو۔ فرمایا کہ آیت کی سب سے بڑی تاویل ہے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں یہی مضمون جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ اور یہ بھی اُن حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس شخص نے کسی نفس کو ضلالت سے نکالکر ہدایت تک پہنچا دیا تو گویا اُس نے اس کو زندہ کردیا اور جس نفس کو ہدایت سے ہٹا کر ضلالت تک پہنچا دیا تو اُس کو یقیناً قتل کردیا من لا یحضرہ الفقیہ میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو ایسی جگہ پانی پلایا کہ جہاں پانی ملتا ہو تو اس کو اتنا ثواب ملیگا گویا ایک غلام آزاد کیا اور جس نے ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اس کو ایسا ثواب ملیگا گویا اُس نے ایک نفس کو زندہ کردیا اور اُس کا ثواب خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس نے ایک نفس کو زندہ کردیا گویا اُس نے کل آدمیوں کو زندہ کردیا۔

تفسیر برہان میں ہے کہ محمد ابن مسلم کہتے ہیں۔ کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا تعالےٰ کے اس قول مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا کا مطلب دریافت کیا تو

دیکھو

صفحہ ۱۷۸ سطر ۳) کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک خاص ٹھکانا ایسا ہے کہ اگر کوئی شخص کل آدمیوں کو قتل کر دے گا تب بھی وہیں جائیگا۔ اور ایک دو کو قتل کرے گا جب بھی وہیں۔ حمران کہتے ہیں کہ میں نے خدا کے اسی قول کا مطلب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور یہ بھی ساتھ ہی عرض کی کہ جس شخص نے ایک ہی آدمی کو قتل کیا ہے وہ سب آدمیوں کے قاتل کے مانند کیسے ہو گیا؟ فرمایا بات یہ ہے کہ وہ جہنم کے ایسے مقام پر رکھا جائیگا جہاں اہلِ دنیا کے عذاب کی انتہائی تکلیف اُس کو پہنچے گی اور اگر کل آدمیوں کو قتل کرتا تب بھی جاتا اُسی جگہ۔ میں نے عرض کی کہ پھر ایک کے اور دو کے قاتل میں فرق کیا رہا؟ فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ مقام ایک ہی ہو اور دو کے قاتل کے لئے شدتِ عذاب دوچند ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۱۷۸

جناب امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ جلاوطن کیسے کیا جاتا ہے اور جلاوطنی کی حد کیا ہے؟ فرمایا جس شہر میں اُس نے ایسا فعل کیا ہو جس سے اُس کا اخراج لازم آئے تو وہاں سے اُسے نکالکر دوسرے شہر کو بھیجدیا جائے اور اُس شہر والوں کو یہ لکھا جائے کہ یہ شخص جلاوطن کیا گیا ہے۔ پس نہ تم اِس شخص کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور نہ اس سے لین دین کرنا اور نہ اس کے ساتھ بیاہ شادی کرنا اور نہ اس کے ساتھ کھانا پینا۔ سال بھر ایسا ہی کیا جائیگا تا آنکہ سال پورا ہو جائے۔ اور ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ ممکن ہے وہ اس ذلت سے پریشان ہو کر جلد توبہ کرلے یعنی سال ختم ہونے سے پہلے پہلے۔ کسی نے عرض کی۔ کہ اگر وہ مشرکوں کی زمین کی طرف چلا جائے۔ فرمایا تو وہاں کے رہنے والوں سے قتال کیا جائے گا۔ صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ قتل اُس صورت میں کئے جائیں گے جبکہ وہ اس شخص کو اپنے میں بلا لینا چاہیں اور مسلمانوں کے طلب کرنے پر اس کو نہ دیں۔ اور اگر وہ حوالے کردیں تو اُسی جگہ اُس کی گردن ماردی جائیگی۔ جناب امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُن حضرت علیہ السلام سے ایک گروہ کے بارے میں دریافت کیا تھا جو ڈاکو بنے ہوئے تھے۔ فرمایا اگر انہوں نے فقط راستہ کو پُرخطر بنا دیا ہے اور کسی کو قتل نہیں کیا نہ کوئی مال لیا ہے تو اُن کو پکڑ کر قید کردو۔ کہ اُن کے لئے جلاوطنی کے معنی اس طرح پورے ہو جائینگے۔ اور کافی کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جو شخص محاربہ کرنے والا ہو اُس کی جلاوطنی یہ ہے کہ اُس کو سمندر میں پھینکدیا جائے۔ تاکہ اُس نے جو قتل کئے ہوں یا جو صلیب پر چڑھائے ہوں ان سب کا بدلہ ہو جائے۔

اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص رات کو ہتھیار باندھکر پھرے۔ وہ محارب ہے مگر وہ شخص اِس حکم سے مستثنیٰ ہے جس کی نسبت کسی کو شبہ نہ ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۱۷۹

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔

کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے چور کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ اوّل دفعہ چُرائیگا تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور جو دُوسری دفعہ چُرائیگا تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جائیگا۔ پھر تیسری دفعہ چُرائیگا تو اُسے قید کیا جائے گا۔ اور داہنا پاؤں باقی رکھا جائے گا تاکہ اُس سے پاخانہ پیشاب کو جاسکے۔ اور بایاں ہاتھ باقی رکھا جائے گا کہ اُس سے کھانا کھا سکے اور استنجا کر سکے اور فرمایا کہ میں خدائتعالےٰ سے حیا کرتا ہوں کہ کسی شخص کو اس حالت میں باقی رکھوں کہ وہ کسی چیز سے منتفع نہ ہو سکے۔ البتہ اُسے قید رکھوں گا۔ کہ وہ قید ہی کی حالت میں مرجائے۔ پھر فرمایا کہ جناب رسولِ خدا نے چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے کے بعد پھر اور کچھ نہیں کاٹا۔ تفسیر عیاشی میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے اور اسی مضمون کی اور حدیثیں بھی بہت ہیں اور یہ جو خدائتعالےٰ نے فرمایا۔ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (دیکھو صفحہ ۱۷۹ سطر آخر و صفحہ ۱۸۰ سطر ۱) اس کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص چوری کرنے کے بعد چوری سے توبہ کرلے اور مالکِ مال کو اس کا مال واپس کردے تو اگر اس کی توبہ اس سے پہلے ہو کہ وہ امام کے ہاتھ میں پڑجائے تو اُس کی توبہ بھی قبول ہوجائیگی۔ اور ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔ اور عذاب آخرت سے بھی محفوظ رہیگا اور اگر امامؑ کے ہاتھ میں آجانے کے بعد توبہ کرے تو گو مالکِ مال معاف بھی کردے تب بھی ہاتھ کاٹنے کی حد ساقط نہیں ہوگی۔ کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کی نسبت دریافت کیا گیا جس نے چوری کی یا شراب پی یا زنا کیا اور کسی کو اُس کے اس جُرم کی خبر نہیں ہوئی اور نہ وہ پکڑا گیا اور آخر میں اُس نے توبہ کرلی اور نیکی اختیار کرلی۔ فرمایا جب وہ نیکی اختیار کرچکا اور اس کی خوبی مشہور ہوچکی اب اگر پچھلا واقعہ معلوم بھی ہوجائے تو اُس پر حد جاری نہیں ہوسکتی۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص کسی چور کو پکڑلے پھر اُسے معاف کردے تو یہ اُسے اختیار ہے لیکن جب معاملہ امامؑ کے حضور میں لایا جائے گا۔ تو امامؑ چور کا ہاتھ کٹوا دیگا گو صاحبِ مال یہ کہتا رہے کہ میں اُسے معاف کرتا ہوں مگر امامؑ کے حضور میں معاملہ پہنچنے کے بعد امام ہاتھ کٹوائے بغیر نہ مانے گا۔ اس لئے کہ معافی امامؑ کی حضور میں پہنچانے سے پہلے دی جاسکتی ہے اور امام کی تو یہ شان ہے کہ خدائے تعالےٰ ائمہؑ کے بارے میں فرماتا ہے وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ پس جب حد امامؑ تک پہنچ گئی تو پھر کسی دُوسرے کی یہ منزلت نہیں ہے کہ اُسے چھوڑ دے۔ انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک شخص کی نسبت دریافت کیا گیا تھا کہ اُس نے چور کو پکڑا ہے۔ اب وہ اُسے حضور میں حاضر کرے یا چھوڑ دے؟ فرمایا (نظیراً یہ واقعہ سُن لو) کہ صفوان بن امیہ مسجد الحرام میں لیٹا تھا پھر وہ اپنی چادر رکھ کر پیشاب کرنے چلا گیا پلٹ کر آیا تو دیکھتا ہے کہ چادر چوری گئی۔ اب یہ پوچھتا پھرا کہ میری چادر کس نے لے لی یہانتک کہ لینے والے کو پکڑ پایا اور اُسے جناب رسولِ خدا کی خدمت میں لے آیا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ چور کا ہاتھ کاٹو اب صفوان نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میری چادر کے سبب اس کا ہاتھ کٹواتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ صفوان نے کہا

یا رسول اللہ میں یہ چادر بھی اسے بخشے دیتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس معاملہ لانے سے پہلے کیوں نہ بخشدی؟ یہاں تک واقعہ سُنکر کوئی شخص بولا کہ آیا امامؑ کی بھی وہی منزلت ہے جو جنابِ رسولِ خدا کی تھی؟ فرمایا ہاں وہی منزلت ہے جب ایسا معاملہ امام کے سامنے لایا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۸۰

بنو نضیر و بنو قریظہ اولاد ہارون علیہ السلام سے یہودیوں کے دو قبیلے تھے جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ بنو قریظہ کوئی سات سو آدمی تھے اور بنو نضیر کوئی ہزار۔ اور بنو نضیر بہ نسبت بنو قریظہ کے زیادہ مالدار اور خوشحال تھے اور عبداللہ ابن اُبی مشہور منافق کے ہم سوگند بھی تھے اور اگر اتفاقاً ان دونوں قبیلوں کے جھگڑے میں کوئی قتل ہو جاتا اور وہ مقتول بنو نضیر میں سے ہوتا تو بنو نضیر بنو قریظہ سے کہتے کہ ہم تو اس پر راضی نہیں ہونگے کہ ہمارے مقتول کے بدلے تم میں سے بھی ایک مقتول ہو جائے اس پر طرفین میں مدت تک جھگڑا اور گفتگو رہی یہانتک کہ قریب تھا کہ قتل واقع ہو۔ آخر بنو قریظہ اس پر راضی ہوئے اور اُن کے مابین ایک نوشتہ لکھا گیا کہ بنو نضیر میں کا جو شخص بھی بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کردے تو وہ اونٹ پر اُلٹا بٹھایا جائے یعنی دُم کی طرف مُنہ کرکے اور اُس کے مُنہ پر کیچڑ مل دی جائے اور اس تشہیر کے بعد آدھا خونبہا وہ ادا کردے اور جو شخص بنو قریظہ میں سے بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کردے تو وہ پورا خون بہا بھی دے اور قتل بھی کیا جائے۔ جب جناب رسولِ خدا ہجرت فرماکر مدینہ منورہ آگئے اور اوس و خزرج انصار کے دونوں قبیلے داخل اسلام ہوگئے تو یہودی بہت کمزور ہو گئے۔ اُس وقت بنو قریظہ میں سے بنو نضیر کے ایک آدمی کو قتل کردیا۔ تب بنو نضیر نے اُن کو کہلا بھیجا کہ مقتول کی دیت بھی ہمیں بھیجو اور قاتل کو بھی بھیجو کہ ہم اُسے قتل کریں۔ بنو قریظہ نے کہلا بھیجا کہ یہ توریت کا فیصلہ نہیں ہے۔ یہ وہ بات ہے جو تم نے ہم سے زبردستی منوالی تھی۔ اب یا تو دیت ہی لیلو یا قاتل ہی کو لیلو۔ ورنہ یہ محمدؐ موجود ہیں۔ یہ ہمارے تمہارے مابین فیصلہ کرینگے۔ چلو ان کو حکم بنائیں۔ پس بنو نضیر اپنے ہم سوگند عبداللہ ابن اُبی کے پاس پہنچے اور اُس سے یہ کہا کہ تم محمدؐ سے یہ کہو کہ اس معاملہ قتل میں جو ہمارے اور بنو قریظہ کے درمیان ہے ہماری شرط نہ توڑیں عبداللہ ابن اُبی نے کہا کہ تم کسی شخص کو بھیجو جو میرا بھی کلام سُنے اور محمد مصطفےٰؐ کا بھی کلام سُنے۔ اگر وہ تمہاری مرضی کے موافق فیصلہ کردیں تو ماننا ورنہ اُس فیصلے کو نہ ماننا۔ چنانچہ اُن لوگوں نے ایک شخص اُس کے ساتھ کر دیا۔ اب یہ منافق جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ بنو قریظہ اور بنو نضیر حاضر ہیں اور بترا ضیٔ طرفین آپس میں ایک عہدنامہ لکھ چکے ہیں اور اب آپ کے یہاں تشریف لے آنے سے ایک فریق اُس کے توڑنے کے درپے ہے مگر معاملہ کو آپ کے فیصلے پر چھوڑنے کو راضی ہیں تو (مجھ کم بخت کی رائے یہ ہے کہ) آپ ان کا عہدنامہ اور ان کی شرائط نہ ٹوٹنے دیں کیونکہ بنو نضیر بڑی قوت والے بھی ہیں اور ہتھیار والے بھی اور مویشی والے بھی اور ہم کو اپنی جگہ زمانے کی گردش کا اندیشہ ہے

جنابِ رسولِ خدا یہ سُنکر مغموم ہوئے اور اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ پس تھوڑی دیر میں جبرئیل امین یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ اس سے مراد عبداللہ ابن اُبَی اور سب بنو نضیر ہیں یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا یہ کہنے والا ابن اُبَی ہے اور جس سے کہا ہے وہ بنو نضیر اور قول اُس کا یہ ہے کہ اگر فیصلہ تمہاری مرضی کے موافق کریں تب تو قبول کرنا ورنہ نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۸۵

قولِ مترجم۔ وہ رات جس کی صبح کو رایتِ جنابِ رسولِ خدا علیؑ مرتضےٰ کو بلا لشکرِ جنابِ رسولِ خدا میں بڑی بیچینی سے گزری۔ ہر شخص اس آرزو میں تھا کہ علم رسولؐ مجھے ملے۔ یہ حوصلہ کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ علیؑ مرتضےٰ بوجہ آشوبِ چشم مدینہ منورہ ہی میں چھوڑے گئے تھے اور اہلِ کتاب کے مقابلہ میں فتح پانا ایسی بین بزرگی تھی کہ جتنی بھی اُسکی آرزو کیجائے تھوڑی ہے۔ طلوعِ فجر سے پہلے پہلے جنابِ رسولِ خدا کے خیمے کے سامنے اچھا خاصا ہجوم ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس صبح کی نماز حضرتؐ نے خیمہ کے اندر ہی ادا فرمائی اور بعدِ نماز علم اپنے دستِ مبارک سے باندھا۔ طلوعِ آفتاب کے ساتھ علم دستِ مبارک میں لئے ہوئے خیمے سے برآمد ہوئے۔ اصحاب کے مجمع پر ایک عام نظر ڈالی۔ بہت سوں کے دل اُس وقت دھڑک رہے تھے اور بہت یہ کوشش کر رہے تھے کہ اپنی طرف جنابِ رسولِ خدا کو متوجہ کریں۔ مگر اُن کی تمام اُمیدوں پر پانی پڑ گیا۔ جس وقت جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا۔ اَیْنَ اَخِیْ اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ؟ نبیؐ اور وصیؑ کے مابین کیا سلسلہ ہے؟ وہ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ نبیؐ بعدِ نماز علم درست کر رہے ہوں اور وصیؑ بعدِ نماز دُلدل کسے جانیکا حکم دیں۔ اِدھر نبیؐ خیمے سے برآمد ہوں اُدھر وصیؑ مسجد سے نکلیں۔ اِدھر علم ہاتھ میں لیا جائے اُدھر قدم رکاب میں دیا جائے۔ اِدھر آواز دی جائے اَیْنَ اَخِیْ اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ اُدھر معجزہ سے طیّ الارض کرکے جواب عرض کیا جائے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! پھر کیا تھا منہ کھلے کے کھلے رہ گئے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی ایک شخص نے آگے بڑھ کر عرض کی تو یہ کی کہ یا رسول اللہ! اُن کی تو آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ حضرتؐ نے فوراً لعابِ دہنِ مبارک لگا دیا اور یہ الفاظ فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِہِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ پھر رایت عنایت فرما کے یہ ارشاد ہوا کہ یا علیؑ اس قلعہ کو فتح کئے بغیر ادھر رُخ نہ کرنا تعمیلِ حکم اسے کہتے ہیں کہ رایت لینے کے بعد اور قلعہ کی طرف چند قدم بڑھنے کے بعد یہ دریافت کرنا تھا کہ سلسلۂ حرب کہاں تک جاری رکھا جائے مگر رُخ آنحضرتؐ کی طرف کرکے یہ بات نہیں پوچھی۔ بلکہ رُخ قلعہ ہی کی طرف رہا اور آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا۔ جواب میں حکم ہوا کہ جب تک وہ سب قابلِ شہادتین نہ ہو جائیں۔ جس پر آگے بڑھے۔ تن تنہا بیدھڑک حارث و مرحب وغیرہما کو قتل کیا۔ بائیں ہاتھ سے اُس مشہور قلعہ کے زبردست دروازہ کو جو در کا بھی کام دیتا تھا اور پُل کا بھی۔ اُکھیڑ ڈالا۔ تمام اہلِ قلعہ کو داخلِ دائرۂ اسلام کیا۔

مرحب کی بہن کو جو آئندہ زوجۂ رسولؐ ہونے والی تھیں عزّت و احترام سے خدمتِ رسولِ خدا میں بھجوا دیا اور حکمِ جناب رسولِ خدا کی اس طرح تعمیل کی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ فقط اہلِ قلعہ سے کہلوا دیا بلکہ آج تک صولتِ حیدری کے خوف سے پانچوں وقت مسلمان ہر جگہ پکارتے ہیں۔ فتح کے بعد جب ادھر رُخ کیا ہے تو جنابِ رسولِ خدا نے ایک حدِ خاص تک استقبال کیا۔ چھاتی سے لگایا۔ گرد چہرے کی اپنے دامن سے صاف کی۔ دونوں آنکھوں کے مابین پیشانی کے بوسے لئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ "یا علیؑ! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری اُمّت کے لوگ تمہارے حق میں وہ کچھ کہنے لگیں گے جو نصارےٰ عیسےٰ ابنِ مریمؑ کے بارے میں کہنے لگے۔ تو میں آج تمہاری کچھ فضیلتیں بیان کرتا جن کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جس طرف سے تم گزرتے لوگ تمہارے قدم کے نیچے کی خاک اُٹھا کر اپنی آنکھوں میں بطورِ سُرمہ لگاتے اور اپنے بیماروں کا اُس سے معالجہ کیا کرتے۔

اب اس آیت کے نکات کی طرف نظر ڈالئے تو یہ وصف کہ اہلِ ایمان کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے پیش آنا اور کافروں کے حق میں سخت اور شدید ہونا۔ خدا کی راہ میں بیدھڑک جہاد کرنا۔ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرنا ایسے ہیں کہ سوائے علیؑ مرتضےٰ کے کسی دوسرے سے ظاہر ہی نہیں ہوئے کل مقامات مشہورہ میں دین کی نصرت کرنا۔ ملّت و شریعت کو مضبوط بنانا۔ مومنوں کے ساتھ رافت و رحمت سے پیش آنا۔ اہلِ شرک و کفر کے اُوپر سکّہ بٹھانا۔ اور اُن کو واجب و مناسب سزائیں دینا ایسے کھلے واقعات ہیں کہ علیؑ مرتضےٰ کے اور استحقاق مٹا بھی دئے جائیں تو بھی ان باتوں کی طرف سے آنکھ بند نہیں کی جا سکتی۔ (المختصر ان باتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا نزول خصوصیت کے ساتھ انہی حضرت کے حق میں ہے۔ خدا تعالےٰ کا ارشاد يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ رسول اللہ کا ارشاد فرمانا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ خدا تعالےٰ کا فرمانا اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور جنابِ رسولِ خدا کا فرمانا كَرَّارٌ غَيْرُ فَرَّارٍ خدا تعالےٰ کا فرمانا يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جنابِ رسولِ خدا کا فرمانا۔ لَنْ يَّرْجِعَ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ سوائے علیؑ مرتضےٰ کے اس وقت تک کسی دوسرے پر راست نہیں آیا۔

خود جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگِ بصرہ کے دن فرمایا کہ واللہ اس آیت کے ابتدائی حصّے کے اہل سے اب تک قتال نہیں کیا گیا تھا اور پھر پوری آیت تلاوت فرمائی۔

قولِ مترجم۔ لیجئے اصحابِ منافقین کی ایک نئی فضیحت ثابت ہوئی یعنی مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ اور علیؑ مرتضےٰ کی وہی تمام فضیلتیں جو روزِ خیبر ثابت ہوئی تھیں روزِ بصرہ بھی ثبوت کو پہنچیں۔

تفسیر قمّی میں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ جنابِ رسولِ خدا کے اُن اصحاب سے خطاب ہے جنہوں نے آلِ محمدؐ کا حق غصب کر لیا اور دینِ خدا سے پھر گئے۔ جنابِ رسولِ خدا سے منقول

ہے کہ قیامت کے دن میرے اصحاب کا ایک گروہ میرے پاس آئیگا مگر تھوڑی دیر میں وہ میرے حوض پر سے ہٹادئے جائینگے میں عرض کرونگا کہ خداوندا یہ میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب ہیں ارشاد ہوگا کہ تم کو علم نہیں ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا فتنے برپا کئے۔ کیا کیا بدعتیں کیں یہ سب کے سب مرتد ہوگئے تھے۔ اور دینِ خدا سے پچھلے پاؤں پلٹ گئے تھے۔ تفسیر قمی میں یہ بھی وارد ہے کہ یہ آیت اس اُمت کے مہدی اور اُن کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حصہ اول میں اُن لوگوں سے خطاب ہے جنہوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا اور اُن کو قتل کیا اور اُن کا حق غصب کر لیا۔ تفسیر مجمع البیان میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ قولِ خدا فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قوم وقتِ نزولِ آیت موجود نہ ہو اور آیت اُن کے حق میں پوری اُترے جو قیامت تک اس صفت سے متصف ہوتے آئیں۔ صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی منافات و اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ آیات میں خاص بھی ہیں اور عام بھی۔ خاص نزول علیؑ کی شان میں اور عام مہدی علیہ السلام کی شان میں ہو سکتا ہے۔

قول مترجم ۔ خاص اور عام، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ وغیرہ سے کیا مراد ہے؟ یہ سب ذکر دیباچہ میں ملاحظہ کیجئے گا۔ انشاء اللہ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۸۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیۃ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں وارد ہے کہ وَلِيُّكُمْ کا یہ مطلب ہے۔ کہ تمہارے معاملات میں تمہاری جانوں پر اور تمہارے مالوں پر سب سے زیادہ استحقاق رکھنے والا اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے یعنی علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد میں قیامت تک جتنے امام ہونگے وہ سب۔ پھر چونکہ لفظ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بہت عام تھا اس لئے خاص صفت یہ بیان کی وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نماز ظہر پڑھ رہے تھے۔ دو رکعتیں پڑھ چکے تھے۔ حالتِ رکوع میں تھے۔ ایک حلہ پہنے ہوئے تھے جس کی قیمت ہزار دینار تھی۔ جنابِ رسولِ خدا نے وہ آپ کو عطا فرمایا تھا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں نجاشی بادشاہِ حبشہ نے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ پس سائل آیا اور یہ الفاظ عرض کئے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ وَاَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ (ترجمہ۔ اے ولیِ خدا اور اے مومنوں سے زیادہ اُن کی جانوں پر اختیار رکھنے والے آپ پر سلام ہو مسکین کو کچھ صدقہ دیجئے) حضرتؑ نے وہ حلہ جسم اطہر پر سے گرا دیا۔ اور انگلی سے اشارہ کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ اسے لیجا! اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی اور جو کچھ عطا فرمایا۔ اُس میں اُن کی اولاد کو بھی شریک کر دیا۔ پس جو حضرتؑ کی اولاد میں سے درجۂ امامت کو پہنچیگا وہ اس نعمت میں مثل اُن حضرتؑ کے ہو جائیگا اور وہ بھی حالتِ رکوع میں تصدق ضرور کریگا اور وہ سائل جس نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا فرشتوں میں سے تھا۔ اور جو کچھ اُن ائمہؑ سے جو حضرتؑ ہی کی اولاد ہیں ایسے

موقع پر سوال کرینگے وہ بھی فرشتوں میں سے ہوں گے۔

انہی حضرت سے بروایت اپنے پدر بزرگوار اور جدِ بزرگوار کے قولِ خدا یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۰ سطر ۲۱) کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب آیہ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ الخ نازل ہوئی تو اصحاب رسولؐ اللہ کا ایک گروہ مسجدِ مدینہ میں جمع ہوا ان میں سے بعض نے تو یہ کہا کہ اگر ہم اس آیت کے منکر ہونگے تو گویا ہم سارے ہی قرآن کے منکر ہوئے اور اگر ہم ایمان لائے تو یہ آیت بتاتی ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب کو ہم پر مسلط کیا جائے گا۔ وہ بولے کہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ محمدؐ جو کچھ کہتا ہے اپنے اقوال میں سچا ہے لیکن ہم تو خود اُسی سے تولا رکھیں گے مگر اس حکم کو نہ مانیں گے۔ علیؑ کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے۔ امامؑ فرماتے ہیں اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا یہاں نعمت اللہ سے مراد ہے ولایتِ علیؑ مرتضےٰ اور آخر میں یہ فرمایا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ اس میں کفرانِ نعمتِ خدا یعنی انکارِ ولایت مراد ہے۔

انہی حضرتؑ سے سوال کیا گیا تھا کہ آیا اوصیاء جناب رسولِ خدا کی اطاعت واجب ہے؟ فرمایا ضرور وہی تو وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۸) اور وہی تو ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا: "اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ۔

احتجاج طبرسی میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (دیکھو صفحہ ۶۹ سطر ۱۱) جس سے مراد تھی ولایت تو منافق بولے کہ جتنی چیزیں ہم پر آپ کا پروردگار واجب کر چکا ہے اُن کے علاوہ کوئی اور چیز بھی باقی رہ گئی ہے جسے وہ واجب کریگا۔ اگر ایسا ہے تو اُسے بھی بیان کر دیجئے کہ ہمارے دل تسکین پائیں اور ہم سمجھ لیں کہ اب اور کوئی بات باقی نہیں رہی اُس وقت خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ الخ اور امت کے مابین اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اُس دن اُن میں سے کسی نے سوائے ایک شخص کے ایسی حالت میں کہ وہ رکوع کر رہا ہو زکوٰۃ نہیں دی اور اگر اُس کا نام کتاب میں مذکور کر دیا جاتا تو جو کچھ کہ اس کتاب میں سے گرایا گیا ہے اس کے ساتھ اسے بھی گرا دیا جاتا۔ اور بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک حدیث میں جناب رسولِ خدا سے منقول ہے کہ جب خدا تعالےٰ نے یہ آیہ نازل فرمائی یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الخ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر ۶) تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس آیت کے نازل ہونے کا سبب تم لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جبرئیلؑ امین میرے پاس تین مرتبہ آئے اور مجھے میرے پروردگار کی طرف سے جو خود سلام ہے سلام پہنچایا اور یہ حکم دیا کہ میں اس مقام پر کھڑے ہو کر ہر گورے اور کالے کو یہ حکم دیدوں کہ علیؑ ابن ابیطالب میرا بھائی، میرا وصی، میرا خلیفہ اور میرے بعد امام ہے اور

وہ اللہ اور رسول اللہ کے بعد تمہارا ولی ہے اور اسی بارے میں پروردگار عالم اپنی کتاب میں مجھ پر ایک آیت نازل فرما چکا ہے اور وہ یہ ہے "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الخ" اور علی ابن ابیطالبؑ ہی وہ شخص ہے جس نے نماز پڑھی اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی اور ہر حال میں رضائے خدا کو مدنظر رکھا۔ الخصال میں منقول ہے کہ منجملہ اُن حجتوں کے جو جناب امیرالمومنینؑ نے ابوبکر پر قائم کیں ایک یہ بھی تھی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جس آیت میں انگوٹھی کی تصدیق کرنے کا ذکر ہے اُس میں خدا اور رسولؐ کی ولایت کے ساتھ منجانب اللہ میری ولائیت واجب کی گئی ہے یا تیری؟ ابوبکر نے کہا نہیں حضور آپ ہی کی واجب کی گئی ہے۔ نیز اُسی کتاب میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے مناقب اور اُن کی تعریف میں یہ بھی ہے کہ فضیلت نمبر ۶۵ یہ ہے کہ میں مسجد رسولؐ میں نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع کی حالت میں تھا کہ ایک سائل آیا اور میں نے اپنی اُنگلی میں سے اپنی انگوٹھی اُس کو دے دی اسی پر خدائتعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الخ

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس حالت میں جناب رسول خدا تشریف فرما تھے اور یہودیوں کا بھی ایک جرگہ آنحضرتؐ کے پاس حاضر تھا جن میں عبداللہ بن سلام بھی تھا آنحضرتؐ پر یہ آیت نازل ہوئی تو حضرتؐ وہاں سے نکلکر مسجد کی طرف آئے اور ایک سائل کو سامنے آتے دیکھا۔ اُس سے اُسی وقت دریافت فرمایا کہ کسی نے کوئی چیز تم کو دی ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں اُس نماز پڑھنے والے نے دی ہے پس آنحضرتؐ اور آگے آئے اور دیکھا کہ وہ نماز پڑھنے والا جناب امیرالمومنینؑ ہیں۔

قول صاحب تفسیر صافی۔ عامہ اور خاصہ کی روایتوں سے اس بارے میں کہ یہ آیت جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے روایتیں اور حدیثیں بہت ہی کثرت سے منقول ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں جمہور مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت جناب امیرالمومنین کی شان میں اُس وقت نازل ہوئی ہے۔ جبکہ آپ نے رکوع میں اپنی انگوٹھی تصدق فرما دی اور پھر ابن عباس سے اُس کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر ظاہرا کافی کی روایت میں اور مجمع البیان کی روایت میں یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تصدق کرنے میں حلہ کا ذکر ہے اور یہاں انگوٹھی کا اور خاصہ اور عامہ کی روایتوں میں زیادہ انگوٹھی ہی کا ذکر ہے تو ان دونوں روایتوں سے رفع اختلاف کی ظاہر صورت یہ ہے کہ علی مرتضےٰ صدقہ دینے کے بہت ہی عادی تھے تو ممکن ہے کہ ایک وقت رکوع میں حلہ تصدق فرمایا ہو اور دوسری دفعہ انگوٹھی۔ اور آیت اس دوسرے تصدق کے بعد آئی ہو۔ اور خدائتعالےٰ کے قول میں جو لفظ یُؤْتُوْنَ آیا ہے یہ بتلاتا ہے کہ صدقہ ایک ہی دفعہ نہیں دیا بلکہ دیتے ہی رہتے ہیں اور چونکہ مضارع میں زمانہ مستقبل بھی شامل ہوتا ہے اس سے یہ بھی نکلتا ہے۔ کہ دیتے بھی رہینگے یعنی ان کی اولاد میں جو اس مرتبہ پر فائز ہونگے وہ بھی اسی طرح تصدق کیا کرینگے۔

قول مترجم۔ جہاں آپ حضرات یہ اخبار مسرت سن چکے وہاں یہ حسرتناک منظر بھی دیکھ لیجئے تفسیر صافی

میں ہے۔ روایت میں خود عمر ابن الخطاب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ واللہ میں نے چالیس۴۰ انگوٹھیاں حالتِ رکوع میں تصدق کیں کہ میرے بارے میں بھی ویسا ہی کچھ نازل ہو جائے جیسا کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ مگر کچھ بھی نہ آیا۔

قول مترجم۔ آیہ تو ضرور آیا مگر آپ کو سناتے ہوئے حجاب آیا لہذا ہم سنائے دیتے ہیں کہ لوگ ناواقف نہ رہیں۔ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۞ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ (دیکھو صفحہ ۹۲۳ سطر ۲) جس کا یہ مطلب ہے کہ نہ قولِ رسولِ خدا کی تصدیق کی نہ حکمِ خدا مانا نہ علیؑ مرتضےٰ کی ولایت تسلیم کی بلکہ مخالفت کر کے اپنے لئے ولایت چاہی تو ایسی نماز نماز ہی کیوں ہوتی۔ بلکہ صریح تکذیب ہے اور احکام سے روگردانی۔

احتجاجِ طبرسی میں جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان دونوں آیتوں میں جو الفاظ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آئے ہیں ان سے مراد عام مؤمنین نہیں ہیں بلکہ وہ حجج اللہ اور اوصیاء مراد ہیں جن کو یکے بعد دیگرے اپنی مخلوق پر اپنا امین مقرر فرماتا رہا ہے۔

التوحید میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے دن جنابِ رسولِ خدا اپنے پروردگار پر تکیہ اور بھروسہ کئے ہوئے آئیں گے اور ہم اپنے نبیؐ پر بھروسہ کئے ہوئے آئینگے اور ہمارے شیعہ ہم پر بھروسہ کئے ہوئے آئیں گے۔ اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور حزب اللہ کی صفت خود خدا نے بیان فرمائی۔ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۞

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۱۸۸

کافی میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ برابر نازل ہوتا رہتا تھا اور ولایت و امامت سب سے آخری فریضہ ہے۔ اس کے نازل ہو چکنے کے بعد خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹) گویا خدا تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ اب میں کوئی اور واجب نازل نہ کروں گا۔ تمہارے لئے تمام واجبات کو پورا کر چکا۔

احتجاجِ طبرسی میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا مدینہ منورہ سے حج کرنے چلے۔ اس حالت میں کہ اپنی قوم کو سوائے حج اور ولایت کے اور کل احکام پہنچا چکے تھے۔ جبرئیلؑ امین آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ یا رسولؐ اللہ! خدائے تعالےٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے انبیاء سے کسی نبی کو اور اپنے رسولوں میں سے کسی رسول کو اس وقت تک نہیں اٹھایا جب تک کہ اپنے دین کو کامل نہیں کر دیا اور اپنی حجت کے بارے میں تاکید نہ کر دی اب آپ پر دو واجب باقی ہیں جن کی ضرورت ہے کہ آپ اپنی قوم کو پہنچا دیں۔ ایک فریضہ حج اور دوسرے فریضہ ولایت و خلافت۔ اس لئے کہ میں نے اپنی زمین کو کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رکھا اور نہ کبھی خالی رکھونگا۔ پس یا رسول اللہ! خدا کا حکم ہے کہ آپ اپنی قوم کو حج کے احکام پہنچائیں خود آپ حج فرمائیں اور جس شخص کو خانۂ خدا تک پہنچنے کا

مقدور ہو وہ بھی حج کرے خواہ وہ شہر کا رہنے والا ہو یا اطراف واکناف کا۔ ان سب لوگوں کو آپ حج کے احکام اسی طرح تعلیم فرمادیں جس طرح ان کو نماز و روزہ اور زکوٰۃ کے احکام تعلیم فرماتے ہیں۔ اور اُن کو اسی طرح اُس کے کُل ارکان ومناسک سے واقف کردیں جس طرح شریعت کے اور احکام سے واقف کیا ہے پس جناب رسُولِ خدا کی طرف سے ایک منادی نے کُل آدمیوں میں آواز دی کہ امسال رسُولِ خدا حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور تم لوگوں کو اُس کے احکام اسی طرح تعلیم فرمائینگے جیسے کہ شریعت کے اور احکام تعلیم کر چکے ہیں اور خود اُس کا عمل کرکے دکھائینگے جیسا کہ اور چیزوں کا عمل کرکے دکھایا ہے۔ پس آنحضرتؐ روانگی کے ارادہ سے نکلے اور لوگ بھی اُن کے ساتھ نکلے۔ یہ ٹھانے ہوئے کہ دیکھتے جائیں کہ حضرت کیا کیا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی اسی طرح کریں۔ پس آنحضرتؐ نے اُن سب کے ساتھ حج ادا کیا۔ پس اُس موقعہ پر جناب رسُولِ خدا کے ساتھ خود اہلِ مدینہ میں سے اور آس پاس کے رہنے والوں اور بدوؤں میں سے سب ملاکر ستّر ہزار آدمی یا زیادہ تھے اور یہ اصحاب موسےٰؑ کی اُس تعداد کے موافق تھے جن سے اُن حضرتؐ نے ہارون علیہ السّلام کی بیعت لی تھی۔ اور اُن سب نے بیعت توڑکر گوسالہ پرستی اور سامری کا اتباع اختیار کرلیا تھا اسی طرح جناب رسُولِ خدا نے علیؑ ابنِ ابیطالب کی بیعت لی تھی اور ان لوگوں نے بھی بیعت لی اور ان لوگوں نے بھی بیعت توڑی۔ اور اس امت کے گوسالہ کا اتباع کیا تاکہ اُمتِ موسےٰؑ سے تشبیہ پوری پوری ہوجائے۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک صدائے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ مسلسل سُنائی دیتی تھی۔ جب آنحضرتؐ نے موقف میں جاکر قیام فرمایا تو جبرئیلؑ امین منجانبِ ربّ العالمین آئے اور یہ پیغام لائے کہ یارسُول اللہ! خدائے تعالےٰ آپ کو سلام پہونچاتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری اجل اور تمہاری مدت کا اندازہ کیا اور ہم تمہیں اپنی حضور میں پہنچانے والے ہیں۔ یہ مشیت ہماری حتمی ہے پس اب آپ اپنی وصیت پہنچادیں اور عہد لے لیں اور آپ کے پاس علم اور میراثِ علوم الانبیاء اور سلاح اور تابوت اور اپنے سے پہلے انبیاء کی جو نشانیاں اور تبرکات ہیں وہ سب اپنے وصی اور اپنے خلیفہ اور میری حجّتِ بالغہ علیؑ ابنِ ابیطالب کے حوالے کردیں اور اُس کو تمام آدمیوں کے سامنے اپنا قائم مقام اور علمِ ہدایت قرار دے دیں۔ اور اس عہد وپیمان کی تجدید کریں اور بیعت از سرِ نو لیں اور جس بات پر پہلے اِن سے بیعت لے چکے ہیں اور عہد وپیمان لے چکے ہیں وہ پھر اُن کو یاد دلادیں تاکہ ولایت ولی سے منکر نہ ہوسکیں اور یہ سمجھ لیں کہ اُن کا مولا اور ہر مؤمن و مؤمنہ کا مولا علیؑ ابنِ ابیطالب ہے اس لئے کہ میں نے اپنے انبیاء میں سے کسی نبی کو اُس وقت تک نہیں اٹھایا جب تک کہ اپنے اولیاء کی ولایت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی کا حکم اُن کو جتا کر اپنے دین کو کامل اور اپنی نعمت کو پورا نہ کردیا اور میری توحید اور میرے دین کی تکمیل اور میری نعمت کا میری خلق پر پورا ہونا اسی بات پر موقوف ہے کہ میرے ولی کا اتباع اور اُس کی اطاعت کی جائے۔ اس لئے کہ میں اپنی زمین کو اپنے ولی سے خالی نہیں رکھتا ہوں کہ وہ میری مخلوق پر میری طرف سے حجّت ہو۔ پس آج کے دن میں نے تمہارا دین اپنے ولی کی ولایت

کے ساتھ کامل کردیا۔ وہ ہر مؤمن و ہر مؤمنہ کا مولا ہے میرا خاص بندہ ہے میرے نبیؐ کا وصی ہے اور اُسکے بعد اُس کا خلیفہ ہے میری مخلوق پر میری حجت ہے۔ اُس کی اطاعت محمدؐ مصطفےٰ کی اطاعت سے ملی ہوئی ہے اور اُس کی اطاعت محمدؐ مصطفےٰ کی اطاعت سے بلکہ میری اطاعت سے ملی ہوئی ہے جس نے اس کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے اُسکی نافرمانی کی اُس نے یقیناً میری نافرمانی کی میں نے اُس کو اپنے مابین اور اپنی مخلوق کے مابین نشان مقرر کیا ہے جس نے اُس کو پہچانا وہ مؤمن ہوگیا اور جس نے اُس کو نہ پہچانا وہ کافر رہا اور جس نے اُس کی بیعت میں کسی اور کو شریک کیا وہ مشرک ہوگیا۔ اور جو اُس کی ولایت کے اقرار کے ساتھ میری حضور میں آئیگا یقیناً وہ داخل جنّت ہوگا۔ اور جو اُسکی عداوت کے ساتھ میرے پاس پہنچیگا وہ یقیناً داخل جہنّم ہوگا۔ پس اے محمدؐ آپ علیؑ کو علَم ہدایت قائم کردیں اور اُن کے لئے بیعت لے لیں اور میرے عہد کی ان لوگوں کے ساتھ پھر تجدید کریں اور جو پیمان ان سے آپ لے چکے ہیں اُسے پھر لے لیں اس لئے کہ میں آپ کو اُٹھا نیوالا اور اپنی حضور میں بُلا نیوالا ہوں"۔ پس جناب رسُولِ خدا اپنی قوم سے عموماً اور اہلِ نفاق و شقاق سے خصوصاً اندیشہ ناک تھے کہ یہ پھوٹ ڈالینگے اور کفر کی طرف عود کریں گے چونکہ ان کی عادت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ علی مرتضےٰ کی طرف سے کیا کینہ اُن کے دلوں میں بھرا ہوا ہے۔ پس حضرتؐ نے جبرئیلؑ امین سے یہ کہا کہ پروردگارِ عالم سے یہ سوال کرو کہ لوگوں کے شر سے مجھے محفوظ رکھے اور اس بات کے منتظر رہے کہ جبرئیلؑ امین خدا کی طرف سے حفاظت کی ضمانت لائیں اس لئے اس حکم کو پہنچانے میں اُس وقت تک تاخیر کی کہ مسجدِ خیف میں پہنچے۔ پس جس وقت مسجدِ خیف میں پہنچے ہیں تو جبرئیلؑ امین پھر یہ حکم لائے کہ "لوگوں سے عہد لو اور علیؑ مرتضےٰ کو علَم ہدایت قائم کرو"۔ مگر اس وقت تک منجانب اللہ حفاظت کا وعدہ نہیں آیا جو حضرتؐ کا مقصود تھا۔ پھر حضرتؐ روانہ ہوئے یہانتک کہ مکّہ اور مدینہ کے مابین کراع الغمیم تک پہنچے۔ پھر جبرئیلؑ امین آئے اور وہی حکم منجانب اللہ لائے جو پہلے آچکا تھا مگر حفاظت کا وعدہ اب بھی نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ مجھے اپنی قوم سے اندیشہ ہے اور یہ لوگ مجھے جھٹلائینگے اور علیؑ کے بارے میں میرے قول کو قبول نہ کرینگے۔ پھر حضرتؐ روانہ ہوگئے اور جب غدیرِ خم پر پہنچے جو جحفہ کے سامنے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اُس وقت جبرئیلؑ امین آئے ایسے وقت کہ ٹھیک پانچ گھنٹے دن چڑھا تھا انتہائی تاکیدی حکم مع وعدۂ عصمت و حفاظت لیکر آئے اور کہا کہ یا رسُول اللہ! خدا تعالےٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ فِیْ عَلِیٍّ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر ۶)

اس قافلہ کا اگلا حصّہ جحفہ کے قریب پہنچ چکا تھا لہٰذا یہ حکم آیا کہ جو لوگ آگے بڑھ گئے ہیں اُنکو واپس کرو۔ اور جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو اسی جگہ روکو تاکہ علیؑ مرتضےٰ کو کُل آدمیوں کے لئے اپنا قائم مقام مقرر کرسکو اور جو کچھ خدا تعالےٰ نے علیؑ کے بارے میں نازل کیا ہے وہ لوگوں کو سُنادو اور یہ بھی خبر پہنچائی کہ اللہ نے

آدمیوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کی ضمانت فرمائی ہے۔ پس جب حفاظت کی ضمانت آگئی تو جناب رسولِ خدا نے منادی کو حکم دیا کہ کل آدمیوں میں ندا دیدے کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ (سب کی نماز ایک ہی جگہ ہوگی) اور جو آگے بڑھ گئے ہیں اُن کو پیچھے ہٹا لائیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو اس جگہ پہنچنے پر روک لیں پھر شارعِ عام کے دائیں کنارے سے ہٹ کر مسجد عزیر کے برابر پہنچ گئے اس لئے کہ جبرئیلؑ امین نے خدا کے حکم سے اسی مقام تک آنے کا حکم دیا تھا اور اُس مقام پر ایک پہاڑی تھی۔ پس جناب رسولِ خدا نے حکم دیا کہ اس کے دامن میں قیام کریں اور پتھروں سے منبر کی سی صورت تیار کردیں تاکہ جب اُس کے اُوپر بیٹھیں تو جناب رسولِ خدا کو کل آدمی دیکھ سکیں۔ پس آگے بڑھ جانے والے پلٹ کر آئے اور پیچھے آنیوالے اُسی جگہ رُک گئے۔ ابھی یہ تانتا لگا ہُوا ہی تھا کہ جناب رسولِ خدا اُن پتھروں کے اُوپر تشریف فرما ہوئے پھر خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا اسی طرح فرمانی شروع کی۔ غدیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَلَا فِيْ تَوَحُّدِهٖ وَدَنَا فِيْ تَفَرُّدِهٖ وَجَلَّ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَعَظُمَ فِيْ اَرْكَانِهٖ وَ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَّهُوَ فِيْ مَكَانِهٖ وَقَهَرَ جَمِيْعَ الْخَلْقِ بِقُدْرَتِهٖ وَبُرْهَانِهٖ مَجِيْدٌ لَّمْ يَزَلْ مَحْمُوْدٌ لَّا يَزَالُ بَارِئُ الْمُسَمْوَكَاتِ وَدَاحِي الْمَدْحُوَّاتِ وَجَبَّارُ الْاَرَضِيْنَ وَالسَّمٰوٰتِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَتِهٖ وَالرُّوْحِ مُتَفَضِّلٌ عَلٰى جَمِيْعِ مَنْ تَرَاٰهُ مُتَطَوِّلٌ عَلٰى جَمِيْعِ مَنْ اَنْشَاَهُ يُلْحِظُ كُلَّ عَيْنٍ وَالْعُيُوْنُ لَا تَرَاهُ كَرِيْمٌ حَلِيْمٌ ذُوْ اَنَاةٍ قَدْ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ بِرَحْمَتِهٖ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ بِنِعْمَتِهٖ لَا يَعْجَلُ بِانْتِقَامِهٖ وَلَا يُبَادِرُ اِلَيْهِمْ بِمَا اسْتَحَقُّوْا مِنْ عَذَابِهٖ قَدْ فَهِمَ السَّرَآئِرَ وَعَلِمَ الضَّمَآئِرَ وَلَا تَخْفٰى عَلَيْهِ الْمَكْنُوْنَاتُ وَلَا اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْخَفِيَّاتُ

ترجمہ۔ رحمٰن (و) رحیم خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) سب تعریف اُسی خدا کیلئے زیبا ہے جو اپنی توحید میں (لوگوں کے خیالات سے) دُور و برتر ہے اور اپنی یکتائی میں نزدیک ہے اور اپنی سلطنت میں غالب اور اپنی خدائی کے اصول میں عظیم الشان ہے جو چیز جہاں جہاں ہے اُسکے احاطۂ علم سے باہر نہیں تمام مخلوق پر اپنی قدرت اور اپنی دلیل سے غالب ہے ایسا صاحبِ عزت و بزرگی کہ ہمیشہ سے ہے اور ایسا لائقِ حمد کہ ہمیشہ رہیگا تمام بلند چیزوں کا پیدا کرنے والا اور تمام بچھی ہوئی چیزوں کا بچھانیوالا زمینوں کا اور آسمانوں کا انتظام کرنیوالا سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ جس کے سب نام لیوا ہیں تمام فرشتوں کا اور رُوح کا پروردگار جن جن چیزوں کو پیدا کیا ہے اُن سب پر احسان و انعام کرنیوالا ہر آنکھ کو خود دیکھتا ہے حالانکہ آنکھیں اُسکو نہیں دیکھتیں۔ صاحبِ کرم بردبار بتدریج کام کرنیوالا جس نے ہر شے کو اپنی وسیع رحمت سے حصہ دیا ہے اور اپنی نعمت سے مخلوق پر احسان کیا ہے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا نہ عذاب دینے میں جسکے لوگ مستحق بھی ہوں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور دلوں کے حال سے آگاہ ہے۔ پوشیدہ

لَهُ الْاِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ وَالْغَلَبَةُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَالْقُوَّةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَالْقُدْرَةُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ مُنْشِئُ الشَّيْءِ حِيْنَ لَا شَيْءَ دَائِمٌ قَائِمٌ بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ جَلَّ اَنْ تُدْرِكَهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ لَا يُلْحَقُ اَحَدٌ وَصْفَهٗ مِنْ مُعَايَنَتِهٖ وَلَا يَجِدُ اَحَدٌ كَيْفَ هُوَ مِنْ سِرِّهٖ وَعَلَانِيَتِهٖ اِلَّا بِمَا دَلَّ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى نَفْسِهٖ وَاَشْهَدُ بِاَنَّهُ الَّذِيْ مَلَاَ الدَّهْرَ قُدْسُهٗ وَالَّذِيْ يَغْشَى الْاَبَدَ نُوْرُهٗ وَالَّذِيْ يُنْفِذُ اَمْرَهٗ بِلَا مُشَاوَرَةِ مُشِيْرٍ وَلَا مَعَهٗ شَرِيْكٌ فِيْ تَقْدِيْرٍ وَلَا تَفَاوُتَ فِيْ تَدْبِيْرٍ صَوَّرَ مَا اَبْدَعَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ وَخَلَقَ مَا خَلَقَ بِلَا مَعُوْنَةٍ مِنْ اَحَدٍ وَلَا تَكَلُّفٍ وَّلَا احْتِيَالٍ اَنْشَاَهَا فَكَانَتْ وَبَرَاَهَا فَبَانَتْ وَهُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُتْقِنُ بِالصَّنْعَةِ الْحَسَنُ الصَّنِيْعَةِ الْعَدْلُ الَّذِيْ لَا يَجُوْرُ وَالْاِكْرَامُ الَّذِيْ تَرْجِعُ اِلَيْهِ الْاُمُوْرُ وَاَشْهَدُ اَنَّهُ الَّذِيْ وَاَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ لِقَدْرِهٖ وَخَضَعَ كُلُّ شَيْءٍ لِهَيْبَتِهٖ مَالِكُ الْاَمْلَاكِ وَمُفْلِكُ الْاَفْلَاكِ وَمُسَخِّرُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُكَوِّرُ اللَّيْلَ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) باتیں اُسپر چھپی نہیں رہتیں اور نہ خفیہ باتوں میں اُس کو کوئی شبہہ پڑ سکتا ہے۔ ہر شے پر اُس کا احاطہ ہے اور ہر چیز پر اُس کا غلبہ ہے ہر چیز میں اُسکی قوت ساری ہے اور ہر چیز پر اُسکی قدرت حاوی ہے۔ کوئی شے اُسکے مانند نہیں ہے اور وہی شے کا پیدا کرنیوالا ہے جبکہ کوئی شے موجود نہ تھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ عدل و انصاف کے ساتھ باقی رہیگا اُس زبردست حکمت والے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کی شان اس سے زیادہ ہے کہ بینائیاں اُس کا ادراک کرسکیں حالانکہ وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ بڑا باریک بیں اور کارآگاہ ہے کوئی شخص اُسکے اوصاف کو از روئے معائنہ بیان نہیں کرسکتا۔ اور نہ کوئی ظاہر و باطن کی رُو سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ کیا ہے ہاں انہی چیزوں سے اُسکی معرفت حاصل ہوسکتی ہے جنکو کہ اُس نے اپنی ذات (کی معرفت) کیلئے قائم کیا ہے اور میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ اُسکی قدوسیت تمام عالم پر حاوی اور اُسکا نور ابدالآباد پر غالب ہے اور اُسکا حکم بغیر کسی مشورہ دینے والے کے مشورہ کے نافذ و جاری ہے۔ معاملات کے اندازہ کرنے میں کوئی اُس کا شریک نہیں اور اُسکی تدبیر میں اختلاف نہیں ہے جس چیز کی اُس نے صورت بنائی نئی بنائی (یعنی اُسکی کوئی مثال پہلے سے موجود نہ تھی) اور جو کچھ بھی پیدا کیا اس طرح پیدا کیا کہ نہ کسی کی مدد لینی پڑی اور نہ تکلیف اُٹھانی پڑی اور نہ کوئی حیلہ کرنا پڑا پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور وہ ہوگئی اور جس وقت اُسے پیدا کردیا وجود میں آگئی اور وہ وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو کاریگری میں پختہ ہے اچھی اچھی چیزیں بنانیوالا ایسا منصف کہ کبھی ظلم نہیں کرتا اور ایسا کریم کہ تمام امور کی بازگشت اُسی کی طرف ہوگی اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہر چیز اُس کی قدرت کے آگے پست اور ہر شے اُس کی ہیبت سے سرنگوں ہے تمام فرشتوں کا وہ مالک اور تمام آسمانوں کا گردش دینے والا سورج اور چاند کو کام میں لگانیوالا کہ ان میں سے ہر ایک معین وقت کے لئے گردش میں ہے۔ وہ رات کو دن پر مستولی

وَالنَّهَارَ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا قَاصِمُ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَمُهْلِكُ كُلِّ
شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ اَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ
كُفُوًا اَحَدٌ اِلٰهٌ وَاحِدٌ وَّرَبٌّ مَاجِدٌ يَشَاءُ فَيُمْضِي وَيُرِيدُ فَيَقْضِي وَيَعْلَمُ وَيُحْصِي وَيُمِيتُ
وَيُحْيِي وَيُفْقِرُ وَيُغْنِي وَيُضْحِكُ وَيُبْكِي وَيُدْنِي وَيُقْصِي وَيَمْنَعُ وَيُعْطِي لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ مُسْتَجِيبُ الدُّعَآءِ وَمُجْزِلُ الْعَطَآءِ مُحْصِي الْاَنْفَاسِ وَرَبُّ الْجِنَّةِ
وَالنَّاسِ لَا يَشْغَلُ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَلَا يُضْجِرُهُ صُرَاخُ الْمُسْتَصْرِخِينَ وَلَا يُبْرِمُهُ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّينَ
الْعَاصِمُ لِلصَّالِحِينَ وَالْمُوَفِّقُ لِلْمُفْلِحِينَ وَمَوْلَى الْعَالَمِينَ الَّذِي اسْتَحَقَّ مِنْ كُلِّ مَنْ خَلَقَ اَنْ
يَشْكُرَهُ وَيَحْمَدَهُ عَلَى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالشِّدَّةِ وَالرَّخَآءِ وَاُومِنُ بِهِ وَبِمَلَآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ
وَرُسُلِهِ اَسْمَعُ اَمْرَهُ وَاُطِيعُ وَاُبَادِرُ اِلٰى كُلِّ مَا يُرْضَاهُ وَاَسْتَسْلِمُ لِقَضَآئِهِ رَغْبَةً فِي
طَاعَتِهِ وَخَوْفًا مِنْ عُقُوبَتِهِ لِاَنَّهُ الَّذِي لَا يُؤْمَنُ مَكْرُهُ وَلَا يُخَافُ جَوْرُهُ اُقِرُّ لَهُ عَلٰى

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) کردیتا ہے اور دن کو رات پر غالب کہ ایک دوسرے کے پیچھے لگا چلا جاتا ہے۔ ہر کینہ توز
ظالم کا سر توڑنے والا ہے۔ اور ہر سرکش شیطان کا ہلاک کرنیوالا نہ اُس کا کوئی مدمقابل ہے اور نہ اُس کا کوئی شریک
بکتا ہے بے نیاز ہے نہ اُسکا کوئی فرزند ہے اور نہ وہ کسی کا فرزند ہے اور نہ اُس کے جوڑ کا کوئی ہے معبود یکتا اور پروردگار
بزرگ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُسے فوراً فیصل کردیتا ہے۔ وہ جانتا ہے اور کماحقہ جانتا ہے
وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے وہی فقیر کرتا ہے اور وہی امیر وہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے۔ وہی قریب کرتا ہے وہی دُور کرتا
ہے وہی روک لیتا ہے اور وہی عطا کرتا ہے۔ ہر طرح کا اختیار اُسی کو ہے اور ہر طرح کی تعریف اسی کے لئے ہے سب
خیر و خوبی اُسی کے ہاتھ ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے رات کو دن میں ٹھونس دیتا ہے اور دن کو رات
میں ٹھونس دیتا ہے سوائے اس زبردست بڑے بخشنے والے کے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ دعا کا قبول کرنیوالا اور عطیات
کا دل کھولکر دینے والا تمام جنّوں اور آدمیوں کا پرورش کرنیوالا اُس کیلئے کوئی چیز بھی مشکل نہیں ہے نہ فریاد کرنیوالوں
کی فریاد اُس کو پریشان کرسکتی ہے اور نہ گریہ وزاری کرنیوالوں کی گریہ وزاری اُسکو تنگ اور عاجز کرسکتی ہے۔ نیک بندوں
کا بچانیوالا اور فلاح پانیوالوں کو توفیق دینے والا۔ تمام عالموں کا سردار۔ ہر اُس شخص کے ذمے جس جس کو پیدا کیا یہ
استحقاق رکھتا ہے کہ وہ اُسکا شکر ادا کرے اور ہر ایک خوشی اور ناخوشی اور سختی اور آسانی کی حالت میں اُسکی تعریف
کرے۔ میں اُس پر اُسکے فرشتوں پر اُسکی کتابوں پر اور اُسکے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں اُسکے حکم کو سُنتا ہوں اور اُسکی
اطاعت کیلئے حاضر اور جو کچھ اُسکو پسند ہے اُسکے بجالانے پر تیار اور اُسکا فیصلہ ماننے پر مستعد اس خواہش سے بھی کہ
کہ اُس کی اطاعت کیلئے آمادہ ہوں اور اس خوف سے بھی کہ اُسکی عقوبت سے ڈرتا ہوں کیونکہ اُسکے بدلہ لینے سے

نَفْسِيْ بِالْعُبُوْدِيَّةِ وَاَشْهَدُ لَهٗ بِالرُّبُوْبِيَّةِ وَاُؤَدِّيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ حَذَرًا مِّنْ اَنْ لَّآ اَفْعَلَ فَتَحُلَّ بِيْ مِنْهُ قَارِعَةٌ لَّا يَدْفَعُهَا عَنِّيْ اَحَدٌ وَّاِنْ عَظُمَتْ حِيْلَتُهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لِاَنَّهٗ قَدْ اَعْلَمَنِيْ اَنِّيْ اِنْ لَّمْ اُبَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيَّ فَمَا بَلَّغْتُ رِسَالَتَهٗ وَقَدْ ضَمِنَ لِيْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْعِصْمَةَ وَهُوَ اللّٰهُ الْكَافِيْ الْكَرِيْمُ فَاَوْحٰى اِلَيَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فِيْ عَلِيٍّ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَا قَصَّرَ فِيْ تَبْلِيْغِ مَا اَنْزَلَ اِلَيَّ وَاَنَا مُبَيِّنٌ لَّكُمْ سَبَبَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ هَبَطَ اِلَيَّ مِرَارًا ثَلٰثًا يَاْمُرُنِيْ عَنِ السَّلَامِ رَبِّيْ وَهُوَ السَّلَامُ اَنْ اَقُوْمَ فِيْ هٰذَا الْمَشْهَدِ فَاَعْلِمَ كُلَّ اَبْيَضَ وَّاَسْوَدَ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ وَالْاِمَامُ مِنْ بَعْدِيْ الَّذِيْ مَحَلُّهٗ مِنِّيْ مَحَلُّ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّآ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيَّ بِذٰلِكَ اٰيَةً مِّنْ كِتَابِهٖ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) بیخوف نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس بات سے ڈرنا نہ چاہیئے کہ اُس کی طرف سے کوئی ظلم ہوگا میں اپنی ذات کے لئے اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور اُس کے مالک ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ اُس نے میری طرف وحی فرمائی ہے اُسے ادا کرتا ہوں۔ اس خوف سے کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر ایسی بلا نازل ہوگی کہ جسے مجھ سے کوئی دفع نہ کرسکیگا خواہ کیسا ہی بڑا تدبیر کرنے والا کیوں نہ ہو۔ سوائے اُس خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جو حکم اس وقت مجھ پر نازل کیا گیا ہے اگر میں اُسے نہ پہنچاؤں تو گویا میں نے اُس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اُس بزرگ و برتر خدا نے اس بات کی ضمانت فرمائی ہے کہ وہ مجھے آدمیوں کے شر سے محفوظ رکھیگا اور اللہ خود کافی اور کریم ہے جس نے میرے پاس ان لفظوں میں وحی فرمائی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے رسول! جو کچھ تمہارے پاس علیؑ کے بارے میں تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اُس کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھیگا۔ اے لوگو! جو کچھ بھی اُس نے نازل فرمایا میں نے اُس کے پہنچانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور اب میں اس آیت کی شانِ نزول بھی تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہوں۔ کہ جبرئیلؑ میرے پاس تین مرتبہ آئے اور میرے پروردگار کی طرف سے جو خود سلام ہے یہ حکم مع سلام لائے کہ میں اس مقام پر کھڑا ہوں اور ہر گورے اور کالے کو یہ اطلاع دوں۔ کہ علیؑ ابن ابیطالب میرے بھائی اور میرے وصی اور میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں۔ ان کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ہاں وہ اللہ اور اُس کے رسول کے بعد تم سب کا ولی ضرور ہے۔ اور اس بارے میں اللہ تعالےٰ نے مجھ پر اپنی کتاب میں ایک

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيطَالِبٍ أَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَهُوَ رَاكِعٌ يُرِيدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ حَالٍ وَسَأَلْتُ جِبْرَئِيلَ أَنْ يَسْتَعْفِيَ لِي عَنْ تَبْلِيغِ ذٰلِكَ إِلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ لِعِلْمِي بِقِلَّةِ الْمُتَّقِينَ وَكَثْرَةِ الْمُنَافِقِينَ وَإِدْغَالِ الْآثِمِينَ وَحِيَلِ الْمُسْتَهْزِئِينَ بِالْإِسْلَامِ الَّذِينَ وَصَفَهُمُ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ بِأَنَّهُمْ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَيَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ وَكَثْرَةِ إِذَاهُمْ لِي غَيْرَ مَرَّةٍ حَتّٰى سَمَّوْنِي أُذُنًا وَزَعَمُوا أَنِّي كَذٰلِكَ لِكَثْرَةِ مُلَازَمَتِهِ إِيَّايَ وَإِقْبَالِي عَلَيْهِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُمْ الْآيَةَ وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ بِأَسْمَائِهِمْ لَسَمَّيْتُ وَأَنْ أُومِيَ إِلَيْهِمْ بِأَعْيَانِهِمْ لَأَوْمَأْتُ وَأَنْ أَدُلَّ عَلَيْهِمْ لَدَلَلْتُ وَلٰكِنِّي وَاللّٰهِ فِي أُمُورِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ وَ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) آیت نازل فرما چکا ہے وہ یہ ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور علی ابن ابیطالب نے نماز پڑھی اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور ہر حال میں خدا کی خوشنودی اُس کے مدِ نظر تھی اور اے لوگو! میں نے جبرئیلؑ امین سے یہ خواہش کی کہ خدائے تعالےٰ مجھے اس حکم کے تم تک پہنچانے سے معافی دے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ متقی تم میں بہت کم ہیں اور منافق زیادہ۔ اور گنہگار چالیں چلنے کو تیار اور اسلام کی ہنسی اڑانیوالے حیلہ جوئی کے لئے مستعد یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خدائے تعالےٰ اپنی کتاب میں اس طرح فرماتا ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو کچھ اُن کے دِلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے اور وہ مجھے کتنی ہی دفعہ تکلیفیں بھی دے چکے ہیں یہانتک کہ میرا نام رکھا کہ یہ کان ہی کان ہیں اور میری نسبت گمان بھی کر لیا کہ میں ایسا ہی ہوں اس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور اُن کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل کی اور اُن میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو ایذا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہیں۔ تم اُن لوگوں کے برخلاف جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں یہ کہدو کہ تمہارے لئے اُن کا کان ہونا بہتر ہے اور اگر میں یہ چاہوں کہ اُنکے نام بتلا دوں تو بتلا سکتا ہوں اور اگر یہ چاہوں کہ اُن کی طرف اشارہ کر دوں تو کر سکتا ہوں اور اگر یہ چاہوں کہ اُنکا پتہ بتا دوں تو بتا سکتا ہوں۔ لیکن واللہ میں نے اُن کے تمام معاملات میں اخلاقِ کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ میرا یہ کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ اس وقت نازل کیا ہے

كُلُّ ذٰلِكَ لَا يَرْضَى اللّٰهُ مِنِّيْ اِلَّا اَنْ اُبَلِّغَ مَا اُنْزِلَ اِلَيَّ ثُمَّ تَلَا يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فَاعْلَمُوْا مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَصَبَهٗ لَكُمْ وَلِيًّا وَّاِمَامًا مُّفْتَرَضًا طَاعَتُهٗ عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَعَلَى التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَّعَلَى الْبَادِيْ وَالْحَاضِرِ وَعَلَى الْاَعْجَمِيِّ وَالْعَرَبِيِّ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَعَلَى الْاَبْيَضِ وَالْاَسْوَدِ وَعَلٰى كُلِّ مُوَحِّدٍ مَّاضٍ حُكْمُهٗ جَائِزٌ قَوْلُهٗ نَافِذٌ اَمْرُهٗ مَلْعُوْنٌ مَّنْ خَالَفَهٗ مَرْحُوْمٌ مَّنْ تَبِعَهٗ وَمَنْ صَدَّقَهٗ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِمَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَاَطَاعَ لَهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهٗ اٰخِرُ مَقَامٍ اُقَوِّمُهٗ فِيْ هٰذَا الْمَشْهَدِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَانْقَادُوْا لِاَمْرِ رَبِّكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ هُوَ رَبُّكُمْ وَلِيُّكُمْ وَاِلٰهُكُمْ ثُمَّ مِنْ دُوْنِهٖ رَسُوْلُهٗ مُحَمَّدٌ وَلِيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ الْمُخَاطِبُ لَكُمْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِيْ عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ وَاِمَامُكُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ رَبِّكُمْ ثُمَّ الْاِمَامَةُ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ مِنْ وُّلْدِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَلْقَوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) وہ پہنچادوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اے رسولؐ جو کچھ علیؑ کے بارے میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نازل کیا گیا ہے وہ پہنچادو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تم نے اس کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھے گا۔ سو اے لوگو! تم سمجھ لو کہ اللہ نے علیؑ کو یقیناً تمہارے واسطے ایسا ولی اور ایسا امام مقرر کر دیا ہے جس کی اطاعت مہاجرین پر بھی لازم ہے اور انصار پر بھی اور جو نیکی میں اُن کے تابع ہیں اُن پر بھی اور جنگلی پر بھی اور شہری پر بھی عجمی پر بھی اور عربی پر بھی آزاد پر بھی اور غلام پر بھی بچے پر بھی اور بوڑھے پر بھی گورے پر بھی اور کالے پر بھی اور ہر خدا کے یکتا ماننے والے پر اُس کا حکم جاری ہوگا۔ اُس کا قول ماننا پڑے گا۔ اُس کا فرمان نافذ ہوگا جو اُس کی مخالفت کریگا ملعون ہو جائیگا اور جو اُس کی متابعت اور اُس کی تصدیق کریگا اُس پر رحم کیا جائیگا کہ اللہ نے خود اُس کو مغفور فرمایا ہے۔ اور جو شخص اُس کی بات سُنیگا اور اُس کی اطاعت کریگا اُس کو بھی۔ اے لوگو! یہ آخری مقام ہے کہ میں اس جگہ اُس کو قائم مقام بناتا ہوں۔ پس تم سُنو اور مانو اور اپنے پروردگار کے حکم کی اطاعت کرو کہ خدائے عزوجل تمہارا پروردگار اور تمہارا ولی اور تمہارا معبود ہے۔ پھر اُس کے بعد اُس کا رسولؐ محمدؐ تمہارا ولی ہے جو اِس وقت کھڑا ہوا تم سے بات کر رہا ہے۔ پھر میرے بعد تمہارے پروردگار کے حکم سے علیؑ تمہارا ولی اور تمہارا امام ہے پھر قیامت کے دن تک یعنی اُس دن تک کہ تم اللہ اور اُس کے رسولؐ کی حضور میں پہنچو گے امامت میری اولاد میں چلی جائے گی جو علیؑ کی صُلب سے ہوگی۔ کوئی چیز حلال نہ ہوگی سوائے اُس کے جسے اللہ نے حلال قرار دیا۔ اور کوئی چیز حرام نہ ہوگی سوائے اُس کے جس کو اللہ نے

لَا حَلَالَ اِلَّا مَا اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَلَا حَرَامَ اِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّ فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَاَنَا
اَفْضَيْتُ بِمَا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ مِنْ كِتَابِهٖ وَحَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ اِلَيْكُمْ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَا مِنْ عِلْمٍ
اِلَّا وَقَدْ اَحْصَاهُ اللّٰهُ فِيَّ وَكُلُّ عِلْمٍ عَلَّمْتُهُ فَقَدْ اَحْصَيْتُهُ فِيْ عَلِيٍّ اِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَمَا
مِنْ عِلْمٍ اِلَّا وَقَدْ عَلَّمْتُهُ عَلِيًّا وَهُوَ الْاِمَامُ الْمُبِيْنُ مَعَاشِرَ النَّاسِ لَا تَضِلُّوْا عَنْهُ
وَلَا تَنْفِرُوْا مِنْهُ وَلَا تَسْتَنْكِفُوْا مِنْ وَلَايَتِهٖ فَهُوَ الَّذِيْ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَيَعْمَلُ
بِهٖ وَيُزْهِقُ الْبَاطِلَ وَيَنْهٰى عَنْهُ وَلَا تَاْخُذُهُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ ثُمَّ اِنَّهُ اَوَّلُ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالَّذِيْ فَدٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَالَّذِيْ كَانَ مَعَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا اَحَدَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مَعَ رَسُوْلِهٖ مِنَ الرِّجَالِ غَيْرُهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ فَضِّلُوْهُ
فَقَدْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ وَاقْبَلُوْهُ فَقَدْ نَصَبَهُ اللّٰهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهٗ اِمَامٌ مِنَ اللّٰهِ وَ
لَنْ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلٰى اَحَدٍ اَنْكَرَ وَلَايَتَهٗ وَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهٗ حَتْمًا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَفْعَلَ
ذٰلِكَ بِمَنْ خَالَفَ اَمْرَهٗ فِيْهِ وَاَنْ يُعَذِّبَهٗ عَذَابًا نُكْرًا اَبَدَ الْاٰبَادِ وَدَهْرَ الدَّاهِرِيْنَ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) حرام قرار دیا اُس نے مجھے حلال و حرام پہنوا دیا اور میں نے اپنے پروردگار کی کتاب کا علم اور حلال و حرام کا علم علیؑ کے سپرد کر دیا۔ اے لوگو! کوئی علم ایسا نہیں ہے جسے خدائے تعالےٰ نے میری ذات میں احصا نہ فرما دیا ہو اور میں نے وہ امام المتقین علیؑ کے سپرد نہ کر دیا ہو۔ کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میں نے علیؑ کو تعلیم نہ کیا ہو امام مبین یہی ہے۔ لوگو! اس سے بہک کر اور طرف نہ جانا اس سے الگ نہ ہونا۔ اور اس کو حاکم بنانے سے نفرت نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہی حق کی ہدایت کریگا۔ اور یہی حق پر عمل کرے گا اور یہی باطل کو مضمحل کرے گا۔ اور یہی اُس سے باز رکھے گا۔ اور اللہ کے کام سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اُسے باز نہ رکھیگی۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ یہی پہلا شخص ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لایا اور جس نے رسولؐ پر اپنی جان فدا کی اور رسولؐ کے ساتھ ہو کر اللہ کی عبادت ایسی حالت میں کرتا رہا کہ کوئی اور شخص مردوں میں سے رسولؐ اللہ کا ساتھی نہ تھا۔ لوگو! اس کی فضیلت تسلیم کرو کہ اسے اللہ نے فضیلت دی ہے اور اس کی امامت کو مانو کہ اللہ نے اس کو امام مقرر کیا ہے۔ لوگو! یہ اللہ کی طرف سے امام ہے اور اللہ کسی ایسے شخص کی توبہ قبول نہ کریگا جو اس کی ولایت کا منکر ہو اور ہرگز اُسے نہ بخشیگا۔ اور اللہ پر لازم ہے کہ جو علیؑ کے بارے میں اُس کے حکم کی مخالفت کرے اُس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے کہ اُس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سخت سے سخت اور انوکھے سے انوکھا عذاب دے۔ پس تم اس کی مخالفت سے بچتے رہنا اور کہیں اُس آگ میں نہ چلے جاؤ جس کا ایندھن آدمی ہونگے اور پتھر وہ کافروں ہی کے لئے تیار کی گئی ہے۔ لوگو!

فَاحْذَرُوْا اَنْ تُخَالِفُوْهُ فَتَصْلَوْنَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ اَيُّهَا النَّاسُ بِيْ وَاللّٰهِ بَشَّرَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْحُجَّةُ عَلٰى جَمِيْعِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ فَمَنْ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ كُفْرَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَمَنْ شَكَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ قَوْلِيْ هٰذَا فَقَدْ شَكَّ فِيْ كُلِّ مِنْهُ وَالشَّاكُّ فِي الْكُلِّ فَمَاْوٰهُ النَّارُ مَعَاشِرَ النَّاسِ حَبَانِيَ اللّٰهُ بِهٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ مَنًّا مِنْهُ عَلَيَّ وَاِحْسَانًا مِنْهُ اِلَيَّ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ مِنِّيْ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ وَدَهْرَ الدَّاهِرِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ مَعَاشِرَ النَّاسِ فَضِّلُوْا عَلِيًّا فَاِنَّهٗ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدِيْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى بِنَا اَنْزَلَ اللّٰهُ الرِّزْقَ وَبِقِيَ الْخَلْقُ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَغْضُوْبٌ مَغْضُوْبٌ مَنْ رَدَّ قَوْلِيْ هٰذَا وَاِنْ لَّمْ يُوَافِقْهُ اَلَا اِنَّ جِبْرَئِيْلَ اَخْبَرَنِيْ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِذٰلِكَ وَيَقُوْلُ مَنْ عَادٰى عَلِيًّا وَّلَمْ يَتَوَلَّهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِيْ وَغَضَبِيْ فَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اَنْ تُخَالِفُوْهُ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهٗ جَنْبُ اللّٰهِ اَنْزَلَ فِيْ كِتَابِهٖ

میرے ہی سبب سے پہلوں کو بشارت دی گئی ہے نبی ہوں تو رسول ہوں تو اور میں ہی تمام نبیوں اور رسولوں کا خاتمہ ہوں اور تمام مخلوق پر کہ وہ آسمان کے رہنے والے ہوں تو اور زمینوں کے رہنے والے ہوں تو خدا کی حجت ہوں۔ پس جو اس میں شک کرے وہ ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ اب سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں کافر ہوا کرتے تھے۔ اور جو میرے اس قول میں کچھ بھی شک کرے تو اس نے گویا کل امور میں شک کیا اور جو کل باتوں میں شک کرنے والا ہے جہنم اس کے واسطے تیار ہے۔ لوگو! اللہ تعالےٰ نے اپنے احسان و کرم سے جو مجھ پر ہر دم مبذول ہے یہ فضیلت مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں میں ہمیشہ ہمیشہ سے ہر حال میں اسی کی مدح و ثنا کرتا رہا ہوں۔ لوگو! علیؑ کو بزرگ جانو کہ وہ میرے بعد کل لوگوں سے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت افضل ہے۔ ہمارے ہی سبب سے اللہ تعالےٰ رزق نازل فرماتا ہے۔ اور سب مخلوق اسی سے باقی ہے جو شخص کہ میرے اس قول کو رد کرے وہ ملعون ہے ملعون ہے مغضوب ہے مغضوب ہے اگرچہ اس کے خیال کے موافق نہ ہو آگاہ ہو جاؤ کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے خبر پہنچائی ہے اور وہ خود یہ فرماتا ہے کہ جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے اور ان سے دوستی نہ رکھے تو اس پر میری لعنت بھی ہوگی اور میرا غضب بھی ہوگا۔ پس ہر نفس کو غور کرنا لازم ہے کہ وہ کل کے لئے آگے کیا بھیجتا ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو کہ ثابت قدمی کے بعد کہیں قدم لغزش نہ کر جائیں بیشک جو کچھ تم کرتے ہو خدا تعالےٰ

يَحْسَرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ مَعَاشِرَ النَّاسِ تَدَبَّرُوا الْقُرْاٰنَ وَافْهَمُوْا اٰيَاتِهٖ وَانْظُرُوْا اِلٰى مُحْكَمَاتِهٖ وَلَا تَتَّبِعُوْا مُتَشَابِهَهٗ فَوَاللّٰهِ لَنْ يُّبَيِّنَ لَكُمْ زَوَاجِرَهٗ وَلَا يُوْضِحَ لَكُمْ تَفْسِيْرَهٗ اِلَّا الَّذِيْ اَنَا اٰخِذٌ بِيَدِهٖ وَمُصْعِدُهٗ اِلَيَّ وَشَائِلٌ بِعَضُدِهٖ وَمُعْلِمُكُمْ اَنَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَهُوَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْطَالِبٍ اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَمُوَالَاتُهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْزَلَهَا عَلَيَّ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ عَلِيًّا وَالطَّيِّبِيْنَ مِنْ وُلْدِيْ هُمُ الثَّقَلُ الْاَصْغَرُ وَالْقُرْاٰنُ هُوَ الثَّقَلُ الْاَكْبَرُ وَكُلُّ وَاحِدٍ مُنْبِئٌ عَنْ صَاحِبِهٖ وَمُوَافِقٌ لَهٗ لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ اُمَنَاءُ اللّٰهِ فِيْ خَلْقِهٖ وَحُكَّامُهٗ فِيْ اَرْضِهٖ اَلَا وَقَدْ اَدَّيْتُ اَلَا وَقَدْ بَلَّغْتُ اَلَا وَقَدْ اَسْمَعْتُ اَلَا قَدْ اَوْضَحْتُ اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَاَنَا قُلْتُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَا اِنَّهٗ لَيْسَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرَ اَخِيْ هٰذَا وَلَا تَحِلُّ اِمْرَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدِيْ لِاَحَدٍ غَيْرِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ اِلٰى عَضُدِهٖ فَرَفَعَهٗ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) اُس سے خبردار رہے۔ لوگو! وہ جنب اللہ ہے (اُسی کے بارے میں) اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا کہ بعض نفس یہ کہے گا کہ افسوس میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیسی کوتاہی کی! لوگو! قرآن مجید میں غور کرو اور اُس کی آیتوں کو سمجھو اور اُس کے محکمات میں نظر ڈالو اور اُس کے متشابہات کی پیروی نہ کرو۔ خدا کی قسم سوائے اس شخص کے جس کا ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوں اور جس کو میں اپنی طرف اُٹھائے ہوئے ہوں اور جس کا بازو میں تھامے ہوئے ہوں کوئی اور تمہیں کو تمہارے لئے کھول کر بیان نہ کریگا اور اس کی تفسیر کی تمہارے لئے وضاحت نہ کریگا اور تمہارا سکھانے والا نہ بنیگا بیشک جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا مولا ہے اور یہی علیؑ ابن ابیطالب میرا بھائی اور میرا وصی ہے اور اس کا یہ ولی ہونا اللہ کی طرف سے ہے اور اُسی نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ لوگو! یہ علیؑ اور جتنے میری اولاد میں سے معصوم ہیں وہ سب ثقلِ اصغر ہیں اور قرآن مجید ثقلِ اکبر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کے حالات سے آگاہی دینے والا ہے۔ اور اُس سے موافقت کرنے والا ہے۔ یہ دونوں ہرگز جُدا نہ ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچیں۔ یہ خدائے تعالےٰ کی مخلوق میں اُس کے امین ہیں اور اللہ کی زمین میں اُس کے مقرر کئے ہوئے حاکم۔ آگاہ رہو کہ میں نے ادا کر دیا سمجھ لو کہ میں نے پہنچا دیا۔ ہوشیار رہو کہ میں نے سُنا دیا۔ خبردار رہو کہ میں نے کھول کر بیان کر دیا۔ دیکھو خدائے عزوجل نے فرمایا اور میں نے خدائے عزوجل کی طرف سے سُنا دیا۔ سمجھ رکھو کہ میرے اس بھائی کے سوا کوئی اور امیرالمومنین نہ ہوگا اور میرے بعد اس کے سوا کسی دوسرے کے واسطے امارتِ مومنین جائز نہیں ہے پھر علیؑ کے بازو پر ہاتھ مار کر

وَكَانَ مِنْ اَوَّلِ مَا صَعَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَالَ عَلِيًّا حَتّٰى صَارَتْ رِجْلُهٗ مَعَ رُكْبَةِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ مَعَاشِرَ النَّاسِ هٰذَا عَلِيٌّ اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَوَاعِيْ عِلْمِيْ وَخَلِيْفَتِيْ عَلٰى
اُمَّتِيْ وَعَلٰى تَفْسِيْرِ كِتَابِ اللّٰهِ وَالدَّاعِيْ اِلَيْهِ وَالْعَامِلُ بِمَا يُرْضِيْهِ وَالْمُحَارِبُ لِاَعْدَائِهٖ
وَالْمُوَالِيْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَالنَّاهِيْ عَنْ مَعْصِيَتِهٖ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
الْاِمَامُ الْهَادِيْ وَقَاتِلُ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ بِاَمْرِ اللّٰهِ اَقُوْلُ مَا يُبَدَّلُ
الْقَوْلُ لَدَيَّ بِاَمْرِ اللّٰهِ رَبِّيْ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَالْعَنْ
مَنْ اَنْكَرَهٗ وَاغْضَبْ عَلٰى مَنْ جَحَدَ حَقَّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْزَلْتَ عَلَيَّ اَنَّ الْاِمَامَةَ لِعَلِيٍّ
وَلِيِّكَ عِنْدَ تِبْيَانِيْ ذٰلِكَ وَنَصْبِيْ اِيَّاهُ بِمَا اَكْمَلْتَ لِعِبَادِكَ مِنْ دِيْنِهِمْ وَاَتْمَمْتَ
عَلَيْهِمْ نِعْمَتَكَ وَرَضِيْتَ لَهُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَقُلْتَ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ
دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ

وكفى بك شهيدا

آل عمران ۸۵

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) اُن کو اور بلند کیا یہانتک کہ اُن کے پاؤں جناب رسولِ خدا کے گھٹنوں کے برابر آگئے حالانکہ ہاتھ تو اُسی وقت سے تھامے ہوئے تھے۔ جس وقت سے کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے تھے پھر فرمایا لوگو! یہ علیؑ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرے علم کا خازن اور میری اُمّت پر اور کتابِ خدا کی تفسیر پر میرا خلیفہ اور خدا کی طرف بُلانے والا اور جن چیزوں کو خدا تعالےٰ پسند فرماتا ہے اُن پر عمل کرنیوالا اور خدا کے دشمنوں سے لڑنے والا اور خدا کی اطاعت پر دوستی کرنے والا اور اُس کی نافرمانی سے روکنے والا۔ خدا کے رسُول کا خلیفہ مؤمنوں کا امیر خدا تک پہنچانے والا اور خدا کے حکم سے ناکثین و قاسطین و مارقین سے لڑنے والا ہے۔ میں اپنے پروردگار خدا تعالےٰ کے حکم کے بموجب کہتا ہوں اور میری بات پلٹی نہیں جائیگی۔ میں بحکم خدا یہ کہتا ہوں کہ یا اللہ! تو اُس سے دوستی رکھیو جو اس سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھیو جو اس سے دشمنی رکھے اور اُس پر لعنت کیجیو جو اس کا انکار کرے اور اُس پر غضب نازل کیجیو جو اس کے حق کا منکر ہو جائے۔ یا اللہ! تو نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ امامت تیرے ولی علیؑ کے لئے ہے۔ اور جب میں نے اُس کو کھولکر بیان کیا اور علیؑ کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا تو تو نے وہ آیت نازل فرمائی جس سے اپنے بندوں کے دین کی تکمیل کر دی اور اُن پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تو نے اُن کے لئے دینِ اسلام کو پسند فرمالیا۔ پھر تو نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواستگار ہوگا۔ تو وہ اُس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ یا اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے پہنچا دیا۔ لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزّوجلّ نے دین کو اس کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے۔ پس جو شخص اس کو امام نہ مانے

اِنِّیْ قَدْ بَلَّغْتُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّمَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَکْمَلَ دِیْنَکُمْ بِاِمَامَتِہٖ فَمَنْ لَمْ یَاْتَمَّ بِہٖ وَ بِمَنْ یَّقُوْمُ مَقَامَہٗ مِنْ وُّلْدِیْ مِنْ صُلْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَ عُرِضَ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ وَفِی النَّارِ ھُمْ خٰلِدُوْنَ لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ اللّٰہُ الْعَذَابَ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ ھٰذَا عَلِیٌّ اَنْصَرُکُمْ لِیْ وَ اَحَقُّکُمْ بِیْ وَ اَقْرَبُکُمْ اِلَیَّ وَ اَعَزُّکُمْ عَلَیَّ وَاللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَ اَنَا عَنْہُ رَاضِیَانِ وَمَا نَزَلَتْ اٰیَۃٌ رِضًی اِلَّا فِیْہِ وَمَا خَاطَبَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِلَّا بَدَاَ بِہٖ وَلَا نَزَلَتْ اٰیَۃُ مَدْحٍ فِی الْقُرْاٰنِ اِلَّا فِیْہِ وَلَا شَھِدَ اللّٰہُ بِالْجَنَّۃِ فِیْ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ اِلَّا لَہٗ وَلَا اَنْزَلَھَا فِیْ سِوَاہُ وَلَا مَدَحَ بِھَا غَیْرَہٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ ھُوَ نَاصِرُ دِیْنِ اللّٰہِ وَالْمُجَادِلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھُوَ التَّقِیُّ النَّقِیُّ الْھَادِیْ الْمَھْدِیُّ نَبِیُّکُمْ خَیْرُ نَبِیٍّ وَ وَصِیُّکُمْ خَیْرُ وَصِیٍّ وَبَنُوْہُ خَیْرُ الْاَوْصِیَاءِ مَعَاشِرَ النَّاسِ ذُرِّیَّۃُ کُلِّ نَبِیٍّ مِّنْ صُلْبِہٖ وَ ذُرِّیَّتِیْ مِنْ صُلْبِ عَلِیٍّ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اِبْلِیْسَ اَخْرَجَ

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) اور اس کے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اسکے صلب سے جو اس کے قائم مقام ہوں۔ اُن کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کی حضور میں پیش کیا جائیگا تو وہ وہی لوگ ہونگے جن کے کُل اعمال بیکار کردئے جائینگے اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) جہنم میں رہنے والے ہونگے اللہ اُن کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا اور نہ اُن کو مہلت دیجائیگی۔ لوگو! علیؑ تم سب سے زیادہ میری نصرت کرنیوالا ہے اور تم سب سے زیادہ مجھ سے قرابت رکھنے والا ہے اور تم سب سے زیادہ میرا عزیز ہے اور خدائے عزّوجلّ اور میں دونوں اس سے راضی ہیں خوشنودیٔ خدا کی کوئی آیت ایسی نہیں اُتری جو اس کے بارے میں نہو اور مومنوں کو کسی جگہ خدا تعالےٰ نے مخاطب نہیں کیا مگر یہ کہ آغاز اسی سے فرمایا ہے اور قرآن مجید میں مدح کی کوئی آیت ایسی نہیں اُتری جو اس کی شان میں نہ ہو اور اللہ تعالےٰ نے سورۂ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ میں جنّت کی شہادت خاص اسی کے لئے دی ہے۔ اور وہ سورت اس کے سوا کسی دوسرے کی شان میں نازل نہیں فرمائی۔ اور نہ اس کے سوا کسی اور کی اُس میں تعریف فرمائی ہے۔ لوگو! وہ اللہ کے دین کی نصرت کرنے والا اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے جدال و قتال کرنے والا اور وہ چیدۂ برگزیدہ خدا تک پہنچانیوالا اور خود ہدایت یافتہ ہے تمہارا نبیؐ سب سے اچھا نبیؐ اور تمہارا وصی سب سے اچھا وصی ہے اور اُس کی اولاد سے بہترین اوصیاء ہوں گے۔ لوگو! ہر نبی کی ذریت خود اُس کے صلب سے ہوئی ہے اور میری ذرّیت علیؑ کے صلب سے ہے۔ لوگو! ابلیس لعنۃ اللہ نے آدم علیہ السلام کو حسد کے سبب جنّت سے نکالا۔ پس تم علیؑ سے حسد نہ کرنا۔ ورنہ تمہارے کُل اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ اور تمہارے قدم لغزش کر جائیں گے۔ آدم (علیہ السلام) صرف ایک ترکِ اولےٰ کے سبب زمین پر اُتار دئے گئے تھے۔ حالانکہ وہ خدا کے برگزیدہ بندے

اٰدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ بِالْحَسَدِ فَلَا تَحْسُدُوْهُ فَتُحْبِطَ اَعْمَالَكُمْ وَتَزِلَّ اَقْدَامُكُمْ فَاِنَّ اٰدَمَ اُهْبِطَ اِلَى الْاَرْضِ بِخَطِيْئَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّهُوَ صِفْوَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَيْفَ بِكُمْ وَاَنْتُمْ اَنْتُمْ وَمِنْكُمْ اَعْدَاءُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّهٗ لَا يُبْغِضُ عَلِيًّا اِلَّا شَقِيٌّ وَلَا يَتَوَلّٰى عَلِيًّا اِلَّا تَقِيٌّ وَلَا يُؤْمِنُ بِهٖ اِلَّا مُؤْمِنٌ مُّخْلِصٌ وَفِيْ عَلِيٍّ وَاللّٰهِ اُنْزِلَ سُوْرَةُ الْعَصْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْعَصْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ مَعَاشِرَ النَّاسِ قَدِ اسْتَشْهَدْتُ اللّٰهَ وَبَلَّغْتُكُمْ رِسَالَتِيْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰى اَدْبَارِهَا مَعَاشِرَ النَّاسِ اَلنُّوْرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ ثُمَّ مَسْلُوْكٌ فِيْ عَلِيٍّ ثُمَّ فِي النَّسْلِ مِنْهُ اِلَى الْقَائِمِ الْمَهْدِيِّ الَّذِيْ يَاْخُذُ بِحَقِّ اللّٰهِ وَبِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَنَا لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ جَعَلَنَا حُجَّةً عَلَى الْمُقَصِّرِيْنَ وَالْمُعَانِدِيْنَ وَالْمُخَالِفِيْنَ وَالْخَائِنِيْنَ وَالْاٰثِمِيْنَ وَالظّٰلِمِيْنَ مِنْ جَمِيْعِ الْعٰلَمِيْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمْ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) تھے تو پھر تمہاری کیا حالت ہوگی جس حال میں کہ تم ہو جو کچھ ہو اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں خبردار رہو کہ علیؑ سے سوائے شقی کے اور کوئی بغض نہ رکھیگا اور سوائے برگزیدۂ خدا کے کوئی اور علیؑ کا دوست نہ بنے گا۔ اور سوائے مؤمن خاص کے کوئی اُس پر ایمان نہ لائے گا۔ واللہ علیؑ ہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے سورۂ عصر نازل فرمائی ہے۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہکر آنحضرتؐ نے سورۂ والعصر تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ لوگو! میں نے اللہ کو گواہ کیا اور اپنی رسالت تم کو پہنچا دی اور رسولؐ کے ذمہ سوائے کھولکر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے۔ لوگو! اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر اسی حالت میں کہ تم تسلیم کرنے والے ہو۔ لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسولؐ پر اور اُس نور پر جو اُسکے ساتھ ہی ساتھ اُتارا گیا ہے قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر اُن کو اُن کی پشت کی طرف پھیر دیں۔ لوگو! خدائے عزّ وجلّ کی طرف سے نور مجھ میں موجود ہے پھر وہ علیؑ میں چلا جائیگا۔ پھر اُس کی نسل میں مہدیؑ قائم تک رہیگا جو اللہ کے حق کی بابت بھی مواخذہ کریگا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی اس لئے کہ خدائے عزّ وجلّ نے تمام اہل عالم کے تقصیر کرنے والوں پر۔ عناد برتنے والوں پر۔ مخالفت کرنے والوں پر۔ ضمانت کرنے والوں پر۔ گناہ کرنے والوں پر اور ظلم کرنے والوں پر ہم کو حجت قرار دیا ہے۔ لوگو! میں تم کو ڈراتا ہوں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں۔ مجھ سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں کیا میں مر جاؤنگا یا قتل

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِيَ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مِّتُّ اَوْ قُتِلْتُ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ اَلَا وَاِنَّ عَلِيًّا الْمَوْصُوْفَ بِالصَّبْرِ وَالشُّكْرِ ثُمَّ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ وُّلْدِيْ مِنْ صُلْبِهٖ مَعَاشِرَ النَّاسِ لَا تَمُنُّوْا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اِسْلَامَكُمْ فَيَسْخَطَ عَلَيْكُمْ وَيُصِيْبَكُمْ بِحَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ اِنَّهٗ لَبِالْمِرْصَادِ مَعَاشِرَ النَّاسِ سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا بَرِيْئَانِ مِنْهُمْ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهُمْ وَاَشْيَاعَهُمْ وَاَتْبَاعَهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اَلَا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ الصَّحِيْفَةِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ فَذَهَبَ عَلَى النَّاسِ الْاَكْثَرُ زِمَّةً مِّنْهُمْ اَمْرُ الصَّحِيْفَةِ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنِّيْ اُوَدِّعُهَا اِمَامَةً وَّوِرَاثَةً فِيْ عَقِبِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَقَدْ بَلَّغْتُ مَا اُمِرْتُ بِتَبْلِيْغِهٖ حُجَّةً عَلٰى كُلِّ حَاضِرٍ وَّغَائِبٍ وَعَلٰى كُلِّ اَحَدٍ مِّمَّنْ شَهِدَ اَوْ لَمْ يَشْهَدْ وُلِدَ اَوْ لَمْ يُوْلَدْ فَلْيُبَلِّغِ الْحَاضِرُ الْغَائِبَ وَالْوَالِدُ الْوَلَدَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَيَجْعَلُوْنَهَا مُلْكًا وَاغْتِصَابًا اَلَا لَعَنَ اللّٰهُ الْغَاصِبِيْنَ وَالْمُغْتَصِبِيْنَ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) کر دیا جاؤ گے تو تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو شخص اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جائے گا تو وہ اللہ کا کبھی کچھ نہ بگاڑ یگا اور اللہ شکر گزار بندوں کو جزائے خیر دیگا۔ آگاہ رہو کہ علیؑ صبر و شکر سے موصوف ہیں اور انکے بعد میری وہ اولاد جو ان کے صلب سے ہے۔ لوگو! تم اللہ تعالےٰ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتلاؤ ورنہ وہ تم سے ناراض ہو جائیگا اور اُس کی طرف سے تم کو عذاب پہنچیگا۔ یقیناً وہ ایسے لوگوں کی گھات میں ہے۔ لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہونگے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہ کی جائیگی۔ لوگو! اللہ تعالےٰ اور میں دونوں اُن سے بیزار ہیں۔ لوگو! یقیناً وہ سب اور اُن کے دوستدار اور اُن کے پیرو اور اُن کے مددگار جہنم کے سب کے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ۔ کہ یہی اشخاص اصحاب صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ پس تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) چاہیئے۔ کہ وہ صحیفہ میں نظر کرلے (راوی کہتا ہے کہ جملہ حاضرین سے امر صحیفہ پوشیدہ رہا۔ یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ آنحضرتؐ کس صحیفہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں) سوائے چند لوگوں کے (یعنی وہ لوگ سمجھ گئے کہ حضرتؐ کا مقصود کیا ہے) مترجم کہتا ہے کہ اس کلام میں صحیفہ سے وہ صحیفہ ملعونہ مراد ہے جس کو منافقین نے غصب خلافت کے باب میں باہم عہد کر کے لکھا تھا۔ لوگو! میں امامت اور وراثت کو قیامت تک اپنی اولاد میں چھوڑتا ہوں۔ اور جس بات کو پہنچانے کا مجھ کو حکم دیا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دی تاکہ ہر حاضر و غائب پر حجت ہو اور ہر اُس شخص پر جو یہاں موجود ہے یا جو موجود نہیں ہے اور ہر اُس شخص پر جو پیدا ہو

وَعِنْدَهَا سَتَنْفُرُ غُنَاكُمْ اَيَّتُهَا الثَّقَلَانِ فَيُرْسِلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٍ فَلَا
تَنْتَصِرَانِ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَكُمْ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى
يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهٗ مَا
مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَاللّٰهُ مُهْلِكُهَا بِتَكْذِيْبِهَا وَكَذٰلِكَ مُهْلِكُ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ
كَمَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهٰذَا اِمَامُكُمْ وَوَلِيُّكُمْ وَهُوَ مَوَاعِيْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يُصَدِّقُ
مَا وَعَدَهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ قَدْ ضَلَّ قَبْلَكُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ وَاللّٰهُ لَقَدْ اَهْلَكَ الْاَوَّلِيْنَ
وَهُوَ مُهْلِكُ الْاٰخِرِيْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَمَرَنِيْ وَنَهَانِيْ وَقَدْ اَمَرْتُ
عَلِيًّا وَنَهَيْتُهٗ فَعَلِمَ الْاَمْرَ وَالنَّهْيَ مِنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْمَعُوْا لِاَمْرِهٖ تَسْلَمُوْا
وَاَطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَانْتَهُوْا لِنَهْيِهٖ تَرْشُدُوْا وَصِيْرُوْا اِلٰى مُرَادِهٖ
وَلَا تَتَفَرَّقَ بِكُمُ السُّبُلُ عَنْ سَبِيْلِهٖ اَنَا صِرَاطُ اللّٰهِ الْمُسْتَقِيْمُ الَّذِيْ
اَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِاتِّبَاعِهٖ ثُمَّ عَلِيٌّ مِّنْ بَعْدِيْ ثُمَّ وُلْدِيْ مِنْ صُلْبِهٖ اَئِمَّةٌ يَهْدُوْنَ

مرسلات ۱۶ تا ۱۷

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) چکا ہے یا جو پیدا نہیں ہوا ہے اس لئے کہ ہر حاضر کو لازم ہے کہ غائب تک اس خبر کو پہنچائے اور ہر باپ کو لازم ہے کہ اپنے بیٹے کو یہ خبر پہنچائے اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح سے جاری رہے اور عنقریب لوگ اس کو از روئے غصب سلطنت بنا لیں گے۔ آگاہ رہو کہ خدا تعالےٰ غصب کرنیوالوں پر اور اُنکے ساتھیوں پر لعنت کریگا۔ اور اُسی وقت اے دونوں گروہو! ہم تمہارا حساب لینے کے لئے جلدی سے فارغ ہو جائینگے۔ پھر تم دونوں پر آگ کی لپٹ اور پگھلا ہوا تانبا بھیجا جائیگا کہ تم دونوں اُسے روک نہ سکو گے۔ لوگو! یقیناً خدائے عزوجل جس حالت میں کہ تم ہو اُسی میں تم کو نہ چھوڑیگا جبتک کہ بُرے کو اچھے سے الگ نہ کرلے اور اللہ کا یہ کام نہیں ہے۔ کہ تمکو غیب پر مطلع کردے۔ لوگو! کوئی بستی ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ اُسکی تکذیب کرنیوالوں کو اُس کی تکذیب کے باعث ہلاک کردیگا۔ اور اسی طرح ہر ظلم کرنے والی بستی بھی ہلاک کیجائیگی جیسا کہ اللہ تعالےٰ ذکر فرما چکا ہے۔ اور یہ تمہارا امام ہے اور تمہارا ولی ہے۔ اور وہ اللہ کے وعدے ہیں۔ اور اللہ نے جو وعدہ اس سے کرلیا ہے وہ سچا کر دکھائے گا۔ لوگو! تم سے پہلے بہت سے بہک گئے اور اللہ نے پہلوں کو بھی ہلاک کردیا اور وہ پچھلوں کو بھی ہلاک کرنیوالا ہے۔ لوگو! بیشک اللہ نے مجھکو امر بھی فرمایا اور نہی بھی فرمائی اور میں نے علیؑ کو امر بھی کیا اور نہی بھی کی پس علیؑ نے امر و نہی (کا حکم) خدا کی طرف سے سیکھا لہذا تم اُس کے امر کو سنو تو سلامت رہو گے اور اُسکی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور اُس کے نہی کرنے سے باز رہو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور جدھر وہ لے چلنا چاہتا ہے۔ اُدھر ہی چلو اور مختلف راستے تم کو اُسکے راستے سے نہ ہٹا دیں۔ میں خدا کی صراطِ مستقیم ہوں جسکے اتباع کا خود خدا نے تم کو حکم

بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ثُمَّ قَرَاَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اِلٰى اٰخِرِهَا وَقَالَ فِيَّ نَزَلَتْ
وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ وَلَهُمْ عَمَّتْ وَبِاِيَّاهُمْ خَصَّتْ اُولٰٓئِكَ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ اَلَآ اِنَّ اَعْدَآءَ عَلِيٍّ هُمْ
اَهْلُ الشِّقَاقِ الْعَادُوْنَ وَاِخْوَانُ الشَّيٰطِيْنِ الَّذِيْنَ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ
زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ
فِيْ كِتَابِهٖ فَقَالَ تَعَالٰى لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ ۲۲ مجادلہ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَهُمُ الَّذِيْنَ وَصَفَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَ
جَلَّ فَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
مُّهْتَدُوْنَ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَهُمُ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اٰمِنِيْنَ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
بِالتَّسْلِيْمِ اَنْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ
عَزَّ وَجَلَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ اَلَآ اِنَّ اَعْدَآءَهُمُ الَّذِيْنَ يَصْلَوْنَ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) حکم دیا ہے پھر میرے بعد علیؑ صراطِ مستقیم ہیں۔ پھر میرے بیٹے جو اس کی صلب سے ہیں ایسے امام ہیں جو حق کی راہبری کرینگے اور خود اُسی پر چلیں گے پھر آنحضرتؐ نے پوری سورۂ الحمد تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یہ میرے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے اور اُن کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے اور اُن کے لئے عام بھی ہے اور اُنہی کے لئے خاص بھی ہے وہی اللہ کے ایسے وصی ہیں جن کو نہ آیندہ کی بابت کوئی خوف ہوگا اور نہ گذشتہ کا رنج کرینگے آگاہ رہو کہ اللہ کے گروہ کے لوگ وہی تو غالب آنے والے ہیں۔ سمجھ لو کہ علیؑ کے دشمن وہی نافرمانی کرنیوالے اور زیادتی کرنیوالے ہیں اور وہی اُن شیاطین کے بھائی ہیں جو دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے کان میں سُنہری باتیں پھونکتے رہا کرتے ہیں۔ خبردار رہو کہ ان کے دوست جتنے ہیں وہی پکے مومن ہیں جن کا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرتے نہ پاؤ گے جنہوں نے اللہ اور اُسکے رسولؐ کی مخالفت کی ہو۔ آگاہ رہو کہ ان کے جو دوستدار ہیں اُن کے اوصاف خدائے عزّ و جلّ نے یوں بیان فرمائے ہیں کہ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے ملتبس نہ کیا۔ امن و اطمینان اُنہی کے لئے ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ خبردار رہو ان کے دوستدار جو ہیں وہ امن و امان کے ساتھ جنّت میں پہنچیں گے اور فرشتے اُنہی کو سلام کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آئینگے کہ تم پاک و پاکیزہ ہوگئے۔ اب ان جنّتوں میں ہمیشہ (ہمیشہ) کے لئے جا رہو۔ آگاہ رہو کہ انہی کے دوست ہیں جن کے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ جنّت میں بلا حساب داخل ہو جائینگے۔ سُن رکھو کہ انہی کے دشمن وہ ہیں جو بھڑکتی ہوئی آگ میں جائینگے

سَعِيْرًا اَلَآ اِنَّ اَعْدَآءَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ لِجَهَنَّمَ شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ وَلَهَا
زَفِيْرٌ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا الْاٰيَةَ اَلَآ اِنَّ اَعْدَآءَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ
اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِمْ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ
اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَهُمُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ
مَعَاشِرَ النَّاسِ شَتَّانَ مَا بَيْنَ السَّعِيْرِ وَالْجَنَّةِ عَدُوُّنَا مَنْ ذَمَّهُ اللّٰهُ وَلَعَنَهُ
وَوَلِيُّنَا مَنْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَدَحَهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اَلَا وَاِنِّيْ مُنْذِرٌ وَّعَلِيٌّ هَادٍ
مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنِّيْ نَبِيٌّ وَّعَلِيٌّ وَّوَصِيِّيْ اَلَا وَاِنَّ خَاتَمَ الْاَئِمَّةِ مِنَّا الْقَآئِمُ
الْمَهْدِيُّ اَلَآ اِنَّهُ الظَّاهِرُ عَلَى الدِّيْنِ اَلَا اِنَّهُ الْمُنْتَقِمُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اَلَآ
اِنَّهُ فَاتِحُ الْحُصُوْنِ وَهَادِمُهَا اَلَا اِنَّهُ قَاتِلُ كُلِّ قَبِيْلَةٍ مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ اَلَآ
اِنَّهُ مُدْرِكُ كُلِّ ثَارٍ لِّاَوْلِيَآءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَآ اِنَّهُ نَاصِرُ دِيْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَآ
اِنَّهُ الْغَرَّافُ مِنْ بَحْرٍ عَمِيْقٍ اَلَآ اِنَّهُ يَسِمُ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ بِفَضْلِهٖ وَكُلَّ ذِيْ جَهْلٍ

اعراف ۳۸

فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم فی ضلال مبین

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) بھول نہ جانا کہ انہی کے دشمن وہ ہونگے جو جہنم کی چنگھاڑ سنیں گے جس وقت کہ وہ جوش مارتا ہوگا اور اُس کی چیخ نکلتی ہوگی۔ جب بھی کوئی گروہ اُس میں داخل ہوگا تو وہ اپنے ہم جنس گروہ کو لعنت کرتا ہوگا (پوری آیت کے لئے دیکھو صفحہ ۲۴۵ سطر ۹) سمجھ لو کہ وہ انہی کے دشمن ہیں جن کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ جب کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائیگا تو اُس کے نگہبان اُن لوگوں سے دریافت کرینگے کہ آیا تمہارے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تھا (پوری آیت کے لئے صفحہ ۸۹۸ سطر ۲ ملاحظہ ہو) سمجھ لو کہ وہ انہی کے دوست ہیں جو بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اُن کے لئے گناہوں کی بخشش بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔ لوگو! جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اور جنت میں بڑا فرق ہے۔ ہمارا دشمن وہ ہے جس کی اللہ نے مذمت بھی کی ہے اور اُس پر لعنت بھی کی ہے اور دوست ہمارا وہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے دوست بھی رکھا ہے اور اس کی مدح بھی کی ہے۔ لوگو! یاد رکھو کہ میں ڈرانیوالا ہوں اور علیؑ مقام مقصود تک پہنچانیوالے ہیں۔ لوگو! میں نبی ہوں اور علیؑ میرے وصی ہیں۔ آگاہ رہو کہ آخری امام قائم آل محمد مہدیؑ ہم ہی دونوں کی نسل سے ہوگا۔ خبردار رہو کہ وہی تمام دینوں پر غالب آئیگا۔ یہ سمجھ لو کہ ظالموں سے بدلہ لینے والا وہی ہوگا یاد رکھو کہ قلعوں کا فتح کرنے والا اور اُن کا منہدم کرنے والا وہی ہوگا۔ سمجھ لو کہ مشرکوں کے ہر قبیلہ کو قتل کر دینے والا وہی ہوگا۔ یاد رکھو کہ خدا کے دوستوں کے ہر خونِ ناحق کا بدلہ لینے والا وہی ہوگا۔ سمجھ لو کہ خدائے عزّ وجل کے دین کی نصرت کرنیوالا وہی ہوگا یاد رکھو کہ اس گہرے سمندر سے چُلّو بھر لینے والا وہی ہوگا۔ آگاہ رہو کہ ہر فضیلت والے کو اُس کی فضیلت کے ساتھ اور ہر جاہل کو اُس کے جہل کے ساتھ وہی نامزد کرے گا

بِجَهْلِهٖ اَلَآ اِنَّهٗ خِيَرَةُ اللّٰهِ وَمُخْتَارُهٗ اَلَآ اِنَّهٗ وَارِثُ كُلِّ عِلْمٍ وَالْمُحِيْطُ بِهٖ اَلَآ اِنَّهٗ الْمُخْبِرُ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ الْمُنْبِئُ بِاَمْرِ اِيْمَانِهٖ اَلَآ اِنَّهُ الرَّشِيْدُ السَّدِيْدُ اَلَآ اِنَّهُ الْمُفَوَّضُ اِلَيْهِ اَلَآ اِنَّهٗ قَدْ بَشَّرَ بِهٖ مَنْ سَلَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ اَلَآ اِنَّهُ الْبَاقِيْ حُجَّةً وَلَا حُجَّةَ بَعْدَهٗ وَلَا حَقَّ اِلَّا مَعَهٗ وَلَا نُوْرَ اِلَّا عِنْدَهٗ اَلَآ اِنَّهٗ لَا غَالِبَ لَهٗ وَلَا مَنْصُوْرَ عَلَيْهِ اَلَآ اِنَّهٗ وَلِيُّ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ وَحَكَمُهٗ فِيْ خَلْقِهٖ وَاَمِيْنُهٗ فِيْ سِرِّهٖ وَعَلَانِيَتِهٖ مَعَاشِرَ النَّاسِ قَدْ تَبَيَّنْتُ لَكُمْ وَاَفْهَمْتُكُمْ وَهٰذَا عَلِيٌّ يُفْهِمُكُمْ بَعْدِيْ اَلَا وَاِنِّيْ عِنْدَ انْقِضَاءِ خُطْبَتِيْ اَدْعُوْكُمْ اِلٰى مُصَافَقَتِيْ عَلٰى بَيْعَتِهٖ وَالْاِقْرَارِ بِهٖ ثُمَّ مُصَافَقَتِهٖ مِنْ بَعْدِيْ اَلَا وَاِنِّيْ قَدْ بَايَعْتُ اللّٰهَ وَعَلِيٌّ قَدْ بَايَعَنِيْ وَاٰخِذُ لَكُمْ بِالْبَيْعَةِ لَهٗ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ الآية مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ الآية مَعَاشِرَ النَّاسِ حَجُّ الْبَيْتِ فَمَا وَرَدَهٗ اَهْلُ بَيْتٍ اِلَّا اسْتَغْنَوْا وَلَا تَخَلَّفُوْا عَنْهُ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَصْنَعُوْا مَا (بقرہ ۱۵۸)

صحیح عنہ ۱۰

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) یہ بھی سمجھ لو کہ وہ خدا کا برگزیدہ اور پسندیدہ ہوگا۔ خبردار رہو کہ وہ ہر علم کا وارث اور اس پر پورا احاطہ رکھنے والا ہوگا۔ یہ بھی مت رکھو کہ وہ اپنے پروردگار عزّ وجل کی طرف سے صبر دینے والا اور ایمان کی بابت تنبیہ کرنیوالا ہوگا۔ یاد رکھو کہ وہ اعلیٰ درجہ کا سمجھدار اور متین ہوگا۔ یہ بھی سمجھ لو کہ کل معاملہ اسی کے سپرد ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس سے پہلے جو جو گزرے سب نے اس کی بشارت دی ہے۔ خوب سمجھ لو کہ حجت خدا کے طور پر وہی باقی رہیگا اور اس کے بعد کوئی نئی حجت نہ ہوگی حق صرف اسکے ساتھ ہوگا اور نور صرف اسکے پاس ہوگا۔ خوب سمجھ لو کہ اس پر کوئی غالب نہیں آئیگا اور اس کے برخلاف کوئی فتح نہ پائیگا۔ یاد رکھو کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا ولی ہے اور خدا کی مخلوق میں اس کا مقرر کیا ہوا حاکم ہے اور ظاہر و باطن پر خدا کا امین ہے۔ لوگو! میں نے تمہارے لئے کھولکر بیان کیا اور تم کو سمجھا دیا۔ اب یہ علیؑ میرے بعد تم کو سمجھایا کریگا۔ سمجھ لو کہ اپنا خطبہ پورا کر چکنے پر میں تمہیں بلاونگا کہ علیؑ کی بیعت کرنے کے لئے اور اس کا اقرار کرنے کیلئے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارو پھر میرے بعد اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے خدا سے بیعت کی اور علیؑ نے خود مجھ سے بیعت کی اور میں خدا کے حکم سے اس کی بیعت تم سے لیتا ہوں اب جو اس کو توڑیگا اس کا ضرر اسی کی ذات پر پڑیگا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶ سطر ۱) لوگو! حج و عمرہ اور صفا و مروہ خدا کی نشانیاں ہیں پس جو شخص خانۂ خدا کا حج کرے یا عمرہ بجالائے (پوری آیت کے لئے دیکھو صفحہ ۳۶ سطر ۱۱) لوگو! خانۂ خدا کا حج کیا کرو اس لئے کہ جس خاندان کے لوگ بیت اللہ جائینگے وہی غنی ہو جائیں گے اور جو باوجود استطاعت حج سے جی چرائینگے وہی فقیر ہو جائیں گے۔ لوگو! جو مومن موقف میں جا کھڑا ہوگا خدائے تعالےٰ اس کے کل پچھلے گناہ اس وقت تک کے بخشدے گا۔ پس جب اسکا

اِلَّا اغْتَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا سَلَفَ مِنْ ذَنْبِهٖ اِلٰى وَقْتِهٖ ذٰلِكَ فَاِذَا انْقَضَتْ حُجَّتُهٗ اسْتَاْنَفَ عَمَلَهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ الْحُجَّاجُ مُعَانُوْنَ وَنَفَقَاتُهُمْ مُخَلَّفَةٌ وَاللّٰهُ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ حَجٌّ بَيِّنٌ بِكَمَالِ الدِّيْنِ وَالتَّفَقُّهِ وَلَا انْصِرَافٌ عَنِ الْمَشَاهِدِ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَاِقْلَاعٍ مَعَاشِرَ النَّاسِ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَئِنْ طَالَ عَلَيْكُمُ الْاَمَدُ فَقَصَّرْتُمْ اَوْ نَسِيْتُمْ فَعَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ وَمُبَيِّنٌ لَكُمُ الَّذِيْ نَصَبَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بَعْدِيْ وَمَنْ خَلَّفَهُ اللّٰهُ مِنِّيْ وَمِنْهُ يُخْبِرُكُمْ بِمَا تَسْئَلُوْنَ مِنْهُ وَيُبَيِّنُ لَكُمْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اَلَا اِنَّ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ اُحْصِيَهُمَا وَاَعْرِفَهُمَا فَاٰمُرَ بِالْحَلَالِ وَاَنْهٰى عَنِ الْحَرَامِ فِيْ مَقَامٍ وَاحِدٍ فَاُمِرْتُ اَنْ اٰخُذَ الْبَيْعَةَ عَلَيْكُمْ وَالصَّفْقَةَ لَكُمْ بِقَبُوْلِ مَا جِئْتُ بِهٖ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهِ الَّذِيْنَ هُمْ مِنِّيْ وَمِنْهُ اُمَّتُهٗ وَاَئِمَّةٌ وَفِيْهِمُ الْمَهْدِيُّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ مَعَاشِرَ النَّاسِ وَكُلُّ حَلَالٍ دَلَلْتُكُمْ عَلَيْهِ وَكُلُّ حَرَامٍ نَهَيْتُكُمْ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) حج پورا ہو چکے تو وہ اپنے عمل کو از سر نو شروع کرے۔ لوگو! حج کرنے والوں کو مدد بھی دی جائیگی اور جو کچھ اُن کا خرچ پڑے گا اُس کا بدل بھی اُن کو ملیگا اور اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہ فرمائیگا۔ لوگو! بیت اللہ کا حج دین کو کامل کرکے اور فقہ کو اچھی طرح سمجھ کے کرنا اور مشاہدِ مقدسہ سے بغیر توبہ کئے اور گناہ کے ارادہ سے اپنے نفس کو پاک کئے نہ جانا۔ لوگو! نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا جیسا کہ خدا تعالےٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اگر تمہاری مدّت بڑھا دی جائے پھر تم سے کوتاہی ہو جائے یا تم بھول جاؤ تو یہ علیؑ تمہارا حاکم ہے اور یہ تمہارے لئے ان باتوں کو کھولکر بیان کردیگا کہ خدائے عزّوجلّ نے اسی کو میرے بعد مقرر کیا ہے اور اسی کو میرا اور اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ جو خدا کی باتیں تم اس سے دریافت کروگے وہ تمہیں بتائیگا اور جو کچھ تم نہیں جانتے ہو۔ وہ تمہارے لئے کھولکر بیان کردیگا۔ آگاہ رہو کہ حلال و حرام کی تعداد اتنی ہے کہ اُس کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور نہ میں سب تمہیں پہچنوا سکتا ہوں ہاں ایک ہی مقام پر حلال کو بجالانے کا حکم دیتا ہوں۔ اور حرام کے ارتکاب سے ممانعت کرتا ہوں لہٰذا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ امیرالمؤمنین علیؑ کے بارے میں اور جو امام ان کے بعد ہوں گے کہ وہ مجھ سے اور علیؑ سے ہیں وہ قیامت تک حق پر قائم رہنے والا ایک گروہ ہوگا۔ مہدیؑ بھی انہی میں سے ہوگا۔ جو حق حق فیصلے کیا کریگا۔ اُن سب کے بارے میں جو کچھ خدا کی طرف سے میرے پاس آیا ہے۔ اُس کے قبول کرنے کے بارے میں تم سے بیعت لے لوں۔ سو اب تم میرے ہاتھ پر ہاتھ مار دو۔ لوگو! ہر حلال جو میں تم کو بتلا چکا ہوں اور ہر حرام جس سے

عَنْهُ فَاِنِّيْ لَمْ اَرْجِعْ عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ اُبَدِّلْ اَلَا فَاذْكُرُوْا ذٰلِكَ وَاحْفَظُوْهُ وَتَوَاصَوْا بِهٖ
وَلَا تُبَدِّلُوْهُ وَلَا تُغَيِّرُوْهُ اَلَا وَاِنِّيْ اُجَدِّدُ الْقَوْلَ اَلَا فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اَلَا وَاِنَّ رَاْسَ اَمْرٍ
بِالْمَعْرُوْفِ اَنْ تَنْتَهُوْا اِلٰى قَوْلِيْ وَتُبَلِّغُوْهُ مَنْ لَّا يَحْضُرُهٗ وَتَاْمُرُوْهُ بِقَبُوْلِهٖ
وَتَنْهَوْهُ عَنْ مُّخَالَفَتِهٖ فَاِنَّهٗ اَمْرٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنِّيْ وَلَا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ وَّ
لَا نَهْيٌ عَنْ مُّنْكَرٍ اِلَّا مَعَ اِمَامٍ مَعَاشِرَ النَّاسِ اَلْقُرْاٰنُ يُعَرِّفُكُمْ اَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ
بَعْدِهٖ مِنْ وُّلْدِهٖ وَعَرَّفْتُكُمْ اَنَّهٗ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ حَيْثُ يَقُوْلُ اللّٰهُ وَجَعَلَهَا
كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ وَقُلْتُ لَنْ تَضِلُّوْا مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا مَعَاشِرَ النَّاسِ
اَلتَّقْوٰى اَلتَّقْوٰى اِحْذَرُوا السَّاعَةَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ
عَظِيْمٌ اُذْكُرُوا الْمَمَاتَ وَالْحِسَابَ وَالْمَوَازِيْنَ وَالْمُحَاسَبَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ وَالثَّوَابَ وَالْعِقَابَ فَمَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ اُثِيْبَ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ
فَلَيْسَ لَهٗ فِي الْجِنَانِ نَصِيْبٌ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّكُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُصَافِقُوْنِيْ بِكَفٍّ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) میں تم کو منع کر چکا ہوں خوب سمجھ لو کہ میں اُس سے نہ کبھی ہٹونگا اور نہ کبھی بدلونگا لہذا تم بھی اسے یاد رکھو اس کی حفاظت کرو اور اُس کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہو اور اس کو کبھی نہ بدلنا اور کبھی اس میں تغیر نہ کرنا دیکھو میں پھر اس بات کی تجدید کرتا ہوں۔ یاد رہے کہ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا نیک کاموں کا حکم کرتے رہنا اور بدی سے باز رکھنا یہ بھی سمجھ لو کہ نیکی کا حکم دینے میں چوٹی کی بات یہ ہے کہ میرے قول کے بموجب عمل کرو اور جو میری بات سُننے کے لئے حاضر نہ ہو اُس تک پہنچا دو اور اُس سے میری بات منوا لو اور اُسکی مخالفت سے اُسے باز رکھو اس لئے کہ یہ خدائے تعالےٰ کا حکم ہے اور میرا بھی حکم یہی ہے اور بغیر امامؑ کے نہ امر بالمعروف ہو سکتا ہے نہ نہی عن المنکر۔ لوگو! قرآن مجید تم کو جتلاتا ہے کہ اس کے بعد والے ائمہؑ اسی کی اولاد میں سے ہونگے اور میں یہ بھی تم کو جتلا چکا ہوں کہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں جس موقعہ پر خدا یہ فرماتا ہے اور اُس نے اُسے اُس کی نسل میں باقی رہنے والا کلمہ قرار دے دیا اور میں یہ کہہ چکا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو قیامت سے ڈرو جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ موت کو یاد کرو حساب کو یاد کرو خدا کی حضور میں جانچ اور جوابدہی کو یاد کرو۔ ثواب و عذاب کو یاد کرو۔ جو شخص خاص نیکی لیکر آئیگا اُسے ثواب دیا جائیگا اور جو شخص خاص بدی لیکر آئے گا جنت میں اُس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ لوگو! ایسے تو تم میں بہت سے ہیں جو ایک ہاتھ سے

وَاحِدَةٍ وَّاَمَرَنِيَ اللّٰهُ اَنْ اٰخُذَ مِنْ اَلْسِنَتِكُمُ الْاِقْرَارَ بِمَا عَقَدْتُّ لِعَلِيٍّ مِّنْ
اِمْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ جَآءَ بَعْدَهٗ مِنَ الْاَئِمَّةِ مِنِّيْ وَمِنْهُ عَلٰى مَا اَعْلَمْتُكُمْ
اَنَّ ذُرِّيَّتِيْ مِنْ صُلْبِهٖ فَقُوْلُوْا بِاَجْمَعِكُمْ اِنَّا سَامِعُوْنَ مُطِيْعُوْنَ رَاضُوْنَ
مُنْقَادُوْنَ لِمَا بَلَّغْتَ عَنْ رَّبِّنَا وَرَبِّكَ فِيْ اَمْرِ عَلِيٍّ وَاَمْرِ وُلْدِهٖ مِنْ صُلْبِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ نُبَايِعُكَ
عَلٰى ذٰلِكَ بِقُلُوْبِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَلْسِنَتِنَا وَاَيْدِيْنَا عَلٰى ذٰلِكَ نَحْيٰى وَنَمُوْتُ وَنُبْعَثُ وَ
لَا نُغَيِّرُ وَلَا نُبَدِّلُ وَلَا نَشُكُّ وَلَا نَرْتَابُ وَلَا نَرْجِعُ عَنْ عَهْدٍ وَّلَا نَنْقُضُ الْمِيْثَاقَ
وَنُطِيْعُ اللّٰهَ وَنُطِيْعُكَ وَعَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوُلْدَهُ الْاَئِمَّةَ الَّذِيْنَ ذَكَرْتَهُمْ
مِّنْ ذُرِّيَّتِكَ مِنْ صُلْبِهٖ بَعْدَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ الَّذِيْنَ قَدْ عَرَّفْتَنَا مَكَانَهُمَا
مِنِّيْ وَمَحَلَّهُمَا عِنْدِيْ وَمَنْزِلَتَهُمَا مِنْ رَّبِّيْ فَقَدْ اَدَّيْتُ ذٰلِكَ اِلَيْكُمْ وَاَنَّهُمَا
سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهُمَا الْاِمَامَانِ بَعْدَ اَبِيْهِمَا عَلِيٍّ وَاَنَا اَبُوْهُمَا
قَبْلَهٗ وَقُوْلُوْا اَطَعْنَا اللّٰهَ بِذٰلِكَ وَاِيَّاكَ وَعَلِيًّا وَّالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْاَئِمَّةَ الَّذِيْنَ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) مجھ سے بیعت کرتے ہیں لیکن اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہاری زبانوں سے بھی اس بات کا اقرار لے لوں کہ میں نے علیؑ کے لئے امارتِ مؤمنین مقرر کردی اور اُس کے بعد اُن ائمہؑ کے لئے جو مجھ سے بھی ہوں گے اور اس سے بھی جیسا کہ تم کو جتلا چکا ہوں کہ ذریت میری اسی کے صلب سے ہے تو اب تم سب ملکے کہدو کہ آپ نے ہمارے پروردگار کی طرف سے اور اپنے پروردگار کی طرف سے علیؑ کے معاملہ میں اور اُن آئمہؑ کے معاملہ میں جو ان کی اولاد سے اور اِنکے صلب سے ہوں گے جو کچھ بھی پہنچایا ہم اُس کے سُننے والے ہیں اور اُس کے ماننے والے ہیں۔ اس پر راضی ہیں اطاعت پر تیار ہیں ہم اپنے دل سے۔ جان سے۔ زبان سے اور ہاتھ سے اسی پر بیعت کرتے ہیں اسی پر ہم جئیں گے۔ اسی پر مرینگے اور اسی پر مبعوث ہونگے ہم اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ کرینگے نہ اس میں کسی شک و شبہ کو راہ دیں گے نہ کبھی اس عہد سے پھریں گے نہ اس پیمان کو توڑینگے اور ہم اللہ کی اطاعت کریں گے اور آپکی اور امیر المؤمنین علیؑ کی اطاعت کریں گے اور اُن ائمہؑ کی اطاعت کریں گے جو ان کی اولاد سے ہیں۔ اور جن کا آپ نے ذکر فرمایا کہ آپ کی ذریت سے اور ان کے صلب سے حسنؑ و حسینؑ کے بعد ہونگے حسنین علیہما السلام کے تعلقات جو مجھ سے ہیں میں بتلا چکا ہوں اور اِن دونوں کی منزلت جو میرے پروردگار کے نزدیک ہے وہ میں تم کو اچھی طرح دکھلا چکا ہوں۔ یہ دونوں جوانان اہلِ جنت کے سردار ہیں اور دونوں اپنے باپ علیؑ کے بعد امام ہیں اور میں بحکم خدا علیؑ سے پہلے اِن کا باپ قرار دیا گیا ہوں اور یہ بھی کہو کہ ہم نے اس معاملہ میں اللہ کی اطاعت کی اور آپ کی اطاعت کی اور علیؑ کی

ذَكَرْتَ عَهْدًا وَّمِيْثَاقًا مَّاْخُوْذًا لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ قُلُوْبِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَلْسِنَتِنَا
وَمُصَافَقَةِ اَيْدِيْنَا مَنْ اَدْرَكَهُمَا بِيَدِهٖ وَاَقَرَّ بِهِمَا بِلِسَانِهٖ لَا
يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ بَدَلًا وَّلَا نَرٰى مِنْ اَنْفُسِنَا عَنْهُ حِوَلًا اَبَدًا اَشْهَدُ اللّٰهَ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا وَّاَنْتَ بِهٖ عَلَيْنَا شَهِيْدٌ وَّكُلُّ مَنْ اَطَاعَ مِمَّنْ ظَهَرَ
وَاسْتَتَرَ وَمَلٰٓئِكَةُ اللّٰهِ وَجُنُوْدُهٗ وَعَبِيْدُهٗ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَهِيْدٍ
مَعَاشِرَ النَّاسِ مَا تَقُوْلُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ كُلَّ صَوْتٍ وَّخَافِيَةَ كُلِّ
نَفْسٍ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَنْ بَايَعَ
فَاِنَّمَا يُبَايِعُ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ مَعَاشِرَ النَّاسِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَبَايِعُوْا
عَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْاَئِمَّةَ كَلِمَةً بَاقِيَةً
يُهْلِكُ اللّٰهُ مَنْ غَدَرَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ اَوْفٰى فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ
عَلٰى نَفْسِهٖ اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ مَعَاشِرَ النَّاسِ قُوْلُوا الَّذِيْ قُلْتُ لَكُمْ وَسَلِّمُوْا عَلٰى عَلِيٍّ

اطاعت کی اور حسنؑ و حسینؑ کی اور اُن ائمہؑ کی اطاعت کی جن کا آپ نے ذکر فرمایا۔ یہ عہد و پیمان ہے جو امیر المؤمنین کے لئے ہمارے دلوں سے۔ جانوں سے زبانوں سے اور اُس شخص (یعنی رسولِ خدا) کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے لیا گیا ہے۔ جس نے اُن دونوں (یعنی حسنینؑ) کو اپنے ہاتھ میں بھی لیا۔ اور اپنی زبان سے بھی اُن دونوں (کی بزرگی) کا اقرار کیا۔ ہم اِس بات کے بدلے میں کسی اَور کو نہ چاہینگے اَور جب تک جان میں جان باقی ہے کبھی اِس عہد سے نہ پھرینگے۔ ہم اللہ کو گواہ کرتے ہیں اور اللہ گواہی دینے کو کافی ہے اور آپ بھی اس معاملہ میں ہمارے گواہ رہیں اَور ہر وہ شخص گواہ رہے جو خدا کا مُطیع ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور خدا تعالےٰ کے فرشتے اور اُس کے لشکر اور اُس کے بندے بھی گواہ رہیں اور سب گواہوں سے بڑھ کر خود خدائے تعالےٰ ہے۔ لوگو! تم کیا کہتے ہو؟ اس لئے کہ اللہ ہر آواز کو جانتا ہے اور ہر نفس کی پوشیدہ باتوں کو پہچانتا ہے۔ اب جو ہدایت پائے تو اپنی ذات کی بہتری کے لئے اَور جو بھٹک جائے تو اپنے ہی آپ کو نقصان پہنچائیگا اور جو بیعت کرے وہ اللہ سے بیعت کریگا۔ یعنی اُس کے ہاتھوں پہ خدا کا ہاتھ ہوگا۔ لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المؤمنین علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اَور اُن ائمہؑ سے جو کلمۂ باقیہ ہیں بیعت کرلو (بعد اس کے) جو بے وفائی کرے گا۔ اللہ اُسے ہلاک کریگا اور جو وفا کرے گا اللہ اُس پر رحم فرمائیگا اَور جو اِس بیعت کو توڑ دے گا۔ اُس توڑنے کا ضرر اُسی کی ذات پر پڑے گا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶ سطر ۱) لوگو! جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں وہ کہو۔ اَور اِس وقت سے علیؑ کو امیر المؤمنین کہکر

بِاِمْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ وَ
قُوْلُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا بِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اَنَّ فَضَآئِلَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَثِيْرٌ
وَّقَدْ اَنْزَلَهَا عَلَيَّ فِي الْقُرْاٰنِ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ اَحْصٰهَا فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ
فَمَنْ اَنْبَاَكُمْ بِهَا وَعَرَّفَهَا فَصَدِّقُوْهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَعَلِيًّا وَالْاَئِمَّةَ الَّذِيْنَ ذَكَرْتُهُمْ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا مَعَاشِرَ النَّاسِ
السَّابِقُوْنَ اِلٰى مُبَايَعَتِهٖ وَمُوَالَاتِهٖ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِاِمْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ مَعَاشِرَ النَّاسِ قُوْلُوْا مَا يَرْضَ
اللّٰهُ بِهٖ عَنْكُمْ مِنَ الْقَوْلِ فَاِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَاغْضِبْ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ وَالْكٰفِرٰتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

آل عمران ۱۴۲

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) سلام کیا کرو اور یہ بھی کہو کہ ہم نے سُن لیا اور مان لیا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری ہی طرف بازگشت ہوگی۔ اور یہ بھی کہو کہ سب تعریف اُسی اللہ کے لئے زیبا ہے جس نے ہم کو اِن باتوں کی ہدایت فرمادی۔ اور اگر اللہ ہماری راہبری نہ فرماتا تو ہم ہدائیت نہ پاتے۔ لوگو! اللہ کے نزدیک علیؑ ابنِ ابیطالب کے فضائل بہت ہیں اور جو کچھ اس نے مجھ پر قرآنِ مجید میں نازل فرمائے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ میں کسی ایک مقام پر اپنے خطبہ میں اُن کو بیان کر سکوں۔ پس جو شخص بھی تم کو وہ فضائل جتلائے اور بتلائے تو تم اس کی تصدیق کرنا۔ لوگو! جو اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی اور علیؑ کی اور اُن ائمہؑ کی جن کا میں ذکر کر چکا ہوں اطاعت کرے گا وہ یقیناً بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیگا۔ لوگو! جو علیؑ سے بیعت کرنے میں اُن سے دوستی رکھنے میں اور اُن کو امیرالمؤمنین تسلیم کرنے میں سبقت کرنے والے ہوں گے۔ جنّت کی نعمتوں کے بارے میں وہی کامیاب ہوں گے۔ لوگو! وہی بات کہو جس بات کے کہنے سے اللہ تم سے راضی ہو۔ پھر اگر تم اور زمین میں جتنے بھی ہیں وہ سب کافر بھی ہو جائیں تو اللہ کا کوئی کچھ نہ بگاڑیگا۔ یا اللہ! تو کُل مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بخش دے۔ اور کُل کافر مردوں اور کافر عورتوں پر اپنا غضب نازل کر اور ہر طرح کی تعریف تمام اہلِ عالم کے پروردگار خدا ہی کے لئے زیبا

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "جب رسول اکرمؐ اس خطبہ سے فارغ ہوگئے تو ایک خوبصورت وہابیت و معطر شخص (رجل) کو دیکھا اور کہا "اے رسول اللہ! دیکھا آپ نے کہ تمہارے چچازاد بھائی علیؑ کی نصب ولایت کا دن کس قدر سخت ہے اس عقد بیعت کو نہیں اتار پھینکا گا مگر جو کافر ہے اور جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہیں ہے۔ پس ایسے شخص کے لئے ویل ہے ... پھر اس نے عمر بن الخطاب سے کہا کہ کیا تم نے یہ سب لیا ... پھر عمر نے رسول اکرمؐ سے

بس سب لوگوں نے پکار کر کہا کہ جی ہاں ہم نے سُنا اور ہم امرِ خدا اور امرِ رسولِ خدا کی دلوں سے اور زبان سے اور ہاتھوں سے اطاعت کرنے کو حاضر ہیں اور ہر طرف سے جنابِ رسولِ خدا اور علیؑ مرتضےٰ پر ہجوم کر کے آ گئے اور اُن کے ہاتھوں پر بیعت کرنے لگے۔ پہلے اشخاص جنہوں نے جنابِ رسولِ خدا سے عہد و پیمان کیا وہ اوّل و ثانی و ثالث و رابع و خامس تھے اور پھر باقی مہاجرین و انصار پھر باقی کُل آدمی ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے سلسلہ وار اپنی اپنی منزلت و مرتبہ کے بموجب یہاں تک کہ مغرب و عشا کی نمازیں خوب اندھیرا ہو جانے پر ایک ہی ساتھ پڑھی گئیں اور یہ عہد و پیمان و بیعت تین تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار مار کر کی جاتی تھی اور جب کوئی گروہ آ کر بیعت کرتا تھا تو جنابِ رسولِ خدا یہ الفاظ فرماتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی جَمِیْعِ الْعٰلَمِیْنَ (سب تعریف اُسی خدا کے لئے زیبا ہے جس نے ہم کو تمام اہلِ عالم پر فضیلت دی ہے) اور بیعت کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارنا سنّت اور رسم قرار پا گیا یہاں تک کہ اِسے وہ لوگ بھی کام میں لانے لگے جن کا خلافت و امامت میں کوئی حق نہ تھا۔ تفسیرِ قمّی میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ جنابِ رسولِ خدا حجۃ الوداع سے واپس آ رہے تھے اور حجۃ الوداع جنابِ رسولِ خدا نے مدینہ منوّرہ میں تشریف لے آنے کے دسویں سال کے آخر میں کیا ہے۔ اِس حج کے موقعہ پر منےٰ میں جو خطبہ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا وہ حسبِ ذیل ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاُثْنِیْ عَلَیْهِ (ثُمَّ قَالَ) اَیُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا قَوْلِیْ وَاعْقِلُوْهُ عَنِّیْ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا (ثُمَّ قَالَ) هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ اَعْظَمُ حُرْمَةً قَالَ النَّاسُ هٰذَا لِیَوْمُ قَالَ فَاَیُّ شَهْرٍ قَالَ النَّاسُ هٰذَا الشَّهْرُ قَالَ وَاَیُّ بَلَدٍ اَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوْا بَلَدُنَا هٰذَا قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا اِلٰی یَوْمٍ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْاَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ اَیُّهَا النَّاسُ قَالُوْا

رحمٰن (و) رحیم خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) سب تعریف اللہ ہی کے لئے زیبا ہے اور میں اُسی کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ (پھر فرمایا کہ) اے لوگو! میری بات سنو اور میرا مطلب سمجھو۔ میں ایسا جانتا ہوں کہ اِس سال کے بعد پھر تم سے ملاقات نہ کرونگا۔ (پھر فرمایا) آیا تم یہ جانتے ہو کہ عزّت و حرمت میں کونسا دن سب دنوں سے بڑا ہوا ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یہی آج کا دن! فرمایا پھر مہینوں میں کونسا مہینہ! لوگوں نے عرض کی کہ یہی مہینہ! فرمایا اور شہروں میں کونسا شہر حرمت میں زیادہ ہے! لوگوں نے عرض کی ہمارا یہی شہر (مکہ معظمہ) فرمایا تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہارے ناموس اُسی طرح محفوظ و محترم ہیں (یعنی دوسروں کو غصباً اُنکا لینا ویسا ہی حرام ہے) جیسا کہ آج کے دن اِس مہینے میں اور اِس شہرِ محترم میں (کسی کی جان کا

نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا كُلُّ مَاثِرَةٍ اَوْ بِدْعٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ فَهُوَ
تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ لَيْسَ اَحَدٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰى اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ
قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَكُلُّ رِبًا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ مَوْضُوْعٍ مِّنْهُ
رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَلَا وَكُلُّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ مَوْضُوْعٍ مِّنْ دِمَائِهِمْ
رَبِيْعَةَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يُّعْبَدَ
بِاَرْضِكُمْ هٰذِهٖ وَلٰكِنَّهٗ رَاضٍ بِمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا وَاِنَّهٗ اِذَا اُطِيْعَ فَقَدْ عُبِدَ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ
الْمُسْلِمَ اَخُ الْمُسْلِمِ حَقًّا وَلَا يَحِلُّ لِاِمْرِئٍ مُّسْلِمٍ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ وَّمَالُهٗ اِلَّا مَا اَعْطَاهُ بِطِيْبَةٍ نَفْسٍ مِّنْهُ
وَاِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا فَقَدْ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ
اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ اَلَا فَهَلْ بَلَّغْتُ اَيُّهَا النَّاسُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ

لینا یا مال کا چھیننا یا عزت کا بگاڑنا حرام ہے) اُس دن تک کہ تم اپنے پروردگار کی حضور میں پہنچو اور وہ تم سب سے تمہارے اعمال کی بابت باز پرس کرے۔ کیوں لوگو! میں نے حکم خدا پہنچا دیا؟ سب نے ایک زبان عرض کی کہ بیشک پہنچا دیا فرمایا اللہ تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ ہر وہ رسم یا بدعت جو زمانۂ جاہلیت میں جاری تھی یا کسی کا خون کسی کے ذمے تھا یا کسی کا مال کسی کے ذمے تھا۔ اب وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے (مطلب یہ تھا کہ اُن کو بھول جاؤ اور مٹا دو) کوئی ایک شخص دوسرے سے زیادہ معزز نہیں ہے سوائے اس کے جو پرہیزگاری میں بڑھا ہوا ہو۔ آیا میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب نے عرض کی بیشک پہنچا دیا۔ فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا۔ کہ خوب سمجھ لو کہ ہر سود جو زمانۂ جاہلیت میں لیا جاتا تھا اب وہ یک قلم موقوف! اور سب سے پہلے میرے چچا عباس ابن عبدالمطلب کا جو سود کسی کے ذمے ہو وہ سب معاف اور ہر خون جو زمانۂ جاہلیت میں ہوا وہ معاف اور سب سے پہلے قبیلۂ ربیعہ کے خون جو لوگوں کے ذمہ ہیں وہ معاف۔ آیا میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب نے عرض کی بیشک پہنچا دیا۔ فرمایا۔ الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ خبردار رہو جاؤ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں پھر اُس کی پوجا کی جائے۔ اب وہ اسی پر راضی ہے کہ تمہارے نیک اعمالوں میں سے جو کچھ بھی کم اور خراب ہو جائیں وہی سہی تو اب یہ تم خوب سمجھ لو کہ جب کبھی اُس کی اطاعت کی گئی گویا اُس کو پوجا گیا۔ اے لوگو! آگاہ رہیو یہ بات برحق ہے کہ ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مردِ مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مردِ مسلمان کا خون گرائے اور نہ ایک کا مال دوسرے کو جائز ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ بخوشی اُس کو دیدے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے وہاں تک لڑوں جہاں تک کہ وہ کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہو جائیں اور جب وہ اس کے قائل ہو گئے تو اُن کی جانیں بھی محفوظ ہو گئیں اور اُن کے مال بھی محفوظ ہو گئے سوائے

اَيُّهَا النَّاسُ احْفَظُوْا قَوْلِيْ تَنْتَفِعُوْا بِهٖ بَعْدِيْ وَافْقَهُوْهُ تَنْتَعِشُوْا لَا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ بِالسَّيْفِ عَلَى الدُّنْيَا فَاِنْ اَنْتُمْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ وَ لَتَفْعَلُنَّ لَتَجِدُوْنِيْ فِيْ كَتِيْبَةٍ بَيْنَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَضْرِبُ وُجُوْهَكُمْ بِالسَّيْفِ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ اَوْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْطَالِبٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ فَاِنَّهٗ قَدْ نَبَّاَنِيَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ اَلَا فَمَنِ اعْتَصَمَ بِهِمَا فَقَدْ نَجٰى وَمَنْ خَالَفَهُمَا فَقَدْ هَلَكَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاِنَّهٗ سَيَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ مِنْكُمْ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَنِيْ فَيُدْفَعُوْنَ عَنِّيْ فَاَقُوْلُ رَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِنَّهُمْ قَدْ اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ وَغَيَّرُوْا سُنَّتَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا

(ترجمہ بسلسلۂ گذشتہ) اتنے کے جو کسی دوسرے کا حق ہو اور آخری حساب سب کا خدا کے ذمے ہے۔ کیوں لوگو! آیا میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب نے یک زبان عرض کی۔ جی ہاں پہنچا دیا! فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ لوگو! میری بات کی حفاظت کرنا کہ اُس سے میرے بعد نفع اٹھاؤ گے۔ اور اسے خوب سمجھنا کہ درجہ اعلےٰ پاؤ گے۔ دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ دنیا کی خاطر تم میں سے ایک دوسرے کی گردن پر تلوار چلائے کہ اگر تم نے ایسا کیا اور ضرور تم کرو گے تو تم مجھ کو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے مابین ایک لشکر میں دیکھو گے کہ میں خود تم پر تلوار چلاتا ہوں گا پھر دائیں طرف دیکھا اور ذرا خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں ہوں گا۔ ورنہ علیؑ ابن ابیطالب میری جگہ ہونگے۔ پھر فرمایا آگاہ رہو! کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک کیا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں! اس لئے کہ باریک بین اور ہر چیز کے جاننے والے پروردگار نے مجھے خبر پہنچائی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ لیں۔ آگاہ رہو جس نے اُن دونوں کو مضبوط پکڑ لیا اُس نے نجات پائی اور جس نے ان دونوں کی مخالفت کی وہ ضرور ہلاک ہو جائے گا۔ لوگو! میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب بولے۔ جی ہاں پہنچا دیا۔ فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا خوب سمجھ لو کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہونگے۔ اور وہ مجھے پہچانتے بھی ہوں گے مگر میرے پاس سے ہٹا دیئے جائیں گے۔ میں عرض کرونگا کہ الٰہی یہ تو میرے اصحاب ہیں تب مجھ سے کہا جائیگا کہ اے محمدؐ انہوں نے تمہارے بعد بڑے بڑے فتنے برپا کئے اور تمہاری سنّت کو بدل ڈالا تو اُس وقت میں کہوں گا کہ "دُور کرو ان کو دُور کرو"۔

پھر جب ایام تشریق کا آخری دن آیا یعنی ۱۳ ذی الحجہ تو خدا تعالےٰ نے سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ الخ نازل فرمایا اور جناب رسولِ خدا نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے پھر منادی نے ندا کی کہ آج مسجد الخیف میں عام نمازِ جماعت ہوگی۔ سب لوگ جمع ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا کہ "اللہ اُس شخص کی مدد فرمائے جو میری باتیں سُنکر ان کو یاد رکھے اور اُس شخص تک پہنچا دے جس نے اِن کو نہ سُنا ہو اِس لئے کہ بہت سے مسئلے جاننے والے ایسے ہوتے ہیں کہ خود عالم نہیں ہوتے اور بہت سے مسائل پہنچانیوالے ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے سے زیادہ عالم کو پہنچا دیتے ہیں اور تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ مردِ مُسلم کے دِل سے نہیں ہٹائی جا سکتیں۔ ایک تو خدا کے لئے خالص عمل کرنا۔ دوسرے ائمۃ المسلمین کا خیر خواہ ہونا۔ تیسرے اُنکی جماعت میں شریک رہنے کا التزام کرنا۔ مؤمن بھائی بھائی ہیں اُن کے خون برابر ہیں۔ اُنکی ذمہ واری ادنےٰ مومن سے بھی متعلق ہو سکتی ہے اس لئے کہ خدا کی دعوت اُنکو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ غیر کے مقابلہ میں سب مِلکر ایک ہاتھ کا حکم رکھتے ہیں۔ لوگو! میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ دو بزرگ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہلبیتؑ۔ اِس لئے کہ ہر چیز کے جاننے والے باریک بین پروردگارِ عالم نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہونگی جب تک کہ حوضِ کوثر پر خود میرے پاس نہ پہنچ لیں اور یہ دونوں اِس طرح ساتھ ساتھ رہینگی جیسے میری یہ دو اُنگلیاں۔ اور اُس وقت حضرتؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی کلمہ کی اُنگلیاں مِلائیں اور فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ دونوں اِس طرح ساتھ ساتھ ہیں اور اُس وقت آپ نے ایک ہی ہاتھ کی کلمہ کی اور بیچ کی اُنگلی مِلا کر دکھائی کہ یہ تو ایک دوسری سے بڑھی ہوئی ہے اُس وقت حضرتؐ کے اصحاب میں سے ایک گروہ مجتمع ہوا اور کہنے لگا کہ محمدؐ یہ چاہتا ہے کہ امامت کو اپنے اہلبیتؑ میں قرار دے جائے اور اُن میں سے چار آدمی نکل کر مکہ پہنچے۔ اور کعبۃ اللہ میں گئے اور وہاں آپس میں عہد و پیمان کئے اور فیمابین خود ایک نوشتہ لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر خدا تعالےٰ محمدؐ کو موت دے یا یہ شخص قتل ہو جائے تو امرِ خلافت کو اِسکے اہلبیتؑ میں کبھی نہ جانے دیں۔

قول مترجم۔ اصطلاح میں جو چار یار مشہور ہیں وہ شائد یہی چار یار ہوں۔

اُس وقت خدا تعالےٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰىھُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْھِمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۸۹ سطر ۱ تا صفحہ ۹۰ سطر ۱) پھر جناب رسولِ خدا مکۂ معظمہ سے مدینۂ منورہ کو روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک منزل پر آکر اُترے جس کا نام غدیر خم تھا۔ اُس وقت تک لوگوں کو مناسکِ حج تعلیم کر چکے تھے۔ اور اپنی وصیت ان کے ذہن نشین کر چکے تھے کہ اِس وقت خدا تعالےٰ نے یہ آیت بھیجی۔

یٰٓاَيُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الخ پس جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ تہدید بھی ہے۔

اور وعید بھی ہے پھر خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ لوگو! تم جانتے ہو کہ میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہوں۔ سب نے کہا بیشک! فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو! پھر تین مرتبہ اسی بات کو دُہرایا۔ اور ہر مرتبہ خود بھی مثل پہلے کے فرماتے تھے اور اور لوگ بھی۔ اور لوگوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کہتے جاتے تھے الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر جناب امیر المومنین کا ہاتھ پکڑا اور اُن کو اتنا بلند اُٹھایا کہ آنحضرتؐ کی بغل کے نیچے کی سفیدی معلوم ہونے لگی۔ پھر ارشاد فرمایا اَلَا فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَاَحِبَّ مَنْ اَحَبَّہٗ (خبردار ہو جاؤ جس کا میں مالک و آقا ہوں یہ علیؑ اُس کا مالک و آقا ہے۔ یا اللہ تو اُس سے دوستی کر جو علیؑ کا دوست بنے اور اس کا دشمن ہو جا جو اس سے دشمنی کرے اور تو اُس کی نصرت کیجیو جو اس کی نصرت کرے اور تو اُس کی نصرت چھوڑ دیجیو جو اس کی نصرت چھوڑ دے۔ اور تو اُس سے محبت رکھیو جو اس سے محبت رکھے) پھر فرمایا یا اللہ تو ان کے اقرار کا گواہ رہیو اور میں بھی گواہ ہوں۔ اُسوقت اصحاب میں سے عمر ابن الخطاب نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آیا یہ حکم اللہ کیطرف سے ہے اور اُسکے رسول کیطرف سے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں یہ اللہ کیطرف سے اور اللہ کے رسول کیطرف سے ہے کہ علی امیر المومنین ہے۔ علی امام المتقین ہے اور علی قائد الغرّ المحجلین ہے۔ قیامت کے دن خدا تعالےٰ صراط کے اوپر علیؑ کو بٹھا دیگا کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کرے اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں پہنچا دے۔ پھر اُن اصحاب رسولؐ نے جو بعد میں مرتد ہو گئے یہ کہا کہ وہاں مسجد خیف میں تو محمدؐ نے جو کچھ کہا تھا سو کہا ہی تھا اب یہاں بھی جو کچھ کہا کہا۔ اب اگر مدینہ واپس پہنچ گیا تو پھر ہم کو علیؑ کی بیعت پر مجبور کرے گا۔ اُس وقت چودہ آدمی مجتمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا۔ کہ رسولؐ اللہ کو قتل کر ڈالیں اور یہ سب کے سب ایک گھاٹی میں جا بیٹھے اور اس گھاٹی کا نام ہیہشے ہے۔ یہ جحفہ اور ابواء کے مابین واقع ہے۔ سات آدمی تو اُس گھاٹی کے دائیں طرف بیٹھے تھے اور سات بائیں طرف۔ غرض یہ تھی کہ جناب رسولؐ اللہ کی اونٹنی کو بھڑکا دیں۔ جب رات اچھی طرح چھا گئی جناب رسولِ خدا روانہ ہوئے اور اس رات کو حضرتؐ سارے لشکر کے آگے آگے تھے اور اپنی سواری کی اونٹنی پر سوتے بھی جاتے تھے جیسے ہی اُس گھاٹی کے قریب پہنچے۔ جبرئیلؑ امین نے آواز دی کہ اے محمدؐ فلاں اور فلاں اور فلاں آپ کے لئے گھات میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ میرے پیچھے کون ہے؟ حذیفہ ابن الیمان نے آواز دی یا حضرت میں ہوں۔ تب حذیفہ ابن الیمان سے فرمایا کہ جو کچھ میں نے سُنا ہے وہ تو نے بھی سُنا ہے؟ عرض کی جی ہاں سُنا ہے۔ فرمایا اسے پوشیدہ رکھیو۔ پھر آنحضرتؐ اُس گھات میں بیٹھنے والوں کے قریب پہنچے اور اُن کے نام لے لیکر اُن کو آوازیں دیں۔ جب اُنہوں نے رسولؐ اللہ کی آواز سُنی تو بھاگے اور لوگوں کے دل میں جا گھسے۔ اور یہاں اپنی اپنی سواریاں اُنہوں نے باندھ رکھی تھیں۔ اُنہیں یونہی چھوڑ گئے۔ اب اور لوگ بھی جناب رسولِ خدا سے آملے

اور اُن کو تلاش کرنے لگے۔ آنحضرتؐ خود اُنکی سواریوں تک پہنچے اور سواریوں کو پہچان لیا۔ جب منزل پر جاکر اُترے تو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اُنہوں نے کعبہ میں جاکر یہ حلف اُٹھایا کہ اگر خدا تعالےٰ محمدؐ کو موت دیگا یا وہ قتل ہو جائیگا تو امرِ خلافت و امامت کو اُس کے اہلبیتؑ میں کبھی نہ جانے دینگے پس وہ لوگ حاضرِ خدمت ہوئے اور بحلف عرض کرنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ ہم نے تو نہ کوئی ایسی بات کہی نہ کوئی ایسا ارادہ کیا اور نہ ہم نے حضور کے بارے میں کوئی قصدِ بد کیا اُسی وقت خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا (ترجمہ اور سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۱۶ سطر ۲) پس جب جنابِ رسولِ خدا مدینہ منورہ پلٹ کر آئے اور پورے ماہِ محرم اور آدھے ماہِ صفر تک اچھے رہے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی پھر وہ درد پیدا ہوا جس میں انتقال فرمایا۔ تفسیر مجمع البیان میں روایت کی گئی ہے کہ جس وقت سے یہ آیت نازل ہوئی تھی وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ تو اصحاب میں سے جو آنحضرتؐ کی حفاظت کیا کرتے تھے اُن سے حضرتؐ نے فرمادیا کہ اب تم اپنے گروہ میں جاؤ اللہ نے آدمیوں کے شر سے میری حفاظت کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے۔

تمام شد ضمیمجات پارۂ ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات پارہ ہفتم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۹۳

قریش کو جس وقت حضرت جعفر اور دوسرے مسلمانوں کے سوار ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے عمرو ابن العاص اور عمارہ ابن الولید کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجنا چاہا تاکہ وہ ان مسلمانوں کو کفار قریش کے پاس واپس بھیجدے اور عمرو اور عمارہ دونوں میں آپس میں عداوت تھی اور ان کے مقابل قبیلوں کو بھی شکایت تھی اسی وجہ سے قریش میں سے بعض نے اعتراضاً یہ کہا کہ ایسے دو شخصوں کو ہم کیونکر بھیج سکتے ہیں جو آپس میں بھی دشمن ہیں اور قبیلوں کے بھی قصوروار ہیں چنانچہ بنی مخزوم نے عمارہ کے قصور سے درگزر کی اور بنی سہم نے عمرو ابن العاص کے قصور سے دست برداری کی اب عمارہ جو نہایت ہی خوبصورت جوان تھا ادھر سے اِتراتا ہوا نکلا اور اُدھر سے عمرو ابن العاص مع اپنے سب کنبہ کے آیا۔ جہاز پر سوار ہوئے اور خوب ڈٹ ڈٹ کر شرابیں پیں اور حالتِ نشہ میں عمارہ نے عمرو ابن العاص سے کہا کہ اپنی زوجہ سے کہو کہ وہ میرے بوسے لے عمرو نے کہا واہ واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اس پر عمارہ تو چپ رہا مگر جب عمرو کو خوب نشہ ہو گیا تو اُس وقت وہی جہاز کے بیچوں بیچ تھا تو عمارہ نے اُسے دھکا دیکے سمندر میں پھینکدیا۔ عمرو سے جس طرح بن پڑا جہاز سے آچمٹا آخر اور لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور نکال لیا۔ اب جب یہ نجاشی کے پاس پہنچے تو جو ہدیے اور تحفے اُس کے لئے لائے تھے وہ سب لیکر اُسکی حضور میں گئے اُس نے وہ منظور کئے۔ اب عمرو ابن العاص نے تقریر شروع کی کہ اے بادشاہ ہماری قوم میں سے کچھ لوگ ہمارے دین میں ہمارے مخالف ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دینی شروع کی ہیں اور اب وہ سب بھاگ کر حضور کی پناہ میں آ گئے ہیں لہذا ہم ملتجی ہیں کہ اُن کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ بادشاہ نجاشی نے یہ سُنکر حضرت جعفر طیار کو بُلایا جب وہ آ گئے تو بادشاہ نے کہا کہ اے جعفر دیکھو یہ لوگ کیا کہتے ہیں؛ جعفر نے عرض کی کہ اے بادشاہ آپ ہی فرمائیں کہ کیا کہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ ہم سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم آپ لوگوں کو انکے حوالے کر دیں۔ حضرت جعفر نے فرمایا کہ اے بادشاہ آپ ان سے دریافت کریں کہ آیا ہم انکے غلام ہیں؛ عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ نہایت معزز آزاد لوگ ہیں۔ فرمایا تو آیا اس کا کوئی قرض ہمارے ذمہ ہے جس کا یہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ نہیں ہمارا ان پر کوئی قرضہ نہیں ہے۔ جعفر نے فرمایا کہ آیا ہمارے ذمے ان لوگوں کے کچھ خون ہیں جن کا یہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں؛ عمرو نے کہا کہ نہیں۔ حضرت جعفر

نے فرمایا تو پھر تم ہم سے اور کیا چاہتے ہو تم نے ہم کو ستایا ہم تمہارے شہر سے نکلکر چلے آئے۔ عمرو ابن العاص نے عرض کی کہ اے بادشاہ ان لوگوں نے ہمارے دین میں ہماری مخالفت کی اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں۔ ہمارے نوجوانوں کو بگاڑ دیا اور ہمارے گروہ کو پراگندہ کر دیا پس ان کو ہمارے حوالے کر دے تاکہ ہم اپنے معاملات کو درست کریں حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہاں اے بادشاہ ہم نے انکی مخالفت ضرور کی۔ اللہ نے ہم میں سے ایک نبی کو مبعوث کیا جس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم خدا کے شریکوں کو چھوڑ دیں اور تیروں کے ذریعہ سے جو تقسیم ہوا کرتی تھی اسکو موقوف کر دیں۔ نیز ہم کو نماز پڑھنے کا اور زکوٰۃ ادا کرنیکا حکم دیا اور ظلم و جور کو۔ ناحق خونریزی کو زنا کو۔ سود خواری کو اور مردار و خون و سؤر کا گوشت کھانے کو حرام قرار دیا۔ نیز ہم کو حکم دیا کہ ہم عدل و انصاف کریں۔ لوگوں کے ساتھ بسلوک پیش آئیں۔ عزیزوں کو ان کے حقوق پہنچائیں۔ بدی سے۔ بیحیائی کی باتوں سے اور بغاوت سے باز رہیں۔ نجاشی نے یہ سنکر کہا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی تو انہی احکام کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ پھر نجاشی نے کہا کہ اے جعفرؓ تمہارے نبیؐ پر اللہ نے جو اپنا کلام نازل کیا ہے اس میں سے کچھ تم کو یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا یاد ہے چنانچہ سورۂ مریم پڑھکر سنایا اور جب خدا تعالےٰ کے اس قول پر پہنچے۔ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا (دیکھو صفحہ ۴۸۸ سطر) نجاشی نے یہ سنا تو ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ واللہ یہ سب برحق ہے۔ عمرو ابن العاص نے پھر عرض کی کہ اے بادشاہ یہ ہمارا مخالف ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ اٹھا کر عمرو کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا خاموش رہ۔ خدا کی قسم اگر تو نے اس شخص کا حقارت سے ذکر کیا تو ضرور میں تیری جان نکال دونگا۔ عمرو ابن العاص دربار سے اس طرح اٹھ کر گیا کہ چہرے پر خون بہ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اے بادشاہ اگر معاملہ یونہی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو اچھا ہم ان سے کوئی تعرض نہ کرینگے۔ اس وقت نجاشی کے پس پشت ایک لونڈی کھڑی تھی جو مگس رانی کر رہی تھی۔ اس نے عمارہ ابن ولید کو دیکھا کہ یہ بہت ہی حسین جوان تھا تو اس پر عاشق ہو گئی۔ جب عمرو عاص اپنے مکان پر لوٹ آیا تو عمارہ سے کہا کہ اگر تو بادشاہ کی لونڈی کو پیغام دے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اس نے پیغام دیا تو لونڈی نے اس کے پیغام کا مناسب جواب دیا۔ عمرو عاص نے (عمارہ سے) کہا کہ اب تو اس (لونڈی) سے یہ کہلا بھیج کہ بادشاہ کے استعمال کرنیکی خوشبو میں سے کچھ تجھے بھی بھیجدے۔ چنانچہ اس نے کہلا بھیجا اور اس نے کچھ خوشبو بھیجدی۔ عمرو نے وہ خوشبو خود لے لی اور چونکہ عمارہ کی طرف سے دل میں وہ کینہ رکھتا تھا کہ اس نے اسے سمندر میں پھینکدیا تھا۔ لہذا وہ خوشبو بادشاہ کے پاس تک پہنچائی اور عرض کی کہ اے بادشاہ جب ہم لوگ آپ کے شہر میں آگئے اور اس میں امن سے ہیں تو ہم پر بادشاہ کا احترام اور اسکی اطاعت لازم ہے اور اس احترام کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ ہم بادشاہ کے ساتھ کوئی دغا اور فریب نہ کریں اور کسی طرح کی خیانت کو دل میں جگہ نہ دیں۔ میرے اس ساتھی نے کہ اس وقت بھی میرے ساتھ ہے حضور کے حرم میں پیغام بھیجکر اس

لونڈی کو دھوکا دیا اور اُس نے آپ کے استعمال کرنے کی خوشبویں سے کچھ اِسکے پاس بھیجدی۔ یہ کہکر وہ خوشبو بادشاہ کے سامنے رکھدی۔ نجاشی کو سخت غصہ آیا پہلے تو اُس نے عمارہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر یہ کہا کہ جو شخص ہمارے شہر اور ہماری امان میں آگیا اُس کا قتل تو کچھ مناسب نہیں لیکن جادوگروں کو بُلاکر حکم دیا کہ اِس کے ساتھ کوئی ایسی کارروائی کرو جو قتل سے بھی زیادہ سخت ہو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے اُسکو پکڑکر اُسکے عضوِ تناسل میں پھونک کے ذریعہ سے پارہ پہنچا دیا جس سے اُسکی یہ نوبت ہوئی کہ وہ صبح و شام جنگلی جانوروں کے ساتھ رہنے لگا اور آدمیوں کے ساتھ ذرا بھی اُنس نہ رکھتا تھا۔ قریش نے کچھ آدمی اُس پر مامور کئے کہ اُس کو پکڑیں چنانچہ وہ ایک ایسی جگہ گھات لگاکر بیٹھے جہاں جنگلی جانور پانی پینے آیا کرتے تھے اور اُسکو پکڑ لیا۔ وہ اُنکے ہاتھوں میں جب تک رہا ایسا ہی رہا گویا رسّے تڑاتا ہے اور چیختا ہی رہا یہانتک کہ مرگیا۔ عمرو ابن العاص قریش کے پاس لوٹ کر آیا اور اُن کو یہ خبر پہنچائی کہ جعفرؓ سرزمینِ حبشہ میں بہت ہی عزت سے ہیں۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ اِسی طرح رہے یہانتک کہ قریش نے جنابِ رسولِ خدا سے لڑنیکے بعد مصالحت کی اور اُس کے بعد خیبر کی فتح واقع ہوئی اُس کے بعد جعفرؓ سب کو لیکر واپس آئے۔ اسی اثناء میں حضرت جعفرؓ طیار کے ہاں اسماء بنتِ عمیس کے بطن سے عبداللہ ابنِ جعفرؓ پیدا ہوئے۔ اور نجاشی بادشاہِ حبشہ کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اُس نے محمد رکھا تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۹۳

تفسیر قمی میں اِتنا اور زیادہ ہے کہ عثمان ابنِ مظعون کی زوجہ عائشہ کے پاس آئی۔ یہ بہت ہی خوبصورت عورت تھی۔ عائشہ نے کہا کیا بات ہے کہ میں تجھے سنگھار سے خالی پاتی ہوں۔ اُس نے کہا میں سنگھار کس کے لئے کروں۔ خدا کی قسم اِتنی اِتنی مدت ہوئی کہ میرے شوہر نے میری طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ وہ تو زاہد بن گیا ہے۔ اُس نے کمل وغیرہ کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا جب تشریف لائے تو عائشہ نے حضرت کو اِس بات کی خبر دی۔ حضرتؐ فوراً باہر نکلے اور حکم دیا کہ منادی کردو کہ آج نماز کے وقت سب لوگ حاضر ہوں۔ جب لوگ جمع ہوگئے آنحضرتؐ منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنی ذات پر پاک چیزوں کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ میں خود رات کو سوتا بھی ہوں اور اپنی عورتوں سے قربت بھی کرتا ہوں اور دن میں کھانا بھی کھاتا ہوں پس جس شخص کو میری سنّت سے نفرت ہو وہ میری اُمّت سے نہیں ہے۔ یہ سُنکر یہ تینوں بزرگوار اُٹھے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسُول اللہ ہم تو اِس بات پر حلف کرچکے کہ اِن کاموں کو نہ کرینگے۔ اس پر خدائتعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۵۵ سطر ۵)

قول صاحبِ تفسیر صافی۔ اس قسم کے خطاب و عتاب سے اُس شخص کی شان میں جس سے خطاب کیا گیا ہو کوئی بٹہ نہیں لگتا جیسا کہ خدائتعالےٰ جنابِ رسولِ خدا سے فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ

اللّٰہُ لَکَ ج یَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ج وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ج وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ (دیکھو صفحہ ۸۹۴ سطر ۲)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۹۵

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ہر پینے کی چیز جب وہ نشہ دے خمر ہو جاتی ہے اور جب اُس میں نشہ پیدا ہو گیا تو حرام ہونے میں اُس کا تھوڑا اور بہت برابر ہے اور قصہ اس کا یہ ہے کہ ابوبکر نے حرام ہونے سے پہلے خمر خوب پی اور جب اُس کا نشہ ہوا تو بدر میں جو مشرکین قتل ہو گئے تھے اُنکی تعریف میں شعر کہنے لگا۔ اور اُنکے احوال پر رونے لگا۔ آنحضرتؐ نے سُنا تو فرمایا کہ یا اللہ اسکی زبان بند کر دے اللہ نے اُسکی زبان بند کر دی جب تک نشہ رہا ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔ اِس کے بعد خدا تعالےٰ نے اُسکی حرمت کا حکم بھیجا یا خمر کی حرمت کا حکم جس زمانہ میں مدینہ میں آیا ہے تو اُس زمانہ میں پختہ و خام خُرمے سے شراب بہت تیار ہوتی تھی جس کو فضیخ کہتے ہیں تو حکم آنیکے بعد جناب رسولِ خدا شہر سے باہر نکلے اور ایک مسجد میں آکر بیٹھ گئے لوگوں کے برتن منگائے جن میں وہ نبیذ (شرابِ خُرما) تیار کیا کرتے تھے۔ اُن سب برتنوں کو اُلٹ دیا اور فرمایا کہ یہ سب خمر ہے اور اللہ نے اِس کو حرام فرما دیا ہے۔ اُس دن جو کچھ پھینکا گیا اُس میں زیادہ فضیخ (قسم شراب) تھی۔ انگور کی شراب کا تو شاید فقط ایک ہی برتن تھا۔ اور وہ بھی اِس طرح کہ منقےٰ اور خُرما ملی ہوئی تھی انگور کا شیرہ تو اُس زمانے میں مدینہ میں ہوتا ہی نہ تھا۔ بہرحال خدا تعالیٰ نے خمر کو خواہ وہ تھوڑی ہو یا بہت اور اُسکے بیچنے اور خریدنے اور اُس سے نفع اُٹھانے کو سب باتوں کو حرام قرار دیدیا اور جناب رسولِ خدا نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص شراب پیئے اُس کے کوڑے لگاؤ دوبارہ پیئے تو پھر لگاؤ تیسری مرتبہ پیئے تو پھر لگاؤ اور چوتھی مرتبہ پیئے تو اُس کو قتل کر دو۔ نیز یہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے لئے حق حاصل ہے کہ خمر پینے والے کو زنا کرنے والی عورتوں کے اندامِ نہانی سے جو پیپ اور کچ لہو بہیگا اور جس کی بدبو اور حرارت سے اہلِ جہنم بھی ایذا پائینگے وہ پلائے۔ نیز جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص خمر پیئے گا تو پینے کے دن سے چالیس دن تک اُس کی نماز قبول نہ ہوگی اور اگر اُن چالیس دن کے اندر بغیر توبہ کئے مر گیا تو خدا تعالےٰ اُس کو وہ پیپ اور کچ لہو پلائیگا جو زناکاروں کے اندامِ نہانی سے بہ بہ کر برسوں جہنم کی دیگوں میں جوش کھا چکا ہوگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۹۵

قول صاحبِ تفسیرِ صافی۔ ازبسکہ ایمان اور تقویٰ کے بہت سے درجے اور منزلیں ہیں جیسا کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوا ہے تو بعید نہیں کہ اُن دونوں کا جو آیہ شریفہ میں مکرر ذکر ہوا ہے اُس سے غالباً اُنہی درجات اور منازل کی طرف اشارہ ہے چنانچہ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایمان کے درجے ہیں۔ طبقے ہیں اور منزلیں ہیں۔ اُن میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ انتہا تک پورا ہو چکا ہے اور کوئی ایسا ہے کہ ناقص ہے اور اُس کا نقصان بھی ظاہر ہے اور کوئی ایسا ہے کہ بہت بڑھ گیا ہے اور اُسکا پلہ بھاری ہے۔

اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مؤمنین مختلف منزلتوں پر ہیں بعض اُن میں سے ایک منزلت پر ہیں بعض دو منزلتوں پر بعض تین پر بعض چار پر بعض پانچ پر بعض چھ پر بعض سات پر۔ اب اگر تم ایک منزلت والے پر دو منزلت والے کا بار ڈالنا چاہو تو وہ نہ اُٹھا سکیگا۔ اسی طرح دو والا تین کا بار نہ اُٹھا سکیگا۔ آگے یہ سلسلہ اسی طرح چلا گیا۔ بعد ازاں حضرتؑ نے فرمایا کہ اسی طرح درجے بھی ہیں مصباح الشریعہ میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ تقوٰے تین طرح کا ہوتا ہے پہلے تقوٰی فی اللہ ہے یہ تقوٰے وہ ہے جس میں حلال کو بھی چھوڑ دیا جاتا ہے شبہ کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ تو خاص الخاص لوگوں کا تقوٰے ہے (جیسے جناب رسولِ خدا اور جناب امیر المؤمنین نے کبھی گیہوں کا دانہ تک نہ کھایا) دوسرے تقوٰے من اللہ ہے اس میں شبہات تک کو چھوڑا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ حرام سے تو کلی اجتناب ہوگا یہ خاص لوگوں کا تقوٰی ہے تیسرے وہ تقوٰے ہے جو آتشِ جہنم اور عذاب کے خوف سے ہو اور اس میں حرام سے اجتناب ہوتا ہے اور یہ عام لوگوں کا تقوٰے ہے اور تقوٰے کی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کسی نہر میں جاری ہو اور ان تینوں طبقوں کی مثال جو تقوٰے کے معنی کے متعلق بیان کئے گئے اُن درختوں کی سی ہے جو نہر کے کنارے لگے ہوئے ہوں کہ ہر ایک کی قسم اور رنگ جداگانہ ہو۔ یعنی ہر درخت اُس نہر سے پانی تو ضرور چوس لیتا ہے مگر اپنے جوہر اور اپنی طبیعت اور لطافت اور کثافت کے موافق لیتا ہے۔ پھر ان درختوں سے اور ان کے پھلوں سے لوگوں کو منافع بھی اُتنے ہی پہنچتے ہیں جیسی ان کی قدر و قیمت ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۚ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ (دیکھو صفحہ ۳۹۶ سطر ۱) پس عبادتوں کے لئے تقوٰی ایسا ہی ہے جیسا کہ درختوں کے لئے پانی اور جیسا کہ درختوں کا رنگ اور ذائقہ طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے ایسے ہی تقوٰے کے درجے ایمان کے درجے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ جس شخص کا ایمان درجہ میں اعلٰے ہے اور اُس کی رُوح کا جوہر صفائی میں سب سے بڑھا ہوا ہے وہ تقوٰے میں بھی سب سے اعلٰے ہوگا۔ اور جس کا تقوٰے سب سے بڑھا ہوا ہوگا اُس کی عبادت بھی سب سے زیادہ خالص اور سب سے زیادہ ظاہر ہوگی۔ اور جو شخص ایسا ہوگا اُس کو قربِ خدا بھی سب سے زیادہ حاصل ہوگا اور ہر وہ عبادت جس کی بنا تقوٰے پر نہیں ہے محض بیکار ہے۔ جیسا کہ خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ (دیکھو صفحہ ۳۲۴ سطر ۶)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۹۶

التہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ العدل سے مراد جناب رسولِ خدا ہیں اور بعد میں وہ امام جو خدا کے حکم سے اُن کا قائم مقام ہو۔ مسئلہ مبتلا بہ کا حق انہی کو ہے اور ذَوَا عَدْلٍ میں تو جس وقت تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حکم جناب رسولِ خدا نے دیا ہے یا کسی امامِ برحق نے تو وہ تمہارے لئے کافی

ہے اور اُس سے زیادہ تم کو سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس شخص کے ذمے حالتِ احرام میں ھَدْي واجب ہو جائے اُسے اختیار ہے کہ جہاں جی چاہے اُسے نحر یا ذبح کرے سوائے اُس ھَدْي کے جو شکار کے عوض میں ہو کہ اُس کے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے ھَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ یعنی ایسا ھَدْي یا قربانی کعبہ پہنچائی جائیگی۔ نیز انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس شخص کے ذمے کسی شکار کی وجہ سے جو اُس نے حالت احرام میں کیا ہو قربانی واجب ہو گئی ہو تو اگر وہ احرام حج کا تھا تو یہ قربانی جو اس کے ذمے واجب ہوئی ہے منےٰ میں نحر یا ذبح کی جائیگی اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو وہ قربانی شہر مکہ میں کعبۃ اللہ کے سامنے نحر یا ذبح کیجائیگی۔ کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی شخص نے حالتِ احرام میں شتر مرغ یا گورخر کو شکار کر لیا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا اُس کے ذمے ایک بُدنہ (جوان اونٹنی) کی قربانی ہے۔ جو پانچ برس کی پوری ہو کر چھٹے میں داخل ہو گئی ہو۔ عرض کیا گیا کہ اگر اتنی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے اور کھانے میں ہر مسکین کو ایک مُد (تخمیناً تین پاؤ) وہ غلّہ دینا چاہیے جو خود کھاتے ہوں۔ عرض کیا اگر اتنی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا اٹھارہ دن کے روزے رکھدے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کسی شخص نے حالتِ احرام میں ایک جنگلی گائے کا شکار کیا ہو؟ فرمایا اُس کے ذمے ہے کہ ایک گائے قربانی کرے۔ عرض کیا گیا کہ اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا تیس ۳۰ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ عرض کیا گیا کہ اگر اس کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا تو نو ۹ دن کے روزے رکھے۔ کسی نے عرض کی اگر ہرن کو شکار کیا ہو تو اُس کے ذمے کیا ہے؟ فرمایا ایک بکرے کی قربانی کرنا۔ عرض کی اگر اُسے اتنی قدرت نہ ہو تو؟ فرمایا دس ۱۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ عرض کی گئی کہ اگر یہ بھی میسّر نہ ہو تو؟ فرمایا تو تین ۳ دن کے روزے رکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۰۱

بروایت حضرت عمار بن یاسر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ مائدہ جو نازل ہوا تھا اُس میں روٹیاں تھیں اور گوشت اور وجہ اسکی یہ تھی کہ اُن لوگوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ایسے کھانے کی درخواست کی تھی جسے وہ کھائے جائیں اور ختم ہی نہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس پر اُن سے یہ کہدیا گیا تھا کہ مائدہ تمہارے لئے اُس وقت تک باقی رہیگا جب تک کہ تم اُس میں خیانت نہ کرو اور کچھ اُٹھاؤ اور چھپاؤ نہیں۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم کو عذاب دوں گا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ ایک دن بھی پورا نہیں گزرا کہ اُنہوں نے اُٹھایا بھی۔ چھپایا بھی اور خیانت بھی کی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ واللہ عیسےٰ علیہ السلام نہ تو کبھی کسی بُری بات کے پاس پھٹکے اور نہ کبھی کسی چیز کو غنیمت جانا۔ نہ کبھی وہ کھل کھلا کر ہنسے نہ کبھی کسی مکھی کو اپنے چہرۂ مبارک سے ہٹایا اور نہ کبھی کسی بدبودار چیز کے پاس اپنی ناک بند کی اور نہ کبھی کوئی عبث کام کیا۔ اور جس وقت

حواریوں نے اُن حضرتؑ سے یہ درخواست کی کہ آسمان سے اُن کے لئے مائدہ نازل ہو تو اُنہوں نے موٹے اُون کے کپڑے پہنے۔ گریہ فرمایا اور یہ عرض کی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً الخ (دیکھو صفحہ ۲۰۱ سطر ۵) چنانچہ ایک سرخ ڈھکا ہوا خوان دو بادلوں کے مابین اُن کے دیکھتے دیکھتے سہج سہج اُترتا چلا آیا۔ یہانتک کہ اُن کے سامنے رکھا گیا۔ اُس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے پھر گریہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا یَا اللّٰہ! مجھے شکر گزاروں میں محسوب کیجئو۔ یا اللہ! اسے رحمت قرار دیجئو۔ اور اسے عذاب و عقاب نہ قرار دیجئو۔ اُس وقت یہودی اسکی طرف دیکھ رہے تھے اور ایسی چیزوں کی طرف دیکھ رہے تھے جیسی اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں اور اسکی خوشبو سے بہتر خوشبو اُنہوں نے کبھی نہیں سُونگھی تھی۔ اب جناب عیسےٰ علیہ السّلام کھڑے ہوئے۔ وضو فرمایا اور بڑی دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ فرماتے ہوئے اُس پر سے خوان پوش اٹھایا تو دیکھا کیا ہیں۔ کہ ایک بھُنی ہوئی مچھلی جس پر سے چھلکے اُترے ہوئے تھے موجود ہے اور اُس پر سے چکنائی کی دھار بہ رہی ہے۔ اُس کے سر کے پاس پسا ہوا نمک اور اُس کی دُم کے پاس سرکہ رکھا تھا۔ اور اس کے آس پاس کئی طرح کی سبزیاں سوائے گندنے کے رکھی تھیں۔ نیز پانچ روٹیاں تھیں کہ ایک پہ زیتون تھا دوسری پہ شہد، تیسری پہ مکھن، چوتھی پہ پنیر اور پانچویں پہ کباب۔ اُس وقت حضرت شمعونؓ نے عرض کی یا رُوح اللہ! آیا یہ کھانا دنیا کے کھانوں میں سے ہے یا آخرت کے کھانوں میں سے؟ حضرت عیسےٰؑ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم دیکھتے ہو نہ یہ دنیا کے کھانوں میں سے اور نہ آخرت کے کھانوں میں سے بلکہ یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اسی وقت تیار فرما دیا ہے۔ چونکہ تم نے سوال کیا تھا اس لئے اسے کھاؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہارے لئے اس میں برکت دیگا اور اپنے فضل سے تم کو روزی پہنچاتا رہیگا۔ اس پر حواریوں نے عرض کی۔ یا رُوح اللہ! اگر آج ہی آپ اسی معجزہ میں سے ایک اور معجزہ دکھلائیں (تو بہت ہی اچھا اور ہمارے اور زیادہ یقین کا باعث ہو) حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے مچھلی! حکمِ خدا سے زندہ ہو جا۔ مچھلی ایک دفعہ ہی تڑپی اور اس کے فلوس اور کانٹے وغیرہ اُس کے اُوپر بدستور آگئے اور لوگ اُس سے ڈر کر بھاگے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں یہ ہو کیا گیا ہے۔ تم خود ہی تو چیزوں کا سوال کرتے ہو اور جب وہ عطا کی جاتی ہیں تو اُن سے نفرت کرتے ہو اور بھاگتے ہو۔ مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ ہے کہ کہیں تم کو عذاب نہ دیا جائے۔ اے مچھلی تو جیسی تھی حکمِ خدا سے پھر ویسی ہی ہو جا چنانچہ مچھلی ویسی ہی بھُنی ہوئی ہو گئی جیسی کہ تھی۔ اب وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ خود پہلے اس میں سے نوش فرمائیں پھر ہم بھی کھائیں گے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا خدا نہ کرے کہ میں اس میں سے کچھ بھی کھاؤں۔ یہ تو اُن لوگوں کو کھانا چاہیئے جنہوں نے اس کی درخواست کی تھی۔ اب تو وہ اس میں سے کھانے سے اور بھی ڈرے۔ اُس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے بھوکوں کو۔ پرانے بیماروں کو۔ نئے

بیماروں کو اور جو طرح طرح کی بلاؤں میں مبتلا تھے اُن کو بُلایا اور اُن سے فرمایا کہ تم اس میں سے کھاؤ کہ یہ تمہارے لئے تو برکت و شفا ہے اور دوسروں کیلئے وبال ... چنانچہ اس میں سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے جو فقیر و مریض و مبتلا تھے کھایا۔ سب پیٹ بھر کے لگے ڈکاریں لینے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے مچھلی کی طرف دیکھا تو وہ جیسی آسمان سے اُتری تھی ویسی ہی ہوگئی اور خوان اُٹھتا ہوا چلا اور وہ اُسکی طرف دیکھتے رہے یہانتک کہ وہ اُنکی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔ اُس دن جس پرانے نئے بیمار نے اس میں سے کھایا تھا وہ صحیح و تندرست ہوگیا اور جس فقیر و محتاج نے کھایا تھا وہ غنی ہوگیا۔ اور مرتے دم تک غنی رہا۔ اور حواری اور وہ لوگ جنہوں نے اس میں سے نہیں کھایا تھا۔ بہت ہی نادم اور پشیمان ہوئے۔ اس کے بعد مائدہ جب کبھی اُترتا تو اس پر امیر و فقیر اور چھوٹے اور بڑے سب ٹوٹ پڑتے۔ عیسےٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو اُن کی باریاں مقرر کر دیں۔ المختصر چالیس روز چاشت کے وقت اُترتا رہا۔ جس وقت تک لوگ کھاتے رہتے وہ قائم رہتا اور جب لوگ فارغ ہو جاتے تو وہ بلند ہوتا چلا جاتا اور جب تک اُس کی پرچھائیں نظر آتی رہتی لوگ دیکھتے رہتے یہانتک کہ وہ اُن کی نظروں سے غائب ہو جاتا۔ اور وہ ایک روز بیچ نازل ہوتا تھا یعنی ایک دن آتا تھا اور ایک دن نہیں۔ پھر خدا تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے مائدہ کو محتاجوں اور فقیروں کے لئے مخصوص کر دو۔ امیروں سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ بات امرا کو ناگوار گزری۔ اور اُنہوں نے شکایت کی۔ اور اور لوگوں نے بھی اُس کے بارے میں شکایت کی تو خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے جھٹلانے والوں کے بارے میں پہلے ہی یہ شرط کر لی تھی۔ کہ جو لوگ اس کے نزول کے بعد اس کے بارے میں کفرانِ نعمت کرینگے تو اُن کو میں ایسا عذاب دونگا کہ تمام اہل عالم میں کسی کو ویسا عذاب نہ دیا ہوگا۔ اُس وقت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (دیکھو صفحہ ۲۰۲ سطر ۷) چنانچہ اُن میں سے ۳۳۳ آدمی جو رات کے وقت اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی ازواج کے پاس اپنے اپنے بستروں پر لیٹے تھے صبح کو مسخ ہو کر سور بنگئے۔ راستوں میں اور کوڑیوں پر دوڑتے پھرتے تھے اور مزبلوں پر پاخانہ کھاتے تھے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو روتے پیٹتے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور جو مسخ ہوگئے تھے اُن کے عزیز تو بہت ہی روتے پیٹتے تھے وہ تین دن زندہ رہے پھر ہلاک ہوگئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۰۲

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگ حساب کے لئے اکٹھے کئے جائیں گے تو اس صاف میدان تک جہاں سب کو جمع ہونا ہے پہنچتے پہنچتے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی اور بڑے بڑے ہولناک منظر پیش نظر آئینگے۔ جب سب پہنچ چکینگے تو منجانب عرش ایسی ایک آواز سے جسے سب سنتے ہونگے پیدا شخص جس کا نام لیکر پکارا جائیگا وہ حضرت محمدؐ ابن عبداللہ

النبی القرشی العربی ہونگے چنانچہ آنحضرتؐ آگے بڑھ کر عرش کی داہنی طرف جا کھڑے ہونگے پھر تمہارے آقا اور مولا کا نام لیکر پکارا جائیگا وہ آنحضرتؐ کی بائیں طرف جا کھڑے ہوں گے۔ پھر اُمت محمدیہ کو بلایا جائیگا اور وہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے بائیں ہاتھ سلسلہ وار جا کھڑے ہونگے پھر اوّل سے آخر تک ایک ایک نبی کو مع اُنکی اُمت کے بلایا جائیگا یہ سب عرش کے بائیں طرف کھڑے ہونگے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد روبکاری شروع ہوگی اوّل جس کو اظہار دینے کے لئے بلایا جائیگا وہ قلم ہوگا جو آدمی کی صورت میں آکر کھڑا ہوگا۔ منجانب اللہ اُس سے سوال کیا جائیگا کہ ہم نے جو الہام تجھ کو کیا تھا اور جو احکام بطریق وحی بھیجے تھے آیا اُن کو تو نے لوح میں لکھدیا تھا؟ قلم عرض کریگا کہ پروردگارا! تو خوب واقف ہے کہ بروئے وحی جو حکم تو نے مجھے دیا تھا اور جو الہام فرمایا تھا وہ سب میں نے لوح میں لکھدیا تھا۔ منجانب اللہ سوال ہوگا کہ تیری اس بات کا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ خداوندا! تیرے اسرار پوشیدہ کا سوائے تیرے واقف کوئی نہیں اُس وقت منجانب اللہ آواز آئے گی کہ تو نے اپنی حجت کو پورا کردیا۔ اس کے بعد لوح کو طلب کیا جائیگا وہ بھی آدمی کی صورت میں حاضر ہوگی اور قلم کے پاس کھڑی ہو جائیگی۔ اُس سے سوال کیا جائیگا کہ آیا قلم نے ہمارا حکم اور ہمارا الہام جو کچھ اُس کو بذریعہ وحی پہنچا تھا تجھ میں لکھا تھا۔ لوح عرض کریگی۔ پروردگارا! ضرور لکھا تھا اور میں نے اسرافیل کو پہنچا دیا تھا۔ پھر اسرافیل بلائے جائیں گے۔ یہ بھی آدمی کی صورت میں لوح و قلم کے برابر آکر کھڑے ہوں گے۔ ان سے خدائتعالےٰ دریافت فرمائیگا کہ آیا قلم نے جو وحی لوح میں لکھی تھی وہ لوح نے تم کو پہنچائی؟ وہ عرض کرینگے کہ خداوندا! ضرور پہنچائی اور وہ میں نے جبرئیلؑ کو پہنچادی۔ جبرئیلؑ طلب کئے جائیں گے جو اسرافیل کے برابر آکر کھڑے ہونگے اُن سے منجانب اللہ یہ سوال کیا جائیگا کہ آیا اسرافیل نے تم کو وہ حکم پہنچا دئے جو اُن کو پہنچے تھے؟ وہ عرض کرینگے کہ خداوندا انہوں نے مجھے پہنچا دئے اور میں نے تیرے تمام انبیاء کو پہنچا دئے جو حکم بھی مجھے جس کی نسبت ملا اُسی کو پورا پہنچا دیا اور میں نے تیری رسالتیں ایک ایک نبی اور ایک ایک رسول کو پوری پوری پہنچائیں۔ اور تیری ہر وحی اور ہر شریعت اور ہر کتاب جس جس کو پہنچنی چاہیئے تھی اُسی کو پہنچائی اور سب سے آخر میں تیری رسالت۔ تیری وحی۔ تیری حکمت۔ تیرا علم اور تیری کتاب اور تیرا کلام تیرے حبیب محمدؐ ابن عبداللہ العربی القرشی الامی کو پہنچا دیا۔ یہاں تک پہنچکر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اولاد آدمؑ میں سے جس شخص کو پہلے روبکاری کیلئے طلب کیا جائیگا وہ محمدؐ ابن عبداللہ ہونگے۔ اُن کو منزلت خاص عطا کی جائیگی۔ اُس دن کسی مخلوق کو خدائتعالےٰ سے وہ قرب حاصل نہ ہوگا جو آنحضرتؐ کو ہوگا خدائتعالےٰ دریافت فرمائیگا۔ کہ اے محمدؐ! آیا جبرئیلؑ امین نے وہ تمام وحی تم تک پہنچائی جو میں نے بھیجی تھی اور آیا اس کے ذریعے سے میری کتاب اور میری حکمت اور میرا علم تم تک پہنچا؟ جناب رسولؐ خدا عرض کریں گے پروردگارا! بیشک جو وحی اور جو کتاب اور حکمت اور علم تو نے جبرئیلؑ کے ذریعے سے بھیجا وہ سب اُنہوں نے مجھے

پہنچا دیا۔ اُس وقت خدا تعالےٰ آنحضرتؐ سے سوال کریگا کہ اچھا جبرئیلؑ نے جو میری کتاب اور میری حکمت اور میرا علم تم کو پہنچایا آیا تم نے وہ اپنی اُمّت کو پہنچا دیا؟ آنحضرتؐ عرض کریں گے خداوندا! جو کچھ بھی تو نے بذریعہ وحی میری طرف بھیجا وہ تیری کتاب تھی تو اور تیری حکمت تھی تو اور تیرا علم تھا تو وہ سب کا سب میں نے اپنی اُمّت کو پہنچا دیا اور تیری راہ میں کوشش کی حد کر دی اُس وقت خدا تعالےٰ آنحضرتؐ سے فرمائیگا کہ اس کا گواہ کون ہے؟ آنحضرتؐ عرض کرینگے کہ پروردگارا! سب سے پہلا میرا گواہ تو ہے پھر تیرے فرشتے ہیں۔ پھر میری اُمّت کے نیک لوگ ہیں حالانکہ گواہی تیری ہی کافی ہے۔ اُس وقت فرشتے بلائے جائیں گے وہ سب آنحضرتؐ کی تبلیغ رسالت کی شہادت دیں گے۔ پھر آنحضرتؐ کی اُمّت بلائی جائیگی اور اُن سے سوال کیا جائیگا کہ آیا محمد مصطفےٰ نے ہماری رسالت ہماری کتاب ہماری حکمت اور ہمارا علم تم کو پہنچایا اور ان سب چیزوں کی تم کو تعلیم دی یا نہیں؟ چنانچہ وہ سب لوگ بھی آنحضرتؐ کے حق میں رسالت اور حکمت اور علم کے پہنچانے کی گواہی اور تعلیم کرنے کی گواہی دیں گے پھر خدا تعالےٰ آنحضرتؐ سے دریافت کریگا کہ آیا تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو اپنی اُمّت میں اپنا خلیفہ بنایا تھا جو میری حکمت اور میرے علم کو اُن میں قائم رکھتے۔ اور میری کتاب کی اُنکے لئے تفسیر کرتا رہے اور جن جن باتوں میں وہ باہم اختلاف کریں اُن سب کو کھولکر بیان کرتا رہے اور وہ تمہارے بعد میری حجّت اور زمین میں میرا خلیفہ ہو؟ آنحضرتؐ جواب دینگے کہ خداوندا! ضرور میں نے علی ابن ابیطالبؑ اپنے بھائی۔ اپنے وزیر۔ اپنے وصی اور اپنی اُمّت میں سے سب سے بہتر شخص کو اپنے پیچھے چھوڑا تھا اور اپنی زندگی میں اُن سب کے لئے اُسکو علم ہدایت قائم کر دیا تھا اور ان سب کو اُسکی اطاعت کی دعوت دی تھی اور اپنی اُمّت میں اُس کو اپنا خلیفہ اور ایسا امام مقرر کر دیا تھا کہ میرے بعد قیامت تک تمام اُمّت خود اُسکی اور اُس کے بتلائے ہوئے اماموں کی پیروی کرتی رہے۔ پھر علی ابن ابیطالبؑ طلب کئے جائینگے اور اُن سے دریافت کیا جائیگا کہ آیا جناب محمد مصطفےٰ نے تمکو اپنا وصی بنایا اور تم کو اپنی اُمّت میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور تم کو اپنے ایام حیات میں اپنی اُمّت کے لئے بطور علم ہدایت کے مقرر کیا اور آیا تم بعد اُنکے اُنکے قائم مقام ہوئے؟ اُس وقت جناب علیؑ مرتضےٰ عرض کرینگے کہ خداوندا! جناب محمد مصطفےٰ نے ضرور مجھے اپنا وصی بنایا اور اپنی اُمّت میں مجھ کو اپنا خلیفہ قرار دیا اور اپنی زندگی میں اُن سب کے لئے مجھے علم ہدایت مقرر کیا۔ مگر جس وقت تو نے آنحضرتؐ کی رُوح مبارک قبض فرمائی اُمّت نے میرا انکار کیا میرے حق میں چالیں چلے مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ جن کو تو نے مؤخر فرمایا تھا اُن کو مجھ پر مقدم کر دیا اور جن کو تو نے مقدم کیا تھا اُن کو مؤخر کر دیا میری بات نہ سُنی۔ میرا کہنا نہ مانا پس میں بھی جب تک کہ اُنہوں نے مجھ کو قتل نہ کر دیا تیری راہ میں اُن سے برابر لڑتا ہی رہا۔ اُس وقت علیؑ مرتضےٰ سے پھر دریافت کیا جائیگا کہ آیا تم نے اپنے بعد اُمّت محمد مصطفےٰ میں کسی کو حجّت اور زمین خدا کا خلیفہ مقرر کیا جو میرے بندوں کو میرے دین کی طرف اور میری راہ کی طرف بلاتا رہے؟ جناب علی مرتضےٰ عرض کریں گے کہ

کہ خداوندا! میں نے اپنے بڑے بیٹے اور تیرے نبیؐ کی بیٹی کے بڑے بیٹے حسنؑ مجتبےٰ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اُس وقت حسنؑ مجتبےٰ بُلائے جائینگے اور اُن سے ویسے ہی سوال ہونگے جیسے کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ علیہ السّلام سے ہو چکے ہونگے پھر اُن کے بعد اور امام یکے بعد دیگرے بُلائے جائینگے اور اُنکے زمانے والے بھی بُلائے جائینگے ائمہ علیہم السّلام اپنی اپنی حجتیں پیش کریں گے خدا تعالےٰ اُن کے عذر کو قبول فرمائیگا اور اُنکی حجتوں کو جائز رکھیگا (اور نہ ماننے والوں پر باقاعدہ جُرم قائم ہو جائیگا) امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت خدا تعالےٰ فرمائیگا۔ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (دیکھو صفحہ ۲۰۲ سطر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۲۱۳

نیز دوسری آیت میں فرماتا ہے وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۰۶ سطر ۴) نیز فرماتا ہے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ۔ (دیکھو صفحہ ۵ سطر ۹) مطلب یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا کی رُوح مبارک قبض فرمائی تو اُس کے بعد اندھیری پر اندھیری چھا گئی۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی فضیلت اُن لوگوں کو نہیں سوجھی۔ خدا تعالےٰ کی اِس آیت وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۶۹ سطر ۱۰) کا بھی یہی مطلب ہے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۲۱۷

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بصارت کو اتنی قوت عطا کر دی گئی تھی کہ وہ آسمانوں سے پار گزر جاتی تھی جو کچھ آسمانوں میں ہے اُسے بھی دیکھتی تھی عرش کو بھی دیکھتی تھی۔ اور جو کچھ عرش سے اُوپر ہے اُسکو بھی دیکھتی تھی۔ المناقب میں ہے کہ جابر ابن یزید جعفی نے اُنہی حضرتؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے جابر کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا فرمایا اپنا سر اُٹھا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے سر جو اٹھایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ اُس مکان کی چھت ندارد ہو گئی اور میری نظر اُس سوراخ سے پار ایک نور پر پڑی اور اُس سے بھی گذر گئی۔ فرمایا بس اسی طرح ابراہیم علیہ السّلام نے آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت کو دیکھا تھا۔ پھر فرمایا کہ اب تو زمین کی طرف دیکھ پھر اپنا سر اُٹھا اب جو میں نے سر اُٹھایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ چھت جیسی پہلے تھی ویسی ہی موجود ہے۔ پھر حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے اُس گھر سے نکالا اور مجھے ایک کپڑا پہنا دیا اور فرمایا کہ اپنی دونوں آنکھیں ایک ساعت کے لئے بند کر لے پھر فرمایا اب تو ظلمات میں پہنچ گیا جسے ذوالقرنین نے دیکھا تھا۔ میں نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں تو میں وہاں کوئی چیز نہ دیکھ سکا پھر چند قدم اُٹھائے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اب تو آبِ حیات کے چشمہ پر پہنچ گیا ہے جہاں خضر علیہ السلام نے پانی پیا تھا پھر ہم اُس عالم سے نکلے یہاں تک کہ ہم پانچ عالموں سے گزرے فرمایا کہ یہ سب ملکوت الارض میں داخل ہیں۔ پھر فرمایا کہ دونوں آنکھیں بند کر لے اور میرا ہاتھ حضرتؑ نے پکڑ لیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ہم اسی مکان

میں آگئے جس میں پہلے تھے اور وہ لباس جو مجھے پہنایا گیا تھا اُتروا لیا گیا۔ میں نے عرض کی قربان ہو جاؤں دن کا کتنا حصہ گذرا ارشاد فرمایا فقط تین ساعت۔ کافی تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے آسمانوں کی اور زمین کی سلطنتیں دیکھیں تو ایک شخص کو زنا بھی کرتے دیکھا اس کے حق میں بددعا کی وہ مرگیا پھر دوسرے کو دیکھا اس کے لئے بھی بددعا کی وہ بھی مرگیا۔ پھر تین شخصوں کو دیکھا اُن کے لئے بھی بددعا کی وہ بھی مرگئے اُس وقت خدا تعالےٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ اے ابراہیمؑ دعا تو تمہاری مستجاب ہے مگر میرے بندوں کے لئے بددعا نہ کرو اس لئے کہ اگر مجھے تمہاری بددعا سے اُن کو مارنا منظور ہوتا تو میں سرے سے اُن کو پیدا ہی نہ کرتا۔ میں نے اپنی مخلوق جتنی پیدا کی ہے وہ تین قسم کی ہے۔ ایک قسم کے لوگ تو محض میری عبادت کرینگے کسی چیز کو میرا شریک قرار نہ دیں گے پس میں اُن کو ثواب دونگا۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہونگے جو مجھے چھوڑ کر اوروں ہی کی عبادت کیا کرینگے مگر میرے قابو سے تو کبھی باہر نہ جائینگے۔ تیسری قسم کے لوگ وہ ہونگے جو خود تو عبادت اوروں کی کیا کرینگے مگر اُنکی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرونگا جو میری ہی عبادت کیا کرینگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۲۱

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے حدیث طینت میں منقول ہے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ (دیکھو صفحہ ۲۲۱ سطر ۹) اس میں زندہ سے مراد وہ مومن ہے جس کی طینت کافر کی طینت سے نکلی ہو اور اُس مردہ سے مراد جو زندہ سے نکلا ہو وہ کافر ہے جس کی طینت مومن کی طینت سے برآمد ہوئی ہو۔ تفسیر قمی میں یہ فرمایا کہ اس آیت میں اَلْحَبِّ سے مراد وہ ہے جسے خدا نے دوست رکھا اور اَلنَّوٰی سے مراد وہ ہے جس کو حق سے دُوری رہی۔ نیز تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلْحَبِّ سے مراد مومن ہے اور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِنِّیْ (دیکھو صفحہ ۵۰ سطر ۲) اور اَلنَّوٰی سے مراد وہ کافر ہے جو حق سے دُور رہا اور اُس کو قبول نہ کیا۔

تمام شد ضمیمجات پارہ ہفتم (۷)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمجات پارۂ ہشتم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۳۹

اس کے لئے ملاحظہ کیجئے قرآن مجید مترجم کا صفحہ ۳۶۶ مع نوٹ ہائے متعلقہ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۴۴

کافی میں ہے کہ سفیانِ ثوری نے جناب امام جعفر صادقؑ کو قیمتی اور عمدہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں ان پر جا کر حجت قائم کرتا ہوں اور ان کو سخت تنبیہ کرتا ہوں۔ قریب آ کے بولا کہ یا ابن رسُول اللہ! جناب رسُول خدا نے تو کبھی ایسے کپڑے نہیں پہنے اور نہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام نے پہنے۔ اور نہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے اور کسی نے پہنے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب رسُولِ خدا عسرت کے زمانہ میں تھے اور ایسے ہی عسرت کے زمانے میں ہمارے اور بزرگ بھی رہے اور اس کے بعد دنیا نے اِدھر رُخ کیا تو جو اس میں ابرار ہیں وہ اُس سے نفع اٹھانے کے زیادہ مستحق ہیں پھر حضرتؑ نے آیہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۱) پس اللہ تعالےٰ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے ہم اُس کے لینے کے زیادہ مستحق ہیں مگر اے ثوری یہ جو اوپر کے کپڑے تو دیکھتا ہے یہ تو میں نے لوگوں کے دکھلانے کے لئے پہنے ہیں۔ پھر سفیان کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا۔ اور اُوپر کا کپڑا اُٹھا کر نیچے والا نکالا تو جسم مبارک سے جو ملا ہوا تھا وہ ویسا ہی موٹا تھا (جیسا کہ حضرتؑ کے بزرگ پہنا کرتے تھے) پھر فرمایا دیکھ! یہ تو میں اپنے نفس کے لئے پہنتا ہوں اور وہ جو تو نے دیکھا وہ لوگوں کے دکھانے کے لئے۔ اس کے بعد سفیان کا اوپر والا کپڑا کھینچ لیا جو بہت ہی موٹا اور کھُردرا تھا تو اندر سے ایسا کپڑا نکلا جو بہت ہی نفیس اور نرم تھا۔ فرمایا کہ تو نے یہ اوپر کا لباس تو لوگوں کے دکھانے کو پہن رکھا ہے اور اندر کا اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے۔ نیز منقول ہے کہ وہ حضرتؑ اپنے کسی صحابی پر سہارا دئے ہوئے جا رہے تھے اور آپ شہر مرو کے بنے ہوئے نفیس کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ عُبّاد ابن کثیر سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے عرض کی یا حضرتؑ! آپ تو اہلبیتِ نبوت سے ہیں اور آپ کے والدِ ماجد ایسے اور ایسے تھے اور آپ کے جدِ امجد ایسے اور ایسے تھے پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اگر اُن سے گھٹیا کپڑے آپ پہنتے تو موزوں ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے عُبّاد! وائے ہو تجھ پر مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۱) پھر فرمایا کہ خدائے عزّوجلّ جب کسی بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو اس بات کو بھی دوست رکھتا ہے کہ اُس نعمت کا اثر اُس بندے پر دیکھے تو ان کپڑوں کے پہننے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اے عُبّاد! وائے ہو تجھ پر میں جناب رسُولِ خدا کا لختِ جگر ہوں۔ بس

مجھے ایذا مت دے (یہ فرمانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ) اُس وقت عُبّاد خود روئی کے دوہرے دوہرے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ کسی نے اُن حضرت سے یہ عرض کی کہ خدا حضور کا بھلا کرے آپ ذکر فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام موٹے جھوٹے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ کُرتا ایسا پہنتے تھے جو چار درم کو آتا تھا یا اُسی کے قریب قریب اور آپ کو ہم عمدہ لباس پہنے ہوئے دیکھتے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام وہ لباس اُس زمانہ میں پہنتے تھے جبکہ وہ لباس حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جاتا تھا اور اگر وہ لباس وہ حضرت آجکل پہنتے تو مطعون ہو جاتے پس ہر زمانہ میں جو لباس اہلِ زمانہ میں رائج ہو اس کو اختیار کرو۔ ہاں اس حکم سے قائم آلِ محمد صلوات اللہ علیہ مستثنےٰ ہیں کس لئے کہ جب وہ حضرت تشریف لائیں گے جناب امیر المومنین علیہ السلام کا لباس بھی پہنیں گے اور اُن حضرتؑ کی سیرت بھی اختیار کرینگے۔

قول مترجم۔ ایک اور روایت میں خود جناب امیر المومنین علیہ السلام سے اس بات کی وجہ منقول ہے کہ وہ حضرت موٹا جھوٹا کیوں کھاتے اور پہنتے تھے۔ وجہ یہ کہ خداوند عالم نے ائمہ علیہم السلام پر عدل کو واجب کیا تھا کہ اپنی ذات کو محتاج سے محتاج آدمی کے برابر کر دکھائیں تاکہ فقیر کو اُس کا فقر ناگوار نہ گزرے اور غنی کو اپنی غنا پر گھمنڈ نہ ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۴۴

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے روئے زمین کے دریاؤں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا جو کچھ ان میں سے پی لیا گیا وہ ہمارا ہے اور جو ہمارا ہے وہ ہمارے شیعوں کا ہے اور ہمارے دشمنوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں یہ اور بات ہے کہ انہوں نے کچھ غصب کر لیا۔ رہے ہمارے دوست وہ اس کے اور اس کے مابین یعنی آسمان و زمین کے مابین ہماری طرف سے بحل کئے ہوئے ہیں۔ (یعنی یہ جو چیزیں ہمارے حق کی اپنے استعمال میں لائیں۔ اُن کے متعلق ہماری ولایت کے سبب کوئی باز پرس نہ ہوگی) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۳) پھر فرمایا کہ قیامت کے دن وہ سب کچھ مومنوں کو ہی ملجائیگا جو کفار و منافقین و مخالفین نے اُن سے غصب کر لیا تھا اور وہاں کوئی غصب نہ کر سکیگا۔ امالی میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ اے بندگانِ خدا یہ سمجھ لو کہ متقی لوگوں کو فوری نفع بھی حاصل ہوگا اور آئندہ کا بھی۔ یعنی وہ اہلِ دنیا کی دنیا میں تو شریک ہیں اور اہلِ دنیا اُن کی عقبےٰ میں اُن کے شریک نہ ہونگے۔ دنیا میں اللہ نے اُن کے لئے وہ مبلغ فرمایا ہے جو ان کے لئے کافی ہوگا اور اُن کو بے پروا کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ الخ (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۱) پس وہ دنیا میں اچھے اچھے گھروں میں رہے جن میں دنیا رکھ سکتی تھی اور انہوں نے دنیا میں اچھے سے اچھا کھایا جو وہ کھلا سکتی تھی۔ اہلِ دنیا کے ساتھ وہ اُن کی دنیا میں شریک رہے۔ کھانے کی پاک چیزوں میں سے جو وہ کھاتے ہیں یہ بھی اُن کے ساتھ کھاتے رہے اور پینے کی پاک چیزوں میں سے

جو کچھ وہ پیتے ہیں یہ بھی پیتے رہے اور اچھے سے اچھے کپڑے جیسے وہ پہنتے ہیں یہ بھی پہنتے رہے۔ اور اچھے سے اچھے مکان جن میں وہ رہتے ہیں یہ بھی اُنہی میں رہتے رہے اور عمدہ سے عمدہ ازواج جیسی اُن کو میسر ہیں یہ بھی ویسی ہی کرتے رہے اور اچھی سے اچھی سواریاں جن پر وہ سوار ہوتے تھے یہ بھی سوار ہوتے رہے غرض دنیا کی لذت تو اہلِ دنیا کے ساتھ اُٹھالی اور کل قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے مہمان ہونگے کہ جو تمنا اس سے کرینگے وہ اُن کو عطا فرمائیگا اور اُن کی کسی دعا کو ردّ نہ کریگا اور نہ اُن کی لذت کا کوئی حصہ کم کریگا۔ پس اے بندگانِ خدا جس شخص میں عقل ہے وہ تو ایسی ہی حالت کا مشتاق ہوگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۴۴

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلْفَوَاحِشَ کی تفصیل میں جو خداوندِ عالم فرماتا ہے مَاظَهَرَ مِنْهَا اس سے مراد ہے ایسا زنا جو اعلان کے ساتھ کیا جاتا اور دوسرے زمانہ جاہلیت میں بدکار عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کر لیا کرتی تھیں (یا جیسے ہندوستان میں کوٹھوں پر بیٹھ جاتی ہیں) اور یہ جو خداوند عالم نے فرمایا ہے وَمَا بَطَنَ اس سے مراد ہے باپ کی ازواج سے نکاح اس لئے کہ بعثتِ جناب رسولِ خدا سے پہلے مرد جیسے اپنے باپ کے مال کا مالک ہوتا تھا ایسے ہی اُس کی ازواج کا بھی مالک ہوتا تھا سوائے اُس کے جس کے بطن سے پیدا ہوا ہو مگر اللہ تعالےٰ نے اس فعل کو حرام قرار فرما دیا ہے۔ آگے فرمایا وَالْاِثْمَ اس سے مراد ہے خمر کہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (دیکھو صفحہ ۵۳ سطر ۶) پس کتابِ خدا میں اَلْاِثْمَ سے مراد خمر و میسر ہے اور تفسیر عیاشی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اَلْمَيْسِرِ سے مراد ہے نرد یعنی جوئے کا سامان اور شطرنج اور چوسر وغیرہ۔ اور آگے فرمایا اَلْبَغْيَ سے مراد ہے چھپا کے زنا کرنا۔ صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ اکثر اَلْفَوَاحِشَ سے ایسے گناہ مراد لئے جاتے ہیں جنکی قباحت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ خفیہ اور عام طور سے اَلْاِثْمَ کا لفظ ہر گناہ کے لئے بھی آیا ہے اور اَلْبَغْيَ کا مطلب ظلم اور تکبر بھی ہے کہ اُس صورت میں لفظ بِغَيْرِ الْحَقِّ سے اُسکی تائید ہوتی ہے اور مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا سے مراد حکم یعنی جبراً ایک بات کو ماننا اور منوانا کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خداوندِ عالم اس بات کی کوئی دلیل نازل کرے کہ اُس کے غیر کو اُس کا شریک کیا جائے۔ کافی میں بسناد امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قرآن مجید کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے پس جو کچھ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں حرام قرار دیا ہے یا اُس سے باز رہنے کو فرمایا ہے وہ تو ظاہر ہے اور باطن اُس کا ائمہ جور ہیں۔ اور اسی طرح جن جن چیزوں کو خداوندِ عالم نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے یا اُن کی پیروی کرنیکا حکم دیا ہے۔ وہ تو ظاہر ہیں اور باطن اُن کا ائمہ حق ہیں اور اس بات سے منع کیا ہے کہ تم خدا کے برخلاف وہ کچھ نہ کہو جو کچھ تم نہ جانتے ہو یعنی اپنی طرف سے بات نہ بناؤ اور افترا نہ کرو۔ نیز کافی اور خصال میں اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ دو عادتوں سے بچتے رہو کیونکہ جو ہلاک ہوا وہ انہی دو باتوں کے

سبب سے ہلاک ہوا۔ ایک تو لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دینا۔ اور دوسرے جو نہ جانتے ہو اس کے بموجب فیصلہ کرنا۔ اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک تو دینِ خدا میں باطل کو مذہب قرار دینا دوسرے جو کچھ تم نہ جانتے ہو اُس کے بموجب لوگوں کو فتوے دینا۔ نیز اُسی کتاب میں اور التوحید میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرتؑ سے دریافت کیا تھا کہ بندوں پر اللہ کی حجت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ جو جانتے ہوں وہ کہیں اور جو نہ جانتے ہوں اُس میں خاموش رہیں۔ مَنْ لَا یَحْضُرُہُ الْفَقِیْہ میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی وہ وصیت منقول ہے جو آپ نے اپنے صاحبزادہ محمد ابن حنفیہ کو فرمائی اُس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ بیٹا جو کچھ تم نہ جانتے ہو وہ نہ کہو بلکہ جتنا جانتے ہو وہ بھی سب نہ کہو۔ العیون میں بروایت جناب امیر المؤمنین جناب رسولِ خدا سے منقول ہے کہ جو شخص بغیر علم کے لوگوں کو فتوے دے کل آسمانوں کے اور زمین کے فرشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۵۴

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ قوم حضرت صالح علیہ السلام کس طرح ہلاک ہوئی انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ حضرت صالحؑ اپنی قوم کی طرف سولہ برس کی عمر میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور وہ اتنی مدت اُن میں رہے کہ ایک سو بیس برس کے ہو گئے مگر انہوں نے ان کی ایک بات بھی نہ مانی اور اُن لوگوں کے سنگ بت تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے تھے۔ جب نوبت یہانتک پہنچ چکی تو حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ لوگو! مجھے تم میں ایک سو چار برس گزر گئے۔ اب میں تمہارے سامنے دو باتیں پیش کرتا ہوں یا تو تم یہ منظور کرو کہ مجھ سے جو چیز جی چاہے مانگو میں اپنے خدا سے اُس کا سوال کرونگا اور وہ فوراً تم کو عطا کریگا اور یا یہ منظور کرو کہ میں تمہارے خداؤں سے کچھ مانگوں اگر انہوں نے میری وہ بات پوری کر دی تو پھر میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا اس لئے کہ میں تم سے اُکتا گیا ہوں اور تم مجھ سے اُکتا گئے ہو انہوں نے کہا کہ اے صالحؑ! یہ بات تو انصاف کی ہے چنانچہ ایک دن مقرر کیا گیا جس میں وہ بتوں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر نکلے اور کھانے پینے کی چیزیں تیار کیں اور کھا پی کے جب فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ او صالحؑ! اب تم ان سے مانگو۔ صالح علیہ السلام نے اُن میں سے بڑے کا نام پوچھا۔ اُن لوگوں نے نام بتایا تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فلاں میری فلاں فلاں حاجت پوری کر جب کچھ جواب نہ ملا تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے تو کچھ جواب نہیں ملتا انہوں نے کہا کیا حرج ہے؟ آپ دوسرے سے مانگئے چنانچہ انہوں نے نام لے لیکے سلسلہ وار سب سے مانگا اور کچھ جواب نہ پایا تب تو وہ لوگ اپنے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ تم کو ہو کیا گیا ہے کہ تم صالحؑ کی دعا قبول نہیں کرتے۔ اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا۔ تب انہوں نے کہا کہ آپ ایک ساعت کے لئے یہاں سے علیحدہ ہو جائیں اور ہم کو اور ہمارے خداؤں کو چھوڑ دیں پھر تو وہاں سے انہوں نے فرش بھی اٹھا ڈالے اور اپنے کپڑے بھی اُتار ڈالے اور خاک پر اُن کے

سامنے لوٹنے لگے اور اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگے اور اپنے بتوں سے یہ کہا کہ اگر آج تم نے صالحؑ کی بات پوری نہ کی تو ہم ذلیل ہو جائیں گے۔ پھر صالح علیہ السلام کو بلایا اور کہا کہ اے صالحؑ اب ان سے دعا کرو۔ چنانچہ دعا کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو! دن کا بڑا حصہ تو جاتا رہا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خدا میری ایک بات کا بھی جواب نہیں دیتے اب تم اگر مجھ سے کہو تو میں اپنے خدا سے دعا مانگوں جو فوراً میری بات کا جواب دے گا۔ چنانچہ اُن میں سے جو بزرگ اور شریف تھے اُن میں سے ستر آدمی آمادہ ہو گئے اور اُنہوں نے کہا کہ اے صالحؑ ہم تم سے سوال کرینگے اگر تمہارے پروردگار نے ہماری بات قبول کر لی تو ہم بھی تمہاری پیروی کریں گے اور ہماری بستی کے کل رہنے والے بھی تمہاری پیروی کر لینگے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب جو تمہارا جی چاہے مانگو۔ اُنہوں نے کہا۔ آپ اس پہاڑ تک ہمارے ساتھ چلئے۔ پہاڑ قریب ہی تھا حضرت صالح علیہ السلام اُنکے ساتھ گئے۔ جیسے ہی پہاڑ پر پہنچے اُنہوں نے کہا اے صالحؑ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ اسی وقت اس پہاڑ سے ہمارے لئے ایک اونٹنی خالص سُرخ رنگ کی بڑے بڑے بالوں والی دس مہینے کی حاملہ ایسی نکلے کہ اُس کے دونوں پہلوؤں کی چوڑائی ایک میل ہو۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا تم نے مجھ سے ایسی چیز مانگی ہے جو میرے لئے تو مشکل ہے مگر میرے خدا کے نزدیک آسان ہے چنانچہ حضرت نے دعا کی اور وہ پہاڑ اس زور سے پھٹا کہ قریب تھا یہ لوگ اُس کے صدمہ کی آواز سُنکر دیوانے ہو جائیں پھر اُس میں اس طرح کا زلزلہ پیدا ہوا جیسے عورت کی حالت ہوتی ہے جبکہ اُس کو دردِ زہ عارض ہو اور تھوڑی دیر میں جہاں سے پہاڑ شق ہوا تھا وہاں سے اونٹنی کا سر نکلا پھر گردن نکلی۔ پھر سارا جسم نکلا پھر وہ زمین پر پوری کھڑی ہو گئی۔ جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اے صالحؑ! تمہارے خدا نے تو تمہاری دعا بہت جلد قبول کر لی۔ اب اُس سے یہ دعا بھی کرو کہ بچہ بھی جلدی سے پیدا کر دے۔ حضرتؑ نے دعا کی بچہ بھی اُس نے جن دیا اور وہ بچہ اُس کے آس پاس پھرنے لگا۔ اُن لوگوں سے پوچھا کہ اب کچھ اور باقی ہے؟ اُنہوں نے کہا اب آپ ہمارے ساتھ ہماری قوم کے پاس چلئے تاکہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے اُس سے اپنی قوم کو اطلاع دیں اور وہ سب آپ پر ایمان لے آئیں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ لوٹے تو ستر کے ستر اُن کے پاس نہیں پہنچے۔ اُن میں سے چونسٹھ مرتد ہو گئے اور اُنہوں نے یہ کہا کہ یہ جھوٹ ہے اور جادو ہے۔ اور مجمع کے پاس پہنچکر چھ نے حق کہا۔ مجمع نے بھی باقی کے ساتھ ہی کہا کہ جھوٹ ہے اور جادو ہے اور اسی پر سب قائم رہے۔ پھر اُن چھ میں سے بھی ایک نے شک کیا اور وہ اُن لوگوں میں داخل ہو گیا جنہوں نے اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دوستوں میں سے ایک شخص سے جس کا نام سعید ابن یزید تھا جنابِ امام علیہ السلام کی یہ حدیث بیان کی تو اُس نے مجھ سے کہا کہ میں نے شام کے ملک میں بچشمِ خود وہ پہاڑ دیکھا ہے جس سے یہ اونٹنی نکلی تھی اور اُس کے دونوں پہلوؤں کا اثر اس شان سے موجود ہے کہ پہاڑ جو پھٹا ہے اُسکے دونوں حصوں کے درمیان کا فاصلہ ٹھیک ایک میل اب بھی موجود ہے۔

قول مترجم۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام والی روایت تو ختم ہوگئی۔ ہم اس قصہ کا بقیہ کتاب کافی سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

جب اُن لوگوں کی حسب استدعاء یہ اُونٹنی پیدا ہوگئی تو خدا تعالےٰ نے وحی فرمائی۔ کہ اے صالحؑ! ان لوگوں سے کہدو کہ جو چشمہ اِن کے پانی پینے کا ہے اُس کا ایک دن کا پانی خدا نے اس اونٹنی کے لئے مقرر فرما دیا ہے اور ایک دن کا تم لوگوں کے لئے۔ پس جو دن اونٹنی کے پانی پینے کا ہوتا اُس دن وہ چشمہ کا سارا پانی پی جاتی اور یہ لوگ اس کا دُودھ دوہ لیتے اور ان کا چھوٹا بڑا کوئی ایسا باقی نہ رہتا کہ جو اُس کا دُودھ نہ پیتا اور دوسرے دن کا پانی یہ لوگ پیتے اُس دن اونٹنی کچھ نہ پیتی مدت تک یہی عملدرآمد رہا پھر اُن لوگوں نے خدا تعالےٰ کے برخلاف سرکشی اختیار کی ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے اور یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالو ہم کسی طرح راضی نہیں ہیں کہ ایک دن کا پانی یہ پیئے اور ایک دن کا پانی ہم پئیں اُنہوں نے کہا وہ کون ہے جو اُس کے قتل پر آمادہ ہو ہم اُس کی مرضی کے موافق اُسے انعام دینے کو تیار ہیں تو ایک شخص ولد الزنا سُرخ رنگ کبود چشم جس کے باپ کا پتہ نہ تھا جس کا نام قدار تھا جو سب سے بڑھکے شقی اور اُس قوم میں سب سے زیادہ منحوس تھا آمادہ ہوا اور انہوں نے اس کے لئے انعام مقرر کیا تو جب وہ اونٹنی پانی کی طرف گئی اُس وقت تو کچھ نہ کہا یہاں تک کہ پانی پی کر وہ لوٹی یہ شخص اُس کے راستے میں گھات میں بیٹھ گیا۔ اپنی تلوار سے پہلے ایک ضربت لگائی اُس کا کچھ اثر نہ ہُوا پھر دوسری ضربت لگائی وہ کاری لگی اونٹنی اپنے پہلو کے بل زمین پر گری اور اُس کا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور آسمان کی طرف رُخ کر کے تین مرتبہ چیخا اور قوم صالحؑ سب کی سب آئی اور اُس اونٹنی کے ضربتیں لگائیں۔ کوئی بھی باقی نہ رہا جس نے ضربت نہ لگائی ہو اور سب نے اُس کا گوشت آپس میں بانٹ لیا اور چھوٹے بڑے سب نے کھا لیا۔ صالح علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو اُن سے فرمایا کہ اے قوم! تم نے یہ کیا کیا؟ کس چیز نے تم کو اپنے پروردگار کی نافرمانی پر آمادہ کیا؟ اُس وقت خدا تعالےٰ نے صالحؑ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تمہاری قوم نے بغاوت کی سرکشی کی اور اُس اونٹنی کو مارا جس کو میں نے اُن پر حجت قائم کرنے کو بھیجا تھا اُس سے اُن کو ضرر نہ پہنچتا تھا بلکہ بہت بڑا منافع پہنچتا تھا۔ اب اُن سے کہدو کہ میں تین دن میں اُن پر عذاب بھیجنے والا ہوں۔ اگر یہ توبہ کریں اور رجُوع کریں تو میں اُن کی توبہ قبول کرونگا اور اُس عذاب کو اُن سے روکوں گا۔ اور اگر اُنہوں نے توبہ نہ کی اور حق کی طرف رجوع نہ کی تو میں تیسرے دن اُن پر عذاب بھیج دوں گا۔ صالح علیہ السلام نے آکر اُن سے فرمایا کہ اے میری قوم! میں تم سب کی طرف تمہارے پروردگار کا رسول ہو کر آیا ہوں اور وہ تم سے یہ فرماتا ہے کہ اگر تم نے توبہ کی اور حق کی طرف رجوع کی اور مغفرت مانگ لی تو میں تم کو بخش دونگا۔ اور تمہاری توبہ قبول کرونگا بصورت دیگر تین دن میں اپنا عذاب نازل کرونگا۔ حضرت صالح علیہ السلام کا اُن سے یہ فرمانا تھا کہ اُن کی سرکشی اور خیانت اور بڑھ گئی اور اُنہوں نے یہ کہا۔ یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

(دیکھو صفحہ ۲۵۴ سطر ۸) حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا لوگو! کل صبح کو تمہارے مُنہ زرد ہو جائیں گے پرسوں سُرخ اور اُس سے اگلے دن سیاہ۔ چنانچہ عذاب کا پہلا دن ہوا تو اُن کے مُنہ زرد ہو گئے ایک دوسرے کے پاس آئے گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو صالحؑ نے جیسا کہا تھا ہوا تو ویسا ہی۔ مگر سرکش بولے کہ ہم تو صالحؑ کی بات نہ سُنیں گے اور اس کا کہنا نہ مانیں گے خواہ کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ ہو۔ دُوسرا دن ہوا تو اُن کے چہرے سُرخ ہو گئے پھر ایک دوسرے کے پاس آئے گئے اور کہا کہ لوگو! دیکھو صالحؑ نے جو کچھ کہا تھا وہی ہوتا جاتا ہے۔ سرکش لوگ بولے کہ اگر ہم سب مر بھی جائیں گے تو بھی صالحؑ کی بات نہ سُنینگے اور نہ اپنے خداؤں کو چھوڑیں گے جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ بہرحال نہ اُنہوں نے توبہ کی اور نہ حق کی طرف رجوع کی۔ تیسرا دن ہوا تو اُن کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے کے پاس آئے گئے اور کہا کہ دیکھو صالحؑ نے جو کچھ کہا تھا سب پورا ہوا (اب عذاب ہی آنا باقی ہے) اُن میں سرکش بولے کہ صالحؑ کی باتوں کا ذکر ہی نہ کرو دن تو گزر گیا رات جب آدھی آئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر ایک چیخ ماری جس سے اُن کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ جگر شق ہو گئے اور دل پارہ پارہ ہو گئے۔ یہ تین دن جو گزرے تھے اس میں وہ لوگ اپنا انتظام اور اہتمام کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ عذاب اُن پر آنے والا ہے جب عذاب آیا تو ایک پلک جھپکنے میں چھوٹے بڑے سب مر گئے اور اُن کا کوئی پرندہ اور چرندہ بھی باقی نہ رہا کہ اللہ نے اُس کو ہلاک نہ کر دیا ہو۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں میں اور بستروں میں مرے کے مرے رہ گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُسی چیخ کے ساتھ اُن پر آسمان سے ایک آگ بھی بھیجی جس نے اُن کو جلا کر راکھ کر دیا +

تمام شد ضمیمجات پارۂ ہشتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات متعلق پارہ نہم ۹

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۶۳

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف یہ روایت منسوب ہے۔

کہ جب جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور لوگ ایمان لائے تو ہامان نے فرعون سے کہا کہ لوگ موسےٰ علیہ السلام پر ایمان لانے لگے تو اس پر تاکید کر کہ جو اُن کے دین میں داخل ہوتا جائے اُس کو قید کریں۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں سے جو بھی موسےٰ پر ایمان لایا تھا اُس کو قید کر دیا گیا۔ موسےٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے اور فرمایا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے اُس نے نہیں مانا تو اللہ تعالےٰ نے اُسی سال میں اُن لوگوں پر طوفان بھیجا اور اُن کے مکانات اور آبادیوں کو ویران کر دیا یہاں تک کہ جنگلوں میں نکل گئے اور خیمے ڈالکر رہنے لگے اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے خدا سے دعا کیجئے کہ وہ طوفان کو ہم سے باز رکھے تو میں بنی اسرائیل اور ان کے سب ساتھیوں کو چھوڑ دوں۔ موسےٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی۔ خدا تعالےٰ نے طوفان کو اُن سے روک لیا۔ فرعون نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے مگر ہامان نے کہا کہ اگر تو نے بنی اسرائیل کو چھوڑا تو موسےٰ تجھ پر غالب آجائینگے اور تیری سلطنت جاتی رہیگی ہامان کی بات مان لی گئی اور بنی اسرائیل کو نہ چھوڑا گیا۔ دوسرے سال خدا تعالےٰ نے اُن پر ٹڈیاں بھیجیں تو نباتات اور درخت کی قسم سے جو کچھ تھا وہ سب کھا گئیں یہاں تک کہ اُن کے بالوں اور ڈاڑھیوں کو بھی کھانے لگیں۔ فرعون (اور فرعون والے) اس سے چیخ اُٹھے۔ اُنہوں نے کہا کہ اے موسےٰ! اپنے پروردگار سے دعا مانگو کہ ہم سے اِن ٹڈیوں کو روک لے تو میں بنی اسرائیل کو اور تمہارے اصحاب کو چھوڑ دوں گا۔ موسےٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی اُس نے ٹڈیاں اُن سے ہٹالیں اور ہامان نے اب بھی بنی اسرائیل کو نہ چھوڑنے دیا تو تیسرے برس خدا تعالےٰ نے اُن پر چیچڑیاں (کلیاں) بھیج دیں۔ جس سے تمام کھیتیاں اُن کی جاتی رہیں اور وہ بھوکے مرنے لگے۔ پھر فرعون نے موسےٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اگر چیچڑیوں کا عذاب ہم سے دفع کر دو تو میں بنی اسرائیل کو چھوڑ دونگا۔ موسےٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی وہ چیچڑیاں بھی جاتی رہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلے پہل چیچڑیاں اُسی زمانہ میں پیدا ہوئی تھیں (التصریح) یہ چیچڑیاں خاص قسم کی تھیں جو درختوں اور نباتات کو چٹ کر جاتی تھیں زمین کو چاٹ جاتی تھیں اور لباس کے اندر گھس کے بدن کو بھی کاٹتی تھیں تو سارے بدن پر چیچک سی نکل آتی تھی جس سے نیند بھی اُڑ جاتی تھی اور آرام و قرار بھی) بہرحال بنی اسرائیل کو اُس نے پھر بھی

نہ چھوڑا تو اللہ تعالےٰ نے اُس کے بعد مینڈکیاں بھیجیں اور اُن کے کھانے میں آور پینے میں مینڈکیاں ہی مینڈکیاں ہوگئیں اور روایت میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ اُن کے کانوں سے اور ناک سے اور اندام نہانی سے بھی مینڈکیاں ہی برآمد ہوتی تھیں اس سے بہت کچھ چیخے پیٹے اور موسےٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگی کہ ہم سے ان مینڈکوں کو دفع کردو تو ہم آپ پر ایمان بھی لائینگے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کردینگے۔ چنانچہ موسےٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی اللہ نے اُس بلا کو بھی اُن سے دفع کردیا۔ پھر بھی بنی اسرائیل کو چھوڑنے سے انکار ہی کیا تو اللہ تعالےٰ نے دریائے نیل کا پانی اُن کے لئے خون کردیا۔ قبطیوں کو تو خون نظر آتا تھا اور اسرائیلیوں کو پانی جب اسرائیلی اُسے پیتا تو پانی ہوتا اور جب قبطی اُسے پیتا تو خون۔ چنانچہ قبطی اسرائیلی سے یہ کہتے تھے کہ تم اپنے مُنہ میں پانی لیکر ہمارے مُنہ میں ڈال دو۔ پس وہ ایسا ہی کرتے تھے مگر قبطی کے مُنہ میں پانی آتے ہی خون بن جاتا تھا۔ اب اس سے بہت چیخے پیٹے اور سب نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اگر یہ خون کی مصیبت ہم سے دفع ہوگئی تو ہم بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ ضرور ہی بھیج دینگے مگر جب اللہ تعالےٰ نے خون کی مصیبت دفع کی تو پھر اُنہوں نے بغاوت کی اور بنی اسرائیل کو نہیں چھوڑا۔ اُس وقت اللہ تعالےٰ نے اُن پر رجز کو نازل کیا جس سے مراد ہے برف آور اس سے پہلے اُنہوں نے کبھی برف نہیں دیکھی تھی بہت سے اس میں مرگئے باقی روئے پیٹے۔ کیونکہ اُس سے اُنہوں نے وہ تکلیف پائی جو پہلے کبھی نہ پائی تھی۔ تب اُنہوں نے عرض کی کہ اے موسےٰ! تم اپنے پروردگار سے ہمارے واسطے بموجب اُس عہد کے جو اُس نے تم سے کیا ہے دعا کرو اگر تم نے یہ برف کا عذاب ہم سے دُور کردیا تو ہم تم پر ایمان بھی ضرور لے آئینگے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ ضرور ہی بھیجدیں گے موسےٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی۔ اُس نے برف کا عذاب اُن سے دور کردیا۔ اس موقعہ پر فرعون نے بھی بنی اسرائیل کو آزاد ہی کردیا جیسے ہی وہ آزاد ہوئے موسےٰ کے پاس جمع ہوگئے اور موسےٰ اُنہیں مصر سے لے نکلے۔ فرعون کے پاس سے جو جو بھاگے تھے وہ بھی موسےٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوگئے۔ اب فرعون کو یہ خبر پہنچی تو ہامان نے کہا کہ میں نے تو بنی اسرائیل کے آزاد کرنے سے پہلے ہی منع کیا تھا۔ اب دیکھ! یہ لوگ اُس کے پاس جمع ہوگئے۔ فرعون پھر گھبرایا اور شہروں میں قاصد دوڑا دئے اور جمِ غفیر جمع کرکے موسےٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلا (نتیجہ میں جس طرح غرق ہوگیا وہ مشہور عام ہے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۷۴

یہاں اُن کو علم پہنچانے اور اُن سے اقرار لینے کا یہ مطلب ہے۔ کہ اپنی ربوبیت کی دلیلیں اُن کے لئے قائم کردیں اور اُن کی عقلوں میں ایسی ترکیب پیدا کی کہ وہ سمجھ بوجھ کر اقرار کریں۔ پس ان کا اپنی ذات کے لئے یہ گواہی دینا مثال کے طریقہ پر ہے اور اسکی نظیر خدا تعالےٰ کا یہ کلام موجود ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (دیکھو صفحہ ۴۳۲ سطر ۳) نیز یہ قول فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَیْنَا

طَآئِعِیْنَ (دیکھو صفحہ ۷۶۱ سطر ۹) اب یہ ظاہر ہے کہ یہاں حقیقتاً کچھ کہنا سُننا نہیں ہے بلکہ مثال اور مطلب کی تصویر ہے اسی طرح جس وقت لوگوں کے نفوس اپنے آباؤ اجداد کے صلب میں روحانی حیثیت سے اصلی معنوں میں تھے اور وہ ان حقیقتوں کے اصلی دقیقے تھے تو اُن کے آباؤ اجداد کو خدا تعالےٰ نے لفظِ ظہور سے تعبیر فرمایا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ نفوس اُنہی سے ظاہر ہونے والے تھے یا یہ مطلب ہے کہ نوری صورت میں اس کے نزدیک اپنی اپنی ذات میں ظاہر تھے تو اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کا یہ مطلب ہوگا کہ اُسی حالت نورانی و روحانی میں ایسے قوائے عقلی عنایت فرمائے تھے کہ خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کو اُسی طرح سمجھ سکتے تھے جیسے دنیا میں جسمانی قوتوں کے ذریعے سے ظاہری خطاب کو سمجھتے ہیں اور اُنہی عقلوں کی زبانوں سے یہ جواب بھی دیا تھا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے تو نے ہم کو یہ وجود قدسی اور ربانی عطا فرمایا ہے۔ ہم نے تیرا کلام سُنا اور تیرے خطاب کا جواب عرض کیا اور یہ کچھ بعید بات نہیں ہے کہ ایسا بولنا ملکوتی زبان سے عالمِ مثالی میں ہوا ہو جو عالمِ عقل سے ماوراء ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ اُس عالم میں ہر چیز کی ملکوتی قوت موجود ہے جس کی طرف خدا تعالےٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ (دیکھو صفحہ ۷۱۱ سطر ۱۰) ملکوت سے مراد ہے قوتِ باطنی اور ہر ذرہ کی ایک ملکوتی زبان ہے جو تسبیح و تمجید و تہلیل و تحمید و توحید میں ہر وقت مصروف رہتی ہے۔ وہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے سے کنکریاں اور پتھریاں جناب رسولِ خدا کے دستِ مبارک میں گویا ہوئیں اور اسی کے ذریعے سے قیامت کے دن زمین باتیں کریگی يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (دیکھو صفحہ ۹۵۰ سطر ۲) اور اسی کے ذریعے سے اعضاء و جوارح بات کریں گے جیسا کہ فرمایا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (دیکھو صفحہ ۷۶۳ سطر ۹)

کیس اس نے آسمان و زمین کو حکم دیا تم بخوشی یا کراہت حاضر ہو۔ دونوں نے کہا ہم بخوشی حاضر ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۷۶

پارۂ اوّل کے نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۹ میں جہاں اس مضمون کو حل کرنا چاہیئے تھا وہاں نہیں کیا گیا اس لئے اُس کو اِس جگہ لکھتے ہیں وہاں جو خدا تعالےٰ نے یہ فرماتا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو اسماءِ کُل کے کُل تعلیم کئے اس کے متعلق تفسیروں میں مختلف روائتیں وارد ہوئی ہیں۔ تفسیرِ قمی میں ہے کہ اس سے مراد ہے کُل پہاڑوں کے نام۔ کُل سمندروں کے نام کُل میدانوں کے نام۔ ہر طرح کی نباتات کے نام اور ہر قسم کے حیوانات کے نام۔ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ آدم علیہ السلام کا وہ علم کیا کیا تھا؟ فرمایا کُل زمینوں کا علم تھا۔ کُل پہاڑوں کا علم تھا۔ کُل میدانوں کا علم تھا۔ کُل گھاٹیوں کا علم تھا۔ پھر حضرتؑ کے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس فرش تک کا علم بھی اُن کو سکھایا گیا تھا۔ تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میں بحوالہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام منقول ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام سکھا دیئے تھے۔ انہاں جملہ انبیائے خدا کے نام بھی تھے۔ اولیائے خدا کے نام بھی تھے اور خدا کے سرکش دشمنوں کے نام بھی تھے۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی - اسماء کی تحقیقات اور مختلف روائیتوں میں موافقت پیدا کرنے کیلئے ضرور ہے کہ ہم بعض اسرار بیان کردیں جن سے تمام مطلب صاف طور سے سمجھ میں آجائے۔ یہاں تعلیم اسماء سے مراد اُن اسماء کی تعلیم نہیں ہے جو فقط معنی پر دلالت کیا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو تعلیم لغت ہوئی اور لغت کوئی ایسا علم نہیں ہے کہ اُس کے ذریعے سے فرشتوں کے مقابل فخر کیا جائے اور اُن پر فضیلت حاصل ہو جائے۔ بلکہ اسماء سے مراد اُس پیدا ہونیوالی مخلوقات کی حقیقت ہے جو عالمِ جبروت میں تھی جس کو ایک گروہ کلمات کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ دوسرا اسماء سے تیسرا عقول سے۔ اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ حقیقی مراد اُس مخلوق کے وجود میں آنے کے اسباب ہیں یا اُسکی ہر قسم کی قوتِ مربّیہ جس کے ذریعہ سے وہ مخلوق پیدا ہوگی مدّتِ معیّنہ تک رہیگی، اور روزی پائیگی الاسماء سے خدا تعالےٰ کی مراد یہی ہے اس لئے کہ یہ مخلوق عالمِ ظہور میں ظاہر ہوکر اپنے ظاہر کرنیوالے پر اُسی طرح دلالت کرتی ہے جیسا کہ اسم مسمّیٰ کو بتلایا کرتا ہے کیونکہ دلالت جیسے لفظ سے ہوسکتی ہے ویسے ہی ذات سے بھی ہوسکتی ہے اصل معنی اور مطلب کے بتلانے میں اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اللہ کے نام مخلوق کے نام سے مشابہ نہیں ہوتے اسی لئے حدیث میں کبھی کبھی اُن سے کُل مخلوق مراد لیگئی ہے کیونکہ مخلوق سب کی سب اُن اسماء کی مظاہر ہے اسلئے کہ اُنکی پوری پوری صفات مخلوق ہی میں ظاہر ہوتی ہیں یعنی لطف و قہر کی ساری صفتیں اولیائے خدا میں ظاہر ہیں اور قہر کی ساری صفتیں دشمنانِ خدا میں اور اسی امر کی طرف اُس حدیثِ قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے جو خدا تعالےٰ نے اُسوقت فرمائی جبکہ فرشتوں کو آدم علیہ السّلام کی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا گیا چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ! یہ صورتیں میری مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ یہ تو محمدؐ ہے اور میں حمید جسکے افعال کی تعریف ہی تعریف ہوگی میں نے اُس کے لئے ایک نام اپنے نام سے نکالا ہے اور یہ علیؑ ہے اور میں علی العظیم ہوں۔ اِس کے لئے بھی میں نے ایک نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اسی طرح سلسلہ حدیث کا چلا گیا ہے تو مطلب نام کو نام سے نکالنے کا یہ ہے کہ اپنی صفت کو اس میں ظاہر کیا ہے۔ اور اصل کی بنا دیوں ظاہر کر رکھی ہے تاکہ جو اصل کو نہ سمجھے وہ سبب کو سمجھکر مسبّب تک پہنچ جائے اور آدم علیہ السّلام کو کُل اسماء کی تعلیم دینے سے یہ مطلب ہے کہ اُن کو ایسے اجزاء سے پیدا کیا جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور قوتیں اُن میں ایسی رکھیں جو ایک دوسری کی ضد تھیں جس سے طرح طرح کی باتیں سمجھنے کی استعداد پیدا ہوگئی خواہ وہ معقولات سے ہوں یا محسوسات سے یا متخیّلات سے ہوں یا موہومات سے نیز اُن کو ایسا الہام عطا فرمادیا جس سے چیزوں کی ذات کو بھی پہچان لیں اور خواص کو بھی علم کے اصول بھی سمجھ لیں اور صنعتوں کے قانون بھی اور اُن کے حالات کی کیفیت بھی اور خدا کے دوستوں اور دشمنوں کے مابین تمیز بھی کرلیں۔ پس اسی معرفت کا آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ آدم خدا تعالےٰ کے اسمائے حسنےٰ کے پورے پورے مظہر تھے اور اُس مرتبہ یکتائی تک پہنچ گئے تھے جس کی وجہ سے تمام قسم کی موجودات سے اُن کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا اور وہ اُس مقامِ اصلی کی طرف رجوع کی قابلیت پیدا کرچکے تھے جس سے کہ وہ آئے تھے اور خدا تعالےٰ کی کتاب کبیر ہونے کے لئے منتخب ہوگئے تھے جس سے مراد عالمِ اکبر ہے اور جس کو جنابِ

امیر المومنین علیہ السلام یوں فرماتے ہیں۔ وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْاَكْبَرُ (دیکھو قرآن مجید مترجم صفحہ ۳ نوٹ نمبر ۲)

قول مترجم۔ لفظ اسم اور اسماء کی تشریح کے لئے ہم صاحب تفسیر صافی کی ایک دوسری تقریر بھی نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اسم وہ ہے جو مسمّٰے پر دلالت کرے اور اُس کے سمجھ لینے کا ذریعہ ہو جائے پس بعض اسم تو ایسے ہیں کہ اُن سے مسمّٰے کی کوئی صفت ظاہر ہوتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ اُن میں اس قسم کا اظہار نہیں ہوتا۔ پس اوّل قسم والے موصوف کی ذات پر ایک معیّن صفت کے ذریعہ سے دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً لفظ رحمٰن اُس ذات پر دلالت کرتا ہے جو صفتِ رحمت سے متّصف ہو اور لفظ قہّار اُس ذات پر دلالت کرتا ہے جس میں قہر پایا جائے وغیر ذٰلک۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے معنی میں اسم اُس مظہر پر دلالت کرے جس میں کسی ذات کی صفت اِس شان سے پائی جائے کہ وہ مظہر بھی اُسی صفت سے متصف ہو مثلاً نبی کہ وہ خدائتعالےٰ کی ہدایت کا مظہر ہے لہذا خدا کے اُس اسم کا بھی مظہر ہوا۔ اَلْهَادِيْ لِعِبَادِهٖ (اپنے بندوں کو ہدایت کرنے والا) اس اعتبار سے لفظوں سے جو نام پیدا ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسماء الاسماء یا ناموں کے نام ہیں۔ کسی نے جناب امام رضا علیہ السلام سے اسم کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ وہ اصل میں کیا ہے؟ فرمایا کہ موصوف کی صفت ہے۔ حضرتؑ کے اس جواب سے دو معنی پیدا ہوتے ہیں ایک لفظ اور دوسرے مظہر حالانکہ مظہر ہی میں زیادہ ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسم سے وہ معنی ذہنی مراد ہوتے ہیں جو لفظ سے سمجھے جاتے ہیں اسی بنا پر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث ہے کہ جس شخص نے خدائتعالےٰ کی عبادت محض وہم پر کی وہ تو یقیناً کافر ہوا اور جس نے اسم اور معنی دونوں کی عبادت کی وہ مشرک ہوا اور جس شخص نے اُس معنی کی عبادت کی جس پر تمام اسماء اُن صفات کے ساتھ دلالت کرتے ہیں جن سے اُس معنی نے اپنی ذات کو بیان کیا ہے اور اسی پر اپنے دل کی پوری توجہ صرف کی اور اُسی کا ذکر ظاہر و باطن اپنی زبان پر جاری کیا ایسے ہی لوگ سچے مومن ہیں۔ تو حضرتؑ کی مراد یہاں اسم سے وہ ذات ہے جو لفظ سے سمجھ میں آجاتی ہے خود لفظ نہیں اس لئے کہ لفظ کی عبادت نہیں کی جاتی اور معنی سے وہ ذات مراد ہے جس پر لفظ صادق آتا ہے۔ پس اسم تو ایک ذہنی معنی ہے اور اصل معنی موجود عینی ہے اور مسمّٰے وہی ہے۔ اور اسم و مسمّٰے دونوں الگ الگ ہیں مثلاً انسان کا وہ مطلب و معنی جو تمہارے ذہن میں موجود ہے وہ مطلب انسان نہیں ہے نہ اُس میں جسمیت ہے نہ حیات ہے نہ حس و حرکت ہے نہ نطق ہے نہ کوئی اور شئے ہے جو خواص انسانی سے ہو۔ صاحب تفسیر صافی کہتے ہیں کہ اُس مضمون میں جب غور کروگے تو حدیث کے معنی اچھی طرح سمجھ میں آجائینگے۔ اب اس تمہید کے بعد سمجھو کہ خدائتعالےٰ کے جتنے اسماء ہیں اُن میں سے ہر اسم کے لئے موجودات میں سے ایک مظہر ضرور موجود ہے جس میں اُسی صفت کا ظاہر ہونا غالب ہے جو اُس اسم سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اللہ کا نام اُس اعتبار سے ہے کہ اُسی صفت سے متصف ہونے کے سبب خدا کی

ذات پر دلالت کرنے والا ہے اور صورت اُس کی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے اسماء میں سے ایک ایک اسم کے ذریعے سے اپنی طرح طرح کی مخلوق میں سے ہر ہر نوع کو پیدا بھی فرماتا ہے اور اُن کی تدبیر بھی کرتا ہے۔ اس طرح سے گویا وہ اسم رب النوع ہے اور خدا تعالےٰ رب الارباب ہے۔ اسی مضمون کی طرف کلام اہل بیت علیہم السلام میں آنحضرتؐ کی دعاؤں میں اس طرح سے اشارہ ہوا ہے کہ فرماتے ہیں وَبِالِاسْمِ الَّذِي خَلَقْتَ بِهِ الْعَرْشَ وَبِالِاسْمِ الَّذِي خَلَقْتَ بِهِ الْكُرْسِيَّ وَبِالِاسْمِ الَّذِي خَلَقْتَ بِهِ الْأَرْوَاحَ (اُس اسم کا واسطہ جس سے تو نے عرش کو پیدا کیا اور اُس اسم کا واسطہ جس سے تو نے کرسی کو پیدا کیا اور اُس اسم کا واسطہ جس سے تو نے روحوں کو پیدا کیا) اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واللہ خدائے تعالےٰ کے اسمائے حسنےٰ ہم ہیں کہ بغیر ہماری معرفت کے خدائے تعالےٰ بندوں کا کوئی عمل قبول نہ کریگا جس کا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرات خدائے تعالےٰ کی ذات کی شناخت کا وسیلہ ہیں اور اُس کی صفات کے ظہور کا واسطہ اور اُس کی مخلوقات کی انواع کے رب النوع۔ کسی شخص کو کُل اسماء کا علم حاصل ہو نہیں سکتا۔ سوائے اُس صورت کے کہ وہ اُن سب کا مظہر بھی ہو اور اُس کی جبلت میں اُن سب کے قبول کی استعداد بھی ہو۔ اب یہ جو کچھ ہم بیان کر چکے اس کو سمجھنے کی کوشش کرو اور خدا سے دعا کرو تو انشاء اللہ تعالےٰ راہ راست پا لوگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۸۰

نیز فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نماز صبح پڑھا رہے تھے۔ اور ابن الکوا حضرتؑ کے پیچھے تھا۔ اُس نے بلند آواز سے یہ آیت پڑھی وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (دیکھو صفحہ ۴۲۷ سطر ۶) تو حضرتؑ تعظیم قرآن کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔ جب وہ آیت سے فارغ ہوا تو حضرتؑ نے اپنی قرأت پھر شروع کی۔ ابن الکوا نے اُسی آیت کو پھر دُہرایا۔ حضرتؑ پھر خاموش ہو گئے پھر قرأت شروع کی تو ابن الکوا نے پھر اعادہ کیا پھر بھی حضرتؑ خاموش ہو گئے اور اُس کے ختم کرنے پر فرمایا۔ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۵۵ سطر ۱۳) اس کے بعد حضرتؑ نے اُس سورت کو پورا کیا جس کو پڑھ رہے تھے اور رکوع کیا۔

قول صاحب تفسیر صافی۔ جو روایتیں نوٹ میں اور ضمیمہ میں بیان کی گئی ہیں اُن سے ظاہر قرآن کے موافق یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جب قرأت بالجہر ہو رہی ہو تو اُس کا سُننا اور خود خاموش رہنا واجب ہے مگر علمائے فریقین نے یہاں حکم وجوب نہیں سمجھا ہے بلکہ استحباب پر اور سنت مؤکدہ ہونے پر محمول کیا ہے بلکہ جب مخالف کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں اور تقیہ نہ ہو تو گو اُس کی قرأت سننے میں آتی ہو تاہم اپنی قرأت کا حکم صاف وارد ہے۔ اگرچہ مخالف کے ساتھ بدون تقیہ بھی اقتدا کرنا ممدوح ہے۔ لیکن ایسی صورت میں اپنی قرأت کے ترک نہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

قولِ مترجم۔ یہاں تقیہ سے مراد خاص ایسا تقیہ ہے جو جان کے خوف سے کیا گیا ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۸۱

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (اے رسولؐ تم کہدو کہ مالِ غنیمت اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا ہے) اُن دونوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں صرف کریں۔ تہذیب الاحکام میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے فَے اور انفال کے بارے میں منقول ہے کہ جو زمین اس طرح ہاتھ آئے کہ اُس میں نہ خون بہایا گیا ہو (اور نہ اُس میں جہاد کی نیت سے گھوڑے دوڑائے گئے ہوں) بلکہ کسی قوم سے مصالحت کی گئی ہو اور اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ دیا ہو اور جو زمین غیر آباد پڑی ہو یا پانی کی تہ میں ہو یا پانی کے راستے میں ہو یہ سب کی سب فَے اور انفال میں داخل ہے اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہے اور اللہ کا حصہ بھی اُس کے رسولؐ ہی کے اختیار میں ہے کہ جس مصرف میں چاہے اُس کو صرف کرے اور بعد رسولؐ کے امام کو بھی وہی حق حاصل ہے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انفال وہ زمینیں ہیں جن کے اوپر گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے گئے ہوں۔ یعنی اُن کے حاصل کرنے میں کدّ و کوشش نہ کی گئی ہو یا جس قوم سے مصالحت ہو گئی ہو یا جس قوم نے اپنے ہاتھ سے کچھ دیا ہو اور ہر زمین ویران اور پانی کے راستے کہ یہ سب جناب رسولِ خدا کی ملکیت ہیں اور اُنکے بعد امامِ وقت کی کہ جہاں چاہیں وہ اپنے اختیار سے خرچ کریں۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے کئی حدیثوں میں منقول ہے کہ جو شخص بغیر وارث چھوڑے مرجائے اُس کا مال داخلِ انفال ہے۔ اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔ انفال بھی ہمارے لئے ہیں اور چیدہ مال بھی ہمارے لئے ہے۔

تفسیر عیاشی میں جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ انفال ہمارا حق ہے۔ کسی نے عرض کی کہ انفال کیا ہے؟ فرمایا کہ معدنیات بھی اُن میں سے ہے اور جنگلات بھی اور ہر وہ زمین بھی جس کا کوئی مالک نہو۔ اور ہر وہ زمین بھی جس کے رہنے والے مرگئے ہوں۔ یہ سب ہمارا حق ہے۔ نیز فرمایا کہ مفتوحہ ممالک میں سے جو جاگیر کہ بادشاہوں کا حق ہو وہ داخلِ انفال ہے۔ الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انفال میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بغیر لڑائی کے کفار کے ملک سے ہاتھ آئے اور ہر وہ زمین جس سے اُس کے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں جس کو فقہاء کی اصطلاح میں فَے کہتے ہیں۔ نیز غیر آباد زمینیں جنگلات پانی کے راستے۔ بادشاہوں کی خاص جاگیریں اور ہر اُس شخص کی میراث جس کا کوئی وارث نہ ہو یہ سب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا مال ہے اور بعد رسولؐ اللہ کے اُس شخص کا جو منجانب اللہ رسولؐ اللہ کا قائمقام ہو۔ تفسیر قمی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے انفال کے بارے میں سوال کیا گیا تھا حضرتؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ آبادیاں ہیں جو ویران ہو گئی ہوں اور اُن کے باشندے جلاوطن ہو گئے ہوں۔ کہ اب وہ اللہ کی ملکیت ہیں اور اللہ کے رسولؐ کی اور جنابِ رسولِ خدا کے بعد امامؑ کی۔ اسی طرح ممالک

مفتوحہ میں سے جو بادشاہوں کی مخصوص ملکیت ہو وہ بھی مالِ امام ہے اور جن زمینوں کے حاصل کرنے میں گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے گئے ہوں وہ اور ہر وہ زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اور جن میں سے معدنیات نکلیں وہ اور اُس شخص کی میراث جس نے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو وہ سب داخلِ انفال ہیں۔ نیز فرمایا کہ یہ آیت فتح غزوۂ بدر کے دن نازل ہوئی جبکہ مخالف گروہ شکست کھا کر بھاگ گیا تو اصحاب جنابِ رسولِ خدا تین قسم کے تھے۔ ایک گروہ اُن لوگوں میں سے تھا جو خیمہ جنابِ رسولِ خدا کے پاس قائم رہے تھے اور دوسرا وہ تھا جنہوں نے مال لوٹا۔ اور تیسرا وہ تھا جنہوں نے بھاگتوں کا پیچھا کیا اور لوگوں کو قید بھی کیا اور مالِ غنیمت بھی جمع کیا جب سب غنیمت اور قیدیوں کو یکجا جمع کر چکے تو انصار نے قیدیوں کے بارے میں گفتگو شروع کی اور اللہ تعالےٰ نے یہ ہدایت فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (دیکھو صفحہ ۲۹۵ سطر ۱) جب اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے قیدی اور مالِ غنیمت مباح قرار دیدے تو سعد ابنِ معاذ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آخر ہم محروم کیوں رہیں۔ نہ تو ہم نے جہاد سے دست کشی کی اور نہ ہم نے دشمن کے پیچھے دوڑنے سے بزدلی کا اظہار کیا بلکہ ہم تو اس اندیشے سے ٹھہرے رہے کہ اگر آپ کے موقعے کو خالی پائیں تو ایسا نہ ہو کہ اُن کا گروہ ادھر آپڑے۔ اسی لئے حضور کے خیمہ کے پاس بڑے بڑے مہاجرین اور انصار جمع رہے اور ان میں سے ایک بھی نہیں سرکا۔ اب یا رسولؐ اللہ! آدمی تو بہت سے ہیں اور مالِ غنیمت تھوڑا ہے اگر آپ نے انہی لوگوں کو دیدیا تو آپ کا ساتھ دینے والوں کے لئے تو کچھ بھی نہیں بچیگا۔ خوف اس شخص کو یہ تھا کہ کہیں جنابِ رسولِ خدا غنیمت اور مقتولین کے مال کو جہاد کرنے والوں ہی پر تقسیم نہ کردیں اور اُن لوگوں کو جو خیمہ کے پاس موجود رہے کچھ بھی عطا نہ کریں اسی وجہ سے اُن میں اختلاف ہوا تھا اور اسی بنا پر اُنہوں نے آنحضرتؐ سے یہ سوال کیا تھا کہ آخر یہ غنیمت حق کس کا قرار پایا۔ تو اس کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ (دیکھو صفحہ ۲۸۱ سطر ۶) اب لوگ سمجھے کہ مالِ غنیمت میں اُن کا کچھ حصہ ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ (دیکھو صفحہ ۲۸۹ سطر ۱) پس جنابِ رسولِ خدا نے وہ مالِ غنیمت بحصۂ مساوی اُن سب لوگوں میں تقسیم کردیا۔ اس پر سعد ابنِ ابی وقاص نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آپ ایک لڑنیوالے کو جس نے قوم کی حمایت میں جان لڑا دی ایک کمزور کے برابر جو اپنی جگہ ہی بیٹھا رہا عطا فرماتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تم کو جو مدد ملتی ہے وہ ان کمزوروں ہی کی (دعاؤں کی) بدولت ملتی ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے غنیمتِ بدر میں سے خمس نہیں لیا۔ بدر کے بعد سے خمس لینا شروع فرمایا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۸۳

تفسیر قمی میں ہے کہ غزوۂ بدر کا اصلی سبب یہ تھا کہ قریش

کا تجارتی قافلہ ملک شام کی طرف گیا تھا جس میں اُن کی بڑی بڑی رقمیں لگی ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ مدینہ سے نکلیں اور اس قافلے کو گرفتار کرلیں اور اُن کو یہ بھی خبر دی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے حتمی وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک پر مجھے فتح عنایت فرمائیگا یا قافلۂ تجارتی پر یا اعیانِ قریش پر اسی بنا پر آنحضرتؐ تین سو تیرہ اصحاب کو لیکر نکل کھڑے ہوئے اور بدر کے قریب قریب جا پہنچے اُدھر ابوسفیان قافلۂ تجارتی کا سردار تھا اُسے جب یہ اطلاع ملی کہ آنحضرتؐ قافلۂ تجارتی کی مخالفت کے خیال سے نکلے ہیں تو وہ بہت ہی ڈرا اور شام کی طرف جلد جلد چلا۔ جب مقام نقرہ پر پہنچا تو اُس نے ضمضم ابنِ عمرو خزاعی کو دس اشرفی اجرت پر مقرر کیا اور ایک نوجوان اونٹنی اُس کو عطا کی اور اُس سے یہ کہا کہ تو قریش کے پاس چلا جا اور اُن کو یہ خبر پہنچا دے کہ محمدؐ اور نوجوانانِ اہل یثرب تمہارے قافلہ کی گرفتاری کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے اب تم اپنے قافلہ کی خبر لو اور ابوسفیان نے اس شخص کو یہ بھی وصیت کی کہ اپنے ناقہ کی ناک میں نکیل ڈال لے اور اُس کے کان کاٹ ڈالے کہ خون بہتا ہوا جائے اور اپنا کپڑا آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالے اور جب مکہ میں پہنچے تو اپنا منہ اُونٹ کی دُم کی طرف کرلے اور بہت بلند آواز سے چیخ کر یہ کہے کہ اے آلِ غالب! اے آلِ غالب! لطیمہ۔ لطیمہ۔ قافلہ لُٹ گیا۔ قافلہ لُٹ گیا۔ خبر لو۔ خبر لو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم خبر نہیں لیتے اور وہاں محمدؐ اور نوجوانانِ اہلِ یثرب تمہارے قافلہ کو لوٹنے پر مستعد ہوگئے۔ الغرض ضمضم تیز تیز مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہاں عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم کے پہنچنے سے تین دن پہلے خواب میں دیکھا کہ ایک سوار مکہ میں آیا ہے اور وہ آواز دے دے کر یہ کہتا ہے کہ اے آلِ غدار! اے آلِ غدار! تیسری صبح کو تم اپنے اپنے مقتلوں میں پہنچ جاؤ گے۔ پھر وہ اپنے اونٹ کو کوہِ ابوقبیس پر لے گیا اور وہاں سے ایک پتھر اٹھا کر اُسے پہاڑ پر دے مارا اور قریش کا کوئی گھر ایسا باقی نہ بچا کہ اُس پتھر کی کرچ اُس میں نہ پہنچی ہو۔ اور وادیٔ مکہ کا نشیبی حصہ سب خون سے بھر گیا۔ یہ دیکھکر عاتکہ خوف زدہ بیدار ہوئیں اور عباس کو اس خواب کی خبر دی۔ عباس نے اُس کی خبر عتبہ بن ربیعہ کو کی۔ عتبہ نے کہا کہ یہ کوئی نئی مصیبت قریش پر آنے والی ہے اور اس خواب کو تمام قریش میں افشاء کردیا۔ ابوجہل کو جب یہ خبر ملی تو اس نے کہا عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا لات و عزّے کی قسم یہ اولادِ عبدالمطلب میں سے دوسری نبیہ بننا چاہتی ہے۔ ہم تین دن انتظار کریں گے اگر عاتکہ نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سچ ہے تو جیسا اس نے دیکھا ہے ہو جائیگا اور اگر اس کے خلاف ہوا تو آپس میں ایک نوشتہ لکھیں گے کہ بنی ہاشم کے مردوں یا عورتوں سے جھوٹا خاندان عرب بھر میں اور کوئی نہیں ہے جب اسے ایک دن گذر گیا تو ابوجہل نے کہا لو ایک دن تو گذر گیا جب دوسرا دن ہوا تو ابوجہل نے

لطیمہ سے قریش کا وہ قافلہ مراد ہے جس کو ابوسفیان ملک شام سے لیکر آیا تھا اور اس میں قریش کا مال موجود تھا اور اُس میں قریش کے چالیس شتر سوار بھی تھے۔ ۱۲ مترجم

کہا لو یہ دو دن بھی گذر گئے۔ اب تیسرا دن ہونا تھا کہ ضمضم وادی مکہ سے یہ چیختا ہوا آیا۔ اے آلِ غالب! اے آلِ غالب! لطیمہ لطیمہ۔ قافلہ قافلہ۔ خبر لو۔ خبر لو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم تو خبر نہیں لیتے اور اُدھر محمدؐ اور نوجوانانِ یثرب تمہارے قافلے کو لوٹنے کے لئے جس میں تمہارے خزانے ہیں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے تمام مکہ میں شور مچا دیا اور لڑائی کے لئے نکلنے کی تیاری ہونے لگی۔ سہیل ابنِ عمرو۔ صفوان ابنِ امیہ اور ابوالبختری ابن ہشام۔ عتبہ و شیبہ پسرانِ حجاج و نوفل ابنِ خویلد آمادہ ہو گئے۔ اُنہوں نے کہا کہ اے گروہِ قریش! واللہ اس سے زیادہ کوئی سخت مصیبت تم پر پڑی ہی نہیں کہ محمدؐ اور نوجوانانِ اہلِ یثرب لالچ میں آجائیں۔ اور تمہارے قافلے کو لوٹنا چاہیں جس میں تمہارے خزانے ہوں واللہ کوئی قریشی مرد اور کوئی قریشی عورت ایسی نہیں ہے جس کا اس قافلے میں کچھ نہ کچھ حصہ نہو۔ دد کے لئے مستعد ہو جاؤ اور یہ سمجھ لو کہ اس سے زیادہ کوئی ذلت اور حقارت ہو ہی نہیں سکتی کہ محمدؐ کو تمہارے مال کے لینے کی خواہش پیدا ہوا اور وہ تم میں اور تمہارے مالِ تجارت میں جدائی ڈالدے۔ صفوان ابنِ امیہ نے پانچسو اشرفی نکالی اور اُس سے سامان کرنا شروع کر دیا۔ اتنا ہی مال سہیل ابنِ عمرو نے نکالا اور قریش کے بزرگوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا جس نے کچھ نہ کچھ مال نہ نکالا ہو اور کچھ نہ کچھ قوت نہ پہنچائی ہو اور سواریاں اکٹھی نہ کی ہوں۔ خود آپے سے باہر ہو کر سرکش اور سدھی ہوئی سواریوں پر سوار ہو ہو کر نکل کھڑے ہوئے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ۔ (دیکھو صفحہ ۲۹۰ سطر ۹) ان کے ساتھ عباس ابنِ مطلب۔ نوفل ابنِ حارث اور عقیل ابنِ ابیطالب کو بھی نکلنا پڑا اور گانے والی لونڈیوں کو بھی ساتھ لیکر نکلے۔ شرابیں پیتے جاتے تھے اور دف بجاتے جاتے تھے اُدھر جناب رسُول خدا تین سو تیرہ آدمیوں کو لیکر برآمد ہوئے اور جب مقام بدر رات بسے کے فاصلے پر رہا تو آنحضرتؐ نے بشر ابنِ ابی الرغبار اور محمد ابنِ عمرو کو بطور جاسوس تجارتی قافلہ کی خبر لانے کو بھیجا یہ دونوں چاہِ بدر پر وارد ہوئے۔ اپنی سواریاں بٹھائیں۔ پانی نکال کر پیا۔ اور پلایا اور دو لونڈیوں کو آپس میں ایک دوسری سے لڑتے سُنا کہ ایک کا دوسری کے ذمے ایک درم چاہیئے تھا اور وہ اُس کا مطالبہ کر رہی تھی اور اُس مدیونہ نے یہ کہا تھا کہ قریش کا تجارتی قافلہ کل تو فلاں مقام پر ٹھیرا تھا اور کل یہاں آئیگا۔ میں انکی خدمت کروں گی اور اُجرت جو ملیگی اُس سے تیرا درم ادا کر دوں گی۔ لونڈیاں تو دونوں چلدیں اور جاسوسوں نے جو کچھ سُنا تھا جناب رسُولِ خدا کو سُنایا۔ اُدھر ابوسفیان قافلہ تجارتی کے ساتھ آیا مگر بدر کا سواد نظر آنے لگا تو قافلہ سے آگے بڑھ کر تیز تیز تنہا چلا یہانتک کہ چشمہ بدر پر پہنچا۔ یہاں ایک شخص قبیلہ جہنیہ سے تھا جس کو کسب الجہنی کہتے تھے اس سے ابوسفیان نے کہا۔ کہ اے کسب! آیا تجھے محمدؐ اور اُن کے اصحاب کا کچھ علم ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ لات و عزے کی قسم اگر تو نے محمدؐ کے معاملے کو ہم سے چھپایا تو قریش کی اور تیری ہمیشہ کے لئے عداوت ہو جائیگی۔ اس لئے کہ قریش میں سے ایک بھی متنفس ایسا نہیں ہے جس کا اس قافلہ میں بیس درہم

یا زائد کا حصہ نہ ہو لہٰذا تو مجھ سے اصل معاملے کو پوشیدہ نہ کیجیو۔ کسب نے کہا واللہ مجھے محمدؐ اور اُنکے اصحاب کا باقاعدہ تو کوئی علم نہیں ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے آج دو سوار دیکھے تھے کہ وہ یہاں آئے اور اس جگہ سواریاں ٹھیرائیں اور پانی پیا اور چلے گئے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کون تھے۔ ابوسفیان یہ سُنکر اُن کے اونٹوں کے ٹھیرنے کے مقام پر آیا اور مینگنیاں اپنے ہاتھ میں لیکر توڑیں تو اُن میں کھجور کی گٹھلیاں پائیں تو کہا یہ تو یثرب کا چارہ ہے واللہ یہ ضرور محمدؐ کے جاسوس تھے۔ اتنا کہکر اُلٹے ہی پاؤں بھاگا اور قافلہ کو جاکر حکم دیا کہ وہ سمندر کے کنارے کنارے ہولیں اور معینہ راستہ چھوڑ دیں اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور بڑے تیز تیز چلدیئے اُدھر جبرئیلؑ امین جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ خبر دی کہ قافلہ تو اس طرح راستہ چھوڑ گیا اور قریش اپنے قافلہ کی حمایت میں آگئے۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اُن سے لڑیئے اور نصرت کا وعدہ دیا ہے۔ اُس وقت آنحضرتؐ چشمۂ صفراء کے کنارے اُترے ہوئے تھے۔ آپ نے چاہا کہ اپنے ساتھیوں کی آزمائش کریں کیونکہ گھر میں بیٹھے بیٹھے تو سب نے آنحضرتؐ کو مدد دینے کے لمبے چوڑے وعدے کئے تھے۔ پس آنحضرتؐ نے اب ان کو اطلاع دی کہ لوگو! قافلۂ تجارتی تو نکل گیا اور قریش اپنے قافلے کی حمایت میں آگئے اور اللہ نے مجھے حتماً حکم دیا ہے کہ میں اُن سے لڑوں۔ یہ سُنتے ہی اصحابِ رسولِ خدا کے چھکے چھوٹ گئے اور مارے خوف کے ان کا حال پتلا ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! مجھے مشورہ تو دو۔ یہ سُننا تھا کہ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسولؐ اللہ! یہ قریش ہیں اور تکبّر میں ڈوبے ہوئے ہیں جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہیں لائے اور جب سے عزت پائی کبھی ذلیل نہیں ہوئے اور آج تک لڑائی کے لئے گروہ بندی کرکے باہر نہیں نکلے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ لوگو! مجھے مشورہ دو۔ اس مرتبہ حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور اُنہوں نے بھی ابوبکر کی سی باتیں بنائیں اور حکم وہی سُنا۔ اب حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسولؐ اللہ! یہ قریش ہیں اور تکبّر میں ڈوبے ہوئے ہیں تو ہوا کریں ہم تو آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کرچکے ہیں اور ہم تو اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ برحق ہے اور اللہ کے پاس سے ہے واللہ اگر آپ ہم کو حکم دینگے کہ ہم آگ میں کود پڑیں تو ہم آگ میں کود پڑینگے۔ اور اگر یہ حکم دینگے کہ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جائیں تو ہم گھس جائیں گے اور ہم آپ سے وہ فقرہ نہیں کہینگے جو بنی اسرائیل نے موسےٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔ کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (دیکھو صفحہ ۱۷۶ سطر ۸) بلکہ ہم تو آپ سے یہ عرض کرینگے اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّقَاتِلُوْنَ (چلئے آپ اور آپ کا پروردگار لڑے۔ ہم بھی آپکے ساتھ لڑنیوالوں میں ہونگے) آنحضرتؐ نے مقدادؓ کو جزائے خیر کی دعا دی۔ وہ بیٹھے۔ پھر فرمایا کہ لوگو! مجھے مشورہ دو۔ اب سعد ابن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا آپ ہم انصار کی رائے طلب فرماتے ہیں؟ فرمایا بیشک۔ عرض کی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

لوگ نکلے تو کچھ اور سوچکے تھے اور اب حکم کچھ اور آگیا۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! میری ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہم تو آپ پر ایمان لا چکے اور آپکی تصدیق کر چکے اور اس بات کی گواہی دے چکے کہ آپ خدا کے پاس سے جو کچھ بھی لائے ہیں وہ برحق ہے جو کچھ آپ کا جی چاہے ہم کو حکم دیجئے اور ہمارے مالوں میں سے جتنا جتنا حضور کا جی چاہے لے لیجئے اور جتنا جتنا جی چاہے چھوڑ دیجئے اور مجھے تو وہ جو آپ لے لینگے۔ بہ نسبت اُس کے جو آپ چھوڑ دینگے زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ خدا کی قسم اگر آپ حکم دینگے کہ ہم اس سمندر میں کود پڑیں تو ہم آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ واللہ میں کبھی اس راستے سے نہیں آیا اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے اور ہم مدینہ میں ایسے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں جو آپ کی خاطر جہاد کرنے میں ہم سے بڑھے رہیں گے اور اُن کو یہ خبر ہوتی کہ لڑائی پیش آئیگی تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ ڈاک بیٹھی ہوئی ہے اور ہم دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم مقابلہ خوب ڈٹ کر کرینگے اور لڑائی میں ذرا بھی ہمت نہ ہاریں گے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ذریعے سے آپکی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بہم پہنچائیگا پس اگر نتیجہ وہی نکلا جو کچھ کہ آپ چاہتے ہیں تو واہ وا اور اگر (خدانخواستہ) خلاف ہوا تو آپ سواری پر بیٹھ جائیں اور ڈاک بدلتے ہوئے ہمارے لوگوں سے جا ملیں (سعد ابن معاذ کی ڈھارس بندھانے والی تقریر سُن کر) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ اس کے خلاف کرے گا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ فلاں اس جگہ مارا گیا۔ اور فلاں اس جگہ قتل کیا گیا۔ ابوجہل یہاں خون میں لوٹا اور عتبہ بن ربیعہ وہاں شیبہ بن ربیعہ یہاں مقتول ہوا اور منبہ اور بنیہ پسرانِ حجاج وہاں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے حتمی وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک پر مجھکو کامل فتحیابی عنایت فرمائیگا اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہ کریگا۔ اُس وقت حضرتؐ پر جبرئیلؑ امین یہ آیت لیکر آئے كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ... تا ... وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۸۲ سطر ۱۳ تا سطر ۱) پس جناب رسولِ خدا نے کوچ کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ عشاء کے وقت چشمۂ بدر کے کنارے شامی پڑاؤ پر آ اُترے۔ اُدھر سے قریش بھی آئے اور وہ یمنی پڑاؤ پر اُترے اور اُنہوں نے اپنے غلاموں کو پانی لانے کے لئے بھیجا۔ اصحابِ جنابِ رسولِ خدا نے اُن کو پکڑ لیا اور قید کر لیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قریش کے غلام ہیں پوچھا تو بتاؤ کہ قافلہ تجارتی کہاں ہے؟ جواب دیا کہ ہم کو قافلہ کی کچھ خبر نہیں پس یہ اُن کو مارنے لگے۔ آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اپنی نماز قطع کر دی فرمایا کہ جب یہ لوگ سچ بول رہے ہیں تو تم اُن کو مارتے ہو اور اگر یہ تم سے جھوٹ بولیں گے تو ان کو چھوڑ دو گے۔ اِن کو میرے سامنے لاؤ چنانچہ اُن کو آنحضرتؐ کے سامنے لائے آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ عرض کی کہ اے محمدؐ! ہم قریش کے غلام ہیں۔ فرمایا یہ لوگ تعداد میں کتنے ہیں؟ عرض کی کہ حضرتؐ ہم کو تعداد کی خبر نہیں فرمایا روز کتنے اونٹ نحر کئے جاتے ہیں عرض کی نو سے دس تک۔ فرمایا کہ نو سو سے کم نہیں اور ہزار سے زیادہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ بنی ہاشم میں سے کون کون ہیں؟ عرض کی عباس ابن عبدالمطلب۔ نوفل ابن

حارث اور عقیل ابنِ ابیطالب ہیں۔ پھر غلاموں کی نسبت حکم دیا کہ اِن کو قید رکھا جائے۔ قریش کو یہ خبر پہنچی تو اُن کا ڈر کے مارے بہت ہی بُرا حال ہوا۔ یہاں عتبہ بن ربیعہ ابوالبختری ابنِ ہشام سے ملنے گیا تو اُس سے کہا کہ بھلا تم نے یہ زیادتی دیکھی خدا کی قسم مجھے تو چلنے کی جگہ بھی نہیں سوجھتی ہم تو اپنے قافلۂ تجارتی کی حمایت کے لیے نکلے تھے اور وہ راستہ بدلکے چل دیا تو ہمارا آگے بڑھکر آنا محض ظلم و زیادتی ہے خدا کی قسم جس قوم نے زیادتی کی کبھی فلاح نہیں پائی اور مجھے تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ میں اولادِ عبد مناف کا جتنا مال تھا وہ سب ہی تلف ہو جاتا۔ لیکن ہم اس راستے نہ آتے۔ ابوالبختری نے کہا کہ آپ تو سرداران قریش میں سے ایک سردار ہیں ذرا لوگوں میں چلئے پھریئے اور جس قافلۂ تجارتی کو محمدؐ اور اُن کے اصحاب نے مقام نخلہ پر نقصان پہنچایا تھا اُس نقصان کی اور ابنِ حضرمی کے خون کی ذمہ واری سے لیجئے کہ وہ آپ کا حلیف تھا۔ عتبہ نے کہا کہ تو تم مجھے یہ رائے دیتے ہو حالانکہ سوائے ابنِ حنظلہ یعنی ابوجہل کے اور کوئی ہم میں سے میرے خلاف نہیں ہوگا اچھا تم ابوجہل کے پاس چلے جاؤ اور اس کو اطلاع دیدو کہ میں اس نقصان کا بھی ذمہ وار ہوں جو قافلے نے محمدؐ کے ہاتھوں نخلہ کے مقام پر اُٹھایا تھا اور ابنِ حضرمی کی دیت کا بھی۔ ابوالبختری کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے خیمہ کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی زرہ نکال رہا ہے۔ میں نے اُس سے جا کر کہا۔ کہ ابوالولید نے مجھ کو آپ کے پاس بطور ایلچی کے بھیجا ہے۔ یہ سُنکر ابوجہل بڑا خفا ہوا اور بولا کہ عتبہ کو سوائے تیرے کوئی ایلچی نہیں ملا میں نے کہا کہ خدا کی قسم اگر اس کے سوائے کوئی اور بھیجنے والا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ مگر چونکہ ابوالولید سردارِ قبیلہ ہے اتنا سُننا تھا کہ ابوجہل پھر آپے سے باہر ہو گیا اور بولا تو اُس کو سردارِ قبیلہ کہتا ہے میں نے کہا کہ میں اُسے کیا کہتا ہوں سب قریش یہی کہتے ہیں اس لئے کہ اُسی نے تو سارے قافلہ کا نقصان اپنے ذمہ لیا ہے اور ابنِ حضرمی کی دیت بھی۔ ابوجہل بولا کہ عتبہ کی زباں درازی ظاہر ہے۔ اور اُس کا کلام بھی بہت فصیح و بلیغ ہوتا ہے اور چونکہ وہ بنی عبدِ مناف سے ہے اس لئے وہ بلاشک و شبہ محمدؐ کی پیچ کرتا ہے اور اس کا بیٹا اُسکے ساتھ ہے اور یہ اُس کو لوگوں میں چھوڑ کر چلدینے کا ارادہ کرتا ہے۔ لات و عزّے کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا جب تک کہ ہم یثرب پہنچکر اُن پر ہجوم نہ کریں اور اُن کو قید نہ کرلیں اور مکہ میں ان کو قیدی کی حیثیت سے لیکر آئیں۔ تمام عرب اس کی خبر سُن لے اور پھر ہمارے اور ہمارے مقامِ تجارت کے مابین کوئی مانع باقی نہ رہے۔ اصحابِ رسولِ خدا کو جو گروہِ قریش کی کثرت کی خبر پہنچی تو مارے ڈر کے ان کی بہت ہی بُری حالت ہوئی اور لگے رونے پیٹنے شکائتیں کرنے اور استغاثہ کرنے۔ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیتیں نازل فرمائیں اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (دیکھو صفحہ ۲۸۲ سطر ۱۱ الغایۃ صفحہ ۲۸۳ سطر ۳) جب شام ہوئی اور اندھیری خوب چھا گئی تو اصحابِ جنابِ رسولِ خدا کو نیند آگئی اور اللہ نے اُن پر پانی

برسایا کیونکہ آنحضرتؐ ایسے موقعے پر ٹھیرے ہوئے تھے جس میں ریت کے سبب سے پاؤں نہیں جمتے تھے۔ پس اللہ نے اُن پر تو اِتنا مینہ برسایا کہ زمین سخت ہوگئی اور پاؤں جمنے لگے جو خدائتعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَھِّرَکُمْ بِہٖ وَیُذْھِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ (دیکھو صفحہ ۲۸۳ سطر ۴ تا ۶) یہ اس لئے فرمایا کہ بعض اصحاب محتلم ہوگئے تھے آگے فرماتا ہے وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِہِ الْاَقْدَامَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۳ سطر ۶) قریش پر تو یہ مینھ لگاتار پڑا تھا اور اصحابِ جناب رسولِ خدا پر پھوہار یعنی اتنا کہ جس سے صرف زمین مضبوط ہوجائے۔ اب قریش پر بڑا خوف چھا گیا اور وہ محافظت لگے کرنے کہ کہیں شبخون نہ مارا جائے۔ آنحضرتؐ نے عمّار ابن یاسر اور عبداللہ ابن مسعود کو بھیجا اور فرمایا کہ تم اِن لوگوں میں جا گھسو اور اِن کی خبریں ہمارے پاس لاؤ۔ یہ دونوں اُن کے لشکر کو کھوندتے پھرے جسے اُنہوں نے دیکھا ڈرتا ہؤا اور پریشان پایا اتنے میں گھوڑیاں ہنہنائیں اور بڑی دیر تک ہنہناتی رہیں۔ پھر منیّہ ابنِ حجّاج کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ آج تو بھوک ہمیں سونے ہی نہیں دیتی ضرور ہے کہ یا تو ہم مرجائیں یا بھوک ہی ہم کو مار ڈالیگی۔ راوی حدیث جنابِ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واللہ اُس وقت وہ سب پیٹ بھرے تھے اُنہوں نے جو اُس وقت ایسا کہا تو خوف کے مارے کہا تھا کیونکہ اللہ نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے۔ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (دیکھو صفحہ ۲۸۳ سطر ۸) جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو ترتیب سے کھڑا کیا۔ آنحضرتؐ کے لشکر میں کُل دو گھوڑے تھے ایک زبیر بن العوام کا اور ایک مقدادؓ کا اور سارے لشکر میں کُل ستّر اونٹ تھے جن پر اُترتے چڑھتے آئے تھے چنانچہ جناب رسولِؐ خدا اور حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور مرثد ابنِ ابی المرثد غنوی تینوں ایک ہی اونٹ پر اُترتے چڑھتے آئے تھے اور اُس اونٹ کا مالک مرثد تھا۔ اُدھر قریش کے لشکر میں چار سَو تو گھوڑے ہی گھوڑے تھے پس جب آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو سامنے ترتیب سے کھڑا کر لیا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو اور لڑائی کی ابتدا تم ہرگز نہ کرنا اور نہ تم میں سے کوئی کسی سے بات کرے۔ قریش نے جب اصحابِ رسولِؐ خدا کی تعداد کم دیکھی تو ابوجہل بولا یہ تو ایک جانور کا کھاجا ہیں اگر ہم اپنے غلاموں کو بھی انکی طرف بھیجدینگے تو اِن سب کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر لے آئینگے عتبہ بن ربیعہ نے کہا یہ بھی تم کو خبر ہے کہ کہیں گھات میں نہ بٹھا رکھے ہوں اور کوئی کمک پیچھے سے نہ آتی ہو۔ اِس پر عمرو ابنِ وہب جمحی کو بھیجا جو بڑا بہادر سوار تھا۔ اُس نے اپنا گھوڑا پھینکا یہاں تک کہ جنابِ رسولِؐ خدا کے سارے کیمپ کا کاوا کاٹ گیا۔ پھر میدان میں بلندی کے اُوپر چڑھا اور وہاں سے خوب چیخکر آواز دی۔ پھر قریش کے پاس لوٹکر آیا اور کہا کہ نہ تو اُن کی کوئی گھات معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی کمک آنیوالی ہے بلکہ یہ یثرب کے آبکش اونٹ ہیں جو موت کو زاد کر لائے ہیں (یعنی ایسے مَن چلے بہادروں کو لائے ہیں جو ہمارے لئے بمنزلۂ موت ہیں) ایک کے مُنہ سے بھی آواز تو نکلتی نہیں مگر یہ سانپوں کی طرح اپنے اپنے ہونٹ چبا رہے

ہیں اور سوائے اپنی تلواروں کے اور کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں پاتے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُسوقت تک بیٹھ نہ پھر اینگے جب تک کہ قتل نہ کر دئے جائیں۔ اور اُس وقت تک قتل نہ ہونگے جب تک کہ تم میں سے اُن کے برابر قتل نہ ہو چکیں۔ تم سوچ سمجھ کے رائے قائم کرو۔ ابوجہل نے کہا تو جھوٹا اور بزدل ہے اہلِ یثرب کی تلواریں دیکھ کر تیرا چھیپھڑا پھول گیا ہے۔ اور تیری سٹی گم ہو گئی ہے۔ اِدھر اصحابِ جنابِ رسُول خدا نے جو قریش کی کثرت اور قوت دیکھی تو حد سے زیادہ پریشان ہو گئے۔ پس خدا تعالےٰ نے اُس وقت اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۲۹۳ سطر ۸) حالانکہ خدائے تعالےٰ یہ جانتا تھا کہ نہ وہ صلح کی طرف مائل ہونگے اور نہ صلح کی بات کا جواب دیں گے۔ لیکن اس آیت کے نازل کرنے سے یہ مطلب تھا کہ اصحابِ رسولؐ کا دل خوش ہو جائے جناب رسولِ خدا نے قریش کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ اے گروہِ قریش مجھے عرب بھر میں سب سے زیادہ یہ بات ناگوار ہے کہ میری پہلے پہل تم سے لڑائی ہو۔ پس تم مجھے اور عرب کو چھوڑ دو اگر میں سچا ہوں تو میرے سبب سے تمہاری عزت بڑھے گی۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا کام تمام کرنیکو یہ عرب کے بھیڑیئے ہی کافی ہونگے تم اپنی عزت و آبرو کے ساتھ یوں کے یوں ہی لوٹ جاؤ۔ عتبہ نے یہ سُنکر کہا کہ واللہ جن لوگوں نے ایسی بات رد کی انہوں نے کبھی فلاح نہیں پائی۔ پھر ایک سُرخ اونٹ پر جو اُس کا تھا سوار ہوا۔ آنحضرتؐ دیکھ رہے تھے کہ وہ اُسے لشکر میں گھماتا پھرتا تھا اور سب کو لڑائی سے روکنے کی کوشش کرتا تھا۔ آنحضرتؐ نے کہلا بھیجا کہ اگر کسی میں کچھ نیکی باقی ہے تو اس سُرخ اونٹ والے میں ہے۔ اگر اس کی مانو گے تو نتیجہ اچھا ہوگا۔ اب عتبہ آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ اے گروہ قریش! سب قریب آ جاؤ اور میری بات سنو۔ جب وہ قریب آ گئے تو اس طرح اُن سے خطاب کیا۔ برکت وسعتِ خیال کے ساتھ ہے۔ اور وسعتِ خیال برکت کے ساتھ ہے۔ اے گروہ قریش آج تم میری بات مان لو پھر چاہے عمر بھر نہ ماننا۔ اسوقت مکہ کو لوٹ چلو۔ شرابیں پیو۔ سیاہ چشم عورتوں سے معانقہ کرو۔ اس میں شک نہیں کہ محمدؐ کے ذمے کچھ تمہارے مطالبات ہیں مگر وہ تمہارا ابنِ عم ہے تو اب تو تم لوٹ ہی چلو اور میری رائے کو رد نہ کرو ایک مطالبہ تو تم محمدؐ سے اُس قافلہ کا کرتے ہو جو انہوں نے نخلہ میں گرفتار کر لیا تھا اور ایک ابنِ حضرمی کے خون کا حالانکہ وہ میرا حلیف تھا اور اُس کی دیت میرے ذمے ہے ابوجہل نے جو یہ سُنا اُس کو سخت غصہ آیا اُس نے کہا کہ عتبہ بڑا زبان دراز اور باتون آدمی ہے اگر اس کے کہنے سے اس وقت قریش لوٹ گئے تو ہمیشہ کے لئے قریش کا سردار یہی ہو جائیگا۔ پھر وہ بولا کہ اے عتبہ تو نے اولادِ عبدالمطلب کی تلواریں دیکھیں اور اُن سے ڈر گیا اور تیرا چھیپھڑا پھول گیا (ہاتھ پاؤں پھول گئے) لوگوں کو لوٹ جانے کی رائے دیتا ہے حالانکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اپنے خون کا بدلہ لے لیتے ہیں۔ عتبہ یہ سُنکر اپنے اُونٹ سے اُترا اور اُس نے ابوجہل پر حملہ کیا جو گھوڑے پر سوار تھا اُس کے بال پکڑ لئے اور لوگوں نے کہا کہ تو اُس کو قتل کرتا ہے۔ اُس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور کہا کہ مجھ جیسے آدمی کو تو بزدلی کا الزام لگاتا ہے۔ قریش کو ابھی ابھی معلوم ہو جائیگا کہ ہم میں سے زیادہ بزدل اور بخیل اور

اپنی قوم کے لئے سب سے زیادہ مفسد کون ہے لے اب تو موت کی طرف کھلی آنکھوں میں اور تو ہی چل رہے ہیں پھر کہا کہ یہ تو میرا عمل ہے اور اس کی خوبی جو کچھ ہے اسی میں ہے اور ہر شخص جیسی کریگا ویسی بھریگا۔ پھر اُسکے بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے چلا لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالولید خدا سے ڈر اپس کی قوت میں پھوٹ نہ ڈال۔ تو اوروں کو ایسی باتوں سے باز کیا رکھیگا جبکہ تو خود ہی ایسی باتوں کا مرتکب ہوتا ہے بہرحال ابوجہل کو اُنہوں نے اُس کے ہاتھ سے چھڑا لیا اُس وقت عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کی طرف نظر کی اور بولا کہ بیٹا! اُٹھو اور خود بھی اُٹھا۔ زرہ پہنی لوگوں نے اُس کے لئے خود تلاش کیا مگر اُس کا سر اتنا بڑا تھا کہ اُس کے سر کے برابر کا خود نہیں ملا تو اُس نے دو عمامے اپنے سر پر لپیٹے پھر تلوار اٹھائی اور وہ خود اور اُسکا بیٹا اور بھائی آگے بڑھے اور آواز دیکے کہا کہ اے محمدؐ قریش میں سے جو ہمارے ہمسر ہیں اُنکو ہمارے مقابلہ کے واسطے بھیجدو۔ اِدھر سے انصار کے تین آدمی عفراء کے بیٹے عوذ معوذ اور عوف اُن کے مقابلہ کے لئے نکلے عتبہ نے کہا کہ تم کون ہو؟ اپنا نسب بیان کرو تاکہ ہم تمکو پہچان لیں۔ یہ بولے کہ ہم عفراء کے بیٹے خدا اور رسولِ خدا کے انصار ہیں۔ اُنہوں نے کہا تم لوٹ جاؤ۔ ہم تم سے مقابلہ نہیں چاہتے۔ ہم تو قریش میں سے اپنا ہمسر چاہتے ہیں۔ چنانچہ جنابِ رسولِ خدا نے اُنکے پاس کسی کو بھیجکر حکم دیا کہ تم لوٹ آؤ وہ لوٹ آئے اور اپنی جگہ آکر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرتؐ بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ پہلا حملہ انصار کریں پھر حضرتؐ نے عبیدہ ابنِ حارث ابنِ عبدالمطلب کی طرف نظر کی۔ جن کا سن ستر برس کا تھا۔ اُن سے فرمایا کہ اے عبیدہ اٹھ کھڑے ہو۔ چنانچہ وہ تلوار لیکر سامنے آکھڑے ہوئے۔ پھر حمزہ ابنِ عبدالمطلب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ چچا تم بھی اٹھو پھر امیرالمومنین کی طرف دیکھکر کہا کہ اے علیؑ تم بھی اُٹھو۔ حالانکہ حضرتؐ اس وقت سب سے زیادہ کم سن تھے پھر فرمایا تم اپنا وہ حق حاصل کرو جو اللہ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اس لئے کہ قریش غرور و تکبر کے ساتھ آئے ہیں۔ ارادہ اُن کا یہ ہے کہ نورِ خدا کو بجھا دیں اور اللہ تعالےٰ کو سوائے اِس کے اور کچھ منظور نہیں ہے کہ اپنے نور کو پورا کرے تو جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے عبیدہ تم تو عتبہ کی خبر لو اور اے چچا حمزہ آپ شیبہ کی خبر لیں اور علیؑ مرتضےٰ سے کہا کہ تم ولید ابنِ عتبہ کی خبر لو۔ پس یہ چلے اور اُن لوگوں کے پاس پہنچے تو عتبہ نے کہا کہ اپنا نسب بیان کرو کہ ہم تمکو پہچان لیں عبیدہ بولے کہ میں عبیدہ ابنِ حارث ابن عبدالمطلب ہوں عتبہ بولا کہ کفوِ کریم ہو یہ دونوں کون ہیں؟ عبیدہ نے فرمایا کہ یہ حمزہ ابن عبدالمطلب ہیں اور یہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ وہ بولا یہ دونوں بھی کفوِ کریم ہیں۔ خدا اُس پر لعنت کرے جس نے ہم کو اور تم کو اس جگہ لا کھڑا کیا (مراد ابوجہل ہے جس نے لڑائی کے میدان سے واپس نہ ہونے دیا حالانکہ عتبہ دو مرتبہ اظہار رائے کر چکا تھا) اب شیبہ نے حمزہ سے کہا تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں حمزہ ابنِ عبدالمطلب شیرِ خدا اور شیرِ رسولِ خدا ہوں۔ شیبہ نے کہا کہ آج تو مجھے ہم قسم صاحبوں کے شیر سے واسطہ پڑا۔ بھلا اے شیرِ خدا! دیکھوں تو تمہارا حملہ کیسا ہے؟ عبیدہ نے تو عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ایسی ضربت اُس کے سر پر لگائی کہ اس کی کھوپری کے دو کر دئے

اُدھر اُس نے عبیدہ کی پنڈلی پر ایسی ضربت لگائی کہ اُسے کاٹ دیا اور دونوں ایک ساتھ ہی گر گئے۔ اِدھر حمزہ نے شیبہ پر حملہ کیا اور دونوں میں تلوار چلنے لگی یہانتک کہ دونوں تلواریں کُند ہوگئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی ڈھال سے بچاتا جاتا تھا اور جناب امیرالمؤمنین نے ولید ابن عتبہ پر حملہ کیا اُس کے کندھے پر ضربت لگائی اور تلوار بغل سے نِکل گئی۔ امیرالمؤمنین فرماتے ہیں کہ ولید نے اپنا داہنا کٹا ہوا ہاتھ بائیں ہاتھ سے اُٹھا کر میرے سر پر اس زور سے مارا کہ معلوم ہوتا تھا گویا آسمان زمین پر گر پڑا (اس کے بعد خود گر کر ٹھنڈا ہوگیا) پس حمزہ اور شیبہ باہم گلوگیر ہو گئے۔ مسلمانوں نے پکار کر کہا یا علیؑ دیکھتے نہیں اس کُتّے نے تمہارے چچا کو مغلوب کر لیا ہے چنانچہ علیؑ مرتضےٰ نے شیبہ پر حملہ کر دیا پھر فرمایا کہ چچا ذرا تم اپنا سر جھکا لو کیونکہ حمزہ شیبہ سے قد میں اُونچے تھے حمزہ نے اپنا سر اپنی چھاتی کے برابر کر لیا تو امیرالمؤمنین علیہ السلام نے شیبہ کے سر پر ضربت لگائی اور آدھا اُڑا دیا۔ پھر عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے اس میں ابھی کچھ جان باقی تھی اُس کا بھی خاتمہ کیا۔ اور عبیدہ کو حضرت علیؑ مرتضےٰ اور حضرت حمزہؓ اُٹھا کر جناب رسُولِ خدا کی خدمت میں لائے جناب رسُولِ خدا نے اُن کو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے عبیدہ نے عرض کی کہ یا رسُول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا میں شہید نہیں ہوں؟ فرمایا کہ تم تو میرے اہلبیت میں سے اوّل شہید ہو پھر عبیدہ بولے کاش اس وقت میرے چچا زندہ ہوتے وہ بھی یہ جان لیتے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا میں اُس کی تعمیل میں مقدم رہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کونسے چچا کو یاد کرتے ہو؟ عرض کرنے لگے کہ ابوطالبؑ کو اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں:-

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نَبْزِيْ مُحَمَّدًا وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلْ
وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَآئِنَا وَالْحَلَآئِلْ

(خدا کے گھر کی قسم تم جھوٹے ہو کہ ہم محمدؐ کو چھوڑ دیں گے حالانکہ ہم اُن کی طرف سے اپنی جانیں لڑا دینگے اور اُن کے دشمنوں کو دفع کریں گے اور اُن کو حوالہ نہ کرینگے جب تک کہ اپنی زوجہ اور اپنے بچّوں کو بھول کر اُن کے گرداگرد نہ گرا دئے جائیں) جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں کہ اُنکا بیٹا شیرِ غازی کی طرح خدا اور خدا کے رسُولؐ کی حضور میں دشمنوں کا شکار کر رہا ہے اور ان کا دوسرا بیٹا سرزمینِ حبشہ پر راہِ خدا میں جہاد کر رہا ہے۔ عبیدہ نے عرض کی کیا اس بات پر حضرتؐ مجھ سے ناراض ہوگئے؟ فرمایا نہیں۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں بلکہ تم نے میرے شفیق چچا کو مجھے یاد دلا دیا جس سے میرا دل بھر آیا۔ اُدھر ابوجہل نے قریش سے یہ کہا کہ نہ تو تم جلدی کرو اور نہ اترا ؤ جیسا کہ ربیعہ کے لونڈے اپنی اکڑفوں میں جلدی کر گئے پہلے تم اہلِ یثرب کی خبر لو ان کی کھال تک اُتار لو پھر قریش کی خبر لینا اور اُن کو فقط گرفتار کر لینا تاکہ اُن کو مکہ میں لے چلیں اور اُن کی وہ گمراہی اُن کو جتائیں جس پر وہ اڑے ہوئے ہیں۔ قریش کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو مکہ میں اسلام لا چکے تھے اور اُن کے بزرگوں نے اُن کو قید کر رکھا تھا اُس وقت وہ قریش کے ساتھ نکلکر بدر تک آئے تو تھے مگر انکے دل شک و شبہ و نفاق سے پُر تھے۔ ازانجملہ قیس ابن ولید ابن مغیرہ تھا اور ابوقیس ابن الفاکہہ حارث بن ربیعہ

علی ابن امیہ ابن خلف اور عاص ابن منبہ۔ جب انہوں نے جناب رسول خدا کے اصحاب کی کمی دیکھی تو بولے ان بیچاروں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ اب تھوڑی دیر میں مارے جائینگے۔ اسی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۱ سطر ۵) اور ابلیس ملعون سراقہ ابن مالک کی صورت میں قریش کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کہ میں تو تمہارا ہمسایہ ہوں لاؤ یہ اپنا جھنڈا مجھے دو انہوں نے اپنا جھنڈا اس کو دیدیا۔ اب اس نے اپنے شیاطین کو بلایا جن کے ذریعے سے اصحاب جناب رسولِ خدا کے دلوں میں ہول پیدا کردئے طرح طرح کے خیالات ڈالے اور ان کو پریشان کیا ادھر سے قریش آگے بڑھے جن کے آگے آگے ابلیس انکا جھنڈا لئے ہوئے تھا جناب رسولِ خدا نے اسکو دیکھا تو اصحاب کو حکم دیا کہ تم اپنی آنکھیں بند کرلو اور دانت پیسو اور جبتک میں تمکو حکم نہ دوں تلواریں نہ کھینچنا پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی اگر یہ گروہ ہلاک ہوگیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی اور اگر تجھے ہی یہ منظور ہو کہ تیری عبادت نہ کیجائے تو دوسری بات ہے۔ پھر حضرتؐ پر آثارِ نزولِ وحی طاری ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب یہ حالت دور ہوئی تو چہرۂ مبارک سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ لو! یہ جبرئیلؑ ایکہزار فرشتوں سے تمہاری پشتی کیلئے آگئے راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل آیا جس میں بجلی چمک رہی تھی اور یہ جناب رسولِ خدا کے لشکر کے اوپر آگیا۔ کسی کہنے والے کی آواز یہ کہتے سنائی دیتی تھی کہ تیز دم آگے بڑھو تیز دم آگے بڑھو۔ پھر ہم نے فضائے آسمان سے ہتھیاروں کی جھنکار بھی سنی اور ابلیسؑ نے جبرئیلؑ امین کو دیکھا تو وہ قریش کا جھنڈا پھینک کر بھاگا جسے منبہ ابن حجاج نے اٹھا لیا اور کہنے لگا اے سراقہ وائے ہو تجھ پر تو لوگوں کی جماعت کو پریشان کرتا ہے۔ ابلیس نے اس کی چھاتی پر لات ماری اور کہا میں تو تم سے الگ ہوں۔ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اسی کو خدا تعالےٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۱ سطر ۱) پھر خدا تعالےٰ نے فرمایا وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۱ سطر ۷) پس جبرئیلؑ امین نے ابلیسؑ پر حملہ کیا اور اس کے پیچھے گئے یہاں تک کہ اس نے اپنے آپ کو سمندر میں گرا دیا اور عرض کرنے لگا کہ خداوندا! تو نے جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ تو یوماً الوقتِ المعلوم تک مجھے زندہ رکھیگا تو اس کو پورا کر۔ حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جس حالت میں بھاگا جا رہا تھا ابلیسؑ نے جبرئیلؑ امین کی طرف مڑکر یہ بھی کہا تھا کہ اے شخص جو کچھ تم ہم کو عطا کر چکے ہو کیا اس میں تم کو بداء واقع ہوگیا تو کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ابلیسؑ کو خوف تھا کہ جبرئیلؑ امین اس کو قتل کردینگے؟ فرمایا یہ خوف تو نہیں تھا مگر یہ ڈر ضرور تھا کہ اسے

ایسی ضربت لگادیں گے جس کا عیب قیامت تک اُس کے لئے باقی رہیگا۔ اُس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل فرمائی اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْھُمْ کُلَّ بَنَانٍ ۵ (دیکھو صفحہ ۲۸۳ سطر ۷) کیونکہ قریش اپنے غرور و تکبر میں یہ سوچتے ہوئے آئے تھے کہ ہم نورِ خدا کو بجھا دینگے اور اللہ کو سوائے اسکے اور کچھ منظور نہ تھا کہ اپنے نور کو پورا کرے۔ اِدھر ابوجہل دونوں صفوں کے بیچ میں آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یا اللہ! محمدؐ نے قطع رحم کیا ہے اور ہمارے مقابلہ میں اُن لوگوں کو لاکر کھڑا کیا ہے جن کو ہم پہچانتے بھی نہیں بس تو آج اُسکی بات بگاڑ دے اسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ ج وَاِنْ تَنْتَھُوْا فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ج وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ج وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّلَوْ کَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۵ (دیکھو صفحہ ۲۸۴ سطر ۹) اُس وقت جناب رسولِ خدا نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر اٹھائی اور قریش کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ بگڑ جائیں یہ چہرے۔ اللہ نے اُسی وقت ایک تیز ہوا چلائی جو قریش کے چہروں پر تھپیڑ مارتی تھی اور وہی اُن کی شکست کا باعث ہوئی اور جناب رسولِ خدا نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس اُمت کا فرعون یعنی ابوجہل ابن ہشام بچکر نہ جانے پائے۔ چنانچہ قریش میں سے ستر تو قتل ہوئے اور ستر ہی قید کئے گئے اور عمرو ابن الجموح کی مٹ بھیڑ ابوجہل سے ہوئی تو عمرو نے ابوجہل کی ران پر ضربت لگائی اور ابوجہل نے عمرو کے ہاتھ پر جس سے اس کا ہاتھ بازو سے الگ تو ہوا مگر تھوڑی سی کھال کے ذریعے سے لٹکتا رہگیا تو عمرو نے اپنا ہاتھ اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر اس زور سے کھینچا کہ وہ الگ ہوگیا اور اُس کو اٹھا کر پھینکدیا۔ عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ اپنے خون میں لوٹ رہا تھا میں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے اُس نے تجھ کو ذلیل کیا۔ ابوجہل نے اپنا سر اٹھا کر کہا کہ خدا نے اپنے بندے ابنِ اُمِّ عبد (یعنی عبداللہ ابنِ مسعود) کو ذلیل کیا۔ تجھ پر وائے ہو یہ تو بتا کہ آج دین اور میدان کس کے ہاتھ رہا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ہاتھ رہا اور میں تجھے قتل کرنے والا ہوں یہ کہتے ہوئے میں نے اپنا پاؤں اُسکی گردن پر رکھدیا کہنے لگا کہ ارے چرواہے تو تو بڑی منزلت پر پہنچ گیا۔ آج کے دن کوئی چیز مجھے اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہے کہ تو اور مجھے قتل کرے ارے مجھے اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی نے قتل نہ کیا نہ اُن لوگوں میں سے جو ہمارے ہم قسم تھے۔ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بکتا ہی رہا اور میں نے اُسکے سر پر سے خود اُتارا پھر اُسے قتل کیا اور اُس کا سر لیکر جنابِ رسولِ خدا کی حضور میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! مژدہ باد یہ ابوجہل ابن ہشام کا سر ہے۔ آنحضرتؐ سجدۂ شکر بجا لائے۔ اِدھر ابوالیسر بن کعب بن عمرو انصاری نے عباس ابن عبدالمطلب اور عقیل ابن ابیطالب کو گرفتار کیا تھا اور دونوں کو لیکر جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آئے۔ حضرتؐ نے اُن سے دریافت کیا کہ اس گرفتاری میں کسی نے تمہاری مدد کی تھی؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں سفید کپڑوں والے ایک شخص نے

مدد کی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ تھا۔ پھر جناب رسولِ خدا نے عباس سے فرمایا کہ اپنی ذات کا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں تو اسلام لا چکا تھا یہ لوگ مجھ کو زبردستی لے آئے جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ آپ کے اسلام سے تو خدا آگاہ ہے اگر آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو اسکی جزائے خیر اللہ آپ کو دیگا۔ مگر ظاہر صورت میں تو آپ ہمارے برخلاف ہو کر آئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے عباس تم لوگوں نے اللہ سے لڑائی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے تم کو مغلوب کر دیا۔ پھر فرمایا کہ تم اپنی طرف سے بھی فدیہ دو اور اپنے بھتیجے کی طرف سے بھی عباس کے پاس چالیس اوقیہ سونا تھا جو لوٹ میں جناب رسولِ خدا کے پاس آچکا تھا اب جبکہ جناب رسولِ خدا نے عباس سے فرمایا کہ اپنی ذات کا فدیہ دو تو انہوں نے عرض کی کہ اس سونے کو میرے فدیے میں محسوب کر لیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جی نہیں۔ وہ تو ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے آپ سے ہمیں دلوا دی مگر اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ آپ ادا کریں۔ عباس نے کہا کہ میرے پاس سوائے اس مال کے جو مجھ سے جاتا رہا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مال تمہارے پاس ضرور ہے۔ وہ جو تم مکہ میں اُمّ الفضل کے پاس چھوڑ آئے ہو اور ان سے یہ کہہ آئے ہو کہ مجھ پر اگر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو تم آپس میں بانٹ لینا۔ اب عباس بولے تو کیا آپ مجھے محتاج ہی بنا کر چھوڑینگے کہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں۔ اس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۵ سطر) پھر فرمایا وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۵ سطر ۹) پھر جناب رسولِ خدا نے عقیل سے فرمایا کہ اے ابو یزید اللہ نے ابوجہل ابن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ منبہ و نبیہ پسرانِ حجاج اور نوفل ابن خویلد کو قتل کیا اور سہیل ابن عمرو اور نضر بن حارث بن کندہ۔ عقبہ بن ابی معیط اور فلاں اور فلاں کو قید کیا۔ عقیل بولے اچھا ہوا۔ اب تہامہ میں آپ سے جھگڑنیوالا کوئی نہیں رہا۔ اب جبکہ آپ ان لوگوں پر غالب آگئے تو اب ان کے کندھوں پر سوار ہو جیئے۔ جناب رسولِ خدا انکی یہ بات سُنکر مسکرائے بدر کے مقتول بھی ستر تھے اور قیدی بھی ستر۔ از آنجملہ جناب امیر المومنین نے تن تنہا ان میں ستائیس ۲۷ کو قتل کیا تھا (دوسروں کی نصرت میں جنکو قتل کیا ہو وہ اس سے علیحدہ رہے) مگر کسی کو قید نہیں کیا تھا۔ اب لوگوں نے سب قیدیوں کو اکٹھا کیا اور پاس پاس کر کے رسیوں میں جکڑا اور ان کو پیدل لے کر چلے اور مالِ غنیمت بھی سب اکٹھا کر لیا۔ اصحابِ جناب رسولِ خدا کا شمار کیا گیا تو ان میں سے نو شہید ہوئے تھے منجملہ ان کے سعد ابن خثیمہ آنحضرتؐ کے نقیبوں میں سے تھے۔ اب حضرت نے کوچ فرمایا اور سورج کے ڈوبتے ڈوبتے مقام اثیل پر آکر قیام کیا جو بدر سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت جناب رسولِ خدا نے عقبہ ابن ابی معیط اور نضر ابن حارث ابن کندہ کی طرف خاص نظر سے دیکھا کہ یہ دونوں ایک ہی رسی میں

بندھے ہوئے تھے۔ نضر نے عقبہ سے کہا کہ اے عقبہ! میں اور تو دونوں مارے گئے۔ عقبہ نے کہا کہ قریش میں ہوتے ہوئے؟ کہا ہاں محمدؐ نے ہماری طرف ایسی نظر سے دیکھا ہے کہ جس میں مجھے قتل کے آثار معلوم ہوئے چنانچہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ میرے پاس نضر اور عقبہ کو لیکر آؤ نضر بڑا ہی خوبصورت آدمی تھا جس کے سر پہ بال بھی تھے جنہیں پکڑ کر علیؑ مرتضےٰ اُسے کھینچتے ہوئے جناب رسولِ خدا کے پاس لے آئے نضر نے عرض کی کہ اے محمدؐ میں اُس قرابت کا واسطہ دیتا ہوں جو میرے اور آپ کے مابین ہے کہ آپ میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں جیسا کہ قریش کے ایک شخص کے ساتھ۔ اگر آپ اُن کو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اُن سے فدیہ لیں تو مجھ سے بھی فدیہ لے لیں اور اگر اُن کو آزاد کریں تو مجھے بھی آزاد کردیں۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ تیرے اور میرے مابین کوئی قرابت نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے ایسے رشتوں کو اسلام کے ذریعے سے قطع فرمادیا ہے یا علیؑ اس کو آگے بڑھاؤ اور اس کی گردن مار دو۔ پھر عقبہ بولا کہ اے محمدؐ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ قریش باندھکر قتل نہ کئے جائینگے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تو قریش سے کب ہے تو تو روم وحبش کے میل کا دوغلہ کافر ہے۔ پیدائش کی رُو سے اپنے اُس باپ سے بھی بڑا ہے جس کا بیٹا ہونے کا ادعا کرتا ہے۔ یا علیؑ اس کو آگے بڑھاؤ اور اسکی گردن مار دو۔ چنانچہ اُسے بھی آگے بڑھایا اور اُسکی گردن ماردی۔ جب جنابِ رسولِ خدا نضر اور عقبہ کو قتل کرا چکے تو انصار کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اسی طرح سب قیدی قتل نہ کرادئے جائیں۔ جنابِ رسولِ خدا کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم نے ستر کو قتل کیا اور ستر کو قید کیا اور یہ سب آپ ہی کی قوم اور آپ ہی کے قیدی ہیں۔ یا رسولؐ اللہ یہ قیدی ہم کو عطا فرمادیجئے۔ مطلب یہ تھا کہ ان سے جزیہ لے لیجئے اور ان کو آزاد فرمادیجئے اُس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۡ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۵ سطر ۱) چنانچہ اس بات کی اُن کو اجازت دی گئی کہ قیدیوں سے فدیہ لے لیں اور اُن کو آزاد کردیں مگر شرط یہ کی گئی کہ آیندہ سال میں اتنے ہی تمہارے آدمی قتل کیئے جائینگے جتنوں سے تم نے فدیہ لیا ہے سو وہ لوگ اس پر رضامند ہوگئے (تتمہ کے لئے دیکھو قرآنِ مجید مترجم کے صفحہ ۱۱۲ پر نوٹ نمبر ۱۵۰ اور صفحہ ۱۱۳ پر نوٹ نمبر ۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۸۴

احتجاج طبرسی میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں اس آیت کا ذکر بھی آگیا ہے وہاں حضرتؑ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں نبیؐ کے فعل کو اپنا فعل فرمایا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اسکی تنزیل کے بالکل مطابق ہی نہیں ہے بلکہ کچھ علیحدہ ہے۔ تفسیرِ عیاشی میں جناب امام جعفر صادقؑ

علیہ السلام اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ علی مرتضےٰ نے جناب رسولِ خدا کو وہ مٹی اٹھا کر دی جو آنحضرتؐ نے مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکی اور خدا نے یہ فرمایا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (دیکھو صفحہ ۲۸۴ سطر ۷)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۸۶

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت ابولبابہ ابن عبدالمنذر انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے وجہ اسکی یہ تھی کہ جناب رسولِ خدا نے قبیلہ بنی قریظہ کے یہود کا اکیس ۲۱ شبوں تک محاصرہ کیا۔ پس وہ لوگ آنحضرتؐ سے انہی شرائط پر صلح کے خواستگار ہوئے جن شرائط پر اُن کے بھائی قبیلہ نضیر کے یہودی صلح کر چکے تھے یعنی یہ چاہتے تھے کہ ملکِ شام میں اذرعات اور اریحا کے مقامات پر اپنے بھائیوں کے پاس چلے جائیں۔ آنحضرتؐ نے اس امر کے قبول فرمانے سے انکار کیا اور یہ ارشاد کیا کہ تم کو سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہونا چاہیئے۔ انہوں نے عرض کی کہ اچھا ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجدیجئے۔ یہ اُن کے خیرخواہ تھے کیونکہ اُن کے اہل وعیال اور اُنکا مال اُنہی کے پاس تھا۔ آنحضرتؐ نے اُن کو بھیجدیا۔ جب یہ پہنچے تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ تمہاری رائے ہے کہ ہم سعد ابنِ معاذ کے فیصلے پر راضی ہو جائیں؟ ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اس طرح اشارہ کیا جس سے یہ جتا دیا کہ اُن کا فیصلہ تمہارا قتل ہے اس پر راضی نہ ہونا۔ اُدھر جبرئیلؑ امین نے جنابِ رسولِ خدا کو آکر یہ خبر دیدی۔ ابولبابہ کا بیان ہے کہ میرے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے کہ میں سمجھ گیا کہ میں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی خیانت کی اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابولبابہ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون میں باندھ دیا اور یہ کہا کہ واللہ میں اُس وقت تک نہ کھانا کھاؤنگا نہ پانی پیؤنگا جب تک کہ میں مر نہ جاؤں۔ یا اللہ میری توبہ قبول نہ کرے۔ چنانچہ سات دن اسی حالت میں رہا نہ کھانا کھاتا تھا نہ پانی پیتا تھا تا آنکہ غش کھا کر گر پڑا۔ پس اللہ نے اُس کی توبہ قبول کی۔ کسی نے آکر کہا کہ اے ابولبابہ! اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی تو اُنہوں نے کہا کہ نہیں واللہ میں تو اپنے آپ کو اُس وقت تک نہ کھولونگا جبتک کہ جناب رسولِ خدا خود مجھے نہ کھولدیں۔ آخر آنحضرتؐ خود تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کو کھولا۔ پھر ابولبابہ نے عرض کی کہ میری توبہ کی تکمیل تو یوں ہوگی کہ میں اپنے اُس قومی گھر کو بھی چھوڑ دوں جس میں مجھ سے یہ گناہ ہوا اور اپنے مال سے بھی دست بردار ہو جاؤں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تہائی مال بطور صدقہ کے دیدو۔ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ اور اسکے رسولؐ سے خیانت کرنا اُن دونوں کی نافرمانی ہے۔ اب رہی امانت کی خیانت تو اس کے متعلق یہ ہے کہ ہر شخص اُن تمام معاملات کا جو کہ اللہ نے انسان پر واجب کئے ہیں امانت دار ہے (اب جس قدر کسی سے ادائے واجبات میں کمی ہوتی ہے اُتنی ہی اُس سے امانت میں خیانت ہوتی ہے) پھر فرمایا کہ یہ آیت خاص طور پر ابولبابہ ابنِ عبدالمنذر

کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس لفظ تو آیت کے عام ہیں اور معنی خاص اور یہ آیت سورۂ توبہ کی اُس آیت کے ساتھ نازل ہوئی تھی۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا الخ

(دیکھو صفحہ ۳۲۳ سطر ۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۸۶

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور سببِ نزول اسکا یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے مکہ میں علی الاعلان دعوت دینی شروع فرمادی تھی تو آنحضرتؐ کے پاس بنی اوس اور بنی خزرج بھی حاضر ہوئے تھے۔ حضرتؐ نے اُن سے فرمایا تھا کہ تم میری حمایت کرو اور مجھ کو پناہ دو تو یہ میرے ذمے ہے کہ اپنے پروردگار کی کتاب تم کو پڑھکر سُنایا کرونگا اور یہ اللہ کے ذمے رہا کہ تمہارا معاوضہ جنت ہوگا۔ اُنہوں نے عرض کی بہت اچھا جو کچھ آپ چاہیں اپنے پروردگار کے لئے اور اپنی ذات کے لئے ہم سے لے لیں۔ فرمایا کہ اچھا تم ماہِ ذیحجہ کی گیارہویں شب کو متصل عقبہ کے مجھ سے ملاقات کرنا چنانچہ اُنہوں نے حج کیا اور منےٰ کو آئے اور حج کرنے والوں میں سے بہت لوگ تھے۔ جبکہ گیارہویں تاریخ ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ تم رات کو حضرت عبدالمطلب کے مکان میں جو عقبہ کے قریب ہے آنا کسی سوتے کو نہ جگانا اور ایک ایک کرکے اُس مکان کے اندر پہنچ جانا چنانچہ اوس و خزرج میں سے ستر آدمی اسی ترتیب اور اسی حکم کے بموجب داخل ہوئے جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ تم میری حمایت کرو اور مجھے پناہ دو میں اپنے پروردگار کی کتاب تم کو پڑھ کر سُناؤنگا اور اللہ اُس کے معاوضہ میں تم کو جنت عطا فرمائیگا۔ سعد ابن زرارہ۔ براء ابن معرور اور عبداللہ ابن حزام نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! بہت اچھا آپ اپنے پروردگار کے لئے اور اپنے لئے ہم سے جو چاہیں شرط فرمالیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے پروردگار کے لئے تو میں تم سے یہ شرط چاہتا ہوں کہ تم اُسی کی عبادت کرنا اُس کا شریک کسی کو نہ ٹھیرانا اور اپنی ذات کے لئے یہ شرط کرتا ہوں کہ تم میری اُن چیزوں کے ساتھ حمایت کرنا جن سے اپنی جانوں کی حمایت کرتے ہو۔ اور میرے اہل و عیال کی اُن چیزوں سے حمایت کرنا جن چیزوں سے اپنے اہل و عیال اور اولاد کی حمایت کرتے ہو۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہم کو اسکا معاوضہ کیا ملیگا؟ فرمایا آخرت میں جنت اور دنیا میں یہ کہ عزت کے تم مالک ہو جاؤ گے اور عجم تمہارے مطیع ہو جائینگے اور جنت میں بھی تم بادشاہ ہوگے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہم راضی ہیں فرمایا تو اچھا اپنے میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر کردو کہ وہ تمہارے اس معاملہ کے گواہ رہیں جیسا کہ موسےٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ گواہ لئے تھے۔ جبرئیلؑ امین نے ایک ایک نقیب کو بتایا کہ یہ ہے اور یہ ہے۔ نو بنی خزرج میں سے لے لئے گئے اور تین بنی اوس میں سے۔ بنی خزرج میں سے جو لئے گئے اُنکے نام یہ ہیں:۔ سعد ابن زرارہ۔ براء ابن معرور عبداللہ ابن حزام (والدِ جابر ابن عبداللہ) رافع ابن ملک۔ سعد ابن عبادہ۔ منذر ابن عمرو۔ عبداللہ ابن رواحہ۔ سعد ابن ربیع۔ عبادہ ابن صامت۔ بنی اوس میں سے یہ لئے گئے:۔ ابوالہیثم ابن التیہان۔ یہ یمنی تھے

اور اسد ابن حصین اور سعد ابن خشیم۔ جب یہ لوگ مجتمع ہو کر جناب رسولِ خدا کی بیعت کرنے لگے تو ابلیس لعین چیخ اٹھا کہ اے گروہِ قریش و عرب یہ دیکھو محمدؐ اور اہل یثرب کے نوجوان جمرۂ عقبہ کے پاس محمدؐ کی بیعت کرتے ہیں تاکہ تم سے لڑیں۔ تمام اہلِ منیٰ نے اس آواز کو سنا۔ قریش میں ایک ہیجان پیدا ہوا وہ ہتھیار لیکر آ پہنچے۔ جناب رسول خدا نے بھی اس آواز کو سنا تھا۔ انصار سے فرمادیا تھا کہ تم سب چلدو انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اگر آپ ہم کو حکم دیں کہ ہم اپنی تلواروں سے ان پر ٹوٹ پڑیں تو ہم ایسا ہی کریں گے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی مجھے اس کا حکم نہیں ملا ہے اور نہ مجھے اللہ تعالےٰ نے ان سے لڑنے کا حکم دیا ہے انہوں نے عرض کی کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ فرمایا کہ میں حکمِ الٰہی کا منتظر ہوں قریش صبح ہی صبح ہتھیار باندھے ہوئے عقبہ پر آ پہنچے ادھر جناب حمزہؓ اور حضرت امیرالمومنینؑ تلوار لئے ہوئے نکلے اور عقبہ پر کھڑے ہو گئے۔ قریش نے ان دونوں کی طرف دیکھا تو کہا کہ تم سب کس بات کے لئے یہاں جمع ہوئے جو حضرت حمزہؓ نے فرمایا جمع ہونا کیا معنی یہاں کوئی بھی نہیں ہے واللہ جو اس عقبہ سے گزرنا چاہیگا میں اس کو اپنی تلوار سے کاٹ ڈالونگا۔ قریش مکہ کو لوٹ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز اس بات سے مطمئن نہیں ہیں کہ ہمارا معاملہ خراب ہو جائے گا تو بزرگان قریش میں سے کوئی دینِ محمدؐ میں داخل ہو جائیگا اس لئے وہ سب ندوہ میں جمع ہوئے اور دار الندوہ میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا جو پورے چالیس برس کا نہ ہو چکا ہو بزرگانِ قریش میں سے اس میں چالیس آدمی آئے تھے۔ اسی وقت ابلیس بھی ایک بوڑھے پھونس آدمی کی صورت میں پہنچا۔ دربان نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اہلِ نجد میں سے ایک سن رسیدہ شخص ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری صائب رائے سے اس موقعہ پر فائدہ اٹھاؤ گے اس لئے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم فلاں شخص کے معاملہ میں اکٹھے ہوئے ہو تو میں بھی اس لئے آیا ہوں کہ تم کو اس معاملہ میں مشورہ دوں۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا آؤ۔ جب ابلیس بھی اندر پہنچ گیا اور یہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکے تو ابوجہل بولا کہ اے گروہ قریش عرب میں سے کوئی شخص ہم سے زیادہ عزت دار نہیں ہے ہم اہل اللہ مشہور ہیں۔ سال میں دو مرتبہ عرب کے گروہ کے گروہ ہمارے ہاں آتے ہیں ہمارا اکرام کرتے ہیں۔ ہم حرم خدا کے رہنے والے ہیں جسکی وجہ سے کوئی طمع کرنیوالا ہمارے بارے میں طمع بھی نہیں کرتا ہم برابر اسی عزت کی حالت میں رہے یہانتک کہ ہم میں محمد ابن عبداللہ پیدا ہوا جس کی صلاحیت صداقت اور سکینہ و وقار کو دیکھ کر ہم اس کو امین و صادق کہتے رہے ہمارے اسی اکرام کرنے سے نوبت یہ پہنچی کہ اس نے خدا کا رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اس بات کا بھی مدعی بن گیا کہ آسمانی چیزیں اس کے پاس آتی ہیں۔ ہماری عقلوں کو عیب لگاتا ہے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے ہمارے نوجوانوں کو اس نے بگاڑ دیا ہے اور ہمارے گروہ میں پھوٹ ڈالدی ہے اور اس کا گمان یہ بھی ہے کہ ہمارے بزرگوں میں سے جو مر گئے وہ سب جہنم میں گئے اس سے زیادہ کوئی سخت مصیبت آج تک ہم پر نہیں پڑی لہذا میں نے اسکے بارے میں ایک رائے قائم کی ہے۔ سرداران قریش بولے کہ وہ رائے کیا ہے؟ کہا میری

رائے یہ ہے کہ ہم اپنے میں سے ایک آدمی خفیہ اُس کے پاس بھیجدیں کہ وہ اُس کو قتل کر دے۔ پھر اگر بنی ہاشم اُس کے خون کا مطالبہ کرینگے تو ہم اُن کو دس گنا خونبہا دیدیں گے۔ شیطان لعنہ بولا کہ یہ رائے بیہودہ ہے۔ وہ بولے کیونکر؟ اُس نے کہا کہ محمدؐ کا جو قاتل ہوگا وہ یقیناً مارا جائیگا۔ تم میں سے وہ کونسا سُورما ہے جو اپنی جان لڑا دے اور اپنے قتل کرانے پر آمادہ ہوجائے اس لئے کہ جس وقت محمدؐ قتل کیا گیا تو تمام بنی ہاشم اور اُن کے ہم سوگند بنی خزاعہ خون کے مطالبہ کے لئے اکٹھے ہوجائینگے اور بنی ہاشم کبھی اس بات پر راضی نہ ہونگے کہ قاتلِ محمدؐ زندہ رہے اور زمین پر چلتا پھرتا رہے۔ لامحالہ تمہارے مابین تمہارے ہی حرم میں لڑائیاں شروع ہوجائینگی اور تم فنا ہوجاؤ گے۔ اس پر ایک دوسرا بولا کہ میری رائے اور ہے۔ ابلیس نے کہا وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ ہم محمدؐ کو ایک گھر میں قید کردیں۔ روزانہ کھانا پانی وہاں پہنچا دیا کریں یہاں تک کہ وہ مرجائے جیسے کہ زہیر اور نابغہ اور امرء القیس مرگئے ابلیس نے کہا۔ یہ پہلی رائے سے بدتر ہے۔ وہ بولا کیونکر؟ ابلیس نے کہا کہ بنی ہاشم کبھی اس پر راضی نہونگے اور جب عربوں کے یہاں حج ہونیکا موسم آئیگا تو وہ اُن سے فریاد کرینگے وہ سب تمہارے برخلاف مجمع کرکے محمدؐ کو نکال لائینگے۔ ایک اور شخص بولا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی ہم اپنے شہر سے اُن کو نکالے دیتے ہیں پھر ہم اپنے معبودوں کی عبادت بفراغت کیا کرینگے۔ ابلیس بولا کہ یہ رائے پہلی دونوں راؤں سے اور بدتر ہے۔ قریش بولے کیونکر؟ ابلیس لعنہ بولا اس طرح کہ تم جان بوجھ کر میدانِ عرب میں ایک ایسے شخص کو بھیجتے ہو جو صورت میں سب سے زیادہ حسین ہے۔ زبان جس کی سب سے زیادہ چلتی ہے۔ کلام میں سب سے زیادہ فصیح ہے تو ضرور ہے کہ وہ جنگلی عربوں کو خوب دھوکا دیگا اور اپنی زبان کے زور سے اُن سب کو مطیع کرلیگا کچھ زیادہ عرصہ نہ گزریگا کہ تمہارے برخلاف اُن کو لاکر پیادوں اور سواروں سے میدان کو بھر دیگا۔ اب وہ سب حیران رہ گئے۔ پھر سب نے ابلیس لعنہ سے کہا کہ اے شیخ تم ہی بتاؤ کہ آخر کونسی رائے اختیار کیجائے؟ ابلیس لعنہ نے جواب دیا کہ اس بارے میں رائے صرف ایک ہی ہے۔ سب بولے وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا یہ ہے کہ قریش کی جتنی شاخیں ہیں اُن سب میں سے ایک ایک آدمی جمع کرو اور ایک بنی ہاشم میں سے بھی ہو اور اُن میں سے ہر ایک ایک آہنی چھری۔ آہنی حربہ یا تلوار لیلے اور ایک ہی وقت سب مکان میں گھس پڑیں اور ایک ہی مرتبہ سب کے سب ضربت لگائیں تاکہ اُن کا خون تمام قریش میں پھیل جائے اور بنی ہاشم بوجہ اس کے کہ ایک اُن میں کا بھی شریک ہوگا خون کا مطالبہ ہی نہ کرسکیں۔ اور اگر وہ تم سے سوال بھی کریں کہ دیت دیدو تو زیادہ سے زیادہ اُن کو تین دیت دیدینا یعنی تین گنا خونبہا وہ بولے کہ ہم تو دس دیت تک دینے کو موجود ہیں یعنی دس گنا تک۔ الحاصل شیخ (شیطان) نجدی کی یہ رائے سب کے نزدیک پاس ہوگئی۔ وقتِ معینہ پر سب جمع ہوئے اور ابولہب جناب رسولِ خدا کا چچا بنی ہاشم کی طرف سے اُن میں داخل ہوا جبرئیل امین نے جناب رسولِ خدا کو اطلاع دی کہ قریش اس طرح آپ کے برخلاف تدبیر کرنے کے لئے دارالندوہ میں جمع ہوئے ہیں اور آنحضرتؐ کو اسی بارے میں یہ آیت پہنچائی۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝
(دیکھو صفحہ ۲۰۶ سطر ۹) قریش نے باہم اس پر اتفاق کیا کہ رات کو آنحضرتؐ کے گھر میں گھس پڑیں اور آپ کو قتل کر دیں اسی نیت سے مسجد الحرام کی طرف سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پٹخارتے گئے اور جا کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگے۔ اسی کے بارے میں پروردگارِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۰۸ سطر ۴) اس میں مُكَاءً سے مراد ہے منہ سے سیٹی بجانا اور تَصْدِيَةً سے مراد ہے ہاتھوں سے تالیاں پیٹنا یہ آیت پہلی آیت إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا الخ پر معطوف ہے گو موجودہ ترتیب میں کئی آیتوں کے بعد لکھی گئی ہے۔ مقررہ شب کی شام ہوئی تو قریش اکٹھا ہو کر آئے کہ گھر میں گھس پڑیں مگر ابولہب نے کہا کہ میں تم کو رات کے وقت اندر نہ جانے دونگا اس لئے کہ گھر میں کچھ بچے ہیں کچھ عورتیں اور ہم اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتے کہ کسی کا ہاتھ غلطی سے اُن پر پڑ جائے بس رات کو تو ہم اُن کو گھیرے رہینگے جب صبح ہوگی تو ہم ضرور اندر اُنکے پاس جائینگے (اور جو کچھ کرنا ہے کر گزرینگے) پس جنابِ رسولِ خدا کے حجرے کے گرد اگرد یہ لوگ سو رہے۔ اُدھر جنابِ رسولِ خدا نے حکم دیا کہ اُنکے لئے بچھونا بچھایا جائے۔ بچھونا بچھایا گیا تو علیؑ ابن ابیطالب کو بُلا کر فرمایا کہ تم اپنی جان مجھ پر فدا کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ فرمایا میرے بچھونے پر سو جاؤ اور میری چادر اوڑھ لو۔ پس جنابِ علیؑ مرتضےٰ جنابِ رسولِ خدا کے بچھونے پر سوئے اور انکی چادر اوڑھ لی۔ اس میں جبرئیلؑ امین آئے اور اُنہوں نے جنابِ رسولِ خدا کا ہاتھ پکڑ کر آنحضرتؐ کو قریش کے روبرو باہر نکالا وہ سب سو رہے تھے اور آنحضرتؐ یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔
(دیکھو صفحہ ۲۰۳ سطر ۵) جبرئیلؑ امین نے عرض کی کہ اب آپ غارِ ثور کا راستہ لیں۔ یہ منے کے راستے پر ایک پہاڑ ہے جس کا مَدُّوْ[1] بیل کا سا مَدُّوْ ہے۔ پس آنحضرتؐ غارِ ثور میں جا پہنچے اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔ اِدھر صبح ہوئی تو قریش مکان میں جا گھسے اور بچھونے پر حملہ کا قصد کیا کہ ایک دفعہ ہی جنابِ علیؑ مرتضےٰ جھپٹ کر اُنکے سامنے کھڑے ہو گئے دریافت کیا کہ یہاں آنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ وہ بولے کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے مجھ کو اُنکا نگہبان مقرر کیا تھا جو مجھ سے دریافت کرتے ہو؟ تم کہا نہیں کرتے تھے کہ ہم تم کو اپنے شہر سے نکال دیں گے پس وہ تمہارے شہر سے نکل گئے ہونگے۔ اب یہ لوگ لگے حضرتؑ کو مارنے اور کہنے کہ تم ساری رات تو ہم کو دھوکا دیتے رہے۔ جواب میں جب حضرتؑ نے اُنکی خبر لی تو بھاگے۔ پھر وہ (جنابِ رسولِ خدا کی تلاش میں) پہاڑوں میں پھیل گئے۔ اُن میں ایک شخص بنی خزاعہ میں سے تھا جس کا نام ابو کرز تھا۔ یہ نشانِ قدم سے کھوج نکال لیا کرتا تھا۔ قریش نے اس سے کہا کہ اے ابو کرز! تمہارے

[1] مَدُّوْ بیل کے جسم کے اُس حصے کو کہتے ہیں جو پشت اور گردن کے درمیان اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ اسکو بعض بعض جگہ ٹھانٹ بھی بولتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

فن کی جانچ کا آج موقعہ ہے چنانچہ وہ آنحضرتؐ کے دروازے پر آکھڑا ہوا اُس نے کہا کہ یہ محمدؐ کا قدم ہے اور ایک اور مقام پر جاکر کہا کہ یہاں سے دوسرا قدم بھی ساتھ ہوا ہے۔ صورت یہ تھی کہ ابوبکر جناب رسولِ خدا کی طرف آتا تھا اس کو جناب رسولِ خدا اپنے ہمراہ لیگئے تھے۔ پھر ابوکرز نے کہا کہ یہ دوسرا قدم یا ابوقحافہ کے بیٹے کا ہے یا خود ابوقحافہ کا۔ پھر آگے بڑھکر اُس نے کہا کہ یہاں سے ابوقحافہ کا بیٹا ہی گزرا ہے۔ بہرحال وہ انکو لئے چلا گیا تا آنکہ اُن کو غارِ ثور کے دروازے پر جاکھڑا کیا۔ پھر اُس نے کہا وہ اس جگہ سے آگے نہیں بڑھے یا تو آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں جا گھسے۔ وہاں اللہ تعالےٰ نے ایک مکڑی کو بھیجدیا تھا کہ اُس نے غار کے دروازے پر جالا تن دیا اور فرشتوں میں سے ایک سوار دروازۂ غار پر (حفاظت کے لئے) آکھڑا ہوا تھا۔ ابوکرز نے کہا کہ اس غار میں کوئی نہیں ہوسکتا اب یہ لوگ تو یہاں سے متفرق ہوگئے اور اللہ نے اپنے رسولؐ کی حفاظت فرمائی اِن لوگوں کو دیکھنے نہ دیا پھر آنحضرتؐ کو یہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت دیدی (اس کے ساتھ نوٹ نمبر ایک صفحہ ۵۰ قرآن مجید مترجم مع ضمیمہ متعلقہ بھی ملاحظہ کیجئے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۸۷

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ جناب رسولِ خدا نے قریش سے یہ فرمایا تھا کہ اللہ نے مجھے اس لئے مبعوث کیا ہے کہ میں تمام دنیا کے بادشاہوں کو (اگر وہ دینِ حق قبول نہ کریں) قتل کردوں اور اُن کی سلطنت تمکو دلوادوں۔ اور جس بات کی طرف تم کو بُلاتا ہوں اُسے قبول کرو کہ تم اُس کے ذریعے سے عرب کے بھی مالک ہو جاؤ گے اور عجم بھی اُسی کے ذریعے سے تمہارے مطیع ہوجائینگے اور جنت کے بھی تم بادشاہ ہوگے تو ابوجہل نے جنابِ رسولِ خدا سے حسد کرنے کے باعث یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اگر جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں یہ برحق ہے اور تیری طرف سے ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم کو دردناک عذاب میں مبتلا کر۔ پھر کہنے لگا کہ ہم اور بنی ہاشم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کے مانند تھے جب وہ حملہ کرتے ہم بھی حملہ کرتے اور جب وہ نیزہ مارتے تھے تو ہم بھی نیزہ مارتے تھے اور جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے تو ہم بھی بھڑکاتے تھے جب دوڑ میں ہم اور وہ بالکل مساوی ٹھہرے تو اُن میں سے ایک کہنے والے نے یہ کہدیا کہ ہم میں ایک نبی موجود ہے تو ہم اس امر پر کبھی راضی نہیں ہوسکتے کہ بنی ہاشم میں تو نبی ہو اور بنی مخزوم میں نہو پھر بولا غُفْرَانَكَ اللّٰهُمَّ (یا اللہ! تیری مغفرت درکار ہے) اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۴) اس آیت میں يَسْتَغْفِرُونَ سے اشارہ اسی قول غُفْرَانَكَ اللّٰهُمَّ کی طرف ہے پھر جب اُنہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرتؐ کو مکہ سے نکالدیا تب اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا

اَوْلِیَآءَہٗ ۔ (دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۶) وَمَا کَانُوْٓا اَوْلِیَآءَہٗ کا یہ مطلب ہے کہ قریش مکہ میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ اِنْ اَوْلِیَآءُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ اے رسولؐ تم اور تمہارے ساتھی اس لائق ہو کہ اسی میں رہو اسی بنا پر خدائے تعالےٰ نے بدر کے دن قریش کو مبتلائے عذاب کیا کہ ان کے بزرگ قتل کر دئے گئے۔ کافی میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ جس حال میں جناب رسولِ خدا تشریف فرما تھے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ تم میں عیسےٰ ابن مریمؑ کی شباہت ہے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کے بعض گروہ تمہارے بارے میں ویسا ہی کچھ کہنے لگیں گے جیسا کہ نصارےٰ عیسےٰ ابنِ مریمؑ کے بارے میں کہتے ہیں تو میں تمہارے بارے میں ایک ایسی بات کہتا کہ آدمیوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی تم گزرتے وہ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک برکت حاصل کرنے کے لئے اُٹھا لیا کرتا۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا یہ قول سُنکر دو بدوؤں کو (مراد ابوبکر و عمر ہیں) اور مغیرہ بن شعبہ کو اور قریش میں سے بہت سوں کو سخت غصہ آیا کہنے لگے کہ اس رسولؐ کو کسی طرح چین ہی نہیں پڑا جب تک کہ اپنے چچازاد بھائی کو عیسےٰ ابنِ مریمؑ کے برابر نہ کر دیا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُکَ مِنْہُ یَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِھَتُنَا خَیْرٌ اَمْ ھُوَ مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ (مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ) مَّلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۷) فرماتے ہیں کہ حرثؔ ابن عمر فہری کو یہ آیتیں سُنکر بڑا غصہ آیا اور اُس نے یہ کہا کہ یا اللہ اگر یہ امر تیری طرف سے ہے اور برحق ہے کہ بنی ہاشم بادشاہت کے یکے بعد دیگرے وارث ہوتے رہینگے (جیسے کہ ہرقل کے بعد ہرقل ہوتا ہے) تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا ہم کو دردناک عذاب میں مبتلا کر۔ خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ پر حرثؔ کا مقولہ بھی نازل فرمایا اور اُس کے بعد کی یہ آیت بھی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ ۚ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۴) پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے عمر دیا تو توبہ کر ورنہ یہاں سے چلدے۔ چنانچہ اُس نے اپنی سواری منگائی اور سوار ہو کر شہر سے باہر گیا جیسے ہی وہ باہر پہنچا ہے ایک پتھر اُس پر آکر گرا کہ اُس نے اُس کی کھوپری کو چکنا چُور کر دیا۔ جنابِ رسولِ خدا کے پاس اُس وقت جس قدر منافق بیٹھے ہوئے تھے اُن سے جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے یار کی حالت دیکھ لو اور اُس نے جس چیز کی دعا کی تھی وہ اُس پر آپڑی اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۴۰۹ سطر ۸ تفسیر مجمع البیان

ؔ یہ روایت اگرچہ بظاہر مرفوع ہے اور امام علیہ السلام کے اسم گرامی کی اُس میں تصریح نہیں مگر عجب نہیں کہ وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہو اس لئے کہ ابوبصیر انہی بزرگواروں کے اصحاب میں داخل ہیں اس صورت میں ممکن ہوگا کہ اس قول کے قائل امام علیہ السلام ہوں۔ واللہ یعلم ۱۲

میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا نے علی مرتضےٰ کو غدیر خم کے دن اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور ارشاد فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یہ بات شہر و شہر پہنچی تو نعمان بن حرث فہری آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور اُس نے عرض کی کہ آپ نے اللہ کی طرف سے ہم کو یہ حکم پہنچایا کہ اس کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں نیز آپ نے ہم کو جہاد کا حکم دیا۔ حج کا حکم دیا۔ روزہ کا حکم دیا۔ نماز کا حکم دیا اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے ان سب کو قبول کر لیا۔ پھر بھی آپ کی کسی طرح سیری نہیں ہوئی یہانتک کہ آپ نے اس لڑکے کو ہم پر حاکم بنا دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ تو اب یہ بات آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے یہ حکم آیا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا قسم ہے اُس اللہ کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے پس نعمان بن حرث نے پیٹھ پھیری اور وہ یہ کہتا ہوا چلا کہ یا اللہ اگر یہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پتھر اُسکے سر پر آکر گا جس نے اُسکا وہیں ڈھیر کر دیا اور اسکے بارے میں خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۱) قول مترجم۔ اگر کسی کو ان روایتوں میں اختلاف معلوم ہو تو وہ ذرا غور کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ ایک واقعہ کا چند مرتبہ واقع ہونا خلاف عقل نہیں ہے۔ ابوجہل و حرث ابن عمرو فہری و نعمان ابن حرث فہری نے غضب و غصہ میں ایک طرح کی دعا کی ہو گو مختلف اوقات میں کی ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۸۸

وافی میں ابوالسحٰق لیثی سے منقول ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا بن رسول اللہ یہ فرمایئے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں میں سے کوئی مومن جب اپنے ایمان اور معرفت کے کمال کو پہنچ جائے آیا زنا کا مرتکب بھی ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی لواطہ کا؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کی چوری کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کیا شراب پی لیگا؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کیا کسی گناہ کا بھی ارتکاب اُس سے ممکن ہے؟ فرمایا نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں ان جوابات سے بہت ہی متحیر ہوا اور میرا تعجب بہت ہی بڑھ گیا۔ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! میں تو جناب امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں میں اور آپ کے دوستوں میں ایسے لوگ پاتا ہوں کہ کوئی اُن میں سے شراب پیتا ہے کوئی سود کھاتا ہے کوئی زنا کرتا ہے کوئی لواطہ کرتا ہے کوئی نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور ایسے امور خیر میں سستی کرتا ہے یہاں تک کہ اُن میں بعض ایسے بھی موجود ہیں کہ اُن کا مومن بھائی مختصر سی حاجت اُن کے پاس لیکر آتا ہے اور وہ اُسے بھی پوری نہیں کرتے۔ یا بن رسول اللہ فرمایئے یہ کیونکر ہے؟ اور کس وجہ سے؟ راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا کہ اے ابوالسحٰق جو کچھ تم کہہ چکے اس کے سوائے اور بھی تم کو کچھ کہنا ہے؟ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! ضرور عرض کرنا ہے وہ یہ کہ میں نا صبلیوں میں

بعض بعض ایسے اشخاص کو بھی پاتا ہوں کہ مجھے اُن کے کفر میں تو ذرا بھی شک نہیں ہے مگر وہ ان سب باتوں سے پرہیز کرتے ہیں یعنی نہ شراب کو حلال جانتے ہیں اور نہ کسی مسلمان کا پیسہ مار لیتے ہیں نہ نماز و زکوٰۃ و حج و روزہ و جہاد میں سستی کرتے ہیں بلکہ مؤمنین و مسلمین کی حاجتیں صرف خدائی خوشنودی کے لئے پوری کرتے ہیں اب فرمایئے کہ یہ کیوں ہے؟ اور کیونکر ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابراہیم اس کے متعلق ایک باطنی امر ہے اور وہ پوشیدہ راز ہے اور وہ خزانۂ الٰہی کا ایسا دروازہ ہے جو ابتک کھولا نہیں گیا وہ تم پر اور بہت سوں پر اور تمہارے یار دوستوں پر مخفی ہے اور خدائتعالےٰ نے اسکی اجازت نہیں دی کہ اُس کا راز اور اُس کا غیب عام طور پر کھولا جائے ہاں اُن لوگوں پر کھولا جا سکتا ہے جو اس کے متحمل ہو سکتے ہیں اور اُس کے اہل بھی ہوں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! خدا کی قسم میں تو آپ حضراتؑ کے رازوں کا رازدار ہوں۔ آپ حضراتؑ کا دشمن اور ناصبی نہیں ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! بیشک تو ایسا ہی ہے لیکن ہمارا علم ایسا مشکل اور دشوار ہے کہ اُس کا متحمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا سوائے اس کے کہ فرشتۂ مقرب ہو یا نبیٔ مرسل ہو یا ایسا مومن ہو جس کے قلب کا امتحان خدائتعالےٰ ایمان کے بارے میں لے چکا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ تقیہ ہمارا دین اور ہمارے باپ دادا کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے وہ بیدین ہے اور اے ابراہیم! اگر میں یہ کہوں کہ تقیہ کا چھوڑنیوالا بے نماز کی مانند ہے تو یہ کہنا میرا بالکل حق ہوگا۔ اے ابراہیم! ہماری حدیثوں میں سے ہمارے اسرار میں سے ہمارے علم باطنی میں سے ایسی باتیں ہیں جن کی برداشت نہ مقرب فرشتے کر سکتے ہیں نہ مرسل نبی نہ وہ مومن جن کا خدائتعالےٰ امتحان لے چکا ہو۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا اور اے میرے مولا! پھر اُن کی برداشت کون کر سکتا ہے؟ فرمایا جسے اللہ چاہے اور جسے ہم چاہیں۔ پھر تین دفعہ فرمایا کہ خبردار ہو جا جو شخص ہمارے اسرار کو سوائے اہل کے کسی دوسرے پر ظاہر کر دیگا وہ ہم میں سے نہ ہوگا۔ آگاہ ہو کہ جو شخص ہمارا راز فاش کر دیگا خدائتعالےٰ اس کو لوہے کی حرارت کا عذاب چکھائیگا۔ پھر فرمایا کہ اے ابراہیم! جس علم باطن کا تو نے سوال کیا تھا اور جو خدائتعالےٰ کے علم میں اس وقت تک مخزون و محفوظ تھا یا اُس نے اپنے رسولؐ کو بتلایا تھا یا اُس کے رسولؐ نے اپنے وصی جناب امیر المومنین علیہ السلام کو تعلیم فرمایا تھا ہے ہم تجھ پر ظاہر کرتے ہیں پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۵ سطر ۱۱) اے ابراہیم! تو نے مجھ سے ہمارے مولا امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شیعوں میں سے جو مومن ہیں اُن کا حال دریافت کیا۔ اور ناصبیوں میں سے جو زاہد و عابد ہیں اُن کا۔ انہی کے بارے میں خدائتعالےٰ فرماتا ہے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا (دیکھو صفحہ ۵۷۰ سطر ۵) اور انہی کے بارے میں خدائتعالےٰ فرماتا ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ

(دیکھو صفحہ ۹۴ سطر ۱) ان ناصبیوں کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ ہم سے بغض رکھیں ہمارے فضائل کو رد کرتے ہیں۔ ہمارے جدِ امجد جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خلافت کو باطل سمجھیں معاویہ اور بنی امیہ کی خلافت کو حق سمجھیں اور یہ گمان کرتے رہیں کہ وہ خدا کی زمین میں خدا کے خلیفہ تھے اور یہ بھی گمان کرتے رہیں کہ جس نے اُن کے خلاف خروج کیا اُس کا قتل واجب ہے۔ اور اس بارے میں محض جھوٹی روائتیں بیان کرتے رہیں۔ یہ بھی روائیت کرتے رہیں کہ جو شخص غالب آجائے گو وہ خارجی اور ظالم بھی ہو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ بھی روائیت بیان کریں کہ جناب امام حسین علیہ السلام (معاذ اللہ) خارجی تھے جنہوں نے یزید ابنِ معاویہ کے برخلاف خروج کیا اور یہ بھی گمان کرتے رہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنا زکوٰۃ کا مال سلطان وقت کے حوالے کردیا کرے گو وہ ظالم ہی ہو۔ اے ابراہیم! یہ سب کچھ خدا کے بھی برخلاف ہے اور رسولِ خدا کے بھی۔ سبحان اللہ! ان لوگوں نے خدا کے برخلاف کیسا جھوٹ کا طوفان اُٹھایا ہے اور رسولِ خدا کے خلاف بھی محض جھوٹ بولتے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی بھی مخالفت کی ہے اور اللہ کے رسول اور اُن کے برحق خلفاء کی بھی۔ اے ابراہیم! میں تمہارے لئے اس مضمون کی تشریح کتاب خدا سے ایسی کروں گا جس سے نہ کسی کو انکار کی مجال ہوسکے نہ فرار کا موقعہ مل سکے۔ اور جس نے خدا کی کتاب کا ایک حرف بھی رد کیا وہ یقیناً خدا اور خدا کے رسول کا منکر ہوگیا۔ میں نے عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ! جو مضمون میں نے حضور سے دریافت کیا ہے یہ کتاب خدا میں ہے؟ فرمایا ہاں یہی مضمون جو تم نے مجھ سے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے شیعوں کے بارے میں اور اُنکے ناصبی دشمنوں کے بارے میں دریافت کیا۔ کتابِ خدائے عزوجل میں موجود ہے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! یہی بجنسہٖ؟ فرمایا ہاں یہی بجنسہٖ اور اُس کتاب میں جس کی تعریف میں خدا فرماتا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر) اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (دیکھو صفحہ ۴۱ سطر ۱۱) کیا تم سمجھے کہ یہ زمین کونسی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ حضرت نے فرمایا سمجھ لو کہ خدائے عزوجل نے ایک زمین طیب و طاہر پیدا کی اور اُسکے اندر سے ایک ایسا چشمہ جاری کیا جس کا پانی صاف، شیریں، مزیدار اور ایسا جس کا پینا گوارا ہو اور اُس زمین پر ہم اہلبیت کی ولایت عرض کی گئی تو اُس نے اُسے قبول کرلیا۔ پس خدا تعالےٰ نے وہی پانی سات دن اُس پر جاری رکھا پھر ساتویں دن کے بعد اُس پانی کو اُس پر سے غائب کردیا اور اُس مٹی کے خلاصہ میں سے ایک طینت لے لی جس کو اُس نے ائمہ علیہم السلام کی طینت قرار دیا پھر خدا تعالےٰ نے اُسکی معمولی مٹی لی اور اسی طرح ہماری اُس بچی ہوئی طینت سے ہمارے دوستوں اور شیعوں کو پیدا کیا۔ پس اے ابراہیم! اگر تمہاری طینت بھی یونہی چھوڑ دی جاتی جیسے کہ ہماری طینت چھوڑ دی گئی تھی تو تم اور ہم برابر ہوتے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ!

ہماری طینت کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا اُس نے تمہاری طینت میں آمیزش کر دی اور ہماری طینت میں کوئی آمیزش نہیں کی۔ میں نے عرض کی یابن رسول اللہ! ہماری طینت میں کس چیز کی آمیزش کی گئی؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک زمین شورہ زار خبیث و بدبودار بھی پیدا کی تھی اور اُس میں ایک چشمہ جاری کیا تھا جس کا پانی کھاری سخت شور اور بدبودار تھا۔ پھر اُس زمین پر بھی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی ولائیت عرض کی تھی اُس نے اُس کو قبول نہ کیا اور وہ پانی سات دن تک اُس نے اُس پر جاری رکھا اُس کے بعد اُس پانی کو اُس سے غائب کر دیا پھر اُس خبیث سڑی ہوئی مٹی میں سے جو بدتر سے بدتر تھی کچھ لی اور اس سے کافروں کے امام سرکشوں کے امام اور بدکاروں کے امام پیدا کئے گئے۔ پھر اُس طینت میں سے جو باقی رہا اُس کی طرف توجہ فرمائی اور اُس کو ہماری طینت کے ساتھ آمیز کر دیا اگر اُن کی طینت اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہوتی اور تمہاری طینت کے ساتھ اُس کی آمیزش نہ فرماتا تو وہ لوگ کبھی کوئی نیک کام نہ کرتے نہ وہ کسی کی امانت ادا کرتے نہ اقرار شہادتیں کرتے نہ روزہ رکھتے نہ نماز پڑھتے نہ زکوٰۃ دیتے نہ حج کرتے بلکہ صورت تک میں تم سے مشابہ نہ ہوتے۔ اے ابراہیم! مومن پر اس سے زیادہ کوئی بات گراں نہیں گزرتی کہ وہ خدا کے دشمنوں میں سے کسی کی صورت خوبصورت دیکھے اور اس بیچارہ کو اس بات کی خبر نہو کہ وہ خوبصورتی مومن کی طینت اور اُسکے مزاج کی وجہ سے ہے۔ اے ابراہیم! پھر خدا تعالےٰ نے اُن دونوں طینتوں کی پہلے اور دوسرے پانی کے ساتھ آمیزش فرمائی۔ پس تم ہمارے شیعوں اور دوستوں میں جو سود خواری۔ زناکاری۔ لواطت خیانت۔ شراب خوری اور نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جہاد کے بارے میں غفلت دیکھتے ہو یہ سب ہمارے دشمن ناصبی اور اُن کی اصل اور اُنہی کے مزاج کی وجہ سے ہے جو اُن کی طینت میں شامل ہوگئی اور جو کچھ ان دشمنوں ناصبیوں میں زہد۔ عبادت۔ نماز کی پابندی۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور جہاد کی ادائیگی اور اعمال خیر و نیک دیکھتے ہو یہ سب کے سب مومن کی طینت اُسکی اصل اور اُسکی آمیزش کی وجہ سے ہے۔ جس وقت خدا تعالےٰ کی حضور میں مومن کے اور ناصبی کے اعمال پیش ہونگے۔ تو خدا تعالےٰ ارشاد فرمائیگا کہ میں منصف ہوں ظلم ہرگز نہ کرونگا۔ مجھے اپنی عزت و جلال اور رفعت کی قسم ہے میں کسی مومن کو اُس گناہ کی وجہ سے سزا نہ دونگا جو ناصبی کی طینت اور اصلیت کی آمیزش کے سبب اُس سے ہوگیا ہے۔ یہ نیک اعمال جتنے ہیں یہ سب مومن کی طینت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور یہ جتنے بد اعمال مومن سے ہوئے ہیں یہ ناصبی اور دشمن کی طینت کی وجہ سے اور اللہ تعالےٰ جل شانہ اُن میں سے ہر ایک کے لئے اُسی چیز کو چسپاں کر دیگا جس سے اُسکی اصل اور اُسکا جوہر اور اُسکی طینت ہے اور وہ اپنی کُل مخلوق میں سے اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ کیوں اے ابراہیم کیا اس میں تو کوئی ظلم یا جور یا زیادتی پاتا ہے؟ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۸۹ سطر ۱) اے ابراہیم! جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس کی شعاعیں ملکوں ملکوں میں ظاہر ہو جاتی ہیں تو آیا وہ

سورج کے کرہ سے علیحدہ ہوتی ہیں یا اُس سے متصل۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اُسکی شعاعیں دنیا میں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں مگر جب وہ غائب ہوتا ہے تو شعاعیں بھی لوٹ جاتی ہیں اور اُسی طرف رجوع کرتی ہیں کیا ایسا نہیں ہوتا؟ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! ضرور ایسا ہوتا ہے۔ فرمایا بس تو اسی طرح ہر ہر چیز اپنی اپنی اصل اور جوہر اور عنصر کی طرف عود کرے گی۔ جب قیامت کا دن ہوگا خدا تعالےٰ اُس ناصبی دشمن سے مؤمن کی اصل اُس کا مزاج اور اسکی طینت اور اُس کا جوہر اور عنصر مع کل اعمال صالحہ کے لیکر اُنکو مؤمن کے حوالے فرمادیگا اور اسی طرح اُس مؤمن سے ناصبی کی اصل اور اُس کا مزاج اور اُسکی طینت اور اُسکا عنصر مع کل اعمالِ بد کے لیکر ناصبی کے حوالے فرمادیگا۔ اور یہ خدائے جل جلالہٗ وتقدست اسماؤہ کی جانب سے عدل ہی عدل ہوگا۔ اس لئے کہ وہ خود ناصبی سے فرمائیگا کہ تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا یہ اعمال خبیثہ تیری ہی طینت اور تیرے ہی مزاج کے باعث ہیں اور تو ہی انکا سب سے زیادہ مستحق ہے اور یہ اعمالِ نیک مؤمن کی طینت اور اُس کے مزاج کے موافق ہیں لہٰذا وہ انکا مستحق ہے۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝ (دیکھو صفحہ ۴۰۷ سطر ۹) آیا اس میں تم کوئی ظلم و جور دیکھتے ہو؟ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! بالکل نہیں بلکہ میں تو بڑی بڑھی ہوئی حکمت اور نہایت کھلا ہوا عدل و انصاف دیکھتا ہوں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا۔ آیا اس مطلب کو میں قرآن مجید سے اور زیادہ کھولکر تمہیں سمجھاؤں؟ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! ضرور سمجھایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا دیکھو کیا اللہ تعالےٰ یہ نہیں فرماتا کہ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۶۲ سطر ۴) نیز خدائے عزوجل فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۝ لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۸ سطر ۲۔ نوٹ بھی اسی کے متعلق ہے) میں نے عرض کی سبحان اللہ! جو شخص اس آیت کو سمجھے اُس کے لئے خدائے تعالےٰ نے مطلب کو کتنا کھولدیا اور اس نحوس مخلوق کے دل (جنہوں نے آلِ رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے) آیاتِ الٰہی کا مطلب سمجھنے سے کتنے اندھے ہوگئے ہیں۔ حضرتؑ نے (یہ سُنکر) ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم! اسی مطلب کو تو خدا تعالےٰ بھی فرماتا ہے۔ اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۝ (دیکھو صفحہ ۵۷۹ سطر ۱۱) خدا تعالےٰ اس پر بھی راضی نہیں ہوا کہ اُن کو گدھوں سے بیلوں سے۔ کتوں سے اور چوپایوں سے تشبیہ دے بلکہ مضمون کو ترقی دیکر فرمایا۔ وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ (دیکھو صفحہ ۵۷۰ سطر ۵) نیز فرماتا ہے وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (دیکھو صفحہ ۴۸۵ سطر ۱) نیز فرماتا ہے یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُھُمْ کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ

یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا (دیکھو صفحہ ۵۶۶ سطر ۴) اسی طرح یہ ناصبی جو جو نیک عمل آگے بھیج چکا ہے انکو اپنے حق میں نافع خیال کرتا رہیگا مگر جب وہاں پہنچیگا تو انکو کوئی چیز نہ پائیگا پھر اسی مضمون کی خدا تعالےٰ نے دوسری مثل بیان فرمائی ہے اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (دیکھو صفحہ ۵۶۶ سطر ۶) پھر حضرت نے فرمایا کہ اے ابراہیم! آیا میں اسی مضمون کو قرآن مجید سے تمہارے واسطے اور بھی بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! ضرور بیان فرمایئے۔ فرمایا دیکھو خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ (دیکھو صفحہ ۵۸۲ سطر ۱۱) مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہمارے شیعوں کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور ہمارے دشمنوں کی نیکیوں کو بدیوں سے (اور خدا تعالےٰ اپنے اختیارات کا اظہار اس طرح فرماتا ہے) یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ۘ (دیکھو صفحہ ۴۱۲ سطر ۲) نیز فرماتا ہے وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ (دیکھو صفحہ ۴۰۵ سطر ۶) نیز فرماتا ہے لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۵ سطر ۱۱) اے ابراہیم یہ خدا تعالےٰ کے علوم مکنونہ اور اسرار مخزونہ میں سے بعض باتیں تھیں جو میں نے تم کو بتلادی ہیں۔ آیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ ان باطنی باتوں میں سے کچھ اور بھی تمہارے سینہ میں زیادہ ہو جائیں؟ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! ضرور حضرت نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۪ وَلَیُسْـَٔلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۳۳ سطر ۱۱) اسی خدا کی قسم جس کے سوائے کوئی معبود نہیں اور جو صبح کا نور پھیلانے والا اور زمینوں کا اور آسمانوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔ میں نے تم کو ٹھیک ٹھیک خبر دے دی۔ اور اللہ اعلم و احکم ہے۔

ابراہیم ۲۷ رعد ۴۱ انبیاء ۲۳

قول مترجم۔ اس حدیث کو دیکھنے والے شاید شبہ کریں کہ جب خدا تعالےٰ نے ایسی طینت سے پیدا کیا تو پھر کفار و منافقین اور مجرمین کا تصور ہی کیا ہے؟ تو وہ یہ سمجھ لیں کہ ابتدائے عالم ارواح میں روحوں پر۔ طینت پر۔ آب پر خدا کا نہ ولایت محمدؐ و آل محمدؐ عرض کی گئی ہے تو حجت انپر وہیں تمام ہو چکی اور جن جن چیزوں نے اس ولایت کو قبول نہ کیا۔ انہی سے کفار و منافقین کی پیدائش کی گئی۔ لہذا خدا کی حجت غالب ہے۔ اس پر کسی دوسرے کی حجت غالب نہ آسکے گی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۲۹۷

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

نے سورۂ براءت (کی اوّل آیتیں) ابوبکر کو دیکر بغرضِ شرکتِ موسم روانہ فرمایا کہ وہاں لوگوں کو پڑھ کر سنا دے۔ اِس پر جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور یہ حکم لائے کہ تبلیغِ رسالت کا کام آپ کی طرف سے صرف علیؑ ابن ابیطالب انجام دے سکتے ہیں اس پر جنابِ رسولِ خدا نے علیؑ مرتضےٰ کو بلایا اور یہ حکم دیا ناقۂ غضبا پر سوار ہوا اور یہ حکم دیا کہ ابوبکر سے جا ملو اور سورۂ براءت اس سے لے لو۔ اور مکہ میں جا کر لوگوں کو خود سنا دو۔ جب (علیؑ مرتضےٰ راہ میں) جا ملے تو ابوبکر نے پوچھا کہ آیا آنحضرتؐ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے؟ فرمایا یہ بات نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کو یہ حکم پہنچا کہ تبلیغ کوئی کر ہی نہیں سکتا سوائے اس شخص کے جو تمہارا خاص الخاص ہو۔ پس جب علیؑ مرتضےٰ مکہ پہنچے اور وہ قربانی کا دن تھا۔ ظہر کے بعد پہنچے ہیں اور وہ موقع بھی حج اکبر کا تھا۔ تو حضرتؑ کھڑے ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! میں تم سب کی طرف جنابِ رسولِ خدا کا رسول ہوں۔ پس اُن سب کو یہ پڑھکر سنایا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ الخ (دیکھو صفحہ ۲۹۷ سطر ۵) یہاں چار مہینے سے مراد ذی الحجہ کے باقی بیس ۲۰ دن پورا مہینہ محرم کا۔ سارا ماہِ صفر اور پورا ماہ ربیع الاوّل اور دس دن ماہ ربیع الآخر کے۔ پھر فرمایا کہ بیت اللہ کا کوئی مرد یا عورت برہنہ طواف نہ کرے اور نہ کوئی مشرک اُس کے پاس پھٹکے۔ سوائے اُس کے جس کا عہد جنابِ رسولِ خدا کے ساتھ ہو۔ سو اس کی مدّت بھی اس بارے میں صرف چار مہینے ہے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ محمد ابن مسلم کی روایت کے بموجب ابوبکر نے یہ دریافت کیا تھا کہ یا علیؑ! جس وقت سے میں جنابِ رسولِ خدا کی خدمت سے جُدا ہُوا ہوں آیا میرے بارے میں کوئی حکم خاص نازل ہوا ہے؟ فرمایا نہیں! بلکہ اللہ کو یہ منظور ہی نہیں ہے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سوائے اُن کے خاص الخاص آدمی کے کوئی اَور شخص تبلیغِ رسالت کا کام انجام دے۔ اِس کے بعد وہ حضرتؐ خود موسم میں تشریف لے گئے۔ اور خدا و رسولِ خدا کا پیغام مقام عرفہ میں بھی پہنچایا مقام مزدلفہ میں بھی پہنچایا۔ اور خاص قربانی کے دن جہاں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں وہاں ایام تشریق (قربانی کے دنوں) میں ہر روز بآوازِ بلند بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ پڑھکر پہنچایا اور صاف صاف یہ کہدیا کہ آئندہ کوئی شخص برہنہ بیت اللہ کے پاس طواف نہ کرے۔

تفسیر مجمع البیان میں علمائے شیعہ سے یہ بھی روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے امیرِ حاج بھی حضرت امیرؑ ہی کو مقرر فرما دیا تھا اور یہ بھی کہ جب اُن حضرتؐ نے ابوبکر سے سورۂ براءت (کی آیتیں) لیلی تو ابوبکر واپس آ گیا۔

نیز اُس تفسیر میں اور تفسیر عیاشی میں بروایتِ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جس وقت جنابِ علیؑ مرتضےٰ علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب فرمایا ہے تو اپنی تلوار بھی کھینچ لی تھی اور صاف فرمایا تھا کہ اب سے بیت اللہ کا کوئی شخص برہنہ طواف نہ کرے اور کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے جسکی مدّت باقی ہے اُسکی تو مدّت ہے اور جس کیلئے کوئی مدّت نہیں اُسے صرف چار مہینے کی مہلت دیجاتی ہے۔ مفصّل خطبہ حضرتؐ کا قربانی کے دن تھا اور چار مہینے سے مراد ذی الحجہ کے ۲۰ دن محرم۔ صفر اور ربیع الاوّل کے پورے تین مہینے اور ماہ ربیع الآخر کا اوّل کا عشرہ۔

(ختم شد پارہ نہم)